Mujallah Mirpurkhas Sindh

BAHR-UL-ULOOM

مجلہ

بحر العلوم

سہ ماہی

میرپور خاص سندھ پاکستان

جامعہ کے طلبہ کا ترجمان

راشدی خاندان کے چشم و چراغ

مُفکرِ اسلام و مُفسرِ قرآن عظیم محدث

ماہر فن اسماء الرجال و معروف محقق

فضیلۃ الشیخ ابو القاسم سید

محب اللہ شاہ راشدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

صاحب العلم السادس کی خدماتِ جلیلہ پر

محدث العصر نمبر

حیات، خدمات و تاثرات

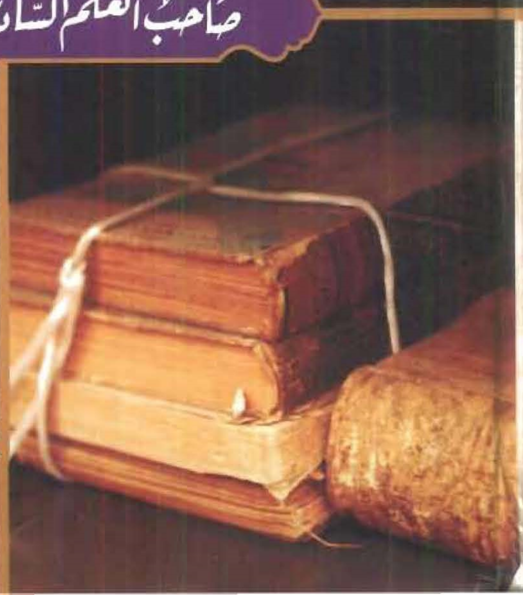

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ اسلامیہ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
چند اہم مطبوعات

تفسیر ابن کثیر

تخریج
کامران طاہر
تحقیق و تعلیقات
حافظ زبیر علی زئی
تقریظ
ابوالحسن مبشر احمد ربانی
حافظ صلاح الدین یوسف

امام المفسرین حافظ عماد الدین
ابوالفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ
المتوفی ۷۷۴ھ
ترجمہ: امام العصر مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

☆ تمام آیات قرآنیہ، احادیث کریمہ کی مکمل تخریج و تحقیق کا اہتمام ☆ دو مختلف ایڈیشن
☆ خوبصورت سرورق، معیاری طباعت بہترین کاغذ، مساوی حجم کی 5 مجلدات

جدید
تخریج و تحقیق شدہ ایڈیشن

صحیح بخاری

امیر المومنین فی الحدیث
ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری

- اردو زبان میں پہلی دفعہ مکمل تخریج کا اہتمام
- مختلف نسخوں سے تقابل کے بعد نسخہ ہندیہ کے مطابق تصحیح کا اہتمام
- خوبصورت طباعت، دیدہ زیب سرورق، خوبصورت وصاف لکھائی
- اعلیٰ طباعتی معیار کے ساتھ (۲) مختلف اڈیشن میں دستیاب ہے

ترجمہ و تشریح
مولانا محمد داؤد راز
تقدیم و نظرثانی
شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد
مقدمہ
حافظ زبیر علی زئی
تخریج
فضیلۃ الشیخ احمد زھوۃ فضیلۃ الشیخ احمد عنایۃ

۸ جلدوں میں
تخریج شدہ ایڈیشن

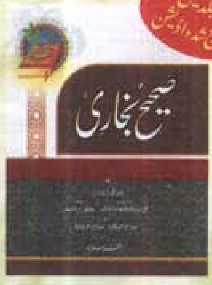

صحیح مسلم
مع مختصر شرح نووی

تالیف
ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری رحمہ اللہ

ترجمہ
علامہ وحید الزمان رحمہ اللہ
تخریج
فضیلۃ الشیخ احمد زھوۃ
فضیلۃ الشیخ احمد عنایۃ

(۱) آیات کریمہ کی تخریج
(۲) احادیث مبارکہ کی تخریج اور حدیث نمبر کے ذریعے دیگر کتب احادیث کی طرف رہنمائی
(۳) اقوال رسول ﷺ کا امتیازی رسم الخط (۴) مختلف معتبر نسخہ جات سے تقابل اور موازنہ
(۵) دو مختلف ایڈیشن (۶) اعلیٰ طباعت اور معیاری کاغذ
(۷) خوبصورت جلد بندی اور دیدہ زیب سرورق (۸) مناسب قیمت

أضواء المصابیح فی تحقیق مشکوٰۃ المصابیح

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے قلم سے

نمایاں خصوصیات

★ صحت و سقم کے اعتبار سے روایات پر حکم
★ مختصر مگر جامع تخریج ★ آسان فہم ترجمہ
★ منہج سلف صالحین کے عین مطابق شرح
★ فقہی طرز پر حدیث سے مسائل کا استنباط

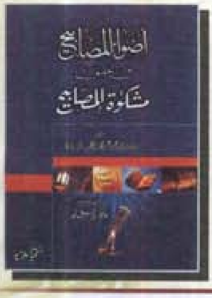

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042-37244973
بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-2631204, 2034256
E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام

حافظ زبیر علی زئی کے قلم سے ماہنامہ شہادت اور الحدیث میں چھپنے والے فتاوی کا علمی مجموعہ جس میں عقائد، طہارت، نماز، دعا، جنائز اور اصول تحقیق وتخریج کے علاوہ مسائل کا علمی انداز میں جواب دیا گیا ہے

سیرت کے قارئین کے لیے سدا بہار اور انمول تحفہ

رحمۃ للعالمین

تالیف: قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری

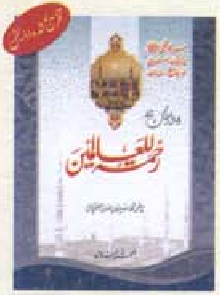

اس کتاب میں قرآن وسنت، قدیم صحف سماوی (تورات، زبور، انجیل) اور غیر آسمانی مذہبی کتب سے آخرالزماں پیغمبر ﷺ کی صداقت بیان کی گئی ہے اور یہود، ہنود اور نصاریٰ کے اعتراضات کا مکمل رد کیا گیا ہے۔

قدیم طبع (1921ء-1933ء) سے تقابل کے بعد تصحیح شدہ اڈیشن

چار مختلف اڈیشن میں دستیاب ہے

تاریخ اہلِ حدیث

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

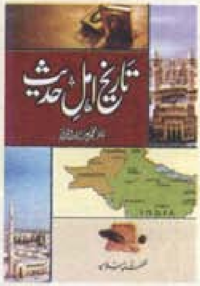

- علمائے اہل حدیث کی جہادی کاوشوں کا تذکرہ
- انگریز کے خلاف اہل حدیث کے کارناموں کا بیان
- معاندین کے اعتراضات کا مسکت جواب
- قدیم مناظرہ جات کی روداد
- لفظ وہابی کا علمی وتحقیقی جائزہ
- برصغیر میں اہل حدیث کی علمی وعملی خدمات کا ذکر
- آسان فہم وسلیس زبان آفسٹ پیپر دیدہ زیب ٹائٹل اور عمدہ طباعت
- مناسب قیمت
- خود بھی پڑھیے اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں

- مذہب اہل حدیث کی حقانیت کا منہ بولتا علمی شاہکار۔
- مستند تاریخی معلومات

أنوار الصحيفة في الأحاديث الضعيفة من السنن الأربعة

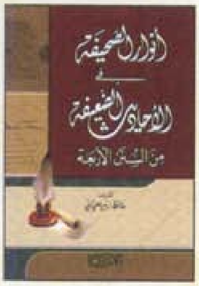

ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کی ضعیف روایات کا مجموعہ جس میں روایات کے اطراف، راویانِ حدیث، وجہ ضعف اور مختصر تخریج درج کی گئی ہے۔

تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات

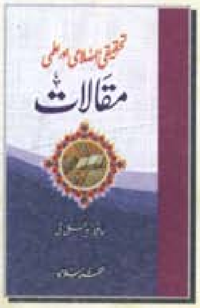

حافظ زبیر علی زئی کے قلم سے ایسے مضامین کا مجموعہ جس میں توضیحِ عقائد، مسائل کی تحقیق، اسماء الرجال پر سیر حاصل بحث اور اصلاحِ معاشرہ کے موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

راشدی خاندان کے چشم و چراغ عظیم محدث، امام و مفسر قرآن
ماہر فن اسماء الرجال و معروف محقق

فضیلۃ الشیخ ابو القاسم سید

محب اللہ شاہ راشدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

صاحب العلم السادس کی خدمات جلیلہ پر

محدث العصر نمبر

حیات، خدمات و تاثرات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Mujallah Mirpurkhas Sindh
BAHR-UL-ULOOM

مجلہ
بحر العلوم
سہ ماہی
میرپورخاص سندھ پاکستان
جامعہ کے طلبہ کا ترجمان

تنبیہ

اس خاص نمبر کے جملہ حقوق طبع واشاعت بحق جامعة بحر العلوم السلفیۃ میرپورخاص محفوظ ہیں

Warning

All rights reserved, No part of this "Magazine" shall be reproduced or transmitted in any form of by any means, electronically or mechanically, including photocopying recording or any information storage or retrieval system, without prior permission in writing from the "Jamia Bahr-Ul-Uloom As-Salfia Mirpurkhas"

2011ء سلسلہ اشاعت نمبر 11

مدیر مجلہ

افتخار احمد تاج الدین الازہری
0332-2819002

نائب مدیر

الشیخ عبداللہ سلیم جونیجو
0333-2984247

زیر نگرانی
مدیر مالیات
محترم محمد ہاشم میمن حفظہ اللہ

زیر سرپرستی
مدیر الجامعۃ
محترم محمد اسماعیل میمن حفظہ اللہ

انتظامیہ کمیٹی

- محترم محمد رفیق سلفی صاحب
- محترم ڈاکٹر محمد سعید مغل صاحب
- محترم محمد رمضان رحمانی صاحب
- محترم پروفیسر عبدالعزیز میمن صاحب
- محترم عبدالسمیع صاحب
- محترم محمد رمضان غوری صاحب
- محترم عبدالوحید صاحب
- محترم عبدالرزاق اکبر صاحب
- محترم ظفر الدین شیخ صاحب
- محترم عبدالحمید مغل صاحب

مجلس مشاورت

- مولانا محمد عمر اثری صاحب
- مولانا عبدالمتین صاحب
- مولانا قاری ذوالفقار احمد صاحب
- مولانا قاری عبدالحمید صدیقی صاحب
- محترم سید ابوالقاسم شاہ راشدی صاحب
- محترم مولانا حافظ محمد نعیم صاحب
- محترم پروفیسر مولابخش محمدی صاحب
- محترم حافظ انور شاہ راشدی صاحب
- محترم احسان اللہ راشدی صاحب
- محترم مولانا راشد الحسن صاحب
- محترم مولانا منیر احمد صاحب

زیر انتظام

مرکزی جمعیت اہل حدیث میرپورخاص

خط و کتابت کے لیے

جامعة بحر العلوم السلفية

سٹیلائٹ ٹاؤن میرپورخاص

فون: 0233-861070

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

❁ كلمة المدير

.... افتخار احمد الازہری 7

❁ آپ بیتی...... میری علمی و مطالعاتی زندگی

❁ تاثرات

- حضرت شاہ صاحب کی یاد میں ------------------ محترم ارشاد الحق اثری صاحب 151
- پیاری شخصیت کی یادیں اور باتیں ------------------ پروفیسر مولا بخش محمدی صاحب 159
- شیخ الاسلام محبّ اللہ شاہ کی یاد میں ------------------ محترم زبیر علی زئی صاحب 168
- میرے والد محترم ------------------ محترم قاسم شاہ راشدی 179
- سید محبّ اللہ شاہ جلالپور میں ------------------ فضیلۃ الشیخ محمد رفیق اثری صاحب 191
- یکے از شخصیات باب الاسلام ------------------ مولانا ابوحمزہ عبدالحمید المری 193
- پیر محبّ اللہ شاہ راشدیؒ ------------------ محمد موسیٰ بھٹو 197
- پیر سیّد محبّ اللہ صاحب العلم السادس ------------------ عبدالعظیم انصاری رحمہ اللہ 199
- علامہ محبّ اللہ شاہ راشدی ------------------ مولانا محمد رمضان یوسف سلفی 204
- حافظ پیر محبّ اللہ شاہ ------------------ ڈاکٹر وفا راشدی رحمہ اللہ -- 213
- میرے پیارے شفیق ------------------ منصور ویراگی رحمہ اللہ -- 216
- ماہر اسماء الرجال ------------------ رانا محمد جمیل سرگودھا 219
- سید محبّ اللہ شاہ راشدی ------------------ ڈاکٹر ابوجابر دامانوی 249

Monthly MUHADDIS Lahore
99-J Model Town, Lahore-54700
Phone 5866476, 5866396

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- علامۃ الدہر سیّد محبّ اللہ شاہ ---------- مولانا محمد علی خاصخیلی 251
- محبّ اللہ شاہ راشدی ---------- پروفیسر محمد جمن کنبھر 256
- سرزمین سندھ کے عظیم سپوت ---------- مولانا عبدالرحمٰن ثاقب 266
- سندھ کے راشدی خاندان کے بزرگ ---------- محمد سلیم چنیوٹی 271
- مخدوم سندھ ---------- محمد یاسین شاد 274
- درویش صفت پیکر علم و عمل انسان ---------- ولایت شاہ 276
- علامہ کبیر سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی سندھی ---------- محمد تنزیل الصدیقی الحسینی، کراچی -- 280
- علامہ محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ ---------- جناب سید عامر نجیب صاحب -- 284
- سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ ---------- عبدالعظیم حسن زئی صاحب -- 290
- حضرت پیر سیّد محبّ اللہ شاہ ---------- پروفیسر محمد معین الدین دردائی صاحب 296
- محبت کے پھول ---------- ڈاکٹر محمد طیب لاکھو صاحب 299
- میرے دادا ابو ایک عظیم مصلح ---------- انور شاہ راشدی بن قاسم شاہ راشدی 301

خدمات

- سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ ---------- محترم محمد اسحاق بھٹی 308
- سیّد محبّ اللہ شاہ حیات و خدمات ---------- محترم صلاح الدین یوسف 338
- شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تصنیفی خدمات ---------- افتخار احمد الازھری 350
- کتب خانہ پیر جھنڈا ---------- حافظ محمد نعیم صاحب 357
- پیر جھنڈا کا کتب خانہ ---------- ڈاکٹر غلام مصطفی قاسمی 392
- مخطوطات ---------- محمد قاسم سومرو 395
- محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کی حدیثی خدمات ---------- عبدالرشید عراقی 424
- وصیت نامہ ---------- 459

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انٹرویو

پیر سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی کی کہانی .... حافظ نعیم صاحب 463
سیّد قاسم صاحب کا ایک اہم انٹرویو .... حافظ نعیم 484
علامہ سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی کا ماہنامہ ''صراط المستقیم'' کراچی کو ایک اہم انٹرویو 505

تعزیتی پیغامات

آہ! مولانا سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی ﷫ .... احمد شاکر 521
زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے .... محمد اسحاق شاہد 523
تعزیت نامہ .... قاری عبدالوکیل خانپوری 524
سندھی مضامین 530

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Weekly
AHL-E-HADITH
106-Ravi Road Lahore
Ph: 7729933 - 206097
Fax:7725525

106- راوی روڈ - لاہور

حوالہ نمبر
تاریخ

محترم ومکرم جناب مولانا افتخار احمد تاج الدین الازہری حفظہ اللہ تعالیٰ

مدیر اعلیٰ سہ ماہی مجلّہ ''بحر العلوم'' وشیخ الحدیث جامعہ بحر العلوم السّلفیہ میر پور خاص (سندھ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ یقیناً مبارک باد کے مستحق ہیں کہ آپ نے تھوڑا عرصہ قبل حضرت العلام الشیخ پیر سید بدیع الدین شاہ راشدیؒ کی دینی، مسلکی، تدریسی، تصنیفی، علمی، تحقیقی، تبلیغی اور جماعتی خدمات کے حوالہ سے بڑا وقیع ''شیخ العرب والعجم نمبر'' شائع کیا۔ جسے علمی حلقوں میں بڑی پذیرائی حاصل ہوئی۔ اب آپ اسی ادارہ کے تحت فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا ابو القاسم سید محبّ اللہ شاہ راشدیؒ کی ہمہ جہت خدمات وآثار جلیلہ پر ''محدث العصر نمبر'' ترتیب دے رہے ہیں۔ جو بہت بڑی خدمت اور سعادت کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت الشیخ سید محبّ اللہ شاہ راشدیؒ، راشدی سادات خاندان کے چشم و چراغ، گلستانِ اہل حدیث کے گل سرسبد اور کاروان عمل بالحدیث کے ایسے حدی خواں ہیں، جن کی تقریر وتحریر میں قرونِ اولیٰ کے حدی خوانوں کا سا جذبہ اور ولولہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ وہ محدث بھی تھے، محقق بھی تھے اور جامع المنقولات والمعقولات بھی تھے۔ ان کے علم وفضل کا دائرہ بڑا وسیع تھا۔ فلسفہ، تاریخ، فن رجال اور تفسیر وحدیث پر ان کی نظر بڑی گہری تھی۔ عربی میں گیارہ، اردو میں ستائیس اور سندھی میں انیس کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کا کتب خانہ المکتبۃ العلمیہ جس میں نادر مخطوطات کی ایک بڑی دنیا آباد ہے جن کے حصول کے لئے انہوں نے غیر ممالک کے کئی سفر کئے۔ سندھ میں توحید وسنت کی شمع فروزاں کرنے میں ان کی مساعی جمیلہ ناقابل فراموش ہیں۔

حقیقی بات یہ ہے کہ انہوں نے تقلید کے بندھنوں کو توڑا، تصوف اور صوفیت کے غلط عقائد کو ختم کیا۔ مسلکِ اہل حدیث کے فروغ کے لئے شب وروز کوشاں رہے۔ آپ کے والد مرحوم سید احسان اللہ شاہؒ (م ۱۱۳ کتوبر ۱۹۲۸) بھی حدیث وفن رجال کے بہت بڑے عالم تھے۔ علم وعمل دونوں میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ انہوں نے اپنے گاؤں گوٹھ پیر جھنڈو میں مدرسہ دار الرشاد قائم کیا۔ جہاں سے بڑے بڑے علماء مستفید ہوئے۔ سید محبّ اللہ شاہ سید احسان اللہ شاہؒ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ جنہوں نے ۲۱ جنوری ۱۹۹۵ء کو وفات پائی۔ آپ نے تقلید، پیر پرستی اور غیر اسلامی رسوم کے خلاف قلمی ولسانی جہاد کیا۔ سندھ میں علم کے فروغ میں وڈیرے، جاگیردار اور گدی نشین سب سے بڑی رکاوٹ تھے آپ نے ہر قسم کی مخالفت کے باوجود فروغ تعلیم میں بڑا کام کیا۔ سچی بات یہ ہے کہ اس خاندان کی دینی وعلمی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ باب الاسلام (سندھ) کی جب بھی دینی وعلمی تاریخ لکھی جائے گی اس خاندان کی خدمات کے تذکرہ کے بغیر مکمل نہیں ہو سکے گی۔

میں نے حضرت شاہ صاحب کو پہلی مرتبہ ۱۹۶۷ء میں ۳، ۴، ۵ نومبر کی لاہور میں مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کی سالانہ کانفرنس میں دیکھا۔ جو ان کی صدارت میں ہو رہی تھی۔ ان کا خطبہ صدارت بڑا عالمانہ، فاضلانہ اور محققانہ تھا۔ جو مطبوعہ تھا اور کانفرنس میں تقسیم بھی ہوا۔ مجھے ان سے ملاقات کا شوق تھا مگر وہاں یہ موقعہ نہ مل سکا۔ تاہم ملاقات کی اس خواہش نے کچھ عرصہ بعد ان سے سلسلہ مراسلت کی صورت اختیار کر لی۔ ان کے اخلاق کریمانہ اور ذرہ نوازی نے مجھے ان کا بیحد مداح بنا دیا۔ علمی مسائل، مجلّہ ''الاسلام'' اور ''اہل حدیث'' کے لئے قلمی تعاون کے سلسلہ میں جب بھی میں نے ان سے درخواست کی تو انہوں نے بڑی حوصلہ افزائی فرمائی۔ چنانچہ میں نے شوقِ ملاقات میں سندھ کا سفر اختیار کیا۔ حضرت مولانا سید بدیع الدین شاہ راشدیؒ تو بیرون ملک تھے۔ سہانی شام کا وقت تھا جب میں حضرت الشیخ محبّ اللہ شاہ راشدیؒ کے در دولت پر پہنچا۔ ان کے خدام نے خوش آمدید کہا اور خاطر مدارات میں بڑی دلچسپی لی اور بتایا کہ پیر سائیں چار پانچ روز کے لئے کراچی گئے ہوئے ہیں۔ ان کے آنے تک آپ یہاں قیام کریں۔ مگر اتنا وقت لے کر نہ آیا تھا۔ رات کو تو وہاں ہی قیام رہا۔ صبح یہ شعر پڑھتے ہوئے واپسی کا سفر اختیار کیا ؎

از در دوست چہ گویم بچہ عنواں رفتم
ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم

والسلام طالب الدعوات **بشیر انصاری** مدیر ہفت روزہ ''اہل حدیث'' لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كلمة المدير

”محدث العصر نمبر“

جامعہ بحر العلوم السّلفیہ میر پور خاص کی ایک اور کاوش

افتخار احمد الازہری

جامعہ بحر العلوم السّلفیہ میر پور خاص صوبہ سندھ کا ایک دینی ادارہ ہے، جہاں خالصتاً دینی تعلیم دی جاتی ہے جس سے قرب و جوار کے طلبہ استفادہ کر رہے ہیں اور منتظمین کے لیے توشہ آخرت بن رہے ہیں الحمد للّٰہ علی ذلك۔

جامعہ میں ایک شعبہ نشر و اشاعت کا ہے جہاں سے مختلف ادوار میں مختلف کتب شائع ہوکر عوام کی پذیرائی حاصل کرچکی ہیں، ۲۰۰۳ء میں راقم الحروف کے زیر ادارت ایک مجلّہ بنام ”بحر العلوم“ کا سلسلہ شروع ہوا جو کہ ہنوز جاری و ساری ہے۔ الحمد للہ اب تک مختلف موضوعات پر ۱۱ نمبر شائع ہو چکے ہیں جن میں دو نمبر شخصیات پر تھے ایک ”شیخ العرب والعجم نمبر“ جو صوبہ سندھ کی مشہور شخصیت ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی پر تھا جو ۲۰۰۷ء میں شائع ہوا تھا جس کو ان کے معتقدین نے دل سے قبول کیا اور اب یہ دوسرا نمبر بھی راشدی خاندان کے چشم و چراغ مفکر الاسلام و مفسر قرآن، عظیم محدث، ماہر فن اسماء الرجال و معروف محقق و زیرک نقاد فضیلۃ الشیخ ابو القاسم سیّد محبّ اللہ شاہ الراشدی صاحب العلم السادس رحمہ اللہ کی خدمات جلیلہ پر ”محدث العصر نمبر“ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے یہ وہ خاندان ہے جس نے اسلام کی سربلندی کے لیے اپنا تن من دھن قربان کردیا اور علم اسلام کو بلند رکھا، سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ اہلحدیث کے سرخیل عالم دین تھے، جو جامع الکمالات اور متنوع الصفات کے حامل تھے ان کے علمی ورثہ سے ہزاروں تشنگاں علم نے ان کے منبع فضل و کمال سے اپنی علمی تشنگی فرو کی ۔ ویسے تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ہر فن میں اپنے قلم کو جنبش دی لیکن علم حدیث سے آپ کو والہانہ شغف اور نکتہ آفرینی میں غیر معمولی انہماک حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طبعی نتیجہ تھا، ہزاروں دلوں نے اس حرارت سے پیر جھنڈو میں آ کر اکتساب فیض کیا اور ان کی علمی پختگی دیکھ کر ان کے گرویدہ ہوگئے۔ ہم نے اس خاص نمبر کو چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے پہلا حصہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ بیتی پر مبنی ہے ہے جس میں آپ کی کہانی ان کی اپنی زبانی بیان کی ہے جس کو ہم نے ''میری علمی و مطالعاتی زندگی'' کا نام دیا ہے جو کہ ایک مکمل سوانح ہے جس کے پڑھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔

دوسرا حصہ: تاثرات کا ہے جس میں بیس سے زائد مضامین ہیں ان میں سب سے اہم مضمون پاکستان کی معروف شخصیت فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری صاحب حفظہ اللہ کا ہے انھوں نے شاہ صاحب سے کسب فیض بھی کیا ہے اور شاہ صاحب کو بھی ان سے دلی محبت تھی جس کا اظہار انھوں نے آپ بیتی اور خطوط میں کیا ہے اثری صاحب نے اپنے اس مضمون میں شاہ صاحب کی شخصیت کے چند نمایاں پہلو بیان کیے ہیں اور آخری میں ان کے مکتبہ کی اہمیت کا ذکر کیا ہے، اس کے بعد اس حصے میں پروفیسر مولا بخش محمدی حفظہ اللہ کا مضمون بڑی اہمیت کا حامل ہے انھوں نے شاہ صاحب کی چند یادوں کا تذکرہ کیا ہے جو کہ ان کی دلی محبت کا ثبوت سے میرے خیال میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ خطوط مولا بخش کو لکھے اور اپنا ہر مضمون مقالہ اور رسالہ ان کو ضرور ارسال کرتے اور پروفیسر بھی ایک اچھے جوہری ثابت ہوئے ان کو بھی ہیرے کی قدر تھی اس لیے انھوں نے شاہ صاحب کا ہر لفظ اور تحریر کو سنبھال کر رکھا ہوا ہے شاید وہ اپنی رقم اور زر کی اتنی حفاظت نہ کرتے ہوں جتنی وہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے لکھے ہوئے اوراق کی کرتے ہیں اللھم زد فزد. اسی طرح اس حصہ میں محقق دنیا کا عظیم نام فضیلۃ الشیخ زبیر علی زئی صاحب کا ایک اہم مضمون ہے اس طرح ایک مضمون پیرو جھنڈو مدرسہ کے سابق استاد معروف محقق ابو حمزہ عبدالحمید المری صاحب کا ہے جو کافی اہمیت کا حامل ہے اس کے ساتھ فضیلۃ الشیخ قاسم شاہ صاحب اور عظیم مضمون نگار محمد رمضان یوسف حفظہ اللہ، فضیلۃ الشیخ محمد رفیق اثری صاحب پروفیسر محمد جمن کھنبر، مولانا محمد علی خاصخیلی، محمد انور شاہ راشدی، رانا محمد جمیل صاحب، محمد یاسین شاد صاحب اور ولایت شاہ اور ڈاکٹر ابوجابر دامانوی صاحب، عبد الرحمٰن ثاقب صاحب وغیرہم کے مضامین ہیں۔

تیسرا حصہ: ''خدمات'' کا ہے اس میں سب سے اہم مضمون مورخ اہل حدیث سرخیل ادب محترم محمد اسحاق بھٹی کا ہے جنھوں نے ایک تفصیلی مضمون تحریر کیا ہے ان کے ساتھ ساتھ محترم صلاح الدین یوسف صاحب حفظہ اللہ کا مضمون ہے جو کہ جامع اور مختصر ہے، اور اس حصہ میں سب سے اہم تفصیلی مضمون حافظ نعیم احمد صاحب کا ہے جو کہ آپ نے شاہ صاحب کے مکتبہ کے بارے میں ایک نہایت قیمتی مضمون تحریر کیا تھا جو کہ ایک مرجع کی حیثیت رکھتا ہے، اسی حصہ میں محترم عبدالرشید عراقی صاحب، محمد قاسم سومرو اور ڈاکٹر غلام مصطفی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاسمی صاحب کے ساتھ ساتھ راقم الحروف کا مضمون "شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تصنیفی خدمات" پر مشتمل ہے اور اس حصہ کے آخر میں شاہ صاحب کا وصیت نامہ بھی شائع کر دیا ہے۔

چوتھا حصہ انٹرویو کا ہے اس میں حافظ نعیم صاحب کا ایک اہم انٹرویو جو کہ انھوں نے پیر جھنڈو کے استاد مولانا دوست محمد لکھمیر صاحب سے لیا تھا ان کی زبانی مکمل تحریر کر دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ شاہ صاحب کے بیٹے سیّد قاسم شاہ صاحب کا بھی انٹرویو بہت سی معلومات پر مشتمل ہے۔

پانچواں حصہ: تعزیاتی پیغامات پر مشتمل ہے جس میں شیخ احمد شاکر صاحب محمد اسحاق شاہد صاحب، پروفیسر مولا بخش محمدی اور قاری عبد الوکیل خانپوری کے علاوہ دیگر معاصرین کے تعزیتی تاثرات ہیں۔

چھٹا حصہ سندھی مضامین کا ہے ہمارے اس رسالہ میں ایک حصہ سندھی زبان کا ہوتا ہے تاکہ سندھ والے بھی اپنی زبان میں پڑھ سکیں اس میں سب سے اہم مضمون مولانا محمد خان لغاری صاحب کا جو کہ سندھی اردو زبان کے ایک اچھے مضمون نگار ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے تقریباً اہل حدیث کے ہر مؤقر رسائل میں ان کا مضمون ہوتا ہے اور ان کو شخصیات پر لکھنے کا بہت شوق ہے انھوں نے سندھی زبان میں شاہ صاحب کے انٹرویو کو حاشیہ کے ساتھ پیش کیا ہے ان کے ساتھ نوجوان ساتھی محترم سلیمان جمالی صاحب کا جنھوں نے صراط مستقیم میں شائع مضمون کو سندھی زبان میں ترجمہ کیا ہے ان کے ساتھ ابوحمزہ عبد الحمید المری صاحب کا اور مولانا احمد شیخ اور حافظ لطف اللہ کا مضمون بھی کافی معلومات پر مشتمل ہے اور آخر میں شاہ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت پر بہترین نظم ہے۔

آخر میں جامعہ کے تمام اساتذہ کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے عرق ریزی اور جان فشانی کے ساتھ رسالے کی تیاری میں میرے ساتھ ہر ممکن تعاون کیا اور اس طرح ان تمام مضمون نگاروں کا جنھوں نے بڑی محبت وعقیدت کے ساتھ مضامین لکھ کر شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ اپنی محبت کا ثبوت دیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی بارگاہ میں اس چھوٹی سی کاوش کو قبول فرمائیں اور اس کے مطالعہ سے اس کے بندوں میں شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اعمال واخلاق اور صفات حسنہ کی پیروی کا جذبہ پیدا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین

افتخار احمد الازہری

میر پور خاص

٨/٤/١١

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

آپ بیتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدق المقال وسداد الاتجهاه فی بیان سوانح حیات محب الله خمسه اجزء

''میری علمی ومطالعاتی زندگی''

فضیلۃ الشیخ ابوالقاسم محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ اپنے وقت کے ایک عظیم مفکر ومحدث تھے جن کی تصانیف ان کی علمی لیاقت پر شاہد ہے ویسے تو شاہ صاحب رحمہ اللہ اپنے لیے گمنامی اور گوشہ نشینی کو پسند کرتے تھے لیکن دوست و احباب اور ابن رشید قاسم شاہ صاحب کے ایماء پر اپنی ''آپ بیتی'' لکھنے پر مجبور ہوگئے۔ ماشاء اللہ جولکھا حقیقت پر مبنی لکھا، کوئی غلو اور تصنع نہ کیا، اپنے اور خاندان کے بارے میں وہ باتیں تحریر کی جس کے پڑھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے (اللہ تعالیٰ ان کو جزاء خیر دیں۔ آمین) شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی اس آپ بیتی کا نام اپنی آپ بیتی میں ''صدق المقال وسداد الاتجهاه فی بیان حیاة احقر العباد (محب الله المعروف به خود نوشته سوانح عمری)'' جبکہ مورخ اہلحدیث محمد اسحاق بھٹی صاحب نے اس کا نام یہ نقل کیا ہے:''صدق المقال وسدار الاتجهاه فی بیان سوانح حیات محب الله خمسه اجزاء''. (الازہری)

سبحان الذی جعل فی احوال الأمم الخالية منهم والحاضرة وفی قصص افرادها الخاصة منهم و العامة عبرة لاولی الالباب۔ وجعل فی حياتهم وتقلباتهم و كما لهم وزوالهم رفعهم وانحطا طهم تذكرة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر ويخاف سوء الحساب فالله هو مدبر الأ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مور و مقلب الدهور و مسبب الأسباب له الحمد فی الاولی و الآخرة و له الفضل وله الثناء الحسن فانه هو المنعم الكريم الوهاب۔

والصلاة والسلام علیٰ سیدنا محمد الذی ارسله الله الیٰ الناس كافة بالهدی ودین الحق فمن اتبعه وتمسك بسنته رفعه الله ومن عصاه وعاداه و خالف هدیه و أسوته الحسنة وضعه الله فیاله من الخسران والحرمان و العقاب والتباب.

وعلیٰ آله وازواجه المطهرات والسابقین الاولین من المهاجرین والانصار والذی اتبعوهم باحسان و سائر الاصحاب فرضی الله عنهم ورضوا عنه وحشرنا فی زمرتهم بمنه الذی لانهایة له یوم لاینفع مال و لا بنون ولا یملك احدمنه الخطاب امابعد:

پیش لفظ:

راشدی خاندان کی جھنڈائی شاخ کے بزرگوں میں سے کسی بھی بزرگ نے اپنی سوانح حیات تحریر نہیں فرمائی اور نہ ہی ان کے اہل علم احباب یا ان کی جماعت میں سے کسی فرد نے یہ کام سرانجام دیا واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم کیوں؟ یہی وجہ ہے کہ ہم جھنڈے والوں میں سے کسی صاحب العلم کی مفصل سوانح حیات نہیں ملتی۔ اس لیے جب کبھی کسی صاحب کے پوچھنے پر ہمیں اپنے بزرگوں کے حالات سنانے پڑے تو انہیں باتوں پر اکتفاء کیا جو اپنے والد رحمہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے یا اپنے دوسرے اعزء واقرباء سے سنیں یا جو کچھ ان کے ملفوظاتوں میں مرقوم تھیں۔ مثلاً پیر سائیں روضہ والے رحمہ اللہ کی ملفوظات و مکتوبات۔ ہمارے پہلے صاحب العلم سید محمد یاسین شاہ رحمہ اللہ کی ملفوظات۔ ہمارے پرداد اسید رشید الدین شاہ رحمہ اللہ کی ملفوظات اور ہمارے داد سید رشد اللہ شاہ رحمہ اللہ کی ملفوظات میں سے جو کچھ حالات معلوم ہوئے بتا دیے تیسرا ذریعہ ہمارے بزرگوں کی جماعت کے وہ افراد ہیں جو اہل علم بھی تھے اور ہمارے اساتذہ بھی تھے مثلاً مولانا محمد اسمٰعیل افغانی اور مولانا ولی محمد کیریہ سے معلومات فراہم ہوئیں یا جماعت کے عام افراد سے کچھ باتیں سنیں وہی بتا دیا کرتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بذات خود اپنے لیے خمول (گوشہ گمنامی) کو ہی پسند کرتا تھا اور کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ اپنی سر گزشت تحریر کروں کافی عرصہ پہلے ہمارے ایک مخلص عزیز دوست مولا بخش محمدی حفظہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ضلع تھرپارکر سندھ کے رہنے والے نے اصرار کیا کہ میں ان کو اپنی زندگی کے حالات تحریر کر کے بھیج دوں ان کے التماس کو میں رد نہ کر سکا اور مختصر طور پر دو تین اوراق میں اپنے متعلق ان کو کچھ نہ کچھ تحریر کر کے ارسال کر دیا انہوں نے غالباً یہ صحیفہ اہل حدیث (کراچی) میں شائع کروایا تھا اسی طرح ایک اور صاحب نے بھی مجھ سے بالمشافہ میرے متعلق کچھ معلومات حاصل کر کے نوٹ فرما لیں۔ اس طرح میرے ایک اور عزیز دوست ابو ایوب البرقوی الکویتی نے بھی مجھ سے دریافت کر کے میرے بارے میں کچھ نوٹس تحریر کر لیے۔ لیکن حال ہی میں میرے ایک دو مخلص احباب اور میرے چھوٹے بیٹے محمد قاسم نے مجھے باصرار تام اس بات پر مجبور کر لیا کہ میں اپنی سوانح حیات اپنے ہاتھ سے تحریر کر لوں۔ میں نے اس سے پہلو تہی کرنے کی بہت کوشش کی لیکن مجھے کسی طرح بھی نہ چھوڑا اور میں اس سلسلہ میں قلم اٹھانے پر آمادہ ہو گیا میں تو ناکارہ ہوں اور تقصیرات اور خطاؤں کی وجہ سے سر ندامت خم ہے تاہم اس تحریر میں ہمارے بزرگوں کے بارے میں بھی بہت سی باتیں آئیں گی جو امید ہے کہ ہمارے احباب واصدقاء کے لیے نافع کبیر بنیں گی اور ان اولیاء اللہ کے ذکر خیر سے اللہ تبارک وتعالیٰ میری بھی اپنے فضل وکرم سے کچھ صلاح مرحمت فرمائے، آمین

احب الصالحین ولست منهم
لعل الله يرزقني صلاحا

وها انا اشرع في المقصود بعون الرحيم الودود اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه ولا تجعله علينا ملتبسا واجعلنا للمتقين اماما.

ہمارا نسب اور جھنڈے والے کہلانے کی وجہ:

محب الله بن احسان الله شاه بن رشد الله شاه بن رشيد الدين شاه بن محمد ياسين شاه بن محمد راشد شاه بن سيد محمد بقا شاه.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید محمد راشد شاہ جو پیر سائیں روضے والے نام سے معروف ومشہور ہیں یہی پورے راشدی خاندان کے مورث اعلیٰ ہیں پھر یہ سلسلہ نسب سید محمد بقا شاہ سے آگے چل کر سیدنا حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم تک پہنچتا ہے اس لیے ہم راشدی حسینی ہیں ہمارے پورے خاندان کا شجرہ نسب ہمارے پاس محفوظ ہے والحمد لله علىٰ ذلك.

جھنڈے والے:

سید محمد راشد شاہ رحمہ اللہ کے بہت سے بیٹے تھے لیکن ان میں سے جو دو بڑے تھے وہ ایک سید محمد یاسین شاہ رحمہ اللہ اور دوسرے سید صبغۃ اللہ شاہ رحمہ اللہ۔

سید محمد راشد شاہ رحمہ اللہ کے پاس ایک ''جھنڈا'' (جھنڈا علم) تھا کہا جاتا ہے کہ یہ جھنڈا افغانستان کے بادشاہ نے انہیں دیا تھا یہ جھنڈا انہوں نے اپنے چھوٹے بیٹے سید محمد یاسین شاہ رحمہ اللہ کو دے دیا اور ان کی دستار (پگڑی) سید صبغت اللہ شاہ رحمہ اللہ کے پاس رہی اس طرح سید صبغۃ اللہ شاہ رحمہ اللہ اور ان کی اولاد پگاڑو کہلائی اور سید محمد یاسین شاہ رحمہ اللہ اور ان کی اولاد جھنڈیوالے کہلائے اس طرح پہلا جھنڈے والا سید محمد یاسین شاہ رحمہ اللہ تھا اور دوسرا جھنڈے والا (سید محمد یاسین شاہ کا) بڑا بیٹا سید فضل اللہ شاہ شہید رحمہ اللہ تھا جن کو پیر صاحب پگاڑو کی جماعت کے حُروں نے رقابت کی وجہ سے شہید کر دیا پھر ان کی جگہ پر۔ چونکہ انہیں نرینہ اولاد نہیں تھی۔ لہٰذا ان کے دوسرے بھائی سید صدیق الرسول شاہ رحمہ اللہ کو جماعت نے منتخب کیا لیکن اس نے بھری مجلس میں اپنے سر سے دستار اتاری اس کو دیکھا پھر اس کو ہمارے پر دادا سید رشید الدین شاہ رحمہ اللہ کے سر پر رکھ دی اور سید رشید الدین شاہ رحمہ اللہ بھی ان کے بھائی تھے اور سید صدیق الرسول شاہ رحمہ اللہ نے اپنے بھائی کے سر پر پگڑی رکھتے ہوئے فرمایا کہ یہ ان کو زیب دیتی ہے، اس طرح تیسرا جھنڈے والا سید رشید الدین شاہ رحمہ اللہ ہوئے اور وہ پیر سائیں بیعت والے کے لقب سے بھی مشہور ہوئے کیونکہ وہ اپنی جماعت سے اسلام کے احکام کی تعمیل وغیرہ پر بیعت لیتے تھے ان کا بیعت نامہ عربی میں تھا جو ہمارے لائبریری میں موجود ہے سید رشد الدین شاہ کے بعد ان کے جانشین ان کے بڑے بیٹے سید رشد اللہ شاہ رحمہ اللہ ہوئے جو پیر سائیں خلافت والے کے نام سے معروف ہیں چونکہ انہوں نے خلافت تحریک میں بھرپور حصہ لیا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلہ میں جو کانفرنسیں اور اجلاس ہوتے ان میں بھی شرکت فرماتے لاڑکانہ سندھ میں بھی ایک مرتبہ اجلاس ہوا تھا اس کی صدارت بھی آپ ہی نے فرمائی جس میں مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ اور مولانا شوکت علی رحمہ اللہ بھی شریک ہوئے تھے ہمارے استاد مولانا محمد اسمٰعیل افغانی رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ اس اجلاس میں مولانا آزاد نے ایسی پر جوش اور مؤثر تقریر فرمائی کہ پیر صاحب سید رشد اللہ شاہ رحمہ اللہ اپنی جگہ سے اٹھ کر مولانا کے سامنے جا کر ان کی جبین کو بوسہ دیا۔

سید رشد شاہ اللہ رحمہ اللہ ہمارے دادا تھے اور چوتھے جھنڈے والے تھے ان کی وفات کے بعد ان کے بڑے بیٹے ہمارے عم محترم سید ضیاء الدین شاہ رحمہ اللہ تھے اور عام خیال یہی تھا کہ اب اپنے والد کی جگہ پر وہی جلوہ افروز ہوں گے ہمارے والد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں تھے کہ میں نے بھی ایک پگڑی لے رکھی تھی تا کہ جانشینی کے موقعہ پر اپنے بڑے بھائی سید ضیاء الدین شاہ رحمہ اللہ کے سر پر رکھوں گا لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کرنا یہ ہوا کہ بجز تھوڑے سے لوگوں کے پوری جماعت اور سید صدیق الرسول شاہ رحمہ اللہ جنہوں نے اپنے سر سے پگڑی اتار کر ہمارے پر دادے کے سر پر رکھی تھی ان کی پوری اولاد اور اس جانب کے تمام پیروں نے عین موقعہ پر ہمارے والد صاحب رحمہ اللہ کو جو کہیں الگ بیٹھے تھے زمین سے ہاتھوں پر اٹھا کر مسجد میں لا کر بٹھایا اور ہمارے دادے صاحب رحمہ اللہ کی دستار ان کے سر پر رکھ دی اور ان ہی کو سید رشد اللہ شاہ رحمہ اللہ کا جانشین بنا دیا ہمارے والد صاحب رحمہ اللہ کے دو چچوں سید محبوب شاہ رحمہ اللہ اور سید محمد اسمٰعیل شاہ رحمہ اللہ جو ہمارے پردادا سید رشید الدین شاہ رحمہ اللہ کے بیٹے تھے انہوں نے بھی ہمارے والد صاحب رحمہ اللہ کی جانشینی کی حمایت کی اس طرح ہمارے والد صاحب سید فضل اللہ شاہ عرف سید احسان اللہ شاہ رحمہ اللہ پانچواں جھنڈے والا ہوئے۔

ہمارے والد صاحب رحمہ اللہ کے دادا تو سید رشید الدین شاہ رحمہ اللہ تھے لیکن ان کے نانا سید فضل اللہ شاہ شہید رحمہ اللہ تھے جن کا تھوڑا سا ذکر اوپر گزر چکا ہے چونکہ ان کی نرینہ اولاد نہیں تھی اس لیے ان کی شہادت پر ان کے بھائی سید رشید الدین شاہ رحمہ اللہ مسند آرا ہوئے سید فضل اللہ شاہ رحمہ اللہ کی ایک بیٹی تھی جو ہمارے دادے صاحب رحمہ اللہ کے گھر میں آئی اور ان ہی کے بطن سے ہمارے والد صاحب تولد ہوئے۔ بہر حال ہمارے والد صاحب رحمہ اللہ کے مسند آرا ہونے کے بعد کیا ہوا یہ اپنے مناسب موقعہ پر مذکور ہوگا اب اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت چھٹا جھنڈے والا راقم الحروف ہے۔ (یعنی آپ صاحب العلم السادس تھے)

میری پیدائش:

میں اتوار کی رات دو بجے ۲۹ محرم ۱۳۴۰ ہجری مطابق ۲ اکتوبر ۱۹۲۱ عیسوی گوٹھ پیر جھنڈہ میں پیدا ہوا میرا نام محبّ اللہ میرے جدامجد سید رشد اللہ شاہ رحمہ اللہ نے ہی تجویز فرمایا تھا میرے جدامجد رحمہ اللہ کا انتقال بھی اسی سال یعنی ۱۳۴۰ ہجری رمضان المبارک کے مہینہ میں ہوا اس طرح ان کے انتقال کے وقت میری عمر سات ماہ اور چند دن زائد تھی۔ اور میرے شقیق بھائی سید بدیع الدین شاہ حفظہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھ سے دو سال دس ماہ اور اٹھارہ دن چھوٹے ہیں کیونکہ ان کا تولد جمعہ کی رات تین بجے ذوالحجہ ۱۳۴۳ ھ کی اٹھارویں تاریخ کو ہوا۔

تعلیم وتربیت:

میں نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں تھیں وہ نہایت متدین صوم وصلاۃ کا پابند کتاب وسنت پر عامل اور تقوی وپرہیزگاری کا ایک مثالی نمونہ تھا۔ مجھے اگر کوئی رکن ومقام کے درمیان میں کھڑا کر کے حلف دے کر پوچھے کہ تو نے کون زیادہ متقی اور پرہیزگار آدمی دیکھا ہے تو میں حلف اٹھا کر کہہ دوں گا کہ میں نے اپنے والد احسان اللہ شاہ رحمہ اللہ جیسا کوئی متقی ومتدین آدمی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔

اس پورے خاندان کی ماؤں کا یہ حال تھا کہ وہ چھوٹے بچے کو لا الہ الا اللّٰہ۔ لا الہ الا اللّٰہ۔ لا الہ الا اللّٰہ کی سریلی اور میٹھی آواز میں لوری سنا یا کر سلاتی تھیں۔ اس طرح جو بچہ ابھی چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہوتا تھا وہ بھی افضل الذکر لا الہ الا اللّٰہ سے اس کے کان آشنا اور مانوس ہو جاتے گھر میں ایک حجرہ تھا جس کو "کتابوں والی جگہ" کہا جاتا تھا اس میں والد صاحب رحمہ اللہ کتابیں مطالعہ کیا کرتے تھے اس کی ایک دیوار پر ایک گھنٹہ آویزاں تھا رات کو اس گھنٹہ کا پینڈولیم جب دائیں بائیں حرکت کرتا تھا تو اس سے واضح طور پر۔لا الہ الا اللّٰہ کی آواز جیسی پاکیزہ آواز محسوس ہوتی تھی و ذلك فضل اللّٰہ یؤتیه من یشاء۔ والد صاحب کی یہ کیفیت تھی کہ وہ اپنے بچوں پر خواہ اپنے ماتحتوں پر بہت کڑی نظر رکھتے تھے حتیٰ کہ کوئی بھی غیر شرعی یا نازیبا حرکت کرنے کی جرأت تک نہ کر سکتا تھا اگر بچوں میں سے کسی کی شلوار کو ٹخنوں سے نیچے دیکھتے تو بہت ناراض ہوتے اور فرماتے کہ فوراً اس کو کم کرو اور ٹخنوں سے اوپر رکھو ورنہ میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو پھاڑ دوں گا۔

انگریزوں سے از حد نفرت کرتے تھے اپنے بچوں وغیرہم کے لیے انگریزوں کی طرز بود و باش نمونہ و انداز وضع وقطع لباس وغیرہ میں مشابہت کے ہرگز روادار نہ ہوتے تھے ان کی حیاۃ طیبہ میں کسی کو بھی اس قسم کی جرأت نہ ہوتی، ہم میں سے اگر کسی وقت کوئی ایسا لفظ بول لیتا جو برا تو نہ ہوتا لیکن وہ لفظ یا تو عوامی ہوتا یا پھر جاہلوں میں مروج ہوتا تو فوراً ٹوک دیتے مجھے یاد ہے ایک مرتبہ پیر جھنڈہ کے باغ میں باغ کے دروازہ کو ٹھیک کروا رہے تھے میں پڑھ کر آیا اور ان کے پاس بیٹھ گیا جب وہ کام ٹھیک ہو گیا تو میری زبان سے یہ لفظ نکل گیا اب یہ ''لاٹھی ہو گیا'' عوام میں یہ محاورہ مروج تھا کہ جو چیز ٹھیک ہو جاتی تو کہہ دیتے کہ یہ ''لاٹھی ہو گئی'' اب والد ماجد رحمہ اللہ نے یہ جملہ سن کر غصہ ۔ ناک آنکھوں سے میری طرف دیکھا اور فرمایا ''بے وقوف!'' میں سمجھ گیا کہ یہ میرے اس لفظ کے نکالنے پر تنبیہ ہے جب اسی طرح رسالہ یا اخبار یا کتاب پر کسی کا بھی فوٹو (ذی روح کا) دیکھتے تو اس کے سر کو کاٹ دیتے یا پھر اس کا منہ کالا کر دیتے حتی کہ کسی اخبار یا کسی اور چیز پر انگریزوں کے بادشاہ کا فوٹو دیکھا تو اس کا بھی منہ سیاہ کر دیا (یعنی قلم سے) [1] اس پر سی۔ آئی۔ ڈی کے کسی آدمی نے حکومت کو جا کر کہا کہ پیر صاحب آپ کی حکومت کے مخالف ہیں آپ کے بادشاہ کے فوٹو کو بھی خراب کر دیتے ہیں اس پر بالا افسروں کی طرف سے ان سے پوچھ گچھ ہوئی لیکن انہوں نے فرمایا کہ یہ ہمارا دینی فریضہ ہے اور مذہبی معاملہ اور ہمارے رسول اکرم ﷺ کے ارشاد کی تعمیل ہے اس میں حکومت کی مخالفت کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا یہ جواب سن کر انہوں نے ان کو چھوڑ دیا اور چلے گئے، یہاں جو رائج الوقت سکہ تھا اس پر بھی انگریزوں کے بادشاہ کی تصویر تھی لیکن جس کو مٹا تو نہیں سکتے تھے کیونکہ پھر وہ سکہ چلنے کے قابل ہی نہ رہتا تصویر کے معاملہ میں ہمارے پورے خاندان میں آنحضرت ﷺ کے ارشاد مبارک پر سختی سے عمل کیا جاتا تھا ہمارے پردادے سید رشید الدین شاہ رحمہ اللہ کی ملفوظات میں ہے کہ جب ان کے گوٹھ میں بنئے کپڑوں کے تھان لے کر آتے اور وہ کپڑوں کے تھان اندر گھر میں دکھانے کے لیے بھیجتے ہوتے تو آپ فرماتے کہ ان پر جو تصاویر چسپاں ہیں پہلے ان کو اتار دو پھر اندر بھیج دو افسوس آج تصویر کشی کے مسئلہ پر اور تو اور خود ہمارے اہل حدیث علماء بھی اتنے ڈھیلے پڑ گئے

---

[1] میں نے اپنے والد ماجد سید محب اللہ شاہ رحمہ اللہ سبحانہ وتعالی کو بھی اس طرح کرتے دیکھا۔ (ابن محب اللہ الراشدی حفظہ اللہ)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ ان کے طرز عمل کو دیکھ کر "انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ." پڑھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں "فالی اللہ المشتکی ."

بچپن میں ہم اس قسم کی پابندیوں کا بہت برا منایا کرتے لیکن بعد میں احساس ہوا کہ ہمارے لیے ان میں کتنی بڑی خیر خواہی اور بہتری پوشیدہ تھی۔ انسان کو احساس عموماً اس وقت ہوتا ہے جب اس سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ ہی نہیں رہتا۔ اللہ اللہ وہ کیا مبارک وقت تھا اور ہوش سنبھالنے کے بعد بھی کم از کم ۱۳ برس والد ماجد کے ساتھ رہے لیکن کما حقہ ان سے استفادہ نہ کر سکے اور بچپن کا لا ابالی مزاج کچھ ایسا غفلت میں گزار کہ یہ خیال بھی نہ آیا کہ یہ بابرکت ہستی ہم سے اچانک ہمیشہ کے لیے یوں غائب ہو جائے گی۔ اب کفِ ندامت مل رہے ہیں لیکن ؎

وہ اب کیا پچھتائے ہوت
جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

لیکن۔ والحمد للہ علی ذلك . ان کی پدری شفقت اور پر اخلاص تربیت کے نہ مٹنے والے اثرات مبارکہ اب بھی میں اپنے اندر محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

تعلیم کے معاملہ میں ہمارے ہاں دستور یہ تھا کہ بچہ جب پڑھنے کے لائق ہوتا تو پہلے اس کو قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کے لیے کسی قرآن کریم کے حافظ کے پاس بٹھا دیا جاتا جب قرآن کریم ختم ہوتا تو "حافظی" کے نام سے ایک تقریب منعقد کی جاتی اس میں قرآن مجید ختم کرنے والے بچے سے قرآن عظیم کے چند مواضع سنے جاتے تا کہ معلوم ہو جائے کہ قرآن حکیم اس کو اچھی طرح آتا بھی ہے یا نہیں؟ اس کے بعد پھر دوسرے زبانوں سندھی فارسی وغیرہ کے لیے مدرسہ میں بھیج دیا جاتا تھا۔ ہمارے پورے جھنڈائی خاندان میں قرآن کریم کا حافظ کوئی نہ تھا۔ والد ماجد رحمہ اللہ نے حفظ کیا تھا لیکن اس کو سنبھال نہ سکے جس پر ان کو بہت افسوس تھا اور اسی وجہ سے ہمیں بھی قرآن کریم حفظ نہیں کرایا کہ مبادا حفظ کے بعد پھر اس کو بھلا دیں۔ اب میں اپنی تعلیم کا بیان ابتداء سے لے کر تحصیل تک بالترتیب پیش کرتا ہوں۔ میرے اساتذہ کرام کی تعداد کم وبیش اٹھارہ ۱۸ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میرے اساتذہ'':

میرے پہلے استاد حافظ امین تھے جو اصل تو غیر منقسم ہندوستان کے ''کچھ'' کے علاقہ کے رہنے والے تھے لیکن جوانی میں ہی میرے پردادے سید رشید الدین شاہ رحمہ اللہ کی صحبت میں رہے اور پھر ہمیشہ کے لیے انہیں کے ہو کر رہ گئے، یہ حافظ صاحب رحمہ اللہ میرے بھی استاد تھے تو میرے والد ماجد رحمہ اللہ کے بھی استاد تھے وہ پیر جھنڈہ کی مسجد میں ہی پڑھاتے تھے، ان کے پاس ستر یا اسی طلباء ہوتے تھے ان میں سے کچھ قرآن مجید حفظ کیا کرتے تھے اور کچھ ناظرہ پڑھتے تھے۔

حافظ صاحب مرحوم نہایت ہی متدین متقی اور تہجد گزار انسان تھے وہ حد سے زیادہ سخت گیر تو نہ تھے لیکن طلباء پر ان کا رعب اتنا پڑا ہوا تھا کہ وہ کوئی ایسی معمولی سی حرکت بھی کرنے کی جرأت نہ کرتے تھے جو حافظ صاحب مرحوم کی ناراضگی کا موجب بنے ایک مرتبہ میں نے ایک شاگرد بنام عبدالغفور راہو سے کہا کہ مجھے پانی پلاؤ وہ حافظ صاحب کی چھوٹی سی جست کی پیالی لے کر چلے گئے اور مسجد کے حوض سے متصل ایک کنواں تھا اس کے دو راب کو گھمایا اور پھر ایک لوٹی کے نیچے پیالی کو روکے رکھا تا کہ اس میں پانی آ جائے لیکن اتفاق سے ان کے ہاتھ سے وہ پیالی چھوٹ گئی اور کنویں میں جا گری اور پانی کے اوپر تیرتی رہی اس شاگرد کو حافظ صاحب کے غصہ کا بہت خوف ہوا اور دو راب پر جو چین پڑی ہوئی تھی جس میں لوٹیاں بندھی ہوئی تھیں ان پر آہستہ آہستہ پاؤں رکھ کر کنویں میں چلا گیا وہاں سے پیالی کو اٹھایا پھر اسی طرح اوپر چڑھ آیا، لیکن اس کی شلوار کے پائنچے پانی میں تر ہو گئے تھے وہ آئے تو ان سے تاخیر کا سبب پوچھا تو سارا ماجرا سنایا بہت تعجب ہوا، حافظ مرحوم کے ایام میں ہمارے مدرسے سے اتنے حفاظ قرآن کریم نکلے کہ پھر اتنے حفاظ کبھی نہیں نکلے یہ ان کی تعلیم و تربیت کی برکت تھی میں نے بھی قرآن کریم ان کے ہاں ختم کیا اور بعد میں سندھی استاد کے پاس گیا (پرائمری تعلیم کے لیے) لیکن والد ماجد رحمہ اللہ کے ارشاد کے مطابق کافی عرصہ روزانہ قرآن مجید کا دورہ و تکرار کرنے کے لیے ان ہی کے پاس جاتا تھا بالآخر وہ بیمار ہوئے اور چند دن کی علالت کے بعد ایک دن عصر کی نماز پڑھی تسبیح (سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر) پڑھ رہے تھے کہ داعی اجل آیا اور وہ یہ پڑھتے پڑھتے اپنے رب کی طرف روانہ ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (کل من علیہا فان)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ صاحب مرحوم کی وفات پر والد ماجد رحمہ اللہ کو بہت غم و دکھ ہوا اور ان پر اتنا گریہ کیا کہ ہم نے کسی اور پر ان کو اتنا گریہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا نماز جنازہ کے بعد ان کی جبین کو بوسہ دیا اور ان کو اٹھا کر دفنانے چلے گئے اللہ سبحانہ تعالیٰ کی شان حافظ مرحوم کی کیا بابرکت ہستی تھی کہ گو ان کے بعد بھی قرآن کریم پڑھانے والے اساتذہ موجود رہے لیکن وہ رونق بہجت پھر دیکھنے میں نہیں آئی قرآن کریم ختم کرنے کے بعد میں استاد سندھی کے پاس بھیجا گیا سندھی زبان کا میرا پہلا استاد ماسٹر محمود قاسم کلوئی تھا جو شہداد پور کے نزدیک اپنے گوٹھ میں رہنے والے تھے لیکن وہ بھی پیر جھنڈہ میں مستقل نہ رہتے تھے۔ یہ ماسٹر صاحب بھی باریش بزرگ اور متدین انسان تھے ضرورت سے زیادہ فضول باتیں نہیں کرتے تھے۔ طلباء پر کما حقہ محنت کرتے تھے دستور یہ تھا کہ علی الصبح اور شام ظہر نماز سے عصر نماز تک ان کے ہاں جاتے سندھی زبان کی درسی کتاب پڑھتے سندھی صورت خطی اور حساب وغیرہ سیکھتے اور اس کے ساتھ کچھ اور متعلقہ علوم بھی تھے یہ حاصل کرتے اور نماز عصر کے بعد سب شاگرد سندھی کے پہاڑے یاد کرتے اس طرح کہ ایک شاگرد مثلاً اونچی آواز سے بولتا ''ایک دو دو۔ دو دو چار الیٰ آخرہ اور دوسرے سب طلباء اس سے آواز ملاتے ہوئے وہی الفاظ اپنی زبانوں سے نکالتے اللہ اکبر! یہ منظر بھی کافی دلچسپ تھا اور اس کی دل آویزی اب تک دماغ میں محفوظ ہے پھر طلباء کو چھٹی ہوتی اور سب طلباء یعنی سندھی۔ فارسی۔ اور عربی کے مختلف کھیلوں مثلاً ونجھ وٹی۔ کرکٹ وغیرہ میں مصروف ہوتے اور جب مغرب کی اذان قریب ہوتی تو سب مسجد میں آجاتے اور نماز کے بعد عشاء تک آئندہ اسباق کا مطالعہ کرتے یا لیا ہوا سبق یاد کرتے بعد میں ماسٹر محمد قاسم صاحب کے ساتھ ایک اور ماسٹر عبد الکریم جو نوشہرو فیروز کا رہنے والا تھا اس کے ساتھ کر دیا یہ استاد بھی کافی محنتی تھا ہم نے حساب کا علم زیادہ ان ہی سے حاصل کیا یہ ہمیں آنحضرت ﷺ کے ''نعتیہ اشعار'' بھی یاد کراتے تھے۔ اور بالآخر تقریباً دو برس میں سندھی کی چار کلاسیں جو ہمارے مدرسہ میں مقرر تھیں پوری کر لی اس وقت کی ان چار کلاسوں میں بھی بہت مفید کتابیں شامل نصاب تھیں اور معلومات سے پُر تھیں جغرافیہ کے متعلق مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے پڑھی یا نہیں؟ حیدرآباد ضلع کی جغرافیہ پڑھائی تو جاتی تھی اور تو سب کچھ ہوا اور سب کچھ بھتہ لیکن میرا خط بہتر نہ ہو سکا ہمارے گوٹھ کے نزدیک ایک بڑی نہر بہتی تھی جو انگریزوں سے پہلے دریائے سندھ سے نکالی گئی تھی اور غالباً یہ تالپوروں کے ایام حکومت کھدائی اس کا نام تھا ''بڑا مارکھ'' یہ موسم گرما میں بہتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی۔ گاہے گاہے موسم گرما میں تفریح کے لیے اپنے بچوں اور جملہ مدرسین وطلباء کولیکر اس نہر کے کنارہ پر جا بیٹھتے اور وہیں کھانے وغیرہ کا انتظام ہوتا پھر اس نہر میں تیرنے اور دوڑنے بھاگنے و پکڑنے کا کھیل جس کو سندھی زبان میں ''ڈائی'' کہا جاتا تھا کا پروگرام ہوتا یہ نہر اتنی تیز بہتی تھی کہ تیرنے والوں میں سے کوئی بھی ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک سیدھا نہیں جا سکتا لیکن صرف ایک والد ماجد رحمہ اللہ تھے کہ وہ ایک کنارے سے دوسرے کنارہ تک تیر کر بالکل سیدھے پہنچ جاتے تقریباً عصر تک یہ پروگرام ہوتا پھر واپس گاؤں آ جاتے میں نے بھی تیرنا اسی میں سیکھا تھا کبھی کبھی والد ماجد رحمہ اللہ سے چھپ کر ہم چند بچے اور طلباء دوپہر کے وقت اس نہر پر چلے جاتے وہاں تیرتے اور غوطہ مارتے لیکن ظہر نماز سے قبل واپس آ جاتے بعد میں جب انگریزوں نے روہڑی کنال وغیرہ دوسری نہریں کھدوائیں تو یہ نہر خراب ہو کر ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی۔ اس نہر کی جگہ انگریزوں نے روہڑی کنال سے ایک شاخ نکالی اور وہ بھی ہمارے گوٹھ سے متصل بہتی تھی ہم پھر اس میں تیرنے کا مشغلہ قائم رکھتے لیکن وہ لطف نہ رہا جو بڑے مارکھہ میں حاصل ہوتا۔ یہ میرے تین استاد ہوئے سندھی ختم کرنے کے بعد پھر میں فارسی زبان کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے جن دوسرے اساتذہ کے پاس پہنچا ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

مولانا ولی محمد صاحب۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب افغانی وغیرہما۔ فارسی کی پہلی، آمدنامہ وغیرہ کے بعد شیخ سعدی کی کتاب ''کریما'' پڑھی پھر نام حق پڑھی پھر ایک استاد مدرسہ میں تشریف لائے جن کو میانجی کہتے تھے یہ حضرت بھی بہت محنتی تھے اور سخت گیر بھی اور فارسی کے طلباء کو وہ جمعہ کے دن بھی بٹھائے رکھتے اور دورہ وغیرہ کراتے اس وجہ سے ہم بچے جمعہ کے دن ان سے چھپ جاتے تاکہ یہ چھٹی کا دن تو اس دردسری سے آزاد رہے میں نے پندنامہ شیخ فریدالدین عطار انہیں کے پاس پڑھی مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کبھی پڑھنے سے پہلو تہی کی ہو ایک مرتبہ میں کچھ علیل ہوا اس دن مدرسہ نہ گیا لیکن دوسرے دن میری طبیعت میں افاقہ تو ہوگیا لیکن مدرسہ جانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا اس لیے بیٹھا رہا والد ماجد رحمہ اللہ گھر آئے تو مجھے دیکھ کر فرمایا اب ٹھیک ہو گئے ہو تمہیں پڑھنے کے لیے جانا چاہیے تھا خیر نہیں گئے تو اب جاؤ اور استاد کو کہنا کہ والد صاحب نے اب مجھے بھیج دیا ہے میں ہاں کر کے چلا تو گیا لیکن دوسرے اعزاء واقارب کے گھروں میں چلا گیا اور پھر سارا دن بچوں سے کھیلتا رہا عمر کے تقاضے کے تحت ظہر نماز بعد عصر کے قریب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والد ماجد رحمہ اللہ نے ماسٹر عبد الکریم اور دوسرے اساتذہ سے پوچھا کہ محبّ اللہ پڑھنے آئے تھے؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا والد ماجد رحمہ اللہ ناراض ہو کر گھر میں آئے پتہ چلایا پھر والدہ ماجدہ رحمہ اللہ کو بھیجا کہ مجھے لے آئے وہ آئیں اور چلنے کے لیے کہا میں خوف کے مارے جانے کی ہمت نہ کرسکا بہت کھینچ تان کر کے مجھے لایا گیا پس والد ماجد رحمہ اللہ نے مجھے طمانچے رسید فرمائے اور اچھی مرمت کی پھر کھینچ کر باہر لائے اور عصر نماز پڑھی نماز کے بعد ماسٹر عبد الکریم نے کہا بچے اب بھی ٹائم ہے چلو استاد صاحب کے پاس جا کر سبق پڑھو عصر کے بعد تو چھٹی ہوتی تھی لیکن میری اس تقصیر کی وجہ سے مجھے اس وقت بھی پند نامہ اٹھا کر استاد میانجی کے سامنے بیٹھنا پڑا اور تقریباً مغرب تک پڑھتا رہا۔ اس وقت تو اس تھوڑی سی ''مرمت'' کو بہت برا محسوس کیا لیکن بعد میں محسوس ہوا کہ یہ زحمت نہ تھی رحمت تھی اور کوئی زد وکوب نہ تھا بلکہ پدری شفقت کا موجزن دریا تھا رحمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ورضی عنہ۔ بس اس کے بعد میں نے کبھی پڑھنے میں کوتاہی نہ کی۔ یہ استاد میانجی سخت گیر تو ضرور تھے لیکن اب محسوس ہوتا ہے کہ وہ بہترین معلم اور محنت کش استاد تھے افسوس کہ وہ سال بھی پورا نہ کرسکے اور کسی ناگریز حالت کی وجہ سے مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے صبح کو جب ہم مدرسہ میں آئے تو دوسرے طلباء سے معلوم ہوا کہ وہ رخصت ہو گئے ہیں۔ اس وقت تو ہم واقعۃً بہت خوش ہوئے کہ اچھا ہوا یہ سخت گیر استاد رخصت ہوا لیکن ہر شیٔ کی قدر اس کے جانے کے بعد ہی ہوتی ہے۔ پند نامہ کے بعد سعدی علیہ الرحمۃ کی گلستان اور بوستان کی باری آئی ان دو کتابوں کے چند اسباق کے سوا (جو دوسرے اساتذہ کے پاس پڑھے) یہ دونوں پوری کتابیں استاد مولانا ولی محمد کیریو کے پاس پڑھیں امتحانات کے مواقع بڑے صبر آزما ہوتے لیکن بہر حال اللہ سبحانہ وتعالیٰ کامیاب فرماتا رہا فارسی زبان کی اور کوئی کتاب نہیں پڑھی تقریباً دو برس فارسی زبان کی تعلیم پر صرف ہوئے۔ الحمد للہ اسی دوران اردو زبان کی چند چھوٹی موٹی کتب خود مطالعہ کیں اور اردو زبان سمجھ میں آگئی۔ میں نے کسی استاد کے سامنے اس زبان کو پڑھا نہیں اس کے بعد عربی زبان کی نوبت پہنچی جو اصل مقصود تھا عربی میں میرے پہلے استاد مولانا ولی محمد صاحب مرحوم تھے جس طرح یہ میرے فارسی زبان میں استاد تھے اسی طرح عربی میں بھی میرے استاد رہے اور کافی کتب ان کے ہاں پڑھیں یہ حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کی جماعت میں سے تھے اور حیدر آباد کے مضافات میں ماتلی شہر کے نزدیک رہتے تھے اور یہ بھی بہت محنت کش اور پڑھانے کا ڈھنگ رکھتے تھے ہم پر بہت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شفیق تھے یہ میرے چوتھے استاد تھے، ابتداء میں میزان الصرف اور منشعب وغیرہ ان سے پڑھیں اور ان کو یاد کیا پھر عربی کا معلم حصہ اول اور حصہ ثانی کا کچھ حصہ بھی ان سے پڑھا اسی طرح نحو میں۔ کتاب النحو شرح مائه، عبد الرسول بھی ان سے پڑھیں اور شرح مائة عبد الرسول پورا یاد کرایا اسی طرح ابواب الصرف اور کافیہ ابن حاجب کا بھی تقریباً نصف ان کے ہاں پڑھا بقیہ نصف مولانا محمد اسمٰعیل افغانی کے پاس پڑھا جن کا احوال بعد میں آئے گا اس طرح شرح جامی کا بھی معتدبہ حصہ مولانا ولی محمد کے پاس پڑھا بقیہ مولانا محمد اسمٰعیل اور مولانا قطب الدین ہالیجوی اور دوسرے معلموں کے ہاں پڑھا میری طبیعت میں یہ بات داخل تھی کہ جو کتاب بھی پڑھتا اس کو پورا کر لیتا تھا عام طور جو مدارس میں کچھ کو ''نادرس'' پڑھایا جاتا تھا میں نے وہ کتب مکمل پڑھیں والحمد لله على ذلك .

ادب میں مفید الطالبین . سلم الادب۔ نفحة اليمن . صرف یہ کتابیں پوری نہیں پڑھیں بلکہ نادرس سے تھوڑا آگے ایک باب پڑھ کر چھوڑ دیا اور الطریف للادیب الظریف بھی مولانا ولی محمد کے پاس پڑھیں فقہ میں نور الایضاح۔ قدوری۔ شرح وقایہ بھی انہیں کے ہاں پڑھیں نور الایضاح کا امتحان مولانا محمد اسمٰعیل صاحب رحمہ اللہ نے لیا تھا اور مسائل یاد پوچھے تھے الحمد للہ اکثر سوالات صحیح بتائے۔ کنز الدقائق بھی نصاب میں تھی لیکن میں نے نہیں پڑھی۔ اصول فقہ میں اصول شاشی۔ نور الانوار بھی مولانا ولی محمد کے پاس پڑھیں حدیث میں اربعین نوویۃ (اور یہ کتاب والد ماجدؒ کے ارشاد سے مجھے حفظ الحمد للہ کرائی گئی جو للہ آج تک حفظ ہے) بلوغ المرام۔ مشکوۃ شریف کا اکثر حصہ ان ہی کے ہاں پڑھا اور تھوڑا سا حصہ مولانا عبد الوہاب کے پاس پڑھا۔ منطق میں ایسا غوجی۔ قال اقول بھی انہوں نے پڑھائی تفسیر میں جلالین بھی ان کے یہاں پڑھی اصول حدیث میں متن نخبۃ الفکر بھی انہوں نے پڑھایا۔

(۵)...... میرا پانچواں استاد مولانا محمد اسمٰعیل افغانی تھے یہ ہمارے جد امجد رحمہ اللہ کے زمانہ میں اسی مدرسہ دار الرشاد میں میرے والد ماجد رحمہ اللہ کے ہم سبق تھے اور قرآن بھی انہوں نے حافظ محمد امین کے ہاں حفظ کیا تھا اور ہمارے دادا اور والد ماجد رحمهما الله سبحانه و تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق حیدر آباد دکن وغیرہ شہروں میں گئے اور بہت سے مخطوطات نقل کر کے لائے۔ تراویح اکثر وہی پڑھاتے تھے اور قرآن کریم ان کو ایسا حفظ تھا کہ ان کے پیچھے جو حفاظ بھی کھڑے ہوتے مشکل سے ان کی کوئی غلطی کبھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پکڑتے تھے مجھے یاد ہے کہ صرف ایک مرتبہ سورۃ یونس کے آٹھویں رکوع کی ایک آیت میں ان کو بھول ہوئی تھی جو پیچھے ان کے ایک حافظ بنام محمد صالح نے پکڑی یہ حافظ صاحب بھی جد امجد و والد ماجد رحمہ اللہ کے صحبتی تھے۔ بس اس غلطی کے سوا ہمیں یاد نہیں پڑتا کہ ان کی غلطی کسی نے کبھی پکڑی ہو یہ مولانا صاحب علوم عالیہ اور عربی ادب میں کافی مہارت رکھتے تھے ان کے پڑھانے کا جو ڈھنگ تھا وہ کسی دوسرے میں مشکل سے نظر آیا آئندہ سبق کا خلاصہ پہلے طلباء کو بتا دیتے پھر ان کو اس کتاب کی عبارت پڑھنے کا امر فرماتے اگر کوئی طالب علم غلطی سے مضاف الیہ کو یا مجرور کو جر نہ دیتا تو فوراً فرماتے کہ اُہو اب یہ زمانہ آ گیا ہے کہ مضاف یا صرف جارہ اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ وہ اپنا عمل (جر یا کسرہ) چھوڑ بیٹھا ہے اس سے طالب علم فوراً متنبہ ہو جاتا۔ والد ماجد رحمہ اللہ کے عہد میں یہی مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مدرس ہونے کے علاوہ مدرسہ کے مہتمم بھی تھے طلباء پر ان کا رعب کافی تھا گو وہ خود نہایت ملنسار اور خوش طبع تھے اور کبھی کسی طالب علم سے کوئی غلطی سے سرزد ہو جاتی تو اس کو خوب زدوکوب بھی کرتے ان کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا ہوتا اس کا نام ہی انہوں نے ''ڈمرشاہ'' رکھ لیا تھا یعنی سادات اور پیروں پر بھی غضب ناک ہونے والا لہٰذا جب کوئی پیر یا سید بھی ایسی کوئی غلطی کرتا تو ان پر بھی اس ڈنڈے کو چلا لیتے۔ مدرسہ میں ایک طالب العلم بنام سید امیر شاہ جو ماتلی کی جانب رہنے والا تھا وہ دوسرے طلباء کے ساتھ ان کے ہاں ''ارشاد الصرف'' پڑھتا تھا اور وہ چونکہ کچھ کند ذہن تھا اس لیے اکثر اوقات وہ ان کے اس ڈنڈے کا شکار ہوتا رہتا تھا یہ مولانا صاحب والد ماجد رحمہ اللہ کی زندگی تک تو ان کے ساتھ رہے لیکن وفات کے بعد بھی کافی عرصہ ہمارے ساتھ رہے اور آخیری عمر میں چھ سات برس مدرسہ کو سنبھالتے رہے پھر نیوسعید آباد جا کر سکونت اختیار کی اور وہیں وفات کی۔

ان کے پاس میں نے صرف میں ارشاد الصرف حفظاً پڑھا اور مراح الارواح کا اکثر حصہ بھی ان کے پاس پڑھا تھوڑا حصہ چونکہ ایک سفر میں والد صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ تھا مدرسہ میں نہ تھا اس لیے یہ تھوڑا سا حصہ والد صاحب رحمہ اللہ کے اہل علم صحبتی قاضی لعل محمد نظامانی نے مجھے پڑھایا جو اکثر و بیشتر اسفار میں والد ماجد رحمہ اللہ کے ساتھ رہتے تھے اور بہت خوش مزاج و زندہ دل انسان تھے رحمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسی طرح ''سلم الادب'' کے چند اوراق بھی قاضی صاحب مرحوم نے مجھے پڑھائے قاضی صاحب بھی اچھے عالم تھے اور اکثر والد ماجد رحمہ اللہ کے لیے کتابیں نقل کیا کرتے رہتے تھے انہوں نے والد ماجد کے ارشاد پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیدر آباد دکن وغیرہا کا دورہ بھی کیا۔ حیدر آباد دکن والوں کے ساتھ والد ماجد رحمہ اللہ کا کچھ ایسا گہرا تعلق تھا کہ جب کبھی کوئی کتاب بھی کسی فن کی شایع کرتے تو اس کی ایک یا دو کاپیاں ضرور والد ماجد رحمہ اللہ کو بھیج دیتے وہ اگر کسی کتاب کو چھاپنے کا ارادہ کرتے اور اس کا مخطوطہ والد ماجد رحمہ اللہ کے پاس ہوتا تو وہ والد صاحب رحمہ اللہ سے طلب کرتے پھر استفادہ کر کے واپس کر دیتے تھے۔

''مستدرک حاکم'' میں انہوں نے تصریح کی ہے کہ جو نسخے اس کتاب کے ہمیں ملے ان سب میں صحیح نسخہ جو ہمیں ملا وہ سید احسان اللہ شاہ کی لائبریری کا تھا۔ یہ تو ایک ضمنی بات تھی اسی طرح مولانا محمد اسمٰعیل کے پاس فصول اکبری بھی ہم نے پڑھی اس وقت تعلیم کا معیار ایسا اعلیٰ تھا کہ کسی فن کی صرف ایک کتاب بھی سمجھ کر پڑھ لی جاتی تو کافی معرفت حاصل ہو جاتی نحو میں کافیہ کا بھی کچھ معتدبہ حصہ۔ شرح جامی اور الفیہ ابن مالک ان کے پاس پڑھیں قرآن کریم کا ترجمہ بھی ان کے پاس پڑھا۔ ادب میں اطواق الذہب للزمخشری بھی بجز پہلے صفحہ کے اور قرآن کریم کا ترجمہ بھی ان کے پاس پڑھا یہ دونوں اساتذہ ہمارے مدرسہ دار الرّشاد کے تحصیل یافتہ تھے۔

الحمدللہ اس مدرسہ کے قائم ہو جانے کے بعد اس سے بہت سے قابل قدر و باعث فخر تلامیذہ نکلے اس مدرسہ سے قبل سندھ میں کوئی باقاعدہ موجودہ ہیئت کذائیہ کا مدرسہ نہ تھا ۱۳۱۹ ھ میں ہمارے جد امجد سید رشد اللہ شاہ رحمہ اللہ نے مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ سے مل کر اس مدرسہ کی بنیاد رکھی اس کا نام دار الرشاد رکھا اور اسی سے مولانا حبیب اللہ مرحوم تحصیل یافتہ ہو کر ٹھیڑہی میں مدرسہ قائم کیا جو آج تک درس و تدریس کی خدمات انجام دے رہا ہے اسی طرح کراچی کا کھڈہ والے مدرسہ کی بنیاد بھی اس مدرسہ سے تحصیل یافتہ ایک اہل علم نے رکھی اسی طرح سندھ کے طول و عرض میں اس ادارہ سے فیض یاب و سیراب ہو کر اسی کے تلامیذہ نے اکثر مدارس قائم کئے اور ہمارے جد امجد نے پیر جھنڈہ میں ایک عظیم الشان لائبریری ''المکتبۃ العالیۃ'' کے نام سے قائم کی جس میں بہت سے مطبوع و مخطوط کتب جمع کر کے علماء و فضلاء کے لیے بڑا علمی ذخیرہ جمع کر دیا ٹھٹہ بھی گئے اور وہاں پر مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوئیؒ وغیرہ کا ذخیرہ کتب مخدوم صاحبان کے پس ماندگاں سے معقول رقم دے کر خرید کر مکتبہ میں لے آئے ان علمی ہستیوں کی وفات کے کافی عرصہ بعد ان کے پس ماندگان میں علمی چرچہ نہ رہا اور معتمد علیہم لوگوں سے سنا ہے کہ ہمارے جد امجد رحمہ اللہ ٹھٹہ گئے اور وہاں کھدائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرا کے جو کتب مدفون ہو گئے تھے ان کو نکالا گیا اور ان سب کو پیر جھنڈہ لایا گیا یہی وجہ ہے کہ ان کے مکتبۃ میں علماء سندھ کی تصانیف کا کافی ذخیرہ تھا۔ جد امجد رحمہ اللہ کے بعد والد ماجد رحمہ اللہ نے بھی اس کتب خانہ میں بہت توسیع فرمائی اور حدیث وفن رجال کی بہت سی کتب جمع کر دیں ان کا کچھ قصہ بعد میں مذکور ہوگا۔ بہر حال اس مدرسہ اور لائبریری سے سندھ اور اس سے باہر کے بھی بہت سے علماء وفضلاء فیض یاب ہوتے رہے اور ابھی تک فیض یاب اور مستفید ہو رہے ہیں۔

(٦)...... میرا چھٹا استاد مولانا حمید الدین صاحب تھے یہ پنجاب کے رہنے والے تھے وہ مدرسہ میں تقریبا ڈیڑھ برس رہے یہ حضرت بھی عربیت میں مہارت تامہ رکھتے تھے میں نے علم التصریف میں "علم الصیغۃ" ان کے پاس پڑھی۔ عام طور پر مدارس میں کتاب "شرح مائة عامل" عربی ترکیب کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے لیکن میں نے اس کی جگہ پر کتاب "هداية النحو" مولانا حمید الدین کے پاس ترکیب کے ساتھ پڑھی اور ان کے کہنے پر کتاب "اطواق الذهب" للزمخشری منگوا کر ان کے ہاں پڑھنا شروع کی دو ڈھائی ماہ میں اس کتاب کا تقریباً ایک صفحہ پڑھا وہ ایک ایک کی معنی پھر ان سے مشتقات وغیرہ پر تقریر کرتے تھے اور ہم اس کو قید تحریر میں لاتے تھے اس طرح ان کے درس سے نہ صرف عربی ادب میں مہارت حاصل ہوتی بلکہ دیگر علوم کے متعلق بھی کافی معلومات فراہم ہوتیں۔ افسوس یہ حضرت اس مدرسہ میں زیادہ نہ رہ سکے کیونکہ اکثر اوقات وہ علیل رہتے تھے۔ تھے تو جوان لیکن شاید سندھ کی آب و ہوا ان کو موافق نہ آئی آخر اس علالت کی وجہ سے وہ مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے یہ وہ زمانہ تھا کہ کوئٹہ میں تازہ تباہ کن زلزلہ آیا تھا میں نے محسوس کیا کہ اگر میں یہ کتاب اطواق الذهب ان کے ہاں پوری پڑھ لیتا تو میں عربی زبان کا ادیب بن جاتا۔

(٧)...... ساتواں استاد مولانا محمد اکرم صاحب سندھی تھے جو ہالا کے رہنے والے تھے ان کے پاس سعدی علیہ الرحمۃ کی گلستان کے ایک دو سبق پڑھے مولانا صاحب نے "ارشاد الصرف" پر مفید حواشی تحریر فرمائے تھے جو کتاب کے ساتھ اس کے نیچے چھپی تھی۔ بڑی جاندار حاشیہ ہے۔

(٨)...... آٹھواں استاد مولانا محمد یوسف صاحب تھے یہ بھی پنجاب کے رہنے والے تھے یہ بھی عربی زبان کے ادیب تھے لیکن بولتے بہت تیز اور عجلت سے حتی کہ ابتداء میں ان کی بات بھی اچھی طرح سمجھ میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ آتی تھی۔ان کے پاس "مفصل" للزمخشری ابتداء سے تھوڑا سا حصہ پڑھا یہ صاحب بھی مدرسہ میں صرف ایک سال رہے اس دوران انھوں نے مجھ سے کافیہ ابن حاجب کا امتحان بھی لیا۔

(۹)......نواں استاد مولانا عبدالوہاب تھے یہ بھی پنجاب کے رہنے والے تھے ان کے پاس تھوڑی سی مشکوۃ شریف پڑھی یہ صاحب بھی ہمارے ہاں صرف ایک برس تک رہے۔

(۱۰)...... دسواں استاد مولانا محمد نور تھے یہ صاحب سرگودھا کے رہنے والے تھے اور خصوصی طور پر معقولات میں بڑی مہارت رکھتے تھے ان کے پاس کچھ معقولات کے دروس پڑھے اور ابو داود و نسائی شریف ان ہی کے پاس پڑھیں۔تھوڑی سی توضیح تلویح بھی ان کے پاس پڑھی۔

(۱۱)......گیارہواں استاد مولانا محمد مدنی سندھی تھے۔ یہ اصل سکھوں میں سے تھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے سعادت اسلام مقدر تھی مسلمان ہو گئے علوم عربیہ پڑھے اور پھر حرمین شریفین میں جاکر مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی اس وقت مولانا عبیداللہ سندھی بھی وہاں تھے کیونکہ وہ انگریزوں سے بھاگ کر افغانستان روس وغیرہا سے ہوتے ہوئے بالآخر حرمین شریفین میں اقامت گزین ہوئے اور یہ ہمارے استاد مولانا محمد مدنی بھی ان کی صحبت میں رہے اور قرآن کریم کی تفسیر مولانا عبیداللہ رحمہ اللہ سے حاصل کی بعد میں مولانا عبیداللہ کے آنے سے قبل مولانا محمد مدنی صاحب حرمین سے سندھ واپس آئے اور کراچی میں گبول باغ کے نزدیک کلاں کوٹ میں سکونت اختیار کی۔ والد ماجد رحمہ اللہ نے انہیں بلوالیا اور اپنے مدرسہ میں رکھ لیا یہ حضرت بھی عربیت کے علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے ان کے پاس میں نے ادب میں "مجانی الادب" کے چار جلد اور "المقامات للحریری" پوری پڑھی اور علم المیراث میں "سراجی" حدیث میں "الموطا للامام مالك" ترمذی شریف اور غالبا ابن ماجہ پڑھی فقہ میں "هدايه" اصول فقہ میں التوضیح والتلویح ان کے پاس پڑھی اور کچھ دوسرے اساتذہ کے پاس اور منطق میں شرح التهذيب فلسفہ میں الهدية السعدية اور علم البلاغۃ میں مختصر المعانی پڑھیں عقائد میں شرح عقائد للنسفی جبکہ یونانی فلسفہ پڑھنے کے والد ماجد رحمہ اللہ مخالف تھے لیکن اساتذہ نے عرض کیا کہ جب تک مخالف کی بات کا علم نہ ہو اس پر رد کیسے کیا جا سکتا ہے اس طرح انہوں نے پڑھنے کی اجازت دے دی اور علم العروض والقافیۃ میں محیط الدائرۃ پڑھا مولانا مدنی رحمہ اللہ کو اس علم میں بھی مہارت تھی والد ماجد رحمہ اللہ شعر وشاعری کے بھی مخالف تھے لیکن میں نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی خدمت میں عرض کیا کہ اس ایک کتاب کے پڑھنے سے کوئی شاعر نہیں بن جائے گا مزید براں کافیہ و شرح جامی وغیرہ میں غیر منصرف کی بحث میں منتہی الجموع کو منصرف نہ کیا جائے تو شعر کے وزن میں تو خیر فرق نہیں آتا لیکن اس صورت میں اس میں ایسا زحاف آجاتا ہے جو شعر کو سلاست سے پڑھنے سے مانع ہوتا ہے اور اس کے لیے یہ شعر مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ سبحانہ وتعالیٰ عنہا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جو انہوں نے حضرت ﷺ کی وفات حسرت آیات پر پڑھا تھا ؎

صبت علی مصائب لو انہا

صبت علی الایام صرن لیلیا

اب ظاہر ہے کہ نحو کی کتابوں کی یہ باتیں زحاف اور شعر کی سلاست وغیرہ علم العروض والقافیۃ کے بغیر اچھی طرح سمجھ میں نہ آتی تھیں اور واقعتاً جب میں نے شرح جامی وغیرہ پڑھی تھیں اس وقت یہ باتیں میری سمجھ مین کما حقہ نہ آسکی تھیں لیکن جب یہ علم پڑھا تو یہ مسئلہ بالکل اچھی طرح سمجھ میں آ گیا مقصد یہ کہ اس طرح والد ماجد رحمہ اللہ کو مطمئن کر کے میں نے یہ علم بھی بفضلہ تعالیٰ حاصل کر لیا اور یہ والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات سے ایک برس یا اس سے کچھ کم پہلے ہو چکا تھا۔ اس ایک ہی کتاب نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل و کرم نے مجھے اس قابل کر دیا کہ میں نے والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات سے تھوڑا پہلے چند اشعار عربی زبان میں نظم کر لیے ذیل میں یہ اشعار نقل کر لیتا ہوں یہ اشعار نحو کامل کے ہیں ان کا وزن:

متفا علن متفا علن متفا علن۔ متفاعلن متفاعلن متفاعلن ہے۔

(۱) یا عاشق الدنیا تبصر انها
مثل اليلامع في ملاع تلمع

(۲) فالمشتهي فيها وان يك مترفا
لا شك في آل الغداقد يملح

(۳) فاقنع بها يا صاح بالزاد اليسير
ولا تكن في كل واد تشرع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(٤)واعلم بانك راحل عنها الىٰ
بيت يَعَضُّ له شجاع اقرع

(٥)واترك فضول القول والزم ذكرمن
ما زال اروع فهو ورد الضرع

(٦)وعن الطماع مضاربك فاقلع ولا
تك واقعا فيه تعزوترفع

اس طرح پچیس تک اشعار نظم کئے جو ایک کتاب میں لکھ دیئے تھے لیکن پانی کے چھینٹوں کی وجہ سے کچھ تو مٹ گئے ہیں۔ ان اشعار میں کچھ فنی خامیاں بھی ہیں لیکن مقصد یہ تھا کہ جس علم کو لیا اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے کچھ نہ کچھ استعداد ضرور پیدا کر لی فللہ الحمد و لہ الشکر.

مولانا محمد مدنی رحمہ اللہ صاحب کبھی کبھی ہدایہ یا کوئی دوسری کتاب پڑھاتے وقت عربی میں تقریر فرماتے تقریر بالکل شستہ وقابل فہم ہوتی حرمین شریفین میں کافی عرصہ رہنے کی وجہ سے ان کی زبان میں روانی تھی۔ خوش مزاج تھے طبیعت میں تواضع وانکسار کافی حد تک تھی۔ اُس وقت قرآن کریم کا ترجمہ سندھی زبان میں تحریر فرماتے رہتے تھے۔ بسا اوقات ترجمہ میں سندھی الفاظ کے انتخاب میں مجھ سے مشورہ فرماتے حالانکہ میں ان کا تلمیذ تھا۔

مولانا مرحوم کو عربی زبان سے بے حد شغف تھا جتنا عرصہ مدرسہ میں رہے اسی زبان کی خدمت کرتے رہے اور جب مدرسہ کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے کراچی اپنے گھر سکونت اختیار کی تب بھی عربیت ہی کی خدمت بجا لاتے رہے اور کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے میرا کراچی میں بھی ان سے چند بار ملنا ہوا والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بھی ایک مرتبہ ہمارے گوٹھ میں تشریف لائے اور علم صرف ونحو پر جو کتابیں اردو میں لکھیں تھیں وہ ہدیۃ مرحمت فرمائیں میں حج پر جا رہا تھا ان سے ملا انہوں نے فرمایا کہ میرے لیے حرمین شریفین سے "الدرر اللوامع علیٰ همع الهوامع للشنقيطى" لے آنا یعنی کتاب منگوائی تو وہ جو عربیت کے علم سے تعلق رکھتی تھی اور یہ ایک مثال ہے ان کے عربیت سے شغف کا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کتاب لے آیا ان کو دی تو پوچھا کہ قیمت کیا ہے؟ میں نے نہ بتائی بہت اصرار کیا لیکن میں نے عرض کیا کہ یہ تو ایک کارِ خیر خدمت ہے جو میں بجالایا ہوں آپ میرے استاد ہیں آپ کا مجھ پر بڑا حق ہے۔ اس وقت وہ اتنی زیادہ محنت تو نہ کر سکتے تھے تاہم اس پیرانہ سال میں بھی جو طلباء آتے ان کو اپنے گھر میں ادب کی کتب پڑھاتے رہتے تھے مجھ سے ان کو بڑی محبت تھی اور میری عزت و احترام میں کمی نہیں کرتے تھے مولانا نے مؤطا امام مالک اور ترمذی وغیرہ کی سند و اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی مولانا مرحوم کے پاس کراچی میں اپنی مختصر جگہ تھی لیکن اچھی لائبریری تھی ان کی وفات کے بعد پتہ نہیں ان کے پس ماندگاں نے ان کتب سے کیا معاملہ کیا؟ یہ مولانا مرحوم کے مختصر حالات کا بیان تھا کہ سلسلہ کلام میری تعلیم کا چل رہا تھا میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ جس زمانہ میں مولانا محمد صاحب مدنی رحمہ اللہ کے پاس میں یہ کتابیں پڑھ رہا تھا اس وقت ہم اس گوٹھ پیر جھنڈہ جس میں راقم الحروف نے آنکھیں کھولی تھیں اور جس میں تقریباً سولہ 16 برس سے زائد حصہ گزارا تھا وہاں سے ہجرت کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

ہجرت کی وجہ:

میں نے جب سے ہوش سنبھالا تھا تب سے معلوم ہوا کہ والد ماجد رحمہ اللہ اور ان کے بھائیوں (میرے چچوں) میں تنازعہ چل رہا ہے اور نوبت کورٹ میں مقدمہ بازی، تک جا پہنچی ہے۔

اس تنازع کا باعث:

میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ جد امجد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد پوری جماعت نے والد ماجد سید احسان اللہ شاہ کو اپنا پیشوا منتخب کیا اور جد امجد رحمہ اللہ کی جگہ پر ان ہی کو بٹھایا گیا اس سے ہمارے اعمام کرام بہت برہم ہوئے خصوصاً سید ضیاء الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ جو جد امجد رحمہ اللہ کے بڑے بیٹے تھے اور جن کو توقع بلکہ یقین تھا کہ وہ ضرور اپنے والد کی جگہ پر جلوہ افروز ہوں گے وہ بے حد ناراض ہوئے ہمارے والد ماجد رحمہ اللہ اور ہمارے چچوں کا والد تو ایک تھا لیکن مائیں مختلف تھیں ہمارے والد ماجد رحمہ اللہ اپنی والدہ کے اکلوتے بیٹے تھے لیکن ہمارے چاچوں کا آپس میں پانچ سگے بھائی تھے سید ضیاء الدین شاہ رحمہ اللہ کی ناراضگی اور برہمی کی وجہ سے وہ چاروں بھائی بھی ان کے ساتھ ہو گئے اور ان کی حمایت کے لیے کمر کس لی اس معاملہ میں والد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماجد رحمہ اللہ کا بالکل کوئی قصور بھی نہ تھا اگر کچھ قصور تھا تو جماعت کا تھا[1]

یا پھر ان اعزہ واقرباء کا تھا جنہوں نے والد ماجد رحمہ اللہ کو جد امجد رحمہ اللہ کی جگہ پر بٹھایا تھا لیکن ہمارے چچوں نے والد ماجد رحمہ اللہ کو ہی اس بات میں قصوروار ٹھہرایا اس لیے ہمارے محترم اعمام نے اس سلسلہ میں (یعنی جد امجد رحمہ اللہ کی جگہ حاصل کرنے کے لیے) حکومت وقت سے مدد لینے کی کوشش کی پھر اس راہ میں ہر وہ طریقے اور وسائل بھی اختیار کیے جو کسی طرح ان کو زیب نہ دیتا تھا۔ اور والد ماجد رحمہ اللہ سے وہ برتاؤ کیا جو ایک بھائی تو کیا کسی اجنبی مسلم سے بھی متوقعہ نہ تھا۔ اور یہ ایسی تلخ یادیں ہیں کہ ان کا ذکر بھی سوہان روح ہے بہرحال اب وہ سب احکم الحاکمین کی دربار میں پہنچ چکے ہیں لہٰذا ان تلخ حقائق کا ذکر کرنا مناسب نظر نہیں آتا بہرحال جب ان کا کوئی ہتھیار کارآمد نہ رہا اور جماعت بھی اپنے موقف پر ڈٹی رہی اور حکومت بھی ان کو اپنے موقف سے ہٹا نہ سکی تو بالآخر ہمارے اعمام نے فیصلہ کیا کہ اب اس گوٹھ کو ہمیشہ کے لیے ترک کر دیا جائے لہٰذا انہوں نے والد ماجد رحمہ اللہ کو ایک دستاویز لکھ کر ان پر اپنے دستخط کر کے دے دیا کہ اب اس گوٹھ سے ہم لا دعویٰ ہیں اور اس گوٹھ میں ان کا کوئی حق نہیں پھر جد امجد رحمہ اللہ کا جو کچھ اثاثہ تھا وہ سب کا سب بڑے مارکھ (جس کا ذکر پہلے آچکا ہے) کے کنارہ پر پہنچایا گیا اور وہاں سے کشتیوں میں بھر کر لے گئے ہاں صرف لنگر خانہ کی دیگیں چھوڑ گئے اور لائبریری کی سب کتب بھی صندوقوں میں بھر کر مذکور نہر کے کنارے لائی گئیں لیکن اس وقت حکومت کے ایک افسر (غالباً ڈپٹی کلیکٹر) نے ایک خواب دیکھا والد ماجد رحمہ اللہ نے وہ خواب بھی بتایا تھا مگر اب مجھے پوری طرح یاد نہیں رہا۔ بہرکیف اس خواب کی وجہ سے وہ آئے اور کشتیوں میں رکھی ہوئی صندوقوں کو اتروایا اور واپس، لائبریری میں پہنچا دی۔

الغرض جب ہمارے اعمام تشریف لے گئے تو کچھ عرصہ کے لیے ان ناگوار باتوں سے نجات ہوئی۔ جو دستاویز وہ تحریر کر کے دے گئے تھے اس کو ایک تجوری میں محفوظ کر دیا گیا اس تجوری کی چابی ہمارے والد

---

[1] قصور نہ جماعت کا تھا نہ ہمارے دادا احسان اللہ شاہ رحمہ اللہ کا شریعت کا یہ اصول تو نہیں کہ بڑے بیٹے کو ہی اپنا پیشوا بناؤ جب اسی جماعت کی بنیاد ہی دین پر تھی تو دینی لحاظ سے لوگ جسے اپنا پیشوا بنائیں وہی ان کا پیشوا ہوگا بڑا ہونا اقتدا کے لیے کوئی دلیل یا شرط نہیں بلکہ لوگوں کی پسند کا خیال رکھنا شرط ہے جیسا کہ احادیث میں واضح ارشاد ہے کہ "من ام قوما وہم لہ کارھون" یعنی زبردستی کوئی پیشوا نہیں بن سکتا۔ (ابن محب اللہ الراشدی)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب رحمہ اللہ کے ایک صحبتی کے پاس تھی جبکہ انسان کے بننے اور بگڑنے کا کوئی موسم نہیں ہوتا ان صاحب کلید بردار کو ہمارے چچوں نے لالچیں دیں وہ ان کے بھرنے میں آ گیا اور وہ دستاویز تجوری سے نکال کر ہمارے چچوں کے سپرد کیا اور انہوں نے اس کو چاک کر کے ختم کیا اور پھر فوراً والد ماجد رحمہ اللہ پر کورٹ میں مقدمہ دائر کر دیا ہمارے والد (جد امجد رحمہ اللہ) نے تو سید ضیاء الدین شاہ رحمہ اللہ کو اپنا جانشین متعین فرمایا تھا لیکن سید احسان اللہ اس پر خود قابض ہو کر گدی نشین بن گیا اور ہمیں اپنے گوٹھ سے نکال کر خود سارے گوٹھ پر قبضہ جما لیا۔ اب اس طرف صرف اکیلے والد ماجد رحمہ اللہ تھے اور دوسری طرف چاروں بھائی اپنے بڑے بھائی سید ضیاء الدین شاہ رحمہ اللہ کو جانشین بنا کر خود مقدمہ کی پیروی کرتے وکلاء سے ملتے متعلقہ افسروں سے ملاقاتیں کرتے اور پیسہ کو پانی کی طرح بہایا جاتا رہا وہ اس لیے کہ ان سب بھائیوں کے پاس ہمارے والد ماجد رحمہ اللہ کے مقابلہ میں زمینیں بھی زیادہ تھیں اور نقد روپیہ بھی زیادہ تھا ہمارے استاد مولانا ولی محمد صاحب رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ مجھے بتایا کہ ہم ایک دن والد ماجد رحمہ اللہ کے پاس لائبریری میں بیٹھے ہوئے تھے تو اچانک فرمایا کہ میرے والد رحمہ اللہ (جد امجد رحمہ اللہ) نے مجھے بہت تھوڑا دیا ہے اور دوسرے سب بھائیوں کو مجھ سے کافی زیادہ دیا ہے اب میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عدالت میں پہنچوں تو دیکھنا کہ اپنے والد کی کیا خبر لیتا ہوں پھر تھوڑی دیر خاموش رہے بعد میں فرمایا کہ آپ سب گواہ رہیں کہ میں نے اپنے والد کو سب کچھ معاف کر دیا!! بہر حال اس وقت میں تقریباً دس برس کا ہو گیا تھا اور دیکھتا تھا کہ والد صاحب رحمہ اللہ پیشیوں کے لیے جاتے ان کی طرف سے وکلاء وغیرہم سے ان کے رفیق و دوست مولانا محمد اسمٰعیل افغان اور قاضی لعل محمد ملتے۔ بھائیوں میں سے تو کوئی ان کا ساتھ دینے والا نہ تھا ہاں جب بھی پیشی کے لیے جاتے تو ان کے ساتھ جماعت بڑی وافر تعداد میں ہوتی اور حیدر آباد جیسا شہر بھی جماعت کے ''اللہ اکبر'' کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھتا کورٹ میں ہمارے والد رحمہ اللہ کی جانب سے جماعت کے چند باخبر افراد کی گواہیاں بھی پیش ہوئیں اس معاملہ میں اصل موقف کا علم تو افسروں کو ہو گیا تھا لیکن اس زمانہ میں پیسہ جو کچھ کرتا ہے وہ اور کوئی چیز نہیں کر سکتی اس لیے پلہ ہمارے اعمام کا گروپ ہی بھاری رہتا تھا تاہم حیدر آباد کی سیشن کورٹ نے والد ماجد رحمہ اللہ کے حق میں فیصلہ دے دیا لیکن ہمارے چچے خاموش نہ رہے اور اس فیصلہ کے خلاف کراچی ہائی کورٹ میں اپیل دائر کر دی اور ہائی کورٹ نے ہمارے چچوں کے حق میں فیصلہ دیا اور ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناگوار کورس کے بعد حکومت نے ہمارے چچوں کو کہا کہ آپ حکومت کی طرف سے بیلف اور ناظر لے کر جائیں اور گوٹھ پر قبضہ کر لیں جب اس بات کا پتہ چلا تو جماعت نے والد ماجد رحمہ اللہ سے کہا کہ آپ تین دن کے لیے کہیں باہر چلے جائیں اور ہم اس سارے گوٹھ پر قبضہ جما کر بیٹھ جاتے ہیں یعنی اس گوٹھ کے اصل مالک ہم ہیں سید احسان اللہ شاہ رحمہ اللہ چلے گئے ہیں اور ان پیروں کو ہم اپنے اس گوٹھ میں آنے نہیں دیں گے اس طرح والد صاحب تین دن کے لیے کسی دوسری جگہ چلے گئے اور ہمارے گوٹھ پر اندر باہر اور چاروں طرف ہزاروں کی تعداد میں جماعتی قبضہ جما کر بیٹھ گئے اور گوٹھ کے اندر تو کیا باہر بھی بڑی شاہراہ کے قریب کنارہ تک جماعت کا ایک موج زن سیلاب نظر آتا تھا پیر صاحبان دو دن تک تو نہیں آئے تیسرے دن آئے اور ناظر وغیرہ کو لے آئے بڑے بھائی سید ضیاء الدین شاہ تو جہاں تھے وہیں رہے باقی چاروں بھائی آ گئے ناظر وغیرہ اور پیر صاحبان نے جماعت کے نمائندوں سے گفتگو کی اور انہوں نے صاف جواب دے دیا کہ گوٹھ ہمارا ہے ہم کسی کو بغیر مرنے مارنے کے اندر پاؤں رکھنے نہیں دیں گے ہمارے ایک چچے سید مہدی شاہ وغیرہ نے کچھ لے دے کی اور ان سے کچھ تلخ کلامی ہوئی لیکن گوٹھ پر قبضہ کرنا ان کے لیے از حد مشکل تھا بالآخر ناظر صاحب نے پیر صاحبان سے کہا کہ بھائی میں تو آگے نہیں بڑھ سکتا اور میں تو اب واپس ہی ہوتا ہوں اس طرح یہ پیر صاحبان اور افسران متعلقہ کا مجمع ناکام واپس ہو گیا اور مغرب کی نماز کے وقت والد ماجد رحمہ اللہ واپس آ گئے جماعت کا شکریہ ادا کیا لیکن اصل معاملہ تو اب بھی ختم نہ ہوا تھا اور ہمارے اعمام حکومت افسروں پر بہت بوجھ ڈال رہے تھے اور اسی کے لیے کوشاں رہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح سیّد احسان اللہ شاہ کو اس گوٹھ سے نکال لیں۔ معاملہ طول پکڑتا جا رہا تھا اب صلاح و شوریٰ کے بعد والد ماجد رحمہ اللہ کو ہائی کورٹ کے خلاف لندن کی پرائیوی کونسل میں اپیل کرنی پڑی وہاں جانے کے لیے ایک ہندو وکیل بنام ''پُر مانند'' کو مقرر کیا گیا اس زمانہ میں مسلمانوں میں اتنے قابل اور ماہر وکیلوں کی بے حد کمی تھی اب یہ وکیل صاحب لندن گئے وہاں کافی دنوں کے بعد ان کو اپیل داخل کرنے کی اجازت ملی۔ بہر کیف دو تین سال اس پر بھی صرف ہوئے اور ہمارے اعمام نے وہاں بھی اپنے آدمی بھیجے اور وہاں بھی پیسوں کو بے دردی سے صرف کیا ہم نے اس وقت سنا تھا کہ انہوں نے ہمارے وکیل پر مانند کو بھی اپنے مالی وسائل و ذرائع سے ورغلا دیا اور انہوں نے کما حقہ مقدمہ کی پیروی نہ کی اور بالآخر وہاں سے بھی فیصلہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے چچوں کے ہی حق میں ہوا اس فیصلہ کا ہمارے چچوں کے حق میں جانے کی ایک اور وجہ بھی تھی وہ یہ کہ ...... ہمارے چچے بجز سید ضیاء الدین شاہ رحمہ اللہ کے اکثر وضع و قطع لباس و طرز بول و باش میں انگریزوں کی مشابہت کرتے تھے اور بموجب ''الجنس یمیل الی الجنس''

انگریزوں کا میلان ان کی طرف زیادہ تھا سید ضیاء الدین شاہ رحمہ اللہ کو انگریزوں سے اس قسم کی مشابہت نہیں کرتے تھے تاہم عملا ان کی مخالفت میں سرگرم عمل نہیں رہتے تھے۔ اس کے برعکس والد ماجد رحمہ اللہ انگریزوں سے وضع و قطع اور طرز بودو باش میں معمولی تشبیہ کے روادار بھی نہ ہوتے تھے نہ خود ان سے تشبہ کرتے اور نہ اہل عیال واولاد میں سے کسی کا اس قسم کا تنبہ برداشت کرتے اور عملا انگریزوں کے خلاف تھے اور اس سلسلہ میں سرگرم عمل بھی رہتے تھے انگریزوں کی مخالفت کی ایک دو مثالیں گزشتہ صفحات میں لکھ چکا ہوں۔ ایک مرتبہ کمشنر صاحب ہالا میں منزل انداز ہوا۔ پہلے سید ضیاء الدین شاہ رحمہ اللہ ان سے مل کر واپس ہوئے تو والد ماجد رحمہ اللہ ان سے ملنے گئے ان کے ساتھ کثیر جماعت تھی اور بدستور اللہ اکبر کے نعرے بلند ہو رہے تھے کمشنر صاحب سے پوچھا یہ کون ہے؟ بتایا گیا کہ پیر صاحب جھنڈے والے آرہے ہیں۔ والد ماجد رحمہ اللہ ان کے پاس پہنچے تو کمشنر صاحب نے پوچھا کہ آپ بھی خلافت تحریک میں ہیں؟ والد ماجد رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ ''خلافت'' تو ہمارا مذہب ہے اب ہم حکومت سے مقابلہ تو نہیں کر سکتے لیکن ہم اپنی چیخ و پکار کو بند نہیں کریں گے اس قسم کے اور بھی واقعات ہیں اس وجہ سے انگریزوں کو والد ماجد رحمہ اللہ سے بڑا خطرہ تھا اس لیے وہ ان کی طرف مائل نہیں ہوتے تھے اور فیصلہ بہر حال ہمارے اعمام محترمین کے حق میں دے دیا ہوسکتا ہے کہ قارئین کرام میں سے کسی کے دل میں یہ خیال گزرے کہ سید احسان اللہ شاہ رحمہ اللہ نے اس تنازعہ کو کتاب وسنت کی روشنی میں حل کرنے کی سعی کیوں نہ فرمائی تو اس کے لیے یہ گزارش ہے کہ دوران مقدمہ والد ماجد رحمہ اللہ نے اپنے بڑے بھائی سید ضیاء الدین شاہ کے پاس اپنے آدمی بھیجے کہ ہم بلا وجہ انگریزوں کے سامنے اپنے آپ کو خفیف کیوں کریں۔ بجائے اس کے کہ ہم ان نصاریٰ کی کورٹوں سے فیصلہ حاصل کریں بہتر یہی ہے کہ ہم سب ایک مجلس میں جمع ہوں قرآن کریم وہاں رکھا جائے ثالثین وہیں بیٹھیں اور کتاب وسنت کی روشنی میں فیصلہ کر دیا جائے اور کتاب وسنت کی روشنی میں جو بھی فیصلہ ثالثون نے دیا ہم سب کو وہ قبول کر دینا چاہیے لیکن ہمارے بڑے چچا سید ضیاء الدین شاہ رحمہ اللہ نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور فرمایا کہ ہم تو فیصلہ انگریز سرکار سے ہی لیں گے اب ہمارے والد ماجد رحمہ اللہ کے پاس اور کوئی راستہ ہی نہیں تھا بس بادل ناخواستہ مقدمہ میں حصہ لے رہے تھے دوران مقدمہ ہمارے ایک قریبی عزیز نے والد ماجد رحمہ اللہ کو بتایا کہ اس گوٹھ پیر جھنڈو کے شمال میں چھوٹی سی شاخ کے اس پار کچھ زمین پڑی ہوئی ہے معلوم ہوا کہ پیر صاحبان اس کو خریدنے کی سوچ رہے ہیں احتیاطاً آپ ہی اس کو خرید لیں والد ماجد رحمہ اللہ نے ان کے ایک جماعتی جیمس آباد کے نواب (پیر بخش) کو امر فرمایا اور انہوں نے وہ زمین والد ماجد رحمہ اللہ کے لیے خریدی لیکن اپنے نام کرالی تاکہ وہ پیر صاحبان (ہمارے اعمام) اس پر اعتراض نہ کریں جبکہ فیصلہ پرائیوی کونسل نے بھی ہمارے اعمام کے حق میں دیا تو والد ماجد رحمہ اللہ کو دکھ اور غم تو بہت ہوا لیکن قضائے الٰہی پر راضی ہو کر صبر جمیل اختیار کیا وہ ابھی اسی گوٹھ میں چند دن اور بھی رہنے کا خیال کرتے تھے لیکن ان بھائیوں نے ان کو نوٹس بھجوائے کہ فوراً گوٹھ کو خالی کرو اس لیے والد صاحب نے کوشش کی جماعت کے بہت سے آدمی جمع ہو گئے اور صرف سات آٹھ دن میں اس خریدی ہوئی زمین پر جو پیر جھنڈہ سے تقریباً دو ڈھائی فرلانگ کے مفاصلہ پر ہے موجودہ گوٹھ بنام ''درگاہ شریف'' قائم کر دیا اور ہمارے ساتھ پیر جھنڈو کے سب مکین ہجرت کر کے اس نئے گوٹھ میں آ گئے اور پیر جھنڈو میں ایک متنفس بھی باقی نہ رہا صرف جگہیں باقی رہ گئیں اور عین اس دن جب کہ ہم وہاں سے اس موجودہ گوٹھ میں آ رہے تھے والد ماجد رحمہ اللہ کا ایک ڈیڑھ سال کا بچہ ہمارا سگا بھائی مسمی محمد شاہ وفات پا گیا اور ان کو دفن کر کے ہم بمع اہل وعیال اس گوٹھ میں آ گئے دکھوں پر دکھ اور ابتلاء پر ابتلاء لیکن یہ ان کی ایمانی قوت تھی کہ سب باتوں کو پس پشت ڈال کر اس گوٹھ میں آباد ہو گئے اور آتے ہی درختوں کی ٹہنیوں وغیرہ سے ایک اچھی خاصی مسجد بنوالی اور اسی میں وہ مدرسین اور طلباء وغیرہم جو ہمارے ساتھ اس نئے گوٹھ میں آ گئے پڑھنے پڑھانے لگے اور یہ مسجد ایک باقاعدہ مدرسہ بھی بن گئی اور میں نے بھی مولانا محمد مدنیؒ کے پاس اپنی تعلیم جاری رکھی۔ جب انگریزوں نے فیصلہ ہمارے اعمام کے حق میں صادر کیا تو ساتھ ہی انہوں نے یہ ڈگری بھی صادر کی کہ سید احسان اللہ شاہ پانچوں بھائیوں میں سے ہر ایک کو دو تین ہزار تاوان بھی دیں گے سندھ کے بعض علماء نے پیر صاحبان کو یہ فتاویٰ ارسال کئے کہ انگریز سرکار کی یہ ڈگری آپ کو لینی جائز نہیں ہے لیکن انہوں نے اس طرف کوئی توجہ تک نہ دی اور والد ماجد رحمہ اللہ کو کہلا بھیجا کہ ہمیں فوراً یہ تاوان دیا جائے ورنہ ہم افسروں کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے آکر آپ کے سامان وغیرہ کی قرقی و نیلامی کروائیں گے طوعاً و کرھاً والد ماجد رحمہ اللہ نے ان سب کو یہ تاوان ادا کیا لیکن اس پر بھی ان برادران یوسف علیہ السلام جیسے بھائیوں نے والد ماجد رحمہ اللہ کو نہ چھوڑا اور متعلقہ افسروں سے ملے اور ان کے کان بھرے کہ سید احسان اللہ شاہ سے ہمیں خطرہ ہے لہٰذا اس کو ہم سے اتنا قریب نہ ہونا چاہیے اور ان کو کہا کہ والد ماجد رحمہ اللہ کو آرڈر کریں کہ وہ اس گوٹھ سے بھی نکل کر آگے جا کر بیٹھے۔ ہمارے والد ماجد رحمہ اللہ کے پاس اطلاع پہنچی کہ کل حیدر آباد کے ڈپٹی صاحب آپ کے ہاں آ رہے ہیں والد ماجد رحمہ اللہ تیار ہو گئے دوسرے دن ڈپٹی صاحب آئے اور وہ ایک مرہٹہ تھا۔ ''مرہٹہ'' لوگ عام ہندوؤں سے بھی زیادہ مسلمانوں کے دشمن ہوتے تھے والد ماجد رحمہ اللہ نے مرہٹہ ڈپٹی صاحب کو سارا گوٹھ گھوما پھرا کر دکھایا مسجد جہاں درس و تدریس ہو رہی تھی وہ مشاہدہ کروایا پھر بیٹھنے کی جگہ آکر بیٹھے اور کہا کہ اس نمبر جس میں اب آپ نے یہ گوٹھ قائم کیا ہے اس سے نکل کی اس سے متصل نمبر میں گوٹھ قائم کیا جائے۔ ہمارے چچوں کا منشا تو یہ تھا کہ سید احسان اللہ شاہ ان کے اتنے نزدیک نہ رہیں اب اس مرہٹہ ڈپٹی کے فیصلہ کی معقولیت ہر خاص و عام و عالم و جاہل پر عیاں ہوگئی تھی کیونکہ زمین کے ایک نمبر کو چھوڑ کر اس سے متصل نمبر میں جا کر بیٹھنا ایک بھونڈی تجویز تھی۔ لیکن معلوم ہوتا تھا کہ اس طرح وہ والد ماجد رحمہ اللہ اور اس گوٹھ کے سب مکینوں کو زک دینا چاہتے تھے کیونکہ انہیں اب پھر دوبارہ محنت کر کے اپنے آشیانے بنانے پڑتے اور کافی زحمت کا سامنا کرنا پڑتا والد ماجد رحمہ اللہ نے انہیں بہت سمجھایا لیکن وہ اپنی ضد پر اڑا رہا ہم نے جو کھانا ان کے لیے تیار کروایا تھا اس میں سے ایک لقمہ بھی منہ میں نہ ڈالا اور جس طرح آئے تھے اسی طرح اپنا آمرانہ اور ظالمانہ فیصلہ سنا کر چلتا بنا۔ دوسرے دن والد ماجد رحمہ اللہ پھر حیدر آباد تشریف لے گئے اور وہاں اسی مرہٹہ ڈپٹی سے ملے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان اس نے اپنی کریمی شان دکھاتے ہوئے اس اشد الناس عداوۃ مرہٹہ ڈپٹی کے دل میں نرمی ڈال دی انہوں نے فوراً والد ماجد رحمہ اللہ کو کہا کہ پیر صاحب میں نے فیصلہ بدل لیا اور آپ جہاں بیٹھے ہیں وہیں بیٹھے رہیں انہوں نے اور دوسرے افسروں کو مشورہ دیا کہ جتنا جلد ہو سکے زمین کی سکنی (رجسٹری) کروائی جائے تاکہ کوئی کھٹکا باقی نہ رہے سید احسان اللہ شاہ دوران مقدمہ بھی تبلیغ دین کے فریضہ سے غافل نہ رہتے۔ ایک مرتبہ اسی مقدمہ کے سلسلہ میں پولیس کے چند افسران والد ماجد رحمہ اللہ کے پاس آئے وہ سب یا ان میں سے اکثر سادات میں سے تھے والد ماجد رحمہ اللہ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے بیٹھے ہوئے تھے باتیں ہو رہی تھیں ان میں سے ایک صاحب نے کہا پیر صاحب! ہم سادات آ کر آپ کے پاس جمع ہوئے ہیں تو والد ماجد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سادات لوگ پہلے بال تو رکھیں والد ماجد رحمہ اللہ کا اشارہ ان کی ڈاڑھیوں کی طرف تھا کیونکہ ان سب کی ڈاڑھیاں منڈی ہوئی تھیں وہ شرمندہ ہو کر خاموش ہو گئے۔

ایک مرتبہ حیدر آباد کے اسٹیشن پر ٹرین کے انتظار میں تھے تو ایک صاحب سوٹ بوٹ والے سے ڈاڑھی صاف کروا کر والد ماجد رحمہ اللہ سے مصافحہ کیا والد ماجد رحمہ اللہ نے انہیں جیسے بیٹھے تھے ویسے ہی اپنا ہاتھ مصافحہ کے لیے ان کی طرف بڑھا دیا جماعتیوں میں سے کسی نے کہا پیر سائیں یہ سید غلام مرتضیٰ شاہ (جی۔ ایم سید) ہیں اس کا مطلب یہ تھا کہ سیّد ہونے کی وجہ سے ان کی کچھ عزت افزائی کی جاتی، آپ نے فوراً فرمایا کہ بھئی مجھے کیا پتہ کہ یہ شاہ صاحب ہیں یا کوئی اور نہ وضع وقطع میں اسلامی نمونہ اور نہ ہی وہ صورت اب میں جانوں تو کس طرح کہ یہ شاہ صاحب ہیں جی ایم سید نے کہا سائیں! کیا کریں انگریز افسروں سے ملنا پڑتا ہے ان سے کام ہوتے ہیں اگر ہم یہ نمونہ اختیار نہیں کرتے تو عزت نہیں ملتی آپ نے جواب میں فرمایا کہ شاہ صاحب میری وضع وقطع جو کچھ ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں چلئے ہم دونوں ضلع کے حاکم کلیکٹر کے پاس جاتے ہیں پھر دیکھیں کہ کلیکٹر صاحب کس کو ملاقات کے لیے پہلے بلاتا ہے مجھ کو یا آپ کو وہ لاجواب ہو گئے اور کہا کہ سائیں آپ ہی کی عزت ہوگی اور آپ ہی کو سب سے اول بلایا جائے گا۔ والد ماجد رحمہ اللہ کا اشارہ اس طرف تھا کہ بموجب "ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين الآية" کے عزت تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے اتباع میں ہے نہ کہ غیروں کے رنگ میں رنگ جانے سے کیونکہ ان کے رنگ و ڈھنگ اختیار کرنے والے کے متعلق وہ افسران بالا بھی بخوبی جانتے ہیں کہ اس نے محض ہمیں راضی کرنے کے لیے اور اپنا کام نکالنے کے لیے یہ ڈھونگ رچایا ہے لہٰذا ان کے دلوں میں بھی ان کی حقیقی عزت پیدا نہیں ہوتی۔

حق گوئی۔ الحمد لله . ہمارے سب آباء واجداد میں بوجہ اتم موجود تھی۔ ہمارے جد امجد سید رشد اللہ شاہ رحمہ اللہ کے ایک صحبتی منشی جان محمد قریشی مرحوم نے مجھے بتایا کہ انگریزوں کو یہ باتیں پہنچیں کہ جھنڈے والے بزرگ حکومت کے سخت مخالف ہیں اس لیے ایک مرتبہ ضلع کے حاکم کلیکٹر صاحب نے جو انگریز تھا آں محترم کو پوچھ گچھ کرنے کے لیے بلوایا آپ حیدآباد آئے اور کلیکٹر صاحب سے ملے انہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے پوچھا کہ پیر صاحب حکومت کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ: بکریوں کے ریوڑ میں اگر کچھ بکریاں کج مزاج ہوتی ہیں تو ان پر بڑا سخت گیر راعی (چرواہا) مسلط کیا جاتا ہے اور جب ہم انسانوں میں سے بھی بہت سے لوگ بد اعمال اور ظالم ہوتے ہیں تو ان پر ان سے بھی زیادہ ظالم مسلط کیا جاتا ہے۔ کلیکٹر سمجھ گیا اور کہا کہ: یعنی کیا یہ حکومت ظالم ہے آپ نے جواب میں فرمایا: ہاں کلیکٹر صاحب نے تھوڑا خاموش ہو کر کہا: پیر صاحب آپ تشریف لے جائیں اور مزید کچھ نہ کہا اور نہ کوئی ان کے خلاف قدم اٹھایا۔

ایک دوسرے معتمد علیہ جد امجد رحمہ اللہ کے صحبتی نے بتایا کہ ایک مرتبہ کلیکٹر صاحب جو انگریز تھا جد امجد رحمہ اللہ سے پیر جھنڈہ میں ملنے کے لیے آیا وہ اپنے ساتھ اپنی لیڈی (اپنی بیگم) بھی لے آیا تھا اور جد امجد رحمہ اللہ سے اجازت لی کہ ان کی لیڈی کو اجازت دی جائے تاکہ اندر آپ کے اہل خانہ سے ملاقات کرے آپ نے قرآن مجید کی سورۃ نور کی آیت کریمہ جو لفظ "أو نسـاء هـن" پر عمل فرماتے ہوئے ضلع کے حاکم کو بھی اجازت نہ دی کہ ان کی لیڈی ان کے اہل خانہ سے مل لیتی اس طرح وہ ناکام واپس ہوا۔

اس نئے گوٹھ میں آنے کے بعد ایک مرتبہ نیوسعید آباد کے سب انسپکٹر (تھانے دار) نے کسی جماعتی سے کچھ زیادتی کی والد ماجد رحمہ اللہ نے سب انسپکٹر کو بلوایا وہ آئے تو آپ نے اٹھ کر تو ان کو ہاتھ نہ دیا اور جیسے بیٹھے تھے اسی طرح ان سے مصافحہ کیا اور پھر ان کی زیادتی پر ان کو اتنی سرزش کی کہ کسی معمولی نوکر و خادم کو بھی مشکل سے کی جاتی ہے بالآخر وہ معافی کے خواستگار ہوئے اور آپ نے انہیں معاف کر دیا۔ یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ کسی سے بھی ڈرتے نہ تھے خواہ وہ کتنی بڑی ہستی ہو یہ تو ضمنی باتیں تھیں کہنا یہ تھا کہ جب والد ماجد رحمہ اللہ نے تازہ مخمصہ اور پریشانی سے نجات حاصل کی تو پہلا کام جو انہوں نے کیا وہ تھا مسجد کی بنیاد رکھنا۔ جب بڑا مارکھ (نہر) خراب ہو گیا تو ہمارے گوٹھ سے قریب اس پر جو پکا پل بنا ہوا تھا انگریزوں نے اس کی فروخت کا اعلان کیا تو اس پورے پل کو والد ماجد رحمہ اللہ کے ایک جماعتی نے خرید لیا جس میں پکی اینٹوں کے بڑے ذخیرہ کے علاوہ بڑے بڑے مضبوط گاڈرز بھی تھے اس جماعتی نے غالباً دو لاکھ پکی اینٹیں والد ماجد رحمہ اللہ کو مسجد کے لیے دے دیں اور تین گاڈرز بھی دے دیئے۔ مسجد کا کام شروع ہوا اور والد ماجد رحمہ اللہ نے پل سے اینٹیں نکالنے کے لیے بہت سے جماعتی وہاں بھیج دیے جو سارا دن وہاں اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام میں مصروف رہتے اور عصر نماز کے بعد یا کبھی اس سے بھی پہلے دوپہر کو یا ظہر نماز بعد وہاں پیدل تشریف لے جاتے اور کام کو دیکھتے رہتے آنے جانے کا راستہ ہمارے چچوں کے حالیہ گوٹھ پیر جھنڈہ کے بالکل قریب سے گزرتا تھا وہ اور ان کی اولاد یہ منظر دیکھتے رہتے۔ کافی ذخیرہ جمع ہونے کے بعد مسجد کا کام شروع کر دیا بنیاد میں اینٹوں کی پہلی قطار خود اپنے دست مبارک سے رکھی اور دیکھتے ہی دیکھتے چند دنوں میں ہماری مسجد کے تین طبقوں میں سے پہلا طبقہ تیار ہو گیا ہماری تعلیم بھی جاری تھی اس وقت ہمارے استاد مولانا محمد مدنیؒ اور مولانا محمد نور اور مولانا ولی محمد تھے مولانا محمد اسمٰعیل خارجی امور میں مصروف تھے اس لیے درس تدریس کے لیے ابھی تک فارغ نہ ہوئے تھے۔ والد ماجد رحمہ اللہ کا دستور تھا کہ گاہے بگاہے امتحانات کے سلسلہ میں خود مدرسہ میں تشریف لاتے اور مدرسہ کے سوالات وطلباء کے جوابات سنتے اور اکثر اوقات ہر جمعرات کو مدرسہ میں تشریف لاتے اور طلباء کو تقریر کرنے کا موقعہ دیا جاتا حتیٰ کہ جو فارسی پڑھتے تھے ان کو بھی کبھی کبھی تقریر کے لیے کھڑے ہونے کا امر کیا جاتا اور جس کی تقریر اچھی ہوتی اس کو انعامات بھی دیئے جاتے ایک مرتبہ راقم الحروف کو بھی کھڑے ہونے ہونے کا حکم ہوا میں تیار تو نہ تھا لیکن ارشاد کی تعمیل ناگریز تھی میں اٹھا اور اربعین نوویہ کی چوتھی حدیث جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں تقدیر کے متعلق وارد ہے اس کو پڑھا اور اس کا ترجمہ کر دیا۔ ہمارے ایک عزیز دوست مولانا محمد سلطان کوریجہ مرحوم بھی اس زمانہ میں پڑھتا تھا اور فارغ التحصیل ہونے کے قریب تھا وہ تقریر میں بہت ماہر تھا اور ان کی تقاریر مؤثر اور بہترین ہوتی تھیں ان کی تقاریر سن کر والد ماجد رحمہ اللہ کبھی کبھی جمعہ کے دن بھی ان کو تقریر کرنے کا امر فرماتے یہ مولوی صاحب جب شادی شدہ ہوئے تو وہ بھی آ کر ہمارے اس نئے گوٹھ میں گھر بنا کر رہنے لگے۔ اب دو ڈھائی سال ہوئے کہ حیدر آباد میں وفات کی اخیری عمر میں وہاں ایک مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے رحمہ اللہ طالب العلمی کے زمانہ میں اکثر وبیشتر جمعہ کی رات کو طلباء میں فارسی اشعار میں بیت بازیاں بھی ہوتیں کوئی تلمید حروف تہجی میں سے اپنے لیے کوئی خاص حرف منتخب کرتا اور اس کا مقابل کوئی دوسرا حرف منتخب کرتا میں نے اپنے لیے حرف زاء کا انتخاب کیا تھا یعنی جب مقابلہ کی جانب سے کوئی شعر پیش ہوتا تو اس کے اخیر میں جو بھی حرف آئے۔ لام یا میم۔ یا الف وغیرہا تو میں وہ شعر پڑھتا جس کے اول میں تو وہی حرف ہوتا جو مقابل کے شعر کے اخیر میں تھا مثلاً لام۔ لیکن میرے پیش کردہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعر کے اخیر میں زاء ہی ہوتا اور اس سلسلہ میں سوائے ذال (ذ) ضاد (ض) اور پارسی یا (ژ) کے سب حروف کے ایسے اشعار یاد کی رکھے تھے جن کے آخر میں زاء ہی ہوتا۔

اور یہ مجالس بھی بڑی لطف انگیز ہوتیں اور ان مجلسوں میں اکثر ہمارے استاد مولانا ولی محمد صاحب شریک ہوتے۔ ہمارے مدرسہ میں صرف ایک طالب العلم بنام عبد الرحمٰن جیمس آباد کی طرف (ضلع تھر پارکر) کا رہنے والا اشعار کے سلسلہ میں غضب کا حافظہ رکھتا تھا اس کا منتخب حرف لام (ل) تھا اور یہ مجھ سے اچھی طرح مقابلہ کرتا تھا اور ایک دو مرتبہ مجھے شکست بھی دی طریقہ یہ تھا کہ دونوں جانب سے اشعار پیش ہوتے جب ایک مقابل کا ذخیرہ اشعار ختم ہو جاتا اور وہ اپنے مقابل کے شعر کے جواب میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا تو اس مقابل کو کہا جاتا کہ اب تم یہ شعر سناؤ جب وہ سنا دیتا تو اس کے حریف کو شکست ہو جاتی اور دستور یہ تھا کہ اشعار صرف وہ پڑھے جائیں گے جو کتب میں موجود ہیں مقابل کے جواب میں وہ شعر پڑھنے کی اجازت نہ ہوتی تھی جو کتب میں موجود نہ ہوتا مثلاً: انہوں نے خود بنالیا ہو اس لیے اگر کسی کے شعر کے بارہ میں کچھ شک ہوتا تو اس کو کہا جاتا کہ یہ شعر کتاب میں دکھاؤ۔ جس کو شکست ہوتی وہ پھر تیاری کر کے دوسرے جمعہ کی رات کو مقابلہ کے لیے میدان میں آ جاتا۔ افسوس اس نئے گوٹھ میں آنے کے بعد یہ پر لطف مجالس ختم ہو گئیں۔

والد ماجد رحمہ اللہ کو جہاد کا خیال بھی تھا اور ان کی یہی نیت تھی کہ اگر موقعہ ملا تو اسلام کے جھنڈے کے تحت جہاد کریں گے اسلحہ کی مشق بھی کرتے رہتے تھے کبھی کبھی شکار کو بھی جاتے کبھی قریبی کھیتوں کی طرف وہاں جا کر لوگ تیتروں کو آواز دے دے کر اڑایا کرتے اور آپ بندوق سے اس اڑتے ہوئے تیتر یا کسی اور پرندہ کا شکار کرتے اکثر و بیشتر ان کا نشانہ چوکتا نہیں تھا اور کبھی بیلوں (جنگلات) میں جاتے اور بارہ سنگوں اور دوسرے جانوروں کا شکار کرتے اور کبھی تلوروں کے شکار کے لیے کافی دور چلے جاتے۔ ہمیں بھی اس طرز عمل سے اسلحہ چلانے کی رغبت ہوئی اور چھوٹی خواہ بڑی بندوقیں چلایا کرتا تھا والد ماجد رحمہ اللہ کراچی سے برمنگھم کی بنی ہوئی ایک بیس ۲۰ بور (20 Bore) بندوق خرید دی جو میں چلایا کرتا تھا اور والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بھی میرے پاس رہی کچھ عرصہ بعد بھائی صاحب سید بدیع الدین شاہؒ صاحب نے مجھ سے مانگی اور میں نے ان کو دے دی بلکہ یہ اسلحہ چلانا بھی ہمیں ورثہ میں ملا تھا ہمارے جد امجد رحمہ اللہ بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اچھے نشانہ باز تھے اور اپنے والد سید رشید الدین شاہ رحمہ اللہ کی زندگی میں بسا اوقات بندوق یا رائفل لے کر شکار کو جاتے اور حالات سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ یہ سب جہاد کے لیے مشق کی نیت سے تھا اسی طرح ہمارے والد ماجد رحمہ اللہ کے نانا سید فضل اللہ شاہ رحمہ اللہ جو دوسرا جھنڈے والا تھا اور جس کو حروں نے شہید کر دیا تھا ان کے متعلق بھی باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ذکر و اذکار و اوراد میں اتنا زیادہ مشغول نہیں ہوتے تھے بلکہ اسلحہ جمع کرتے رہتے اور جنگلوں و بیلوں میں چھپ چھپکے جا کر وہاں اسلحہ چلاتے اور اس کی مشق کرتے اور ایک معتمد علیہ دوست نے بتایا اور کہا کہ یہ بات فلاں کتاب میں بھی ہے اس وقت اس کتاب کا نام اچھی طرح یاد نہیں رہا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ جب سید احمد شہید و سید اسمٰعیل شہید نے تحریک آزادی چلائی تھی اور جہاد کی تیاریاں کر رہے تھے تو ان کی ایک جماعت سندھ میں بھی تشریف آور ہوئی تھی اور وہ آ کر سید فضل اللہ شاہ شہید رحمہ اللہ کے پاس ٹھہرے تھے اور سید فضل اللہ شاہ نے اپنے اہل خانہ سے زیورات لے کر جہاد فنڈ میں اس جماعت کو دیئے تھے۔ والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بھی کافی عرصہ تک ہم بھی شکار پر جاتے رہے اور یہ مشغلہ جاری رکھا۔ بعد میں پھر یہ مشغلہ کچھ سرد پڑ گیا اب تو ایسا موقع ہی نہیں ملتا۔

والد ماجد رحمہ اللہ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا پورے ہندوستان بلکہ اس سے باہر بھی علماء کرام سے ان کے تعلقات تھے خاص طور پر جلالۃ الملک عبدالعزیز سلطان سعودیہ سے بھی ان کے کافی تعلقات تھے اور ان سے خط وکتابت کا سلسلہ بھی باقاعدہ جاری تھا۔

مجھے یاد ہے کہ جب ہم اس نئے گوٹھ میں آ گئے تو ایک مرتبہ والد ماجد رحمہ اللہ نے مولانا محمد مدنی رحمہ اللہ سے سلطان عبدالعزیز بن سعود کی طرف کتابوں کے سلسلہ میں ایک مکتوب عربی میں لکھوایا جو میں نے بھی پڑھا تھا۔ ان کا مسلک کتاب وسنت پر عمل کرنا تھا دوسرے کسی کی رائے کو ان دو ماخذوں سے بالا تر نہیں سمجھتے تھے۔ آپ کا نصب العین یا مقصد زندگی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی نشر و اشاعت تھی۔ حدیث پاک کے علوم کی طرف سب سے زیادہ آپ کی توجہ تھی حدیث وعلوم کی کتب کا آپ کو اتنا شوق تھا کہ بہت سے ملکوں مثلاً شام۔ مصر۔ مدینہ منورہ۔ مکہ معظمہ اور ہندوستان کے چند شہروں سے بہت سے کتب کثیر رقم صرف کر کے ماہر کاتبوں سے لکھوائے۔ حیدر آباد دکن میں مولانا قطب الدین ہالیجوی اور قاضی لعل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد صاحب کو بھیج کر نظام نواب عثمان علی خان کی خاص لائبریری سے بہت سی کتب نقل کروائیں۔ آپ وہاں کے دائرۃ المعارف کے اراکین میں سے ایک رکن بھی تھے دائرۃ المعارف کے کتب خانہ سے جتنی کتابیں چھپتی تھیں وہ آپ کے مکتبہ عالیہ علمیہ کو مفت ملتی تھیں آپ کا علمی ذوق ایسا تھا کہ مشہور محدث خطیب بغدادی کی مشہور کتاب تاریخ بغداد جو اس وقت طبع نہیں ہوئی تھی اس کو ۱۵۔۱۶ سو روپیہ صرف کر کے مصر سے اس کا فوٹو اسٹیٹ حاصل کیا جو نو ۹ جلدوں میں تھی اور ابھی تک ہمارے لائبریری میں محفوظ ہے، اور اس وقت کے ۱۵۔۱۶ سو آج کے ۱۵۔۱۶ ہزار سے بھی زیادہ قدر و قیمت رکھتے تھے اور اس کے کافی عرصہ بعد یہ تاریخ چھپ کر شایع ہوئی تو اس کو بھی حاصل کرلیا۔ اسی طرح تاریخ اصبہان لابی نعیم الاصبھانی کا فوٹو اسٹیٹ بھی لندن کے کتب خانہ سے ڈاکٹر کرنکو جو لندن کے کتب خانہ کا محافظ تھا ان کی وساطت سے حاصل کیا اسی ڈاکٹر کرنکو کی وساطت سے جرمن حکومت تک ''صحیح ابن خزیمۃ'' اور دوسرے تفاسیر کی کتب کے حصول کے لیے کوشاں ہوئے لیکن فوٹو وغیرہ کا صحیح انتظام نہ ہونے کی وجہ سے یہ کتب حاصل نہ کر سکے۔ حدیث کے علوم میں سے خصوصی طور پر فن رجال میں آپ کو بڑا درک تھا۔ ایک مرتبہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ آریہ سماج سے مناظرہ کے سلسلہ میں سندھ میں تشریف فرما ہوئے اور پھر والد ماجد رحمہ اللہ کے پاس بھی تشریف لائے مجھے یاد ہے کہ انہوں نے غالباً تین دن تک ہمارے پاس قیام کیا اور اس قیام کے دوران مولانا مرحوم نے حضرت والد ماجد رحمہ اللہ سے رجال کے متعلق گفتگو کی مولانا مرحوم جب واپس ہوئے تو فرمایا: آج اگر فن رجال کا کوئی امام ہے تو پیر احسان اللہ شاہ راشدی ہے۔

پیر جھنڈو میں جو ہمارے جد امجد رحمہ اللہ کا کتب خانہ تھا اس کا کچھ حصہ والد ماجد رحمہ اللہ کے پاس رہا جو اس نئے گوٹھ میں اپنے ساتھ لے آئے اور بقیہ ہمارے عم محترم سید ضیاء الدین شاہ رحمہ اللہ کے پاس رہا، عم مرحوم نے اس میں کچھ اضافہ بھی کیا لیکن ان کی وفات سے کافی عرصہ بعد ان کے بڑے فرزند اور ان کے جانشین برادرم سید وہب اللہ شاہ نے کراچی میوزیم کو فروخت کر دیا جس کا افسوس تو بہر حال ہوا لیکن اس سلسلہ میں ہم کر بھی کیا سکتے تھے ہمارے جد امجد رحمہ اللہ اور والد ماجد رحمہ اللہ کا علمی ذوق اور کتابوں کا شوق ہم دو بھائیوں راقم الحروف اور سید بدیع الدین شاہ کو ورثے میں ملا ہے اور والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد لائبریری میں کتب کا بڑا ذخیرہ جمع کر دیا ہے اور ابھی تک کر رہے ہیں و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یشــاء اس نئے گوٹھ میں منتقل ہونے کے بعد والد ماجد تقریباً ڈیڑھ برس زندہ رہے مسجد کے پہلے طبقہ کے تیار ہوتے ہی ان کی علالت شروع ہوگئی حیدرآباد کراچی وغیرہما ماہر ڈاکٹروں اور حکیموں سے علاج کرایا چند دن عارضی طور فائدہ ہوتا لیکن بیماری چھوڑتی ہوئی نظر نہ آتی تھی بالآخر ۱۵ شعبان ۱۳۵۸ ھ میں ان کا انتقال ہوا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

افسوس ان کی عمر اتنی زیادہ نہ ہوئی آپ کا تولد ۲۷ رجب ۱۳۱۳ھ ہوا اس حساب سے وفات کے وقت ان کی عمر ۴۵ پنتالیس برس اور ۱۸ اٹھارہ دن ہوئے آخری دن ظہر نماز کے بعد جماعت کے بہت سے افراد کے سامنے میرے ماموں سید محمد بقا شاہ مرحوم کو فرمایا کہ میرے بعد میری جگہ پر محبّ اللہ کو بٹھانا اور دوسری جماعت کو بھی یہ اطلاع دے دینا میں رو رہا تھا لیکن میرے ذہن میں یہ تصور بھی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ یہ متبرک ہستی اور ایک شفیق ورحیم والد اب ہمارے پاس چند لحوں کے مہمان ہیں ایسا نہ سوچنے کے باوجود جو کچھ ہونے والا تھا وہ حقیقت ثابتہ بن کر ہماری آنکھوں کے سامنے آ گیا اس کا جو ھم وحزن کلال و ملال ہوا اس کا بیان قید تحریر میں نہیں آ سکتا ایسا معلوم ہوتا کہ ایک بھاری پہاڑ ہمارے سروں پر گر گیا ہے سمجھ میں ہی نہ آتا تھا کہ اب کیا ہوگا والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات کے وقت میری عمر ۱۸ برس ۶ ماہ اور پندرہ یا سولہ دن تھی۔ ۱۵ شعبان کو نماز عصر کے بعد ان کا انتقال ہوا اور دوسرے دن تقریباً ۱۱ بجے ان کو سپرد خاک کر دیا گیا (منها خلقناكم وفيها نعيدكم و منها نخرجكم تارة اخرىٰ) مولانا محمد نور نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تین دن بعد راقم الحروف کو والد ماجد رحمہ اللہ کی جگہ پر بٹھایا گیا۔ والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات تک میں پڑھ رہا تھا اور ابھی تک فارغ التحصیل نہ ہوا تھا۔ جماعتی ذمہ داریوں سے ابھی تک دو چار ہونے کا موقعہ ملا ہی نہ تھا گو جماعت کے چند لوگوں کے پاس اپنی علالت یا کسی اور وجہ سے چند بار ان کی دعوتوں پر مجھے بھیجا تھا لیکن صغرسنی اور کھیل وکود کا زمانہ ہونے کے باعث اس گراں بار اور پیٹھ توڑنے والے بوجھ سے میں قطعی ناآشنا تھا اس لیے اچانک جو یہ بے حد کٹھن ذمہ داری میرے ناتواں کندھوں پر پڑی تو میں بوکھلا گیا اور یہ صورت حال میرے لیے انتہائی ناگوار تھی جانشینی اور دستار بندی کے وقت تو مجھ پر قدرت کی طرف سے ایسا اثر پڑا کہ میں بالکل خاموش رہا اور اس صورت حال کی خلاف کچھ کر نہ سکا لیکن اس ماجرے پر ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ میری طبیعت بے حد پریشان ہوگئی اور ایسے ایسے خیالات وتصورات نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے دماغ پر قبضہ جما لیا جن کا اس وقت میں تذکرہ بھی نہیں کرسکتا اور اس حالت میں چند وسائل و ذرائع کو بھی اپنایا تا کہ مجھے اس ذمہ واری سے سبکدوش کر دیا جائے لیکن اللہ عزوجل کی طرف سے جو کچھ مقدر تھا وہ ہو کر رہا آہستہ آہستہ اس صورت حال سے اپنے آپ کو مانوس بنا لیا۔ ان سب امور کے باوجود میرے دل میں حصول علم کی ایک لگن لگی ہوئی تھی اور اس کا بے پناہ ذوق وشوق میرے دل و دماغ پر حاوی تھا چنانچہ میں نے اپنی تعلیم جاری رکھی اور مولانا محمد نور رحمہ اللہ کے پاس کچھ پڑھا کچھ توضیح وتلویح کا حصہ اور کچھ اور کتابیں پھر بعد میں کچھ ناگریز اسباب کی بنا پر وہ ہمارے مدرسہ کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئے۔ مولانا محمد نور کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔

(۱۲)...... میرا باہواں ۱۲ استاد مولانا قطب الدین ہالیجوی تھے آں محترم سندھ کے سکھر ضلع میں اسٹیشن پنو عاقل سے تین چار میل کے مفاصلہ پر ایک گوٹھ بنام ہالیجی شریف میں رہتے تھے اور مولانا حماد اللہ رحمہ اللہ کے صحبتی تھے والد ماجد کے زمانے سے وہ ہمارے مدرسہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتے آرہے تھے والد ماجد کے زمانہ میں تو ان سے بہت تھوڑا علم حاصل کیا ان کے انتقال پر ملال کے بعد ان کے ہاں تفسیر میں بیضاوی شریف تادرس۔ حدیث میں صحیح بخاری وصحیح مسلم کا کچھ حصہ اصول حدیث میں نزهة النظر شرح نخبة الفكر اصول فقہ میں توضیح وتلویح کا کچھ حصہ۔ نحو میں علامہ زمخشری کا مفصل مکمل طور پر پورا پڑھا۔ علم البلاغة میں علامہ تفتازانی کی مطول المعانی کو بھی پورے کا پورا پڑھا، علم المناظرة میں رشیدیہ پڑھا۔ عربی ادب میں الادب جو شرح جامی کی ابتداء میں لگا ہوا ہے اور جو علامہ عبدالاول رحمہ اللہ جونفوری نے تحریر کیا تھا۔ شرح جامی کی ابتداء میں ایک اور رسالہ بنام التقرير المعقول فى شرح الحاصل و المحصول بھی ان کے پاس پڑھا۔ حاشیة عبدالغفور علی الجامی کا ارادہ تھا لیکن پڑھ نہیں سکا۔ علم التصریف میں شافیہ لابن الحاجب پوری کی پوری پڑھی بعد میں دو ڈھائی برس کے لیے مولانا قطب الدین صاحب مدرسہ کو چھوڑ گئے۔

(۱۳)...... ان کے جانے کے بعد میرا تیراھواں استاد مولانا محمد خلیل بن مولانا محمد سلیم ہیں یہ اصل لدھیانہ کے رہنے والے تھے لیکن تقسیم ہند سے کافی عرصہ قبل ان کے والد مولانا محمد سلیم سندھ آکر خیر پور میرس کے نزدیک آباد ہو گئے اور ان کے سب بیٹے مولانا محمد خلیل مولوی محمد جمیل مولوی رشید احمد سب ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ اسی نئے گوٹھ میں اقامہ پذیر ہو گئے جب مولانا محمد خلیل ہمارے مدرسہ میں آگئے تو ان کے ہاں میرے ساتھ ان کے دو بھائی مولوی محمد جمیل اور مولوی رشید احمد بھی پڑھتے تھے مولانا محمد خلیل بھی بہترین عالم تھے ان کے پاس میں نے ادب میں المعلقات السبع پڑھا فلسفہ میں هداية الحكمة و منطق میں سلم العلوم . التصورات شرح السلم لمُلّامبین اور التصدیقات میں سلم العلوم کی شرح لمولوی حمد الله اصول فقه میں مسلم الثبوت حدیث میں الصحیح لإمام البخاری کا بھی کچھ حصہ ان کے پاس پڑھا صحیح بخاری کے پڑھانے کا طریقہ ان کا یہ تھا کہ ہم صحیح بخاری ان کے سامنے رکھ لیتے اور وہ فیض الباری للعلامہ انور شاہ الکاشمیری اور مولانا شبیر احمد کی بخاری پر تقریرات جو ایک کاپی پر لکھی ہوئی تھیں سامنے رکھتے اور پھر حفظا چلنے والے سبق پر تقریر فرماتے اس طرح بہت سی باتیں ہمیں معلوم بھی ہو جاتیں اور یاد بھی ہو جاتیں انہوں نے اس کی سند و اجازت بھی مجھے عنایت فرمائی تھی اور اکثر جمعہ کی رات کو بخاری شرف سامنے رکھتے پھر ایک یا دو حدیثیں پڑھتے پر ان پر شیعہ بریلوی وغیرہم کی طرف سے جو اعتراض ہوتے ان کا عالمانہ طریقہ پر دفاع کرتے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے شیعہ کے رد میں مجھے ایک نوٹ بک بھی لکھ دیا تھا جو عربی میں تھا اور ایک چند ورق کاپی پر بریلویوں کے عقیدہ حاضر و ناظر پر عربی میں تردید فرمائی ان کے قیام کے دوران ان سے بہت علمی فوائد اور نقطے حاصل ہوتے اور گاہے بگاہے جمعہ کی رات کو مخالفین سے مناظرہ کرنے کی مشق کراتے مثلا ایک موقعہ پر کسی طالب العلم کو بریلوی موقف کی ترجمانی کے لیے کھڑا کیا جاتا اور دوسرے طالب العلم کو اس کے مقابلہ میں اس کی جواب دہی کے لیے امر کیا جاتا اور یہ مواقع بڑے پر لطف ہوتے مولانا محمد خلیل قراءت کے علم سے بھی واقف تھے مجھے اس علم کے حصول کی ترغیب دی میں نے کتاب مقدمۃ الجزری جو علم القراءت پر شعروں میں کتاب ہے منگوائی اور ارادہ تھا کہ اس کو پڑھیں گے لیکن یہ مقصد پورا نہ ہوا اور یہ حسرت دل میں رہ گئی۔ کافی عرصہ بعد ہم نے اپنے مدرسہ میں لاڑکانہ ضلع کے رہنے والے ایک قاری بنام عزیز اللہ کو مدرسہ میں رکھا اور اس کے پاس اردو سندھی زبان میں علم القراءۃ کی کتاب پڑھی اور قراءۃ کی مشق کی اس طرح بحمد اللہ یہ علم بھی بقدر ضرورت حاصل ہو گیا۔

ریاضی میں اقلیدس بھی مولانا محمد خلیل کے پاس پڑھی مولانا اشرف علی سے کافی متاثر نظر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آتے تھے دو سال یا اس سے کچھ زائد عرصہ کے بعد مولانا صاحب ہمارے مدرسہ کو چھوڑ کر حیدر آباد کے نزدیک مدرسہ مدینۃ العلم بھینڈہ میں مدرس بن گئے۔لیکن ہمارے ساتھ ان کے تعلقات و مراسم برابر اچھے رہے۔

(۱۴)...... چودھواں ۱۴ استاد مولانا محمد احمد تھے وہ بھی اصل لدھیانہ کا رہنے والا تھا اور مولانا محمد خلیل سے قرابت تھی۔ان کے پاس دیوان متنبّی پڑھی دوسری کوئی کتاب یاد نہیں آتی۔

(۱۵)...... استاد مولانا بہاء الدین تھے یہ افغانستان کے پٹھان تھے وہ ایک سال مدرسہ میں رہے ان کے پاس بھی کچھ کتابیں پڑھیں لیکن اس وقت ان کتابوں کے نام یاد نہیں آ رہے تقریباً ڈیڑھ برس بعد مولانا قطب الدین ہالیجوی پھر ہمارے ہاں تشریف لائے اور ان ہی کے پاس فارغ التحصیل ہوا اور ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں مولانا احسان احمد شجاع آبادی اور چند دوسرے علماء کرام تشریف فرما ہوئے ان کی تقریریں ہوئیں اور اسی جلسہ میں مولانا قطب الدین صاحب کے ہاتھ سے میرے علمی دستار بندی ہوئی۔

(۱۶)...... استاد مولانا عبد الحق بہاولپوری ثم المہاجر المکی رحمہ اللہ تھے ان کے سامنے صحاح ستہ کی چند احادیث پڑھیں اور انہوں نے مجھے حدیث کی سند و اجازت مرحمت فرمائی انہوں نے ایک بڑے عریض وطویل ورق جس کے نیچے رقیق کپڑا چسپاں تھا اس پر کتب احادیث کے علاوہ دوسری علوم کے کتب مثلا کافیہ لابن حاجب کی بھی سندیں تحریر فرما کر مجھے عنایت کی تھی اور یہ کافی عرصہ میرے پاس رہی بعد میں پتہ نہیں کون اس کو چرا کر لے گیا۔تلاش بہت کی لیکن بے سود۔

(۱۷)...... میرا سترہوں ۱۷۔استاد مولانا ابو سعید شرف الدین دہلوی تھے تقسیم کے بعد یہ ایک سال یا اس سے کچھ زائد عرصہ ہمارے پاس رہے ان کے سامنے بھی صحاح ستہ کی چند احادیث پڑھیں انہوں نے بھی اپنے قلم سے سند اجازۃ بالروایۃ تحریر فرما کر اور اس پر اپنی مہر لگا کر مرحمت فرمائی جو۔الحمد للہ۔آج تک محفوظ ہے وہ طب کا بھی علم رکھتے تھے خیال تھا کہ ان سے کچھ حاصل کروں لیکن یہ میسر نہ ہو سکا۔

(۱۸)...... میرا اٹھارہواں استاد مولانا عطاء اللہ حنیف ہیں انہوں نے بھی مجھے سند و اجازت عنایت کی اور وہ بھی محفوظ ہے۔

مولانا شرف الدین دہلویؒ اور مولانا عبد الحقؒ صاحب اور مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب رحمہ اللہ صرف حدیث میں میرے اساتذہ ہیں ان سے اور کچھ نہیں پڑھا۔ بقیہ پندرہ اساتذہ میں سے سوائے مولانا عبد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الوہاب کے سب کے سب مسلکاً حنفی تھے لیکن میں۔ الحمد لله علی ذلك . ایک دن تو کیا ایک لمحہ کے لیے بھی حنفی نہ بن سکا۔ ان کے علوم سے تو کافی (اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے) بہرہ ور ہوا لیکن ان کی حنفیت میری طرف منتقل نہ ہوسکی اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ میں نے جس ماحول میں آنکھیں کھولی تھیں اس میں مجھ پر ہر معاملہ میں اور زندگی کے ہر شعبہ میں کتاب اللہ اور سنۃ رسول اللہ سبحانہ وتعالیٰ ﷺ کا رنگ چڑھا ہوا تھا والد ماجد رحمہ اللہ سنت کے اتباع میں اتنا آگے بڑھے ہوئے تھے کہ وفات کے بعد ان کی جماعت اور اعزہ واقرباء نے ان کو پیر سائیں "سنت والے" کہنے لگے جس طرح ہمارے جدامجد رحمہ اللہ کو خلافت والے اور پردادا کو بیعت والے کہا جاتا تھا والد ماجد رحمہ اللہ کی یہ کیفیت تھی کہ جب بھی کسی بات کے بارہ میں حدیث کی کتب سے معلوم ہو جاتا کہ یہ آنحضرت ﷺ کی سنت ہے تو جب تک اس پر عمل نہ کرتے ان کو اطمینان نہ ہوتا۔

نماز میں رفع الیدین کے بارے میں اتنے مضبوط و پکے تھے کہ اگر بھول کر یا کسی وجہ سے ہم کبھی رفع الیدین ترک کر دیتے تو فوراً ٹوکتے اور فرماتے تم نے رفع الیدین کیوں چھوڑ دی؟ اس طرح فوراً متنبہ ہوجاتے اور پھر اس سنت پر مستحکم ہو جاتے۔ ایک مرتبہ والد ماجد رحمہ اللہ ضلع حیدرآباد میں ٹنڈہ محمد خان سے چند میل کے فاصلہ پر ان کے چچا سید محبوب شاہ رحمہ اللہ کے پاس پہنچے اور ان سے ان کی دختر کے خواستگار ہوئے (یہ ان کی تیسری شادی تھی جو ہمارے سامنے ہوئی) پیر صاحب مرحوم حنفیت کی طرف مائل تھے اس لیے فرمایا کہ آپ نماز میں رفع الیدین کرتے ہیں یہ چھوڑ دیں تو میں اپنی دختر آپ کو دینے کے لیے تیار ہوں والد ماجد رحمہ اللہ نے فرمایا: چچا جان عورت کی خاطر میں حضرت رسول اللہ سبحانہ وتعالیٰ ﷺ کی سنت کو ترک نہیں کر سکتا یہ تو ایک عورت ہے اگر اس جیسی ہزار عورتیں بھی ہوں تو وہ بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول ﷺ کی سنت پر قربان کر دینی چاہئیں بس یہ کہہ کر وہ اپنے گوٹھ واپس آ گئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان خود پیر صاحب مرحوم نے والد صاحب رحمہ اللہ کو بلا کر اپنی سعادت مند دختر کو والد ماجد رحمہ اللہ کے نکاح میں دے دیا۔

ہمارے والد ماجد رحمہ اللہ کا یہ دستور تھا کہ فجر کی نماز کے بعد اشراق تک عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک مسجد میں بیٹھے رہتے اس میں علماء وغیرہم بیٹھتے اور علمی و دینی گفتگو ہوتی اور دینی مسائل پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بحث مباحثہ اور جانبین کی طرف سے دلائل پیش ہوتے اور یہ مجلسیں پر لطف ہوتیں۔ ہمارے مدرسہ میں ایک بنگالی طالب العلم بنام سمیرا الدین پڑھتا تھا وہ عصر نماز بعد اکثر والد ماجد رحمہ اللہ کی صحبت میں بیٹھتا اور دینی مسائل پوچھتا، انہوں نے والد ماجد رحمہ اللہ کو نماز میں رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا تو رفع الیدین کرنا شروع کرنا شروع کر دی چند دن بعد پھر رفع الیدین ترک کر دی ایک مرتبہ نماز عصر بعد والد ماجد رحمہ اللہ نے ان سے دریافت فرمایا: (اس مجلس میں راقم الحروف بھی حاضر تھا) اے سمیر الدین تو نے رفع الیدین کیوں ترک کر دی؟ انہوں نے جواب دیا کہ پیر سائیں مولوی حمید الدین فرماتے ہیں کہ یہ امام ابو حنیفہ کا مذہب نہیں یا یہ کہا کہ یہ بات امام ابو حنیفہؒ کے مذہب میں نہیں ہے اس پر والد ماجد رحمہ اللہ نے فوراً فرمایا: قیامت کے دن تجھ سے سوال آنحضرت ﷺ کی سنت سے ہوگا یا امام ابو حنیفہؒ کے مذہب سے؟ وہ بیچارہ خاموش ہو گیا۔ غالباً انہوں نے پھر رفع الیدین شروع کر دی ایسے بہت سے واقعات ہیں ان کا احصاء مقصود نہیں ہے بلکہ ہمارے پورے خاندان میں۔ والحمد للہ ۔ یہ روح سازی تھی کہ جب ان کو صحیح طور پر معلوم ہو جاتا کہ کتاب وسنت سے عمل صحیح ثابت ہے تو وہ پہلے عمل کو فوراً چھوڑ دیتے اور صحیح سنت پر عامل ہو جاتے میرا مطلب ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمارا ''جھنڈائی خاندان'' ابتداہی سے مسلک اہل حدیث پر عامل رہا ہے ہاں جب تک کوئی صحیح بات یا سنت کا طریقہ معلوم نہ ہوتا تو مروجہ روایات جو حنفیہ علماء میں مشہور ومعروف ہوتیں یا جس عمل پر اپنے اسلاف کو دیکھا اس پر عمل کرتے رہتے لیکن جونہی معلوم ہوتا کہ روایت یا عمل مسنون طریقہ کے خلاف ہے اسی وقت اس سے رجوع فرما لیتے حنفی علماء کی روایات پر صحیح طریقہ کے علم سے پہلے اس لیے زیادہ عمل پیدا ہوتا کہ اس وقت پورے ملک میں مذہب حنفی ہی رائج تھا جس کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

مثلاً ہمارے راشدی خاندان کے مورث اعلیٰ سید محمد راشد شاہ کا فتوی یہی تھا کہ شہروں خواہ گاؤں میں جمعہ ہی پڑھنا ہے حالانکہ اس وقت ملک کے طول وعرض میں (خصوصاً سندھ میں) اکثر علماء بلکہ تقریباً سب کا فتوی یہ تھا کہ گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا۔

ہمارے پردادا سید رشید الدین شاہ علیہ الرحمۃ کے ملفوظات میں ان کے فرزند رشید ہمارے جد امجد سید رشد اللہ شاہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حرمین شریفین سے شہد کا ڈبہ آیا اس کو کھولا گیا تو اس میں مردہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوہا پایا گیا ہمارے والد (سید رشید الدین شاہ) نے اس وقت کی روایات فقہیہ کے مطابق اس کو آگ پر کڑھایا اور اس میں پانی ڈال کر اس کو جماعت کے سامنے رکھا اس سے جماعت بھی پی رہی تھی اور والد ماجد رحمہ اللہ بھی ہاتھ میں پیالہ اٹھائے ہوئے تھے شاید ایک دو گھونٹ انہوں نے بھی اس سے نوش کئے ہوں گے (ہمارے جدامجد سید رشد اللہ شاہ) باہر سے آئے اور مجلس میں پہنچنے سے پہلے ہی دور سے عرض کیا کہ پیر سائیں یہ شہد پاک نہیں ہوسکتا۔ پیر سائیں رحمہ اللہ نے پیالہ رکھ لیا اور فرمایا کیوں بابا کیوں؟ ہمارے جد امجد رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ حدیث میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت فرمایا کہ ہمارے گھی میں چوہا پڑ جاتا ہے اس کے متعلق کیا ارشاد ہے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ گھی جامد (جما ہوا ہے) تو جس جگہ چوہا پڑا ہوا ہو اس جگہ اور اس کے متصل والے گھی کو نکال کر باقی کو استعمال میں لائیں اگر وہ پگھلا ہوا ہے تو سارا بہا دیا جائے جدامجد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شہد چونکہ سیال ہے لہٰذا یہ پاک نہیں ہوسکتا جدامجد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پیر سائیں نے حدیث کی کتاب منگوائی اور حدیث کے الفاظ کو ملاحظہ فرما کر شہد کا سارا ڈبہ زمین پر بہا دیا، اور ایک دو گھونٹ جو انہوں نے نوش کئے تھے اس پر بھی کافی تاسف کا اظہار فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ آئندہ میاں رشد اللہ شاہ (جدامجد رحمہ اللہ) جو حدیث ہمیں بتلائیں گے اس پر عمل کریں گے۔ اس قسم کی اور باتیں بھی ان کے ملفوظات میں ہمارے جدامجد رحمہ اللہ اور دوسرے جماعتیوں سے منقول ہیں۔

پھر ہمارے جدامجد رحمہ اللہ کا دور آیا انہوں نے حدیث وعلوم حدیث اور دوسرے علوم اسلامیہ پر کتب کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کر کے ایک لائبریری قائم کر دی جو اس سے ان کی حدیثی معلومات میں اضافہ ہوا اور اس لئے اہل حدیث وحنیفہ کے مابین جتنے مسائل مشہور مختلف فیہا ہیں تقریباً ان سب میں احناف سے اختلاف کیا اور حدیث پر بھی عمل کیا۔ مثلاً منی کی طہارت، ہر قسم کے جورابوں پر مسح کا جواز، نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا، فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر، رفع الیدین کا مسنون ہونا، سجدہ میں گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھنا، جلسہ میں سبابہ کے ساتھ اشارہ کرنا، وتر مغرب کی نماز کی طرح نہ پڑھنا، بلکہ یا تو بلا بیٹھے تینوں رکعات پڑھنا یا پھر دو رکعت پر بیٹھ کر سلام پھیر کر پھر تیسری رکعت علیحدہ پڑھنا، شہروں خواہ گاؤں میں جمعہ ادا کرنا، نکاح میں شہادت و ولایت کا شرط ہونا، تکرار جماعت ثانیہ وغیرہا، دوسرے مسائل میں انہوں نے حنفیہ سے بالکل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف کیا ہے اور مذکورہ مسائل میں سے اکثر پر ان کے کتب و رسائل بھی عربی۔ فارسی۔ سندھی۔ اردو میں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ میرے علم میں ان کی صرف ایک دو باتیں ایسی آئی ہیں جن میں انہوں نے حنفیہ سے موافقت کی ہے مثلاً خون کے بہنے سے وضوء کا ٹوٹ جانا لیکن اس میں بھی انہوں نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے مستحاضہ عورت کو فرمایا تھا کہ "انما ھی عرق" سردست اس استدلال کی صحت وسقم سے بحث نہیں مطلب یہ تھا کہ جد امجد رحمہ اللہ نے حنفیہ کے کسی مسئلہ کو محض تقلیداً تسلیم نہیں فرمایا اگر کسی مسئلہ میں ان سے موافقت کی تو وہ بھی دلیل کی بنا پر۔

خلاصہ کلام ہمارا پورا خاندان مسلک اہل حدیث پر ہی تھا اور عام طور جو یہ کہا جاتا ہے کہ مسلک اہل حدیث کو سب سے پہلے صرف ہمارے والد ماجد رحمہ اللہ نے اختیار فرمایا تھا یہ سراسر سطحی اور غیر تحقیقی بات ہے۔ حق پرستی۔ حق کی طرف رجوع اور اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی اس کی تلافی و تدارک کی مثالیں ہمارے آباء واجداد کی زندگیوں میں بہت سی ملتی ہیں جس کی ایک لاجواب مثال ہمارے جد امجد رحمہ اللہ کے ایک واقعہ میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے ایسی مثالیں قرون مشہود لہا بالخیر کے سلف صالحین میں تو بہت ملتی ہیں لیکن ہمارے اس دور میں ایسی مثالیں ملنی ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ضرور ہیں یہ واقعہ ہمارے ایک دو دوستوں نے جو اہل علم ومعتمد علیہا تھے اور جو اس واقعہ کے عینی گواہ تھے انھوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ حضرت جد امجد سید رشد اللہ شاہ رحمہ اللہ عصر نماز بعد دستور کے مطابق مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے ان کے اور مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ کے مابین کسی مسئلہ پر گفتگو ہو رہی تھی ہمارے جد امجد بھی دلائل پیش فرما رہے تھے تو مولانا مرحوم بھی اپنی طرف سے دلائل دے رہے تھے کہ ایک مرحلہ پر ہمارے جد امجد رحمہ اللہ کو غصہ آ گیا اور مولانا کو کہا کہ مولوی صاحب! آپ جس طرح پہلے سکھ تھے اسی طرح سکھ ہی رہے مولانا مرحوم نے اور تو کچھ نہ کہا زبان سے صرف یہ الفاظ کہے "بئس الاسم الفسوق بعد الایمان" الآیة.

یہ الفاظ سن کر حضرت جد امجد رحمہ اللہ خاموش ہو گئے اور اسی وقت نماز مغرب کی اذان ہوئی نماز سے فراغت کے بعد حضرت جد امجد رحمہ اللہ نے پوری جماعت جو اس وقت وہاں موجود تھی اس سے کہا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی ہے میں نے مولانا عبید اللہ کو برا لفظ کہہ دیا ہے اب آپ میرے ساتھ چلیں تا کہ مولانا کے گھر جا کر ان سے معافی مانگ لیں اس طرح پوری جماعت کو لے کر مولانا کے گھر پر حاضری دی اور ان سے عرض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا کہ پوری جماعت کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور آپ سے معافی کا خواست گار ہوں مولانا راضی ہو گئے اور معاف کر دیا اگر حضرت جد امجد رحمہ اللہ اگر اپنی بزرگی یا مرتبہ و مقام حیثیت و پوزیشن کو اہمیت دیتے تو ہرگز مولانا کی خدمت میں اس ہیئت سے معافی کے لیے نہ جاتے لیکن انہوں نے حق کے طرف رجوع کو مقدم رکھا اور اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی مولانا سے معافی کے طلب گار بن گئے آج ہماری حالت تو ایسی ہے کہ ایسی باتیں تو ہماری قسمت میں نہیں ہیں لیکن اس سے بہت کم تر باتوں کی تلافی یا تدارک کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے اگر ایک مرتبہ کسی مسئلہ پر اظہار خیال کیا یا کسی مسئلہ کے بارے میں فتویٰ دیا پھر اگر کسی نے ہماری غلطی پکڑ لی اور ہماری رائے کو غیر صحیح ثابت کیا تو ہم حق کی طرف تو رجوع کرنے کے بجائے الٹا کسی نہ کسی طرح اپنی بات کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیتے ہیں اور مطمع نظر صرف یہ ہوا کرتا ہے کہ کسی طریقہ سے صرف کر دیتے ہیں مقابل کی بات غلط ثابت کی جائے باقی رہا احقاق حق تو یہ ان کی بلا سے! فانا للہ وانا الیہ راجعون . ہمارے جد امجد کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمایئے:

انہوں نے اپنی دختر نیک اختر ایک پیر صاحب کو نکاح میں دی تھی کچھ عرصہ بعد وہ پیر صاحب فوت ہو گئے اور یہ ان کی دختر ثیبہ ہو گئی عدت کے بعد آپ نے اپنے اعزہ واقرباء کو کہا کہ آپ میری دختر مجھ سے نکاح میں لے لیں لیکن پیروں کی اکثریت اس بات پر تیار نہیں ہو رہی تھی او کہہ رہے تھے کہ اس قسم کی بات پہلے ہم میں کبھی نہیں ہوئی ثیبات کو دوسرا شوہر نہیں دیا کرتے تھے آپ یہ نئی رسم نکال رہے ہیں حضرت جد امجد رحمہ اللہ نے فرمایا بھائیو یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے قرآن کریم میں ہے ”وانکحوا الایامیٰ منکم“ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں کسی کی بات مقدم نہیں ہو سکتی اگر بالفرض پہلے نہیں ہوئی تو اب اس سنت کو ضرور رواج دینا چاہیے۔

ایک مولوی صاحب بنام عبد الحی سندھی جیمس آباد ضلع تھی پارکر کی جانب رہنے والے تھے والد ماجد رحمہ اللہ کے مدرسہ میں ہم سبق تھے اور ایک دوسرے دوست نے بتایا کہ جد امجد رحمہ اللہ بالآخر تنگ آ کر ایک مرتبہ مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر جماعت سے بھری ہوئی مجلس میں پیروں سے فرمایا کہ: اے پیرو! اب بھی تم اگر میری دختر سے نکاح کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے تو پھر میں اپنی دختر مدرسہ کے کسی طالب العلم کو حق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکاح میں دے دوں گا۔

ان کا یہ مصمم ارادہ دیکھ کر اور آپ کی اس دوٹوک بات کو سن کر پیروں میں سے سید افضل شاہ اس بات پر آمادہ ہوگئے اور ان سے نکاح کیا جس میں سے اور ان کی اولاد بھی ہوئی قارئین کرام آپ اس طول کلامی سے خفا نہ ہوں بات یہ ہے کہ ؎

ندید بود حکایت دراز تر گفتم
چناں کہ حرف عصا گفت موسی طور اندر

اس پوری بات کہنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ جو نونہال ایسے سنت کے شیدائی والد کے زیر سایہ عاطفت پرورش پائے اور ایسے خاندانی ماحول میں آنکھیں کھولے جہاں ہر بات میں کتاب وسنت کی حکمرانی ہو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات عالیہ کا اتباع ہو وتقلید کی طرف عموماً اور حنفیت کی جانب خصوصاً کیسے مائل ہوسکتا ہے؟ لہٰذا میرے اساتذہ کی اکثریت تو بلاشبہ حنفیہ ہی تھی لیکن میں ایک گھنٹہ کے لیے بھی حنفی نہ بن سکا والحمدللہ اولا وآخرا۔

ہماری تعلیم کے زمانہ میں مدرسہ اور طلباء کی یہ کیفیت تھی کہ ہر روز طلباء قریبی جنگلوں میں جاتے اور لکڑیاں لاتے اس سے روٹی پکتی اور وہ کھاتے۔ کھانا اکثر اوقات طلباء کے لیے دن کو باجرہ کی روٹی اور کبھی گندم کی جس کے ساتھ دال ہوتی اور رات کو جو مدرسہ کی بکریاں ہوتیں ان سے دودھ حاصل کیا جاتا تھا اور مدرسین کے لیے گندم کی روٹی اور دال ہوتی۔ ہم نے تو یہی مدرسین اور طلباء کا کھانا دیکھا کافی عرصہ بعد ایک جمعہ کی رات کو گڑ کے ساتھ میٹھے چاول اور دوسرے جمعہ کی رات کو گوشت کا پلاؤ ہوتا کبھی گوشت کا شوربہ بھی ہوتا لیکن باقی ایام میں یہی روٹی اور دال ہوتی لیکن اس خشونت عیش کے باوصف تحصیل علم کا یہ عالم تھا کہ مدرسہ میں دوسو طلباء ہوتے تو کئی حفاظ قرآن نکلتے کئی علم کی تحصیل سے فراغت پا کر دین کی تبلیغ واشاعت میں لگ جاتے ہم نے دیکھا کہ اس وقت اصل مقصود صرف علم کا حصول تھا اور کھانے پینے وغیرہ کی باتیں ثانوی درجہ رکھتی تھیں لیکن اب دیکھتے ہیں کہ مدرسہ میں طلباء کو قیام وطعام کی وہ سہولتیں مہیا ہیں جو ہمارے زمانے کے طلباء کے خواب وخیال میں بھی نہ تھیں لیکن علم کا کوئی شوق نہیں طلباء میں میں اتنی تن آسانی آگئی ہے کہ علم کے حصول کے لیے ماضی کے طلباء کی عشر عشیر جہد وجہد بھی ان سے متوقع نہیں اور پھر علم کا معیار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی افسوس ناک حد تک گر گیا ہے اب اکثر مواضع پر منتظمین کو دیکھتے ہیں کہ وہ اس مشغل کو اس لیے جاری رکھے آرہے ہیں کہ یہ دینی تعلیمی چشمہ بالکل بند نہ ہو جائے ورنہ ان اداروں سے ایسے علماء بہت کم نکلتے ہیں جو ماضی کے علماء سے ہم پلہ ہو سکتے ہوں۔

ہمارے خاندان میں طب کا علم بھی چلا آیا ہے ہمارے جد امجد رحمہ اللہ بڑے اچھے اور ماہر حکیم تھے اور نبض دیکھ کر مریض کو مرض بتا دیتے والد ماجد کا بھی علم طب سے اچھا خاصا لگاؤ تھا راقم الحروف کو بھی اس علم کے حصول کا بڑا شوق تھا میں نے اپنے ماموں محترم سید محمد بقا شاہ جو یونانی طب اور ہومیو پیتھک کے اچھے ماہر تھے ان کے ہاں تھوڑا سا ''میزان الطب'' پڑھا لیکن باوجود اس شوق کے یہ علم حاصل نہ کر سکا میرے عزیز بھائی سید بدیع الدین شاہ صاحب نے بھی ہومیو پیتھک سے اچھی مناسبت پیدا کر لی تھی میں نے انہیں عرض کیا مجھے بھی اس علم سے بہرہ ور فرمائیں انہوں نے مجھے ایک چھوٹی سے کتاب شروع کروادی اور مجھے پڑھانے لگے اور ماشاء اللہ اس طرح پڑھاتے اور سمجھاتے کہ دل مطمئن ہو جاتا میں نے اندازہ کر لیا کہ اس چھوٹی سی کتاب سے ہی میں اس فن (ہومیو پیتھک) کے متعلق اچھی خاصی معلومات حاصل کر لوں گا۔ یہ ماضی بعید کی بات ہے لیکن افسوس اب یاد نہیں رہا کہ اس آرزو کے حصول میں کونسی رکاوٹ رونما ہوئی کہ یہ سلسلہ چند اوراق سے زائد چل ہی نہ سکا اور میں اس علم سے پوری واقفیت حاصل نہ کر سکا۔ شوق تو اب بھی اس عمر میں بہت ہے لیکن اس کے ذرائع و وسائل موجود نہیں ہیں اور نہ ہی ابھی تک کوئی سازگار موقعہ ہی مل رہا ہے و لعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا۔

۱۹۴۸ء میں اچانک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے میرے دل میں اپنے کلام کے حفظ کا بے پناہ شوق پیدا کر دیا اس وقت میری عمر ستائیس ۲۷ برس کی ہو گی لیکن باقاعدہ اور ریگولر طریقے سے حفظ نہیں کر رہا تھا بلکہ کبھی ایک سورت یاد کی پھر چند روز چھوڑ دیتا کبھی اس پر ایک یا دو تین ماہ بھی گزر جاتے پھر کسی دوسری سورت کریمہ کو لیتا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل سے اس وقت میرے حفظ کا یہ عالم تھا کہ دو تین گھنٹوں میں نصف پارہ یا تین ارباع پارہ کے یاد ہو جاتے پھر ۱۹۴۹ء میں بذریعہ بحری جہاز ''رضوانی'' حج وعمرہ (تمتع) کی سعادت حاصل کی اور وہاں بھی کبھی کبھی کوئی نہ کوئی سورت یاد کر لیتا جب بیت اللہ سے واپس آیا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان ایک یا ڈیڑھ ماہ میں پورا قرآن کریم حفظ کر لیا میں نے حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ پورا قرآن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریم دو یا ڈھائی ماہ میں حفظ کرلیا و ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء اور الحمد لله ثم الحمد لـلـه . باستثنائے زمانہ بیماری و علامت اس وقت سے لے کر اس وقت تک قرآن کریم کے ورد کے متعلق میرا یہ دستور ہے کہ ہر دن قرآن کریم کا ''سبع'' ساتواں حصہ پڑھتا ہوں یعنی ہر ہفتہ کو شروع کرتا ہوں اور جمعہ کے دن ختم کر لیتا ہوں اسی طرح رات کو تہجد میں ایک پارہ پڑھتا ہوں اور ہر قمری ماہ کے اختتام پر یہ ختمہ بھی پورا ہو جاتا ہے اس کے علاوہ دن کو تین چوتھائی پارہ ناظرہ قرآن کریم دیکھ کر پڑھتا ہوں اس طرح چالیس دنوں میں یہ ختمہ بھی پورا ہو جاتا ہے اس کے علاوہ احادیث صحیحہ میں جو دن رات کو کچھ سورتیں آنحضرت ﷺ سے پڑھنا ثابت ہیں یا ان کے پڑھنے کی ترغیب وارد ہے وہ بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی فضل و کرم سے پڑھتا رہا ہوں۔ احادیث صحیحہ میں آنحضرت ﷺ سے جو سورتیں نماز فجر۔ نماز ظہر۔ نماز عصر۔ نماز مغرب اور نماز عشاء میں پڑھنی ثابت ہیں وہ سب کی سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حسن توفیق سے کئی بار پڑھ چکا ہوں اور اپنے مبلغ علم کے بموجب الحمد للہ ایک سورت خواہ کتنی طویل ہو نہیں چھوڑی اسی طرح تہجد میں بھی جتنے طریقے صحیح حدیثوں میں وارد ہیں ان پر تین چار مرتبہ عمل کر لیا مثلاً ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک رات آنحضرت ﷺ نے ایک رکعت میں سورۃ البقرۃ۔ آل عمران اور سورۃ النساء پڑھ لیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے اس سنت پر بھی چند بار عمل کیا اس طرح کبھی دس رکعات میں بیس سورتیں پڑھیں یعنی ہر رکعت میں دو سورتیں جیسا کہ صحیح بخاری و ابو داود میں وارد ہے اس پر بھی تین چار بار عمل پیرا ہوا بہر کیف قرآن کریم کے متعلق جو سنت صحیحہ مجھے معلوم ہوئی اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بے پایاں فضل سے عمل کیا اور بیس پچیس برس اپنی مسجد میں رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن کریم سنایا اور ختم کیا جس سال حفظ کیا تھا اس سال کو رمضان المبارک میں دو ختم پورے کئے اور یہ سب کچھ تحدیثا للنعمة تحریر کر رہا ہوں۔

والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات کے تقریباً ۹ ماہ بعد میری پہلی شادی اپنی پھوپھی کی دختر سے ہوئی اس سے تین بچے ہوئے بڑے کا نام روح اللہ جو تیرہ چودہ برس کی عمر میں جیپ کے حادثہ میں فوت ہو گیا انـا لـلـه وانا اليه راجعون دوسرے کا نام حمید الدین تھا وہ بھی دو ڈھائی سال کا ہو کر چیچک کی بیماری میں فوت ہو گیا تیسرا بچہ محمد یاسین شاہ جو الحمد للہ بقید حیات ہے اس وقت میں نے اپنی کنیت ابو روح اللہ رکھی ہوئی تھی جو برائے اختصار ابو الروح لکھا کرتا تھا ۱۹۵۰ء میں میری دوسری شادی حیدر آباد شہر میں سے ہوئی اور یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے والد ماجد رحمہ اللہ کے زمانے سے ہمارے دوست چلے آ رہے تھے اس دوسری رفیقہ حیات سے بھی تین بچے پیدا ہوئے دو بیٹے اور ایک بیٹی پہلے بچہ کا نام محمد راشد شاہ اور چھوٹے بچے کا نام محمد قاسم ہے بڑے بیٹے روح اللہ کی وفات سے کافی طویل عرصہ بعد مجھے مناسب نظر آیا کہ اپنی کنیت ابو القاسم رکھوں اس لیے بعد کی تحریرات میں اپنے متعلق ابو القاسم ہی لکھتا رہا ہوں۔ ہمارے جد امجد رحمہ اللہ سے عصری تقاضاؤں کے مد نظر مدرسہ میں ایک انگریزی ماسٹر بھی رکھ لیا تھا جس سے والد ماجد رحمہ اللہ اور ان کے ہم سبق ہمارے استاد مولانا محمد اسمٰعیل افغان رحمہ اللہ نے کچھ انگریزی زبان سیکھ لی تھی بعد میں پھر مدرسہ میں کوئی ماسٹر انگریزی زبان سکھلانے والا نہ رہا لیکن والد ماجد رحمہ اللہ کو خیال تھا کہ مجھے انگریزی زبان کی تعلیم حاصل ہو اور وہ فرماتے تھے کہ ایک بی اے ماسٹر بلائیں گے جس سے محب اللہ کو انگریزی زبان کی تعلیم دلوائیں گے لیکن ان کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی لیکن ان کی زندگی میں ہی میں نے انگریزی زبان کی اے۔ بی۔ سی۔ اور کچھ تھوڑی سی زبان سیکھ لی والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد مجھے از حد یہ شوق دامن گیر ہوا کہ میں انگریزی زبان کا بھی کچھ حصہ حاصل کرلو اس سلسلہ میں ایک انگریزی ماسٹر بنام محمد انور جو ضلع گوجرانوالہ (پنجاب) میں گوٹھ نظام پور کے رہنے والے تھے ان کو ہمارے ایک عزیز دوست مولوی محمد معاذ جو نواب شاہ کا رہنے والا تھا اور یونانی طب کے بڑے ماہر تھے اور والد ماجد رحمہ اللہ کے خصوصی احباب میں سے تھے کی وساطت سے حاصل کر لیا اور اس وقت (یہ انگریزوں کی حکومت کے دور کی بات ہے) اس کو پچیس ۲۵ روپیہ ماہانہ پر اپنے ہاں استاد رکھ لیا ان سے پہلے ہی میں نے انگلش گرائمر کے دو کتابیں جو سندھی زبان میں تھی اور کافی حد تک آسان تھی اور جو انگریزی چوتھی کلاس تک کے لیے تھے ان دونوں کو خود ہی مطالعہ کر کے انگریزی گرامر سے کافی واقفیت حاصل کر لی ان میں ایک دو چیزیں ایسی تھیں کہ ان کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکا تھا ان میں سے ایک تو یہ بات تھی (DIRECT AND INDIRECT SPEECH) ڈائریکٹ اینڈ انڈائریکٹ سپیچ اور یہ بات میں نے ماسٹر محمد انور سے پوچھی اور اس کو اچھی طرح سمجھ لیا اس ماسٹر صاحب سے میں نے CARONATION ENGLISH READER کاروینیشن انگلش ریڈر کی تین کتابیں تین درجہ تک پڑھ لیں اس کے بعد وہ ہم کو چھوڑ کر چلے گئے اس کے بعد میں نے ہماری جماعت کے ایک آدمی جس کا نام علی اکبر افغان ہے اور جس نے اس وقت تازہ تازہ میٹرک کیا تھا (کیونکہ اس وقت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک میٹریکولیشن سے لے کر سندھ کے سب کالجز کے امتحانات بمبئی یونیورسٹی لیا کرتی تھی۔ سندھ یونیورسٹی کافی دیر کے بعد وجود میں آئی) اس کو اپنے پاس اسی تنخواہ پر رکھ لیا اور ان کے پاس کارونیشن انگلش ریڈر کی چوتھی کتاب پڑھی لیکن وہ بھی ہمیں چھوڑ کی جوناگڑھ کالج میں بی۔ اے۔ کے لیے داخل ہو گئے تھوڑے عرصہ بعد ایک صاحب جس کا نام مولانا محمد بشیر تھا جو ایک سفید ریش بزرگ اور متدین صوم صلاۃ کے پابند تھے وہ ہمارے ہاں آئے یہ حضرت اصل تو لدھیانہ کے رہنے والے تھے لیکن پھر لاہور ہی میں رہتے تھے اور یہ بی۔ اے پاس تھے۔ وہ لاہور سے پیر جھنڈو میں مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کے پاس قرآن کریم کی تفسیر حاصل کرنے کے لیے تشریف لائے اور چونکہ مولانا عبید اللہ مرحوم ہمارے ہاں بھی کبھی کبھی تشریف لاتے تھے اس لیے مولانا محمد بشیر سے بھی میرے تعلقات قائم ہو گئے اور میرے شوق کو دیکھ کر روزانہ یا کبھی ایک دو دن کے بعد پیر جھنڈو سے چل کر میرے پاس آتے اور مجھے انگریزی پڑھاتے اور مجھ سے کچھ بھی نہیں لیتے یہ صاحب انگریزی میں مہارت تامہ رکھا کرتے تھے ان کے پاس میں نے مارٹن کا ففتھ ریڈر پڑھا اور ان سے انگریزی کی کافی معلومات حاصل کر لی اور اس زبان کے کثیر محاورات کا علم ہوا اور اس دوران THGRAMER AND COMPOSITION FOR HIGH SCHOOL کا مطالعہ بھی کرتا رہا کبھی کبھی مولانا بشیر سے اس کتاب کی کچھ باتیں پوچھ لیتا اس طرح اس پوری کتاب کا میں نے خود ہی مطالعہ کر لیا پھر اور بھی چند گرامر انگلش اور مضمون نویسی کی کتابیں مطالعہ کیں حتیٰ کہ کالج کی کتابیں بھی زیر مطالعہ آئیں یہ مولانا صاحب میری بہت عزت و احترام کرتے تھے اور ان سے میری بہت گہری دوستی ہو گئی میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ انگریزی زبان کے سلسلہ میں مولانا محمد بشیر سے میں نے کافی استفادہ کیا جزاہ اللہ خیرا۔ وہ صاحب کچھ عرصہ بعد وہ پیر جھنڈہ کو چھوڑ کر لاہور چلے گئے وہاں سے ان کے خطوط میرے پاس آتے تھے۔

ایک مرتبہ انہوں نے اپنے مکتوب کے ہمراہ ابو القاسم زہراوی کی ایک کتاب ارسال فرما دی یہ کتاب عربی زبان میں SURJICAL OPERATION فن جراحت پر ہے اس کتاب میں جراحت کے جو آلات اس زمانہ میں استعمال ہوتے تھے ان کی تصاویر بھی ہیں اور یہ ابو القاسم زہراوی پانچویں صدی ہجری کا ایک فاضل تھا مکتوب میں لکھا کہ یہ کتاب آپ کے پاس رہے آپ کے پاس ہوگی تو گویا میرے پاس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی ہے یہ انمول کتاب دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی اور افسوس بھی ہوا کہ پانچویں صدی ہجری کے فاضل نے علم الجراحت پر یہ کتاب لکھی ہے اگر بعد میں مسلمان اس فن پر تحقیق کرتے اور اس کے متعلق مزید معلومات فراہم کرتے تو آج وہ یورپین اقوام سے اس فن میں بھی کہیں آگے ہوتے۔ایک بار ہالینڈ کا پاکستان میں ایک سفارت کار میرے پاس آیا ان کو یہ کتاب دکھائی انہوں نے کہا کہ یورپیوں نے یہ فن عربوں ہی سے حاصل کیا تھا لیکن انہوں نے اس میں اصلاحات کئے اور اس کے متعلق مفید معلومات اور وسائل و ذرائع وغیرہ پہنچائے ورنہ یورپین اس فن کے موجد نہیں ہیں واپس کراچی جا کر اس نے لائبریری کے لیے چند کتابیں ارسال کیں جن میں ہالینڈ کے بارے میں معلومات تھیں۔

میں ذکر کر رہا تھا مولانا محمد بشیر کا اس کتاب کے ارسال کے بعد پھر ان کا کوئی مکتوب نہیں آیا غالب گمان یہی ہے کہ وہ انتقال کر گئے ہیں۔ میرے ٹیچر ماسٹر محمد انور بھی دو ڈھائی برس ہوئے کہ انتقال کر گئے ہیں وفات سے قبل وہ میرے پاس آ کر مقیم ہو گئے تھے ان کی بھتیجی میری بیٹی کو اردو اور انگریزی کی کچھ تعلیم دیتی رہی۔ یہ ماسٹر محمد انور بھی بارلیش اور متدین صوم وصلاۃ کے پابند تھے اور بہت زندہ دل انسان تھے رحمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مولانا عبیداللہ مرحوم کی بات نکلی ہے تو ان کے بارہ میں بھی کچھ عرض کرتا چلوں تقسیم سے قبل ہندسرکار نے انگریزوں سے اجازت لی اور مولانا حرمین شریفین سے غیر منقسم ہندوستان میں آ گئے وہ پیر جھنڈو میں حرمین شریفین کی طرف جانے سے قبل کافی عرصہ رہ چکے تھے اور مدرسہ دارالرشاد کے صدر مدرس بھی تھے ان کی والدہ بھی یہیں فوت ہوئی تھی اس لیے سندھ میں اکثر طور پر پیر جھنڈو میں آ کر رہتے اور اس وقت میرے عم بزرگوار سید ضیاء الدین شاہ بھی زندہ تھے۔ میرے پاس پہلی مرتبہ مولانا تشریف لائے تو اس وقت میں مولانا قطب الدین ہالیجوی کے زیر درس تھا مولانا مرحوم تشریف لائے ہمارے پاس آ کر بیٹھے۔ جماعت بھی کافی تھی دوسرے اہل علم حضرات کے علاوہ میرے استاد مولانا قطب الدین ہالیجوی بھی موجود تھے مجھ سے بہت محبت و پیار سے ملے اور فرماتے تھے کہ اگر سید احسان اللہ شاہ آج زندہ ہوتے تو ان کے ساتھ بہت کچھ بن جاتے۔ غالباً حرمین شریفین میں والد ماجد رحمہ اللہ سے خط وکتابت بھی تھی بہر حال اس مجلس میں انہوں نے مجھے خصوصی طور حدیث ((الراحمون یرحمهم الرحمن .)) کی اور دوسرے کتب احادیث کی عموی طور پر اجازت دی۔ اس کے بعد بھی وہ کئی بار میرے پاس تشریف لائے اور قرآن کریم کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوٹی چھوٹی سور کے متعلق تفسیری نکات ارشاد فرماتے میں نے ایک نوٹ بک پر یہ ارشادات لکھ لیے تھے لیکن وہ بھی پتہ نہیں کہاں گم ہو گئی۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک سورت کریمہ کے تفسیر میں کچھ ارشاد فرمایا جس سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ مولانا شاید اس خیال کے ہیں کہ جنت و دوزخ اس وقت مخلوق نہیں ہیں قیامت کے دن انسانوں کے اعمال سے یہ مجسم ہو کر نمودار ہوں گے اس پر میں نے عرض کیا کہ مولانا اہل سنت کی عام کتب سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جنت و نار اس وقت بھی مخلوق ہیں تو مولانا نے فرمایا کہ ان کتب کو پھاڑ دو۔ ان کی بزرگی کی وجہ سے میں نے مزید کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا لیکن یہ بات میرے دل میں بری طرح کھٹکتی رہی۔ سامحنا الله و اياه .

کچھ عرصہ بعد مولانا دین پور میں اقامت پذیر ہو گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بات چل رہی تھی انگریزی پڑھنے کی مولانا محمد بشیر کے بعد میں نے مستقل طور پر کسی ٹیچر سے نہیں پڑھا بلکہ خود ہی کتب کے مطالعہ سے میٹرک تک کی استعداد حاصل کر لی۔ اب مجھے خیال آیا کہ میٹرک کے امتحان میں بیٹھوں لیکن اس وقت تک پرائیویٹ طور پر امتحان میں بیٹھنے کی اجازت نہ تھی اور اس وقت میٹریکیولیشن سے لیکر کالیجز کے امتحانات کا انتظام یونیورسٹی ہی کرتی تھی۔ میٹرک کا امتحان بھی بورڈ کے ہاتھ میں نہ تھا۔ اس بار یعنی میٹرک کے امتحان کے لیے میں نے مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ سجادہ نشین ہالا سے مشورہ کیا انہوں نے کہا آپ حیدر آباد اورنٹیل کالج کے پرنسپل مخدوم امیر احمد سے ملیں ان سے اس سلسلہ میں کوئی راستہ نکل آئے گا اور ساتھ میں ایک مکتوب بھی ان کے نام لکھ کر مجھے دے دیا مخدوم امیر احمد صاحب نے میرا نام تو سن رکھا تھا اور غائبانہ مجھ سے اچھی طرح واقف بھی تھے لیکن میں ان سے اس سے قبل کبھی نہ ملا تھا بہر حال میں ان کے پاس پہنچا بہت عزت و احترام سے پیش آئے آنے کا مقصد بتایا انہوں نے فرمایا اس کا واحد طریقہ اور وقت یہی ہے کہ آپ ہمارے اوینٹل کالج سے علوم مشرقیہ کے امتحانات دیں۔ مولوی۔ مولوی عالم۔ مولوی فاضل۔ یا ادیب۔ ادیب عالم۔ ادیب فاضل۔ مولوی کے امتحان میں پاس ہونے کے بعد اس سال میٹرک یا صرف ایک پرچہ انگریزی کا دیں اور میٹرک کا سرٹیفکیٹ مل جائے گا۔ پھر مولوی عالم کے امتحان میں پاس ہونے کے بعد انٹر آرٹس کا پرچہ ہو گا اور مولوی فاضل میں کامیابی کے بعد۔ بی۔ اے کا پرچہ ہو گا۔ میں نے ان کی بات مان لی اور اس سلسلہ میں انہوں نے میری کما حقہ اعانت فرمائی۔ اس جگہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علوم مشرقیہ کے امتحانات کے بارے میں کچھ عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں اس وقت علوم مشرقیہ عربی فارسی۔ اردو اور سندھی کے امتحانات سندھ یونیورسٹی ہی لیتی تھی اور ان امتحانات کے پرچے بڑے ماہر اساتذہ ملاحظہ کرتے۔ اوران امتحانات کے لیے جو کتابیں تجویز کی گئی تھیں وہ بھی کافی حد تک معیاری تھیں اوران علوم مشرقیہ کے ہرامتحان میں تین پرچے ہوتے تھے ان علوم مشرقیہ کے ان تین پرچوں کے علاوہ تین پرچے اور دوسرے مضامین کے لیے بھی ہوتے تھے۔ اس وقت صورت حال یہ تھی کہ عربی یا فارسی وغیرہ میں مولوی۔ ادیب۔ امتحان میں علوم مشرقیہ کی کتب کے علاوہ تین پرچے مزید یہ تھے

۱۔ پاک و ہند کی تاریخ۔

۲۔ طبعی جغرافیہ اور پاک و ہند کا جغرافیہ اس میں پاک و ہند کا نقشہ بنا کر سوالات میں جو باتیں پوچھی گئی ہوتیں وہ بتانی پڑتیں۔ مثلاً: دلی۔ بمبئ۔ کراچی وغیرہا کی پوزیشن وغیرہ۔

۳۔ سیاست کے بنیادی اصول۔

پہلے سال کے لیے مزید تین پرچوں میں سے جغرافیہ کے پرچہ کے لیے میں نے سندھی۔ اردو۔ اور انگریزی جغرافیہ کے کافی کتب مطالعہ کر لی اور الحمد للہ بلا استاد اس مضمون کو کما حقہ حاصل کر لیا البتہ پاک و ہند کے نقشہ بنانے کے لیے مجھے اپنے ایک عزیز دوست سید صالح محمد شاہ مرحوم جو سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ کے چیئر مین بھی تھے ان سے مدد لینی پڑی۔ شاہ صاحب مرحوم نے مجھے اس کا طریقہ بتایا اور بات اس طرح سمجھائی کہ مجھے نقشہ بنانا آ گیا۔ امتحان میں بیٹھا اور الحمد للہ یونیورسٹی کے اس امتحان میں جتنے امیدوار بیٹھے تھے یعنی مولوی عربی یا ادیب سندھی وغیرہ ان سب میں راقم الحروف فسٹ نمبر پر آیا۔ اس پر ڈاکٹر عبد الواحد ھالیپوٹہ نے مجھے مبارک باد دی۔ پھر میٹرک کے لیے تیاری کی اس کے لیے میں نے تیاری تو تو پہلے ہی کر لی تھی لیکن امتحان کے لیے جو کتابیں نصاب میں مقرر تھیں ان میں نثر و نظم انگریزی کی کتابیں تھیں ان کتابوں کے لیے میں نے سید صالح محمد شاہ مرحوم کے دوسرے بھائی سید وڈل شاہ مرحوم سے کچھ رہنمائی لی الحمد للہ امتحان میں کامیاب ہوا۔ یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس وقت کا میٹریکولیشن امتحان بھی بڑی اہمیت رکھتا تھا اور مجھے یاد ہے کہ اس وقت کے میٹریکولیٹ آج کل کے بی اے پاس سے معیار میں بہت آگے ہوتے تھے آج کل تعلیم کا معیار اس درجہ گھٹ چکا ہے کہ اب صرف نام کی خاطر بی۔ اے۔ ایم۔ اے دیکھے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتے ہیں لیکن علم سے کورے ہی ہیں۔ دوسرے سال مولوی عالم کے امتحان میں بیٹھا اس میں بھی کامیاب رہا۔ اسی سال انٹر آرٹس کے لیے انگریزی کا پرچہ دینا تھا لیکن اس سال کچھ واقعات ایسے رونما ہوئے جن کی وجہ سے انٹر آرٹس کے لیے جو کتابیں متعین تھیں وہ پوری طرح دیکھ بھی نہیں سکا امتحان سر پر آ گیا تھا دوستوں نے کہا امتحان میں بیٹھ جاؤ میں نے دو تین دن میں ان کتابوں کو کچھ دیکھا یا کسی دوسرے امتحان میں بیٹھنے والے سے ان کتابوں کا بہت تھوڑا حصہ نظر سے نکالا اور امتحان میں بیٹھ گیا لیکن تیاری چونکہ بالکل نہیں ہوئی تھی اس لیے رزلٹ آؤٹ ہوا اور میں فیل ہو گیا۔ تیسرے سال مولوی فاضل کا امتحان دیا اس میں بھی کامیاب ہوا ویسے اس کے ساتھ بی اے کا پرچہ دینا تھا لیکن چونکہ گزشتہ سال میں انٹر آرٹس میں فیل ہو گیا تھا اس لیے اس سال پھر اسی انٹر آرٹس کا ہی پرچہ دیا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے کامیاب ہوا۔ چوتھے سال بی۔اے کا پرچہ دینا تھا اس کے لیے تیاری کرنی تھی جو کتب نثر ونظم کی نصاب میں مقرر تھیں ان کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے میرے ایک دوست حافظ احسن مرحوم جو حیدر آباد شہر اور ضلع نواب شاہ میں جج بھی رہ چکا تھا اور جس کو چند ظالموں نے بے گناہ شہید کر ڈالا۔ ان کا ایک دوست ماسٹر تھا جو ایم اے انگلش تھا ان کو لے آئے انہوں نے کتب کے چند مقامات کو اچھی طرح سمجھایا۔ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ اس وقت امتحانات کے لیے کتب بہت معیاری ہوتی تھیں بہر حال امتحان ہوا میں اس میں بیٹھا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے پاس ہو گیا پھر پانچویں سال محترم ڈاکٹر عبد الواحد ہالیپوٹہ کے مشورہ سے سندھ یونیورسٹی حیدر آباد میں ریلیجن Redigion ڈیپارٹمنٹ میں ایم۔اے کے لیے داخلہ لے لیا۔ میں فیس تو ادا کرتا رہتا تھا لیکن کلاسز اکثر طور اٹینڈ نہیں کرتا تھا اس شعبہ کے ہیڈ محترم ڈاکٹر ہالیپوٹہ کی کبھی کبھی کلاسز اٹینڈ کرتا اور پروفیسروں کے لیکچرز نوٹ کر لیتا۔ اس وقت ایم اے کا کورس دو سال کا تھا بالآخر ایم اے پریوس کا امتحان ہوا اس میں چار پرچے دینے تھے اور چاروں انگریزی میں لکھنے پڑتے تھے۔

۱۔ مذہب کی تاریخ (History Religion) ۲۔ تقابلی اریان

۳۔ مذہب کی نفسیات ۴۔ اسلام

امتحان ہوا میں اس میں بیٹھا اور بفضلہٖ تعالیٰ کامیاب ہوا پھر چھٹے سال ایم اے فائنل M.A.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

FINAL کے لیے داخلہ لی۔ اس میں بھی چار پرچے تھے اور چاروں انگریزی میں لکھنے تھے۔

۱۔ مذہبی اخلاق (RELIGION ETHICS)

۲۔ مذہبی عمرانیات ۳۔ مذہب کا فلسفہ

۴۔ اسلام

پھر ایک دن وائے واز ہوا نتیجہ نکلا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل و کرم سے کامیاب ہوا اور یہ ۱۹۶۳ء کا زمانہ تھا ایم اے فائنل میں ایک تو محترم ڈاکٹر ہالیپوٹہ صاحب کی کتاب جو دو جلدوں میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے فلسفہ پر انگریزی میں لکھی تھی اور جس پر انہیں ۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (P.H.D) کی ڈگری ملی تھی نصاب کے طور پر مقرر تھی اور دوسرے مضامین کے لیے مختلف کتب متعلقہ کا مطالعہ کرنا پڑتا تھا۔ ایک سال قبل میرے ایک دوست محترم عبدالوحید صدیقی نے ریلیجن میں ایم اے کیا تھا انہوں نے ان مضامین پر کافی نوٹس جمع کر لیے تھے ان سے یہ نوٹس لے کر مطالعہ کیے اور ڈاکٹر صاحب کی کتاب کو بھی پڑھا اور انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ اتھکس (ENCYCLOPA DIA OF RELIGION) کے بھی چند مواضع مطالعہ کیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان کریمی کہ ان کتب کی عبارات مجھے اس طرح حفظ ہو گئیں جس طرح قرآن کریم کا حفظ کیا تھا۔ امتحانات کے بعد محترم ڈاکٹر ہالیپوٹہ صاحب فرماتے تھے کہ میری کتاب کو پیر محب اللہ شاہ نے مجھ سے بھی زیادہ سمجھا ہے وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء.

چونکہ ایم اے پریوئس میں اچھی طرح تیاری نہیں کی تھی اس لیے اس میں صرف پاس مارکس ہی حاصل کر سکا اب فائنل میں تیاری کی تو اس میں مجھے کافی مارکس ملیں۔ صرف وائے واز میں ۹۰ نوے مارکس ملیں اس طرح ان دونوں برسوں کی مارکس کو جمع کیا گیا اور پہلے سال کی کمی بھی پوری ہوئی اور میں سیکنڈ ڈویژن میں کامیاب ہوا۔ بہر حال میرا یہ شوق یعنی انگلش زبان کی تعلیم کا حصول بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل و کرم سے پورا ہو گیا۔ ان امتحانات میں بیٹھنے اور یونیورسٹی میں گاہے بگاہے کلاسز اٹینڈ کرنے اور اس ماحول میں کچھ وقت گذارنے سے بہت سے تجربات حاصل ہوئے اور کچھ مفید باتیں معلوم ہوئیں تو کچھ نہایت ناگوار، دل و دماغ پر حد درجہ گراں اور کتاب وسنت سے کوسوں دور کا بھی مشاہدہ کیا لیکن اس جگہ ان کا ذکر مناسب نہیں سمجھتا اس لیے ان سے پہلو تہی کرنا اولیٰ نظر آتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابوں کا شوق:

کتابوں کا شوق تو ہمیں جد امجد اور والد ماجد رحمہ اللہ سے ورثہ میں ملا تھا اس لیے والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بھی کتب جمع کرتا رہا اور کرتا رہتا ہوں۔ غیر منقسم ہندوستان میں دہلی۔ بمبئی وغیرہ بڑے بڑے شہروں کے مکاتب سے کتب منگواتا تھا اگر ان میں سے کسی شہر میں گیا تو وہاں خود جا کر کتب خریدتا پانچ چھے مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوئی تو وہاں سے بھی ہر بار بڑا ذخیرہ کتب لاتا رہا۔ میرے ماموں سید محمد بقا شاہ رحمہ اللہ جو لاڑکانہ ضلع میں ٹھلاہ شریف گوٹھ میں رہتے تھے ان کے پاس اچھا خاصا کتب خانہ تھا ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد میں چونکہ عالم دین نہ رہا اس لیے وہ اس کتب خانہ کو فروخت کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ میں نے ہی ان سے یہ پورا کتب خانہ خرید لیا۔ والحمدلله علی ذلك .
یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اب تک یہی شوق عشق کی حد تک دامن گیر ہے۔ کہیں کوئی اچھی کتاب نظر آتی ہے اور وہ کہیں بھی نہیں ملتی تو اس کا فوٹو اسٹیٹ کروا کر حاصل کر لیتا ہوں والد ماجد کی وفات کے بعد ایک مولوی صاحب آئے اور ہم سے کچھ کتابیں مستعار لینے کی خواہش ظاہر کی ہمارے استاد مولانا محمد اسمٰعیل افغان جو اس وقت ہمارے مدرسہ اور کتب خانہ کے مہتمم تھے انہوں نے ان کو یہ کتابیں عاریۃ دے دیں ان میں مسند ابی یعلی کا مخطوطہ بھی تھا کچھ عرصہ تو وہ مولوی صاحب آتے رہے اور کہا کہ میں نقل کر رہا ہوں بعد میں وہ لا پتہ ہو گیا اور پھر ملک کی تقسیم بھی ہو گئی اور ہم تو ان کتب کے واپس ہونے سے مایوس ہو گئے۔ ایک مرتبہ مولانا ابو الفضل فیض الرحمٰن الثوری میرے پاس تشریف فرما تھے ایک صاحب آئے جو کرناٹک (ہند) کے رہنے والے تھے ان کے پاس مسند ابی یعلی مخطوطہ تھا وہ اس کو فروخت کرنے کا ارادہ رکھتے تھے مولانا ثوری نے مجھے فرمایا کہ اس سے خرید لو بالآخر وہ ۶۰۰ چھے سو روپیہ میں دینے پر آمادہ ہو گیا اور ان کو یہ رقم دے کر میں نے کتاب حاصل کر لی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان میں بائی روڈ جیپ پر کوہ مری تک سیر کے لیے گیا واپسی پر راولپنڈی میں مولانا غلام اللہ مرحوم کے مدرسہ میں ایک رات ٹھہرا وہاں سید ابو احمد سجاد بخاری نے بتایا کہ رنیالہ خورد میں ایک صاحب ہیں ان کے پاس مسند ابی یعلی اور دوسری کتابیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ کتابیں پیر محبّ اللہ شاہ کی لائبریری کی ہیں مجھے موقعہ ملے تو میں ان کو پہنچا دوں یہ سن کر واپسی میں ہم رنیالہ خورد گئے ان مولوی صاحب سے ملے انہوں نے اپنی دردناک داستان سنائی اور کتابیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے حوالے کر دیں اب مسند ابی یعلی کے دو نسخے ہمارے پاس ہو گئے تھے بعد میں بھائی صاحب سید بدیع الدین شاہ صاحب نے ایک نسخہ مجھ سے مانگا اور میں نے وہی نسخہ جو گم شدہ واپس ہوا تھا وہی ان کو دے دیا۔ چند احباب بھی گاہے بگاہے ہدیۃ کتب عنایت فرماتے ہیں جزاھم اللہ سبحانہ وتعالیٰ فی الدارین خیرا.

عراق کے ایک فاضل حمدی عبدالمجید سلفی صاحب ہے جو کتاب بھی عراق میں شائع ہوتی ہے ارسال فرما دیتے ہیں بہت سی کتابیں میں نے ان سے طلب کیں انہوں نے ازراہ نوازش ارسال فرما دیں۔ المعجم الکبیر للطبرانی کے دونوں ایڈیشن ارسال فرما دی ہیں۔ اسی سلسلہ میں مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کی عنایات کسی طرح بھلائی نہیں جاسکتیں جزاہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ خیرا.

حضرت الاستاذ مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف رحمہ اللہ نے بھی کئی بار اس قسم کی مجھ پر عنایات فرمائیں۔ یہ کتب مجھے اتنی عزیز ہیں کہ کبھی کوئی کتاب گم ہو جاتی ہے یا چوری ہو جاتی ہے تو مجھے اتنا صدمہ اور اتنا حزن وملال لاحق ہوتا ہے گویا میرا کوئی عزیز فوت ہو گیا ہے۔ ہماری لائبریری سے پاکستان کے طول وعرض اور پاکستان سے باہر کے ممالک سے بہت سے علماء وفضلاء آ کر استفادہ کرتے رہے اور اب تک کرتے رہتے ہیں۔ ہم ان کو کتاب وسنت کی خدمت کے جذبہ اور دین کی اشاعت کی نیت سے ہر ممکن سہولتیں فراہم کرتے ہیں۔ اور بہت سے فضلاء کو ہماری لائبریری کے مخطوطات وغیرہ کے فوٹو اسٹیٹس لے کر ارسال کر دئے ان میں سے عراق کے محترم حمدی عبدالمجید سلفی اور حرمین شریفین کے چند علماء قابل ذکر ہیں۔ بہت سے یہاں تشریف لاتے ہیں۔ استفادہ کرتے ہیں اور مطلوبہ فوٹو اسٹیٹس لے کر روانہ ہوتے ہیں یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بڑا کرم وفضل ہے کہ ہمیں حدیث اور اس کے متعلقہ علوم کی بہت سی وہ کتابیں مل گئیں کہ ہمارے آباء واجداد جن کے صرف نام ہی سنتے رہے۔ مثلاً صحیح ابن خزیمۃ۔ صحیح ابن حبان۔ المعجم الکبیر و المعجم الاوسط للطبرانی۔ مسند علی بن الجعد المعروف بالجعدیات کتاب الاموال لحمید بن زنجویہ علل کبیر للامام الترمذی وغیرہ وغیرہ۔

لیکن کاش حصول علم کے وسائل و ذرائع کی وسعت کے ساتھ ہمیں اس پر عمل کی توفیق بھی نصیب ہوتی!!۔ ہم نے اپنے والد ماجد رحمہ اللہ کو دیکھا ان کی تقوی و تدین اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے رسول ﷺ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنت کا شغف اور والہانہ اتباع کا مشاہدہ کیا لیکن جب اپنے اعمال و اشغال پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ یہاں زمین و آسمان کا فرق ہے ہم میں ان جیسی للاّ ہیت کا عشر عشیر بھی نہیں ہے لیکن ؎

احب الصالحین و لست منهم
لعل الله یرزقنی صلاحا

تعلیمی و تدریسی مشاغل اور تلامذہ:

اللہ عزوجل کا مجھ پر یہ بڑا فضل و کرم ہے کہ میں طالب العلمی کے زمانہ میں بھی ایک طرف پڑھتا تھا تو دوسری طرف پڑھاتا بھی جاتا تھا مجھے یاد ہے کہ جب میں شرح جامی پڑھتا تھا تو دوسرے طلباء کو پڑھاتا بھی جاتا تھا۔ اسی طرح والد ماجد رحمہ اللہ کے بعد جب میں ابھی تعلیم حاصل کر رہا تھا تو مدرسہ کے بعض طلباء کو مرح الارواح اور دوسری کتابیں پڑھاتا تھا۔ چند بار (تحصیل علم کے بعد) مدرسہ میں باقاعدہ روزانہ آ کر پڑھاتا بھی رہا ہوں۔ الحمد للہ میں نے مختلف علوم پڑھائے ہیں میرے تلامذہ میں پہلا نمبر میرے بھائی سید بدیع الدین شاہ حفظہ اللہ کا آتا ہے۔

۲۔ مولوی محمد ابراہیم اعوان۔ ان کو عربی ادب پڑھایا عربی مضمون نویسی سکھلائی اور وہ ایم اے عربک کے امتحان میں بیٹھا اور فسٹ ڈویژن میں پاس ہوا یہ صاحب کافی عرصہ ہمارے پاس رہے اور ہمارے مدرسہ میں کافی عرصہ ملازم بھی رہے۔

۳۔ مولوی عبد الغنی بن الشیخ العلامۃ اللہ بخش تنیو رحمہ اللہ یہ میرے پاس سنن ابن ماجہ اور اصول حدیث کی کتاب پڑھتے رہے ہیں۔

۴۔ مولا بخش محمدی نواں کوٹ ضلع تھرپارکر کی جانب رہنے والا۔ یہ میرے پاس شرح عقائد نسفی اور صحاح ستہ کے چند اسباق پڑھتے رہے اور بھی کچھ کتابیں پڑھیں یہ ہمارے مدرسہ میں کچھ عرصہ باقاعدہ تعلیم حاصل کرتے رہے۔ یہ بہت نیک و صالح اور دین کا جذبہ رکھنے والے ہیں میرے ساتھ ان کی نہایت گہری اور لازوال دوستی ہے۔ اس وقت وہ ایم۔ اے کا امتحان دے رہے ہیں۔

۵۔ مولوی گل محمد لوہار سکرنڈ ضلع نواب شاہ کی جانب (ایک گاؤں بنام باٹھو) رہنے والا انہوں نے کافیہ ابن حاجب کے چند مواضع پڑھے اور صحاح ستہ (حدیث میں) بھی پڑھے۔ اس وقت وہ ہمارے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۶۔ مولوی مطیع الرحمٰن یہ سیالکوٹ کی طرف سکونت پذیر ہے یہ ہمارے مدرسہ میں پڑھتے رہے اور میرے پاس سنن ابن ماجہ پڑھی۔

۷۔ شیخ یعقوب بن موسیٰ حبشی ساکن مکۃ مکرمۃ یہ ہمارے ہاں تقریباً ڈیڑھ برس رہے اور صحیح بخاری میرے پاس پڑھتے رہے یہ صاحب پہلے محترم سید بدیع الدین شاہ کے اتباع میں رکوع کے بعد والے قیام میں وضع کرتے تھے بعد میں مجھ سے اس مسئلہ کے بارہ میں گفتگو کی اور تین دن تک ان سے گفتگو ہوتی رہی بالآخر وہ مطمئن ہو گئے اور مابعد الرکوع والے قیام میں ارسال پر عامل ہو گئے اور اب تک اس پر عمل پیرا ہیں میرے ساتھ ان کا نہایت گہرا قلبی تعلق ہے اور میرا بہت احترام کرتے ہیں مکہ مکرمہ واپس جانے کے بعد بھی دو تین مرتبہ پاکستان آ کر ہم سے ملے ایک مرتبہ میں عمرہ کے لیے گیا تو مکہ مکرمہ میں ان سے ملاقات ہوئی انہوں نے تہذیب الکمال للمزی اور دوسری چند کتب خرید کر کے ہدیۃ مجھے دیں۔ اور میرے چھوٹے بیٹے قاسم کے لیے ایک نفیس عباء خرید کر کے دی جزاہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ خیرا۔ انہوں نے مجھ سے حدیث کی سند اور اجازت بھی حاصل کی۔

۸۔ محترم زبیر بن مجد علی زئی پشاور کی جانب رہنے والا ہے انہوں نے صحاح ستہ کے کچھ ٹکڑے میرے پاس پڑھے اور سند و اجازت لی۔ انہوں نے بھی مجھے چند کتب دے دیں۔ میرے ساتھ ان کے بہت اچھے مراسم و تعلقات ہیں۔

۹۔ ابو ایوب ممدوح بن فتحی البرکوی یہ کویت کے رہنے والے ہیں انہوں نے بھی صحاح ستہ کے چند قطعات میرے پاس پڑھے اور جامع ترمذی خاص طور پر ایک عرصہ تک میرے پاس پڑھتے رہے۔ انہوں نے بھی مجھے مراسیل ابی داود کے مخطوطہ کا مصور ارسال کیا عام طور پر مراسیل ابی داود جو چھپی ہیں ان میں اسانید نہیں ہیں لیکن اس میں اسانید بھی ہیں تقریباً ایک برس کے بعد پھر میرے پاس بمعہ ایک دوست تشریف لائے اور پندرہ سولہ دن رہے۔

کتاب العلل الکبیر للامام الترمذی ہدیۃ دی یہ صاحب بھی متدین نو جوان ہیں اور الحمد للہ حدیث کا اچھا خاصا علم رکھتے ہیں انہوں نے اور کتب بھی مجھے مرحمت کی اور بہت سے کتب دینے کا وعدہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی کیا ہے۔ ہماری لائبریری سے انہوں نے ہماری جد امجد رحمہ اللہ کے چند مخطوطوں کے فوٹو اسٹیٹ لیے چند اور کتب بھی فوٹو اسٹیٹ کروائیں۔ میری کتاب تحصیل المعلاۃ جو نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھا جائے یا جھراً اس مسئلہ پر لکھی ہوئی ہے اس کو از حد پسند کیا اس کا فوٹو اسٹیٹ لیا اور کہا کہ میں اس کو کویت سے طبع کراؤں گا۔ میرے دوسری تصنیفات بھی ایک ورقہ پر نوٹ کر لیں رمضان المبارک سے ایک دو ماہ پہلے کویت واپس چلے گئے اور مستقبل قریب میں آنے کا وعدہ کیا ابو ایوب میرا بے حد احترام کرتے ہیں اور ان کا میرے ساتھ قلبی لگاؤ بھی ہو گیا ہے۔

۱۰۔ مولوی نصیر الدین تھری مرحوم کے بیٹے مولوی عبد اللہ یہ ایک برس مدرسہ میں رہا میرے پاس ابن ہشام انصاری کی شرح شذور الذہب (فی علم النحو) البلاغۃ الواضحۃ اور فتح المجید شرح کتاب التوحید پڑھیں بعد میں کچھ عرصہ حیدرآباد میں ایک مسجد میں خطیب رہے۔

۱۱۔ مولوی محمد حسین ظاہری اوکاڑہ (پنجاب) کے رہنے والے انہوں نے جامع ترمذی کا تھوڑا سا حصہ میرے پاس پڑھا۔

۱۲۔ مولوی شمس الدین جلالانی شہداد پور کی سائیڈ میں رہتے ہیں یہ ہمارے جماعت کے آدمی ہیں اور میرے پاس صحیح بخاری پڑھتے رہے۔

۱۳۔ مولوی غلام محمد ابڑا: یہ گمبٹ کے نزدیک ضلع خیر پور میں رہتے ہیں۔ ہمارے مدرسہ میں دو برس رہے۔

میرے پاس صحیح البخاری اور علم عروض و قافیہ میں ایک کتاب پڑھتے رہے وہ میری سورۃ مریم کی تفسیر بھی لکھا کرتے تھے اور میرے فتاوے بھی تحریر کرتے جاتے اس سال ہمارے مدرسہ کو کسی وجہ سے چھوڑ گئے۔

۱۴۔۱۵۔ حافظ غلام مرتضٰی اور حافظ محمد اسمٰعیل یہ ہمارے مدرسہ میں قرآن کریم ناظرہ پڑھاتے اور حفظ بھی کراتے یہ میرے پاس قرآن کریم کا ترجمہ بمعہ مختصر تفسیر پڑھتے رہے۔

۱۶۔ مولوی عبد الرحیم لکھیر: یہ نواب شاہ کے نواح میں اپنے گوٹھ کھمر لکھیر کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے میرے پاس صحیح بخاری۔ شرح شذور الذہب فی النحو لابن ہشام الانصاری۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کافیہ ابن حاجب اور علم البلاغۃ میں شرح عقود الجمان للسیوطی پڑھے۔
یہ بھی ہمارے مدرسہ کے ملازمین اور اسٹاف میں سے ہیں اور ہماری جماعت کے مخلص احباب میں سے ہیں۔

۱۷۔ میرا منجھلا بیٹا محمد راشد شاہ: انہوں نے ابن ہشام انصاری کی کتاب شرح شذور الذہب نحو میں پڑھی۔

۱۸۔ میرا چھوٹا بیٹا قاسم شاہ: انہوں نے میرے پاس صحیح البخاری کا کچھ حصہ۔ نحو میں شرح شذور الذھب و قطر الندیٰ لا بن ھشام الانصاری۔ کافیہ ابن حاجب الطریف للادیب الظریف و مقامات الحریری ادب میں البلاغۃ الواضحۃ۔ اصول حدیث میں تیسیر مصطلح الحدیث علم مناظرہ میں رشیدیہ کا کچھ حصہ شرح عقود الجمان للسیوطی اس کے پڑھانے کا طریقہ یہ تھا کہ میں روزانہ آئندہ کا سبق دیکھ کر آتا پھر کتاب رکھ کر حفظا اس کے متعلق تقریر کرتا قاسم شاہ اور مولوی عبد الرحیم ان تقاریر یا املاءات کو نوٹ کرتے جاتے اور اس درس میں ہمارے احباب میں سے مولانا دوست محمد لکھمیر اور مولوی گل محمد صاحب لوہار بھی بیٹھتے تھے یہ درس الحمد للہ بہت مفید ہوتا۔ میرا بچہ سید محمد قاسم شاہ اب بھی میرے پاس مفصل للزمخشری فی النحو اور جواہر البلاغۃ پڑھ رہا ہے۔ الحمد للہ اس کو علم کا شوق ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں عالم باعمل اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے اللھم آمین۔

ان کے علاوہ سندھ یونیورسٹی کے طلباء بھی میرے پاس آتے رہے اور عربی میں ایم۔اے کے لیے عربی نثر ونظم کی کتب پڑھتے اور پھر جا کر امتحان دیتے چند علماء وفضلاء کو غائبانہ سند واجازت بھی ارسال کی اس سلسلہ میں جمہوریہ عراقیہ کے فاضل حمدی عبد المجید سلفی قابل ذکر ہیں انہوں نے مجھ سے حدیث کی سند و اجازت طلب کی اور میں نے ارسال کر دی اپنی مسجد میں ہر روز قرآن کریم کا درس دیا کرتا ہوں اِس وقت سورۃ طٰہٰ کی تفسیر چل رہی ہے اللہ عزوجل اس کے اتمام کی توفیق مرحمت فرمائے اللھم آمین۔

کافی عرصہ پہلے عصر نماز بعد امام نووی کی کتاب "ریاض الصالحین۔" کا درس دیا کرتا تھا بالآخر اس کو ختم کیا پھر التاج الجامع للاصول فی احادیث الرسول کو شروع کیا لیکن یہ سلسلہ چل نہ سکا اب قاسم شاہ کبھی کبھی بعد از نماز عشاء حدیث کا درس دیتے ہیں۔ مطالعہ کتب میں بھی کافی وقت صرف ہوتا ہے۔ بہت سے اہل علم لوگ ڈاک کے ذریعے علمی سوالات و استفسارات ارسال کرتے رہتے ہیں ان کے جوابات لکھنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑتے ہیں کبھی کبھی تو ان سوالات کے جوابات ایک کتاب کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ بعض اوقات لوگ میرے پاس آتے ہیں اور علمی سوالات کرتے ہیں یا چند مسائل پر فتاویٰ طلب کرتے ہیں ان کو زبانی بھی بتاتا جاتا ہوں اور مولوی عبدالرحیم صاحب ان کو تحریری صورت میں لکھ کر دیتے ہیں۔

تعلیمی مساعی کے سلسلہ میں مدرسہ دارالرشاد کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ والد ماجد رحمہ اللہ کے زمانہ میں ہمارا مدرسہ تعلیمی اداروں میں بہت اونچا مقام رکھتا تھا ہمارے خاندانی تنازعات (جن کا ذکر پہلے کر چکا ہوں) کے باوجود تعلیم کا معیار بہت بلند تھا اور اساتذہ تعلیم و تدریس میں مہارت تامہ رکھتے تھے طلباء کا بڑا ہجوم تھا جو سب کے سب انتہائی شوق و ذوق کے ساتھ پڑھتے تھے اور مدرسہ سے بہت سے طلباء فارغ التحصیل ہو کر ملک کے طول وعرض میں تعلیمی مشاغل جاری رکھتے تھے۔ لیکن والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد گو مدرسہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل سے بند تو نہ ہوا لیکن چند ناگفتہ بہ وجوہ کی بنا پر مدرسہ جس سطح پر والد ماجد رحمہ اللہ کے زمانہ میں تھا اس سے کافی نیچے آ گیا۔ ہمارے عم بزرگوار سید ضیاء الدین شاہ رحمہ اللہ نے بھی پیر جھنڈو آ کر خصوصاً والد ماجد رحمہ اللہ کے بعد مدرسہ کو چلایا لیکن ان کی وفات کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے سید وہب اللہ شاہ نے مدرسہ کو بند کر دیا لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم نے بہت سے ناسازگار حالات اضطراب و پریشانی اور حصول علم کے شوق گھٹ جانے کے باوصف مدرسہ کو کبھی بند ہونے نہ دیا علماء و مدرسین آتے رہے جاتے رہے بدلتے رہے تاہم تعلیم کا شغل بہر صورت جاری رکھا ہوا ہے۔

ہمارے دور میں لوگوں کا رجحان دنیا کی طرف زیادہ ہو گیا اور وہ دینی تعلیم کے مقابلہ میں دنیاوی تعلیم انگریزی۔ وغیرہ کی جانب بہت زیادہ جھک گئے خود ہماری جماعت میں بھی ہم نے ایسے لوگ دیکھے جن کی صورت وسیرت، اعمال و اخلاق صوم وصلاۃ کی پابندی کو دیکھ کر ان کی تقوی و پارسائی کی قسم کھائی جاسکتی تھی۔ اور وہ مدرسہ کی امداد بھی کما حقہ کرتے رہتے تھے لیکن والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ہم نے دیکھا کہ انہوں نے اپنے سارے بچے انگریزی اسکولوں اور کالجوں کے سپرد کر دیے اور اسکول بھی وہ جو عیسائی مشنریوں کے ماتحت تھے اب نتیجہ یہ ہوا کہ ان بچوں کے آباء جس قدر دین دار تھے اور اسلام کے شیدائی تھے صورت وسیرت میں بے حد پارسا اور خدا ترس ان کے بچے پوری طرح مغربی رنگ میں رنگ گئے اور اسلامی تعلیمات سے سراسر کورے ہی کورے رہے نہ وہ صوم وصلوٰۃ کی پابندی رہی نہ وہ صورت نہ سیرت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح یہ پوری نئی نسل صرف نام کے مسلمان ہی رہ گئے انا للہ و انا الیہ راجعون.

ہماری سندھ کے مسلمانوں کی یہ ستم ظریفی بھی ملاحظہ فرمایئے کہ ایک تو اپنے بچوں کو دینی مدارس سے علیحدہ رکھ کر انگریزیت کی آغوش میں دے دیتے ہیں اور پھر ان بچوں کو بجائے مسلمانوں کے اسکولوں میں بھیجنے کے مسیحی اسکولوں میں داخل کروا دیتے ہیں اگر کسی کو میری بات پر کچھ شبہ ہوتو وہ حیدر آباد شہر میں تلک چاڑھی کے نیچے بارہ بجے کھڑا ہوکر مسیحی اسکول سے باہر آنے والے طلباء کو دیکھے تو اس کو معلوم ہوگا کہ اس اسکول میں مسلمانوں کے بچے اور بچیوں کی کتنی بڑی تعداد زیر تعلیم ہے۔ عقل سلیم رکھنے والا ہر شخص یہ جان سکتا ہے کہ ان مسیحی اداروں میں زیر تعلیم مسلمان بچوں کو یہ اسلام کے دشمن مسیحی اساتذہ اسلام کے خلاف کیسی زہریلی انجیکشن لگاتے ہوں گے پھر ان اداروں سے جو مسلمان بچے فارغ ہو کر نکلتے ہیں ان کی اکثریت تو بجائے مسلمان بننے کے مسیحی بن کر نکلتی ہے یا کم از کم اپنے دین و مذہب سے کافی حد تک سرد ہو کر نکلتی ہے۔ کیا ان بچوں کے والدین سے قیامت کے دن پوچھ کچھ نہ ہوگی؟ کیا ان بچوں کے بگڑ جانے کی ذمہ داری زیادہ تر ان کے والدین پر نہیں ہے؟

لیکن افسوس اس حقیقت کی طرف کوئی توجہ دینے والا بھی نہیں ہے۔ بہر حال اہل مخیر حضرات تو اپنے بچوں کو دینی مدارس میں داخل کرانے کی بجائے انگریزی اسکولوں میں داخل کروانے لگے البتہ غریب و مسکین مسلمانوں کے بچے مدارس میں آتے تھے اور آتے رہتے ہیں پھر جب دینی تعلیم کی طرف رجحان کم ہوگیا تو اس کا اثر لازمی طور پر دینی اداروں پر بھی پڑنا تھا اور واقعتاً پڑا، کچھ اور وجوہ بھی تھے بہر حال والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد مدرسہ اسی طرح تو نہ رہا اور نہ ہی تعلیمی معیار وہی رہا تاہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق سے ہم نے اس کو بند نہ ہونے دیا اور ہماری جماعت میں سے کافی احباب اس سلسلہ میں ہماری ممدو معاون رہے اور وقتاً فوقتاً اپنے نیک مشوروں سے نوازتے رہتے۔ جانی و مالی اعانت کا ہاتھ ان کی طرف سے ہمیشہ دراز رہا جزاھم اللہ خیرا.

بعض نے مشورہ دیا کہ مدرسہ دارالرشاد کے ساتھ ایک حصہ اورینٹل کالج کا بھی ملا دیا جائے تاکہ جو لوگ خالص دینی تعلیم کے لیے مدارس میں نہیں آتے وہ علوم مشرقیہ کے امتحانات کے لیے اس مدرسہ میں داخل ہوں گے اور مدرسہ کے ماحول سے بھی مانوس ہوں گے اور اس طرح دینی تعلیم بھی ان کو حاصل ہوگی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اس اورینٹل کالج کی وساطت سے وہ یونیورسٹی آف سندھ اور بعد میں بورڈ کے علوم شرقیہ کے امتحانات میں بیٹھیں گے اور کامیاب ہو کر میٹرک۔ انٹر آرٹس اور بی اے کے امتحانات دے سکیں گے اس طرح دنیاوی تعلیم بھی ان کو حاصل ہو جائے گی اور جس مقصد کی بناء پر انہیں اسکولوں و کالجوں کی طرف جانا پڑتا ہے وہ ان دینی مدارس سے بھی حاصل ہو جائے گی مشورہ معقول تھا ہم نے مدرسہ دارالرشاد کے ساتھ ایک حصہ اورینٹل کالج کا بھی رکھ لیا اور اس کا پرنسپل میں ہی تھا اس سلسلہ میں سندھ کے مختلف مقامات پر میٹنگیں اور اجتماعات ہوئے اور ہر اجتماع میں ہماری اس تجویز کی حمایت کی گئی اور لوگوں نے بھر پور اعانت کا وعدہ کیا۔ اس طرح سات آٹھ برس تک یہ اورینٹل کالج کامیابی کے ساتھ چلتا رہا اور اس سے بہت طلباء نے مشرقی علوم کے امتحانات دیئے اور کامیاب ہوئے اور پھر بی اے۔ ایم اے بھی ہو گئے۔ ہم نے مدرسہ دارالرشاد کو مکمل کالج تو نہیں بنایا تھا بلکہ دینی تعلیم بدستور تھی اورینٹل کالج اس کا محض ایک حصہ یا شعبہ تھا لیکن ہمارے چند کرم فرماؤں نے اس کے متعلق یہ پروپیگنڈا کرنا شروع کیا کہ اب یہ مدرسہ نہیں رہا بلکہ کالج بن گیا ہے لہٰذا دینی حلقوں کو اس کی اعانت نہیں کرنی چاہیے اور اپنے سفیروں کو بھیج کر اور تو اور ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی یہ تاثر دینا شروع کیا کہ اب یہ دینی ادارہ نہیں رہا بلکہ ایک دنیاوی کالج ہے ان سفیروں میں سے بعض نے کافی عرصہ بعد خود مجھے ایسی تحریکوں کے متعلق بتایا یعنی اس قسم کی تحریکیں آپ کے مدرسہ کے خلاف ہم چلاتے تھے اور اس بے جا اور معاندانہ پروپیگنڈا نے بھی مدرسہ کو قدرے نقصان پہنچایا اور کاؤنٹر مدرسے وجود میں آئے اس صورت حال سے ہم بے حد پریشان تھے کہ ذوالفقار علی بھٹو کا دور آیا اس نے تعلیمی اداروں، کارخانوں وغیرہا کو قومی تحویل میں لینا شروع کر دیا چنانچہ منصورہ وغیرہ کے اورینٹل کالجز قومی تحویل میں چلے گئے۔ قومی تحویل میں جانے کے بعد ان اداروں کی کیا درگت بنی اور کیسے کیسے تباہ کن اثرات ان پر مرتب ہوئے وہ ہم نے اس وقت مشاہدہ کئے جب ضیاء الحق کے دور میں یہ ادارے پھر اصل منتظمین کو واپس کر دیے گئے۔ بہر حال ہمیں اس نیشنلائیزیشن کا بہت پہلے پتہ چل گیا اور ہم نے اورینٹل کالج کو ختم کر دیا۔ لیکن مدرسہ دارالرشاد اپنی جگہ پر برقرار رہا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل سے ہمیں کوئی گزند نہ پہنچا فللہ الحمد ولہ الشکر۔

اب بھی بعض احباب اور مخلص اعزہ یہ ترغیب دلا رہے ہیں کہ مدرسہ کے ساتھ دوبارہ اورینٹل کالج بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم کیا جائے لیکن میں اس پر آمادہ نہیں ہوا۔ بہر کیف ان نقائص وتقصیرات کے باوجود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل سے مدرسہ چلتا رہا اور اس سے بہت سے طلباء فارغ التحصیل ہو کر نکلے اور بہت سے قرآن کریم کے حفاظ بھی ہوئے اور ہر سال ہو رہے ہیں ان حفاظ میں سے چند دوسری مساجد میں جا کر رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن کریم سناتے ہیں۔

مدرسہ کے متعلق بہت سی امنگیں ہیں آرزوئیں ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل سے پوری ہوں گی۔

اس وقت مدرسہ کا اہتمام میرے چھوٹے بیٹے سید قاسم شاہ ﷾ کے ہاتھ میں ہے مدرسہ میں اس وقت دو سندھی اسکول ماسٹر ایک حافظ قرآن اور تین مولوی صاحبان علوم عربیہ کے لیے ہیں۔

۱۔ مولوی محمد صاحب نھڑیو

۲۔ مولوی گل محمد صاحب لوہار

۳۔ مولوی عبد الرحیم لکھمیر صاحب، قاسم شاہ بھی تعلیم وتدریس میں گاہے بگاہے حصہ لیتے ہیں طلباء ستر ۷۰ پچھتّر ۷۵ تک ہو جاتے ہیں کوشش یہی ہے کہ ایک سو ۱۰۰ تک تعداد ہو جائے۔

عموماً ہر سال مدرسہ کی طرف سے ایک جلسہ منعقد کیا جاتا ہے جس میں مقامی اور باہر سے آئے ہوئے علماء وفضلاء تقریریں کرتے ہیں اور اگر فارغ التحصیل طلباء یا قرآن کریم کے حفاظ ہوتے ہیں تو ان کی دستار بندی کی جاتی ہے اور ان کو مدرسہ کی جانب سے اسناد دی جاتی ہیں۔ اکثر یہ اجلاس ماہ شعبان میں ہوتا ہے اور پھر مدرسہ کی تعطیلات ہو جاتی ہیں اور کبھی کبھی یہ اجلاس رمضان المبارک کے بعد ہوتا ہے۔

تصنیفات وتحریرات:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل سے طالب العلمی کے زمانہ سے ہی میں تصنیف وتالیف میں لگ گیا تھا ایک مرتبہ فاتحہ خلف الامام۔ آمین بالجہر۔ اور نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کے مسائل پر ایک کتاب لکھنی شروع کی اس کا نام "ضرب الاکتاف فی رد الاحناف" تھا اس کا خطبہ۔ حمد۔ صلوٰۃ وغیرہ والد ماجد ﷫ نے لکھ کر دیا تھا یہ کتاب عربی میں تھی اور اس کو مکمل بھی کر لیا بعد میں اس پر مزید تعلیق لکھی لیکن یہ دونوں گم ہو گئی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم کہاں گئیں۔

بعد میں یہ کتب ورسائل تصنیف کئے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱: "القواطع الرحمانية لترديد افتراء الفرقة القاديانية" یہ رسالہ سندھی زبان میں ہے اور مطبوع ہے۔ قادیانیوں نے ہمارے پرداد ے سید رشید الدین شاہ صاحب اللواء الثالث رحمہ اللہ پر ایک افتراء باندھا تھا اس میں اس کی قلعی کھولی گئی ہے اس کے ساتھ میں نے والد ماجد رحمہ اللہ کا جواب بھی ساتھ کر دیا ہے جو انہوں نے مولانا دین محمد وفائی کے علمی مجلّہ "توحید" میں شایع کروایا تھا۔ ❶

۲: "التحقيق الجليل فى ان الارسال فى القيام بعد الركوع فى الصلوٰة هو الحق من حيث الدليل."

یہ کتاب مبسوط ہے اور یہ بھی سندھی زبان میں ہے اس میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ رکوع کے بعد والے قیام میں صحیح بات یہ ہے کہ اس میں ارسال کیا جائے اور مخالفین کے دلائل کا تفصیل کے ساتھ جواب دیا گیا ہے یہ کتاب بھی مطبوع ہے۔

۳: "نيل الامانى و حصول الآمال بتحقيق ان الهيئة المسنونة للقيام بعد الركوع هى الارسال."

یہ رسالہ اردو زبان میں ہے اور مذکورہ مسئلہ پر کراچی کے چند احباب کے ایماء پر لکھا گیا اس کو ہمارے ایک محترم دوست مولانا عبد الخالق صاحب سندھی نے چھپوایا ہے یہ ہمارے دوست کراچی میں رہتے ہیں۔

۴: "تاييد عالم الغيب والشهادة الكبير المتعال لاهل الارسال فى تحقيق نيل الامانى و حصول الآمال."

میرے رسالہ نیل الامانی وحصول الآ مال پر بھائی صاحب سید بدیع الدین شاہ صاحب نے تنقید فرمائی تھی اور اس کا نام رکھا تھا "القنوط واليأس لإهل الارسال من نيل الامانى و حصول الآمال."

یہ کتاب تفصیل کے ساتھ ان کے جواب میں تحریر کی گئی ہے اور ابھی زیر طبع ہے اس کو بھی مولانا عبد الخالق صاحب طبع کروا رہے ہیں۔

۵: "التعليق النجيح على الجامع الصحيح."

❶ یہ کتاب اردو ترجمہ کے ساتھ "مقالات راشدیہ" کی پہلی جلد میں شایع ہوگئی ہے۔ (الأزهری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ مکمل صحیح بخاری پر عربی میں حاشیہ ہے جو میں نے صحیح بخاری طبع منیریہ کی حاشیہ پر لکھا تھا اب ہمارے مدرسہ کے ایک مدرس مولانا محمد صاحب اس کو صاف کر رہے ہیں۔

۶: ''تحصيل المعلاة لحكم الجهر بالبسملة في الصلوٰة .''

اس میں احادیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھنا افضل ہے اور مخالفین کے دلائل کا مکمل جواب دیا گیا ہے یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور ہمارے عزیز دوست محترم ابو ایوب کویتی اس کو اپنے ساتھ کویت لے گئے ہیں تاکہ ان کے نشر و طباعت کا انتظام کریں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کو اس کار خیر کے انجام دینے کی توفیق عطاء فرمائے آمین!

۷: ''كشف اللثام عن تراجم الرواة الاعلام الذين يروون حديث ''لا صلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب خلف الامام .''

یہ رسالہ بھی عربی میں ہے اس میں امام بیہقی کی کتاب القراءۃ میں وارد مذکور حدیث کے رواۃ کے تراجم دیئے گئے ہیں۔ یہ رسالہ میں نے حضرت مولانا ابوالفضل فیض الرحمٰن الثوری کے ایماء پر لکھا۔ یہ ابھی مخطوطہ ہی ہے۔

۸: ''السعي الاثيث في تحقيق التلقب باهل الحديث .''

اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اہل حدیث کا لقب بدعت نہیں ہے۔ یہ اردو میں ہے اور ابھی تک غیر مطبوع ہے۔ [1]

۹: ''التنقيد السني على فلتات المولوي عبد الغني .''

یہ سندھی میں مولوی عبدالغنی صاحب کے اہل حدیث لقب پر اعتراضات کا مسکت جواب ہے یہ بھی غیر مطبوع ہے۔

۱۰: اظهار الغواية الواقعة في كتاب ''پيغام هدايت''

کتاب پیغام ہدایت ایک ہالائی صاحب سندھی نے لکھی تھی جس میں بہت سی باتیں صراط مستقیم سے ہٹی ہوئی تھیں یہ کتاب ان پر تنقید ہے یہ بھی سندھی زبان میں ہے اور غیر مطبوع ہے۔

[1] یہ کتاب بھی ''مقالات راشدیہ'' کی پہلی جلد میں شائع ہوگئی ہے۔ (الأزهری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱: "المنهج السوى فى الملاحظات علىٰ تفسير الغزنوى."

مولانا فضل احمد غزنوی مرحوم نے ابتدائی پانچ پاروں کی تفسیر اردو میں تحریر فرمائی تھی ان کے ایک حصہ میں چند قابل اعتراض باتیں تھیں اس کتاب میں ان پر تنقیدات ہیں یہ کتاب میں نے مولانا مرحوم کو بھیج دی تھی ان کا جواب بھی آیا میری تنقید کی تصویب فرمائی اور اصلاح کا وعدہ بھی کیا لیکن افسوس وہ اس سے پہلے ہی انتقال کر گئے اور یہ اصلاحات نہ ہو سکیں۔ یہ کتاب بھی اردو میں اور غیر مطبوع ہے۔

۱۲: "ازالة نقاب التزوير عن وجه مسئلة التصوير."

اس میں تصویر کشی اور جاندار اشیاء کی فوٹو گرافی کی حرمت کو دلائل سے ثابت کیا گیا ہے اور مجوزین کے دلائل کا جواب دیا گیا ہے۔ اس رسالہ میں دراصل ایک ڈاکٹر صاحب کو ایڈریس کیا گیا ہے۔ میں ان حضرت کی دعوت پر اسلام آباد گیا تھا وہاں یہ مسئلہ زیر بحث آیا۔ مندوبین میں سے صرف محترم ڈاکٹر ہالیپوٹہ صاحب اور ایک دوسرے صاحب جو لاہور کے رہنے والے تھے اور اس وقت اس کا نام مجھے یاد نہیں رہا اور میں نے اس کی مخالفت کی تھی یہ کتاب بھی اردو میں اور غیر مطبوعہ ہے۔ ❶

۱۳: "تنبيه الفطن الدارى علىٰ فلتات الفاضل الحصارى الملقب به التوبيخ و الزجر لمن يمنع عن اداء الركعتين جالسا بعد الوتر."

یہ بھی اردو میں ہے اور مضمون نام سے ظاہر ہے یہ "الاسلام" میں چھپی تھی لیکن اس کے کچھ ٹکڑے کاٹ دیے گئے اور وہ طبع میں نہ آئے مکمل کتاب ابھی تک مخطوطہ ہے۔

۱۴: "جودة التنقيح فى مسئلة ركعات التراويح."

یہ کتاب اردو میں میر پور خاص کے چند اہل علم احباب کے ایماء پر لکھی گئی ان احباب نے ایک اشتہار بھیج دیا جو بریلویوں کی طرف سے شایع ہوا تھا جس میں انہوں نے رکعات تراویح کے بیس ۲۰ ہونے کے اثبات کی لاحاصل کوشش کی تھی۔ اس میں ضعیف و منکر بلکہ موضوع روایات کے لانے سے بھی گریز نہ کیا گیا اس کتاب میں اس کا مکمل جواب دیا گیا اور دلائل صحیحہ سے ثابت کیا گیا کہ تراویح کی رکعات آٹھ ہی صحیح ہیں۔

۱۵: "عون الولى الحميد فى الرد علىٰ عبد الوحيد."

❶ یہ کتاب بھی "مقالات راشدیہ" کی پہلی جلد میں شائع ہوگئی ہے۔ (الازہری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالوحید صدیقی نے ایک کتابچہ شایع کرایا اور مجھے بھی بھیج دیا اس میں انہوں نے ڈارون کے نظریہ ارتقاء کی ترجمانی و تائید کی تھی اور اس میں قرآن مجید و احادیث رسول ﷺ پر افتراء باندھا تھا۔ میں نے ان کے جواب میں یہ کتاب تفصیل کے ساتھ لکھی۔ اس کو بھیج وی انہوں نے دیکھ کر مجھے جو جواب ارسال کیا اس میں انہوں نے میرے اعتراضات کا جواب بالکل نہ دیا اور یہ لکھا کہ میں ایک کتاب لکھوں گا جس میں اس کے مسکت جواب ہوں گے اور جو میں نے اپنی کتاب میں مین پوائنٹ اٹھایا تھا اس سے سائیڈ ٹریک کر گئے اور اس کا ذکر تک نہ کیا میں نے ان کے جواب میں پھر دوسری کتاب لکھ کر ارسال کی لیکن ان کی طرف سے پھر کوئی جواب نہ آیا اور نہ ہی وہ پھر میدان میں آیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ جانے اب وہ کہاں ہیں کس حال میں ہیں یہ دونوں کتابیں سندھی میں اور غیر مطبوعہ ہیں۔

۱۶: "رسالة فی الرد علىٰ السید نور الله شاه."

سید نور اللہ شاہ ابن السید بدیع الدین شاہ نے اردو میں ایک رسالہ لکھا تھا اس میں میری کتاب "التحقیق الجلیل" کے متعلق چند بے جا ریمارکس کسے تھے اور قیام بعد الرکوع میں وضع کے اثبات کی سعی فرمائی تھی۔ میں نے اس رسالہ میں ان کا جواب دیا ہے جو ابھی مخطوطہ ہے۔

۱۷: "المنهج الاقوم فی تفسیر سوة مریم."

۱۴۰۷ھ میں اہل علم احباب نے مجھ پر اصرار کیا کہ میں بھی قرآن حکیم کی تفسیر لکھوں۔ ان کے اصرار اور تقاضا کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے سورۃ مریم کی تفسیر شروع کر دی۔ کیونکہ اس وقت نماز فجر کے بعد سورت مریم ہی کا درس چل رہا تھا اس لیے کسی سورۃ کے تفسیر کے لیے مجھے الگ کتب تفاسیر دیکھنے کی زحمت نہ رہی جو تفاسیر درس کے لیے دیکھ کر آتا وہی املاء بھی کرا دیتا۔ اس تفسیر میں جو منہج میں نے اختیار کیا ہے وہ بالکلیۃ نیا تو نہیں تاہم میرا طریقہ موجودہ تفاسیر سے قدرے مختلف ہے اور کافی طویل ہو گیا ہے میری کوشش یہی ہے کہ اس میں ہر طرح کے فوائد جمع کر دئے جائیں ابھی تک سورۃ مبارکہ کے دوسرے رکوع کی تفسیر بھی تمام نہیں ہوئی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کے اتمام کی اسی طرح توفیق مرحمت فرمائے جس طرح اس مالک حقیقی جل وعلا نے اس کی ابتداء کی توفیق مرحمت فرمائی یہ تفسیر میں نے سندھی میں لکھوانا شروع کی ہے لیکن ہماری جماعت کے اہل علم دوست مولوی عبدالحکیم لکھمیر نے اس کو اردو میں منتقل کرنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا بھی پکا عزم کیا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں اس کارِ خیر کے انجام دینے کی توفیق بخشے آمین اس طرح اس سورت مبارکہ کی تفسیر سندھی اور اردو میں ہوگی۔ اللھم و فقنا لما تحبه و ترضاه.

۱۸: "الصواعق المرسلة من الكتاب العزيز الفرقان لإحراق الخدائع والأباطيل الواقعة فى الرسالة المسماة ببلاغ القرآن."

بلاغ القرآن ایک اردو رسالہ ہے جو لاہور سے نکلتا ہے اس کی اشاعت کرنے والے منکرین حدیث ہیں اس رسالہ کے نومبر و دسمبر ۱۹۷۸ء کے نمبر میں انہوں نے قرآن کریم کے اس قصہ و بیان پر کہ ملائکہ علیہم السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے سجدہ کیا تھا اس پر بے جا اور بے ہودہ اعتراضات کیے ہیں اور تحریف و باطل تاویل سے کام لے کر اس قصہ کا اپنی طرف سے ایک اور مطلب بیان کیا ہے۔ جماعت اہل حدیث حیدر آباد کے ایک دوست نے یہ رسالہ مجھے دیا اور باصرار تام اس پر تنقید کا خواست گار ہوا۔ میں نے بسم اللہ کر کے تنقید شروع کی ایک حصہ پورا ہوا دوسرا حصہ بھی کچھ لکھا ہے ابھی کافی لکھنا باقی ہے فی الحال کتاب ابھی تک نامکمل ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے اس کے اتمام کی توفیق بخشے آمین یہ کتاب اردو میں ہے اور بہت بسط و تفصیل سے لکھی گئی ہے۔

۱۹: "امام محمد بن عبد الوهاب ايك مجدد."

یہ رسالہ اردو میں ہے اور مضمون نام سے ظاہر ہے۔ یہ بھی غیر مطبوع ہے۔ ❶

۲۰۔ خطبہ صدارت، ۱۹۶۸ء میں لاہور میں اہل حدیث جماعت کی سالانہ کانفرنس ہونے والی تھی حضرت مولانا محمد اسمٰعیل آف گوجرانوالہ امیر جماعت اہل حدیث اور حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے اس کانفرنس کی صدارت میرے سپرد فرمائی اسی وقت میں نے یہ خطبہ لکھا تھا جو اس کانفرنس میں پڑھا گیا یہ خطبہ مطبوعہ ہے۔

۲۱۔ سفر نامہ ترکی۔ سندھی زبان میں ہے۔

۲۲۔ سفر نامہ حجاز۔ دو جلدوں میں اور سندھی میں ہے۔

۲۳۔ سفر نامہ حجاز و یورپ۔ یہ بھی سندھی زبان میں ہے۔

❶ یہ کتاب بھی "مقالات راشدیہ" کی پہلی جلد میں شائع ہوگئی ہے۔ (الازھری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۴۔ سفرنامہ اسلام آباد۔ یہ بھی سندھی میں ہے۔

۲۵: البیان الانبل فی شرح المفصل ۔ یہ علامہ زمخشری کی کتاب المفصل (نحو میں) کی سندھی زبان میں شرح ہے جو اپنے چھوٹے بچے قاسم شاہ کو املاء کراتا رہتا ہوں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اتمام کی توفیق عطاء کرے۔

۲۶: "صدق المقال و سداد الاتجاه فی بیان حیاة احقر العباد محب الله المعروف به خود نوشته سوانح عمری."

یہ یہی کتاب ہے جو لکھی جا رہی ہے۔

۲۷: امام بیہقی کی کتاب القراءۃ کے جملہ رواۃ کے تراجم پر بھی ایک کتاب کی ابتداء کر دی ہے یہ کتاب حضرت مولانا ابوالفضل فیض الرحمٰن الثوری کے ایماء پر لکھنی شروع کر دی تھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے بھی اتمام کی توفیق بخشے آمین۔

۲۸: فتاویٰ راشدیه: عقائد و اعمال وغیرہا کے متعلق اہل علم نے جو مجھ سے سوالات کئے اس کتاب میں بسط کے ساتھ میں نے اس کے جوابات املاء کرائے ہیں۔

۲۹: "حیاز الصلاة بیان ادعیة الصلوٰة."

کراچی کی اہل حدیث جماعت کے احباب نے نماز کی دعاؤں کے بارے میں ایک چھوٹی سی کتاب لکھنے کا امر کیا یہ کتاب ان کے امر کی تعمیل میں لکھی تھی۔

۳۰: "طریق السداد و فصل المقال فی تراجم الرواة الثقات الذین لیس لهم ذکر فی تهذیب الکمال."

اس میں حدیث کے ان ثقات رواۃ کا ذکر ہے جو تہذیب الکمال میں مذکور نہیں ہیں یہ نا تمام مخطوطہ ہے۔

دینی تحریکوں کے ساتھ تعاون:

تقسیم ہند سے پہلے تبلیغی جماعت سندھ میں آئی تھی ان کے ساتھ سیٹھ عبدالجبار اہل حدیث بھی تھے جو اس جماعت کے ساتھ پیدل چلتے تھے وہ ہمارے پاس پہنچے اور ہمیں ترغیب دلائی کہ کراچی میں ان کا اجتماع ہوگا آپ اس میں شریک ہوں میں اور بھائی صاحب سید بدیع الدین شاہ صاحب کراچی گئے ان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتماع میں شریک ہوئے تین چار دن تک ان کے ساتھ شہر میں پھرے اور مختلف مساجد میں جا کر تبلیغ کی ان کے تبلیغی نصاب میں کچھ باتیں قابل اعتراض نظر آئیں ہم نے سیٹھ عبدالجبار کو اس طرف توجہ دلائی انہوں نے اس سلسلہ میں اصلاح کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد بھی اندرون سندھ میں ان کے چند اجتماعات میں شریک ہوا۔ حیدر آباد میں بھی اور کچھ عرصہ کے بعد رائیونڈ میں ان کے اجتماع میں شرکت کی دعوت ملی اس میں بھی راقم الحروف اور سید بدیع الدین شاہ شریک ہوئے جمعہ وہاں پڑھا پھر میں لاہور۔ بعد میں پشاور چند احباب کے ساتھ سیاحت کے لیے چلا گیا اور بھائی صاحب غالباً گوٹھ واپس ہوئے۔ کافی عرصہ بعد بھی حاجی محمد عثمان میمن مرحوم کے ساتھ میں ان کے راونڈ کے اجتماع میں ایک دو مرتبہ شریک ہوا۔ اس جماعت میں بعض باتیں ایسی تھیں اور ہیں جو ہمارے مسلک کے ساتھ جوڑ نہیں کھاتیں۔ ظاہر کے اعتبار سے (کیونکہ اندرو باطن کا معاملہ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی جانتا ہے) دینی تبلیغ کا جذبہ ان میں نہایت اعلیٰ درجہ پر نظر آتا ہے اس سلسلہ میں ان کی کارکردگی بھی میرے خیال میں قابل تحسین ہے اور بہت سے لوگ جو شراب و کباب کے عادی تھے وہ ان کے ساتھ رہ کر بالکل صالح و متدین انسان بن گئے۔ میری یونین کاؤنسل پیر جھنڈو کی چیئر میں شپ کے زمانے میں ایک مرتبہ میں اپنے سیکریٹری غلام حسین میمن کے ساتھ حیدر آباد گیا وہاں پی۔ ڈی کے ڈائریکٹر سے ملنا تھا سیکریٹری کا کام تھا میں ڈائریکٹر سے ملا۔ دیکھا کہ سادہ لباس میں ہے، اور نوجوان لیکن بڑی کالی ریش کے ساتھ اور نہایت متدین نظر آیا مجھے احترام سے پیش آئے میں نے اپنے آنے کا مقصد بتایا انہوں نے کہا کہ میں یہ کام کر دوں گا لیکن یہ غلام حسین (سیکرٹری) داڑھی چھوڑنے کا وعدہ کرے اور نماز کی پابندی کا وعدہ کرے تو میں ان کا کام کر دوں گا، میں نے کہا وہ میری صحبت میں آنے کے بعد نماز تو باقاعدہ پڑھتا ہے لیکن داڑھی منڈواتا ہے اب کچھ چھوڑ دی ہے۔ ان شاء اللہ اور بھی ٹھیک ہو جائے گا۔

یہ افسر ہو کر اپنے ماتحتوں میں دین کی تبلیغ کرتا رہتا تھا حالانکہ پہلے وہ شراب پیتا اور صراط مستقیم سے ہٹا ہوا تھا لیکن تبلیغی جماعت کے ساتھ رہتے ان میں یہ انقلاب آ گیا اسی طرح پہلے بہت سے افسر ایسے دیکھے جو پہلے ان کے لیل و نہار انتہائی مختلف تھے لیکن تبلیغی جماعت سے وابستگی کے بعد ان کی کایا پلٹ گئی اور ایک دوسرے انسان بن گئے اور یہ نہیں کہ انہوں نے اپنی ملازمت ترک کر دی تھی بلکہ باقاعدہ ملازم بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے اور اپنی ڈیوٹی و فرائض انجام دیتے رہے لیکن اب ان میں دیانت و امانت اور خدا ترسی کی صفات پیدا ہوگئیں جہاں ہمارے اہل حدیث اجتماعات میں فوٹو گرافی کی بھرمار دیکھتے رہے اور ابھی تک دیکھتے رہتے ہیں وہاں تبلیغی جماعت کے اجتماعات میں فوٹو گرافر کی شکل بھی ہم نے نہیں دیکھی بلکہ وہاں مصوروں کے آنے کی اجازت ہی نہیں ہے میں اہل حدیث جماعت کے سربراہوں سے اس بات پر گزارش کی لیکن افسوس وہاں سے جو جواب ملا وہ بے حد دل دکھانے والا تھا اور واقعتاً بڑا دکھ ہوا۔ اللہ ہم سب کو ہدایت دے اوائل میں بہت سے اہل حدیث علماء بھی تبلیغی سلسلہ میں اس جماعت کے ساتھ رہتے تھے۔

ایک بار ان کا اجتماع حیدر آباد کا علاقہ ٹنڈو ولی محمد میں ہوا وہاں جمعہ کے دن میں بھی اس مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لیے گیا جہاں ان کا اجتماع تھا وہاں میں نے قاری عبدالخالق رحمانی صاحب ﷾ [1] کو بھی پایا مولانا اس وقت حیدر آباد کی مسجد میں خطیب تھے نماز کے بعد یا قبل ان سے گفتگو ہوئی فرمانے لگے ''کچھ بھی ہے بحرحال ان بیچاروں میں دینی جذبہ ہے'' یا فرمایا ''دین کی محبت ہے۔''

مشہور اہل حدیث سیٹھ عبدالجبار ہمیشہ ان کے ساتھ رہے حتی کہ ان کا انتقال ہو گیا ان کے بعد ان کے بیٹے محترم محمد ابراہیم بھی ان کا ساتھ دیتے رہے اور کراچی کے بہت سے اجتماعات موتی مسجد میں ہی ہوا کرتے تھے اب میں ان کے اجتماعات میں تو شریک نہیں ہوتا لیکن ان کی جماعتیں جب سندھ میں آتی ہیں تو بسا اوقات میرے پاس آتی ہیں اور دعا خیر کے طالب ہوتی ہے اگر ان کا کہیں قریبی پڑاؤ ہوتا تو مجھے الگ دو گھنٹہ کے لیے لے جاتے اور التماس کرتے رہتے ہیں کہ میں ان کو کوئی نصیحت کروں اور ان کے لیے دعا کروں حالانکہ ان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں مسلکاً اہل حدیث ہوں بحرحال نیتوں کا علم تو اللہ عزوجل کے پاس ہے لیکن ظاہر میں جو کچھ دیکھتے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا دینی جذبہ وصورت نہایت قابل قدر ہے۔

اہل حدیث کا امتیاز:

اہل حدیث جماعت تو اپنی جماعت ہی ہے، ان کے ساتھ قلبی لگاؤ اور لازوال رشتہ اور ناطہ ہے کیونکہ ہم سب ہم مسلک ہیں توحید اور کتاب وسنت کی نظریہ جو بات ان میں ہے وہ دوسری جماعتوں میں کما حقہ دیکھنے میں نہیں آتی۔

---

[1] قاری عبدالخالق رحمانی رحمہ اللہ کا ۳ دسمبر ۲۰۰۶ء میں کراچی میں انتقال ہوا۔ (الازہری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ راشدیہ میں حنفی علماء رکھنے کی وجہ؟

ہمارے مدرسہ میں حنفی علماء آتے رہیں اوران کو رکھ لیتے اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل حدیث علماء مدرسین یہاں ہمارے مدرسہ میں آتے ہی نہیں اور جو آتے بھی وہ متوسط درجہ کے ہوتے ہیں عموماً علوم عالیہ میں حنفیہ علماء بہت ماہر ہوتے ہیں ایک بار میں مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم ❶ کی زندگی میں لاہور گیا اُن کے پوتے محترم حماد صاحب نے بتایا کہ وہ حنفیوں کے مدرسہ میں پڑھتا ہے پوچھا کہ کیوں؟ تو بتایا کہ اہل حدیث کے مدارس میں ان علوم میں مہارت رکھنے والے نہیں اب ہم اگر کوئی حنفی عالم رکھ لیتے ہیں تو یہ لوگ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھو یہ حنفیوں کا مدرسہ ہے یہاں مدرسین حنفی ہی ہے، اگر اچھے اہل حدیث مدرسین سے یہاں آنے کے درخواست کرتے ہیں تو وہ تیار ہی نہیں ہوتے اب اس صورت حال کا آخر کیا علاج کیا جائے؟

نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن

۱۹۶۷ء میں اہل حدیث کانفرنس میں شرکت:

۱۹۶۷ میں لاہور میں اہل حدیث کے سالانہ اجلاس میں شریک ہوا اور اس میں میری ہی صدارات تھی کم وبیش اجلاس تین دن رہا اور فوٹو گرافر کو کوئی ممانعت نہ تھی آخری دن حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحب مرحوم ❷ امیر جماعت تقریر کے لیے اُٹھے ایک فوٹو گرافر آیا لیکن مولانا مرحوم نے فرمایا کہ یہ ناجائز ہے تصویر کشی نہ کی جائے مجھے تو اس میں تقریر کا موقعہ ہی نہ دیا گیا لیکن اور بہت سے علماء نے تقاریر کیں لیکن اس تصویر کشی کی وبا کا کسی کو خیال تک نہ آیا۔

فیصل آباد میں بھی کانفرنس ہوئی محترم میاں فضل حق صاحب نے دعوت دی تھی حاضر ہوا لیکن وہاں بھی یہی عالم تھا اور ایسے ایسے علماء کی تصویریں لی جارہی تھیں جن کا نام لیتے بھی شرم آتی ہے لیکن دیکھا کہ کسی کے سر پر جوں تک نہیں رینگتی۔ فَانا لِلّٰہ وانّا اِلیہ رَاجعُون .

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستا کے رکن:

مولانا محمد اسماعیل مرحوم کی وفات کے بعد اہل حدیث جماعت نے مجھے باقاعدہ رکن بنایا اور چند بار

---

❶ مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب شارح حدیث، عظیم مصنف اور جماعت اہلحدیث کے سرخیل ان کا ۳ اکتوبر ۱۹۸۷ء لاہور میں انتقال ہوا۔

❷ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے بانی ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء کو انتقال ہوا۔ (الازھری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاہور کی میٹنگوں میں شرکت بھی کی اس وقت مولانا محمد صاحب گوندلوی مرحوم ❶ امیر جماعت تھے پھر جماعت اہل حدیث میں اختلاف ہوا اور بالآخر فیصل آباد میں اجتماع ہوا میں بھی مدعو تھا لیکن اس دن ٹرین بہت لیٹ ہوئی اور میں اس وقت پہنچا کہ اجتماع ختم ہو چکا تھا اور ایک فیصلہ بھی کر دیا گیا تھا۔ بعد میں مجھے احساس ہوا کہ اللہ کا فضل ہوا کہ ٹرین لیٹ ہوئی اور میں عین وقت پر نہیں پہنچ سکا اور یہی میرے لیے بہتر تھا اس کی تفصیل میں نہ لکھ سکتا ہوں اور نہ بیان کر سکتا ہوں بس اس کا احساس دل میں ہے اور اللہ جانتا ہے بہر حال اس اجلاس میں بھائی صاحب محترم حضرت سید بدیع الدین شاہ ❷ صاحب کو امیر جماعت بنایا گیا اور میرے دوست مولانا ارشاد الحق صاحب میرے سامنے ایک دفتر لے آئے چونکہ میں بھی جماعت اہل حدیث کا رکن تھا اس لیے مجھے بھی اس فیصلہ کے تصدیق کے لیے اس دفتر میں اپنے دستخط کرنے تھے میں نے دستخط کر دیے اور بعد میں لاہور آ گیا اور مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم کے پاس ٹھہرا اور انہوں نے اس اجلاس کے متعلق معلومات لیں میں نے سارا قصہ سنا دیا میں نے محسوس کیا کہ اس بات پر ان کا شرح صدر نہ ہوا بعد میں یہ امارت بھی ٹوٹ گئی اور جماعت میں اختلافات کی خلیج وسیع ہوتی چلی گئی پھر اور دو جماعتیں ہو گئیں۔ جو قارئین کرام سے مخفی نہیں ہیں۔

میں حیدر آباد کراچی وغیرہ میں بھی اہل حدیث اجتماعات میں شریک ہوتا رہا ہوں لیکن ہر جگہ تصویر کشی کا معاملہ بہت کھٹکتا رہتا تھا مجھے جب بھی موقع ملا میں نے انہیں اللہ کی توفیق سے حق بات کہہ دی اور انہیں بتایا کہ اس طرح اللہ رسول ﷺ کے ارشادات میں آپ کی مخالفت سے آپ کامیاب نہ ہوں گے وقتی طور مان بھی لیتے ہیں لیکن اس پر عملی قدم اٹھانا۔ نجنا اللہ وایا ھم .

سندھ کے مختلف اجتماعات میں شرکت:

صوبہ سندھ میں مختلف مقامات پر اہل حدیث جماعتوں کے اجتماعات ہوتے ہیں میں مدعو ہوتا ہوں اور حاضر بھی ہو جاتا ہوں، لیکن یہ بڑا المیہ ہے کہ ان میں شرکت کرنے والوں میں خواہ سامعین خواہ مقررین کی اکثریت میں قول و فعل کا تضاد بہت نمایاں طور پر نظر آتا ہے، افسوس تو بہت ہوتا ہے لیکن کریں تو کیا

---

❶ حافظ الحدیث امام العصر، استاذ العلماء امیر مرکزیہ ۴ جون ۱۹۸۵ء کو انتقال ہوا۔ (الأزھری)

❷ مفسر قرآن ماہر علم رجال ان کا انتقال ۸ جنوری ۱۹۹۶ء کو ہوا۔ (الأزھری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں؟ یہ کانفرنسیں اور اجلاس ایک رسم ہی تو رہ گئی ہیں فَانا لِلّٰہ وانّا اِلیہ رَاجعُون.

جماعت اہل حدیث سندھ کے بطور اُمیر:

محترم سید بدیع الدین شاہ صاحب کچھ عرصہ کے لیے حرمین شریفین جا کر رہے اس وقت جماعت اہل حدیث حیدرآباد کی قلعہ دروازہ کے نزدیک مسجد کے متولی محمد اسحاق صاحب سلفی بنے ہوئے تھے اور خطیب مولوی محمد حسین صاحب تھے اسحاق صاحب اور اس کے رفقاء نے مجبور کیا کہ میں امیر بنوں میں نے بات مان لی بعد میں اسحاق صاحب اور شہر کی جماعت کے دوسرے افراد میں شدید اختلاف پیدا ہوا اور وہ اسحاق صاحب کو امیر کرنا چاہتے تھے ان کی شدید مخالفت کو دیکھ کر ایک بار میں نے حیدرآباد میں اپنی جگہ پر میٹنگ بلوائی بہت سی باتوں کے بعد میں نے اسحاق صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ بہتر ہے کہ وہ مستعفی ہو جائے لیکن وہ اپنی بات پر اڑے رہے اور اپنے ایک رفیق سے مل کر کاؤنٹر امارت بنالی حالانکہ انہیں اس طرح کا کوئی حق نہ تھا جماعت کی مرضی پر ایک بار میں نے مسجد میں جمعہ پڑھایا نماز کے بعد پوری جماعت کو خطاب کرتے ہوئے میں نے کہا کہ بھائیو میں امارت کا طالب نہیں ہوں اگر آپ چاہیں تو کسی دوسرے کو بھی امیر بنا دینے میں مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا یا پھر اسحاق صاحب سے صلح صفائی کرلیں لیکن پوری جماعت نے جواب دیا کہ وہ میری امارت پر راضی اور خوش ہیں بعد میں ان کا معاملہ سول کورٹ تک جا پہنچا اس اثناء میں پھر اسحاق صاحب سے تو میری صلح وصفائی ہوگئی مگر مقدمہ چلتا رہا۔

جب رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف
آج کچھ درد دل میرے دل میں سوا ہوتا ہے

(غالب)

شاہ بدیع الدین الراشدی صاحب کی حرمین شریفین سے واپسی:

جب محترم جناب سید بدیع الدین شاہ صاحب ﷾ مستقل طور پر آکر سندھ ہی میں رہنے لگے [1] تو حیدرآباد کی جماعت نے مجھے کچھ کہے بغیر اور بغیر نوٹس کے محترم بھائی صاحب کو ہی اپنا امیر بنا دیا خیر میں تو

[1] شاہ صاحب کچھ عرصہ کے لیے سندھ کو چھوڑ کر مستقل طور پر حرمین شریفین تشریف لے گئے تھے لیکن ناساز حالات کی وجہ سے واپس آگئے۔ (الأزھری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس چیز کا نہ متمنی تھا نہ خواست گار اس لیے اس رویہ سے مجھ پر کوئی اثر خاص تو سریت نہ ہوا لیکن یہ واضح ہو گیا کہ اہل حدیث جماعت اصول کی پابند نہیں ہے اور جو جی میں آیا کر گزرتے ہیں اس کا جو باقاعدہ طریقہ کار ہونا چاہیے تھا اس کو اہمیت نہیں دیتے، پھر یہ مقدمہ بالآخر دوسری جماعت کے فائدے میں ہی ہوا اور اسحاق صاحب کو طوعاً و کرھاً اپنے عہد سے الگ ہونا پڑا۔

سندھ میں اہل حدیث یوتھ فورس کا قیام:

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید مرحوم کی اہل حدیث یوتھ فورس کی تحریک چلی علامہ کی شہادت کے بعد سندھ میں اس تحریک نے قوت حاصل کی اور محترم محمد سلیمان صاحب بندھانی آف کراچی اور دوسرے چند اہل حدیثوں نے اس تحریک کی حمایت کی ترغیب دی اور اس میں باقاعدہ حصہ لینے کو کہا ہم نے حمایت پر کمر کس لی اور میرا چھوٹا بچہ قاسم شاہ اس سلسلہ میں باقاعدہ حصہ لینے لگے اور نیو سعید آباد میں اس کا دفتر کھولا گیا بالآخر ایک اجلاس میں جو ہمارے گوٹھ میں منعقد ہوا جس میں بہت سے اہل حدیث حضرات شریک ہوئے مجھے بتائے بغیر بتائے سندھ کا امیر بنایا گیا اب مجھے سوائے خاموشی کہ اور کچھ نہ سوجھا۔

اللہ جانتا ہے کہ میں ان تحریکوں کی حمایت یا ان کے ساتھ انسلاک محض مسلک اہل حدیث کی وجہ سے ہی ہوتا رہا ہے باقی اپنی بڑائی یا امارت کا میں ایک منٹ کے لیے بھی طالب نہیں ہوا افسوس اس بات کا ہے کہ ٹھوس حقائق ہماری موجودہ جماعتوں میں سے کوئی فرد بھی اپنے سامنے نہیں رکھتا بس سطحی طور جو بات سامنے آئی اس کو لے کر خود ہی قاضی بن کر فیصلہ بھی کر لیتے ہیں اور نتیجہ بھی خود ہی نکال لیتے ہیں فالی اللہ المشتکی ۔

بہر کیف کچھ تقصیروں اور کچھ خامیوں کے باوصف اہل حدیث یوتھ فورس جماعت خواہ سندھ کی ہو یا پنجاب کی ان کی بڑی اکثریت میری عزت و احترام کرتی ہے وہ ہمشہ مجھ سے وابستہ رہنا چاہتے ہیں اور کسی طرح اس رشتہ سے منقطع ہونے کے روادار نہیں ہیں۔

محترم میاں فضل حق صاحب نے ایک بار مجھے ایک مکتوب ارسال کیا تھا جس میں مجھے انہوں نے احترام کے ساتھ ایڈریس کرتے ہوئے مجھ سے تعاون کے خواست گار ہوئے اور سنجیدہ الفاظ میں انہوں نے مجھ سے التماس کیا تھا کہ میں یہ کام اپنے سر پر اٹھاؤں لیکن بعد میں ان کی جانب سے مزید کوئی پیش قدمی اس سلسلہ میں نہ ہوئی اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ ان کے پروگرام یا ان کی تجویز کی واضح صورت کیا ہے وہ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احقر سے کیا کام لینا چاہتے ہیں اس لیے میں بھی خاموش ہی رہا۔

جماعت المسلمین:

چودھویں صدی ہجری کے نصف سے جب جماعت المسلمین کا آغاز ہوا تو انہوں نے بھی مجھے ان کے اجتماع میں شرکت کی دعوت دی میں چند بار کراچی حیدر آباد وغیرہ میں ان کے اجتماعات میں شریک ہوا ان کا طریقہ کار دیکھا ابتداء میں ان کی اداء دل کو بہت بھائی اور بہت پُرکشش معلوم ہوئی اس وقت وہ اہل حدیث کے مخالف نہ تھے۔ ایک بار سید مسعود احمد صاحب اپنے رفقاء کے ساتھ ہمارے گوٹھ میں بھی تشریف لائے اور رات ہمارے پاس رہے۔

ان کے اجتماعات میں میں تقریر بھی کرتا تھا تو نماز فجر کے بعد قرآن کا درس بھی دیتا اور سید صاحب بہت سی باتیں مجھ سے دریافت فرماتے اور اکثر و بیشتر میں نے احادیث کے بارے میں جو کچھ بتایا اس کو صحیح و درست تصور فرمالیا حتی کہ اپنی بعض تالیفات میں یہ تحریر فرمایا کہ اس حدیث کو (مثلاً) محب اللہ نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے اپنی بعض کتب میں میری گزارش پر کافی اصلاحات کئے اور میری ترمیمات یا اصطلاحات کو اپنی کتابوں میں جگہ بھی دی اور جن باتوں کو میں نے غیر صحیح کہا تھا ان کو فیاضی و کشادہ دل سے تسلیم فرمالیا۔

کئی مرتبہ کراچی سے مراسلات ارسال فرماتے رہے جن میں اکثر و بیشتر دینی مسائل و احادیث کے متعلق استفسارات ہوتے میں ان کے جوابات لکھ کر ارسال کر دیتا اور عموماً جناب ان سے اتفاق فرمالیتے ایسی کوئی شاذ و نادر بات ہوتی جس میں وہ مجھ سے متفق نہ ہو سکے ہوں۔

اپنا لٹریچر ہمیشہ مجھے بھیجتے رہتے لیکن افسوس بعد میں انہوں نے جماعت اہل حدیث کی شدت سے مخالفت شروع کر دی اور اہل حدیث لقب کو ہی بدعت قرار دے دیا اس وجہ سے رفتہ رفتہ میں بھی ان سے منقطع ہوتا گیا اور بہت سے احباب بھی ان کی اس شدت کی وجہ سے ان سے علیحدہ ہو گئے اب تو یہ حالت ہے کہ کافی عرصہ سے نہ ان کا کوئی خط آیا ہے اور نہ ہی میں ان سے مل سکا ہوں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے۔ اللھم آمین.

بھٹو ازم کے خلاف تحریک:

جب بھٹو کے خلاف دین پسند جماعتیں اٹھ کھڑی ہوئیں اور انتخابات میں ان کا مقابلہ کرنے کا تھیہ کر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیا اس وقت بھی راقم الحروف نے ان سے حتیٰ الوسع بھر پور تعاون کیا اور ان دین پسند جماعتوں کے ساتھ سندھ کے اکثر ضلعوں۔ حیدر آباد۔ نواب شاہ۔ میر پور خاص۔ سکھر۔ جیکب آباد اور لاڑکانہ کا دورہ کیا ہر جگہ تقریریں کیں سوشلزم وبھٹو کی شدت سے مخالفت کی لیکن اس سنجیدہ جھد وجھد کے باوصف میں دل شکستہ ہی رہا جس جگہ بھی جاتے وہاں فوٹو گرافر آ ٹپکتے اور مائیک کے سامنے کھڑے ہوئے علماء اور سامعین کی تصاویر کشی کرتے رہتے میں اُن کو اپنی تصویر کشی سے تو روک لیتا لیکن اوروں کی تصویر کشی کو روک نہیں سکتا تھا تو دل میں بہت کڑھتا تھا اور بالآخر جیکب آباد پہنچ کر پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور جب تقریر کے لیے میری باری آئی تو میں نے بجائے بھٹو کی مخالفت میں تقریر کرنے کے اس بھری مجلس میں ان علماء کے اس طرز عمل کو تنقید بنایا اور ان کو برملا کہا کہ بھائیو: آپ محض اللہ کی خوشنودی اور اسلام کی سر بلندی اور اس کے معاندانہ طاغوتی قوتوں کو زیر کرنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے ہو پھر اس نیک عمل اور اس بہترین مقصد کو آپ آخر کیوں اللہ کے رسول ﷺ کے ارشادات عالیہ سے انحراف اور ایک ناجائز فعل سے ملوث کر رہے ہیں آپ یاد رکھیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی مخالفت سے کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے عمل کتنا نیک ہو اس کی نیت میں کتنا اخلاص کیوں نہ ہو لیکن اگر طریقہ کار بھی صحیح نہیں تو کامیابی نہیں ملتی۔

اور بھی بہت کچھ کہہ کہ خاموش ہوا اور یہ تھوڑا بہت اطمینان ہوا کہ میں نے کلمۃ الحق کہنے کا جو حق مجھ پر عائد ہوتا تھا وہ اگر کما حقہ نہیں تو تھوڑا بہت حق ادا کر دیا ہے مجھے حاضرین مجلس کے چہروں سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ انہوں نے میری اس تقریر سے کیا تاثر لیا لیکن بظاہر ناراضگی کی کوئی علامت دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ لیکن عملی بات پر ہمارے دوست کاربند نہ ہو سکے اور نتیجہ وہی ہوا جو عرض کیا تھا ہم نے دیکھا ان دین پسند جماعتوں نے ایک ہی وارڈ میں ایک دوسرے کا مقابلہ کیا اس طرح اکثر مواضع پر ووٹ تقسیم ہو گیا اور بھٹو اکثریت کے ساتھ کامیاب ہو گیا۔

ایک مرتبہ حیدر آباد میں بھی ایک اجتماع میں مجھے بلایا گیا وہاں بھی اوروں نے تو جو موضوع تھا اس پر گل افشانی کی لیکن راقم الحروف نے ان کو آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی مخالفت کے نتائج سے آگاہ کیا مصیبت یہ ہے کہ پورے عالم اسلام میں اللہ کے رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی جس طرح خلاف ورزی کی جا رہی ہے اس سے خیال ہوتا ہے کہ شاید اب یہ ان کی تقریروں میں ناجائز وحرام ہی نہیں رہی فانا للہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وانا الیہ راجعون .

صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقوم صاحب کی تحریک میں حصہ:

محترم سردار عبدالقیوم صدر آزاد کشمیر نے ایک تحریک چلائی اس کا پہلا اجلاس پشاور میں ہوا مجھے بھی دعوت تھی سردی کا موسم اور اپنی کچھ علالت کے باوجود اس جلسہ میں شریک ہوا سردار صاحب کو دیکھا تو باریش اور متدین قسم کے انسان نظر آرہے تھے اور علماء و دانشوران اسلام تقریریں فرما رہیں تھے اہل حدیث جماعت کے بھی بہت علماء اور محترم ہستیاں موجود تھیں سردار صاحب کی تقریر نہایت بہترین تھی اور دل پر اثر کرنے والی تھی لیکن وہاں بھی وہی تصویر کشی کی وباء پورے ماحول پر چھائی ہوئی تھی میں نے جو اپنے دل میں ایک تصور اور ایک نقشہ قائم کیا تھا اس کو بے حد صدمہ پہنچا جلسہ کے اختتام پر سردار صاحب اور دوسرے اہل حدیث وغیرہ علماء مجھے ملے پھر کھانا وغیرہ ہوا مجھے خیال ہوا کہ میں سردار صاحب سے ملاقات کروں اور بالمشافہ انہیں اس شرعی حکم کے انحراف کے بارے میں کچھ عرض کروں لیکن افسوس میری بہت کوشش کے باوجود سردار صاحب سے میری ملاقات نہ ہوسکی ان کے روم کے دروازہ پر جو صاحب کھڑے تھے انہوں نے مجھے اندر جانے ہی نہ دیا میں بہت غم آلودہ ہوا کہ یہ کیا ستم ظریفی ہے کہ مندوبین کو چند منٹ کے لیے ملاقات کا موقع ہی نہیں دیا جاتا خیر میں نے واپسی پر سردار صاحب کو ایک خط لکھا اس میں پوری حقیقت واشگاف الفاظ میں عرض کی اور یہ بھی بتایا کہ مجھے آپ سے ملنے ہی نہ دیا گیا اور تصویر کشی کے بارے میں بھی صاف صاف گزارش کی لیکن ؎

بسا آرزوئے کہ خاک باشدہ

میرے رجسٹرڈ لیٹر کی رسید مل گئی جس کا مطلب یہ ہوا کہ میرا عریضہ سردار صاحب کو مل گیا ہے مگر ان کی طرف سے چند سطریں تو در کنار چند حروف جواب بھی نہ ملا پھر ان کا اجتماع حیدر آباد میں ہوا وہاں بھی دعوت تھی میں پہنچا تو بہت نیچے جگہ ملی اور تقریریں ہو رہی تھیں لیکن فوٹو گرافی کی خوب مشق ہو رہی تھی جب وقفہ ہوا تو کھانے کے لیے مجھے تو کرسی بھی نہیں مل رہی تھی اور سردار صاحب اوپر چند لوگوں کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے ان کے ساتھ ایک اور محترم ہستی بھی تھی جن کا نام میں نہیں لیتا اور نہ لوں گا لیکن مجھے اپنے پاس بلانے کی زحمت بھی گوارا نہ کی میری یہ عزت افزائی کیوں؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوء ظنی تو اچھی نہیں لیکن مجھے تو یہ سب کچھ اپنے پاس خط کا نتیجہ نظر آ رہا تھا پس اس موقف کے بعد میں پھر کبھی ان کی کسی دعوت پر نہیں گیا۔

مقصد یہ کہ پاکستان میں جتنی تحریکیں اٹھتی رہی ہیں میں حتی الوسع ان سے تعاون کرتا رہا ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے مجھے یہ توفیق عطاء فرمائی۔

سیاست میں حصہ:

ملکی سیاست میرے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتی تھی اس لئے اس میں حصہ زیادہ نہیں لے سکا میں سیاست کو دین سے الگ رکھنے کا نہ معتقد تھا اور نہ دین و مذہب کو پرائیویٹ معاملہ تصور کرتا تھا لیکن موجودہ سیاست جس نہج پر چل رہی تھی یا چل رہی ہے اس سے میرا دل نہیں لگتا اور اس کو صحیح نہج پر لانے کا فی الحال تو کوئی قریبی امکان بھی نظر نہیں آتا تاہم جب پاکستان قائم ہوا تو قومی سطح پر ایک باڈی ''نیشنل گارڈ'' کے نام سے وجود میں آئی میں اس میں شامل ہوا اور کچھ عرصہ پریڈ وغیرہ بھی کرتے رہے اور اپنے گوٹھ میں چھوٹی سی ایک جماعت بنالی آگے جا کر یہ حکومت کی سرپرستی میں آگئی اور اس کا نام ''پاکستان نیشنل گارڈ'' ہوا اس میں بھی کچھ عرصہ رہا بعد میں یہ باڈی ختم ہوگئی اور یہ قصہ بھی ختم ہوا۔

ایوب خان نے جب بی۔ ڈی سسٹم برپا کیا تو بہت سے احباب کے کہنے سے یونین کونسل پیر جھنڈو میں راقم الحروف بھی امیدوار بنا میرے مقابلے میں ہمارے چچا سید سرور دین شاہ صاحب مرحوم کے بیٹے سید محمد بشیر شاہ صاحب مرحوم کھڑے ہوئے گریٹ مارک کے سرکاری بنگلہ پر انتخاب ہوئے اور میں کامیاب ہوگیا بعد میں یونین کونسل کے چیئرمین کے انتخاب میں بھی کامیاب رہا اور یونین کونسل کا چیئرمین رہا لیکن بعد میں اس قصہ کو ہی ترک کر دیا۔

کلمۃ الحق:

اپنی جماعت کو تو دین کی تبلیغ اور امر بالمعروف و النھی عن المنکر اللہ کے فضل سے کرتا رہتا ہوں لیکن اوروں کو بھی جب کبھی موقعہ ملا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کلمۃ الحق کہہ دیا یہ اور بات ہے کہ کسی نے قبول فرمایا اور اصلاح کر لی کسی نے نہ مانا۔ واللہ ھو الھادی لمن یشاء الی صراط مستقیم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میاں فضل حق صاحب کو تصویر کے متعلق خط:

۱۔ ایک مرتبہ محترم میاں فضل حق صاحب ناظم اعلیٰ جماعت اہل حدیث ❶ اور ایک محترم ہستی کو تصویر کشی کے بارے میں ایک مکتوب لکھا محترم میاں صاحب نے تو تسلیم کیا کہ یہ واقعی ہم میں غلطی ہے اور ان شاء اللہ ہم اس کی اصلاح کریں گے لیکن دوسری محترم ہستی نے جواب میں اس غلطی کا اعتراف نہ کیا بلکہ اس کو جائز ثابت کرنے کی سعی فرمائی میں نے بھی ان کو دوبارہ مکتوب لکھا لیکن اس کا کوئی جواب نہ آیا۔

مولانا مودودی صاحب کو تصویر سے متعلق خط:

۲۔ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کو ایک بار خط لکھا اور اس میں ان کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' کے بارے میں چند معروضات ارسال کئے انہوں نے عنایت فرما کر جواب سنجیدہ اور رفق آمیز ارسال فرمایا لیکن اپنی بات کو انہوں نے بھی صحیح ثابت کرنے کی سعی فرمائی تھی۔ میں نے پھر دوبار انہیں لکھا اور چند باتیں اور بھی لکھیں جس میں تصویر کشی کا مسئلہ بھی تھا میں نے ان کو ان کی تفسیر ''تفہیم القرآن'' کا حوالہ بھی دیا کہ آں جناب نے ''سوۃ سبا'' کی تفسیر میں بہت سی احادیث جمع کر دی ہیں جو تواتر کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے اور آپ نے ثابت کیا ہے کہ تصویر کشی ناجائز اور حرام ہے اور اس سلسلہ میں مجوزین اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں ان کا جواب بھی اطمینان بخش دیا ہے اور میں نے ان محترم کا ایک خط مطبوع دیکھا ہے جس میں آپ نے ایک امریکی خاتون کے استفسارات کا جواب دیا ہے اس میں بھی آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ تصور کشی شرعی ناجائز ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آج کل جماعت اسلامی کے ارکان اور اس سے وابستہ بہت سے علماء وفضلاء اپنے اجلاس اور اجتماعات میں تصویر کشی سے کیوں پرہیز نہیں کرتے اور خود آں جناب کا فوٹو بھی میں نے اخبارات وغیرہ میں دیکھا ہے اور مصیبت یہ ہے کہ آپ مائک کے سامنے کھڑے ہیں اور تقریر فرما رہے ہیں اور آپ کی تصویر کھینچی جا رہی ہے لیکن اس خط کا انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا کافی عرصہ بعد میں جماعت اہل حدیث کی ایک میٹنگ میں شرکت کے لیے لاہور آیا تھا میٹنگ اٹینڈ کر کے رات کو ہمارے محترم دوست مولانا حافظ عبد الرحمٰن مدنی صاحب مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''محدث'' کے پاس رہا انہوں نے مشورہ

❶ جماعت کے فیاض شخصیت جن کا انتقال ۸ جنوری ۱۹۹۶ء کو لاہور میں ہوا۔ (الأزھری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا کہ مولانا مودودی صاحب علیل ہیں ان کی عیادت کے لیے چلنا چاہیے اس وقت غالباً میرا بچہ محمد راشد شاہ میرے ساتھ تھا اور یہ بھٹو کا دور تھا۔ ہم مولانا کے دولت کدہ پر آئے جلد ہی ملاقات کا موقعہ ملا ان سے ملے اپنے حجرہ میں بیٹھے ہوئے تھے ان کے قریب کتابوں کی الماریاں رکھی ہوئی تھیں اس وقت بھی وہ کوئی کتاب مطالعہ کر رہے تھے ہم سے احترام کے ساتھ پہلے حال احوال پوچھا کچھ کمزور نظر آرہے تھے ان سے کچھ باتیں ہوئیں کچھ تو موجودہ حالات اور ملکی اضطراب وغیرہ کے متعلق تھیں وہ اطمینان سے مختصر جواب دیتے رہے پھر ہم نے ان سے اجازت لی اور باہر آگئے یہ میری ان سے پہلی اور آخری ملاقات تھی۔

جسٹس تقی عثمان صاحب کو (۷۸۶) کے متعلق آگاہ کرنا:

۳۔ مولانا محمد تقی صاحب عثمانی نے ایک مرتبہ مجھے خط لکھا جس کے اوپر انہوں ''۷۸۶'' کے ارقام لکھے میں نے جواب میں لکھا اور گزارش کی کہ یہ اُرقام لکھنا سنت کے برخلاف ہے سنت یہی ہے کہ "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم" لکھا جائے علاوہ ازیں ان ارقام (۷۸۶) سے "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم" کے الفاظ قطعاً نہیں نکلتے بلکہ اس سے "الأمیر المومنین رضی اللہ عنہ" کے الفاظ نکلتے ہیں جو شیعہ حضرات کی کارستانی ہے یہی وجہ ہے کہ بعض شیعہ نے ان ارقام کے نیچے یہ ارقام ''۲۰۲'' دوسو دو لکھے جس سے علی امامی کے الفاظ نکلتے ہیں۔ ۷۸۶/۲۰۲ اس طرح کے مجموعہ کا مطلب یہ ہوا "الأمیر المومنین رضی اللہ عنہ علی امامی" اس طرح ''۷۸۶'' ارقام ہے جو راز وہ چھپاتے رہے ''۲۰۲'' نے اس کو فاش کر دیا۔

بحر حال یہ تفصیل ان کی خدمت میں عرض کر دی انہوں نے حق کو تسلیم کرتے ہوئے آئندہ اس کی اصلاح کر لی بعد میں جب وہ ہماری لائبریری دیکھنے کے لیے ہمارے ہاں تشریف لائے تو دوران گفتگو انہوں نے خط کی ابتداء میں ''۷۸۶'' کی بجائے "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم" لکھنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس سلسلہ میں آپ نے میری اصلاح کر دی۔

اس طرح یہ بات مولانا عبید اللہ تبلیغی جماعت والے کو بھی لکھی تھی لیکن انہوں نے پہلے ان اُرقام کی تصحیح کی سعی کی میں نے پھر دوسرا خط لکھا پھر خاموش ہوئے اسی طرح اور بھی علماء وفضلاء کو اس پرانی غلطی کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصلاح کی جانب توجہ دلانے پر بعض حضرات نے اصلاح فرمالی اور بعض اپنی بات پر قائم ہے۔ "واللہ یھدہ من یشاء الی صراط مستقیم"

۴۔ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی والوں نے "المصنف لا بن أبی شیبة" طبع کرائی اس کی پہلی جلد میں ایک حدیث میں یہ الفاظ "تحت السرة" اپنی طرف سے بڑھا دیے میں نے انہیں ایک مفصل خط لکھا اس میں دلائل سے ثابت کیا تھا کہ یہ الفاظ مصنف کی اس حدیث میں نہیں ہیں اور ان کو تاکید سے گزارش کی آپ اخبارات و رسائل میں یہ بیان دے دیں کہ یہ الفاظ اس حدیث میں غلطی سے شایع ہوگیا ہے ان شاء اللہ آئندہ اشاعت میں ان کو نکال دیا جائے گا اور اس کی اصلاح کردی جائے گی۔

لیکن انہوں نے اب تک مجھے اس کا جواب تک نہ دیا ویسے وہ میری بہت عزت کرتے تھے اور میں جب بھی کراچی جاتا تو ان کے ادارہ میں اکثر بار حاضری دیتا تھا لیکن ان کے اس رویہ سے میرے دل کو شدید صدمہ پہنچا اور میں نے ان کے ہاں آنا جانا ترک کردیا اس وقت مولانا نور محمد صاحب انتقال کرچکے تھے ورنہ براہ راستہ ان سے اس سلسلہ میں بات کرتا۔ اس حدیث میں اس الحاق واضافہ کا پتہ مجھے مولانا نور محمد صاحب کی وفات کے بعد چلا یہ عجیب بات ہے کہ یہ حضرات اس حدیث میں اس خودساختہ اضافہ کی صحت کے لیے کسی موجودہ معتبر نسخہ کا حوالہ بھی ابھی تک پیش نہیں کرسکے حالانکہ یہ "مصنف" حیدرآباد دکن بھی میں طبع ہوا تھا اور اس کے شایع کرنے والے بھی حنفی حضرات تھے لیکن انہوں نے بھی اس حدیث میں اس اضافہ کی جرأت نہ کی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کو کوئی ایسا مخطوطہ یا نسخہ نہیں مل سکا جس میں یہ اضافہ موجود ہو اس لیے ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ کی یہ جسارت بڑی سنگین جسارت ہے۔

افسوس آج کل کے علماء وفضلاء کو اللہ کی عدالت میں پیش ہونے کا خوف بھی لاحق نہیں ہوتا۔ "فانا للہ وانا الیہ راجعون."

۵۔ ضلع لاڑکانہ میں قمبر علی خان کی جانب ہمارے راشدی خاندان کے عزیز پیر صاحب رہتے تھے ان کا نام سید نجی اللہ شاہ تھا یہ پیر صاحب والد ماجد رحمہ اللہ کے بہت گہرے دوست تھے جب کبھی والد ماجد رحمہ اللہ کے ساتھ ان کے ہاں جانے کا اتفاق ہوتا تو وہ دو تین دن سے پہلے اجازت لینے کا نام بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سننے کے لیے تیار نہ ہوتے اور ان تمام دنوں میں ضیافت نہایت پر تکلف ہوتی۔ والد ماجد رحمہ اللہ کی مجلس میں بیٹھتے اور وہاں دینی علمی وغیرہ باتیں ہوتیں اور بہت سے لطیفے بھی سنتے میں آتے والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بھی مجھے ان کے ہاں چند بار جانے کا اتفاق ہوا پیر صاحب عالم فاضل متدین بزرگ تھے ان کی اچھی خاصی بہترین لائبریری بھی تھی ان باتوں کے علاوہ وہ زندہ دل اور خوش مزاج انسان تھے اپنی مجلس میں لطیفوں پر لطیفے بیان کرتے جاتے اور حاضرین مجلس بے حد محظوظ ہوتے ان کی مجلس میں ذہنی کوفت ختم ہو جاتی۔

والد ماجد رحمہ اللہ کے ساتھ یا ان کی وفات کے بعد میں تین چار بار ان کے ہاں گیا لیکن کبھی ایسی بات دیکھنے میں نہ آئی جو قابل اعتراض ہوتی لیکن ان کی وفات سے چند برس پہلے جب میں ایک مرتبہ ان سے ملنے گیا تو جس حجرۃ میں بیٹھے ہوئے تھے اس کی دیوار پر پہلی بار ایک شدید قابل اعتراض بات مجھے نظر آئی۔ افسوس تو بہت ہوا لیکن ان کی کبرسنی اور بزرگی کی وجہ سے بالمشافہ ان کو کچھ کہہ نہ سکا اپنے گوٹھ واپس آ کر میں نے انہیں ایک مفصل مکتوب لکھا جس میں اس قابل اعتراض بات کی طرف انہیں توجہ دلوائی اور عرض کیا کہ عزیزم یہ چیز آپ کے شایان شان نہیں اس سے پیشتر ہم نے ایسی چیز کبھی آپ کے پاس نہیں دیکھی تھی اللہ کے لیے آپ اس کا ازالہ فرمائیں اور اصلاح کریں کیونکہ یہ بہت سنگین بات ہے کافی عرصہ کے بعد ان کا خط آیا اور سب کچھ لکھا کسی غم وغصہ کا اظہار بھی نہیں فرمایا خط میں وہی پرانی شگفتگی موجود تھی لیکن افسوس جس بات کی طرف میں نے آں جناب کو توجہ دلائی تھی اس کا تذکرہ تک اس میں نہ تھا پھر دوبارہ ان کو توجہ دلوائی لیکن جواب صفر رہا اس کے بعد پھر ایک بار ان کے پاس جانے کا اتفاق ہوا اور دیکھا کہ اس میں پھر تھوڑا اضافہ ہوا ہے ہم نے کوشش کی کہ ہم خود اس کا ازالہ کر لیں مگر کامیاب نہ ہو سکے۔

میں واپس ہوا اور تھوڑے عرصہ بعد ان کی انتقال کی خبر ملی میں ان کے بیٹوں کے پاس تعزیت کے لیے گیا تھا اور محسوس کیا کہ جو صرف چنگاری تھی اب آگ بن چکی ہے ان کے شدید تقاضے اور روکنے کے باوجود میں ان کے ہاں زیادہ نہیں ٹھہر سکا اور واپس چلا آیا اور اب وہاں جانے کو جی نہیں چاہتا۔

قارئین کرام اس کرید میں نہ پڑیں کہ یہ کیا بات تھی اب وہ بھی اللہ کے حضور پہنچ چکے ہیں ہم سب کو بھی اسی جل وعلا کی عدالت میں پیش ہونا ہے آپ ان کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللھم اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان

صدر مملکت جنرل یحییٰ علی خان کو کھلا خط:

۶۔ میں نے چیئر مین شپ کے زمانہ میں ایک مرتبہ یحییٰ صاحب کو خط لکھا اس وقت وہ پاکستان کے صدر تھے میں نے لکھا کہ یحییٰ صاحب تصویر کشی اسلام میں ایک سنگین جرم ہے بہتر تو یہی ہے کہ اس چیز کو اسلامیہ مملکت پاکستان سے ختم کروادیا جائے اگر کن وجوہ کی بنا پر ختم نہیں کیا جا سکتا تو کم از کم اتنا تو آپ کریں کہ کرنسی (نوٹوں وغیرہ) سے تصویر ختم کر دیں کیونکہ اور چیزوں کو تو نماز میں انسان اپنے سے الگ بھی کر لیتا ہے لیکن پیسوں کو اپنی جیب سے نکال کر رکھ نہیں سکتا کیونکہ ان کے چوری ہو جانے یا بھول جانے کا خطرہ رہتا ہے اس لیے کہ بسا اوقات آدمی گھر میں نہیں ہوتا بلکہ باہر سفر میں ہوتا ہے اس لیے جیب سے پیسے نکال نہیں سکتا اور تصاویر کو جیب میں رکھے ہوئے نماز پڑھنے سے گویا مجبوری میں ہو بھی جائے تاہم اس سے دل میں اطمینان نہیں ہوتا اور دل کی توجہ پوری طرح اللہ کی طرف نہیں ہوتی لہٰذا آپ کرنسی سے کم از کم ان تصاویر کو ختم فرما دیں اللہ آپ کو اس نیک کام پر اجر دے گا۔

پاکستان کے ابتدائی پانچ چھ برس میں نوٹوں پر کوئی تصویر نہ ہوتی تھی بلکہ صرف چاند اور ستارہ ہوتا تھا لہٰذا اگر اس بات پر حکومت عمل پیرا ہوگی تو یہ کوئی نئی بات نہ ہوگی۔

یحییٰ صاحب کا جواب آیا لکھا کہ کچھ مالی وغیرہ مجبوری کی وجہ سے کرنسی سے تصاویر کے ازالہ کرنے سے معذور ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ مالی وغیرہ کی کونسی مجبوری تھیں۔

بحر حال ہمارے لیے سوائے خاموشی کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔

افسوس کہ یہ وباء اور بھی بڑھ گئی پھر جب یہ مشکل دوگنی ہوگئی

یک نہ شد دو شد

بھٹو صاحب اقتدار میں آئے تو انہوں نے شناختی کارڈ کی مصیبت بھی ہمارے سروں پر ڈال دی ورنہ مجھے یاد ہے کہ جب میں ۱۹۴۹ء میں بحری جہاز کے ذریعہ حج بیت اللہ کے لیے جا رہا تھا تو اس وقت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاسپورٹ پر بھی کوئی تصویر لگی ہوئی نہ ہوتی تھی ہم نے جو پاسپورٹ حج کے لیے لیا اس پر قطعی تصویر نہ تھی۔

انگریزوں کے عہد میں بھی حج کے لیے جانے والوں کو تصویر کشی کی کوئی ضرورت نہ تھی لیکن اب یہ مصیبت کہاں تک پہنچ چکی ہے اس کا اندازہ ہر ایک مسلمان کرسکتا ہے۔

ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ انگریزوں کے دور حکومت میں مسلمانوں میں غیرت اپنی چوٹی پر تھی اور مسلمانوں کی اکثریت عوام خواہ خواص پردہ کی پابندی کرتے تھے بلکہ ان کے دیکھا دیکھی بہت سے ہندو لوگ بھی پردہ کے پابند نظر آتے تھے اور واللہ اس موجودہ دور کی عریانی وفحاشی کا اس دور میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا مگر یہ کیا ہوا پاکستان وجود میں آیا مملکت اسلامیہ قائم ہوئی اور گویا مسلمانوں نے اسلام ہی کے اوامر ونواہی اسلامی غیرت تہذیب وتمدن سے چھٹی لے لی اور جو انگریز اپنے دور حکومت میں نہ کرسکا ان کے بستر بوریا سمیٹنے کے ساتھ ہی وہ از خود آسانی کے ساتھ ہم پر مسلط ہوگیا کیا اس سے بھی زیادہ کوئی المناک حقیقت ہوسکتی ہے؟

گستاخ رسول کا انجام:

انگریزوں کے دور حکومت میں مسلمانوں کی دینی حمیت قابل دید تھی ایک ہندو بنیے نے آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کی مسلمان سب اٹھ کھڑے ہوئے اور زبردست احتجاج کیا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت نے اس ہندو بنیے کو گرفتار کیا حوالات کے اندر داخل کیا اور اس پر مقدمہ چلانا شروع کیا۔

حیدرآباد شہر میں ایک نوجوان پٹھان عبدالقیوم رہتا تھا اس نے تازہ شادی کی تھی اور شہر میں ٹانگہ چلاتا تھا اس نے سنا کہ ایک ہندو بنئے نے ہمارے پیغمبر ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے حکومت اس کو گرفتار کر کے اس پر مقدمہ چلا رہی ہے یہ سن کر اس نے کہا:

ایسے آدمی کو یہ سزا کیا ہوئی؟

وہ بازار گیا ایک بڑا چاقو خریدا اس کو تیز کرا کے اپنے پاس رکھ لیا۔ پیشی والے دن جب اس بنئے کو کورٹ میں لایا گیا تو کورٹ کا احاطہ کھچا کھچ مسلمانوں سے بھرا ہوا تھا وہ سب اس بنئے کے متعلق فیصلہ سننے آئے تھے حالات یہ تھے کہ جج کرسی عدالت پر براجمان تھا پولیس بھی کھڑی تھی جج کے سامنے چوری کے مجرم وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے اور یہ بنیا لوگوں کے بیچ مجرم کی حیثیت سے بیٹھا تھا اچانک یہ نوجوان پٹھان جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد میں غازی عبد القیوم سے ملقب ہوا چاقو لیتا ہوا کورٹ میں اندر داخل ہوا اور پولیس جج اور بقیہ لوگوں نے سامنے ان کے دیکھتے دیکھتے یہ چاقو اس بنیے کے پیٹ میں گھونپ دیا اور اس کی آنتیں نکال دی اور کہا جو آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کرے گا اس کی یہ سزا ہے بس!

اس وقت اس کو گرفتار کیا گیا اور حوالات میں بند کر دیا گیا وہ بنیا تو مر گیا اب حکومت نے اس غازی عبد القیوم پر مقدمہ چلایا مسلمانوں نے بہت اپیلیں کیں حکومت کو غازی عبد القیوم کو چھوڑنے کے لیے جو کچھ ان سے ہوسکتا تھا کیا حتی کہ عبد القیوم کی زوجہ نے لندن میں اس وقت کی انگریز ملکہ کو بھی اپیل کی کہ اس کے شوہر کو معافی دی جائے لیکن حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی اور غازی عبد القیوم کو پھانسی دے دی۔ مسلمانوں نے جلوس نکالے بہت احتجاج کیا حکومت نے کراچی میں گولی چلائی اور مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا اس طرح غازی عبد القیوم شہید ہوگیا لیکن ناموس پر اپنی جان قربان کر کے اس نے ایسی روشن مثال قائم کر دی جو قیامت تک مٹ نہیں سکتی۔

اسی طرح آریہ سماج کی طرف کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' شایع ہوئی اس کے چودھویں سملاس (باب) میں اسلام قرآن اور اللہ و رسول ﷺ کے خلاف بہت کچھ زہر اُگلا تھا مولانا ثناء اللہ مرحوم وغیر نے ان دندان شکن جواب دیا اس وقت ہندوں کی طاقت کچھ کم نہ تھی لیکن مسلمانوں کے شدید ردعمل و زبردست احتجاج سے حکومت مجبور ہوگئی اور یہ کتاب ضبط ہوگی یہ تو انگریزوں اور عیسائیوں کے دور کی بات ہے۔ جو اسلام دشمن شمار کیے جاتے ہیں لیکن ستم ظریفی تو دیکھئے مملکت اسلامیہ پاکستان میں آزادی اظہار کے نام پر کہیں قوم پرستی کے لبادہ میں آئے دن اخبارات، رسائل و جرائد میں ایسے اسلام کے خلاف زہر آلود مضامین پڑھنے کو ملتے ہیں کہ ایک ''سلیم العقل'' انسان بھی شرم کے بارے میں پانی پانی ہوجاتا ہے ؎

وائے متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کی دل سے احساس زیاں جاتا رہا

آئے دن مارکیٹ میں ایسی کتابیں نظر آتی ہیں جو خالق و مالک انبیاء علیہم السلام کے خلاف زہر افشانی کا کام کرتی ہیں۔ آلِ رسول کے دعویدار ایک قوم پرست انقلاب کا داعی اٹھتا ہے اور ایک پوری کتاب سیاہ کر ڈالتا ہے جس میں رب العزت اور اُس کے انبیاء علیہم السلام، شعار اسلام پر تمسخر اڑایا جاتا ہے۔ لیکن صد افسوس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کا خون سرد ہو چکا ہے۔ ستم تو دیکھئے ایسی کتب بار بار اشاعت پذیر ہوتی ہیں لیکن کوئی صدائے احتجاج تک بلند نہیں کرتا۔

آخر یہ کھیل کب تک جاری رہے گا اب تو ہمارے مسلمان بھائیوں کے سوچنے کا انداز بھی بدل چکا ہے ہم جس خطرناک موڑ پر کھڑے ہیں۔ اُس کے نتائج کے تصور سے ہی روح کانپ جاتی ہے

کراچی کی ایک مجلس میں سجاول کے مدرسہ کے ایک مولوی صاحب نے بتایا کہ آج کل کچھ پڑھے لکھے بلکہ بعض مولوی صاحبان بھی یہ کہتے ہیں کہ فلاں بندہ بلاشبہ بدعقیدۃ بھی ہے سب کچھ ہے لیکن کہتا سچ ہے آپ ہی سوچیں کہ ہمارے ان نادان دوستوں کو اپنی بات میں جو اتنا بڑا تناقص ہے وہ کیوں نظر نہیں آتا؟

کیا بدعقیدہ آدمی کی بات سچی ہوتی ہے؟

انگریزوں کے دور حکومت میں بڑے افسر تو رشوت نہیں لیا کرتے البتہ چھوٹے چھوٹے افسر یا کلرک کبھی کبھی رشوت لیا کرتے تھے لیکن وہ بھی اس طرح کہ دینے والا خوش ہو کر دے کام تو ویسے بھی کر دیتے ہیں بعد میں کبھی کھلے الفاظ میں مانگتے کبھی اشارہ وکنایۃ سے اور طلب کے باوجود اگر کوئی نہ دیتا تو وہ خاموش رہتے اور مزید اصرار ہرگز نہ کرتے البتہ کام والے کا کام بحر حال ہو جاتا یہ ہمارے تجربہ ومشاہدہ کی بات ہے لیکن اب یہ حالت ہے کلرک وغیرہ کے پاس جو آدمی بھی کسی معمولی کام سے آتا اس کو بھی کھلم کھلا کہتے ہیں صاحب! پہلے ٹیبل پر پیسے رکھو پھر بات کرو گو معاملہ کتنا معمولی ہو مثلاً مثلاً لائیٹس کے رینیوئل کی بات ہوتی ہے تب کچھ نہ کچھ بٹورے بغیرہ وہ کچھ بھی کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے یہ سب کیوں؟

کیا اس لیے کہ انگریز عیسائی اور غیر مسلم تھے اور ہم ما شاء اللہ نظر بدور مسلمان ہیں اور ایک اسلامیہ مملکت پاکستان کے اور بقول مولانا حالی ؒ

مگر مؤمنوں پر کشادہ ہیں راہیں

یعنی چونکہ ہم مسلمان ہیں اس لیے ہمیں سب کچھ روا ہے کسی بات سے بھی۔ نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے۔

بات دراصل میں یہ کر رہا تھا کہ انگریزوں کے عہد میں تو ایک بنئے نے آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو مسلمانوں نے فوراً اس خبیث آدمی سے صفحہ زمین کو پاک کر لیا مگر آج ایک دشمن اسلام اس بنئے سے کئی درجہ زیادہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ اور اسلام وقرآن کے برخلاف یادہ گوئی کرتا رہتا ہے اور ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گستاخیوں سے اپنے نام اعمال کو سیاہ کر چکا ہے پھر بھی بے خوف وخطر دندناتا پھرتا ہے۔ (آئے دنوں ایسی لاتعداد مثالیں ملتی ہیں)

کوئی ان کا ہاتھ کو پکڑنے والا نہیں کوئی ان کی زبان وقلم کو روک نہیں سکتا کسی مسلمان کو غیرت نہیں آئی اور نہ ہی اس کی رگ حمیت ہی پھڑکتی ہے انگریزوں کے دور حکومت میں تو ہندوؤں کے بڑوں کے باوجود بھی حکومت ان کی بعض کتب کو مسلمانوں کے مطالبے اور تقاضا کے مدنظر ضبط کر دیتے تھے لیکن آج اس دشمن اسلام مصنفوں کی کتب کو ضبط کرنے کی توفیق بھی نہ حکومت کو ملتی ہے اور نہ ہی مسلمان اس کے بر خلاف کوئی احتجاج ہی کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام:

جو ناجائز باتیں انگریزوں کے دور حکومت میں تھیں یا بالکل کم تھی آج وہی باتیں مملکت اسلامیہ پاکستان میں اتنی مروج اور عام ہو چکی ہیں کہ جو آدمی عالم نہیں وہ تو ان کو سرے سے ناجائز تصور نہیں کرتا۔

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ ایک گرامی قدر ہستی نے خودکشی کی تو بعض لوگ کہنے لگے کہ کیا خودکشی حرام بھی ہے؟ اگر حرام ہوتی تو اس جیسی ہستی اس کا ارتکاب نہ کرتی اب آپ سوچیں کہ کتاب وسنت کے ارشادات عالیہ کی بات کو تو کوئی نہیں دیکھتا اور دیکھتے ہیں تو لوگوں کے اعمال کو اگر کوئی بڑی ہستی کوئی کام کرتی ہے تو عوام کی طرف سے اس کو جواز مل جاتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ اگر یہ بات ناجائز ہوتی تو اس آدمی سے کبھی بھی سرزد نہ ہوتی۔ یا للعجب!

میرے اَسفار

خان پور کا سفر:

میں ابھی آٹھ نو برس کی عمر کا تھا کہ والد ماجد رحمہ اللہ کو خان پور میں ایک جلسہ میں شرکت کرنے کی دعوت ملی والد ماجد رحمہ اللہ نے تیاری کی ان کے ساتھ میرے استاذ مولانا محمد اسماعیل افغانی ❶ قاضی لعل محمد

❶ یہ شاہ صاحب کے صرف ونحو میں استاد تھے اور بہت ماہر تھے شاہ صاحب نے ایک انٹرویو میں اپنے استاد کی بہت تعریف کی ہے۔ (الأزھری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوران کی جماعت کے چند آدمی مجھے بھی اپنے ساتھ لے گئے وہاں خان پور میں غالباً تین دن رہے۔

اس جلسہ کے لیے آپ نے ایک تقریر لکھی تھی جو اس جلسہ میں پڑھی گئی یہ تقریر ہمارے لائبریری میں محفوظ ہے۔

میں نے وہاں دیکھا کہ وہاں کے علماء فضلاء اور صلحاء والد ماجد رحمہ اللہ کی بے حد عزت و احترام کرتے تھے، اس وقت میں فارسی پڑھتا تھا اور راستے میں ٹرین پر ہمارے مدرسہ کے ایک شاگرد کے ساتھ فارسی میں بیت بازی کرتا رہا یہ طالب علم والد ماجد رحمہ اللہ کے ساتھ خان پور کے جلسہ میں شرکت کے لیے چلا اور اس نے ٹرین کے لیے ٹکٹ نہیں لیا کمپارٹمنٹ کی دریچہ سے باہر دیکھتا رہتا جب معلوم ہوتا کہ ٹی۔ آر ہا ہے تو وہ اتر کر دوسرے کمپارٹمنٹ میں چلا جاتا گاڑی کھڑی رہتی تو اتر کر چلتا ورنہ چلتی گاڑی میں ایک کمپارٹمنٹ سے دوسرے میں چلا جاتا اس طرح پورا راستہ اس نے اسی طرح طے کیا اور خان پور پہنچ گیا۔

یہ زمانہ بھی کیا عجیب تھا کہ کوئی فکر نہ حزن آب بھی جب یہ عہد یاد پڑتا ہے تو یہ مصرع ذہن میں آجاتا ہے۔

یا لیت ایام الصبا لا حقاً

خان پور جانے سے تھوڑا عرصہ پہلے میرے بائیں بازو میں ایک پھوڑا نکلا تھا اور جس کے لیے بہت سی دوائیاں کی گئیں لیکن ختم نہ ہوتا تھا بالآخر اس پر جراحی عمل کیا گیا اس وقت موجودہ سرجیکل آپریشن اتنا عام نہ تھا لہٰذا میرے بازو پر یہ جراحی عمل ہوا اور اس وقت بھی اگر اس درد کا تصور ہوتا ہے تو دل کانپ جاتا ہے ابھی یہ زخم گویا پوری طرح اچھا تو نہیں ہوا تھا تاہم کافی بھر گیا تھا والد ماجد رحمہ اللہ کے ساتھ ایک مولوی عبدالحکیم بھی اس جلسہ میں شرکت کے لیے شامل تھے یہ بہت متدین و نیک انسان تھے طب و جراحت میں بھی جان بوجھ رکھتے تھے اور مدرسہ میں پڑھتے بھی تھے اور ان کی ہمارے گاؤں میں ایک دکان بھی تھی جس میں مدرسہ سے فارغ ہونے کے بعد بیٹھتے تھے۔ وہ اس سفر میں اس زخم پر مرہم پٹی کرتے تھے ایک دن انھوں نے پٹی کھولی زخم دیکھا اور ایک دو جگہ پر انگلی سے زور دے کر کہا کہ ابھی زخم مندمل نہیں ہوا یہ سن کر ڈر گیا کہ دوبارہ جراحی عمل نہ ہو اُس وقت چونکہ اس کا مطلب نہ سمجھ سکا اس لیے رونا شروع کر دیا پھر مجھے سمجھایا گیا کوئی ایسی ڈرنے کی بات نہیں بحر حال اب تو یہ صرف پرانی یادیں رہ گئی ہیں۔

الحمد للہ اس زخم سے جلد ہی نجات ملی اور جو چند دن مدرسہ میں نہ جا سکا تھا اب پھر جانے لگا جس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد والد ماجد رحمہ اللہ کی زندگی تک پھر اس قسم کا سفر درپیش نہیں آیا میرے دادا پیر سائیں خلافت والے رحمہ اللہ تو حج سے مشرف ہوئے تھے اور مدینہ منورہ سے کچھ کتابیں بھی لائے تھے ''معانی الآثار للطحاوی'' کے رجال پر جو انہوں نے کتاب بنام ''کشف الاستار'' ❶ لکھی تھی جو مختصر تھی کتاب ''معانی الاخیار'' للعینی سے مدینہ منورہ میں اس کو مختصر کیا اور واپس وطن آ کر اس کو تحریر فرمایا، لیکن والد ماجد رحمہ اللہ جدامجد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بھائیوں کے مقدمات و تنازعات کی وجہ سے انہیں ایک برس بھی ایسا نہ ملا کہ وہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر سکتے، جب مقدمات سے نجات ملی تو ہجرت کا معاملہ پیش آیا، نئے گاؤں میں ایک برس ہی ان کو ملا اس میں مسجد کی تعمیر وغیرہ کی اور ابھی مسجد کی تکمیل بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ آخری عمر میں بیماری میں مبتلا ہوئے اور چھ سات ماہ بعد وہ انتقال فرما گئے۔ لیکن ہمارے عم بزرگ سید ضیاء الدین شاہ والد ماجد رحمہ اللہ کی زندگی میں ایک مرتبہ حج کر چکے تھے اس لیے کہ ان کی طرف سے مقدمہ کی پیروی ان کے دوسرے چار بھائی کرتے رہتے تھے، اور سید ضیاء الدین شاہ اس قسم کے دور دراز سفر میں رہتے تھے جدامجد رحمہ اللہ کی جماعت بمبئی سمیت کئی علاقوں میں پھیلی ہوئی تھی والد ماجدؒ ان مجبوریوں کی وجہ سے اپنی کثیر جماعت کے پاس بھی نہ جا سکے لیکن ہمارے عم بزرگ وہاں بھی جاتے اس وجہ سے والد ماجد رحمہ اللہ کے اسفار اور دورے صرف صوبہ سندھ تک ہی محدود ہوتے اس لیے میرے بقیہ اسفار سب کے سب والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ہوئے ہیں۔

دوسرا سفر ہندوستان کا سفر مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

میں اور بھائی صاحب (بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ) اور دو تین دوست لاہور سے ہوتے ہوئے امرت سر پہنچے حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب سے پہلی ملاقات مغرب کی نماز کے وقت جہاں وہ نماز پڑھتے تھے وہاں ہوئی میں نے دیکھا مولانا رحمہ اللہ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور یہ غالباً جمعہ کی رات تھی مغرب کی نماز کے بعد دس رکعات پڑھیں رکوع وسجود پورے کیے تھے لیکن تھوڑی سی پڑھنے میں جلدی کی فراغت کے بعد مولانا نے فرمایا کہ اتنی جلدی نماز نہ پڑھا کرو مغرب کے بعد چھ رکعات نفل پڑھا کرو والد ماجد رحمہ اللہ سے حضرت مولانا کا جو تعلق تھا اس کے بارے میں پہلے کچھ عرض کر چکا ہوں اور جب مولانا صاحب رحمہ اللہ والد ماجد رحمہ اللہ کے پاس تین دن رہ کر واپس ہوئے تھے تو امرت سر سے انہوں نے والد ماجد رحمہ اللہ کے نام اخبار

❶ یہ کتاب مطبوع ہے تمام رجال پر مختصر مگر جامع نقطات پر ہے۔ (الأزھری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اہل حدیث'' جاری فرمادی اور چٹ پر میرا نام (محب اللہ شاہ) تحریر ہوتا مولانا کے اس سندھ والے سفر میں غالباً مولانا محمد جونا گڑھی بھی تھے وہ بھی جب واپس ہوئے تو انہوں نے بھی اپنی اخبار والد ماجد رحمہ اللہ کے نام جاری کردی اور چٹ پر بھائی صاحب (سید بدیع الدین شاہ) کے بجائے بدیع الزماں لکھا ہوتا تھا۔

والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات تک یہ اخباریں جاری رہیں مولانا ثناء اللہ کی اخبار ''اہل حدیث'' تو تقسیم ہند تک جاری رہی والد ماجد رحمہ اللہ ان اخبارات کے فائل بہت حفاظت سے رکھتے تھے۔

افسوس یہ اخبارات بھی ہماری ہجرت کے بعد پتہ نہیں کہاں غائب ہوگئیں، بہرکیف اس گہرے تعلق کی وجہ سے مولانا مرحوم نے میری بے حد عزت کی پہلی مرتبہ مجھے فرمایا: آپ دو تین آدمیوں کے ساتھ کیوں آئے پوری جماعت آتی تو ہم سب کو یہاں ٹھہراتے غالباً تین دن ان کے پاس رہے تھے۔ انہوں نے اپنا مکتبہ دکھایا ان کی مجلس میں علمی و دینی باتوں کے علاوہ لطائف بھی شامل ہوتے تھے ؎

خاک میں کیا کیا صورتیں ہوں گی جو پنہاں ہوگئیں

میں نے آں محترم سے عرض کیا کہ مجھے حدیث کی سند و اجازت عنایت فرمائیں میری گزارش منظور ہوئی میں نے انہیں ایک نوٹ بک پیش کیا جس میں میرے دوسرے اساتذہ کی سندیں اور اجازات تھیں، اس وقت مولانا کی بصارت کافی کمزور ہوگئی تھی آں محترم نے ازراہ عنایت وہ نوٹ بک لے کر پہلے صفحہ کے نیچے والی سطروں پر اپنی طرف سے حدیث کی اجازت ثبت فرمائی اور اپنے دستخط اس پر تحریر فرمائے اس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی مولانا سے بہت سی کتب قرضہ پر خریدیں اور وہ لے کر واپس آئے۔

دوران قیام امرت سر میں ایک دن مولانا نے اپنا ایک عزیز ہمارے ساتھ کر دیا تاکہ ہمیں شہر گھوما لائے ہم شہر گھومنے گئے بازاروں وغیرہ کے علاوہ ہم سکھوں کے گوردوارے میں گئے ان کا دستور تھا کہ کسی کو بھی اس دربار کو دیکھنے سے نہیں روکتے تھے البتہ کوئی ننگے سر وہاں داخل نہیں ہوسکتا تھا جو صاحب ہمارے ساتھ تھے ان کا سر ننگا تھا لہٰذا انہوں نے جیب سے رومال نکال کر سر پر باندھ لیا۔

ہم اندر گئے اس وقت ''گرنتھ'' کا پاٹھ ہو رہا تھا اور اردگرد چند سکھ لوگ تھے جو مورجل لے لیے وہاں سکھوں وغیرہا کو کرتے رہے ہم نے دیکھا کہ وہ اپنی اس کتاب کو جوان کے ہاں مقدس تصور کی جاتی تھی اتنی عزت کرتے تھے کہ اُن جیسی عزت ہم مسلمان اپنی آسمانی مقدس کتاب القرآن العظیم کی بھی اتنی عزت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور احترام نہیں کرتے، وہاں ہم نصف یا پونا گھنٹہ ٹھہرے اور وہاں کے ماحول کا جائزہ لینے کے بعد واپس ہوئے امرتسر کے اس قیام کے دوران مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم نے مجھ پر وہ عنایات فرمائیں وہ بھلائی نہیں جا سکتیں اس کے بعد پھر ان سے ملاقات نہ ہو سکی، میں جب بھی ان کو خط لکھتا کہ فلاں کتاب ارسال فرمائیں آں محترم فوراً ارسال فرما دیتے اور رقم بعد میں اداء کر دیتا کبھی جلدی کبھی کچھ تاخیر بھی ہو جاتی لیکن آں محترم نے کبھی اس سلسلہ میں یاد دھانی تک نہیں فرمائی جزاء اللہ خیراً.

حضرت مولانا ثناء اللہ رحمہ اللہ اور آج کل کے خواص اہل حدیث میں بھی زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے مولانا صاحب کی دوسری خاص بات یہ تھی وہ حاضر جواب تھے جو بھی ان سے سوال کیا جاتا اس کا جواب فوراً مسکت اور تسلی بخش دے دیتے۔ اس ملاقات کی حلاوت آج تک زائل نہیں ہوئی افسوس کہ ایسی انمول ہستی سے کماحقہ استفادہ نہ کر سکا۔

مولانا عبد التواب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

مولانا مرحوم سے رخصت ہو کر لاہور آئے وہاں سے پھر مولانا عبد التواب ملتانی رحمہ اللہ کی زیارت کے لیے ملتان پہنچے ان کے پاس بھی دو تین دن رہے مولانا کی مسجد میں محراب اصلاً نہ تھا اور قبلہ کی دیوار میں بھی دروازے تھے، مولانا مرحوم کافی خاموشی پسند تھے اور ضرورت سے زیادہ کلام بھی نہیں کرتے تھے۔

ان سے بھی عرض کی کہ آپ بھی مجھے حدیث کی اجازت و سند عطا فرمائیں انہوں نے میرے التماس کو منظور فرمایا اور جس نوٹ بک میں سندیں اور اجازت تھیں اس کو ان کے پاس چھوڑ جانے کو کہا اور فرمایا کہ میں اس پر اجازت وغیرہ تحریر کر کے آپ کو ڈاک کے ذریعہ ارسال کر دوں گا ان سے بھی کافی کتب خریدیں اور رقم بعد میں بھیجنے کا وعدہ کیا اس وقت "الفتح الربانی فی ترتیب المسند الامام أحمد بن حنبل الشیبانی" کے آٹھ اجزاء چار جلدوں میں شایع ہوئی تھی ان کے پاس فروخت کے لیے صرف تین جلدیں تھیں پہلی جلد نہ تھی میں نے استدعا کی کہ وہ اپنے نسخہ سے یہ پہلی جلد مجھے دیں دے کیونکہ آں جناب کا چونکہ مکتبہ ہے اس لیے یہ کتاب آپ کو آسانی سے مل جائے گی انہوں نے میری درخواست منظور فرمائی اور اپنے نسخہ سے پہلی جلد نکال کہ مجھے دے دی جزاء اللہ خیراً.

الحمد للہ آپ کے پوتے مولانا حافظ عبد اللہ صاحب حفظہ اللہ بھی مجھ پر بے حد مہربان ہیں اللہ اس دنیا و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخرت میں نوازے۔ آمین۔ مولانا عبدالتواب رحمہ اللہ سے رخصت ہو کر واپس اپنے گاؤں پہنچے اچھا خاصا عرصہ انتظار کیا لیکن نوٹ بک واپس نہ آئی، بالآخر خط کے ذریعہ ان سے دریافت کیا کچھ عرصہ بعد جواب ملا کہ وہ نوٹ بک گم ہوگئی ہے یہ سن کر بہت دکھ وافسوس ہوا دوسرے اساتذہ کی اجازت کا تو مجھے اتنا صدمہ نہیں ہوا لیکن حضرت مولانا ثناء اللہ رحمہ اللہ کی اجازت اور ان کے دستخط کے گم ہو جانے کا بڑا صدمہ ہوا لیکن اب میں کر بھی کیا سکتا تھا بس انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوائے اور کوئی بات نہ ہو سکتی تھی۔

مولانا فیض الرحمٰن ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات:

اس کے بعد پھر نہ مولانا ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی اور نہ مولانا عبدالتواب صاحب رحمہ اللہ سے ان دنوں کی یا اس سے تھوڑا عرصہ قبل یا بعد حضرت مولانا ابو الفضل فیض الرحمٰن الثوری حفظہ اللہ [1] سے ملاقات ہوئی اس وقت مولانا تو جوان تھے مجھ سے تین یا چار برس عمر میں بڑے ہوں گے اس وقت تازے تازے حضرت مولانا سلطان محمود حفظہ اللہ [2] سے تحصیل علم کر چکے تھے یا ابھی پڑھ رہے تھے اس وقت بھی مولانا ثوری صاحب علم حدیث میں کافی درک رکھتے تھے اور ان کی مجلس میں حدیث وعلوم حدیث کے متعلق کافی مفید نقطے معلوم ہوتے تھے۔ مولانا ہمارے گوٹھ میں بھی تشریف لائے تھے دو یا تین دن ہمارے ہاں ٹھہرے اور اس وقت جو مکتبہ تھا اس سے استفادہ فرماتے رہے۔ اس پہلی ملاقات سے ہی راقم الحروف کا ان سے گہرا قلبی تعلق اور مضبوط رابطہ قائم ہوگیا۔ اس کے بعد ان کے مراسلے آتے رہے تقریباً ہر سال میرے پاس تشریف بھی لاتے تھے، اور وہاں سے میرے لیے آموں کی پیٹی بھی لاتے۔ جب بھی تشریف لاتے تو سارا دن مکتبہ میں تشریف رکھتے اور حدیث وعلوم حدیث کی کتب کا مطالعہ فرماتے اور بہت سی باتوں میں میری رہنمائی بھی فرماتے، ہمارے مکتبہ میں کتاب ''الضعفاء الکبیر'' للعقیلی کا مخطوطہ تھا جو والد ماجد رحمہ اللہ نے دمشق کے مکتبہ سے نقل کروایا تھا مولانا ثوری صاحب نے اس پوری کتاب کو جو دو جلدوں

---

[1] مولانا فیض الرحمٰن ثوری صاحب ۱۹۲۰ میں پیدا ہوئے جلالپور پیروالے سے مولانا سلطان محمود صاحب سند فراغت حاصل کی ان کی مشہور تصانیف میں ''الرد التقی علی الجوھر النقی'' ''تخریج وتعلیق علی کتاب القراءۃ للبیھقی'' اور بہت سی کتب ہے ان کی وفات ۴ دسمبر ۱۹۹۶ کو ہوئی انا للہ و انا الیہ راجعون. (الأزھری)

[2] عظیم مفکر، محدث، جن کا انتقال ۴ نومبر ۱۹۹۵ء کو ہوا۔ (الأزھری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تھی ایک ہی جلد میں دو جزؤں کو مکمل پورا کر دیا اور اس پر اپنی طرف سے نہایت مفید نوٹس تحریر فرما کر اس کی افادیت میں کافی اضافہ کر دیا۔

بھائی صاحب سید بدیع الدین شاہ صاحب ﷾ نے ''الضعفاء'' کا یہ نسخہ مجھ سے مانگ لیا میں نے ان کو دے دیا اب میرے پاس اس کا کوئی نسخہ نہ رہا ایک صاحب کو اس کے نقل کرنے کے لیے بھائی صاحب سے لے کر دیا لیکن اچھا خاصا عرصہ رکھ کر کتاب واپس کی اور میرے لیے کتاب نقل نہیں کی۔

حضرت مولانا ثوری ؒ کو پتہ چلا کہ راقم الحروف کو اس کتاب کی ضرورت ہے انہوں نے ازراہ عنایت خود اپنا نسخہ جو انہوں نے اپنے لیے نقل فرمایا تھا اور اس کو قیمتی نوٹس سے مزین فرمایا تھا مجھے بلا معاوضہ مرحمت فرمایا یہ انہوں نے مجھ پر بڑا احسان کیا تھا میں ہمیشہ ان کا مرہون منت رہوں گا۔کبھی کوئی نادر رسالہ یا کوئی علمی چیز ان کو مل جاتی تو وہ فوٹو اسٹیٹ کرا کر مجھے بھی ارسال فرما دیتے جزاء اللہ فی الدارین خیراً۔ مولانا صاحب نے تہذیب التہذیب پر بھی قیمتی نوٹس ثبت فرمائے تھے اس وقت اس کتاب کی قیمت کم از کم (۱۵۔۱۶) پندرہ سولہ سو روپے تھی لیکن انہوں نے مہربانی فرماتے ہوئے مجھے پوری کتاب صرف =/300 تین سو روپیہ میں دے دی اس کے علاوہ ان کی بہت سی عنایات ہیں میں کبھی بھلا نہیں سکوں گا جزاء اللہ خیرا۔

مولانا ارشاد الحق اثری صاحب ﷾:

اس سلسلہ میں حالیہ سفر میں محترم شخصیت حضرت مولانا ارشاد الحق اثری صاحب ﷾ [1] کا ذکر خیر نہ کرتا تو یہ احسان فراموشی کی بات ہوگی مولانا ابھی نوجوان ہیں اور حدیث وعلوم حدیث کا ان کو اللہ تعالیٰ نے اچھا خاصا علم مرحمت فرمایا ہے اور حدیث وعلوم حدیث کا ان کو بے حد شغف ہے ان کا مقصد زندگی بھی کتاب وسنت کی اشاعت ہے اس لیے اپنی وسعت کے مطابق ان کی علی الدوام خدمت کر رہے ہیں اور مخالفین حدیث مقلدین وغیرہم کی جانب سے وقتاً فوقتاً احادیث صحیح کی مخالفت میں رسائل وکتب شائع ہو

[1] مولانا ارشاد الحق اثری صاحب حفظہ اللہ ۱۹۴۹ کو ضلع بھاولنگر میں پیدا ہوئے اور جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ سے فراغت حاصل کی اور ۱۹۶۹ سے ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد میں مسلسل تحقیقی وتصنیفی کام سے وابستہ ہیں آپ کی مشہور تحقیق "مسند الامام ابی یعلی، العلل المتناھیہ لا بن الجوزی" وغیرہم ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہی ہیں ان کا جواب بھی کافی وشافی تحریر فرما کر اہل اسلام پر عموماً اور جماعت اہل حدیث پر خصوصاً بڑا احسان کر رہیں ہیں اللہ تعالیٰ زور قلم اور زیادہ کرے (آمین)

حضرت مولانا ارشاد الحق اثری صاحب حفظہ اللہ سے جب سے تعلق قائم ہوا ہے تب سے اس میں الحمد للہ اضافہ ہی ہوتا رہا ہے۔ آں محترم بھی اس ناچیز کی بہت عزت کرتے ہیں اور یہ محض للہ فی اللہ ہے اللہ انہیں جزاء خیرا دے۔ وہ بھی چند کتب ورسائل کی فوٹو اسٹیٹ کرا کر احقر العباد کو ارسال فرما دیتے ہیں میری طرف سے کوئی التماس یا درخواست ہوتی تو حتی المقدور اس کے پورے کرنے میں تقصیر نہیں کرتے۔

حال ہی میں انہوں نے ''توضیح الکلام'' تحریر فرمائی ہے جس میں مولوی سرفراز خان صفدر کی کتاب ''احسن الکلام'' کا مسکت وشافی وکافی جواب دینے کے ساتھ حدیث وعلوم حدیث کے بارے میں بہت سی مفید معلومات کا دریا بہا دیا ہے۔

میرا تیسرا سفر (مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی صاحب سے ملاقات)

میں نے مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ [1] کی کتابیں ''شہادۃ القرآن'' ''واضح البیان'' میں سورۃ کہف کی تفسیر پڑھی تھی۔

افصح البیان میں فاتحہ خلف الامام کی بحث میں حنفیوں کی جانب سے جو روایت "من کان لہ امام الخ" پیش کی جاتے ہے وہ بھی مولانا نے ذکر کی اور اس کا جواب دیا ہے اس حدیث کے رواۃ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا نام بھی آتا ہے، تو مولانا سیالکوٹی نے اس حدیث کی سند کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر کلام کرنے کے بجائے اس میں ایک دوسری علت پیش فرمائی اور یہ علت امام بیہقی کی کتاب ''القراءۃ'' سے ماخذ ہے۔ ساتھ میں مولانا صاحب نے یہ فرمایا کہ اس روایت کی تضعیف میں یہی علت کافی ہے اور مجھے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نام کو زیر بحث لانے کی ضرورت نہیں ہے، عام طور پر جماعت اہل حدیث کے علماء بے دھڑک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ذات کو زیر بحث لاتے ہیں اور سوء ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں اگر بالفرض

---

[1] مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی ۱۸۷۴ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے مولانا صاحب شاعر مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ کے ہم جماعت تھے۔ مولانا صاحب نے سند حدیث شیخ الکل سید میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ سے حاصل کی ان کا انتقال ۱۲ جنوری ۱۹۵۶ کو سیالکوٹ میں ہوا، ان کی تصانیف کی تعداد ۸۰ سے زائد ہے ان کی مشہور کتاب "شهادة القران" ہے۔ (الازھری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے امام ابوحنیفہ کی ذات کو زیر بحث لانا بھی پڑے تو میں ایسا طریقہ اختیار کر سکتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عزت و احترام کا دامن بھی نہ چھوٹے اور محدثین کرام رحمہ اللہ نے جو امام صاحب رحمہ اللہ پر کلام کیا ہے اس کی بھی توجیہ بیان کر دوں کہ امام صاحب رحمہ اللہ کی ذات کے ساتھ سوءِ اُدبی بھی لازم نہ آئے۔

ان وجوہ کی بناء پر مجھے مولانا سیالکوٹی مرحوم سے ملنے کا اشتیاق ہوا اتفاقاً لاہور کے ایک دوست نے مجھے اپنی شادی میں شرکت کی دعوت دی میں اپنے ساتھ دو ساتھیوں کو لے کر روانہ ہوا ان دونوں میں سے ایک کا نام میر محمد جو والدہ کی طرف سے حبشی اور والد کی طرف سے دھوبی تھا اور دوسرے کا نام محمد ساون یہ دونوں اس وقت میرے ہی پاس رہتے تھے ہم روانہ ہوئے لاہور پہنچے دوست سے ملے انہوں نے میرے طعام و قیام کا خرچہ اپنے ذمہ لیا۔

ہم انارکلی بازار کے ایک ہوٹل میں رہے دو تین دن لاہور میں دوست کے ساتھ خوب گھومے جو مقامات وغیرہ دیکھنے کے قابل تھے ان کو دیکھا پھر شادی میں شرکت کی دوسرے دن ان سے اجازت لی اور سیالکوٹ روانہ ہو گیا مغرب کی نماز کے وقت ہم سیالکوٹ کی اس مسجد میں پہنچ گئے جہاں مولانا سیالکوٹی نماز پڑھاتے تھے اب میں اس فکر میں تھا کہ معلوم ہو کہ یہ مولانا میر سیالکوٹی صاحب ہے! میں اس خیال میں تھا کہ مسجد کے برآمدہ میں ایک سفید ریش بزرگ ملے سر پر عمامہ باندھا ہوا تھا مجھے مصافحہ کیا میں نے پوچھا بھائی مولانا محمد ابراہیم صاحب کہاں ہیں انہوں نے فرمایا مجھے ابراہیم کہتے ہیں پھر میں احترام سے ملا آپ نے دریافت کیا کہاں سے آئے ہو؟ میں نے جواب دیا سندھ سے اس سے قبل سندھ سے میں نے غالباً ایک خط بھی آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا میرے نام بتانے سے انہوں نے معلوم کر لیا خیر بعد میں عرض کیا کہ حضرت آپ سے ملنے اور کچھ استفادہ کرنے آئے ہیں اور آپ جناب نے ''اوضح البیان'' میں جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے اس کے بارے میں مجھے بتائیں کہ اگر آپ کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق کچھ بیان کرنے کی ضرورت پیش آئے تو آں جناب کیا فرماتے ہیں؟

مولانا نے پھر مجھے نصیحت کرنی شروع کر دی کہ میں آپ کو پھر کہتا ہو کہ آپ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق نہ تو سوءِ ظنی میں مبتلا ہوں اور نہ ہی ان پر لعن و تشنیع کی زبان کھولیں باقی جو بات میں نے دریافت کی اس کے متعلق کچھ نہ بتایا میں خاموش رہا رات وہیں مسجد میں بسر کی یہ بارش کا موسم تھا اس دن بھی رات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے تک بارش ہوتی رہی امید تھی کہ علی الصباح پھر مولانا سے ملاقات ہوگی اور کچھ استفادہ کا موقعہ مل جائے گا، فجر کی نماز کے بعد مولانا نے قرآن کریم اپنے سامنے رکھا اور چند لوگ نماز کے لیے آئے تھے انہوں نے بھی اپنے سامنے قرآن کریم رکھے چند منٹ تک مولانا نے قرآن کریم کا درس دیا اب مجھے یاد نہیں رہا کہ کس سورت کی کونسی آیات کریمہ کا انہوں نے درس دیا۔ درس کے بعد فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور بغیر ہم سے کچھ باتیں کرنے کے مسجد سے باہر نکلے اور غالباً اپنے مکتبہ میں جا کر محصور ہو گئے۔

ہمیں بہت افسوس ہوا کہ اتنی زحمت اٹھائی لیکن حاصل کچھ بھی نہ ہوا ہم پھر بھی ٹھہر گئے اور بازار کی طرف چل پڑے کچھ گھوم گھوما کر پھر مسجد میں واپس آئے مولانا ظہر کی نماز پر ملے ہم سے پوچھا کہ کھانا کھالیا؟ ہم نے جواب دیا نہیں انہوں نے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا ہم ان کے پیچھے چلے انہوں نے اپنے مکتبہ کا دروازہ کھولا اور ہم اندر داخل ہوئے تو دیکھا بہت سی کتب لائبریری میں موجود تھیں مولانا صاحب نے ہمیں فرش پر ایک جگہ اشارہ کیا کہ یہاں بیٹھ جائے ہم بیٹھ جائیں اور خود دوسرے دروازہ سے گھر میں چلے گئے اور ہمارے لیے کھانے بھیجنے کا امر کیا پھر واپس آکر ڈھیروں کتب کے سامنے بیٹھ گئے اور کتب بینی شروع فرمادی، ہمیں افسوس تو بہت ہوا لیکن آخر ہم کر بھی کیا سکتے تھے؟

جبکہ مولانا ثناء اللہ مرحوم کافی حد تک ملنسار بھی تھے اور آنے والے کے ساتھ بموجب فرمان واجب "ولزورك عليك حق" مہمان سے اچھی طرح باتیں بھی کرتے اور ان کے دل لینے کی بھی سعی فرماتے لیکن مولانا سیالکوٹی صاحب کا رویہ انتہائی مختلف پایا۔ اللہ جانے کہ ان کا یہ رویہ سب لوگوں سے ایسا تھا یا یہ نوازش صرف ہم پر ہو رہی تھی اگر یہ آخری بات تھی تو اس کی وجہ ہم سمجھنے سے قاصر تھے۔ بالآخر مولانا نے صرف اتنا کہا کہ اگر آپ حدیث میں مہارت حاصل کرنا چاہتے ہو تو مدرسہ رحمانیہ دہلی میں داخلہ لیں وہاں حدیثی نکات آپ کو خوب معلوم ہوں گے۔

دہلی کا سفر:

میں پہلے لکھ آیا ہوں کہ والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد جماعتی ذمہ داریوں وغیرہ کا جو بوجھ جو مجھ پر پڑا تھا اس نے مجھے بہت پریشان کر رکھا تھا اور چاہتا تھا کہ اس سے نجات مل جائے لیکن کچھ نہیں ہو سکتا تھا اب مولانا سیالکوٹی صاحب کی بات سے مجھے خیال آیا کہ چلو دہلی کے رحمانیہ مدرسہ میں داخلہ لے لو اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح ہمیشہ نہیں تو کچھ عرصہ کے لیے اس سے چھٹکارا تو مل جائے گا اور ساتھ ساتھ حدیث کے متعلق بھی مزید علم حاصل ہوگا میں نے مولانا صاحب سے عرض کیا کہ آں جناب مدرسہ رحمانیہ کے مہتمم کے نام ایک مکتوب لکھ دیں تاکہ مجھے مدرسہ میں داخلہ مل جائے کیونکہ تعلیمی سال کا نصف تو ہو چکا تھا شاید نصف سال میں مجھے داخلہ نہ ملے مولانا صاحب نے مجھے مکتوب تحریر فرما کر دے دیا اور ہم ان سے رخصت ہو کر لاہور آئے اور وہاں سے دہلی کا ٹکٹ لے کر روانہ ہو گئے۔

الحمد للہ خیریت سے دہلی پہنچ گئے اب سوچنے لگے کہ کہاں ٹھہریں، ہوٹلوں کو دیکھا تو بہت مہنگی پڑ رہی تھیں ایک صاحب نے بتایا کہ یہاں قریب ہی ''آفت بنئے کی سرائے'' ہے وہاں آپ کو آسانی سے ٹھہرنے کی جگہ مل جائے گی میں نے اپنے الفاظ میں ان کے الفاظ دہرائے اور کہا ''آفت بنیے سرائے'' انہوں نے پھر کہا ''آفت بنیے کی سرائے'' میں سوچ میں پڑ گیا کہ یہ بنیا پتہ نہیں کونسی آفت ہیں خیر ہم چل پڑے چلتے چلتے ایک جگہ پہنچے تو دیکھا کہ لوہے کی پٹی پر لکھا ہوا ہے ''حافظ بنیے کی سرائے'' میں سمجھ گیا اس صاحب نے اسی سرائے کا پتہ بتایا ہے اور وہ حافظ کو اپنے الفاظ میں آفت کہہ رہا تھا۔ میں نے وہاں کسی سے پوچھا بھیا یہی ہے ''آفت بنیے کی سرائے'' اس نے اثبات میں سر ہلایا ہم نے اس کے متعلق دریافت کرنے لگے اس سرائے میں کوئی جگہ ہمارے لیے خالی ہے، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اس وقت سرائے میں کوئی جگہ خالی نہیں، ہم مایوس نہ ہوئے مزید تلاش شروع کی الحمد للہ عام ہوٹل میں ہم تینوں ساتھیوں کے لیے اچھا کمرہ مل گیا اور وہ کافی سستا پڑا تھا ہم نے اطمینان سے کمرہ میں سامان رکھا اور بیٹھ گئے پھر سیر کے لیے نکل گئے اور کچھ دیر تک بازاروں کے چکر لگائے پھر رات ہوئی اور ہم ہوٹل کے کمرہ میں استراحت کی دوسرے دن مدرسہ رحمانیہ کے مہتمم کی تلاش کی تھوڑی سی کوشش سے وہ مل گئے میں نے انہیں مولانا سیالکوٹی صاحب کا مکتوب دیا پڑھ کر مجھے ایک دو باتیں پوچھیں پھر کہا ہاں آپ کو داخلہ مل سکتا ہے گو سال کا نصف ہو چکا ہے لیکن ہم مولانا صاحب کے مکتوب کی وجہ سے آپ کو داخلہ دے دیتے ہیں میں نے عرض کیا کہ میرے ان دو ساتھیوں کو بھی ابتدائی عربی کی کلاس میں داخلہ عنایت کریں وہ صاحب بگڑ گئے اور کہا ایک تو ہم آپ کو بھی نصف سال میں داخلے دیں رہے ہیں اور پھر آپ یہ تقاضا بھی کر رہے ہو کہ ان دونوں کو بھی ابتدائی عربی کلاس میں داخلہ دیں بس یہ نہیں ہوسکتا میں نے محسوس کیا کہ میں اکیلا تو رہ نہیں سکوں گا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں پھر عرض کیا کہ آپ مہربانی فرمائیں لیکن انہوں نے صاف جواب دے دیا اور میں وہاں داخلہ سے مایوس ہو کر واپس ہوٹل آیا اور یہ پروگرام بنایا کہ اب دہلی اور آگرہ وغیرہ کا چکر لگایا جائے اس کے بعد واپس گاؤں چلیں گے۔

پروگرام کے مطابق پہلے دہلی کے مختلف بازاروں پرانی اور نئی دہلی دیکھی پھر لال قلعہ، شاہی مسجد، قطب مینار، وغیرہ وغیرہ جو مقامات و اشیاء دیکھنے کے قابل تھیں ان کو دیکھا ان دنوں ٹانگوں کا کرایہ کافی سستا ہوتا تھا پندرہ روپیہ میں تقریبا دن کا اکثر حصہ گھومتے رہتے تھے، قطب مینار پر چڑھ کر چوٹی پر پہنچے اس طرح شاہی مسجد کے میناروں پر بھی چڑھے بحر حال دہلی کے ان سب مقامات وغیرہا کو دیکھا جو دیکھنے کے قابل تھے لیکن اس وقت وہاں کسی عالم و فاضل سے ملاقات نہ ہو سکی اس کے بعد ہم آگرہ گئے وہاں ایک رات رہے اور آگرہ کا قلعہ، تاج محل وغیرہ کی سیر کی اور دوسرے دن پھر دہلی واپس آ کر اپنے ہوٹل کے کمرہ میں ٹھہرے اور ایک دو دن کے بعد دہلی سے واپسی کا پروگرام بنایا اور نواب شاہ کا ٹکٹ لے کر ٹرین میں بیٹھ گئے، ٹرین کا ایک ڈبہ خالی تھا جو ٹرین میں لگایا جانے والا تھا ہم اس میں بیٹھ گئے اور اس طرح ہم رش کی مصیبت سے بچ گئے تھوڑی دیر بعد دو تین صاحب آئے اور ہم سے ملتمس ہوئے کہ ہم ایک آدمی کو اپنے پاس ایک سیٹ دے دیں کیونکہ کہیں جگہ نہیں مل رہی ہم نے ان کی درخواست منظور کر لی وہ صاحب آ کر بیٹھے تعارف سے معلوم ہوا کہ وہ فوج میں کسی خاص عہدے پر فائز ہے اور کوئٹہ کے ایک فوجی کیمپ میں رہتے ہیں وہ شعر شاعری بھی کرتا تھا اس طرح روہڑی (سندھ) تک ہماری مجلس ہوتی رہی کبھی شعر شاعری کی بات کبھی کسی خاص شاعر کے متعلق گفتگو، وہ شعراء میں سے غالب کو ہی مانتے تھے اور انہیں کو بڑھاتے چڑھاتے رہے اور کبھی کسی اور موضوع پر گفتگو ہوتی ہم ایک دن رات کو دہلی سے روانہ ہوئے تھے دوسرا دن بھی راستہ میں پورا ہوا پھر رات آئی وہ بھی سفر میں گذری پھر تیسرے دن تقریباً ساڑھے دس بجے روہڑی پہنچے۔اور یہ صاحب ہمارے ہم سفر رہے ہم سے رخصت ہو کر کوئٹہ کے لیے دوسری ٹرین میں سوار ہوئے ہم نے اپنا سفر جاری رکھا اور نماز ظہر کے وقت نواب شاہ پہنچے وہاں سے عصر کی نماز کے وقت اپنے گاؤں آ گئے اس سفر میں شاید بارہ تیرہ دن لگے ہوں گے ان اسفار کے بعد حیدر آباد دکن وغیرہ کی سیر کا بہت شوق تھا لیکن افسوس یہ تمنا پوری نہ ہو سکی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد کوئی ایسا سفر پیش نہ آیا جو قابل ذکر ہو۔

میرا چوتھا سفر حج بیت اللہ کا سفر:

۱۹۴۹ء میں میں نے حج بیت اللہ شریف کی تیاری کی اس وقت ہوائی جہازوں کی سواری اتنی عام نہ تھی ہم نے بحری جہاز کا ٹکٹ لیا میرے ساتھ میری والدہ مرحومہ اور برادرم سید بدیع شاہ راشدی صاحب کا فرزند ''سید محمد شاہ'' جو اس وقت ۶۔۷ چھ سات سال کا تھا اور میرا ایک ساتھی ''فقیر محمد راہو'' بھی تھے اس بحری جہاز میں ہمارے ساتھ بہت سے ہماری جماعت کے رفقاء بھی شامل تھے مثلاً: حاجی اللہ بچایو صاحب میمن اور ان کے فرزند حاجی محمد عثمان، حاجی امید علی اور محمد صدیق تالپور، حاجی محمود پاٹولی آف حیدر آباد، حاجی علی مردان جمالی اور منشی محمود قریشی آف حیدر آباد وغیرہ وغیرہ۔

ہمیں ''رضوانی'' بحری جہاز کا ٹکٹ ملا اب کراچی سے جہاز نے لنگر اٹھایا اور تھوڑا سا رواں ہوا تو ایک صاحب نے بلند آواز سے کہا ''لبیك یا رسول اللّٰه'' میں نے کہا ابھی سے غیر اللہ کو پکارا جا رہا ہے پتہ نہیں اس جہاز کا کیا حشر ہونے والا ہے اللہ کی قدرت ہمارا جہاز جیسے ہی کراچی کی حدود سے دور نکلا تو طوفان شروع ہوا ہم ڈیک کے نچلے حصہ میں تھے اور پانی کی چھولیاں آتیں تو جہاز کے دریچوں سے پانی اندر آتا لوگوں میں افراتفری ایسی تھی کہ اللہ کی پناہ جہاز کا اوپر والا حصہ لوگوں کی قیئوں (الٹی) سے بھر گیا تھا مجھے بھی متلیاں ہونے لگی لیکن قے نہیں ہوئی نماز بیٹھ کر پڑھتا رہتا اور نماز پڑھ کر پھر لیٹ جاتا جہاز والوں نے بتایا کہ چالیس سال تک ایسا طوفان اس جہاز کو پیش نہیں آیا لوگوں کو بڑا خطرہ لاحق ہو گیا اور جو کبھی نماز نہیں پڑھتے تھے وہ بھی نماز تو نماز قرآن کریم کی تلاوت بھی کرتے رہتے تھے، اور کیپٹن نے محسوس کیا کہ اب وہ جدہ نہیں پہنچ سکیں گے اس لیے انہوں نے جہاز کا رخ دوسری طرف موڑ دیا اور لوگ حج کرنے سے کچھ مایوس سے ہونے لگے تین یا چار دن کے بعد اللہ کا فضل ہوا طوفان سے بھی نجات ملی اور کیپٹن نے پھر دوبارہ جہاز کا رخ جدہ کی طرف کیا اور ہم سب لوگ اوپر کے طبقوں پر جاتے رہتے اور وہاں باجماعت نماز کا انتظام تھا اس میں شریک ہوتے رہے اور جو خوف ویاس مسلط ہو گیا تھا وہ امن و اُمید میں بدل گیا بحر حال بعد کا سفر نہایت خیر وخوبی سے گزرا اور ہم سب احباب ایک دوسرے سے ملے اور مجلس کرتے رہے اور تقریباً گیارہ دن کے بعد جہاز جدہ پہنچا لیکن اس زمانہ میں جدہ کی بندرگاہ میں خشکی کے متصل آ کر جہاز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کھڑے ہوتے تھے کیونکہ بندرگار کے متصل پانی کافی چھوٹا تھا اس میں جہاز نہیں آتا تھا اور تقریباً پونا یا آدھا میل باہر سمندر میں کھڑا ہوتا اور وہاں سے کشتیوں یا لانچوں میں بیٹھ کر بندرگاہ پر آنا پڑتا تھا اور اس دن اللہ کی قدرت تیز ہوائیں چل رہی تھیں بعض لوگوں کی کشتیاں سمندر میں گر جاتی تھیں ہم بسم اللہ کر کے اس اونچی نیچی ہونے والی لانچ میں احتیاط سے آہستہ آہستہ آ کر بیٹھ گئے الحمد للہ بندرگاہ پر آ گئے اب پہلا سوال تھا کہ معلم کونسا کیا جائے معلم تو بہت تھے لیکن ہم وہ معلم کرنا چاہتے تھے جس کے پاس اور رفقاء بھی ہوں میرا یہ پہلا سفر حجاز تھا میں نے حاجی محمود پاٹولی سے مشورہ کیا انہوں نے ایک معلم کا نام بتایا اور ان کے ساتھیوں نے بھی اُسی کو اپنا معلم بتایا لہٰذا میں نے بھی ان کا نام منتخب کیا۔

اس زمانہ میں جدہ میں رہنے کی وہ سہولتیں نہ تھیں جو آج کل ہیں جتنا عرصہ جدہ میں پڑے رہیں وہ بہت تکلیف دہ تھا ہم نے حج تمتع کی نیت کی تھی اس لیے احرام اس وقت عمرہ کا تھا اب حج کا موقع بھی سر پر آ گیا تھا خدا خدا کر کے ہم مکہ معظمہ پہنچے اور طواف بیت اللہ اور سعی صفاء مروہ سے فراغت حاصل کر کے احرام کھولا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد نیا احرام باندھ کر منیٰ کی طرف روانہ ہو گئے اللہ تعالیٰ حاجی محمود پاٹولی کو جزاء خیر دے انہوں نے اس سفر میں میری بہت اعانت کی اور ہر جگہ میرے ساتھ رہتے منیٰ میں عرفات مزدلفہ میں پھر منیٰ میں اور میری مشکلات کافی حد تک حل ہو چکی تھی حج سے فراغت پا کر مکہ مکرمہ میں ایک کمرہ کرایہ پر لیا اور غالباً تقریباً ایک ماہ رہے اس وقت حرم پاک میں چار مصلےٰ ابھی باقی تھے حرم میں ان چار مصلوں میں سے سوائے مالکی مصلیٰ اور کسی مصلیٰ کے نزدیک بیٹھنے کی موزوں جگہ نظر نہیں آئی تھی اس لیے میں اسی مالکی مصلیٰ کے نزدیک بیٹھا کرتا تھا وہاں ایک عالم بیٹھا کرتا تھا جو سفید ریش تھے۔اور اس پر حنا (مہندی) سے خضاب کیا ہوا تھا وہ بہت نیک نظر آتا تھا اور زیادہ تر خاموش ہی رہتا۔

مولانا عبدالحق بہاول پوری سے ملاقات:

ہمارے حج پر آنے سے کافی بیشتر حضرت الاستاد مولانا عبدالحق صاحب بہاول پوری رحمہ اللہ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے تھے انہیں پتہ چلا کہ محبّ اللہ بھی حج پر آیا ہے اور زیادہ تر مالکی مصلیٰ کے نزدیک بیٹھا کرتا ہے وہ میری تلاش میں تھے ایک دن ملاقات ہو گئی اور پھر ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں ایک بار انہوں نے ایک دو مسائل پر گفتگو کی اور پھر نماز میں رکوع کے بعد والے قیام میں وضع ہے یا ارسال اس مسئلہ کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھیڑا میری گفتگو ان سے ہوئی پھر نماز کے وقت میں نے ان کے ساتھ نماز اداء کی اور اللہ جانتا ہے کہ میں نے ان کو دیکھا کہ وہ رکوع کے بعد والے قیام میں ارسال فرما رہے تھے مجھ پر وہ بہت مہربان تھے بحر حال جب تک مکہ مکرمہ میں رہے ان سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

اس کے بعد جب میں دوسرے بار حج بیت اللہ کے لیے آیا تو اس سے کافی عرصہ پہلے حضرت مولانا صاحب وفات پا چکے تھے۔

شیخ خلیل عرب سے ملاقات:

یہاں جس دوسری علمی شخصیت سے ملے وہ تھی شیخ خلیل عرب صاحب وہ بھی اہل حدیث تھے مکہ مدینہ میں ان سے ملاقاتیں ہوتی رہتی وہ تھے تو ہمارے ملک کے لیکن غالباً انہوں نے کسی عربیہ عورت سے شادی کر لی تھی اور بتایا تھا کہ میں نے اپنی بچی کو بھی عربی پڑھا کر ماہر کر دیا ہے وہ عربیت کی ترویج کے لیے ہر وقت کوشاں رہتے اور ہر ایک دوست اور واقف عالم کو عربیت کی ترویج کے لیے سعی کرنے کی رغبت دلاتے انہوں نے ایک کتاب مجھے دی جو انہوں نے لکھی تھی اور اس سے عربی زبان کا سیکھنا کافی آسان ہو گیا تھا وہ کتاب مجھ سے گم ہو گئی اس سفر میں مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران مجھے کسی اور علمی شخصیت سے ملاقات یاد نہیں پڑتی۔

سلطان عبد العزیز کی زیارت:

ایک دن حرم میں بیٹھا تھا کہ پولیس والوں نے طواف وغیرہ کرنے والوں کو ایک طرف ہو جانے کا امر کیا ہم حطیم میں جا کھڑے ہوئے اور مطاف بالکل خالی ہو گیا پھر میں نے دیکھا کہ سلطان عبد العزیز مرحوم ایک کرسی نما چھوٹی سی گاڑی پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے لڑکے اس گاڑی کو دھکیل کر چلا رہے تھے اس طرح سلطان مرحوم طواف کر رہیں تھے یہ پہلی بار تھا کہ میں نے فرماں رواء سعودیہ سلطان عبد العزیز رحمہ اللہ کو دیکھا داڑھی مہندی سے خضاب کی ہوئی معلوم ہو رہی تھی، اس وقت وہ کافی بڑی عمر کے ہو گئے تھے، طواف کے بعد سلطان پھر روانہ ہو گئے اور طواف کرنے والوں کو اجازت مل گئی جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے والد ماجد رحمہ اللہ کی سلطان عبد العزیز مرحوم سے مراسلت تھی لیکن اس وقت کون سلطان کی خدمت میں عرض کرتا کہ یہ محب اللہ حاضر ہے ان کے والد رحمہ اللہ سے آں محترم کی خط وکتابت کا سلسلہ قائم تھا وہ آں جلالۃ الملک کے ملنے کا خواست گار ہے بحر حال یہ تو نہ ہو سکا اور بموجب "مالا يدرك كله لا يترك كله" ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے قریب سے زیارت ہی کو غنیمت سمجھا۔

حرمین شریفین کی اس زمانہ میں یہ حالت تھی کہ چپے چپے پر روحانیت نظر آتی تھی جان دار اشیاء کی تصویر تو کجا وہاں فوٹو گرافر کا وجود تک نہ تھا پولیس کے لوگ جتنے بھی دیکھے سب کے سب داڑھیوں والے تھے اور نماز کے وقت دکانوں پر کھڑے ہو کر دکانداروں کو امر کرتے کہ چلو نماز پڑھو اور وہ دکاندار صرف ایک پردہ کو کھینچ کر دروازہ پر لٹکا دیتے اور دروازے کو بند کئے بغیر نماز کے لیے چل پڑتے مجھے یاد نہیں پڑتا کہ اس وقت میں نے کسی ایک ہی شاپ کیپر کو دیکھا ہو جو آذان کو سننے کے باوجود وہ نماز پر نہ گیا ہو اور اپنی دکان میں ہی بیٹھا رہا ہو یہ زمانہ گرمیوں کا تھا ظہر کی نماز کے وقت حرم میں سخت گرمی ہوتی اور فرش کے پتھر سورج تپش سے کافی گرم ہو جاتے تھے اور اس وقت ائمہ نماز کے ارکان کی ادائیگی میں کافی اطمینان لیتے تھے جلدی نہیں کرتے تھے لیکن مجھے یاد ہے کہ ہم حرم میں ہی عموماً ظہر کی نماز بھی پڑھتے تھے اور ان گرم فرش کے پتھروں پر سجدہ کرنا پڑتا تھا لیکن اللہ کا ایسا کرنا ہوتا کہ چہرہ کو کچھ زیادہ تپش محسوس نہ ہوتی اور حاجی صاحبان میں وہ بے قاعدگیاں ابھی پیدا نہیں ہوئی تھیں جو عصر حاضر میں عام طور پر دیکھی جاتی ہیں مکہ مکرمہ کے مکاتیب سے کچھ کتابیں بھی خریدیں دکانوں پر اس وقت بھی اچھی خاصی چہل پہل تھی اور ہر چیز موجود تھی لیکن وہ بدمزگی والی کیفیت نہیں تھی جو آج دیکھنے میں آرہی ہے صفاء مروہ میں سعی سے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے واقعہ کی یاد تازہ ہو جاتی کیونکہ اس وقت صفا مروہ ایک چھت والی بازار کی صورت اختیار نہیں کر چکی تھی لیکن اب اللہ جانتا ہے کہ دل پر کوئی ایسا اثر مرتب نہیں ہوتا بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم کسی ڈھکی ہوئی بازار سے گزر رہے ہیں۔ اور اس طرح ان شعائر سے جس حقیقت کی طرف اشارہ ہوتا تھا وہ سراسر مفقود ہو گیا ”ما شاء الله كان ومالم يشاء لم يكون .“

عرض یہ کر رہا تھا کہ اس وقت حرمین شریفین کی جو حالت تھی وہ آج کی حالت سے کافی مختلف تھی کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

بقا ایک تغیر کو ہے اس زمانے میں

اس سال میری سوتیلی والدہ، والد ماجد رحمہ اللہ کی تیسری زوجہ بھی حج بیت اللہ سے مشرف ہوئی تھیں لیکن وہ دوسرے بحری جہاز ”چل درگا“ میں آئی تھیں اور مکہ مکرمہ و مدینہ منورۃ میں ان سے کافی ملاقاتیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی تھیں والد ماجد رحمہ اللہ سے ان کو ایک بچی اور بچہ ہوا تھا لیکن دونوں بچے تقریباً ایک برس کی عمر میں وفات پا گئے تھے بچی تو والد ماجد رحمہ اللہ کی زندگی میں وفات پا گئی لیکن بچہ والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد تولد ہوا تھا وہ بھی تقریباً ایک برس کا ہو کر انتقال کر گیا اب ان کی کوئی اولاد نہیں تھی مجھ سے بہت محبت کرتی تھی اور والد ماجد رحمہ اللہ کی جائیداد سے جو حصہ ورثہ میں انہیں ملا تھا سارے کا سارا مجھے دے دیا۔ رحمھا اللہ و غفر لھا۔

ارادہ حج پر اکٹھے آنے کا تھا لیکن اتفاق کچھ ایسا ہوا کہ ہماری ٹکٹیں رضوانی جہاز میں جبکہ والدہ محترمہ کی ''چل درگا'' جہاز میں بک ہو گئیں تھی بحر حال ملاقاتیں تو اکثر و بیشتر ہوتی رہتی تھیں گو ان کا معلم تو دوسرا تھا لیکن ایک دوسرے سے ملنے میں کوئی تکلیف پیش نہیں آتی تھی مرحومہ کے ماموں زاد بھائی سعودیہ میں تھے ان میں ایک تو عبدالعزیز عرب جدہ میں ایک جہاز رانی کمپنی کا مالک تھا اور دوسرا محمد حسین عرب جو پاکستان میں مقیم ہو گیا تھا۔ وہ کراچی میں رہتے تھے۔ مرحومہ نے طائف جانے کا پروگرام بنایا اور مجھے بھی ساتھ چلنے کا امر فرمایا ہمارے ساتھ محمد حسین عرب بھی تھے، اس زمانے میں حجاج کے لیے سعودیہ کے کسی مقام پر جانے کی ممانعت نہ تھی۔

ہم ایک بس میں سوار ہو کر روانہ ہو گئے رات بھر چلتے رہے پھر دوسرے دن نو یا دس بجے طائف پہنچے اس وقت مکہ مکرمہ میں سخت گرمی پڑ رہی تھی تو طائف میں انتہائی سخت سردی محسوس ہو رہی تھی وہاں پہاڑی پر چڑھ کر چوٹی پر پہنچے اور وہاں ہی پہلی بار سفر جل میوہ (بہی دانہ) کھانے کا موقع ملا اور وہاں ہ پہلی بار اونٹ کا گوشت کھایا ہماری اقامت گاہ سے قریب ایک چھوٹی سی مسجد تھی جس میں فجر نماز خصوصاً اس مسجد میں اداء کرنے جاتا تھا جو اذان دیتا تھا وہی امامت کے فرائض بھی انجام دیتا تھا اکثر وہ امام ہوتے اور پیچھے ہم دو یا تین چار مقتدی ہوتے اور جس مسجد کے قریب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مدفون تھے وہ بھی دیکھی اس وقت اس کو مسجد ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے مجھے دوسری بار وہاں جانے کا اتفاق نہ ہوا غالباً دو دن طائف میں رہے پھر مکہ مکرمہ واپس آ گئے اس کے بعد جلد ہی ہمیں مدینہ منورہ جانا پڑا وہاں ایک سندھی صاحب بنام غلام حسین سے جگہ کرایہ پر لے کر رہے مدینہ منورہ میں آٹھ دن قیام کیا مسجد نبوی ﷺ کے نزدیک ''دارالحدیث'' کے نام سے ایک مدرسہ تھا ایک دن وہاں جا نکلا اس مدرسہ کے صدر مدرس و مہتم ایک حبشی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عالم تھے غالباً ان کا نام عبدالرحمٰن تھا وہ مجھے محبت سے ملے اپنے قریب بٹھایا، وہاں چند طلبہ موجود تھے جو بلوغ المرام حفظ کر رہے وہاں مدرسہ کے مکتبہ میں پہلی مرتبہ میں نے سنن أبي داود کی شرح "المنهل العذب المورود" دیکھی اس حبشی عالم نے چائے وغیرہ سے تواضع کی اور بعد میں رخصت ہوا انہوں نے ایک رسالہ دیا جو حج وعمرہ کے احکام پر انہوں نے تحریر فرمایا تھا۔ مسجد قباء میں اور جبل اُحد کے پاس بھی گئے اور جو مقامات دیکھنے کے قابل تھے ان کو دیکھا لیکن یہاں کسی قابل ذکر علمی شخصیت سے ملاقات نہ ہو سکی اور نہ ہی وہاں اتنے کتب خانے تھے اس لیے یہاں سے کوئی کتاب نہیں خریدی۔

مسجد نبوی ﷺ میں روضۃ اطہر پر اس وقت وہ طوفان بدتمیزی دیکھنے میں نہیں آتا تھا جو آج اس زمانہ کا لازمی جزء بن گیا ہے، اب تو ان کو شدت سے روکا بھی نہیں جاتا یہاں سے فارغ ہو کر ہم واپس لوٹے اب یہ یاد نہیں واپس مکہ مکرمہ آئے یا سیدھے جدہ چلے گئے۔

بحرصورت جدہ آئے وہاں بھی دو تین دن رہے پھر وہی ''رضوانی'' آ کر لنگر انداز ہوا ہم سوار ہوئے اور الحمد للہ واپسی میں کوئی ناخوش گوار حالت سے دو چار نہیں ہوئے اور آٹھ یا نو دن میں کراچی پہنچ گئے۔ راستہ میں نماز کا باجماعت انتظام تھا نماز قاری صاحب جو خوش الحان تھے پڑھاتے تھے ایک مولوی صاحب جو سندھ کا رہنے والا تھا جس کا نام یاد نہیں وہ مجالس وعظ میں قرآن کریم وغیرہ کے متعلق اچھے اچھے نقطے بیان کیا کرتے تھے ہم سن کر محظوظ ہوتے تھے میں اور مرحوم حاجی محمد عثمان میمن اکثر و بیشتر ان مجالس میں ایک ساتھ ہوتے تھے، ایک مرتبہ ایک صاحب ملے جو بڑی سفید ریش والے تھے ان کے سر پر پگڑی تھی مجھے ان مجالس میں اکثر دیکھا کرتے تھے تو ایک دن باتیں کرتے کرتے مجھ سے پوچھا کہ آپ سگریٹ وغیرہ کے عادی تو نہیں؟ میں نے جواب دیا الحمد للہ اس مرض میں اللہ کے فضل سے میں ایک منٹ کے لیے بھی مبتلا نہیں ہوا آگے بھی اللہ محفوظ رکھے گا۔

پھر بتایا کہ وہ ریلوے کے اسٹیشن ماسٹر تھے اور ان کو یورپین مردوں وعورتوں سے ملنا پڑتا تھا ایک مرتبہ ایک یورپین لیڈی نے مجھ سے کہا کہ دین اسلام مجھے بہت اچھا لگتا ہے لیکن اس کی ایک بات قابل اعتراض ہے مجھے وہ پسند نہیں میں نے کہا آپ مجھے بتائیں کہ وہ کونسی بات ہے؟ ہو سکتا ہے یہی بات جس کو آپ قابل اعتراض تصور کر رہی ہو وہی اسلام کی خوبی کی دلیل ہو، اس لیڈی نے کہا کہ یہ بات "تعدد زوجات"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اجازت ہے۔

میں نے جواباً کہا کہ محترمہ یہی اسلام کی خوبی ہے وہ اس طرح کہ دیکھے آپ شادی شدہ ہیں فرض کیجئے اگر پہلی بار مجامعت سے ہی آپ کو حمل ہو جائے تو آپ تین ماہ بعد آپ کا خاندانی ڈاکٹر آپ کو اپنے شوہر سے جنسی معاملہ سے روک دے گا اب اگر دوسری بیوی ہوگی تو آپ کا شوہر اس سے اس کے ساتھ رہے گا فرض کیجئے کہ یہ دوسری بیوی بھی پہلے مجامعت کے بعد ہی حاملہ ہوگئی تو تین ماہ بعد وہ بھی شوہر کے قربت سے روک دی جائے گی پھر تیسری بیوی ہوگی تو شوہر اس سے یہ معاملہ جاری رکھے گا اور پھر اگر وہ بھی پہلی بار مجامعت سے حاملہ ہوگئی تو تین ماہ بعد مرد چوتھی زوجہ کی طرف رجوع کرے گا اس طرح تین ماہ بعد پہلی زوجہ بھی وضع حمل وغیرہ سے فارغ ہو چکی ہوں گی اور اگر وہ پھر حاملہ ہوگئی تو تین ماہ بعد دوسری بیوی بھی فارغ ہو جائے گی علی هذا القياس بقیہ کو سمجھ لیں اس طرح آپ کے شوہر کو ممانعت کے وقت ناجائز لیڈی کی طرف رخ کرنا نہیں پڑے گا اور نہ ہی آپ کو اپنی بساط سے زیادہ تکلیف اُٹھانے کی زحمت گوارا کرنی پڑے گی میری یہ بات سن کر اس لیڈی نے اپنا ہاتھ مسرت کے اظہار اور تحسین و آفریں کے لیے ہلایا اور کہا واقعی یہ بات تو اسلام کی خوبی ہی معلوم ہوتی ہے۔

اس صاحبہ کے قصہ کے بتانے کا یہ مقصد تھا کہ لوگوں کو اسلام کے متعلق حکمت و دانائی سے سمجھانا چاہیے اگر کوئی بے سمجھ اعتراض کرتا ہے تو اس سے گھبرانا چاہیے اور نہ ہی اس کو برا کہنا چاہیے بلکہ موعظہ حسنہ سے اور عقل سلیم سے کام لے کر اس کو سمجھانا چاہیے اور اس کے شکوک وشبہات کا ازالہ کرنا چاہیے۔ اس طرح کی علمی ودینی مجالس کا واپسی میں جہاز پر کافی مواقع میسر آئے۔ فالحمد لله على ذلك.

جہاز تو رات ہی کو پہنچ گیا تھا لیکن رات بھر سمندر میں کھڑا رہا اور علی الصباح کراچی کے بندرگاہ لنگر انداز ہوا بھائی صاحب سید بدیع الدین شاہ صاحب وغیرہ رسیو کرنے کے لیے آئے تھے اس دن کی رات ہم نے موسی لین میں اپنی ہنگو راجی، کے پاس رہے اور دوسرے دن بخیریت اپنے گوٹھ آ گئے۔

میرا پانچواں سفر ''حج بیت اللہ کی طرف'':

گھر والوں کا خیال ہوا کہ ہم بھی حج بیت اللہ کا شرف حاصل کریں، ہم نے تیاری کی اور بھٹو کے دور حکومت ۱۹۷۲ء ہم اس سعادت کو حاصل کرنے کے لیے تیار ہو گئے اس سفر میں میرے ساتھ میری گھر والی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دو بچے محمد راشد شاہ، محمد قاسم شاہ اور بچی عابدہ ساتھ تھی ہم نے ہوائی جہاز کا ٹکٹ لیا، ہمارے ساتھ میرے حیدر آباد والے سسرال کے بھی دو آدمی تھے۔ ہم غالباً شوال آخیر میں مکہ معظمہ پہنچ گئے عمرہ کا احرام باندھا تھا کعبہ کا طواف کیا صفاء مروہ کی سعی کی سر منڈوایا اور احرام کھول دیا ایک جگہ کرایہ پر لی، شیخ عبد القادر السندھی ❶ سے ملاقات پہلے ہی دن حرم میں نماز ظہر سے قبل ہوگئی تھی جو اس وقت مدینہ منورہ میں مقیم تھے۔ وہ ہمارے گاؤں بھی اس سے پہلے تشریف لا چکے تھے اور اسی وقت سے ان سے واقفیت ہو چکی تھی اور خط وکتابت سلسلہ جاری تھا انہیں کی وساطت سے یہ جگہ کرایہ پر لی، میں نے خط کہ ذریعہ ان کو اپنی آمد کی اطلاع دی تھی عصر نماز کے بعد حرم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ''حافظ فتح محمد فتحی'' مرحوم سے ملاقات ہوئی انہوں نے خود اپنا تعارف کرایا وہ مجھ سے غائبانہ واقف تو تھے لیکن بالمشافہہ گفتگو کا یہ پہلا موقع تھا حافظ مرحوم نے چند مسائل پوچھے پھر رکوع کے بعد والے قیام میں وضع یا ارسال کے متعلق بات چھڑی وہ سوال کرتے رہے میں جواب دیتا رہا پھر خود ہی بتایا کہ پہلے وہ بھی سید بدیع الدین شاہ صاحب کے اتباع میں ما بعد الرکوع والے قیام میں ہاتھ باندھتے تھے لیکن بعد میں اس مسئلہ کو خوب پڑھا سوچا اور تحقیق کی تو ارسال ہی صحیح نظر آیا اور بعد میں آپ کی کتاب ''التحقیق الجلیل'' بھی ملی اور میں نے مابعد الرکوع والے قیام میں ارسال پر عمل شروع کر دیا۔

حافظ صاحب مرحوم ❷ نے مجھے صحیح ابن خزیمہ کی پہلی جلد دی اور یہی اس وقت تک طبع ہوئی تھی اور کتاب "التراتیب الاداریۃ" دو جلدوں میں تھی وہ بھی مرحمت فرمادی اس ملاقات کے بعد ان کے ساتھ میرا تعلق مزید مستحکم ہو گیا اب ان سے مختلف جگہوں پر ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔

حافظ صاحب مرحوم مجھ سے محبت کرنے لگے تھے کبھی میرے ساتھ چل کر مکاتب میں جاتے اور ہم وہاں سے کتب خریدتے اور بھی بہت سے شیوخ سے ملاقات کراتے، فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ بھی ایک شیخ صاحب نے تحفتاً عنایت فرمائی ایک اور شیخ نے "العقد الثمین فی تاریخ البلد الأمین للفاسی رحمہ اللہ" مجھے ہدیہ دی بعض نے کچھ رسائل دیے بہت سی کتب کتب خانوں سے خریدیں اور کافی

❶ عظیم محقق عالم دین، فن حدیث کے ماہر ۲۵ مارچ ۱۹۹۹ء میں ان کا انتقال ہوا۔ (الأزھری)

❷ حرم شریف میں اہلحدیث کی پہچان، ۱۹۸۴ء کو حرم میں ان کا انتقال ہوا۔ (الأزھری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذخیرہ مکہ مکرمہ میں جمع ہو گیا تھا کچھ تو ہم اپنے ساتھ ہوائی جہاز میں لے آئے اور کچھ احباب و جماعت کے افراد کی وساطت سے میرے پاس پہنچ گئیں۔

مولانا عبدالحق بہاول پوری رحمہ اللہ کے فرزند مولانا عبدالوکیل سے بھی ملے وہ مجھے دعوت دے کر اپنے گھر لے گئے وہاں اپنا مکتبہ دکھایا وہ اس وقت روزانہ مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان حرم مکی میں تقریر کرتے تھے یہ اور ان کے بھائی ابوتراب ظاہری بھی ما بعد الرکوع والے قیام میں ارسال کرتے تھے تقریباً ایک ہفتہ کے بعد مکرم بھائی صاحب سید بدیع الدین شاہ بھی اپنی اہلیہ کے ساتھ حج کے لیے مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور وہ بھی ہمارے ساتھ اس کرایہ والی جگہ میں مقیم ہوئے اس وقت تک مکہ مدینہ میں بہت سے پاکستانی علماء وفضلاء عوام وخواص اقامت حاصل کر کے سکونت پذیر ہو چکے تھے، ان میں سے چند پاکستانیوں نے ہماری دعوتیں کیں، اس بار حرمین شریفین میں جس ماحول سے مجھے سابقہ پڑا وہ میرے خواب وخیال میں بھی نہ تھا اب قدامت کی جگہ پورے طور پر جدت آ گئی تھی جن چیزوں کے متعلق ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ حرمین شریفین جیسی مقدس جگہ پر بھی موجود ہو سکتی ہیں! ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، عوام وخواص کا وضع قطع بھی کافی حد تک بدل چکا تھا پہلے ایک کانسٹیبل بھی بغیر ریش نظر نہ آتا تھا اب تو باریش پولیس والوں کی بے حد کمی نظر آئی جو روحانیت وہاں کبھی چھائی رہتی تھی اب اس کا دور دور تک نشان نظر نہ آتا تھا۔ علم وعلماء کی بے حد کثرت تھی اور حصول علم کے وسائل بھی بہت زیادہ میسر تھے لیکن افسوس کہ اس علم کے نتیجہ میں جو صورت وسیرت ہونی چاہیے تھی وہ نمایاں طور پر مفقود ہوتی جا رہی تھی خود حرم پاک میں ایسی باتیں اور چیزیں دیکھی جو شرعاً ناجائز اخلاقی اقدار سے کئی مراحل دور ایک متدین ومتشرع انسان کے لیے بے حد سوہان روح تھیں۔

ایک دن ہمارے ایک اہل علم دوست مفتی محمد شفیع صاحبؒ جو ہم دونوں بھائیوں سے بہت محبت کرتے تھے رات کو عشائیہ کی ہمیں دعوت دی جس میں حافظ فتحیؒ مرحوم بھی شریک ہوئے اس دعوت میں راقم الحروف نے حاضرین مجلس کو عرض کیا کہ حرمین شریفین کی حالت جس طرح بدل رہی ہے اور جس سرعت کے ساتھ ایک ناگوار انقلاب آتا ہوا دکھائی دیتا ہے وہ ہر دین پسند آدمی کو بے حد پریشان کئے ہوئے ہے۔

اب ہم یہاں ان چیزوں اور باتوں کا مشاہدہ کر رہے ہیں جو ہمارے ملک کے ہر شہر میں بروقت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشاہدہ میں آتی رہتی ہیں ہمیں ان اشیاء کے دیکھنے کا اس مقدس جگہ پر تصور بھی نہ تھا۔

بہت سی چیزوں کو تو ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور اس کا تذکرہ مختلف ممالک کے باشندوں سے کیا اور کہا کہ یہ صورت حال کوئی نیک فال نہیں لہٰذا میری گزارش ہے ہم وفد کی صورت میں یہاں کے بڑے بڑے شیوخ اور اثر رسوخ والی ہستیوں سے ملیں انہیں اس ناگوار صورت حال کے دفعیہ و ازالہ کا مشورہ دیں تا کہ وہ اس سلسلہ میں سعی بلیغ کریں اور اس المناک صورت حال کا قلع قمع ہو جائے سب نے میری اس تجویز کو پسند کیا لیکن مولانا ادریس صاحب جوکنری سے حج کے لیے تشریف لائے تھے انہوں نے اس تجویز کو ناپسند کیا اور اس کی مخالفت میں تقریر کی اور فرمایا کہ یہ بات حکومت کی مخالفت پر مبنی ہے لہٰذا یہ مناسب نہیں اس وقت وہاں ٹیپ رکارڈر رکھا ہوا تھا جس میں میری تقریر اور دوسرے حاضرین صاحبان کی تائید اور آخر میں مولانا ادریس صاحب کی کامنٹس اور تقریر سب کچھ ریکارڈ ہو گیا تھا اور اس سے ہم کو بھی کچھ چھیٹے پڑنے کا اندیشہ ہوا اس لیے اس پوری کاروائی کو مٹا دیا گیا بعد میں مولانا ادیس صاحب نے مجھے فرمایا کہ واقعی آپ نے ہمیں ایک اہم چیز کی طرف توجہ دلائی ہے لیکن اس کے لیے کچھ کرنا مناسب نظر نہیں آتا اس لیے میں نے مخالفت کی خیر میں تو خاموش رہا افسوس بعد کے اسفار میں راقم الحروف نے دیکھا کہ یہ خرافات اور غیر شرعی باتیں اور بھی زیادہ مستحکم ہو گئی ہیں اور اصلاح حال کے طریقے بہت کمزور ہو چکے تھے یا مفقود ہو چکے تھے، ان باتوں کا افسوس تو بہت ہوا اور ہو بھی رہا ہے لیکن اس سلسلہ میں ہم کیا کریں یہ کم از کم مجھے تو سمجھ نہیں آتا اللہ ہم پر رحم فرمائے (آمین)

اب یہ چیزیں مقدس مقامات پر اس قدر عام ہو چکی تھیں کہ لوگوں کو ان کی سنگینی کا احساس تک نہ رہا۔

ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھا تھا کہ ایک بڑی عالی مرتبت ہستی مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوئی میں نے دیکھا کہ فوٹو گرافر اس ہستی کا فوٹو مسجد نبوی ﷺ ہی میں کھینچ رہیں ہیں میں بحر حیرت میں غوطہ کھانے لگا اور سوچا کہ یہ وہ مسجد ہے جس کے در و دیوار ذرہ ذرہ آنحضرت ﷺ کے ان ارشادات عالیہ پر گواہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”تصویر کشی کرنے والوں کو قیامت کے دن سخت عذاب ہوگا ان سے کہا جائے گا کہ ان میں روح پھونکو لیکن وہ روح پھونک نہ سکیں گے پھر انہیں سخت عذاب ہوگا۔“

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

''ملعون ہیں وہ اللہ کے نزدیک اور یہ شرار الخلق ہیں۔''

اس مسجد میں اس طرح اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی مخالفت برتی جارہی ہے اور بے دھڑک تصور کشی کا ارتکاب کیا جارہا ہے اور کسی کے پیشانی پر بل تک نہیں آتا "فانا للہ و انا الیہ راجعون."

ہاں ان حالات کے باوجود وہاں اب بھی بعض لوگ اسے موجود ہیں جو اس صورت حال پر بہت کڑھتے ہیں انہیں بے حد افسوس بھی ہوتا ہے بلکہ اس پر روتے بھی ہیں لیکن یہ قلیل کالمعدوم ہیں وہ کر بھی کیا سکتے ہیں؟

اب تو حرم مکی میں بھی اس ناجائز بات کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

مکہ کے حرم میں فجر نماز کے بعد چند شیوخ وعلماء بیٹھے تھے اور قرآن کریم کا درس ہوتا میں بھی ان میں بیٹھا کرتا کبھی کبھی اچھی باتیں اور مفید نقطے سننے کو ملتے وہ ذہن نشین کر لیتا۔

ایک مرتبہ رات کو امام کعبہ محترم شیخ ابن السبیل سے مختصر سی ملاقات ہوئی ان سے عرض کیا کہ آں محترم کی زیارت کا اشتیاق تھا آں محترم نے جواب میں فرمایا کہ میں تم سے بھی زیادہ تم سے ملاقات کا شوق رکھتا تھا ایک دن انہوں نے میری اور سید بدیع الدین شاہ صاحب کی دعوت کی اور ہمیں اپنی کار میں لے کر چلے ڈرائیونگ بھی خود ہی کر رہے تھے دعوت پر تکلف تھی تھوڑی سی باتیں بھی ہوئیں میرے کانوں میں ثقل سماعت تھی اس لیے باتوں میں زیادہ حصہ نہیں لے سکتا تھا یہ عرصہ تو گزر گیا۔

شیخ البانی اور شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے ملاقات:

آٹھویں ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھ کر منیٰ روانہ ہوئے پھر عرفات پھر مزدلفہ پھر واپس منی آئے وہاں تین دن رہے منیٰ میں اقامت کے دوران شیخ ابن باز صاحب اور علامہ ناصر الدین البانی صاحب سے ملاقاتیں ہوئی علامہ البانی صاحب سے میری دو مرتبہ ملاقات ہوئی علامہ صاحب کو میرے متعلق بتایا گیا کہ وہ سید بدیع الدین شاہ صاحب کے بھائی ہیں پوچھا ''شقیق'' یعنی سگے بھائی میں نے جواب دیا جی شقیق ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملاقاتوں میں افسوس کہ کوئی علمی استفادہ نہ ہوا اور نہ ہی کوئی علمی بات چھڑی یہ بہت مختصر ملاقاتیں تھیں البتہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے قدرے گفتگو ہوئی میں نے شیخ صاحب سے عرض کیا سورۃ نوح (قرآن کریم) میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًاO وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًاO﴾ (نوح: 16)

''یعنی ان سات آسمانوں میں چاند کو اللہ نے نور بنایا ہے اور سورج کو دیا۔''

میں نے عرض کیا کہ یہ چاند سورج وستارے سب کہ سب آسمان وستارے سب کے سب آسمانی دنیا کے نیچے ہیں قرآن کریم میں ہے۔''

﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ....الاية﴾ (الملك: 5)

''لہٰذا یہ چاند دوسرے چھ آسمانوں کے لیے نور کس طرح ہوا؟''

شیخ نے جواب دیا جس کا حاصل یہ تھا یہ ستارے یقیناً آسمانی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں لیکن دوسرے آسمان بھی چونکہ اس کے اوپر ہیں لہٰذا یہ ان کے لیے بھی نور ہوا۔

مجھے اس سے تشفی نہ ہوئی عرض کیا کہ فرض کیجئے کہ ایک بلڈنگ سے جو چھ سات سٹوریوں یا طبقوں پر مشتمل ہے اب اگر نچلے طبقے یا گراؤنڈ فلور کی چھت میں کوئی بڑا قمقمہ کے متعلق یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں ہے کہ یہ اوپر والی اسٹوریوں یا اوپر والے فسٹ فلور یا سیکنڈ یا تھرڑ وغیرہ فلوروں کے لیے بھی نور یا روشنی کا سبب ہے لہٰذا آسمانی دنیا کے ان نوری کو اوپر والے آسمانوں کے لیے نور رکھنا صحیح نظر نہیں آتا لیکن مجھے ایک صاحب نے وہ دکتور عبدالقادر حبیب اللہ السندھی تھے یا کوئی اور کہا شیخ سے مزید گفتگو نہ چھیڑنے کا اشارہ دیا اور میں خاموش ہوگیا۔

یہی بات میں نے ایک نابینا عالم عبدالعزیز بن حسین سے بھی کی تھی (جس سے ملاقات کا ذکر ان شاء اللہ چھٹے سفر میں آ گئے گا)

تو انہوں نے بھی یہی شیخ ابن باز والی توجیہ ذکر کی میں نے بھی یہی اعتراض دہرایا تو انہوں نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ مناسک حج کی ادائیگی کے بعد واپس مکہ معظمہ پہنچے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلد ہی وہاں سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے جہاں محترم فیض اللہ صاحب کی جگہ کرایہ پر لی وہاں بھی ۱۵۔۲۰ پندرہ بیس دن قیام کیا، جامعہ اسلامیہ کی زیارت کی شیخ حسین القباری ملے انہوں نے دعوت کی ان کی رہائش گاہ پہنچے وہاں انہوں نے اپنا مکتبہ دکھایا مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔

ایک دن شیخ ابن باز صاحب نے بھی دعوت کی اور ہمیں اپنے دولت خانہ پر بلایا لیکن وہاں کوئی خاص گفتگو نہ ہوئی۔

مدینہ منورہ میں مختلف مکاتب کا چکر لگایا کتابیں خریدیں مختلف مقامات کی سیر کی چند احباب نے دعوتیں کیں چند علماء وفضلاء سے مجلسیں ہوئیں بعض اہل دل موجود خلاف شرع باتوں پر دکھ درد کا اظہار کر رہے تھے، ان میں بعض احباب کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھا ہوا تھا چند مصریوں کو دیکھا کہ وہ روضہ اطہر سے ہوکر واپس اس طرح ہو رہے تھے کہ منہ روضہ اطہر کی طرف تھا اور مقابل جانب کو پشت کئے پیچھے جا رہے تھے میں نے ان کی یہ کیفیت دیکھی تو اپنے ساتھوں کو اشاروں سے کہا دیکھو یہ کیا کر رہے ہیں؟ ان مصریوں نے غالباً میرا یہ اشارہ دیکھ لیا اور میں نے دیکھا کہ وہ اس پر بہت کچھ جز بز ہوئے اور زبان سے پتہ نہیں کیا کچھ کہا یہ حالت ہے ان بدعتیوں اور خرافیوں کی اگر ان کی خرافات کی طرف کوئی ہاتھ سے اشارہ بھی کرتا ہے تو بگڑ جاتے ہیں اور میں نے دیکھا اس وقت پولیس ۱۹۴۹ھ جیسی نہ رہی اس سے کافی بدل چکی تھی اب ان میں وہ شدت باقی نہ رہی تھی وہ کافی ٹھنڈے پڑ چکے تھے اور روضہ اطہر پر مشرکانہ افعال سے اکثر وبیشتر نہیں روکتے تھے ایک دن میں نے ایک پولیس والے کو جو روضہ اطہر پر متعین تھا کہا: جناب! یہ کچھ کیوں ہو رہا ہے آپ ان کو ان باتوں سے روکتے کیوں نہیں اللہ تعالیٰ آپ سے ان کے متعلق پوچھے گا آپ سے حساب ہوگا لیکن اس پولیس والے نے مجھے کوئی جواب نہ دیا اور مجھے آنکھوں سے گھورتا رہا میں خاموش ہوکر چلا گیا اس قسم کی اور بھی بہت سی ناجائز باتیں دیکھیں۔ایک مرتبہ نماز کے بعد میں مسجد سے نکل رہا تھا کہ ایک شخص کو دیکھا وہ ایسے کھڑا تھا جیسے نماز کے قیام میں کھڑا ہے اور قبلہ رو تھا میں نے سمجھا کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے جب میں باہر نکلنے لگا تو وہ شیخ بھی چل دیا اب میں سمجھا کہ یہ نماز نہیں پڑھ رہا تھا بلکہ آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر کی جانب اس طرح نماز والی ہیئت میں ہاتھ باندھ دعا کر رہا تھا چونکہ جس جگہ وہ کھڑا تھا وہاں روضہ اطہر تھا اور قبلہ بھی اس جانب تھا اس طرح کی باتوں کو دیکھ کر جتنا افسوس ہوتا اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ تعجب وحیرت ہوتی کہ چند برسوں میں کیا سے کیا ہوگیا ہے حالانکہ جس زمانہ میں پہلے حج پر گیا تھا اس میں ان باتوں کا تصور بھی نہ ہوتا تھا بحرحال ہم اس سلسلہ میں کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔

ایک دن ایک ناگوار بات بھی ہوئی میرے منجھلے بچے محمد راشد شاہ نے جو چودہ پندرہ برس کا تھا مسجد نبوی ﷺ سے واپس آتے ہوئے راستہ میں کسی شیخ کی بلڈنگ دیکھی جو تین فلورز کی ہوگی اس کے نیچے کال بیل کا بٹن لگا ہوا تھا راشد اس نے اس کال کے بٹن کو دبا دیا اور چلتا بنا اور ہم لوگ اپنے گھر آگئے اس عمارت کا شیخ غالباً ہم کو دیکھ رہا تھا بیل بجنے سے وہ نیچے چلا آیا لیکن راشد شاہ کو نہ پایا وہ پیچھا کرتے ہوئے ہماری جگہ پر آ نکلا دروازہ وغیرہ کھٹکھٹایا فیض اللہ صاحب جن کی یہ جگہ تھی وہی بھی قریب ہی رہتے وہ باہر نکلے تو اس شیخ نے کہا کوئی میرے گھر کی بیل بجا کر بھاگا ہے اور اس گھر میں گھس گیا ہے میں نے اور فیض اللہ صاحب نے بہت سمجھایا اندر راشد شاہ بھی بہت ڈر رہا تھا اس شیخ کی بہت منت سماج کی اور کہا بچے سے غلطی ہوگئی سے درگزر فرمائیں لیکن وہ اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ اس کو باہر نکالو اب ہم راشد شاہ کو باہر لائے اس نے پوچھا کہ تم نے کیوں بیل بجائی؟ تمہارا کیا کام تھا؟ راشد نے کہا میں نے بس ایسے ہی یہ گھنٹی بجائی تھی میرا کام کچھ بھی نہ تھا وہ شیخ مزید غصہ میں آگیا اور کہنے لگا اگر میں تم کو اس وقت پا لیتا تو ان انگلیوں سے تمہارا گلا گھونٹ دیتا بچہ بہت سہا ہوتا تھا پھر وہ خاموش ہو کر چلا گیا۔ (اتنی سختی تھی اُن لوگوں میں) ہم پہلے سنتے تھے کہ مدینہ منورہ کے لوگ نسبتاً نرم دل ہوتے ہیں لیکن اس واقع کے بعد ہمیں احساس ہوا کہ معاملہ اس کہاوت کے بالکل برعکس ہے۔

مدینہ منورہ سے واپس پھر مکہ مکرمہ آئے اور ہفتہ عشرہ وہاں ایک دوست کے پاس رہے یہ جگہ اوپر جبل پر تھی لیکن حرم کے کافی نزدیک تھی وہاں سے جدہ آئے اور ایک یا دو راتیں وہیں ٹھہرے پھر ہوائی جہاز میں سوار ہوئے کرچی آگئے۔

الحمد لله علی ذلك یہ سفر ختم ہوا۔

چھٹا سفر ''حج بیت اللہ شریف'':

دوسرے سال ۱۹۷۳ء کو پھر میں نے حج کے لیے تیاری کی اور اکیلے جانے کا ارادہ کیا، اس سال اپنے بڑے بچے محمد یاسین شاہ جس کو گزشتہ سال چھوڑ گیا تھا اس دفعہ ساتھ لے گیا میرے ساتھ جماعت کے لوگ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی کافی تھے مجھ سے پہلے ہمارے ایک دوست کا کا دھنی بخش بھی بحری جہاز میں حج کے لیے روانہ ہو گیا تھا ہم بھی ہوائی جہاز کا ٹکٹ لے کر روانہ ہوئے الحمد للہ پہلے جدہ پھر مکہ مکرمہ پہنچ گئے عمرہ کر کے احرام کھول دیا ہمارے دوست کا کا دھنی بخش صاحب والوں نے محمد ہاشم سندھی کو اپنا معلم کیا تھا میں نے بھی وہی معلم کرلیا محترم کا کا دھنی بخش صاحب نے کہا کہ میں بھی ان کے ساتھ رہوں میں نے منظور کرلیا اور ان کے ساتھ رہنے لگا پھر خیال آیا کہ حج میں ابھی کافی دن ہیں لہٰذا مدینہ منورہ سے پہلے ہو آئیں۔

مکہ مکرمہ میں آنے کے بعد پرانے دوست حافظ فتحی وغیرہ سے ملاقاتیں ہوئیں کچھ نئے احباب ملے پھر ہم مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ وہاں ہم اس مرتبہ حاجی الهیار ملاح جو ہماری جماعت کا تھا چوٹیاری (ضلع سانگھڑ) میں رہتا تھا جو اپنی والد محترم حاجی محمد خان کے ساتھ کچھ عرصہ میں حرمین شریفین میں اقامہ (ویزا) حاصل کر کے مقیم ہوئے تھے۔ ہم ان کے پاس رہے۔

ایک سال میں مسجد نبوی ﷺ میں اور بھی اضافہ ہو گیا تھا اور بڑے بڑے لوہے کے خیمہ نما بنائے گئے تھے مدینہ منورہ میں دو تین دن ٹھہرے کہ مجھے کھانسی اور بخار شروع ہو گیا اور بہت تکلیف دے رہا تھا ہسپتال سے دوائی لی لیکن فائدہ نہ ہوا ساتھ آٹھ دن دوبارہ مکہ مکرمہ کے طرف واپسی کی تیاری کی میں ابھی تک بخار میں مبتلا تھا کئی اندیشے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔

جس دن مکہ مکرمہ کے لیے واپس جا رہے تھے اس دن بھی مجھے بخار تھا اس لیے میرے دوسرے سب رفقاء نے تو ذوالحلیفہ سے بھی پھر عمرہ کا احرام باندھا لیکن میں احرام باندھ نہ سکا۔

اس سال سید بدیع الدین شاہ بھی تشریف لائے تھے اور حافظ فتحی محمد صاحب کے ساتھ رہتے تھے مکہ مکرمہ واپس آئے تو بھائی صاحب ملے اور احرام نہ باندھنے کا سبب پوچھا میں نے ساری بات بتائی۔ ہم اپنی جگہ کا کا صاحب کے پاس آئے علاج کرایا الحمد للہ قدرے افاقہ ہوا ویسے کھانسی کلی طور پر تو نہیں چھوٹی تھی لیکن کم ضرور ہو گئی اور بخار سے نجات مل گئی۔

اس سال کسی اہل علم سے ملاقات نہیں ہوئی بس پرانے احباب، حافظ فتحی صاحب محترم عبد الوکیل صاحب، فیض اللہ صاحب اور ان کے لڑکے محترم عبد الرب واصل اور محمد شفیع جس کو مفتی محمد شفیع کہتے تھے سے ملاقاتیں ہوئیں حرمین شریفین میں مختلف مکاتیب سے حسب معمول کتب خریدیں اور کچھ تو اپنے ساتھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوائی جہاز میں لے کر آ گیا اور بقیہ کا کا دھنی بخش صاحب کے سپرد کی وہ بحری جہاز میں لے آئے۔

حافظ صاحب کے اخلاق عالیہ کی ایک مثال:

ایک مرتبہ بھائی صاحب اور حافظ صاحب اور میں شہر گئے اور کچھ کتابیں خریدیں اور کچھ دوسروں سے ملی ہم کسی ویگن میں بیٹھ کر یہ کتابیں لے آئے حرم کے نزدیک ویگن سے اترنا پڑا وہاں سے کم از کم ''رباط'' تک جہاں حافظ صاحب رہتے تھے کتب کو اٹھا کر چلنا تھا کچھ کتابیں میں نے اٹھائیں کچھ بھائی صاحب نے اور بقیہ کتب حافظ صاحب مرحوم نے اپنے سر پر رکھیں اور ہمارے ساتھ چلتے رہے ان کی یہ حالت دیکھ کر خصوصاً یہ سوچ کر کہ یہ نابینا ہیں بڑا تعجب ہوتا تھا اور ابھی تک ان کی یہ عنایت مجھے یاد ہے اور سوچتا ہوں کہ وہ کتنے کریمانہ اخلاق کے حامل تھے ورنہ وہ تو معذور تھے کہہ سکتے تھے کہ کوئی مزدور وغیرہ کروتا کہ یہ کتابیں اٹھائے لیکن انہیں خود ہی سر پر اُٹھائیں اور ہمارے ساتھ چلتے رہے اور اپنی اقامت گاہ پہنچ گئے پھر کتب اُتار کر وہیں رکھ دیں اور وہاں سے ہم واپسی میں لے گئے رحمه اللّٰه ورضی عنه ۔

اس سفر کی ایک نمایاں خصوصیت:

آٹھویں ذی الحجہ کو میں، اور میرے بیٹے یاسین شاہ، سب رفقاء سفر کا کا دھنی بخش، محترم سید بدیع الدین شاہ اور حافظ فتحی مرحوم نے حج کے لیے مکہ مکرمہ سے احرام باندھا اور مکہ مکرمہ سے منیٰ تک پیدل آئے رات منیٰ میں بسر کی علی الصباح ہمارا یہ پورا قافلہ پیادہ عرفات کی طرف روانہ ہوا اللہ اللہ میں، کا کا دھنی بخش، حافظ فتحی وغیرہم ہاتھ میں ہاتھ دے ہوئے ''لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد و النعمة لك والملك لاشريك لك، کبھی لبيك الا الحق، کبھی الله اكبر الله اكبر الى اخره کبھی تسبيح و تحميد و تكبير کہتے ہوئے چلتے رہے اور واللہ مزہ وہ آ راہ تھا کہ اس سے قبل جو حج کیے اور سواریوں پر گئے ان میں یہ مزہ اور لطف کہاں؟ بحر حال ہمارا یہ مختصر قافلہ عرفہ پہنچ گیا تھوڑی دیر ٹھہرے پھر غسل وغیرہ کیا اور مسجد میں آ کر بیٹھے ظہر وعصر کی نماز باجماعت ادا کی پھر وقوف اختیار کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعائیں کیں مزدلفہ کے متعلق مجھے اب یاد نہیں رہا کہ وہاں تک بھی پیادہ آئے تھے یا کسی سواری پر بحر صورت مزدلفہ میں رات گزاری فجر کی نماز پڑھ کی ذکر و اذکار تحمید و تسبیح وغیرہ میں مشغول ہوئے۔ اللہ سے دعاء کی اور سورج نکلنے سے پہلے ہمارا یہ قافلہ پھر پیدل منیٰ کی طرف روانہ ہوا راستہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پتھر اٹھائے منیٰ پہنچے جمرۃ عقبہ کی رمی کی پھر قربانی کی سر منڈوایا پھر طواف زیارت کے لیے مکہ مکرمہ آئے لیکن اس طواف اور سعی بین الصفا والمروۃ میں میرے ساتھ کاکا دھنی بخش تھے اور باقی رفقاء سفر بھی باقی بھائی صاحب اور حافظ فتحی مرحوم ہمارے ساتھ نہیں تھے۔

رات کو پھر منیٰ واپس آ گئے وہاں ہم تیرہویں تاریخ تک رہے کھانسی بدستور باقی تھی، بحر حال مناسک حج کو پورا کیا پھر مکہ مکرمہ اپنی جگہ آ گئے چند دن ''بلد امین'' کے مہمان رہے احباب وغیرہ سے ملاقات نہیں ہوئیں مکاتب سے کچھ کتب خریدکیں مقرر ٹائم پر مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے جدہ آئے اور دیئے ہوئے ٹائم پر ہوائی جہاز پر سوار ہوئے ابھی عصر کا وقت نہیں ہوا تھا لیکن میں نے ائیر پورٹ پر ہی ''جمع بین الصلواتین . الظهر و العصر .'' کر لی تھی میرے دوسرے رفقاء نے یہ نمازیں ہوائی جہاز پر پڑھیں الحمد اللہ ہم مغرب نماز کے وقت کراچی پہنچ گئے بھائی صاحب وہیں مکہ میں مقیم رہے وہ اس وقت ہمارے ساتھ واپس نہیں آئے تھے اور اقامہ (ویزا) حاصل کرنے کی کوشش میں تھے تاکہ واپس آ کر حجاز مقیم ہو جائیں کراچی ائیر پورٹ سے ہم پیر فضل حق شاہ صاحب کے بنگلہ پر آئے رات وہیں رہے اور علی الصباح انہوں نے ازراہ عنایت ہمیں اپنی کار میں اپنے گاؤں روانہ کیا ہم تقریباً عصر نماز کے وقت گاؤں پہنچے مسجد میں نفل شکرانہ ادا کئے اور گھر کی طرف روانہ ہوا گھر کے دروازہ پر والدہ مرحومہ اور میرے اہل خانہ ہار لیے کھڑے تھے سب نے ہار پہنائے اور ہم بفضل اللہ خیریت سے اپنے گھر آ گئے لیکن کھانسی بدستور ابھی باقی تھی اور چھوڑنے کا نام نہیں لے رہی تھی اور اس سے تکلیف بھی بہت ہوتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ لی ہر بات میں حکمت ہوتی ہے ہمیں اس کی قضاء پر راضی رہنے کے سواء کوئی چارہ نہیں اور اس میں بندہ کے لیے بھلائی ہے، خیر کچھ عرصہ علاج کے وغیرہ کے بعد الحمد اللہ فی الحال تو نجات مل گئی۔ ایک دو ماہ بعد کاکا دھنی بخش بھی بحری جہاز میں واپس آ گیا۔

ساتواں سفر:

ایک سال میں نے پھر عمرہ کی تیاری کی اور رمضان المبارک میں ۱۰ دن کا ویزا ملا اور ان دنوں بھائی صاحب بدیع الدین شاہ صاحب حرمین شریفین جا کر مقیم ہو جانے کے تیاریاں کر رہے تھے اور ہماری والدہ صاحبہ بھی علیل تھیں، لیکن ہمیں کوئی ایسا اندیشہ نہ تھا کہ ہم جائیں گے اور وہ انتقال کر جائے گی خیر میں نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی اہلیہ اور اپنی خوش دامن کی رمضان المبارک سے دو تین دن پہلے ہوائی جہاز کی ٹکٹیں لیں، والدہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوا عمرہ کے لیے جانے کی رخصت لی اور ان سے دعاؤں کی درخواست کی انہوں نے خوش ہو کر اجازت دی ہم کراچی پہنچے اور بائی ایئر جدہ پھر مکہ معظّمہ پہنچے عمرہ ادا کیا پھر وہاں جگہ کرایہ پر لی حافظ فتحی مرحوم اور دیگر احباب سے ملاقاتیں ہوتی رہیں کتب خریدی اور ڈاکٹر محمد شریف میمن جو جماعتی ساتھی تھے وہ مکہ مکرمہ میں ایک ہسپتال میں ملازم تھے وہ پاکستان اپنے عزیز اقارب سے ملنے گئے تھے وہ واپس مکہ مکرمہ آئے تو انہوں نے یہ اندوہناک اطلاع دی کہ والدہ محترمہ انتقال کر گئیں۔ یہ سن کر بہت افسوس ہوا کہ ان کا منہ مبارک بھی دیکھنا نصیب نہ ہوا لیکن میرے بچوں نے اپنی دادی مرحوم کی آخری زیارت کر لی کیوں کہ وہ گاؤں میں ہی تھے بحر حال اللہ تعالیٰ کی قضا اسی طرح تھی، میں نے اپنی اہلیہ اور خوش دامن کو بھی یہ المناک اطلاع دی ایک دو دن بعد ہمارے چچا زاد بھائی سید وہب اللہ شاہ بھی عمرہ کے لیے تشریف لائے انہوں نے بھی والد مرحوم کی مجھ سے تعزیت کی ہم بس انا للہ وانا الیہ راجعون ہی کہہ سکتے تھے ؎

اک دیا اور بجھا اور بڑھی تاریکی

ہم مدینہ منورہ بھی گئے وہاں ایک جگہ کرایہ پر لی ساتھ آٹھ دن وہیں رہے کچھ احباب سے ملے، رمضان المبارک کا متبرک ماہ وہ بھی حرمین شریفین میں اس سے جو روحانی لطف اور معنوی لذت و مسرت حاصل ہوتی ہے اس کا بیان قلم سے ادا نہیں ہو سکتا، بس سورج غروب ہونے سے ایک گھنٹہ یا نصف گھنٹہ جا کر حرم مکہ میں یا مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھ جاتے قریب ہی ماء زمزم کے بہت سے کولر رکھے ہوتے ہر جگہ لوگوں کے مجموعے بیٹھے ہوتے تھے ہم بھی کسی کے ساتھ بیٹھ جاتے اپنے ساتھ بھی کھجور اور کچھ خورد و نوش کا سامان ہوتا اور مزید بیٹھے ہوئے لوگوں سے مل جاتا بس اللہ اکبر اللہ اکبر کی آواز کانوں میں پڑتی اور لوگ کھجور منہ میں ڈال لیتے پھر اوپر ماء زمزم سونے پر سہاگہ کا کام کرتا تھا۔

مدینہ منورہ میں ہر روز مکہ معظّمہ سے ماء زمزم کے لانے کا انتظام حکومت نے کر رکھا تھا جو کولروں بھر بھی کر ٹرکوں پر لائے جاتے تھے جہاں تک مادی خوشحالی اور وہاں کے رہنے والے خواہ باہر سے آنے والوں کی بہبود و بہتری کا تعلق ہے اس میں سعودیہ حکومت کی خدمات قابل داد و تحسین ہیں، ان جیسے انتظامات ہم نے دنیا کے کسی اور حصہ میں نہیں دیکھے اللہ تعالیٰ اس حکومت کو جزاء خیر دے۔ اور جو کچھ ناگوار باتیں مشاہدہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آئی ہیں ان کو بھی اپنے حسن انتظام سے ختم کردیں۔" اللھم آمین ثم آمین ."

کبھی کبھی مکہ مکرمہ میں خواہ مدینہ منورۃ میں امام کے پیچھے با جماعت تراویح پڑھتے گو ہمارا مسلک تو یہ ہے کہ مسنون رکعات تراویح صرف آٹھ ہیں اور وتر کے ساتھ گیارہ لیکن میں ان میں سے نہیں ہوں جو اس سے زائد کو بدعت سیئہ قرار دیتے ہیں، وہ اس لیے کہ مجھے سنت مطہرہ کی رو سے یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ نوافل پر شریعت نے کوئی قدغن نہیں لگائی اور نہ اس کی حد بندی کی ہے اِلّا یہ کہ کوئی آدمی اس میں اتنا غلو و اسراف کرئے کہ ساری رات سارا دن ہی نوافل پڑھتا رہے اور آرام و استراحت بالکل نہ کرئے اگر ایسا کرے گا تو وہ سنت مطہرہ سے ہٹ جائے گا اور بدعت سیئہ کا مرتکب ہوگا۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ نوافل جتنے اللہ کے رسول ﷺ نے پڑھے ہیں یا ان کے پڑھنے کی رغبت دلائی ہے یا رمضان وغیرہ میں تراویح کی جتنی رکعات پڑھی ہیں اسی تعداد پر اکتفاء کرنا اور اسی پر دوام کرنا افضل واُولی ہے اور اس کا اجر وثواب بھی زیادہ ہوگا کیونکہ ہر معاملہ میں بحر حال نبی اکرم ﷺ کا نمونہ اتم و اعلی ہے آپ کے اسوہ حسنہ کا مقابل کوئی ابن آدم نہیں کرسکتا۔

یعنی میری یہ تحقیق ہے کہ رکعات مسنونہ تراویح پر اکتفاء کرنا افضل واُولی اور اجروثواب کے لحاظ سے بہت زیادہ ہے لیکن اس سے زیادہ رکعات کی صرف جواز کی حد تک رکھنا چاہیے بشرطیکہ ان کو لازم نہ جانے اوران کے مسنون ہونے کا عقیدہ نہ ہو صرف ان کو نوافل کی لسٹ میں شامل سمجھے۔

جس طرح آنحضرت ﷺ نے پوچھنے والے کو پانچوں نمازوں کے متعلق بتایا اس نے پوچھا آیا مجھ پر ان پانچ نمازوں کے علاوہ بھی کوئی نماز ہے؟ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: "لا اِلاّ اَنْ تطّوع ." "نہیں فرض نہیں ہاں نوافل پڑھ سکتے ہو اسی طرح آپ نے زکوۃ اور رمضان مبارک کے روزوں اور حج کے متعلق بھی یہی الفاظ "لا اِلاّ اَنْ تطّوع ." دہرائے ورنہ حضرت ﷺ نے تو حج ایک ہی مرتبہ کیا تھا فتدبر تفصیل کی اس جگہ گنجائش نہیں۔

بحر حال اکثر تو میں اکیلا آٹھ رکعات ہی پڑھتا تھا لیکن کبھی کبھی ائمہ کے پیچھے بیس رکعات بھی پڑھ لیتا۔ حافظ فتحی مرحوم بھی اس خیال کے تھے ان کے ساتھ دوسرے پڑھنے والے تو آٹھ رکعات کے بعد یا تو بیٹھ جاتے یا پھر کسی طرح باہر نکل جاتے لیکن حافظ صاحب مرحوم ہمیشہ ائمہ کے پیچھے بیس رکعات ہی پڑھتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے اور فرماتے کہ نوافل میں اتنی تضیق (تنگی) نہیں کرنی چاہیے۔

مدینہ منورہ میں اس بار بھی کسی خاص شخصیت سے ملاقات نہ ہوسکی، سات آٹھ دن بعد ہم پھر مکہ معظمہ واپس آ گئے اب ہمارا ویزے کے دن ختم ہورہے تھے ہم نے چاہا کہ بقیہ رمضان المبارک بھی حجاز میں گزار دیں اور عید الفطر کے بعد وطن واپس آئیں اس لیے ایک دن جدہ گیا اور ویزے میں توسیع کی درخواست دی (عید الفطر تک) الحمد للہ منظور ہوگئی، تھوڑے تھوڑے ریال ہر آدمی کے حصہ میں آئے اور توسیع ہوگئی۔ اور ہم بے فکر ہو کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہوگئے۔

ایک دن حافظ فتحی صاحب نے مجھے کہا کہ: مجھے معلوم ہوا ہے کہ پیر صاحب (سید بدیع الدین شاہ الراشدی) مستقل طور پر یہاں آ کر رہنے کی تیاریاں کر رہے ہیں آپ واپس جا کر انہیں سمجھائیں کہ وہ جب چاہیں حرمین شریفین تشریف لائیں ایک ماہ دو ماہ تین ماہ رہیں پھر واپس پاکستان چلے جائیں ان کے لیے یہاں مستقل طور پر رہنا اچھا نہیں معلوم ہوتا اور اس کے نتائج اچھے نہیں نکلیں گے ان کا یہاں آ کر مستقل طور پر سکونت اختیار کرنے کے بعد لامحالہ رقابتیں رونما ہوں گی اور وہ ناگوار حالات سے دوچار ہوں ہوسکتے ہیں۔ (یہاں کے حالات ہی ایسا رخ اختیار کر چکے ہیں)

میں نے جواب دیا حافظ صاحب آپ کا ارشاد بجا ہے اور میں آپ کے امر کی وجہ سے بھائی صاحب کو یہ باتیں کہوں گا بھی ان شاء اللہ ضرور لیکن وہ میری بات کو شاید ہی مانیں؟ چونکہ جب وہ اپنے ارادے پر آ جاتے ہیں تو کسی کی بات کم ہی مانتے ہیں۔

اس سال رمضان المبارک تیس دن کا ہوا حافظ صاحب فرماتے تھے کہ کافی طویل عرصہ کے بعد یہ رمضان مبارک تیس دن کا ہوا ہے ورنہ اکثر و بیشتر انتیس کا ہی ہوتا رہا ہے بہر کیف عید الفطر آ گئی ہم صبح سویرے فجر کی اذان سے پہلے ہی غسل وغیرہ کر کے کپڑے بدل کر عید کی نماز کے لیے حرم کعبہ میں داخل ہوئے حافظ صاحب مرحوم کے ساتھ بیٹھے رہے فجر نماز پڑھی حافظ صاحب نے کہا اس وقت غلہ وغیرہ کی قسم سے تو کوئی چیز نہیں وہ بازار میں جا کر خریدنی پڑے گی اگر آپ مشورہ دیں تو ہم اس کی قیمت (فطرانے کے طور) دیں دے انہوں نے کہا دے دو میں نے قیمت ادا کر ہی پھر "الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبر الله اكبر و لله الحمد ." کے روح کو طراوت دینے والی آوازیں شروع ہوگئی ہم بھی ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ہو گئے حرمین شریفین میں عید کی نماز بہت جلد پڑھتے ہیں چنانچہ سورج طلوع ہونے کے پندرہ بیس منٹ بعد ہی نماز عید شروع ہو گئی نماز کے بعد ہم اپنی جگہ پھر واپس آ گئے۔

ہم نے اپنی آمد کی اطلاع پاکستان بھیج دی تھی حرمین شریفین میں عید الفطر کے بعد تقریباً سارا شہر بند ہو جاتا ہے اور وہاں کے لوگ دو تین دن تک ایک دوسرے کی ضیافتیں کرتے ہیں اس لیے ضروریات زندگی کے سوا اور کوئی چیز نہیں ملتی بحر حال عید کے دوسرے دن ہم جدہ پہنچے پہلے جب ہم حج پر گئے تھے تو واپسی میں جدہ کے حاجی کیمپ میں رہے تھے لیکن اس بار رہنے کی کوئی سہولت نہ تھی اس لیے ائر پورٹ کے نزدیک ایک مسجد تھی اس کا ایک احاطہ تھا وہاں جا کر ایک کونے میں سامان رکھ کر بیٹھ گئے مسجد کے منتظمین سے کوئی آدمی آیا اور کھا کہ یہاں سے چلے جاؤ ہم پریشان ہوئے اب کہاں جائیں؟ ہمارے پاس ہمارے سندھ کی کچھ قالین بھی تھے جو سندھ کا تحفہ شمار ہوتا ہے ہم نے ان میں سے دو قالین اس صاحب کو ہدیہ دے دیے اب وہ بہت خوش ہوا اور آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر کہا بس میری سر آنکھوں پر آپ بے فکر بیٹھے رہو الحمد اللہ اس طرح ایک رات آرام سے گزر گئی دوسرے دن ظہر نماز کے بعد ہماری فلائٹ تھی، ہم آرام سے ہوائی جہاز میں سوار ہو گئے مغرب نماز کے بعد ہم کراچی ائیر پورٹ پر اترے وہاں ہمارے بچوں اور جماعتی احباب کے علاوہ بھائی صاحب سید بدیع الدین شاہ صاحب الراشدی بھی ریسوو کرنے کے لیے تشریف لائے تھے والدہ مرحوم کی وفات کی وجہ سے ہم دونوں بھائی دکھ و درد کے ساتھ ایک دوسرے سے ملے رات کراچی میں محمد حسین عرب (جس کا ذکر پہلے بھی کر چکا ہوں) کی جگہ پر بسر کی علی الصبح اپنے گاؤں روانہ ہوئے اور الحمد للہ نماز ظہر سے پہلے گوٹھ پہنچ گئے تھوڑے ہی دنوں بعد میں نے سید بدیع الدین شاہ صاحب کی خدمت میں حافظ فتحی مرحوم کا پیغام پہنچایا اور ان سے درخواست کی کہ ان کے لیے بہتری اسی میں ہے کہ وہ مستقل طور پر مکہ مکرمہ جا کر نہ رہیں۔

تو محترم بھائی صاحب نے خود ہی ان سے رقابت کا ایک واقعہ جو اس سے کافی پیشتر ہوا تھا سنایا تھا میں نے ان کا بھی ذکر کیا اور عرض گزار ہوا کہ جب آپ ابھی مستقل طور پر بھی مقیم نہ ہوئے تھے تو یہ واقعہ پیش آیا لہٰذا جب آپ مستقل طور پر جا کر وہاں جا کر رہیں گے تو اور بھی زیادہ رقابتیں آئیں گی اس لیے آپ مہربانی فرما کر اس خیال سے دست بردار ہو جائیں لیکن محترم بھائی صاحب نہیں مانے اور فرمایا وہاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرم میں میرا رہنا الگ ہوگا دوسروں کا الگ ہوگا اس لیے یہ رقابتیں پیدا نہیں ہوں گی یہ جواب سن کر ہمیں خاموشی کے سوائے اور کوئی صورت نظر نہیں آئی، بھائی صاحب بہرصورت روانہ ہوئے اور کراچی ائیر پورٹ تک ان سے تو دیع کرنے کے لیے گئے بھائی صاحب نے اپنے مکتبہ کی کتابیں اتارنے والی سیڑھی ازارہ عنایت مجھے دے دی جزاہ اللہ خیراً۔

ہم سب نے الوداع کیا اور ہوائی جہاز میں بمع اہل وعیال سوار ہو گئے بعد میں محترم بھائی صاحب کو وہاں وہ مصائب جھیلنا پڑے جن کی گفتگو سے بھی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا تصور بھی ہم پاکستان میں نہیں کر سکتے۔ ان اندوہناک واقعات اور ان کے المناک نتائج نے ثابت کر دیا کہ جو کچھ حافظ فتحی صاحب نے کہا تھا وہی صحیح تھا لیکن کان امر اللہ مفعولاً۔ (ہم عصر علماء کی رقابت بھی اذیت ناک ہوتی ہے)

۱۹۸۴ء میں رمضان المبارک میں عمرہ کے لیے گیا اور پھر وہاں ٹھہر گیا اور حج کر کے واپس آنا تھا تو اس وقت کے چند احباب نے بھائی صاحب کے واقعہ کی وجہ سے مجھے مشورہ دیا کہ میں علماء کی مجالس میں زیادہ دیر تک نہ بیٹھوں اور چند اہل علم نے مجھے کچھ پڑھانے کو کہا تو ان احباب نے مجھے اس سے بھی منع فرما دیا بلکہ ایک دن ہمارے دوست محترم عبدالرب نے بتایا کہ آج مجھے سی آئی۔ ڈی کے ایک افسر نے کہا (یہ افسر بھائی صاحب کو جانتے تھے اور غالباً اہل حدیث تھا) کہ میں نے سنا ہے کہ سید بدیع الدین شاہ کے بھائی صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں میں تو انہیں نہیں جانتا تم جانتے ہو ان کو جا کر سمجھاؤ کہ وہ اپنے آپ کو زیادہ متعارف کروانے کی کوشش نہ کریں مبادا حکومت کی جانب سے بھائی صاحب کی وجہ سے ان پر چھینٹے نہ پڑیں میں نے جواب دیا بھائی میرا تو ان چیزوں سے کوئی خاص واسطہ نہیں ہے، ویسے اپنے آپ کو ممتاز و نمایاں کرنے کا تو میں از خود مخالف ہوں میں نے کوئی حرکت اس سے پیشتر کی ہیں اور نہ میں ان شاء اللہ مستقبل میں کسی ایسی ناگوار حرکت کا ارتکاب کروں گا اللہ کا فضل ہوا مجھے تو کوئی تکلیف نہ پہنچی اس سفر کا احوال بعد میں مذکور ہوگا۔ مقصد صرف یہ تھا بھائی صاحب نے اپنے ساتھوں کا مشورہ نہیں مانا اس کا کتنا افسوس ناک نتیجہ نکلا خود بھی بہت سے مصائب کے شکار ہوئے اور ان کی وجہ سے اوروں پر بھی چھینٹے پڑنے کا اندیشہ لاحق ہو گیا۔ (بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی شر سے محفوظ رکھا)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آٹھواں سفر ''ترکی کا سفر''

۱۹۸۱ء میں میرے کرم فرما دوست محترم محمد ظفر اللہ صاحب مدیر جامعہ ابی بکر کراچی ❶ نے استنبول ترکی جا کر وہاں سے چند نادر مخطوطات کے فوٹو اسٹیٹ لانے کی ترغیب دلائی کچھ زیر و پیش کے بعد میں تیار ہو گیا ٹکٹ دلوائی گئی، اور میں اکیلا ہوائی جہاز میں استنبول روانہ ہو گیا وہاں میری کوئی واقفیت نہ تھی لیکن وہاں ہمارے ایک عزیز دوست عبد الرحمان شاہ قریشی بن ولایت شاہ قریشی ساکن نواب شاہ سندھ وہاں پڑھتے تھے ان کو ایک خط لکھ دیا تھا اور اسی امید پر چلا گیا ان عزیز دوست کی وساطت سے رہنے سہنے اور جس کام کے سلسلہ میں جا رہا تھا اس کا انتظام ہو جائے گا میں استنبول پہنچ گیا ائیر پورٹ پر وہ تشریف تو نہیں لائے لیکن ایک ٹیکسی پر بیٹھ کر ان کے پتہ پر چلا گیا کافی تلاش کے بعد وہاں ایک آدمی ملا وہ مجھ سے متعارف ہو کر مجھے عبد الرحمان شاہ قریشی کے قیام گاہ تک لے آیا بات یہ بھی کہ انہوں نے پہلا مکان بدل لیا تھا اس لیے تھوڑی سی زحمت اُٹھانی پڑی، بحر حال وہ مل گئے، انہیں آنے کا مقصد بتایا انہوں نے ایک اوسط درجہ کے ہوٹل میں میرے قیام کا انتظام کرا دیا، اور روزانہ ملنے کا وعدہ کیا، اس سفر کا مکمل یا تفصیل احوال چونکہ میں ''سفر نامہ ترکی'' میں لکھ چکا ہوں اس لیے اس جگہ سفر کے پورے واقعات تو نہیں دہراؤں گا لیکن جو چند باتیں اہم ہوں گی ان کا ذکر کروں گا، محترم عبد الرحمٰن نے استنبول کے دونوں پارٹس ''ایشین اینڈ یورپین'' گھومائے اور بہت سے احباب سے ملاقاتیں کرائیں، کئی علماء سے ملا، استنبول کے میوزیم بھی دیکھے وہاں کے عجیب و غریب نوادرات دیکھے، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مقبرہ بھی دیکھا وہاں جو خرافات ہو رہی تھی وہ بھی دیکھی، پھر مکاتیب دیکھنے کے لیے سب سے پہلے وہاں کے ایک فاضل محمد سلیمان سے ملنا ضروری تھا، محترم عبد الرحمٰن کی کوشش سے سلیمان صاحب کو پا لیا وہ باریش بزرگ تھے ابھی ان کی داڑھی کالی تھی، وہ بہترین عالم تھے ان کا اپنا چھوٹا سا کتب خانہ تھا، انہوں نے اپنے مکتبہ میں بٹھایا چائے وغیرہ سے تواضع کی محترم عبد الرحمٰن نے انہیں میرا تعارف کرایا اور اپنا مقصد بتایا وہ بہت خوش ہوئے، کچھ مکاتیب دیکھانے کا وعدہ فرمایا، وہ ایک مسجد کے امام بھی تھے ترکی میں سب مساجد کے ائمہ حکومت کی طرف

---

❶ ایم اے اسلامیات کراچی یونیورسٹی، ایم، اے تفسیر حدیث محمد بن سعود یونیورسٹی ریاض پروفیسر شعبہ علوم اسلامی کراچی، ۳۰ جون ۱۹۹۷ء کار حادثہ میں شہید ہوئے۔ (الازہری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مؤظف ہوتے ہیں، اور سب کے سب آئمہ حنفی مسلک کے تھے، لیکن ایک بات عجیب دیکھی کہ ساری مسجدوں میں عصر نماز سورج غروب ہونے سے تین گھنٹے پہلے ہوتی تھی حالانکہ دنیا کہ کسی خط میں، میں نے کسی ایسے حنفی کو نہیں دیکھا جو تین گھنٹے قبل سورج غروب ہونے سے پڑھتا ہو، زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹہ یا پونے دو گھنٹے کا درمیانی وقفہ ہوتا ہے۔

محترم سلیمان رفع الیدین کرتے تو نہ تھے اور مسلکاً حنفی بھی تھے لیکن ان کے نمونہ اور طرز بود و باش اور ان کی پابندی سے نمایاں ہوتا تھا کہ وہ اہل حدیث کی طرف کافی میلان رکھتے ہیں ان مساجد کی دوسری عجیب بات یہ تھی کہ عصر کی نماز کے بعد امام یا اس کے امر سے کوئی دوسرا قرآن کریم کی تلاوت کرتا تھا، ایک دن محمد سلیمان کی اقتداء میں نماز عصر اداء کی نماز فراغت کے بعد مجھ سے کہا آپ کچھ قرآن پڑھنا چاہتے ہیں؟ میں نے نفی میں سر ہلایا پھر انہوں نے خود تلاوت کی کاش اس تلاوت کے بعد ان آیات کا ترجمہ اور مختصر تفسیر بیان ہوا کرتی! تو اس سے کافی فائدہ ہوتا۔

ترکی کی مساجد سب کی سب نماز کے اوقات میں بھر جاتی تھیں، عورتیں بھی نماز میں دیکھی جاتی تھیں۔

مساجد کے آئمہ بہت سے داڑھی منڈھے بھی تھے، یہ تیسری عجیب بات تھی جس نے مجھے حیران کر دیا۔

مقتدیوں میں بعض رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھے لیکن وہ تقریباً باہر سے آئے ہوئے تھے۔

پڑھنے کے لیے یا کسی اور کام کے سلسلہ میں شاگرد فلسطینی ملا وہ بھی رفع الیدین کرتا تھا، استنبول میں ترکی کے سوا دوسری زبان سمجھنے والے بہت کم لوگ ہیں، علماء وغیرہ عربی بولتے ہیں محترم محمد سلیمان سے بھی ہم نے عربی میں بات کی یا پھر عبدالرحمٰن صاحب ان سے ترک میں گفتگو کرتے تھے، لباس اور وضع وقطع تو انگریزوں کی سی تھی لیکن انگریزی زبان بھی عام طور سمجھی نہیں جاتی تھی، تھوڑے لوگ انگریزی زبان جانتے تھے، مصیبت یہ تھی کہ ہوٹل میں جاتا تو جو چیز مطلوب ہوتی اس پر ہاتھ رکھتا یا اشارہ کرتا، بعد میں عبدالرحمٰن صاحب سے ایک چھوٹی سی ترکی زبان کی کتاب خریدی اس سے چند کام کے الفاظ یاد کر لیے اوہ پھر وہ بول کر کام نکالتا۔

ترکی کے خواص وعوام پاکستانیوں سے بے پناہ محبت کرتے ہیں، میں ہوٹل سے نکل کر کچھ تھوڑا دور جا کر ایک ہوٹل میں کھانا کھاتا راستہ میں ایک درزی کی دکان تھی مجھے بار بار ان کے قریب گزرتے ہوئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھ کر ایک دن مجھے اشارہ سے بلایا میں ان کے نزدیک گیا انہوں نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ میں نے جواب دیا پاکستان سے اس وقت وہ اتنا خوش ہوا کہ مجھ سے تپاک سے ملا ایک کرسی دکان سے لے آیا اور مجھے اس پر بٹھایا چائے پلائی کچھ باتیں پوچھیں جن کا جواب اشارے سے یا پھر ان چند الفاظ سے جو یاد کر لیے تھے ان سے دیا میں حیران ہوا کہ ایک درزی بھی پاکستانیوں سے اتنا پیار کرتا ہے!

بلکہ ایک مرتبہ ایک بوٹ پالش کرنے والے کو اپنا سلیپرز دیا تاکہ اس کو پالش کرئے اس نے بھی مجھ سے پوچھا جب میں نے ان کو بتایا کہ میں پاکستان ہوں تو انہوں نے اپنے رویے سے ایسا ظاہر کیا کہ گویا وہ میرے متعلق معلوم کر کے بہت خوش ہوئے ہیں۔

اسی طرح خواص و اہل علم کی بھی تقریباً یہی کیفیت تھی، ایک دن میں محترم محمد سلیمان صاحب کے ساتھ ایک مکتبہ دیکھنے گیا، مکتبہ میں پہنچے محترم شیخ سلیمان مہتمم نے میرا تعارف کرایا، ہمیں ایک ڈیسک کے سامنے بیٹھنے کا حکم ہوا ہمیں رجسٹرز دے گئے، ان رجسٹروں میں چند نادر مخطوطات دیکھے ان میں ایک مخطوطہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا "تذهيب تهذيب الكمال" تھا ہم نے وہ لانے کا اشارہ کیا وہ کتاب لے آئے دیکھا کہ کتاب ایک ہی موٹی جلد میں مکمل اور خط ایسا تھا کہ آسانی سے پڑھا جا سکتا تھا، مجھے یہ پسند آئی اور اس کے فوٹو اسٹیٹ لینے کا ارادہ کیا، ایک اور چھوٹی سی حدیث کی کتاب دیکھی وہ بھی دوسری جگہ نہیں دیکھی تھی وہ بھی منتخب کی۔

اس طرح عبد الرحمٰن صاحب اور شیخ سلیمان کی ساعی سے دو تین اور مکاتب دیکھے جو اس مکتبہ سے کافی بڑے تھے، ان کے رجسٹروں میں بھی بہت سے نوادر مخطوطات تھے جن میں امام ابوبکر بن ابی شیبہ کا "مسند" بھی تھا اب ان مخطوطات کے فوٹو اسٹیٹ کرانے کا مسئلہ سامنے آیا، منتظمین سے بات چیت ہوئی، انہوں نے اصولی بات بتائی کہ ترکی حکومت اس وقت جو حال ہی میں قائم ہوئی ہے، اس سے پیشتر جو حکومت تھی اس کے عہد میں یہ بآسانی حل ہو جاتا تھا، لیکن نئی حکومت نے اس کے لیے اب ایک لمبا کورس اور اُکتا دینے والا طریقہ کار بنا دیا ہے، یعنی آپ پہلے ہمیں فوٹو اسٹیٹ کے لیے درخواست دیں گے، ہم یہ (درخواست) والی استنبول کو روانہ کریں گے، وہ یہ درخواست امور خارجہ کے جنرل سکریڑی یا وزیر ہے اس کو بھیجے گا، اور وہ پاکستان کے سفیر مقیم در ترکی سے رجوع کریں گے اور وہ پاکستان کے وزیر خارجہ کو لکھے گا اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ وزیر خارجہ میرے متعلق، متعلقہ افسران سے معلومات حاصل کر کے تصدیق نامہ:

''یعنی یہ محب اللہ بونا فائیڈی پاکستان'' لکھ کر ترکی پاکستانی کو بھیجے گا وہ یہ تصدیق نامہ ترکی کے امور خارجہ کے افسر کو بھیجے گا اور وہ والی کو پھر والی اجازت دے گا اور یہ اجازت نامہ مہتمم مکتبہ کو پہنچے گا پھر جا کر فوٹو اسٹیٹ کی اجازت ملے گی۔

یہ سن کر میں نے اندازہ لگا لیا کہ اس کی اجازت کم از کم تین ماہ کا عرصہ استنبول میں رہے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی، اور اتنا عرصہ میں رہ بھی نہیں سکتا تھا اب ان کتب کی فوٹو اسٹیٹ کے حصول کی امید ختم ہو گئی۔

اس کے بعد چند اور علماء وفضلاء سے ملاقاتیں ہوئیں ان میں سے محمد امین سراج صاحب جو جامعہ ازہر مصر القاہرہ سے فارغ ہوئے تھے اور ڈاکٹر علی ادزک جو ''معہد الاسلام العالی'' کے مدیر تھے قابل ذکر ہیں یہ سب ہم سے عزت ومحبت سے پیش آئے اپنے ادارے دکھائے، ان میں سے بعض کے ذاتی چھوٹے مکتبہ تھے۔ وہ ہمیں دکھائے، ہماری اچھی خاطر تواضع کی، ترکی میں عبدالرحمٰن شاہ صاحب کے ایک نومسلم فرنچ دوست بھی ملے جو اپنے چھوٹے بچے کے ساتھ ترکی کی سیاحت کے لیے آیا تھا ہمارے ساتھ شہر میں گھومتا رہتا اور جب نماز کا وقت ہوتا تو ہمارے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتا عبدالرحمٰن شاہ صاحب ہمیں ایک مرتبہ استنبول کے ایشین پارک میں ایک دوست سے ملانے کے لیے لے گیا۔ ان کا مکان بہت اوپر تھا لفٹ کے ذریعہ اوپر پہنچے وہاں کھانا وغیرہ کھایا اور یہ دوست اردو میں بات کرتے تھے، فرنچ دوست بھی ساتھ تھا، اور اس نے وہاں مجھے سفید مشک کا ایک بڑا ٹکڑا دیا جو بعد میں ہمارے گھر سے پتہ نہیں کیسے غائب ہو گیا۔ اور ایک یہ عجیب بات تھی کہ یورپین حصہ کی بلڈنگیں اتنی زیادہ اونچی نہیں تھیں البتہ ایشائی حصہ میں عمارات کافی اونچی تھیں، شاید نو دس تک ہوں گی۔

ترکی کے عجائب ونوادر اور بھی بہت ہیں لیکن یہاں ان کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے، ان کے اکثر و بیشتر کا بیان میں نے ''سفر نامہ ترکی'' میں کر دیا ہے۔

استنبول میں مجھے بارہ تیرہ دن لگ گئے تھے استنبول کی تو کافی سیر ہو گئی تھی، وہاں سے کچھ کتابیں بھی خریدیں اپنے گھر والوں اور متعلقین کے لیے کچھ تحائف بھی خریدے۔

چونکہ جس مقصد کے لیے آیا تھا وہ تو پورا ہوتا دکھائی نہیں دیتا تھا اس لیے اب واپسی کی فکر ہوئی سیٹ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مل گئی اور میں اپنے پورے سامان کے ساتھ سوار ہو گیا اور مزید کچھ دینا نہیں پڑا راستہ میں ہوائی جہاز دبئی میں اترا اور تقریباً ایک گھنٹے ٹھہرنا پڑا، میں نے وہاں ہوائی جہاز پر ہی ظہر وعصر کی نماز پڑھی لی، پھر روانہ ہوئے اور الحمد للہ مغرب نماز کے وقت کراچی ائیر پورٹ پر اترا، مولانا محمد ظفر اللہ صاحب وغیرہ جن کو واپس کی اطلاع دی تھی ائیر پورٹ پر موجود تھے، مجھے تپاک سے ملے، ویگن میں بٹھایا اور جامعہ ابی بکر میں آ گئے ساری تفصیلات انہیں بتائیں رات وہی رہے صبح سویرے فجر نماز سے بھی پہلے مولانا ظفر اللہ صاحب کے ساتھ ویگن میں سوار ہوا اور نماز فجر راستہ میں پڑھی پھر روانہ ہوئے اور تقریباً ساڑھے نو بجے گوٹھ پہنچ گئے، میرے بچے اور اہل خانہ بہت فکر مند تھے کیونکہ میں نے جو خطوط انہیں استنبول سے لکھے تھے وہ انہیں نہیں ملے، وہ سوچ رہے تھے اکیلا گیا ہے کوئی خط نہیں آیا، پتہ نہیں کس حال میں ہے، بحر حال مجھے دیکھ کر خوش ہوئے اللہ کا شکر بجالائے، مولانا محمد ظفر اللہ صاحب مجھے اتار کر آگے قاضی احمد کی جانب روانہ ہو گئے۔

نواں سفر ”حجاز کا سفر“:

اس سفر کا مفصل بیان میں نے اپنے ”سفر نامہ حجاز“ میں کیا ہے اس جگہ چند مختصر باتیں اور اشیاء کا ذکر ہوگا۔

۱۹۸۴ء کے رمضان المبارک میں عمرہ کے لیے ہوائی جہاز کا ٹکٹ لیا اور اکیلا روانہ ہوا، کراچی سے سعودیہ جہاز میں روانہ ہوئے، میرے ساتھ کراچی سے محترم حاجی محمد صاحب لوہیا (کراچی) کے فرزند عبد اللہ بھی شامل تھے لیکن حرمین شریفین میں وہ الگ رہتے تھے اور میں الگ ہاں کبھی کبھی ملتے رہتے تھے، یہ سعودیہ جہاز پہلے ریاض میں اترا اور وہیں سے ہم نے عمرہ کا احرام باندھا گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ ٹھہرنے کے بعد پھر روانہ ہوا اور جدہ میں جا کر اترے میں روزے سے تھا، افطار ریاض میں کیا، ریاض کا شاندار ائیر پورٹ دیکھا، جدہ پہنچے تو ابھی کافی رات تھی، ہم نے کوشش کی کہ حاجی محمد صدیق جو ہماری جماعت کا آدمی اور جدہ میں ایک شیخ کے پاس ملازم تھا، ان کی کار اور ٹرک وغیرہ چلاتے تھے ان سے فون پر رابطہ قائم کرے تاکہ رات ان کے پاس گزاریں اور علی الصباح مکہ مکرمہ روانہ ہو جاؤں، لیکن فون پر وہ مل نہ سکے اس لیے ایک ٹیکسی جس میں اور بھی مکہ مکرمہ جانے والے مسافر تھے، میں اور عبد اللہ صاحب بھی کرایہ دے کر اس میں بیٹھ گئے مکہ پہنچ گئے اور طواف سعی وغیرہ کر کے عمرہ سے فارغ ہو گئے، اب چونکہ سحری کا وقت قریب آ گیا تھا ہم قریبی ہوٹل میں گئے اور سحری کھا کر روزہ کی نیت کر لی، پھر حرم میں بیٹھ گئے فجر نماز پڑھی پھر حرم میں بیٹھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے، حافظ فتحی صاحب کو تلاش کیا لیکن وہ نہ ملے، اس وقت وہ رباط سے منتقل ہو کر حرم سے کچھ دور ایک مکان میں رہتے تھے، اس لیے کبھی نماز فجر پر نہ بھی آتے تھے۔

رات کو جب مکہ مکرمہ اترے تو میرے پاس ایک بڑا بیگ اور کچھ مختصر سامان تھا، حرم کعبہ میں جو سانحہ ہوا اس کی وجہ سے کوئی بیگ حرم میں لے جانے کی اجازت نہ تھی اور کوئی واقف دوست بھی اس وقت موجود نہ تھا مجبوراً یہ بیگ حرم کے قریب ایک شاپ کیپر کے پاس چھوڑا چابی اپنے پاس رکھ لی، صبح کو کوئی دوست یا واقف مل نہیں رہا تھا کافی سوچا کہ آخر کہاں جائیں؟ لیکن کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا، ہم حرم ہی میں بیٹھے تھے کہ اتفاقاً مولانا ''صدیق الحسن'' صاحب وہاں آنکلے یہ پاکستان کے عالم تھے اور میرے خاص احباب میں سے تھے، کچھ عرصہ سے مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے تھے مجھے جو دیکھا تو بغلگیر ہوئے اور حال احوال پوچھا اور سنایا، پھر وہ ہمیں اپنی اقامت گاہ میں لے گئے ان کا چھوٹا سا مکتبہ بھی تھا ہمیں دکھایا، اور وہیں ہمیں آرام و استراحت کرنے کی پیش کش کی، پاکستان میں میری کمر کے بائیں طرف ایک پھوڑا نکلا تھا جس کا آپریشن بھی پاکستان میں ہی ہوا تھا اور اب اس کی روزانہ پٹی ہوتی تھی مولانا صدیق الحسن حفظہ اللہ نے پانی گرم کیا اور پھر اپنے ہاتھوں سے میرے زخم کی پٹی کی یہ ان کی بڑی عنایت تھی مجھ پر، بحر حال ہم نے ظہر تک وہیں آرام کیا پھر مغرب تک حرم میں رہے اور روزہ بھی وہیں افطار کیا، پھر ایک اہل علم دوست مجھے ہوٹل کھانا کھلانے کے لیے لے گئے، پھر حافظ فتحی صاحب ملے، ہماری جماعت کا ایک آدمی خلیفہ بن الھڈ نہ راہو جو وہیں مقیم ہو گیا تھا، اور ان کی اپنی کار تھی وہ بھی ملے، ان کے ساتھ میں اس دکان پر گیا وہاں سے اپنا بیگ اٹھایا اور اللہ کا شکر بجالایا اب خلیفہ کی ہی کار میں رات کو ہی جدہ آیا اور حاجی محمد صدیق کے پاس پہنچا ایک دو دن ان کے پاس رہا پھر وہ شیخ کی کار پر مجھے مکہ مکرمہ لے آئے، بعد میں حاجی صاحب تو جدہ واپس چلے گئے اور میں حرم میں تھا کہ ایک دوست نے کہا کہ آپ کو خالد کا کا بلوا رہیں ہیں، یہ خالد کا کا اصل میں تو ہمارے گاؤں سے چار پانچ میل کے مفاصلہ پر اپنے گوٹھ (پھل کا کا) میں رہتے تھے، لیکن چند برسوں سے وہ مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے تھے اور انہیں ایک شیخ کی وساطت سے اقامہ مل گیا تھا بحر حال وہ ملے اور مجھے کہا چلو میرے ساتھ اور میرے گھر پر جا کر رہو، میرا گھر بڑا ہے اس کا ایک کمرہ آپ کے لیے مخصوص ہو گا، بس آپ یہیں رہو، میں نے یہ اللہ کا فضل سمجھا کہ کسی طرح اس جلا وعلا ہستی نے میرے قیام وغیرہ کا انتظام فرما

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا، بحر حال خالد صاحب اپنی کار پر مجھے لے گئے ان کا گھر حرم سے کافی دور تھا وہاں بس بھی جاتی تھی، بحر حال میں اپنا سامان لے کر خالد صاحب کے ساتھ روانہ ہوا، بحر حال دوست نے قیام وطعام کا بہت نفاست سے انتظام کیا، اب میں رات کو ان کے پاس رہتا تھا اور دن کو حرم میں ہوتا، خالد صاحب کار پر مجھے حرم کے پاس چھوڑ کر خود اپنے کام پے چلے جاتے یہ (مستری) تھے اور شام کو پھر مجھے لے جاتے، دن بھر یا تو حافظ صاحب یا دوسرے احباب اہل علم وغیرہ سے مجلس کرتا رہتا یا وہیں گھومتا لیکن رمضان المبارک میں اکثر دکان دن کو بند ہوتی اور رات کو کھلی رہتی ہیں۔

میرا ارادہ تو عمرہ ہی کے لیے تھا لیکن بہت سے احباب نے کہا کہ حج کر کے جائیں میرا بھی عزم ہو گیا اور اپنے اہل وعیال کو خط وغیرہ کے ذریعہ اطلاع دے دی کہ میں حج کر کے پھر واپس آؤں گا۔

یہاں میرے تلمیذ یعقوب بن موسیٰ حبشی ملے انہوں نے مجھے تہذیب الکمال للمزی کامل اور کچھ اور کتابیں خرید کر کے دیں۔ ایک رات حافظ فتحی مرحوم میرے ساتھ چلے اور ایک مکتبہ سے ''نظم الدرر فی ربط الآیات والسور'' للبقاعی کامل خرید کر مجھے ہدیہ دے دی جزاہ اللہ خیراً.

میں نے ارادہ کیا کہ مدینہ منورہ جاؤں یہ کام بھی خالد کا کا نے حل کر دیا مجھے اپنی کار پر بلا اجرت مدینہ منورہ لے چلنے کا وعدہ کیا، اور یہ بھی کہا کہ جب مکہ مکرمہ واپسی آنے کا ارادہ ہو تو مجھے اطلاع کریں میں کار لے کر آؤں گا اور آپ کو مدینہ منورہ سے واپسی لے جاؤں گا، یہ ان کی بڑی مہربانی تھی۔

جس رات کو مدینہ منورہ جانے کا ارادہ تھا مدینہ منورہ میں مقیم ہمارے جماعتوں میں سے محمد حسین کیریو چوٹیاریوں ''ضلع سانگھر'' والے حرم میں مجھے مل گیا وہ بھی عمرہ کرنے کے لیے آئے تھے اور ابھی عمرہ سے فارغ ہو کر حرم میں آئے تھے میں نے انہیں بتایا کہ میں مدینہ منورہ جا رہا ہو، تو انہوں نے کہا ہم بھی آپ کے ساتھ چلتے ہیں، پھر ایک مکتبہ میں گئے وہاں سے کچھ کتب خریدی محمد حسین میرے ساتھ تھے انہوں نے خود ہی رقم نکال کر بائع کو دے دی پھر یہ کتب لے کر واپس آئے وہاں تراویح پڑھیں پھر مدینہ منورہ روانہ ہو گئے، مدینہ منورہ میں محمد حسن اور ان کے بھائی حاجی اللہ یار کے پاس ہی رہا انہوں نے مجھ پر بہت مہربانیاں کیں ان کے شیخ کی کار پر مجھے گھماتا پھراتا اور پھر مدینہ منورہ سے بھی کافی کتب خریدیں۔

شیخ عبد القادر صاحب سے بھی ملے انہوں نے بھی ایک دن افطاری کی دعوت دی ان کے مکان پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچے اور روزہ افطار کیا مغرب کی نماز پڑھی کچھ دیر بعد واپس ہوئے۔ شیخ عبدالقادر نے بھی ایک دو کتابیں دیں اپنا مکتبہ دکھایا جو بہترین تھا ان کے پاس چند نادر مخطوطات کی فوٹو اسٹیٹ بھی تھی۔

عید الفطر کا عجیب قصہ:

عید الفطر بھی مدینہ منورہ میں پڑھی عید کا قصہ اس سال ایک نیا اور انوکھا ہوا رمضان المبارک کی انتیسویں (۲۹) تاریخ کی رات بھی اس رات کو عید کی رات تصور میں بھی نہ آتی تھی۔

رات کو ہم نے تراویح پڑھیں مسجد نبوی اور دوسری تمام مساجد میں بھی بدستور تراویح کا قیام ہوا اور سحری کے وقت ہم نے سحری بھی کھائی کہ ناگاہ حکومت کی T.V وغیرہ پر اطلاع ملی کہ آج عید ہے ہم سب ہکے بکے رہ گئے کہ چاند کا مہینہ ۲۹ سے کم نہیں ہوتا یہ کیا معاملہ ہے، حکومت نے بتایا کہ رمضان المبارک کا چاند تو ایک دن پہلے ہوا تھا لیکن یہ اطلاع بعد میں ملی اس لیے رمضان المبارک کا ایک دن پہلے ہو چکا تھا اور آج تیسواں ۳۰ دن ہے اور چاند ہو گیا ہے، اور پھر آئمہ نے بھی جمعہ کے خطبہ میں (یہ عید جمعہ کے دن ہوئی) اپنی اس بات کی تصحیح کی سعی فرمائی اور بہت کچھ کی لیکن ہمیں اطمینان نہ ہو سکا کیونکہ اگر بات یہی تھی کہ رمضان المبارک کا چاند ایک دن پہلے ہو چکا تھا اور حکومت کو اطلاع بعد میں ملی تب بھی حکومت اور برسرِ اقتدار ہستیوں کا یہ فریضہ تھا کہ وہ اپنی پوری قوم کو یہ اس وقت یہ اطلاع دے دے کہ چاند پہلے ہوا تھا لہٰذا روزہ ایک رہ گیا اور لوگون کو اپنے روزوں میں سے ایک کم سمجھنا چاہیے اور اس طرح سب لوگوں کو پتہ چل جاتا مثلاً: آج رمضان المبارک کی کونسی تاریخ ہے ستم ظریفی ہوئی ہمیں اس رات کے اخیر میں یہ اطلاع دی جب کہ سب لوگ اس رات انتیسویں تصور کر رہے تھے اور خود آئمہ مساجد نے بھی تراویح کا انتظام کیا سب نے تراویح پڑھیں گویا اس لمحہ سے قبل کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ آج عید ہوگی۔

اس قسم کا واقعہ سعودی حکومت کی تاریخ میں شاید پہلا ہی ہوا تھا (واللہ اعلم) اس لیے عام طور سب لوگ مضطرب نظر آرہے تھے بحر حال سب لوگوں کو دیکھ کر ہم نے بھی روزہ افطار کر لیا اور عید نماز پڑھی اور فطرہ بھی نماز سے پہلے دیا۔ اور جمعہ نماز کے خطبہ میں امام مسجد نے حکومت کی بات کی صفائی کی وہ بھی سنی لیکن ایک کسک سی تھی جو برقرار ہے۔ مدینہ والے احباب نے بھی مشورہ دیا کہ حج پڑھ کر جاؤں میں نے عزم تو کر لیا، لیکن اب سوال یہ پیدا ہوا کہ حج تک کس طرح ٹھہرا جائے، چوری چھپے رہنے والی بات مجھ جیسے کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے قطعی غیر مناسب تھی، حاجی الھیار نے میرے لیے عید کا لباس بنوا دیا تھا جو وہاں کی وضع وقطع کے موافق تھا، عید کے دن اس کو پہنا احباب جماعت نے ضیافتیں کیں حاجی الھیار کی وساطت سے مدینہ منورہ کے بعض شیوخ سے ملاقاتیں بھی ہوئیں انہوں نے میری کافی عزت افزائی کی، مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں بھی ہماری جماعت کے بہت سے لوگ مقیم ہو گئے ہیں، ان سب نے جو میری عزت افزائی کی اس کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں، تفصیلات سفر نامہ حجاز میں مرقوم ہیں۔ پھر کسی نے خالد کا کو اطلاع دلوائی وہ کار لے کر آ گئے اور ہم ذوالحلیفہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر روانہ ہوئے، اور ابھی نماز عصر کا وقت تھا کہ مکہ معظمہ آ گئے عمرہ کیا اور احرام کھول دیا۔ مکہ مکرمہ میں حافظ فتحی مرحوم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، امام کعبہ شیخ ابن السبیل کے فرزند شیخ عمر آ گئے حافظ صاحب مرحوم نے میرا تعارف کرایا وہ مجھ سے بغل گیر ہوئے اور میرے منہ پر عربوں کے دستور مطابق دو بوسے دے، باتیں ہوتی رہیں پھر نماز کا وقت ہوا تو شیخ عمر بھی ہمارے قریب کھڑے ہو گئے میں نے دیکھا کہ وہ بھی ما بعد الرکوع والے قیام میں ارسال کر رہے تھے، اس کے بعد بھی چند مرتبہ ان سے ملاقاتیں ہوئیں وہ کافی شفقت ومحبت سے ملتے تھے، ایک رات وہ تشریف لائے ہم اس وقت حافظ کے پاس بیٹھے تھے، وہ میرے قریب آ گئے اور مجھے چھ سو ریال دیتے ہوئے کہا کہ یہ میرے والد شیخ ابن السبیل نے آپ کو دیے ہیں حج سے تقریباً بیس پچیس دن پہلے وہ مجھ سے ملے تھے ان سے گزارش کی کہ آپ اپنے والد محترم سے کہہ کر مجھے حج تک ٹھہرنے کی اجازت دلائیں انہوں نے ہاں کی، لیکن افسوس اس کے بعد ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ ایک دن حافظ صاحب کے پاس ایک نجدی نابینا عالم عبد العزیز بن حسین تشریف لائے حافظ صاحب نے ان سے میرا تعارف کروایا وہ بہت پُر تپاک سے ملے ان کو بھی دیکھا کہ وہ بھی ما بعد الرکوع والے قیام میں ارسال کر رہے تھے، ان کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا وہ بھائی صاحب سید بدیع الدین شاہ صاحب سے متاثر ہیں، لیکن اس مسئلہ میں وہ ان کے خلاف تھے، ان کے پاس ہالہ کے نزدیک رہنے والے ہمارے قریبی احباب کا ایک آدمی عطاء اللہ ملازم تھا جو ان کو لے بھی آتا تھا، اور ان کی کار بھی چلاتا تھا اور یہ عطاء اللہ بھی کافی علم حاصل کر چکا تھا بحر حال اس نجدی نابینا عالم نے مجھے دوسرے دن نماز ظہر کے بعد اپنے گھر دوپہر کے کھانے کی دعوت دی دوسرے دن عطاء اللہ کار لے کر آ گیا، میں اور حافظ فتحی مرحوم بعض دوسرے احباب کے ساتھ روانہ ہوئے شیخ عبد العزیز بن محسن کے مکان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر آئے وہ محبت سے ملے، ہمیں غالباً فور فلور پر بٹھایا طعام پر تکلف تھا علمی گفتگو ہوئی، ان سے میں نے سورۃ نوح والی آیت کے متعلق پوچھا یہ پوری بات میں پہلے شیخ ابن باز سے ملاقات کے ضمن میں بیان کر چکا ہوں پھر اپنا چھوٹا مکتبہ دکھایا میں یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ ان کے مکتبہ میں میری کتاب "التحقیق الجلیل" جو مابعد الرکوع والے قیام میں ارسال کرنے پر لکھی گئی تھی اور جو سندھی زبان میں تھی، موجود ہے اور معلوم ہوا کہ یہ محترم عطاء اللہ انہیں عربی میں ترجمہ کر کے سناتے ہوں گے مجھے شیخ نے فرمایا: کہ آپ کی یہ کتاب بہت اچھی ہے، اس میں بہت سی ایسی باتیں ملتی ہیں جو دوسری جگہ دیکھنے میں نہیں آتی، اگر آپ اس کو عربی میں منتقل کریں تو بہت بہتر ہوگا اس طرح ان سے گفتگو ہوتی رہی۔

نماز عصر سے قریب ان سے رخصت لی اور حرم چلے گئے محترم عطاء اللہ نے مجھے وہاں سے چند کتب ارسال کی تھیں اور بعض کتب کے ارسال کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ افسوس کہ پھر اس شیخ سے ملاقات نہ ہو سکی، وہیں سے میں (غالباً) جدہ چلا گیا تھا تاکہ وہاں سے کوشش کر کے حج تک رہنے کی اجازت حاصل کر لوں وہاں میرے سسرال کے ایک آدمی شاہنواز کے پاس رہا یہ صاحب وہاں محکمہ بجلی میں ملازم تھے انہوں نے بھی مجھ سے نہایت اچھا سلوک کیا اور میرے طعام و قیام کا احسن طریقہ سے انتظام کیا کبھی کبھی رات کو ان کی کار پر سیر کرنے بھی جاتے۔ بعد میں پھر حاجی محمد صدیق تالپور کے پاس آ کر رہنے لگا یہ بھی جدہ میں ایک شیخ کے ہاں ملازم تھے یہ ہماری جماعت کا آدمی ہے، اب وہ جدہ کو چھوڑ کر پھر پاکستان آ کر مستقل طور پر مقیم ہو گئے ہیں، کئی بار ان کے ساتھ کار میں بیٹھ کر ائیر پورٹ وغیرہ گئے اور کوشش کی کہ ٹھہرنے کی اجازت ملے لیکن کوئی کام بنتے نظر نہیں آتا تھا اب میں واپس بھی نہیں جا سکتا تھا، تقریباً ایک ماہ جدہ میں اس طرح پڑا رہا وہاں بہت کچھ دیکھا جس کا بیان "سفرنامہ" میں موجود ہے میرے اہل وعیال خطوط وغیرہ لکھتے رہے بالآخر مولانا ظفر اللہ صاحب کے بھائی جو وہاں جدہ میں ملازم ہیں ایک دن اپنی کار میں مجھے مکہ مکرمہ میں لے آئے اب میں نے دوبارہ مدینہ منورہ میں مقیم ہمارے جماعتوں سے رابطہ کیا وہاں ہمارا ایک جماعتی "میاں اجمل"، جس نے مدینہ منورہ کے قیام کے دوران ہماری ضیافت بھی کی تھی اور حکومت میں ان کا اثر و رسوخ بھی تھا، ان کو اس بات کے بارے میں کھلوایا انہوں نے میرا پاسپورٹ شناختی کارڈ منگوایا میں نے بھیج دیا۔ انہوں نے کوشش کی اور مجھے اجازت مل گئی لیکن پانچ سو ریال یا اس سے کچھ کم دینے پڑے حج

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا موسم قریب آیا تو رش اتنا بڑھ گیا تل دھرنے کی جگہ حرم میں نہیں ملتی تھی، حافظ صاحب مرحوم پہلے تو رباط میں رہتے تھے جو حرم سے قریب پڑتا تھا، اور سب نمازوں پر حرم میں آ جاتے تھے، لیکن اب وہ حرم سے اچھا خاصا دور ایک مکان میں رہتے تھے ایک دن مجھے بھی وہاں لے گئے، اور سارا دن میں اور حافظ صاحب اکیلے وہاں رہے شام کو ایک دوسرا آدمی بھی آیا مجھے حافظ صاحب کے مکتبہ کو اچھی طرح دیکھنے کا موقعہ ملا حافظ صاحب اہل بھی تھے اور کتابوں کا ان کو بھی بے حد شوق تھا حرمین شریفین میں جو بھی کتاب آتی وہ ان سے مخفی نہ رہتی بحرحال جب رش بہت بڑھ گیا اور حافظ صاحب دور سے آتے تو خصوصاً ظہر نماز کے لیے انہیں باب ملک عبدالعزیز کے باہر نماز پڑھنی پڑتی اور اس طرح شدت گرمی کی وجہ سے ان کو بخار ہو گیا اور بیماری بڑھتی رہی، ادھر حج کا موسم بھی قریب آ رہا تھا، مولانا ظفر اللہ صاحب بھی پاکستان سے آ گئے انہوں فرمایا: کہ آپ ان کے ساتھ رہیں، منی، عرفات، مزدلفہ، وغیرہ کا سارا انتظام وہ کریں گے میں نے ہاں کر دی لیکن بعد کے تجربہ نے بتایا کہ مجھے اس سے کافی نقصان پہنچا اس کا تفصیلی بیان سفر نامہ میں ملے گا، خالد کا کا بھی حج کرنے آئے تھے میں رہتا تو ان کے ہی گھر میں تھا لہٰذا اگر حج کے مناسک کے لیے بھی ان کے ساتھ ہوتا تو یہ مصائب پیش نہ آتے لیکن کان امر اللہ مفعولاً.

اللہ کی طرف سے وہی ہوتا ہے جو مقدر میں تھا بھلا اس کے خلاف کیسے ہو سکتا تھا۔ خالد کے گھر کے نزدیک ایک مسجد تھی اور یہ وہ مسجد تھی کہ جس میں سید نور اللہ شاہ اور ان کے ساتھی رہتے تھے سانحہ کے بعد کچھ عرصہ کے لیے حکومت نے اس مسجد کو تالا لاگا دیا تھا اور بند کر دی تھی۔

حکومت نے پھر اس کو کھول دیا تھا اور اب پھر وہاں قریب رہنے والے اس میں نماز پڑھنے آتے تھے میں جب تک خالد کے گھر ہوتا اسی مسجد میں نماز پڑھنے جاتا وہاں چند بار ایک صاحب غالباً (محترم عبد الوہاب) نے مجھے دیکھا تو پوچھا ان کو بتایا اور اپنا تعارف کرایا تو وہ مجھ سے چمٹ گئے اپنے گھر لے آئے چائے وغیرہ سے تواضع کی دودھ کا ایک بڑا پیالہ پلایا کچھ کھجور کھلائی۔ مجھے کہا آپ نماز پڑھائیں میں نے نفی میں جواب دیا کیوں کہ اس کا نتیجہ بھائی صاحب پہلے دیکھ چکے ہیں میں بھی اس کا شکار ہونا نہیں چاہتا ویسے جو فائدہ علمی وغیرہ مجھ سے لینا چاہیں لے سکتے ہیں انہوں نے میری کتاب "تحصیل المعلاۃ" (جس کا ذکر پہلے تصنیفات میں ہو چکا ہے) کے فوٹو اسٹیٹ کرائے ایک اپنے پاس رکھا دوسرا جامعہ ام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القری والوں کو دے دیا انہوں نے چند کتب مجھے دیں مثلاً: ریاض الصالحین تحقیق الشیخ البانی، اور ایک دفعہ وہ میرے پاس خالد کے گھر آئے اور فرمایا کہ حج وعمرہ کے احکام املاء کراؤں میں املاء کراتا تھا اور وہ تحریر کرتے جاتے تھے پھر ایک رسالہ مناسک مجھ کو دیا علامہ البانی کا لکھا ہوا تھا، جمعہ کے دن میرے ساتھ چلے اور حرم کعبہ آئے اور مشک عطر کی شیشی عنایت کی کبھی میرے ساتھ مکاتب اور کتب تلاش کر کے خرید کرنے میں مدد دیتے بحر حال ان کا لگاؤ مجھ سے کافی ہوگیا تھا، اس وقت وہ کسی مدرسہ میں پڑھ بھی رہے تھے، مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ایک جمعہ کے دن حرم میں جمعہ نماز کے انتظار میں تھے کہ یعقوب بن موسیٰ بھی آیا اور میرے قریب بیٹھ گیا مجھے ایک سفید سی عباء (چادر) دی اور کہا یہ آپ کے بیٹے قاسم شاہ صاحب کے لیے تحفہ ہے ان کو دینا کہ جمعہ کے دن پہنا کرے۔ حج سے پہلے میرا بڑا بیٹا سید محمد یاسین شاہ بھی عمرہ کے لیے آیا تھا اور پھر حج سے قبل چلا گیا محترم عبدالوہاب نے ان کے قریب رہنے والے چند مکینوں سے بھی میرا تعارف کرایا اور بڑی عزت واحترام سے پیش آئے، کبھی کبھی عبدالوہاب مجھے اپنے گھر کھانے کی دعوت دیتے اور لے جاتے۔

ویسے مجھ میں کوئی غیر معمولی خوبی تو نہ تھی لیکن یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فضل ہی تھا کہ جو مجھ سے ملتا وہ میرا گرویدہ ہو جاتا اور محبت کرنے لگ جاتا اللہ الحمد ولہ الشکر.

تعویذ کا شرعی حکم:

آٹھ نو برس قبل میں قرآنی آیات اور ادعیۃ ماثورۃ کے تعویذ لکھنے کو جائز سمجھتا تھا، لیکن آٹھ برس قبل حیدرآباد کی جماعت اہل حدیث نے ایک چند اوراقی ہینڈ بل شایع کروایا اس میں چند احادیث تھیں جو سب کہ سب صحیح تھیں اس میں امام احمد رحمہ اللہ کے مسند کی بھی ایک حدیث تھی اس نے مجھے کافی متاثر کیا اور میں تعویذ لکھنے اور لٹکانے کو ناجائز تسلیم کر کے اس کو ترک کر دیا تھا اب اس سفر میں ایک مرتبہ ایک مولوی صاحب حرم میں میرے پاس آ کر بیٹھے تعویذ کے متعلق پوچھا میں نے کہا ناجائز ہے دلیل پوچھی تو بتائی پھر مجوزین کے دلائل پیش کئے ان کا بھی میں نے جواب دیا پھر کہا پہلے تو آپ جواز کے قائل تھے میں نے کہاں ہاں لیکن اب میں نے اس سے رجوع کر لیا ہے، کیونکہ ان کے عدم جواز کی دلیل مل گئی ہے اس پر انہوں نے کہا تو آپ ہمیں چند ورقی رسالہ لکھ دیں جس میں تعویذ کے عدم جواز کے دلیل بھی ہوں، اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجوزین کے دلائل کا جواب بھی ہو، اس میں یہ تصریح بھی ہو کہ پہلے ان کے جواز کا قائل تھا اب رجوع کر لیا ہے اور اس رجوع کے بارے میں جس حدیث سے آپ زیادہ متاثر ہوئے ہوں وہ بھی لکھیں میں نے ان کے کہنے پر یہ ساری باتیں چند اوراق پر لکھ کر انہیں دیں انہوں نے اس کو پسند کیا اور کہا وہ اس کو شایع کریں گے، پتہ نہیں انہوں نے اس کو شایع کیا یا نہیں؟ بحر حال اللہ کے فضل وکرم سے یہ سفر بہت مبارک رہا، میں نے جو مدینہ منورہ یا مکہ معظّمہ سے کتابیں خریدی تھیں یا جو دوسرے اہل علم احباب نے دیں تھی وہ سب خالد کے گھر جمع کرتا رہا۔

آٹھویں تاریخ ذی الحجہ کو احرام باندھا اور منیٰ پہنچے، نویں کو عرفات گئے وہاں سے مولانا ظفر اللہ صاحب اور دوسرے رفقاء کے ساتھ پیدل مزدلفہ آئے رات گزاری صبح کو پھر پیدل منی آ گئے۔ مزید تفصیلات ''سفر نامہ حجاز'' میں ملیں گی۔ منی کے دن پورے کر کے پیدل مکہ مکرمہ آئے رات کو تو مجھے بخار ہو گیا، مولانا ظفر اللہ صاحب نے ہوٹل یرموک کے تھرڈ یا فورتھ فلور پر مجھے دوسروں کے ساتھ ایک کمرہ میں ٹھہرایا یہ رات بہت تکلیف دہ تھی خیر دوسرے دن کچھ افاقہ ہوا پھر خالد اور دوسرے احباب کے پاس چلا گیا حافظ صاحب مرحوم جو بیمار ہوئے تھے تو اس سے صحت یاب نہ ہو سکتے بیماری بڑھتی رہی؟ افسوس کہ میں اس حالت میں ان سے مل بھی نہ سکا کوئی ایسا آدمی نہ ملا جو ان کے پاس لے چلے یا ان تک پہنچنے کی کوئی صورت بنے وہ بھی نہیں اور اس حالت میں ان کے ٹھکانے کا بھی وثوق سے کوئی پتہ نہ تھا یہ افسوس باقی رہا۔ مولانا صدیق الحسن صاحب سے کہا کہ وہ مجھے امام کعبہ ابن السبیل سے ملا دیں انہوں نے کوشش کی، اور ایک رات پروگرام بنا لیکن شیخ صاحب مرحوم اس طرح نکل گئے کہ پتہ نہ چلا مولانا صدیق الحسن صاحب نے کہا اب آپ شیخ کے نام ایک خط لکھ دیں میں نے لکھ دیا اور اس میں یہ لکھا کہ میں نے بڑی کوشش کی کہ آں محترم سے ملاقات ہو لیکن افسوس یہ آرزو پوری نہ ہوئی وغیرہ وغیرہ۔

بالآخر خالد صاحب کے گھر سے سب کتابیں اُٹھالیں، اور کار میں رکھی جدہ میں آ کر حاجی صدیق تالپور کے پاس رکھیں، جدہ میں ابوتراب ظاہری مولانا عبدالحق بہاولپوری مرحوم کے بڑے فرزند بھی ملے انہوں نے ہماری ضیافت بھی کی تھی حافظ فتحی مرحوم کے ساتھ ایک مرتبہ جدہ میں ان کے مکان پر بھی ملاقات ہوئی تھی اور دوپہر کا کھانا ان کے ہاں کھایا تھا محترم ابوتراب نے بھی کچھ کتابیں مجھے دیں اور ان کے بھائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالوکیل نے بھی اپنے والد مولانا عبدالحق مرحوم کی لکھی ہوئی چند کتب مجھے دی تھی جوان کے دستخط کا فوٹو اسٹیٹ کر کے طبع کرائے گئے تھے جدہ میں دو تین دن رہے، کتابیں حاجی صدیق صاحب کے پاس چھوڑ پھر اور وہ جب دوسرے سال پاکستان آئے تو اپنے ساتھ کارگو میں لیتے آئے، میں نے اپنا دوسرا سامان تو حاجی صدیق کی جگہ سے اٹھالیا تھا لیکن اب زمزم کا بڑا ڈبہ جو وہاں رکھا تھا وہ اٹھانا بھول گیا ایئر پورٹ پہنچے وہاں دیکھا تو زلزلہ کا ڈبہ نہیں تھا اب کوئی صورت اس کو لا کر ایئر پورٹ پر مجھے پہنچانے کی نہیں تھی اس کا مجھے بے حد افسوس ہوا اور ساری رات اس کا حزن و ملال رہا، اتفاقاً محترم عبداللہ حاجی لوہیا کے فرزند بھی اسی فلائٹ میں پاکستان جا رہے تھے یعنی جس طرح کراچی سے اکٹھے نکلے اسی طرح واپس بھی کراچی اکٹھے آئے اور فجر نماز کراچی ایئر پورٹ پر پڑھی۔ میری اہل خانہ سب بچے اور دوسرے احباب ایئر پورٹ پر ریسیو کرنے آئے اسی دن شام کو گھر پہنچ گئے۔

اس سفر میں اللہ تعالیٰ کی ایک عجیب قدرت کا ظہور:

جس پاسپورٹ پر حرمین شریفین گیا تھا اس کی میعاد اس سے کافی پہلے ختم ہو چکی تھی اور اب اس کو رینیو کرانا تھا، لیکن مجھے اس بات کا پتہ نہ تھا اور نہ اس کی اسپاری ڈیٹ کو دیکھنے کا خیال ہی آیا، اللہ کی شان کراچی میں اس آؤٹ آف ڈیٹ پاسپورٹ پر ویزا لگ گیا اور مجھے حرمین شریفین کی اجازت مل گئی کراچی ایئر پورٹ پر پاسپورٹ کی چکا س ہوئی۔ ہم سعودی جہاز میں بیٹھ گئے ریاض میں اترے وہاں بھی جو متعلقہ افسر تھا اس نے پاسپورٹ مانگا میں نے دے دیا انہوں نے اس کو دیکھا پھر مجھے دیکھا اور کچھ اندراج کر کے واپس دے دیا پھر جدہ پر چکاس ہوئی پھر مکہ مکرمہ میں، مدینہ منورہ میں، اور جب میں نے حج تک رہنے کی اجازت طلب کی تو بھی پاسپورٹ مدینہ بھیجنا پڑا جیسا کہ اس سے قبل ذکر کر آیا ہوں وہاں بھی اس کی چکاس ہوئی اور رہنے کی اجازت ملی اور کسی کی نظر اس بات پر نہ پڑھی کہ یہ پاسپورٹ تو آؤٹ آف ڈیٹ ہو گیا ہے، مجھے بھی اس کا خیال تک نہ تھا جب میرے بڑے بیٹے یاسین شاہ عمرہ کے لیے آئے (جیسا کہ پہلے تحریر کر آیا ہوں) تو انہوں نے مجھ سے کس کام کی وجہ سے پاسپورٹ مانگا انہیں دیا اندر دیکھ کر بولا کہ آپ کے پاسپورٹ کی میعاد تو کبھی کی ختم ہو چکی ہے، اس پر میں چونک پڑا اور دیکھا تو بے حد حیرت ہوئی بحر حال اب اور تو اس سلسلہ میں کچھ کیا بھی نہیں جا سکتا تھا اگر ہم افسران حکومت کو بتاتے تو شاید وہ کچھ رکاوٹیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈالتے یا جرمانہ کرتے ہم اللہ پر بھروسہ کر کے خاموش رہے اللہ کی قدرت واپسی پر جدہ میں چکاس ہوئی پھر کراچی ائیر پورٹ پر بھی اس کو دیکھا گیا لیکن کسی نے کوئی بات نہیں کی۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهِ﴾ (یونس : 107)

اور جل وعلا رب نے اپنے حبیب ﷺ اور سید ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دشمنان اسلام کفار مکہ کی آنکھوں سے غار میں محفوظ و مامون رکھا ایسی ہی اپنی یہ قدرت دکھلائی کہ میرے پاسپورٹ کی اسپائر ڈیٹ پر کسی کی نظر نہ پڑی۔ "وهو على مايشاء قدير فالحمد لله الذى بنعمة تتم الصالحات."

پاکستان آنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد اخبارات وغیرہ میں المناک خبر شایع ہوئی کہ محترم حافظ فتحی صاحب انتقال فرما گئے ہیں خبر پڑھ کر بے حد افسوس ہوا، حافظ صاحب محترم نے ابھی سن کھولت میں شاید ہی قدم رکھا ہو، کبھی کبھی میں ان کو کہا کرتا تھا کہ حافظ صاحب آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ شادی کریں فرماتے: کوئی رشتہ مل جائے تو کرلوں گا علیم بذات الصدور تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن ظاہری برتاو سے یہ نمایاں ہوتا تھا کہ آں محترم مرحوم اس احقر العباد سے بے پناہ قلبی تعلق رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ پاکستان آئے تو ہمارے غریب خانہ پر بھی تشریف لائے جب کہ ابتداء حرم کعبہ میں ملاقات سے ہوئی اس وقت سے لے کر آخیر وقت تک ان کا رشتہ وناطہ میرے ساتھ نہایت بہترین حالت میں رہا گاہے بگاہے وہ مکہ مکرمہ سے مجھے مراسلہ بھی ارسال فرماتے بہت سی باتوں میں انہوں نے مجھے انتہائی مفید مشورے بھی دیئے میں جو درخواست ان کی خدمت میں پیش کرتا حتی الوسع اس کو پورا فرماتے رحمہ اللہ ورضی عنہ اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں حرمین شریفین کے مکینوں میں ایک نہایت قابل قدر اور بے حد عزیز دوست سے محروم ہو گیا فانا لله وانا اليه راجعون .

بعد میں ۱۹۸۶ء میں بھی حرمین شریفین گیا چند احباب تو ملے بہت کچھ دیکھا لیکن کہاں وہ پر لطف مجالس؟

آں قدح شکست وآں ساقی نماند

حافظ صاحب مرحوم ایک ایسی ہستی تھی جو بھلائے نہیں بھلائی جاسکتی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دسواں سفر ’’سفر حجاز و یورپ‘‘:

یہ سفر حجاز اور یورپ کا ایک ساتھ تھا، اس کا بھی مفصل احوال ’’سفر نامہ حجاز و یورپ‘‘ میں تحریر کر دیا ہے، اس سفر میں میرے ساتھ میرے منجھلے بیٹے محمد راشد شاہ شامل تھے، یہ سفر بھی رمضان المبارک کے اخیر میں ہوا مکہ مکرمہ میں چند دن ٹھہر کر مدینہ منورہ پہنچے عید الفطر وہیں پڑھی اور وہاں چوٹیاری کے ایک اور جماعتی ساتھی کے ہاں قیام کیا، چند احباب نے ضیافتیں کیں محترم غلام سرور بھٹو کے فرزند محترم ثناء اللہ صاحب جو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پڑھ رہے تھے وہ بھی ملے انہوں نے ہماری پر تکلف دعوت کی، میرے ساتھ چند مکاتیب جا کر کتب دکھانے اور خریدنے میں اعانت کی ایک کتاب ’’کتاب الکتاب‘‘ (ابن درستویہ النحوی) ہدیۃً دی اپنی چھوٹی سی لائبریری دکھائی جو کتابیں ان کے پاس تھیں اور مدینہ منورہ سے جو کتب خریدی گئی ان کو اپنے جماعتی ساتھی الہیار کے پاس رکھ دیں اور ان کو کہا کہ وہ مجھے بھیج دیں اس کے بعد مدینہ منورہ کی کچھ سیر کی کسی مشہور و معروف شیخ سے ملاقات نہ ہوئی چند دن بعد پھر واپس مکہ مکرمہ آئے، چند مکاتب سے کافی کتب خریدی، ایک مکتبہ میں کتابیں دیکھ رہا تھا اور کچھ خریدنے کے لیے نکالیں تو اچانک محترم عبد الوہاب صاحب تشریف لے آئے مجھے دیکھ کر بے اختیار تپاک سے بغل گیر ہوئے، چلنے کے وقت میں نے ارادہ کیا کہ کتب فروش کو مطلوبہ رقم دے دوں تو مجھ سے پہلے محترم عبد الوہاب صاحب نے ان کو مطلوبہ رقم دے دی، پھر کتابیں انہوں نے اٹھائیں ان کے ساتھ ان کے گھر آئے اور ایک یمنی طالب علم سے جو حرم مکہ میں پڑھ رہا تھا، وہاں محترم عبدالوہاب نے ضیافت کی اور ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کے بارے مین بحث چھڑ دی کہ جہری نماز میں اس کو جھراً پڑھنا چاہیے یا سرا؟ یمنی طالب نے چند سوالات کیے میں اس کے جوابات دیتا رہا بالآخر کہا جو بات آپ کہتے ہیں وہی صحیح ہے، پھر عصر نماز حرم مکہ میں پڑھی یہ یمنی تلمیذ میرے ساتھ صف میں کھڑا تھا اس نے دیکھا کہ مابعد الرکوع والے قیام میں وہ ارسال کر رہا تھا، رات کو محترم عبد الوہاب صاحب کار میں ہمارے ساتھ سوار تھے ایک جگہ انھوں نے تھوڑا ٹھہرنے کا اشارہ کیا ہم کھڑے ہوگئے وہ اترے اور ایک دکان پر گئے وہاں سے میرے لیے ایک عباء اور رومال خرید کر لائیں اور راشد شاہ کے لیے صرف رومال خریدا اور یہ چیزیں ہمارے سپرد کیں، پھر ہم سے رخصت ہوئے، اس بار محمد عارب شر نے بھی دعوت کی تھی اور ”صفوة التفاسیر“ تین جلدوں میں مجھے ہدیۃً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی، افسوس اس موقعہ پر مرحوم حافظ فتحی جیسی ہستی سے ملاقات نصیب نہ ہوئی فالحمد لله علی کل حال. بعض احباب نے بھی دعوتیں دیں میں کچھ علیل ہوگیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بعد میں اس سے نجات ملی، پھر ہم جدہ آگئے وہاں دو تین دن رہے اور کتابیں حاجی محمد صدیق ٹالپور کے ہاں چھوڑیں یہ کتب وہیں پڑی رہیں۔اس سال حاجی صاحب حجاز سے آئے اور کتابیں بھی اپنے ساتھ لے آئے ان کتب کا کرایہ =/1500 پندرہ سو رہوا جو حاجی صاحب کو دے دیئے پوری تفصیلات ''سفر نامہ حجاز و یورپ'' میں مرقوم ہیں، پھر جدہ سے یورپ کی طرف روانہ ہوئے روم سے ہوتے ہوئے لندن پہنچے تقریباً ایک ہفتہ رہے پھر برمنگھم گئے، وہاں مولانا محمود احمد میر پوری مرحوم کے پاس رہے انہوں نے کافی عزت افزائی کی ایک خاص بنگلہ رہنے کے لیے دیا ایک جمعہ ان کی مسجد میں ان ہی کے حکم سے میں نے پڑھایا چند اہل حدیث ہمارے گہرے دوست بن گئے ہمیں گرد ونواح میں اپنی کاروں پر سیر کرائی پارک وغیرہ گئے انگریزوں کی معاشرت وغیرہ قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا کچھ واقعات ''سفر نامہ'' میں تحریر کئے ہیں رعایا سے خواہ وہ مسلم ہوں جو سلوک کیا جاتا ہے وہ بھی سفر نامہ میں بیان کیا گیا ہے وہاں کافی حد تک امن و امان ہے۔ مانچسٹر بھی گئے پھر شہر میں رات کو اہل حدیث مساجد میں کچھ نہ کچھ درس دینا پڑتا، پکے اہل حدیث ابھی وہاں موجود ہیں۔ داڑھی منڈوانا، تصویر کشی، T.V وغیرہ قسم کی باتیں وہاں کے اہل حدیثوں میں بھی عام ہیں۔

لندن میں تبلیغ مصروفیات:

بہر حال وہاں کے مکین اہل حدیث جماعت نے ہماری کما حقہ عزت کی اور کئی مقامات کی سیر کرائی، وہاں ابھی تک اہل حدیثوں اور حنفیہ میں کسی حد تک شدت نہیں ہے، اور ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں، مانچسٹر میں ایک اہل حدیث مسجد کے امام نے جہری نماز میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" جھراً سنی ورنہ سب مساجد میں آہستہ پڑھی جاتی تھی ہفتہ عشرہ کے بعد پھر لندن واپس آئے اور وہاں میر پوری مرحوم کے ماتحت اہل حدیث جماعت کی برانچ کی مسجد میں رہے ان کو مولانا مرحوم کی طرف سے ہمارے متعلق ٹیلی فون پر بتایا گیا تھا، اور اس مسجد کے امام نے ہماری بے حد عزت افزائی کی، ایک جمعہ ان کی مسجد میں بھی میں نے پڑھایا پھر انہوں نے ایک دن جماعت اسلامی کی مسجد میں نماز عصر کے بعد میرا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درس رکھا میں نے میز پر بیٹھ کر سورۃ نور کی آیت

﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ ....الخ﴾ (النور: 63)

پڑھی اور اسی کے متعلق کچھ عرض کیا، اور دوسرے دن انہوں نے تبلیغی جماعت کی مسجد میں نماز عصر کے بعد میری تقریر رکھی مسجد والوں کے کہنے کے مطابق اس مسجد میں نماز فرض کے متعلق کچھ وعظ ونصیحت کی اس میں محترم مولوی محمد عثمان ولد رشید مولانا محمد ادریس (آف راولپنڈی) بھی شریک ہوئے تھے ایک رات کو وہ بھی ہمیں اپنے گھر دعوت دے کر لے گئے، اور وہاں اہل خانہ کو نصیحت کرنے کا امر کیا، ایک دن وہ ہمیں اکسفورڈ یونیورسٹی لے گئے اور سیر کرائی اور ایک دوستوں کے ہاں ہمارے دوپہر کے کھانے کا انتظام ہوا، شام کو واپس لندن آئے، ایک رات دوسرے کئی اہل حدیث دوستوں نے دعوت دی، ویسے وہاں بھی تھوڑا بہت افتراق اور آپس میں ایک دوسرے سے رقابتیں ہیں تاہم ابھی یہ چیز وہاں اس اسٹیج پر نہیں پہنچی جس طرح ہمارے ملک میں پہنچ چکی ہیں۔ مولوی محمد عثمان صاحب نے وہاں کے متعلق بہت سی دلچسپ باتیں بتائیں یہ سب سفر نامہ میں بیان کر چکا ہوں۔ دو روز متواتر برٹش میوزیم گئے، اس کے متعلق تفصیلی بیان سفر نامہ ہی میں ملے گا۔ وہاں ہم نے قرآن کریم کا ایک مخطوطہ دیکھا جس کے متعلق ایک چٹ پر لکھا ہوا تھا کہ یہ بابر بادشاہ مغل کا مصحف ہے جو ورق کھلا ہوا تھا وہ ابتدا کا تھا دونوں صفحوں پر سورۃ فاتحہ مرقوم تھی اس میں ”صراط الذین انعمت علیھم ۔“ پر آیت کی علامت ہے، ہم نے کیمرہ سے اس کا فوٹو اسٹیٹ لیا اور صاف کرا کر سفر نامہ کے ساتھ چسپاں کر دیا ہے، وہاں جس طرح کا معاشرہ ہے اس میں پردہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لیکن دوسرے ملک سے آئے ہوئے جو اپنے ملک میں تو کچھ نہ کچھ پردہ کا لحاظ کرتے ہیں مگر وہاں پہنچ کر ان کے لیے بھی پردہ اس طرح غائب ہو جاتا ہے جس طرح ”گدھے کے سر سے سینگ“ اور وہ نمک کی کان میں رہ کر نمک ہی ہو جاتے ہیں، باہر سے آئے ہوئے لوگوں میں بھی پردہ نہیں دیکھا البتہ ایک مرتبہ ہم ایک بڑی جھیل کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جانب سے چار پانچ عورتیں برقعہ پوش نظر آئیں وضع وقطع سے وہ عربی عورتیں معلوم ہوتیں تھیں غالباً سعودیہ کی تھیں یہ چار پانچ عورتیں سر سے پاؤں تک کالے برقعہ میں مستور تھیں جب ہمارے قریب سے گزریں تو ہم کو السلام علیکم کہا ہم نے جواب دیا بس یہی چار پانچ عورتیں غیر ملکی عورتیں اس طرح پردہ کرتی ہوئی ہم نے دیکھیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لندن میں سعودی حکومت کی طرف سے ایک مسجد ہے جو سب سے بڑی اور عالیشان مسجد ہے اس کا نام ''اسلامی مرکز'' ہے اس مسجد میں سب نمازیں اول وقت میں پڑھی جاتی ہیں باقی دوسری مساجد میں وہ اہل حدیث کی ہوں یا غیر اہل حدیث کی نماز تاخیر سے ہوتی ہے، عصر کی نماز سورج غروب ہونے سے ڈیڑھ گھنٹہ یا زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے پہلے پڑھی جاتی ہے اور فجر کی نماز بھی دیر سے ہوتی ہے موسم گرما میں رات تو چھ ساڑھے چھ گھنٹے سے زیادہ نہیں ہوتی البتہ دن بڑا ہوتا ہے۔

ایک اور بات ہم نے وہاں عجیب دیکھی کہ وہاں سگریٹ نوشوں کی بہت قلت ہے شہر بھر میں کسی جگہ پر بھی سگریٹ کا اشتہار نہیں دیکھا اس کے برعکس ہمارے ملک کے شہروں میں چپہ چپہ پر سگریٹس کے اشتہار دیکھے جا سکتے ہیں اور سگریٹ نوشوں کی بھی ہمارے ملک میں بے حد کثرت ہے، وہاں ٹرینوں اور بسوں وغیرہ میں حکومت کی جانب سے قطعاً سگریٹ نوشی کی ممانعت ہے اور ہوٹلوں میں بھی ہم نے دیکھا کہ ٹیبلوں اور پلیٹوں پر بھی یہ عبارت لکھی ہوئی ہے کہ مہربانی کر کے سگریٹ نوشی نہ کریں۔

اکسفورڈ یونیورسٹی کی بڑی لائبریری بھی دیکھی جس میں انگریزی عربی وغیرہ کتب موجود تھیں۔

وہاں خاص مسلمانوں کی ہوٹلیں بھی ہیں، وہاں سکھ لوگ بھی کثرت سے دیکھے جاتے ہیں اور راستہ پوچھنے والے کو خواہ وہ مسلم ہو نرمی سے راستہ بتاتے ہیں بلکہ بسا اوقات ان کے ساتھ تھوڑا آگے جا کر ان کو سیدھے راستے پر لگا دیتے ہیں۔ وہاں کی اکثریت نہایت اخلاق اور خندہ پیشانی سے پیش آتی ہے اور نہایت تہذیب اور شائستہ الفاظ میں بات کرتے ہیں، اکثر طور پر ان میں کرخت الفاظ نہیں ہوتے الا ماشاء اللہ .

یہ یورپ کا سفر بائیس دن کا تھا پھر ہم واپس ہوئے مولوی محمد عثمان ہمیں اپنی کار پر ائیر پورٹ لے آئے جہاں سے ہوائی جہاز میں سوار ہوئے وہاں سے رات کو سعودی عرب کے کسی ائیر پورٹ پر جہاز اترا پھر روانہ ہوا تو دبئی اترے وہاں سے دوسرے جہاز نے اٹھایا اور صبح کے وقت کراچی ائیر پورٹ پر اترا کراچی میں میرے بچے آئے ہوئے تھے ظہر نماز سے تھوڑا پہلے کراچی سے روانہ ہوئے حیدرآباد آئے اور وہاں سے روانہ ہو کر سورج غروب ہونے سے پہلے گوٹھ پہنچ گئے و الحمد للہ علی ذلک .

اس کے تھوڑے عرصہ بعد اسلام آباد جانا پڑا جہاں جنرل ضیاء الحق نے دعوت دی تھی، وہاں سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واپس آیا تو چند دن بیمار رہا پھر صحت یاب ہوا، لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد میں سخت بخار میں مبتلا ہو گیا حیدر آباد اور کراچی کے مشہور مشہور ڈاکٹروں کو دکھایا بالآخر ڈاکٹر سمن یمن سندھی کے زیر علاج ہوا اللہ کے فضل سے اس موذی مرض سے بھی نجات ملی۔ لیکن اس مرض کے بعد اب جہری نمازوں میں جہری قراءت کرنے سے ٹانگوں میں بہت تکلیف ہوتی ہے، ویسے تہجد وغیرہ میں جتنا کچھ پہلے پڑھتا تھا، وہی پڑھتا رہتا ہوں لیکن آہستہ (بلکہ بعض اوقات) تین، تھائی سے لے کر ایک پارہ تک پڑھ لیتا ہوں لیکن جہراً چھوٹی سورت پڑھنے سے بھی قدرے تکلیف ہوتی ہے، اس لیے جمعہ نماز کے سواء دوسری جہری نمازیں مغرب عشاء اور فجر عموماً اپنے چھوٹے بچے قاسم شاہ یا دوسرے مدرسہ کے مدرس کے پیچھے ادا کرتا ہوں کبھی کبھی امامت کرا بھی لیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اتباع سنت کی توفیق دے، کفر، شرک و بدعت سے محفوظ رکھے، ہمیں اپنے سچے دین کا سچا و مخلص خادم بنائے اور خاتمہ بالخیر والایمان کرے (آمین)

وآخر دعوان ان الحمد لله رب العالمين ، والحمد لله الذى بنعمة تتم الصالحات ، وصلى الله على خير خلقه سيدنا محمد واله ، واصحابه اجمعين و بارك وسلم تسليما ، كثيراً كثيراً

نوٹ: ...... محترم شاہ صاحب رحمہ اللہ بے حد تیز رفتاری سے تحریر کیا کرتے تھے جس کو پڑھنا کبھی مشکل ہو جاتا تھا۔ یہی صورتحال اُن کی زیر تبصرہ آپ بیتی میں بھی پیش آئی، لہٰذا چند مقامات پر اختصار سے بھی کام لیا گیا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی کوتاہی نظر آئے تو ہماری مجبوری پر محمول کیا جائے۔ شکریہ۔ (مرتب)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال رسول الله ﷺ

"اَلْمُؤْمِنُوْنَ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ."

(صحیح البخاری : ۵/۵۵۲)

تاثرات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری صاحب حفظہ اللہ، فیصل آباد ☆

حضرت شاہ صاحب کی یاد میں

سرزمین سندھ کو برصغیر کا "باب الاسلام" ہونے کا شرف ہے۔ قرنِ اوّل سے تاہنوز سندھ کو جن اعاظم کے مولد یا مسکن ومدفن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جن کا نام اور کام رہتی دنیا تک باقی رہے گا بلکہ جن کے تذکرہ کے بغیر تاریخ سندھ نامکمل قرار پائے گی۔ ان میں ایک ہمارے ممدوح حضرت مولانا سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ بھی ہیں۔ جن کے بارے میں میرے فاضل بھائی حضرت مولانا زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے بجا فرمایا کہ

"اگر مجھے رکن اور مقام کے درمیان حلف دیا جائے تو میں یہی کہوں گا کہ میں نے شاہ صاحب سے زیادہ زاہد اور صاحب علم وعمل نہیں دیکھا۔" (الاعتصام، ج:۴۳، شمارہ:۳۱)

حضرت شاہ صاحب سے میری پہلی ملاقات غالباً ۱۹۷۴ء میں ہوئی۔ جب یہ ناکارہ "اعلام اهل العصر باحكام ركعتي الفجر" للشیخ المحدث شمس الحق ڈیانوی رحمہ اللہ کی تحقیق وتخریج کے لیے ان کی اور حضرت الشیخ السید بدیع الدین رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلے کچھ ایام حضرت الشیخ سیّد بدیع الدین رحمہ اللہ کی خدمت میں رہا۔ پھر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں ان سے اور ان کے مکتبہ سے استفادہ کے لیے حاضری دی۔ اس کے بعد مسلسل رابطہ رہا۔ خط وکتابت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ پنجاب تشریف لاتے تو کوئی نہ کوئی تقریب زیارت کا سبب بن جاتی۔ ایک بار تو فیصل آباد میں ادارۃ العلوم اثریہ کو ان کے قدوم میمنت لزوم کا شرف حاصل ہوا۔ اور یوں ہمیشہ ان سے نیاز مندی رہی۔

اس ناکارہ کے ساتھ ان کی شفقتوں اور بے پناہ محبتوں کا یہ عالم تھا کہ جب بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سارے مشاغل چھوڑ کر میرے لیے مکتبہ میں تشریف رکھتے۔ ہر چند کہ مکتبہ سے بہت حد تک تعارف تھا تاہم کسی کتاب کی تلاش میں کچھ تاخیر ہو جاتی تو خود اٹھتے کتاب نکال کر دیتے اور فرماتے ہم

☆ جماعت اہلحدیث کے عظیم محقق، ادارۃ علوم اثریہ فیصل آباد کے ناظم، اور مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے شعبہ تالیفات کے مدیر۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں کس لیے بیٹھے ہیں مجھے سخت ندامت ہوتی۔ اور عرق انفعال میں ڈوب ڈوب جاتا کہ اس پیرانہ سالی میں مجھ ایسے ناکارہ پر ایسی نوازشیں۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ

حسب پروگرام جب اپنے کام سے فارغ ہوتا۔ اجازت چاہتا تو ایک دن مزید ٹھہرنے کا فرماتے۔ مگر اپنی متنوع مصروفیات کی بنا پر معذرت کرتا۔ تو فرماتے چلئے آپ کو اسٹیشن تک چھوڑ آتے ہیں۔ چنانچہ کبھی حیدر آباد اور کبھی نواب شاہ اپنے ڈرائیور کے ہمراہ اس ناکارہ کو اسٹیشن تک پہنچاتے۔ بلکہ گاڑی میں بٹھاتے اور جب تک گاڑی روانہ نہ ہوتی پلیٹ فارم میں تشریف رکھتے۔ اللہ، اللہ، کہاں علم وفضل، ورع وتقویٰ، تحمل وبردباری کا پہاڑ اور کہاں اس ناکارہ سے ان کی یہ شفقتیں۔ آج بھی جب اس منظر کو سامنے لاتا ہوں تو آنکھیں نمناک ہوجاتی ہیں۔ اور دل کی گہرائیوں سے ان کے لیے دعائیں نکلتی ہیں۔ اللھم ارفع درجہ فی المھدیین

حضرت شاہ صاحب کی زندگی بلا ریب سلف کا نمونہ تھی۔ خاندانی وجاہت اور وسیع حلقہ ارادت کے با وصف تواضع وانکساری میں، مہمان نوازی میں، صاف گوئی میں ان جیسا کسی کو نہیں پایا۔ اکل حلال اور صدق مقال ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ اتباع سنت کا بڑا اہتمام تھا۔ جس عمل کو حدیث وسنت کی روشنی میں صحیح سمجھتے اس پر عمل کرتے۔ بیٹھ کر جوتا پہننے کی حدیث کو وہ صحیح سمجھتے تھے۔ اس لیے ہر حال میں اس پر عمل کرتے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اس بارے میں دو مضامین الاعتصام کی جلد نمبر ۴۳ شمارہ ۲۳ ۷ جون ۱۹۹۱ء اور جلد نمبر ۴۴ ۱۹۹۲ء میں شائع ہو چکے ہیں۔ جن سے ان کے موقف کی وضاحت ہوجاتی ہے۔ راشدی خاندان کی نسبت سے ان کا حلقہ بڑا وسیع تھا۔ مگر تعویذات کا کوئی دھندا نہ تھا۔ حتی کہ پانی پر دم کرنا بھی آخری عمر میں انہوں نے چھوڑ دیا کہ اس میں نفخ فی الماء پایا جاتا ہے۔ ارادت مند سندھی رسم ورواج کے مطابق حاضر ہوتے تو یہ طریقہ ان پر ناگوار گزرتا۔ جھکی ہوئی گردن اور ہاتھ اوپر اٹھا دیتے۔ پہلی بار جب حاضر خدمت ہوا، دو روز بعد جب اجازت چاہی تو سندھ کی معروف رلّی "رِلندی" عطا فرمائی۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت اس تکلف کی ضرورت نہ تھی۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "تھادوا تحابوا" میں نے بھی اسے نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر ابھی تلک سنبھال رکھا۔ مگر افسوس ربع صدی سے زائد عرصہ گزرنے کی بنا پر اس کی آب وتاب ختم، بلکہ دھلائی کے بعد اس کی رنگت پھیکی پڑ گئی۔ رہے نام اللہ کا۔

ایک سچے عالم کے لیے سب سے عزیز تر کتاب اور کتب خانہ ہوتا ہے وہ مال وزر کے ضیاع پر اتنا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پشیماں نہیں ہوتا جس قدر کتاب کے گم ہو جانے پر ہوتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ؎

ألا یا مستعیر الکتب أقصر
ان الکتاب شیء لا یُعار
محبوبی فی الدنیا کتاب
هل رأیت محبوباً یُعار

''اے کتاب کو عاریتاً طلب کرنے والے ٹھہر، کتاب ایسی چیز ہے جو عاریتاً نہیں دی جا سکتی دنیا میں میرا محبوب کتاب ہے کیا تو نے دیکھا کہ کوئی اپنے محبوب کو بھی عاریتاً دیتا ہے؟''

حضرت شاہ صاحب کا تو ''اوڑھنا بچھونا'' گویا کتابیں تھیں۔ اور وہ اس بات کے مصداق تھے کہ

مریں گے ہم کتابوں میں ورق ہوں گے کفن میرا

کتابوں سے تمام تر محبت کے باوجود اس ناکارہ پر ان کی یہ نوازش رہی کہ جس کتاب کو چاہا طلب کیا اور اس کے دینے میں کبھی انہوں نے تامل نہ فرمایا۔ بلکہ الاحکام الکبری، مسند ابی یعلی، مطالب العالیه کا باسند نسخہ، زوائد البزار للحافظ ابن حجر اور زوائد البزار للهیثمی، معرفة السنن والآثار اور بہت سے بنیادی مراجع کا فوٹو عنایت فرمانے میں کوئی باک محسوس نہ کیا۔ حتی کہ جن دنوں یہ ناکارہ مسند الامام ابی یعلی الموصلی پر کام کر رہا تھا۔ اس کی تحقیق اسناد کے لیے بنیادی کتاب علامہ المزی رحمہ اللہ کی تحفۃ الاشراف کی شدید ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ اس کے بغیر یہ کام بہرحال مشکل تھا۔ مگر یہ کتاب ان دنوں مکمل زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی تھی۔ (1) در دولت پر حاضر ہوا اور اس سلسلے میں اپنی مشکل کا اظہار کیا تو بلا تامل حضرت شاہ صاحب نے اس کا بقیہ مخطوط حصہ جو تین جلدوں پر مشتمل عطا فرما دیا ؎

لطف ہا میکنی اے خاک رت تاج سرم

---

(1) یاد بخیر: علامہ المزی کا یہ شاہکار مولانا عبدالصمد شرف الدین کی تحقیق سے طبع ہوا ہے۔ جس کی جلد اول ۱۹۶۵ء میں اور جلد ثانی ۱۹۶۶ء میں طبع ہوئی۔ راقم ان دنوں الجامعہ السلفیہ میں زیر تعلیم تھا۔ ہندوستان کے غالباً ''ترجمان دہلی'' میں دونوں جلدوں پر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی محدث مبارکپوری مرحوم کا تبصرہ شائع ہوا۔ حضرت مولانا ابوحفص عثمانی مرحوم سابق ناظم الجامعہ السلفیہ کی توجہ سے یہ تبصرہ پڑھا اور یوں پہلی بار اس کتاب کا تعارف ہوا اور اس کی عظمت کا سکہ لوح قلب پر منقش ہو گیا۔ بعد میں یہ عظیم کتاب حافظ فتحی المکی نور اللہ مرقدہ کی نظر عنایت سے اس ناکارہ کو حاصل ہوئی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب خانہ:

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا کتب خانہ دنیا کے مشہور کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے۔ جسے عموماً پیر جھنڈا کا کتب خانہ کہا جاتا ہے۔ دراصل اس کتب خانہ کی بنیاد ان کے جد امجد حضرت رشد اللہ شاہ مرحوم نے رکھی تھی۔ ان کی وفات کے بعد یہ کتب خانہ دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ کچھ حصہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے والد گرامی سیّد پیر احسان اللہ شاہ کے پاس حصہ میں آیا اور کچھ ان کے عم محترم سیّد ضیاء اللہ کے پاس چلا گیا۔ لیکن سیّد ضیاء اللہ شاہ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ان کے جانشین سیّد وہب اللہ شاہ نے اسے کراچی میوزیم کو فروخت کر دیا۔ جن دنوں اس کے فروخت ہونے کی بات چل رہی تھی اتفاقاً انہی دنوں یہ ناکارہ حضرت الشیخ سیّد بدیع الدین شاہ مرحوم کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ میں نے حضرت الشیخ سے اس کتب خانہ کو دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ تو اسی روز عصر کی نماز کے بعد ادھر چل نکلے۔ سیّد وہب اللہ شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کتب خانہ کھلوایا گیا تو ناگوار سی بو نے استقبال کیا۔ ایک بڑے لمبے ہال میں دونوں جانب کتابیں الماریوں میں مزین تھیں۔ بہت سی کتابیں بوسیدہ ہو چکی تھیں۔ علامہ المزی کی تذہیب الکمال کا ناقص نسخہ جو اکثر کرم خوردہ تھا دیکھ کر دل بھر آیا۔ کچھ وقت کتب خانہ میں گزرا۔ کتب خانہ کی خستہ حالت اس کے منتظم کی بے ذوقی پر نوحہ کناں تھی۔ حضرت الشیخ نے وہاں دھوپ گھڑی کے آثار بھی دکھلائے۔ جو گھڑیوں کے عام ہونے کی بنا پر اپنی اہمیت کھو گئی تھی۔

حضرت سیّد پیر احسان اللہ شاہ صاحب کا علمی ذوق بہت اچھا تھا۔ اس بنا پر ان کا کتب خانہ محفوظ رہا بلکہ مسلسل اس میں اضافہ ہوتا رہا۔ لیکن ان کی وفات کے بعد اس کتب خانہ کی کچھ کتابیں حضرت الشیخ سیّد بدیع الدین رحمہ اللہ نے حاصل کر لیں اور اکثر حصہ حضرت شاہ صاحب کے پاس رہا۔ حضرت شاہ صاحب کے بعد ان کی اولاد کے باہم مشورہ سے کتب خانہ کا اب انتظام و انصرام ان کے چھوٹے صاحبزادے عزیز محترم مولانا سیّد قاسم شاہ صاحب سرانجام دے رہے ہیں۔ موصوف ماشاء اللہ اپنے والد گرامی کے صحیح علمی جانشین ہیں۔ علم و فضل کے ساتھ ساتھ تواضع و انکساری، مہمان نوازی انہیں ورثہ میں ملی ہے۔ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو اپنے آباء و اجداد کا صحیح جانشین بنائے اور عظیم علمی ورثہ کی حفاظت اور اس کی اشاعت کی توفیق بخشے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

ہمارے ممدوح حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے علمی ذوق کی بنا پر کتب خانہ کو سنوارنے اور اس میں قیمتی کتابوں کے اضافہ میں کوئی کسر باقی نہ رہنے دی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا کتب خانہ مرجع علماء رہا۔ پاکستان ہی نہیں دوسرے اسلامی ممالک سے بھی اہل علم حاضر ہوتے اور وہاں اپنے ذوق کی تسکین پاتے۔ چنانچہ ماضی قریب کے نامور حنفی عالم اور محقق شیخ علامہ عبدالفتاح ابوغدہ شیخ محمد اکرم بن عبدالرحمٰن سندھی کی "امعان النظر بشرح شرح نخبة الفكر" کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قد رايت هذا الشرح العظيم في رحلتي الى الهند وباكستان سنة ١٣٨٢ هـ في مكتبة الشيخ محب الله شاه صاحب العلم السادس حفظه الله تعالى في قرية بير جنده التابعه لحيدر آباد السند، وهو شرح واسع جدًا يبلغ ٣٥٠ صفحة من القطع الكبير ورقمه ١٣ في علم اصول الحديث ...... وهذه المكتبة احفل المكاتب الخاصة المخطوطة التي رايتها في الهند وباكستان، فيها كتب في غاية النفاسة والندرة من كتب الحديث وعلومه۔ أقمت فيها يومين كانا من أطيب ايام العمر جزى الله مؤسها وصاحبها أطيب الجزاء والمثوبة."

(الرفع والتكميل، ص: ٩٧، ط: ٣، ص: ٧٧، ط: ٢)

"یہ عظیم شرح میں نے ۱۳۸۲ھ میں ہند اور پاکستان کے سفر کے دوران شیخ محب اللہ شاہ صاحب العلم السادس کے مکتبہ میں دیکھی۔ جو پیر جھنڈا لبستی میں حیدر آباد سندھ کے مضافات میں واقع ہے یہ بڑی وسیع شرح ہے جو بڑے صفحات کے ۳۵۰ صفحات پر مشتمل ہے اور علم اصول حدیث کی کتابوں میں کتاب نمبر ۱۳ ہے۔ ہندو پاکستان میں جس قدر میں نے ذاتی مخطوط مکتبے دیکھے ہیں ان میں یہ مکتبہ بہت بڑا ہے۔ جس میں کتب حدیث اور علوم الحدیث کی انتہائی نفیس اور نادر کتابیں ہیں۔ میں اس مکتبہ میں دو دن رہا میری زندگی کے یہ بہترین دن تھے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مؤسس اور مالک کو بہترین اجر وثواب عطا فرمائے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ ابوغدہ کے علاوہ عرب وعجم کے بہت سے شیوخ نے اس مکتبہ سے استفادہ کیا۔ اور بہت سی نادر کتابیں اس کے قلمی نسخوں سے زیورطبع سے آراستہ ہوئیں۔ امام حاکم کی المستدرک طبع ہوئی تو اس کا کامل، سب سے صحیح اور بہترین کتابت کا حامل نسخہ آپ کے اس مکتبہ سے دستیاب ہوا جس کا اعتراف المستدرک کے ناشرین نے ان الفاظ سے کیا:

”ونسخة كاملة من مكتبة السيد شاه احسان الله بن رشد الله السندهي المعرف بصاحب اللواء وهي اصح النسخ واحسنها كتابة.“

(المستدرك، ج: ٤، ص: ٦١١)

اسی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ کی السنن الکبری زیورطبع سے آراستہ ہوئی۔ تو اس کا ایک نسخہ اسی مکتبہ سے حاصل کیا گیا۔ چنانچہ لکھا ہے:

”فالنسخة الاولى لصاحب العلم والعرفان مولانا الحافظ سيد شاه ابى محب الله احسان الله بن رشد الله السندى المعروف بصاحب اللواء اللواء الخامس ادام الله فيوضه وبركاته العلمية والعرفانية.“

(السنن، ج: ١، ص: ٤٦٧)

امام ابویعلی کی مسند اور علامہ ابن الجوزی کی العلل المتناہیۃ فی الاحادیث الواہیہ کا نسخہ بھی راقم کو حضرت شاہ صاحب کے مکتبہ سے حاصل ہوا۔ اسی طرح حمدی عبدالمجید رحمہ اللہ نے مسند الشامیین کو تحقیق وتخریج سے طبع کرایا تو اس کا ایک نسخہ حضرت شاہ صاحب اور دوسرا ان کے برادر صغیر حضرت الشیخ سیّد بدیع الدین رحمہ اللہ سے حاصل کیا۔ جس سے ان کے کتب خانہ کی حیثیت واہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

علمی ذوق:

حضرت شاہ صاحب کا علمی ذوق وشوق انہیں اپنے والد گرامی حضرت شاہ احسان اللہ اور اپنے دادا مرحوم سیّد رشد اللہ شاہ صاحب سے ورثے میں ملا تھا۔ حضرت رشد اللہ شاہ صاحب کو شیخ الکل حضرت میاں سیّد نذیر حسین محدث دہلوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ پیر جھنڈا میں مکتبہ کی بنیاد بھی انہوں نے رکھی۔ ان کی تصانیف میں ”درج الدرر فی وضع الایدی علی الصدر، عین المتانة فی تحقیق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکرار الجماعة ، رفع الریب فی مسئلہ علم غیب" وغیرہ کے علاوہ سب سے اہم تصنیف "کشف الاستار عن رِجال معانی الآثار" ہے جو دراصل علامہ عینی کی کتاب "معانی الاخیار" کا اختصار ہے جسے انہوں نے ۱۳۲۲ھ میں مدینہ منورہ میں مرتب کیا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم کے اہتمام سے یہ عظیم الشان کتاب ۱۳۴۹ھ میں شائع ہوئی۔ مفتی صاحب نے لکھا ہے "لخصہ شیخ العرب والعجم صاحب العلم والعلم حضرت مولانا ابو تراب رشد اللہ شاہ السندھی الشہیر بصاحب العلم الرابع" جس سے سیّد رشد اللہ شاہ صاحب مرحوم کے علمی ذوق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ❶ اس کشف الاستار کے بعض مقامات پر حضرت پیر ابو محب اللہ احسان اللہ شاہ مرحوم کے حواشی ہیں۔ جن سے علم رجال کے بارے میں ان کی وسعت معلومات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ "مسلك الانصاف فی افادة الاحناف علی طریق الاسلاف" کے نام سے بھی ان کی ایک کتاب ہے۔ مگر زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوسکی۔ مؤرخ اسلام مولانا سیّد سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

> "مرحوم حدیث رجال کے بڑے عالم تھے۔ ان کے کتب خانہ میں حدیث وتفسیر ورجال کی نایاب قلمی کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا۔ ان کے شوق کا یہ عالم تھا کہ مشرق ومغرب، مصر وشام، عرب وقسطنطنیہ کے کتب خانوں میں ان کے کاتب وناسخ نئی قلمی کتابوں کی نقل پر معمور رہتے تھے۔" (یادرفتگان ص ۱۸۶)

یہی خاندانی علمی ذوق حضرت شاہ صاحب اور ان کے برادر اصغر حضرت الشیخ سید بدیع الدین رحمہ اللہ کے حصہ میں آیا۔ علوم حدیث اور اسماء الرجال پر ان کی بڑی گہری نظر تھی۔ مطالعہ بڑا وسیع تھا اور ان کی تصانیف اس بات کا منہ بولا ثبوت ہے جو تین درجن سے زائد کتب ورسائل پر مشتمل ہیں۔ ان کے اسی حسن ذوق کی بنا پر اس ناکارہ نے عرض کیا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب القراءة کے رجال مرتب ہونے چاہئیں۔

❶ عرصہ ہوا کہ تقریب التہذیب کے حوالے سے بعض باتیں اس ناکارہ نے حضرت شاہ صاحب سے بذریعہ خط عرض کیں۔ اور بعض ان رجال کا بھی تذکرہ کیا جو تقریب کی شرط پر ہیں مگر تقریب میں نہیں۔ اور اسی ضمن میں عرض کیا گیا کہ کشف الاستار میں بھی سلیمان بن مسہر الفزاری کا ترجمہ نہیں ہے حالانکہ امام طحاوی نے باب التطوع بعد الجمعۃ ج:۱، ص:۲۳۳، ط: کراچی میں اس کے واسطہ سے روایت ذکر کی ہے۔ تو حضرت مرحوم نے تعجب وتشکر کے ملے جلے کلمات سے تحسین فرمائی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میری اس تجویز کو حضرت شاہ صاحب نے عملی جامہ پہنایا اور کتاب القراءۃ کے رجال وتہذیب کی ترتیب پر مرتب فرمائے۔ اسی طرح حضرت موصوف کتاب الثقات مرتب کر رہے تھے مگر افسوس کہ وہ مکمل نہ ہو پائی کہ جامہ زندگی چھلک پڑا۔ جس کا نام خود انھوں نے "طریق السداد وفصل المقال فی تراجم الرواۃ الثقات الذین لیس لهم ذکر فی تهذیب الکمال" رکھا۔ سنن دارقطنی کے رجال بھی حضرت موصوف اس ناکارہ کے تقاضا پر مرتب کر رہے تھے۔ راقم نے اس کا جو خاکہ بنایا عرصہ ہوا اس کا مسودہ بھی حضرت کی خدمت میں بھیج دیا گیا تھا۔ مگر افسوس وہ اس کی تکمیل نہ کر پائے۔ حضرت شاہ صاحب کے شاگرد رشید شیخ مجدی عبد المجید کی تحقیق سے امام طبرانی کی المعجم الکبیر زیور طبع سے آراستہ ہوئی تو اس کی ابتدائی جلدوں کی تصحیح اور اس کے حواشی میں مفید اضافہ فرمایا۔ پہلی دو جلدوں پر یہ نقد وتبصرہ تو انھوں نے اس ناکارہ کو بھی ارسال فرمایا تھا شیخ مجدی نے اس کے دوسرے ایڈیشن میں حضرت شاہ صاحب کی اس محنت کو شکریہ کے ساتھ کمر کیا۔ جس سے ان کے حسن ذوق اسماء الرجال پر گہری نظر اور اس بارے میں ان کی وسعت علم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

احقر کی حدیث پاک یا اس کی اسناد کے بارے میں کوئی اشکال ہوتا تو حضرت کی خدمت میں مدعی عرف کردیتا تفصیلاً جواب ارسال فرماتے اور تشفی ہوجاتی یہی سلسلہ حضرت الشیخ بدیع الدین رحمہ اللہ سے رہا۔ مگر آہ!

آج اک اور برس بیت گیا ان کے بغیر
جن کے ہوتے ہوئے تھے زمانے اپنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر مولا بخش محمدی ☆

علامہ سیّد محب اللہ شاہ راشدیؒ

کچھ یادیں کچھ باتیں

علامہ سید محبّ اللہ شاہ راشدی کا نسب نامہ کچھ اس طرح ہے۔ سیّد محبّ اللہ شاہ بن سیّد احسان اللہ شاہ بن سید رشد اللہ شاہ بن سید رشید الدین بن محمد یاسین بن سید راشد شاہ بن سید محمد بقا شاہ راشدی۔ آپ نے انتہائی پاکیزہ ماحول میں آنکھیں کھولیں، جہاں علم و ادب کا چرچہ تھا، آپ کے والد ماجد علامہ سید احسان اللہ شاہ راشدی وقت کے جید عالم، فاضل، متقی اور فن رجال کے امام مانے جاتے تھے۔ پورے گھرانے میں خالص کتاب وسنت پر عمل کیا جاتا تھا، آپ کے جد امجد سید رشد اللہ شاہ نے اپنے گاؤں پیر جھنڈو میں امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے ساتھ مل کر مدرسہ دار الرشاد پیر جھنڈو کا رجب ۱۳۱۹ھ بمطابق ۱۹۰۱ء میں بنیاد رکھی۔ واضح رہے کہ یہ مدرسہ سندھ کی تاریخ میں قدیم ترین مدارس میں شمار کیا جاتا ہے۔ جہاں سے کسی زمانہ میں اپنے دور کے باکمال فضلاء وعلماء تیار ہوکر نکلے، جنہوں نے برصغیر میں بڑی علمی ادبی اور محققانہ خدمات سرانجام دیں، بفضلہ تعالیٰ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی نے تقریباً اپنے دور کے باکمال علماء عظام سے اکتساب علم کیا جن کی تعداد اٹھارہ ۱۸ تک جا پہنچتی ہے۔ جو اپنے فنون میں شہرہ آفاق رکھتے تھے۔

آپ نے مروجہ علوم اسلامیہ کی تکمیل اور حفظ قرآن کے ساتھ علوم جدید پر بھی مکمل دسترس حاصل کرلی۔ علاوہ بریں سید صاحب فاضل علوم شرقیہ بھی تھے۔ آپ کو علوم اسلامیہ کے ساتھ مغربی علوم وافکار اور لٹریچر پر بھی عبور تھا۔ جن کا اظہار ان کی تصانیف سے بھی ملتا ہے۔ آپ عموماً بسیار گوئی سے مجتنب اور خاموش طبع تھے۔ تاہم ان کی دعوت وتبلیغ درد وسوز میں ڈوبی ہوئی کتاب وسنت کے دلائل سے لبریز اور ایمان افروز، دل میں اتر جانے والی ہوا کرتی تھی۔ آپ مدرسہ میں بڑی کتابیں پڑھانے کے ساتھ جامع مسجد میں روزانہ درس قرآن دیا کرتے تھے جس میں فہم قرآنی عروج پر ہوتا تھا۔ آپ مدرسہ میں معقولات و

☆ صوبہ سندھ کے معروف ادیب ومقالہ نگار پروفیسر گورنمنٹ ڈگری کالج مٹھی ضلع تھرپارکر۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منقولات کی مشکل ترین کتب ایسے دلچسپ سہل اور دلنشین انداز سے پڑھاتے کہ عام طلباء بھی علمی تشنگی دور کر کے اپنے دامن کو زیور علم سے آراستہ کرتے تھے۔ بفضلہ تعالیٰ اس خاکسار کو بھی یہ بے مثال اعزاز نصیب ہوا کہ ایک مدت مدید تک نماز عصر سے مغرب تک حضرت شاہ صاحب کے اپنے عالی علمیہ کتب خانے ہی میں حدیث اور علوم عالیہ کی کتب سے اکتساب حاصل ہوا۔ جن میں تفسیر بیضاوی، سنن ترمذی، شرح عقائد نسفی" جیسی کتب شامل تھیں۔ یہ کتب آپ نے کمال شفقت سے سبقاً سبقاً پڑھائیں۔

آپ کے پاس وطن عزیز کے چپے چپے سے علمی استفسارات بھی آیا کرتے تھے اور وقت کی بڑی بڑی قابل ذکر علمی شخصیات کے مکاتیب بھی آیا کرتے تھے جن کا آپ باقاعدگی سے بلاناغہ جواب ارسال کیا کرتے تھے اور علمی مسائل کا کتاب وسنت کی روشنی میں حل پیش کرتے تھے۔ جس نے علمی حلقوں میں خوب پذیرائی حاصل کی ان کا ایک بڑا حصہ آج بھی راقم الحروف اور مکتبہ عالیہ علمیہ میں علمی میراث کی حیثیت سے موجود ہے۔

مزید یہ کہ حضرت شاہ صاحب نئی کتب میں سیاسی علمی، ادبی، مذہبی اور تحقیقی جرائد تک کا بلا تفریق مسلک مطالعہ فرمایا کرتے تھے اور حالات حاضرہ سے بخوبی مکمل آگاہی رکھتے تھے۔

ان کا کتب خانہ "المکتبة العالية العلمية" دنیائے کتب میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ جہاں تفسیر، مغازی، حدیث، اصول وغیرہ کی قدیم اور نایاب کتب کے نسخوں کا حساب نہ تھا۔ اسلامی دنیا کے ممتاز اسکالر ڈاکٹر حمید اللہ جیسے اصحاب علم وفن بھی اس کتب خانہ میں استفادہ کی غرض سے تشریف لایا کرتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کے مزاج میں تواضع تھا۔ علمی تفوق میں یگانہ روزگار تھے۔ روحانی برتری، زہد و تقویٰ، دینی مذہبی خدمات قابل رشک تھیں۔ آج بھی ان کے علمی، تحقیقی مضامین، مقالات اور تصانیف کے مطالعہ سے ان کا علم وفضل قاری پر بخوبی آشکار ہوتا ہے۔ بلاشبہ آپ زہد وورع، اتباع سنت، سادگی، تقویٰ میں آیت من آیات اللہ تھے۔ مطالعہ اور مشاہدہ کا اشتیاق تو میراث میں تھا، حافظہ بلا کا تھا، عربی اردو اور فارسی اشعار کا برمحل استعمال ان کی گھٹی میں تھا۔ قوت بیان کے ساتھ فن تحریر ونگارش کا بھی عمدہ اور نفیس ذوق رکھتے تھے۔ شاہ صاحب! بلاشبہ مفسر قرآن، علوم شرعیہ وشرقیہ کے متبحر، عالم ربانی، صاحب اسلوب، نثر نگار، عربی زبان وادب کے عظیم شناور، بلکہ عربی میں آپ نے جو شاعری فرمائی ہے وہ ایسی جسے اہل لسان نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی داد دی۔

کتاب وسنت کے لاکھوں طلباء کے عظیم استاد اور مربی تھے۔ درجنوں علمی بلند پایہ مضامین و مقالات کے مصنف تھے۔ فن استفتاء میں خصوصی ملکہ رکھتے تھے۔ ان کی بزم میں بیٹھنا، ان کے منہ سے جھڑتے ہوئے الفاظ کے پھول چننا ایک سعادت عظیم سے کم نہ تھا، افسوس کے ناقدریٔ زمانہ سے ایسی نابغہ روزگار شخصیت کی کماحقہ زندگی میں قدر نہ کی گئی۔

اس کو ناقدریٔ عالم کا میلہ کہتے ہیں
مرگئے ہم تو زمانے نے بہت یاد کیا

آپ ماشاء اللہ خوش شکل، خوش ذوق، خوش اطوار اور خوش پوش ہونے کے ساتھ انتہائی خوش خلق ملنسار اور ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے لہجہ میں دھیما پن، شائستگی، طبیعت میں انکسار، بہت سارے دیگر علماء کے مقابلے میں اضافی خوبیاں تھی۔ خود کم بولتے جب بولتے تو تول کر بولتے۔ دوسروں کو زیادہ سنتے اور سمجھا کرتے تھے۔ عموماً کہا کرتے تھے کہ ''خالق کائنات نے ہمیں دو کان اور ایک زبان دی ہے لہٰذا اسی تقسیم کے مطابق زندگی گزار دی جائے تو قانون فطرت قریب ہوگی۔'' کاش آج ہمارے معاشرہ میں رہنے والوں کو یہ نقطہ سمجھنے کی توفیق نصیب ہو تو برے بڑے مصائب خود بخود دم توڑ دیں۔

اپنے سینے میں سمیٹے ہوئے لاکھوں طوفان
میں ہوں خاموش زمانہ میں سمندر کی طرح

شاہ صاحب اپنے مہمانوں کے ایک انتہائی پسندیدہ میزبان کی حیثیت رکھتے تھے، ضد، تعصب، بے جا بحث، افراط وتفریط سے گریزاں اور نالاں رہتے تھے علامۃ العصر ہونے کے باوجود ادعائے علم کا تو کوئی شائبہ تک ان میں نظر نہ آتا تھا۔ آپ نے بڑی دلنواز شخصیت پائی، متواضع، نرم خو، خوش گفتار، سنجیدہ اور متین تھے۔

ایام طالب علمی میں مجھے روزانہ گھنٹوں تک حضرت شاہ صاحب سے امت مسلمہ کے مسائل پر کھل کر بات کرنے کا موقع ملا۔ ۲۵ جون ۱۹۷۷ء میں جب راقم الحروف درس نظامی کی آخری کتاب پڑھنے کی غرض سے حضرت شاہ صاحب کے ہاں قیام پذیر تھا تو عصر کے وقت سے مغرب تک پورا وقت مجھے عنایت فرمایا یہ حاضریاں میری زندگی کے مسعود ترین لمحات تھے۔ ان کی متانت، سنجیدہ گفتگو نے مجھ جیسے کئی احباب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ساری زندگی ان کا گرویدہ بنائے رکھا۔ گو وہ کم گو تھے۔ لیکن بڑے ابرک تھے۔ بڑھک بازی سے پرہیز کرتے تھے۔ بلکہ ایک بہت ہی اچھے صابر سامع تھے۔

لائیں نہ جن کی تاب سمندر بھی دوستو
آنکھوں میں جھانکتے ہیں وہ طوفان کبھی کبھی

ان سے میری عقیدت مندی کا عرصہ تقریباً بیس برس تک دراز ہوا، انہوں نے اپنی شفقت کی بانہیں پھیلائیں تو میں ایک مؤدب تلمیذ کی طرح ان کی علمی بزم میں رچ بس گیا۔ بلاشبہ آپ علمی اور عملی اعتبار سے انتہائی بے ضرر قسم کے مثالی انسان تھے۔ ان کا عالی علمی، ادبی اور کتب بینی کا ذوق نکھرا ہوا تھا۔ میرے پاس الفاظ نہیں جن سے ان کی علمی گہرائی اور گیرائی ناپ سکوں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ اپنی مثال آپ تھے۔ وہ جب بھی قلم سنبھال کے لکھنے بیٹھتے تو بلا تردد ادباء کی طرح عربی میں بھی بہترین عبارات قلمبند کرتے جاتے تھے۔ جو اتنی بے ساختہ، مسلسل رواں اور شگفتہ ہوا کرتی تھیں جس کا احاطہ مجھ سا مبتدی نہیں کر سکتا۔ ان کی عبقری شخصیت میں قدیم و جدید اسالیب اس طرح جمع ہو کر یکجاں ہو جاتے کہ مطالعہ کرنے والا داد و تحسین دیے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ بولتے تو ایسا اہل لسان کی طرح فصیح و بلیغ بولتے کہ سننے والا دنگ رہ جاتا۔

دیکھا جو تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

آخر ایسے کیوں نہ ہو؟ کہ اس نے ایک ایسے عالمی علمی اور مثالی گھرانہ میں پرورش پائی جس گھر میں والد علامہ سید احسان اللہ شاہ راشدی اور بھائی شیخ العرب والعجم سیّد علامہ بدیع الدین شاہ راشدی جیسی شاہِ ادب محدث عصر ہستیاں ہوئیں۔ یہ اعزاز خال خال کسی کے نصیب میں آتا ہے۔ آہ کیا کیا ہمارے عظیم اسلاف تھے۔

تازہ خواہی داشتن گرداغ ہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

افسوس کہ آج ہمارے اکابر سے ہم رشتہ منقطع کر کے علم و ادب سے خالی ہاتھ ہو رہے ہیں۔ نیا عربی ادب جس میں بڑی اور علمی کتب خارج کرتے کرتے، ہم نے اس کو مختصر ترین کر کے ''آدھا تیتر آدھا بٹیر''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق پہلے ہم نے فارسی کو دیس نکالی دی اب چند کتب سطحی پڑھ کر فلاسفر بنے پھرتے ہیں۔

اب کہاں وہ ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تجھ کو میر سے صحبت نہ رہی

بہرحال شاہ صاحب! علوم قدیم و جدید کے مرقع تھے۔ علمی، ادبی، فقہی اور مسلکی بلکہ ہر طرح کے امور پر دسترس رکھتے تھے۔ میں نے انہیں بہت ہی قریب سے دیکھا تقریباً ایک برس تک ان کے ہاں حصول تعلیم کی غرض سے قیام کیا، ہر موقع پر میں نے انہیں انتہائی مخلص، خشیت الٰہی رکھنے والا، غیر متعصب، معاملہ فہم، حقیقت پسند، ٹھنڈے مزاج کا سلجھا ہوا انسان پایا۔ علمی اعتبار سے باوقار متوازن صلح جو، صابر و حلیم وردمند دل کے مالک، دوسرے کے نقطہ نگاہ کو سننے اور سمجھنے اور ان کی رائے کا احترام کرنے والا پایا۔

وہ کسی سے بھی جوڑنا چاہتے تھے تو توڑنا نہیں چاہتے تھے۔ ان کی علمی بزم آج بھی صفحہ ذہن میں محفوظ ہے۔

صورتیں آنکھوں میں پھرتی ہیں وہ نقشے یاد ہیں
کیسی کیسی صحبتیں خواب پریشان ہوگئیں

شاہ صاحب کو قدرت نے قوت حافظہ اور قوت استدلال سے خوب نوازا تھا۔ آپ نیک سیرت، طہارت باطنہ کے حامل تھے۔ تسبیح وتہلیل کا ذکر واذکار تلاوت وعبادت میں اکثر مشغول رہا کرتے تھے۔

شاہ صاحب کا نسبی تعلق سادات کے ایک ایسے خانوادہ سے تھا کہ عقیدہ ایمان میں کامل پختگی، استقامت، جہاد فی سبیل اللہ کا شوق اور تمنا طرۂ امتیاز تھے۔

میں جب بھی ان کی خدمت عالیہ میں شرف باریابی حاصل کرتا تو مَن کی دنیا پر انہی کا جھنڈا لہرانے لگتا۔ ایک بار ان کی پوری زندگی کے ماحصل کے طور پر دس سوالات مرتب کر کے حاضر خدمت کیے جن میں ان کی پوری زندگی کا عکس آ جائے۔ آپ نے کمال شفقت سے فل پیج کے ڈیڑھ سو ۱۵۰ سو سے زائد صفحات پر مشتمل جواب تحریر کیا۔ جو نہ صرف قابل مطالعہ ہے بلکہ نئی نسل کے لیے بھی مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ شاہ صاحب نے مجھ جیسے ایک عقیدت مند اور تلمیذ کو دو سو سے زائد مفصل مکتوبات بھی تحریر کیے جن میں ذاتی خلوص، محبت، اپنائیت کے علاوہ ملک وملت کے ناگفتہ بہ حالات پر خوب تبادلہ خیال کیا ہے۔ ان مکاتیب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے فائل آج بھی میرے لیے عظیم علمی سرمایہ ہیں۔ شاہ صاحب نے زندگی کے آخری لمحات تک سلسلہ مواخات اور سلسلہ مکتوبات منقطع نہ کیا۔ ناسازی کی وجہ سے جب خود میں لکھنے کی ہمت نہ رہی تو آپ نے اپنے ہونہار فاضل نوجوان حضرت مولانا سید محمد قاسم شاہ دامت برکاتہ اور سید راشد صاحب سے لکھوا کے ارسال کیے۔ آہ جانے والے اپنے پیچھے کتنی خوشگوار اور سہانی یادیں چھوڑ گئے۔ بس

مٹ چلے میری امیدوں کی طرح حرف مگر
آج تک تیرے خطوں سے تیری خوشبو نہ گئی

میں نے اسلامی تعلیمات پر مشتمل معلومات ایک کتاب بعنوان ''اسلام کیا ہے؟'' لکھی اور شاہ صاحب کی خدمت میں نظر ثانی کی غرض سے حاضر کرنے کی جسارت کی۔ چند روز کے بعد آپ نے اپنے مکتوب گرامی میں نہ صرف یہ لکھا کہ کتاب بہت پسند آئی بلکہ یہ انتہائی خوبصورت فاضلانہ مقدمہ بھی تحریر فرما دیا اور لکھا کہ یہ کتاب ہماری نئی نسل کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگی۔ مجھے یہ معلوم کر کے انتہائی مسرت ہوئی کہ آپ نے کتاب کو بنظر تحسین دیکھ کر ایک انتہائی خوبصورت فاضلانہ مقدمہ بھی تحریر فرمایا۔ بلاشبہ ان کی یہ رائے اور حوصلہ افزائی میرے لیے حقیقی سرمایہ تحسین ہے۔ اب ایسی یگانہ روزگار شخصیت کہاں؟ اقبال نے کیا خوب کہا:

دگر دانائے راز آید کہ نہ آید

شاہ صاحب! تاریخ ساز تھے خود ایک تاریخ بھی، عہد ساز تھے خود ایک عہد بھی۔ ان کے فکر و فہم قلم اور انداز بیاں نے دلوں کو مسخر کر دیا۔ قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ جدید سائنس کی گتھیاں سلجھانے کا ان کا ایک مختلف، منفرد، اور دل پزیر انداز تھا۔ جو ان کی تصانیف میں بھی جھلکتا ہے۔ جن کا ایک عظیم ذخیرہ ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ وہ ایک معلم بھی تھے۔ ایک مکتب بھی۔ بلکہ ایک مکتبہ فکر بھی۔ وہ ایک ایسے تابناک چراغ تھے جن سے لاکھوں چراغ روشن ہوئے۔ ان کے خوشہ چینیوں میں سے مجھ جیسے کئی کم علموں کو قلم و قرطاس ہی کا کر دیا۔ کثرت مطالعہ اور مشاہدہ نے ان کی کمر جوانی ہی میں جھکا دی تھی فقہی جمود کے خلاف تشدد اور انتہا پسندی کو راہ اعتدال کی جدوجہد نے انہیں قبل از وقت بڑھاپے میں ان کے چہرہ پر نورانی تجلیات عیاں کر دیں۔

جو رکے تو کوہ گراں تھے ہم، جو چلے تو جاں سے گزر گئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہ یار ہم نے قدم قدم تجھے یاد گار بنادیا

آپ نہایت روشن خیال، روشن دماغ، وسیع الظرف، وسیع المشرب، کثیر المطالعہ، قلم کار، دوستوں کے مخلص دوست تھے۔ بلکہ دشمنوں کو بھی دوست بنانے کا فن جانتے تھے۔ ان کا منفرد اسلوب بیان سامعین کو مسحور کر دیتا تھا۔ انداز بیان مناظرانہ ومجادلانہ ہونے کے بجائے مصالحانہ اور سوز وگداز درد دل میں ڈوبا ہوا ہوا کرتا تھا۔ جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل کی دنیا پر سکہ جمانے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔ جو شاہ صاحب کی علمی بزم سے ہو کر آیا اسے کہیں قرار نہیں وہ تو انہی کا ہو چکا۔ وہ میرے انتہائی مہربان تھے۔ ان سے پہلی اور یادگار ملاقات جامع مسجد پیر جھنڈو میں نماز عشاء کے وقت ہوئی۔ جو ناقابل فراموش ہے۔ آپ درمیانہ قد، انتہائی نفاست پسند، خوبصورت، سرخ وسفید، گورے چٹے، کشادہ پیشانی، بڑی بڑی خوبصورت جھیل سی آنکھیں، پرکشش چہرہ، بلند و بالا ناک، گھنی اور سفید ریش کچھ جھک کر چلتے تھے۔ پہلی ہی ملاقات میں کمال اخلاص، بلند اخلاق، محبت ولطافت اور شیریں بیان نے محفوظ کرلیا۔ میں ان کی دل پذیر اور دلآویز شخصیت کا ہمیشہ کے لیے ہو کر ہی رہ گیا۔

میں جب بھی ان سے ملا تو اسے پیکر اخلاص اور محبت ہی پایا۔ اجازت لیتے وقت بھی ہاتھ پکڑ کر سینے سے لگا کر بڑی شفقت اور دعاؤں سے رخصت کیا کرتے تھے۔ افسوس کے ان کی مفارقت کے بعد ان کے دست محبت اور دعاؤں سے خود کو محروم سمجھتا ہوں۔

زمیں کھا گئی آسمان کیسے کیسے

وہ کس قدر پرمسرت لمحات تھے کہ ۱۰ مئی ۱۹۸۵ء کو جب مدرسہ دار الرشاد پیر جھنڈو میں علوم اسلامیہ سے فارغ التحصیل طلباء کی رسم دستار بند ہوئی جس میں پروفیسر ظفر رحمہ اللہ، پروفیسر محمد یامین رحمہ اللہ محمدی، مولانا عبد الخالق رحمانی اور دیگر زعماء نے شرکت کی۔ ان کے ساتھ حضرت علامہ سید محب اللہ شاہ راشدی نے جہاں اپنے فرزند فاضل جلیل فضیلۃ الشیخ سید محمد قاسم شاہ صاحب راشدی حفظہ اللہ کی دستار فضیلت کی رسم ادا کی جب خاکسار راقم الحروف کی باری آئی اور شاہ صاحب نے دستار فضیلت سے نوازا تو ناچیز کی مسرت ناقابل بیان تھی وہ شادمانی کے پرمسرت لمحات کبھی نہیں بھول سکتا۔ ایسی پرمسرت بہاریں زندگی میں کبھی کبھی نصیب ہوتی ہیں۔ اتنی مدت بیت جانے کے باوجود دستار فضیلت اپنی خوبصورت یادوں کے ساتھ سنبھالے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے ہوں۔

محبتیں مصور ہمیں یاد آئیں گی
کوئی عجب مرقع نہ دکھانا ہم کو

سید محبّ اللہ شاہ راشدی کے تین فرزند (۱) سید محمد یاسین شاہ صاحب (۲) سید محمد راشد شاہ صاحب (۳) سید محمد قاسم شاہ صاحب تینوں مخلص ملنسار باصلاحیت بے پناہ خوبیوں کے مالک ہیں۔

سید محبّ اللہ شاہ راشدی صاحب میرے لیے اور میرے جیسے دوسرے لوگوں کے لیے شفقت، محبت، لحاظ، مروت، رواداری اور خلوص کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھے۔ گویا پیکر تھے وہ ان خصوصیات کے جو آج زمانے سے ناپید ہوتی جارہی ہیں۔ دکھوں کے مارے لوگ ان کے پاس بیٹھ کر ان سے گفتگو کر کے، کچھ دیر کے لیے دنیاوی سارے غم و اندوہ بھول جاتے تھے اور انہیں بھی یہ دنیا اتنی اچھی لگتی کہ اس میں رہنے کو جی چاہتا۔ وہ صرف نیک دل ہی نہ تھے بلکہ بے پناہ صلاحیتوں کے مالک اور جدید زبان میں دانشور تھے۔ دردمند دل کے ساتھ دماغ بھی عالی رکھتے تھے، ضمیر زندہ اور جرأت کے مالک تھے۔ اپنے سینے کو بغض، عناد اور ضد سے پاک رکھتے تھے۔ کچھ لوگ جو زندہ دل شمار ہوتے ہیں وہ اپنی باتوں اور یادوں سے اپنے مثالی اور بے داغ کردار سے مرنے کے بعد بھی دلوں میں زندہ رہتے ہیں۔

سید علامہ احسان اللہ راشدی کے گھر میں سید محبّ اللہ شاہ راشدی نامی عظیم ستارے نے ۲ اکتوبر ۱۹۲۱ء میں گوٹھ پیر جھنڈو میں جنم لیا وہ علم و ادب کا بحر بے کنار تابناک آفتاب ۲۱ جنوری ۱۹۹۵ء کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسی گاؤں میں غروب ہوگیا۔ اللہ بس باقی ہوس۔

سید صاحب! ایسے جید عالم، فاضل، مفکر، مدبر، محدث و مفسر تھے جن کا کوئی مدمقابل نظر نہیں آتا۔ ان کے سانحہ ارتحال کی روح فرسا خبر دلوں پر خنجر بن کر چلی دل کے زخموں سے رسنے والا خون آنکھوں سے آنسو کی صورت میں ٹپکا وہ کیا گئے رونق گلستاں ہی ختم ہوگئی، بقول احمد فراز

بچھڑے کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے شہر کو ویراں کر گیا

شاہ صاحب! آخری ایام میں تمام قویٰ مضمحل ہونے کے ساتھ نقاہت کی زیادتی کے باوجود گفتگو کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہی شیریں لب ولہجہ، دل میں اتر جانے والے بول پر لطف الفاظ۔ ان کے سامنے ہاتھ باندھے حاضر رہتے تھے۔ وہ ایک شہرہ آفاق فاضل علامہ فن حدیث کے روح رواں، صاحب طرز ادیب ہی نہ تھے بلکہ اعلیٰ کردار کے ساتھ صاحب گفتار بھی تھے۔ ان کی ہر دلعزیز اور مقبولیت عامہ کا انداز، ان کے نماز جنازہ سے ہی ہوتا تھا۔

ہے رشک ایک خلق کو جوہر کی موت پر

آپ کی نماز جنازہ بھی آپ کے چھوٹے بھائی شیخ العرب والعجم علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ نے بڑی رقت کے ساتھ پڑھائی اور اپنے والد مرحوم سید احسان اللہ شاہ کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات اور خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ ان کی بشری کمزوریوں اور لغزشوں کو معاف فرمائے۔ ان کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ امت مسلمہ کو ایسے جلیل القدر خادمان دین سے نوازے جو حلقہ یاراں میں ابریشم کی طرح رحماء بینھم کی طرح ہوں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدہ عالم دوام ما

****

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ ☆

سیّد محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ

1: استاذ محترم مولانا ابوالقاسم محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ سے میری پہلی ملاقات ان کی لائبریری ''مکتبہ راشدیہ'' میں ہوئی تھی، میرے ساتھ کچھ اور طالب علم بھی تھے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ انتہائی محبت و شفقت سے اپنی لائبریری کا تعارف فرما رہے تھے۔ محدثین کا قدیم زمانے سے یہ طریقہ رہا ہے کہ باہمی ملاقاتوں میں ایک دوسرے کو احادیث اور اہم حوالے بتاتے رہتے ہیں، آپ بھی مہمانوں کو اہم حوالے اور نایاب کتابیں خود نکال کر پیش کرتے تھے۔ آپ کی نظر کمزور تھی لہٰذا بعض عبارتوں کو پڑھنے کے لیے آلہ مکبر الحروف استعمال کرتے تھے جس سے حروف موٹے دکھائی دیتے ہیں۔

2: آپ انتہائی خشوع و خضوع اور سکون و اطمینان کے ساتھ نماز پڑھاتے تھے۔ اس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ ہمیں آپ کے پیچھے نماز پڑھنے میں انتہائی سکون و اطمینان حاصل ہوتا، گویا یہ سمجھ لیں کہ آپ کی ہر نماز آخری نماز ہوتی تھی، یہی سکون و اطمینان ہمیں شیخ العرب والعجم مولانا ابومحمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۶ھ) کے پیچھے نماز پڑھنے میں حاصل ہوتا تھا۔

شیخنا بدیع الدین رحمہ اللہ آپ کے چھوٹے بھائی تھے، خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے امام دارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵) کے بارے میں لکھا ہے کہ ''وکان فرید عصرہ وقیع دھرہ ونسیج وحدہ وإمام وقتہ......'' الخ (تاریخ بغداد ج ۱۲، ص ۳۴) آپ دونوں بھائی اسی کے مصداق اور یگانہ روزگار تھے۔

3: شیخنا ابوالقاسم رحمہ اللہ انتہائی تواضع اور سادگی کا نمونہ تھے، کسی حوالے کی اگر ضرورت ہوتی تو شاگردوں کو حکم دینے کے بجائے خود اٹھ کر کتاب نکال لیتے تھے۔

4: آپ صوم داودی پر عمل پیرا تھے، ایک دن روزہ ہوتا اور ایک دن افطار فرماتے تھے۔

☆ جماعت اہلحدیث کے عظیم محقق ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو کے مدیر اعلیٰ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5: آپ توحید وسنت کی دعوت میں ننگی تلوار تھے، مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ایک سندھی آدمی نے آپ کو جھک کر سلام کیا تو آپ نے اس عمل کا سختی سے رد کیا اور اسے دلائل سے سمجھایا کہ جھک کر سلام کرنے کے بجائے سیدھے کھڑے ہو کر سلام کرنا چاہیے، جبکہ آج کل بہت سے لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ لوگ انھیں جھک کر ملیں، بلکہ بعض مریدین غلو کرتے ہوئے اپنے پیر کو ملنے کے لیے رکوع سے لے کر سجدہ تک پہنچ جاتے ہیں، اہل علم کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ایسے لوگوں کا رد کریں اور انھیں سمجھائیں کہ تعظیم میں اس طرح کا غلو، اللہ کے ہاں ناپسندیدہ ہے۔

6: احادیث صحیحہ میں تصاویر کی شدید مذمت وارد ہے، بلکہ بعض صحیح احادیث میں مصوروں پر لعنت بھیجی گئی ہے، ان احادیث کی وجہ سے شیخ محترم کو تصاویر سے از حد نفرت تھی، آپ کے مکتبہ میں میرے علم کے مطابق جتنی کتابیں تھیں ان کی تصاویر مٹا دی گئی تھیں، حتیٰ کہ تازہ اخبار کی تصاویر کو مٹا کر ہی آپ کے مکتبہ میں لایا جاتا تھا، آپ کا یہی حکم تھا۔

7: امام بیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) نے عذاب قبر کے مسئلے پر ایک کتاب "اثبات عذاب القبر" لکھی ہے جس کا ایک قلمی نسخہ ہمارے شیخ امام فقیہ محدث مفسر بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، راقم الحروف نے اس خطی نسخے کی تحقیق وتخریج احادیث کی تھی، مجھے جب بعض راویوں کے حالات نہ ملتے تو شیخ محترم محب اللہ شاہ رحمہ اللہ کی طرف رجوع کرتا، آپ اپنے بے مثال حافظے سے ان راویوں کے حالات کتابوں سے نکال کر مجھے بتا دیتے تھے، اس کتاب کا مقدمہ آپ نے لکھا ہے، فرماتے ہیں:

"تقدمة لكتاب "اثبات عذاب القبر" للامام البيهقي رحمه الله ، الحمد لله الذي يثبت الذين آمنوا بالقول الثابت في الحيوة الدنيا وفي الآخرة ويؤمنهم من هول المطلع ما يونسهم في وحشة القبر ويلقنهم محجة الإيمان عند السؤال ويسبغ عليهم نعمه الباطنة والظاهرة......

أما بعد: فإن تنعم القبور أو تالمه وثوابه وعذابه قد ثبت من الكتاب والسنة وأجمع عليه المسلمون من لدن عهد الصحابة رضى الله عنهم إلى يومنا هذا ."

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی عقیدہ عذابِ قبر، قرآن وحدیث اور اجماع سے ثابت ہے۔ آپ نے لکھا:

"ولعل الله سبحانه وتعالىٰ قدر أن يبرز هذا السفر الجليل على يد حبي في الله وأخي في الإسلام فضيلة الشيخ زبير على زئى المقيم في بلدة حضرو من مضافات أتك من باكستان وقد وجد فضيلة الشيخ النسخة الخطية لهذا الكتاب في مكتبة الشيخ السيد بديع الدين شاه الراشدى......

وأنا أحقر العباد محب الله شاه الراشدي عفا الله عنه." (١٩٨٩-١٠-٨)

جب میں ریاض، سعودی عرب میں تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے اردو ترجمہ کی توفیق عطا فرمائی، اب یہ کتاب مراجعت کے آخری مراحل سے گزر رہی ہے۔ یسر الله لنا طبعه.

شیخ حمدی عبدالمجید السلفی کئی کتابوں کے محقق ومخرج ہیں، ان کی محققہ کتابوں میں "المعجم الكبير للطبراني" بہت مشہور ہے وہ اس کتاب میں ہمارے شیخ رحمہ اللہ سے بہت استفادہ کرتے ہیں مثلاً المعجم الكبير (ج۱، ص ۲۰۹) کے حاشیے پر ایک راوی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "فهو مجهول على قاعدته كما قال شيخنا محب الله شاه."

8: سیّد بدیع الدین شاہ رحمہ اللہ رکوع کے ہاتھ باندھنے اور آپ ہاتھ چھوڑنے ارسال الیدین کے قائل تھے ان دنوں میں راقم الحروف کی تحقیق بھی ہاتھ باندھنے (وضع الیدین) کی تھی، اس کے باوجود آپ نے اپنی کتاب "نيل الأماني وحصول الآمال" بھیجی تاکہ میں اس پر تبصرہ لکھوں، تاہم بعض وجوہ کی بنا پر یہ تبصرہ نہ لکھا جاسکا، بعد میں راقم الحروف کی تحقیق بدل گئی اور اب میں رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑنے کو راجح سمجھتا ہوں اور اسی پر عمل ہے۔ سنن ابی داؤد (كتاب الصلوٰة، باب وضع اليمنى على اليسرى فى الصلوٰة، ح ٧٥٤) والسنن الكبرى للبيهقى (٢/ ٣٠) میں عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"صف القدمين ووضع اليد على اليد: من السنة."

"(قیام میں) قدموں کو صف بنانا (یعنی برابر کرنا) اور ہاتھ کا ہاتھ پر رکھنا سنت ہے۔"

(شرح سنن ابى داؤد للعينى ج٣، ص ٣٥٣ و ٣٥٤)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس روایت کی سند حسن ہے اسے ضیاء المقدسی (متوفی ۶۴۳ھ) نے المختارہ (ج۹، ص ۳۰۱، ح ۲۵۷) میں ذکر کیا ہے۔ اس کا ایک راوی زرعۃ ہے، اس سے دو ثقہ روایت کرتے ہیں، ابن حبان (الثقات: ٤/٢٦٨)، ذھبی (الكاشف ١/٢٥١) اور ضیاء المقدسی (بتصحيح حديثه) اس کی توثیق کرتے ہیں لہٰذا وہ حسن الحدیث سے کم درجے کے راوی نہیں، اس دور کے مشہور محقق امام شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بغیر کسی قوی دلیل کے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (دیکھئے ضعیف سنن ابی داود ص ۷۴)

مصنف ابن ابی شیبہ (ج ١، ص ٣٩١، ح ٣٩٥٠) و طبقات المحدثين باصبهان لابی الشيخ الاصبهانی (١/٢٠٠، ٢٠١، ترجمة عبد الله بن الزبير بن العوام) میں صحیح سند کے ساتھ ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نماز میں کھڑے ہوتے تو ارسالِ یدین کرتے، ان دونوں اقوال میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ اس قیام کو رکوع کے بعد پر محمول کیا جائے ورنہ صحابی کے قول وعمل میں تعارض ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

9: مدلسین کے بارے میں راقم الحروف کی یہ تحقیق ہے کہ جس راوی کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہ مدلس ہے اس کی غیر صحیحین میں عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے الا یہ کہ دوسری سند میں سماع کی تصریح، متابعت یا شاہد (موید روایت) ثابت ہو جائے۔ اس اصول کی رو سے میرے نزدیک وہ حدیث ضعیف ہے جس میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر جوتے پہننے سے منع فرمایا ہے، اس پر میرا ایک مضمون الاعتصام رسالے میں چھپا تھا جس کا استاذ محترم نے "تسكين القلب المشوش باعطاء التحقيق في تدليس الثوري والأعمش" کے نام چہتر (۷۴) صفحات میں جواب لکھا جو "الاعتصام لاہور" میں کئی قسطوں میں چھپا تھا جس کا جواب الجواب راقم الحروف نے شیخ صاحب کی زندگی میں ہی انھیں بھیج دیا تھا مگر شائع اس لیے نہ کروایا کہ میں نے اپنا مؤقف تدلیس کے بارے میں واضح کر دیا ہے، میرا رسالہ "التأسيس في مسألة الدليس" ماہنامہ محدث لاہور، شعبان ۱۴۱۶ بمطابق جنوری ۱۹۹۶ء جلد نمبر ۲۷ عدد نمبر ۴ ص ۹ تا ۳۹ میں شائع ہو چکا ہے۔

تنبیہ:...... یہ مضمون تصحیح اور اضافات کے ساتھ مقالات کی اسی جلد میں چھپ چکا ہے۔

10: راقم الحروف کو علم اسماء الرجال سے والہانہ لگاؤ ہے، اس سلسلے میں "انوار السبيل في ميزان الجرح والتعديل" نامی کتاب لکھ رہا ہوں جو کہ معاصر علماء وغیرہم کی جرح وتعدیل پر ہے، میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے بہت سے شیوخ سے جرح و تعدیل کے سوالات کیے تھے جن میں مولانا محبّ اللہ شاہ رحمہ اللہ برسرِعنوان ہیں، آپ اسماء الرجال کے بہت ماہر اور عدل و انصاف کو ملحوظ رکھنے والے تھے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ رحمہ اللہ: آپ نے ان کے بارے میں فرمایا:

"عالم محقق ثقة أمين."

الشیخ محمد ناصرالدین البانی رحمہ اللہ: آپ نے فرمایا:

"محقق لا يشك في كونه ثقة."

"وہ محقق ہیں، ان کے ثقہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔"

الشیخ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ: آپ نے فرمایا:

"شيخنا ثقة من الثقات أستاذ، مثله قليل في هذا الزمان."

شیخنا عطاء اللہ بھوجیانی صاحب التعلیقات السلفیہ کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھئے الشیخ الصالح عاصم بن عبداللہ القریوتی کی کتاب "كوكبة من أئمة الهدى ومصابيح الدجى." (ص ۳۹-۶۱)

كوكبة من أئمة الهدى ومصابيح الدجى مجھے شیخ عاصم نے بطورِ مناولہ دی ہے، اس پر شیخ عاصم القریوتی نے لکھا ہے کہ "بسم الله الرحمن الرحيم، هدية رمزًا للمحبة إلى أخي في الله الشيخ المحقق زبير على زئي وفقنا الله وإياه لكل خير ورزقنا وإياه الإخلاص في القول والعمل، كتبه عاصم بن عبد الله القريوتي۔ ۱۹ ذي القعدة ۱۴۲۳ھ."

شیخنا بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ: آپ نے فرمایا: "هو ثقه"

زاہد الکوثری: آپ نے فرمایا: "متعصب، من الحنفية" اس طرح کے دوسرے اقوال میری کتاب "انوار السبیل" میں درج ہیں۔ مدینہ کے جلیل القدر سلفی شیخ عبدالاول بن حماد الانصاری نے اپنے والد شیخ امام حماد بن محمد الانصاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۸ھ) کے حالات پر تقریباً آٹھ سو نوے (۸۹۰) صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں ایک کتاب "المجموع" لکھی ہے اس کتاب میں شیخ عبدالاول نے معاصرین کے بارے میں شیخ حماد الانصاری رحمہ اللہ کے وہ اقوال جمع کر دیے ہیں جن میں انھوں نے بعض معاصرین پر جرح یا ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تعدیل کر رکھی ہے۔(قال الوالد قوله في الذين عاصرهم/ المجموع ج ۲، ص ۵۹۱۔۶۳۸)

11: بعض تکفیری حضرات نے جماعت المسلمین کے نام سے ایک جماعت بنائی۔ ابوایوب ممدوح بن فتحی نور البرقوی اور ابوعثمان مازن الفلسطینی اس کے سرکردہ ومحرک تھے انھوں نے ابوہمام عرف ابوعبداللہ محمد بن احمد بن خلیفہ کو خلیفہ امیر المومنین بنالیا، ان لوگوں کی تردید میں استاذ محترم نے مجھے بارہ (۱۲) صفحوں کا ایک خط لکھا تھا جس میں فرماتے ہیں: ''میرے ناقص خیال میں پہلا فتنہ اس قسم کا جماعت المسلمین والوں نے پھیلایا اب دوسرے فتنے کا آغاز ان حضرات نے کیا ہے، ان کا مقرر کردہ امیر المومنین یقینی طور پر ہاشمی ہو یا نہ ہو لیکن جہاں تک کتاب وسنت کا تھوڑا سا علم اللہ تعالیٰ نے راقم الحروف کو عطا فرمایا ہے اس کی روشنی میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کا طریقہ کار اور سارا معاملہ غلط ہے'' (ص ۱) یہ خط ۲۰/۵/۱۴۱۴ھ بمطابق ۶/۱۱/۱۹۹۳م کا لکھا ہوا ہے اور آخر میں ''والسلام احقر العباد أخوكم أبو القاسم محب الله شاه عفى الله عنه'' درج ہے۔''الحدیث'' حضرو کے شمارے (۱/۱، جون ۲۰۰۴ء) میں یہ خط مکمل شائع ہو چکا ہے۔ والحمدللہ

جماعت المسلمین سے مراد یہاں مسعود احمد بی ایس سی تکفیری کی جماعت المسلمین ہے جس کی پہلی بنیاد ۱۳۸۵ھ اور دوسری بنیاد ۱۳۹۵ھ میں رکھی گئی تھی، راقم الحروف نے ان تکفیریوں کے رد میں کئی رسائل لکھے ہیں جن میں گیارہ (۱۱) صفحات کا رسالہ ''فرقۂ مسعودیہ اور اہل حدیث'' جناب ڈاکٹر ابوجابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ کی مشہور کتاب ''الفرقة الجديده'' کے شروع میں بطور مقدمہ چھپا تھا۔

ایک دفعہ حضرو کے چند ساتھی، جناب نثار احمد صاحب، جناب حافظ محمد فردوس اور جناب سعید احمد ولد تسلیم خان صاحب وغیرہم مسعود احمد بی ایس سی صاحب کی بنائی ہوئی ''جماعت المسلمین رجسٹرڈ'' میں شامل ہوگئے تھے، ان کے امیر جناب نثار احمد صاحب تھے۔ ان ساتھیوں نے مسعود احمد بی ایس سی سے میری ملاقات بسلسلہ سوالات کا پروگرام بنایا۔ ان دنوں سعید احمد صاحب نے جذبات میں آ کر مسعود احمد کو میرے خلاف ایک خط لکھا تھا جو کہ تکفیریوں کے رسالے ''المسلم'' سلسلہ اشاعت: ۱۰، رمضان ۱۴۱۶ھ میں ''ناقابل فراموش'' کے عنوان سے تین صفحوں پر شائع ہوا۔ ہم اسلام آباد میں مسعود صاحب کے بیٹے سلیمان کے گھر پہنچ گئے، گھر پر ٹیلی ویژن (T.V) کا انٹینا لگا ہوا تھا اور سلیمان صاحب نے کالا خضاب لگا رکھا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجلس میں انجینئر عبد القدوس سلفی صاحب بھی تھے، مسعود صاحب سے تدلیس کے مسئلہ پر بات ہوئی تو وہ لاجواب ہوگئے۔ اس کے بعد حضرو کے تمام ساتھیوں نے بیعت توڑ دی تھی۔ سعید احمد خان نے ۱۳ مئی ۱۹۹۶ء کو مسعود احمد صاحب اور ان کے فرقۂ مسعودہ کے نام خط لکھا ''میں سعید احمد آف حضرو حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ میں نے آپ کو اپنے بھائی جناب زبیر علی زئی کے بارے میں جو خط لکھا تھا وہ میری غلط فہمی پر مبنی تھا، اللہ تعالیٰ میری یہ لغزش معاف فرمائے...... میں اہل حدیث ہوں اور اہل حدیث جماعت کو اہل حق سمجھتا ہوں...... اب حضرو میں فرقہ مسعودیہ کا کوئی وجود نہیں ہے...... سعید احمد ولد تسلیم خان محلہ عظیم خان حضرو ضلع اٹک۔''

نثار صاحب نے لکھا کہ ''میں نثار احمد حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ میں اور میرے ساتھی سعید احمد صاحب اور حافظ محمد فردوس صاحب غلط فہمی کی بناء پر آپ کی رجسٹرڈ جماعت میں شامل ہوگئے تھے، جب دیکھا کہ آپ کی جماعت عام مسلمانوں کی تکفیر کرتی ہے تو آپ سے متنفر ہو کر میں نے بیعت توڑ دی اور ہم تینوں ساتھی آپ کی رجسٹرڈ جماعت سے نکل گئے اب الحمد للہ ہم (مسلمین) مسلمان بھی ہیں اور اہل سنت اور اہل حدیث بھی اور تمام اہل حق سے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ کتاب و سنت پر فرمائے۔ بقلم خود نثار احمد سابقہ امیر جماعت المسلمین رجسٹرڈ حضرو'' (۱۹۹۶۔۵۔۱۷)

حافظ فردوس صاحب نے لکھا کہ ''میں حافظ فردوس اعلان کرتا ہوں کہ ہم تین ساتھی ''جماعت المسلمین'' مسعود احمد صاحب کی جماعت میں شامل ہوگئے تھے، تقریباً دو تین ماہ بعد جب ہمیں معلوم ہوا کہ مسعود صاحب اور ان کی جماعت، مسلمین کی تکفیر کرتی ہے جس کے ہم گواہ ہیں تو ہم نے اس جماعت کو چھوڑ دیا۔ حافظ محمد فردوس (۱۹۹۶۔۴۔۱۳)

سعید صاحب کے مراسلے کا کچھ حصہ بعد میں ''المسلم'' میں ''ہائے اس زود پشیمان کا پشیمان ہونا'' کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ (یہ خط و کتابت ہمارے پاس موجود ہے۔)

راقم الحروف نے جماعت المسلمین کے سرکاری مبلغ عبد اللطیف التکفیری کے مراسلے کا جواب ''القنابل الذرية في ابطال أصول الفرقة المسعودية'' کے نام سے سولہ (۱۶) صفحات پر لکھا تھا۔

12: ہمارے جلیل القدر شیخ مولانا امام فیض الرحمٰن ابو الفضل الثوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۷ھ) بہت بڑے محقق اور عظیم محدث تھے، ابن الترکمانی کی ''الجوهر النقی'' کا انھوں نے نہایت بہترین ردّ لکھا، وہ شیخ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محبّ اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے تھے: ''عالم کبیر'' میں کہتا ہوں کہ دونوں بہت بڑے عالم اور اعلیٰ درجے کے ثقہ متقی اور زاہد تھے رحمہ اللہ

13: استاذ محترم سے جب میں نے آخری الوداعی ملاقات کی تو راقم الحروف سے فرطِ محبت کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور میں بھی فرطِ غم کی وجہ سے رو رہا تھا۔

آھا گر باز بینم روئے (شیخ) را
تا قیامت شکر بگویم کرد گار خویش را

14: اب آپ کی تصانیف کا تعارف پیش خدمت ہے:

عربی تصانیف

1: التعليق النجيح على جامع الصحيح.
2: تراجم الرواة لكتاب القراءة خلف الامام
3: كشف اللثام عن تراجم الرواة الاعلام
4: طريق السداد وفصل المقال في تراجم الرجال الثقات النبال
5: ثقات الرجال الملتقطة من تاريخ جرجان
6: عون الله القدوس السلام
7: تحصيل المعلاة ببيان حكم الجهر بالبسملة في الصلوٰة
8: الهام الرحيم الودود وتنقيد فتح المعبود
9: تعليق المحب الحسيني على التقريب للحافظ العسقلاني
10: التعليقات على صحيح ابن حبان
11: ازالة الاكنة عن بعض المواضع في تمام المنة في التعليق على فقه السنة

اُردو تصانیف

1: حياز الصلوة من بيان أدعية الصلوٰة
2: صدق المقال وسداد الاتجاه في بيان سوانح حيات محب الله

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3: سوانح حيات سيّد إحسان الله شاه الراشدي

4: السعي الأثيث في تحقيق التقلب باهل الحديث

5: الصواعق المرسلة

6: تنبيه الفطن الدارى

7: المنهج السوى في الملاحظات على تفسير الغزنوي

8: الرد على الرسالة لنور الله شاه الراشدى

9: تاييد عالم الغيب والشهادة الكبير المتعال

10: نيل الاماني وحصول الآمال

11: ازالة نقاب التزوير عن وجه مسئلة التصوير

12: جودة التنقيح في مسئلة ركعات التراويح

13: التحقيق المستحلى في ثبوت الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم

14: القطوف الدانية في أجوبة السوالات الثمانية

15: گزارشات ہماری برجواب انسانی اعضاء کی پیوندکاری

16: انعام ذی الجلال والاکرام

17: حقیقت پسندانہ مشغلہ برائے جائزہ قبلہ رخ پاؤں کرنے کا مسئلہ

18: امام محمد بن عبدالوہاب: ایک مجدد

19: البرهان القاطع

20: اتحاف السادة الكرام

21: احضار اللمعة لتحقيق الاذان العثمانی يوم الجمعة

22: خطبہ صدارت کانفرنس لاہور

23: ايضاح المرام واستيفاء الكلام

24: تسكين القلب المشوش باعطاء التحقيق في تدليس الثوري والأعمش

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

25: داڑھی کتنی رکھنی چاہیے

26: گزارش بندہ حقیر پُر تقصیر مخلصانہ نصیحت

27: الرد التحقیق علی کتاب پیغام خدا

سندھی تصانیف

1: المنهج الاقوم في تفسير سورة مريم

2: فتاویٰ راشدیه

3: بذل اقصیٰ الوسع في اجوبة، السٔولات التسع

4: سفرنامہ استنبول

5: سفرنامہ حجاز

6: سفرنامہ حجاز و یورپ

7: سفرنامہ اسلام آباد کانفرنس، اہل فکر و دانش

8: القواطع الرحمانية (رد قاديانيت)

9: التنقيد السنى على فلتات المولوى عبد الغنى

10: اظهار الغواية الواقعة فى كتاب پيغام هدايت

11: التحقيق الجليل في ان الارسال بعد من حيث الدليل

12: انيس الفراغ في بيان حقائق علوم البلاغ

13: عون أولي الحميد في رد على عبد الوحيد

14: اللّٰه سبحانه و تعالىٰ جو احسان سندس منت براء جائزه

15: البيان الانبل في شرح المفصل

16: شعر و شاعرى

17: افصح التبيان واوضح البرهان

18: ملاحظات بر كتاب مقام مصطفىٰ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

19: آپ کے چند فقہی مسائل اور اجتہادات درج ذیل ہیں:

آپ رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے قائل تھے اس موضوع پر آپ نے کافی رسالے اور کتابیں لکھی ہیں۔ آپ تشہد اوّل میں درود ابراہیمی پڑھنے کے قائل تھے۔ آپ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے، آپ کی یہ تحقیق تھی کہ ہمیشہ بیٹھ کر ہی جوتے پہننے چاہئیں، ہمارے شیخ حافظ عبدالمنان نور پوری ﷾ کی بھی یہی تحقیق ہے۔ حافظ صاحب پاکستان کے کبار علماء میں سے ہیں۔ محب اللہ شاہ فرض نماز کے بعد کبھی کبھار، التزام ولزوم کے بغیر ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کے بھی قائل تھے، اس مسئلہ پر آپ کا ایک رسالہ مطبوع ہے۔

میری تحقیق میں رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑنا راجح اور ہاتھ باندھنا جائز ہے، تشہد اول میں درود پڑھنا مستحب وافضل ہے۔ نماز سر ڈھانپ کر پڑھنا افضل ہے۔ چاہے کھڑے ہو کر جوتے پہنیں یا بیٹھ کر دونوں طرح جائز ہے، فرض نمازہ کے بعد اجتماعی دعا کا صریح ثبوت نہیں ہے، اگر التزام ولزوم نہ ہو تو بعض اوقات یہ دعا جائز ہے مگر افضل یہی ہے کہ انفرادی اور مسنون دعا مانگی جائے۔

17: اگر مجھے رکن و مقام کے درمیان کھڑا کر کے قسم دی جائے تو یہی کہوں گا کہ میں نے شیخنا محب اللہ شاہ سے زیادہ نیک، زاہد اور افضل اور شیخ بدیع الدین شاہ سے زیادہ عالم و فقیہ انسان کوئی نہیں دیکھا رحمہما اللہ۔ آپ ۹ شعبان ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۱ جنوری ۱۹۹۵ء کو فوت ہوئے۔ رحمه الله رحمة واسعة، وكان ثقة إمامًا متقنًا، صاحب سنة والورع، ما رأيت مثله.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب پیر قاسم شاہ راشدی صاحب ﷾ ☆

میرے والد محترم

شیخ الاسلام حضرت سیّد محب اللہ شاہ الراشدی کی پیدائش پیر جھنڈہ گاؤں میں ہوئی تھی جو ہمارے اس گاؤں (درگاہ شریف جس میں ہم اس وقت رہائش پذیر ہیں) سے جنوب کی طرف دو فرلانگ کے فاصلہ پر قومی شاہراہ پر واقع ہے۔ ہمارے آباء واجداد اصل وہیں رہائش پذیر تھے بعد میں ہجرت کر کے یہاں آ گئے۔

آپ ۲۹ محرم الحرام اتوار کی رات پوہ پھٹنے سے قبل ۱۳۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور یہ تاریخ عیسوی سن کے اعتبار سے ۲/اکتوبر ۱۹۲۱ء ہے۔ وفات ۱۹۔۸۔۱۴۱۵ھ، ۲۱۔۱۔۱۹۹۵ء ہفتہ کی شب۔

الحمد للہ ہمارے سارے خاندان میں کتاب وسنت کے طریقہ پر عمل رہا ہے۔ ہمارے مورث اعلیٰ حضرت پیر سائیں محمد راشد شاہ (جس کی طرف راشدی خاندان کی نسبت ہے) سے لے کر اس وقت تک یہی نمونہ اور طریقہ رہا ہے البتہ یہ بات ہے کہ جس قدر کتاب وسنت کی زیادہ معلومات ہوتی رہی اس قدر اس کے مطابق خود کو موافق کرتے آئے اور حق کی بات معلوم ہونے کے بعد بغیر پس وپیش کے اپنے پہلے طریقہ کو چھوڑ کر حق کی راہ اختیار کرتے تھے اور اس کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن طوالت کی وجہ سے ان کا ذکر نہیں کرتے اور وہ علمی زندگی تب اپنے عروج کو پہنچی جب ہمارے والد ﷫ سبحانہ وتعالیٰ کے جد امجد سیّد رشد اللہ شاہ ﷫ سبحانہ وتعالیٰ کا دور آیا انہوں نے ایک دینی مدرسہ بھی قائم کیا جو آج تک ہمارے ہاں مدرسہ دار الرشاد کے نام سے آباد ہے اور ایک بے مثال لائبریری کی بھی بنیاد رکھی۔

جب سیّد رشد اللہ شاہ کی وفات ہوئی تو اس وقت ہمارے والد ﷫ سبحانہ وتعالیٰ کی عمر صرف دس ماہ تھی اس کے کچھ عرصہ بعد ہمارے دادا سیّد احسان اللہ شاہ ﷫ سبحانہ وتعالیٰ نے پیر جھنڈہ سے ہجرت کر کے ایک دوسرے گاؤں کی بنیاد رکھی جس کو درگاہ شریف کا نام دیا گیا جس میں ہم آج رہائش پذیر ہیں۔ سیّد

☆ سیّد محب اللہ راشدی ﷫ کے بیٹے، مدرسہ دار الرشاد کے مدیر اور مکتبۃ العالیۃ العلمیۃ کے ناظم۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احسان اللہ شاہ اس گاؤں میں تقریباً ڈیڑھ برس زندہ رہے اور اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پیارے ہو گئے اور میرے والد سیّد محب اللہ شاہ رحمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عمر مبارک اس وقت ۱۵ یا ۱۶ برس تھی۔

ہمارے والد رحمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے تھے کہ اس بے اطمینانی اور جھگڑوں کے باوجود (جو ہمارے دادا سیّد احسان اللہ شاہ اور ان کے بھائیوں کے درمیان ان کے والد سیّد رشد اللہ..................

اگر کوئی مسجد الحرام میں مجھے رکن اور مقام کے بیچ میں کھڑا کر کے قسم دے کر پوچھے تو میں یہی کہوں گا کہ ان آنکھوں نے ایسا آدمی خواہ تقویٰ کے اعتبار سے خواہ کتاب وسنت سے شغف رکھنے کے اعتبار سے کبھی نہیں دیکھا حتی کہ حرمین شریفین میں بھی نہیں۔

سیّد احسان اللہ شاہ کا خیال تھا کہ ان مقدمات سے جان آزاد ہو تو خاص طرح محض دینی تبلیغ کے لیے دورہ کریں گے مگر افسوس کہ مقدمات سے فراغت کے بعد ڈیڑھ برس کا عرصہ بھی مشکل سے زندہ رہے لیکن اس عرصہ میں سے چھ ماہ کا عرصہ تو انہوں نے بیماری میں گزارا باقی ایک سال تو وہ جگہ بنانے اور مسجد بنانے اور مدرسہ کی عمارت بنانے میں مصروف رہے اس قلیل عرصہ میں بھی موجودہ مسجد کا پہلا طبقہ خود ہی بنوایا اور مدرسہ کی بنیاد بھی رکھی اور حالت یہ تھی کہ رہنے کے لیے بھی پوری جگہ نہیں تھی۔

ہمارے والد سیّد محب اللہ شاہ رحمہ اللہ اپنے والد معظم رحمہ اللہ کی زندگی ہی میں عربی علم کا کافی حصہ حاصل کر چکے تھے گو فارغ التحصیل ابھی نہیں ہوئے تھے اس لیے اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے تعلیم کو جاری رکھا اور پھر فارغ التحصیل بھی ہوئے۔

ابتدائی تعلیم:

آپ اپنے ہی مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کو علم الرجال، علم الحدیث، علم النحو والصرف، علم المعانی والبیان والبدیع، علم التاریخ، علم المنطق، علم الجغرافیہ، علم التفسیر، علم اعداد، علم اللغۃ، علم الفقہ وغیرہم پر مہارت تامہ تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ ان علوم میں اپنے دور کے ایک امام تھے اور ان کا ثانی نہ تھا تو بے جا نہ ہوگا۔

آپ حافظ القرآن بھی تھے۔ آپ نے سندھ یونیورسٹی حیدر آباد سے ایم اے مذاہب کیا۔ اسلام آباد یونیورسٹی سے ڈاکٹر عبدالواحد ہالیپوٹہ نے آپ کو ایک اعزازی ڈگری بھی دی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کو جس طرح عربی زبان پر عبور تھا اس طرح آپ کو انگلش زبان پر بھی عبور حاصل تھا آپ انگلش میں تقاریر وغیرہ بھی کرتے تھے۔ آپ اپنی روزمرہ کی ڈائری بھی انگلش میں لکھتے تھے۔

آپ ایک اعلیٰ درجہ کے شاعر بھی تھے۔ آپ کے کافی شعر عربی، اردو، سندھی زبان میں موجود ہیں۔ مثلاً ایک عربی شعر ملاحظہ فرمائیں:

یا عاشق الدنیا تبصرانها !
مثل الیلامع فی ملاع تلمع
فالمشتهی فیها وان یك مترفا!
لا شك فی آل الغدا قد یملحم
فاقنع بها یا صاح بالزاد الیسیر
ولا تکن فی کل واد تشرع
وعن الطماع مضاربك فاقلع ولا
تك واقعا فیه تعز وترفع

اس طرح اور بھی اشعار ہیں۔

اور یہ فن آپ نے مولانا محمد مدنی صاحب سے حاصل کیا۔ طب کا کچھ علم آپ نے مولانا شرف الدین دہلوی سے حاصل کیا۔ آپ ایک اعلیٰ درجہ کے مصنف بھی تھے آپ کی تصانیف عربی، اردو، سندھی زبان میں ہیں آپ کو ان کی تحریر میں سلف صالحین کا نمونہ نظر آئے گا۔ آپ کی صورت سیرت اور تقریر بھی سلف صالحین کے طریقہ پر تھی آج وہ ہم میں نہیں ہیں لیکن جب ان کی صورت مبارک کا تصور (ذہن میں ابھرتا ہے تو دل بے اختیار رونے لگتا ہے وہ میرے تو والد ماجد تھے لیکن دوسرے بھی آپ کو یہی گواہی دیں گے وہ تھے ہی ایسی شخصیت کے۔ ملنے کا انداز ایسا تھا کہ جو ایک دفعہ ملے بار بار ملنے کی تمنا کرے آپ کے متعلق تو یہ مثل مشہور تھی کہ اگر کوئی آدمی نہ سمجھے تو اسے سیّد محب اللہ شاہ کے پاس بھیج دیا جائے وہ سمجھ جائے گا۔ وہ ایک ولی اللہ شخصیت تھی، مستجاب الدعوۃ تھے، دور دور سے لوگ آتے اور آپ سے دعا کراتے۔ مجھے یاد ہے فارغ التحصیل ہونے کے بعد میں نے والد صاحب سے عرض کی کہ مجھے مطالعہ کا شوق نہیں ہوتا آپ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے لیے دعا کریں کہ مجھے مطالعہ کا شوق پیدا ہو۔ واللہ آپ کی دعا کے بعد مجھے مطالعہ کا اتنا شوق پیدا ہوا کہ اٹھتے بیٹھتے میرے ہاتھ میں کتاب ہوتی اور کافی رات گزرنے کے بعد بھی کتاب کو چھوڑنے کو دل نہ چاہتا تھا۔

اگر کوئی مجھے بیت اللہ شریف میں قسم دے کر پوچھے تو میں یہی کہوں گا کہ واللہ میں نے ان جیسا عالم با عمل عابد زاہد صابر شاکر ثقہ کہیں نہیں دیکھا آپ ایک بحر تھے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے آپ کو ایک خاص لگاؤ تھا۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نے آپ کو محبّ العلم والعلماء کا خطاب دیا اور واقعی آپ محبّ العلم والعلماء تھے اور نام تو پہلے ہی آپ کا محبّ اللہ تھا اور واقعتاً اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے آپ کو بے انتہا محبت تھی اور آپ کی ذات مبارک والذین آمنوا اشد حبا للہ کا نمونہ تھی اور آپ کی مہر مبارک (اسٹیمپ) پر بھی یہی آیت مبارک لکھی ہوئی تھی مطلب یہ کہ ہر چھوٹی بڑی سنت کے شیدائی تھے کوشش یہی کرتے تھے کہ کسی بھی معاملہ میں سنت سے الگ نہ ہوں۔ ہر معاملہ میں سنت پر عمل ہو حقیقت یہ ہے کہ میں اگر ان کی تعریف کروں تو بھی نہیں کر سکتا صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ سلف صالحین میں جو ولی اللہ گزرے ہیں ان میں سے ایک ولی اللہ کو ان آنکھوں نے دیکھا ایک مرتبہ آپ نے مجھے فرمایا بیٹے یہ نہ سمجھنا کہ ہم پیر ہیں پیر دوسرے ہیں ہم فقیر ہیں۔ مولانا غلام قادر ٹیڑھی مدرسہ کے صدر مدرس فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے محبّ اللہ شاہ صاحب کو جن باتوں سے نوازا ہے وہ سب چیزیں ایک وقت کسی کو نہیں دیں۔ آپ عالم بھی ہیں حافظ القرآن بھی ہیں باعمل بھی ہیں صالح اور زاہد بھی ہیں ولی اللہ بھی ہیں، سیّد اہل بیت بھی ہیں، پیر بھی ہیں اور سجادہ نشین بھی ہیں۔

روز مرہ کی زندگی:

فجر کی نماز کے بعد آپ درس قرآن دیتے تھے اور اس کے لیے آپ کم از کم پندرہ تفاسیر کا مطالعہ کرتے تھے اس کے بعد ذکر اذکار کرتے پھر نماز اشراق ادا کرتے اس کے بعد گھر آتے اور قرآنِ مجید کی دیکھ کر تلاوت فرماتے اس کے بعد ظہر تک کتابوں کا مطالعہ فرماتے لوگوں کے مسائل سنتے وغیرہ اور ظہر کے بعد آرام فرماتے اور عصر کے بعد وہی مطالعہ فرماتے اور مغرب کے بعد ذکر واذکار فرماتے اور عشا کی نماز کے بعد فوراً آرام فرماتے اور بلا ناغہ رات کو تہجد پڑھتے تقریباً دو گھنٹے تک تہجد واذکار پڑھتے اور ہر نماز کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد مقررہ اذکار کرتے تھے اور ہر روز سورۃ البقرۃ سورۃ آلِ عمران اور الم سجدہ سورۃ یٰسین پھر سورۃ الملک اور جن سورتوں کے شروع میں تسبیح کے الفاظ آتے ہیں یعنی سبحان یا یسبح یا سبح کے الفاظ آتے ہیں ان کی تلاوت فرماتے اور دیکھ کر تلاوت کرنا وہ الگ تھا وہ روزانہ قرآنِ مجید کا ساتواں حصہ تلاوت فرماتے۔ میرے والد ماجد اور چچا بدیع الدین شاہ کے درمیان کچھ خاندانی اختلافات تھے میری یہ کوشش تھی کہ یہ اختلافات ختم ہوں اس لیے میں نے والد صاحب سے بات کی کہ صلح ہو جائے تو اچھا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ بھی راضی ہوگا تو آپ نے فوراً حامی بھر لی اور راضی ہوگئے اور جب میں سیّد صالح محمد شاہ کو ساتھ لے کر چچا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے بھی یہی عرض کیا لیکن وہ کسی طور بھی راضی نہ ہوئے اور فرمایا کہ فی الحال کسی طرح بھی صلح نہیں ہوسکتی اس کے کچھ دن بعد چچا صاحب گھر میں کچھ لوگ بیمار ہوئے تو میں نے والد صاحب سے کہا کہ آپ عیادت کر آئیں وہ آمادہ نہیں ہیں تو نہ ہوں لیکن آپ ضرور جائیں کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا اسی میں ہے تو آپ فوراً عیادت کے لیے راضی ہوگئے۔ مطلب یہ کہ آپ ایک نہایت حلیم الطبع نرم دل ہر دلعزیز ہر بات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا چاہنے والے انسان تھے۔ آپ کے چہرہ مبارک پر کوئی بناوٹ نہ ہوتی تھی بڑے چھوٹے ہر ایک سے آپ خوش خلقی سے بات کرتے چہرہ پر ایک معصومیت کا نور تھا جو نظر آتا تھا۔

آپ نے جس بیماری میں وفات پائی اس میں جب بھی آپ کو تکلیف ہوتی آپ مجھے بلاتے اور فرماتے تم بیٹھو میں تمہاری گود میں بیٹھوں گا اور جب تک آپ کو تکلیف ہوتی آپ میری گود میں بیٹھے رہتے جب آخری بار آپ کو تکلیف ہوئی اور ہم آپ کو حیدرآباد سول اسپتال دیوان مشتاق لے گئے تو آپ کو تکلیف ہو رہی تھی تو آپ گاڑی میں بھی میرے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور سارا راستہ قرآنِ مجید پڑھتے رہے اور اسپتال میں بھی میری گود میں بیٹھے رہے اور اخیر وقت تک قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے رہے اور بالآخر میری گود میں ہی ان کی روح پرواز کر گئی اور میں اس کو اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ آپ نے میری گود میں وفات پائی جس طرح اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود کو خوش نصیب سمجھتی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گود مبارک میں وفات پائی۔

والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات کا اتنا سانحہ تھا کہ ہر طرف اندھیرا نظر آتا اور کیوں نہ ایسا ہوتا جب کہ وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے ساری دنیا سے زیادہ عزیز تھے مجھے جتنی ان سے محبت تھی اور ہے اتنی اور کسی سے نہیں اور میں بھی ان کو اتنا ہی پیارا تھا۔ تقریباً ایک سال تک تو میں کوئی کتاب نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ جو بھی کتاب مطالعہ کے لیے اٹھاتا اس پر والد ماجد رحمہ اللہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تعلیقات موجود ہوتی جس کو دیکھنے کی مجھ میں طاقت نہ تھی اور میں فوراً کتاب بند کر دیتا۔ بزرگ اور ولی اللہ تو وہ تھے ہی لیکن واللہ میں نے ان جیسا باپ اور دوست بھی کسی اور کو نہیں دیکھا جو ان میں شفقت اور محبت تھی آج بھی یاد آتی ہے تو بے اختیار رونا آ جاتا ہے کسی بات پر ناراض ہونے کی وجہ سے کبھی نہ ڈانٹتے بلکہ ہم ان کے چہرے مبارک پر ناراضگی کے اثرات دیکھ کر سمجھ جاتے کہ آپ ناراض ہیں اور ہم ان سے معافی مانگتے آپ ہمارے والد بھی تھے دوست بھی تھے، محبوب بھی تھے مرشد بھی تھے، رہنما بھی تھے اور آئیڈیل بھی تھے۔

آپ نے جمعہ کی رات کو صبح کے وقت مجھے بلایا اور فرمایا کہ بیٹا اب کے بعد مجھے چھوڑ کر کہیں نہ جانا اور پھر ہفتہ کی رات چار بجے آپ نے دیوان مشتاق حیدرآباد میں وفات پائی اور ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ یہ جس تکلیف سے گزر رہے ہیں اس میں تو کسی کو بھی ہوش نہیں رہتا لیکن یہ ان کی قوت ارادی ہے اور اللہ والے بزرگ ہیں جو ابھی تک ہوش میں ہیں اور ان کو اپنے آبائی قبرستان درگاہ شریف پیر جھنڈہ میں دفن کیا گیا۔ جنازہ نماز سیّد بدیع الدین شاہ نے پڑھائی۔

ایک بات اور عرض کروں کہ آپ اپنی زندگی ہی میں اپنی لائبریری مجسٹریٹ کے سامنے قانونی کارروائی کے بعد میرے نام پر وقف کر چکے تھے کہ ان کے بعد یہ مکتبہ میرا رہے گا اور کسی کا اس میں حصہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ اس کو ترکہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ العلماء ورثۃ الانبیاء کے مصداق سمجھا آپ اپنی وصیت میں بھی جو کہ میرے پاس محفوظ ہے مجھے ہی اپنا جانشین مقرر کیا تھا کہ میرے بعد میری پگڑی قاسم شاہ کو دی جائے لیکن میں نے وہ پگڑی اپنی خوشی سے اپنے بڑے بھائی کو دے دی۔

آپ کے اساتذہ کرام:

۱: حافظ امین محمد صاحب

۲: ماسٹر محمد قاسم

۳: مولانا ولی محمد کیریہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴: مولانا محمد اسماعیل پٹھان (سندھی پٹھان)

۵: مولانا محمد اکرام صاحب انصاری ہالائی سندھی

۶: مولانا محمد نور صاحب پنجابی سرگودھا

۷: مولانا قطب الدین صاحب ہالیجوی

۸: مولانا حمید الدین صاحب پنجابی

۹: مولانا محمد مدنی صاحب سندھی

۱۰: مولانا خلیل احمد یا محمد خلیل اللہ صاحب

۱۱: قاری عزیر اللہ

۱۲: مولانا شرف الدین دہلوی صاحب

۱۳: مولانا بہاء الدین افغانی

اب میں ان اساتذہ کرام کے حالات اپنے والد ماجد رحمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی زبانی ان کی لکھی ہوئی سوانح حیات سے نقل کرتا ہوں:

۱: حافظ امین محمد صاحب: حافظ صاحب کی ایسی بابرکت ہستی تھی کہ ان کے دور میں کتنے ہی حافظ قرآن ہو کر نکلے ان کے بعد کبھی اتنے حافظ نہ ہو سکے۔

۲: ماسٹر محمد قاسم: یہ سندھی کے ماسٹر تھے اور نہایت مخلص اور دیندار تھے۔

۳: مولانا ولی محمد کیریہ صاحب: یہ مدرس اسی مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوئے پھر یہیں ان کو مدرس بنا کر رکھا گیا ابتدائی علوم اور فارسی کی کتب یہیں پڑھاتے تھے۔

۴: مولانا محمد اسماعیل صاحب پٹھان: کافی علوم میں ان کو بڑی مہارت تھی خاص طرح علوم آلیہ صرف ونحو میں بڑے ماہر تھے۔ بڑے بڑے کتاب نہایت کامیابی کے ساتھ پڑھاتے تھے صرف اور نحو کے دشوار کتاب وہی پڑھاتے تھے یہ سب علوم گویا انہیں زبانی یاد تھے۔ عربی ادب کی بھی اچھی مہارت رکھتے تھے۔ مولوی صاحب مرحوم سندھی تھے اور ہمارے ہی گاؤں میں رہتے تھے اور حافظ قرآن بھی تھے اور مدرسہ کے مہتمم بھی۔ ہمارے والد رحمہ اللہ کے زمانے سے وہیں رہے اور ہمارے زمانے میں بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کافی عرصہ وہی مہتمم رہے لیکن کافی عرصہ بعد کچھ اسباب کی وجہ سے ہمارے مدرسہ کو چھوڑ کر جا کر نیو سعید آباد میں رہے اور وہیں پر وفات کی۔ لیکن ہمارے ساتھ ان کا تعلق چھوڑنے کے بعد بھی وہیں رہے ہمارے والد رحمہ اللہ کے ساتھ ان کی بچپن سے دوستی تھی اس لیے کہ وہ ایک ساتھ ہی پڑھے تھے اور فارغ التحصیل بھی ساتھ ہوئے تھے اور ہمیشہ ان کے ساتھ رہے کبھی ان سے جدا نہ ہوئے۔

۵: مولانا محمد اکرام صاحب ہالائی انصاری سندھی: یہ مولوی صاحب مرحوم بھی درسی علوم میں کافی مہارت رکھتے تھے۔ مشہور صرف کی کتاب ارشاد الصرف کے متن کے نیچے ان ہی کا حاشیہ ہے وہ بھی اس مدرسہ میں پڑھاتے تھے لیکن میں ان کے پاس سوا ایک دو دفعہ کے وہ بھی فارسی کے اسباق کے سوا کچھ نہ پڑھ سکا کچھ عرصہ بعد ہمارے مدرسہ کو چھوڑ کر جا کر اپنے شہر ہالا میں رہے اور پھر ہمارے والد رحمہ اللہ سے ملنے آتے رہے اور آخر ہالا میں ہی وفات پا گئے۔

۶: مولانا محمد نور صاحب: یہ پنجابی مولوی تھے اور سرگودھا کے رہنے والے تھے ان مولوی صاحب کی خاص طرح معقولات (منطق فلسفہ وغیرہما) پر کافی دسترس تھی اور ہر فن میں معقولاتی نکات پیش کرتے تھے خواہ حدیث ہو یا نحو یا اصولِ فقہ ہو یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ منطق یا معقول میں رنگے ہوئے تھے۔ ہمارے مدرسہ میں کچھ وقت درس و تدریس کا کام کیا پھر چھوڑ گئے اس کے بعد ہمارے والد رحمہ اللہ کے آخری ایام میں پھر درس کا کام کیا پھر ان کی وفات تک مدرسہ میں پڑھاتے رہے اور ان کی وفات کے بعد بھی پڑھاتے رہے لیکن جب مدرسہ میں ماہِ رمضان المبارک کی چھٹیاں ہوئیں تو وہ چلے گئے اور اس کے بعد پھر نہیں آئے۔

۷: مولانا قطب الدین صاحب ہالیجوی: یہ مولوی صاحب سندھی تھے اور پنو عاقل کے نزدیک ہالیجی نام کے ایک گاؤں میں سکونت پذیر ہیں۔ جہاں مولانا حماد اللہ مرحوم رہتے تھے یہ مولوی صاحب بھی ہمارے ہی مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوئے اور یہاں ہی پڑھاتے رہے پھر چھوڑ گئے پھر آئے پھر چھوڑ گئے اور اپنے گاؤں ہالیجی میں پڑھاتے رہے گھوٹکی میں بھی کچھ وقت پڑھاتے رہے ٹھیڑھی میں بھی کچھ وقت مدرس ہو کر رہے ہمارے والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بھی ہمارے یہاں پڑھانے آئے اور آخر علم کی تحصیل میں نے ان کے ہاتھ پر کی اور میری دستار بندی بھی انہوں نے کی پھر کچھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرصہ بعد یہاں سے چھوڑ کر چلے گئے۔

۸: مولانا حمید الدین صاحب: یہ مولوی صاحب پنجابی تھے اور ہمارے والد رحمہ اللہ کے زمانے میں پڑھانے آئے تھے عربی ادب میں وہ بڑی مہارت رکھتے تھے لیکن آب وہوا راس نہ آنے کے سبب اور بیمار رہنے کی وجہ سے یہاں سے چھوڑ گئے اس لیے ایسے قابل آدمی سے پوری طرح استفادہ نہیں کر سکے مشہور کوئٹہ کے زلزلے کے وقت وہ ہمارے ہاں مدرس تھے اور ابھی جوان تھے۔ شاید ۳۰، ۳۵ برس کے مشکل سے ہوں گے ان کے جانے کے بعد ان کا کچھ پتہ نہیں چلا۔

۹: مولانا محمد مدنی صاحب سندھی: یہ مولوی صاحب اصل ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے تھے لیکن ازلی سعادت ان کا مقدر تھی اور بچپن ہی میں مسلمان ہوگئے اور اس کے بعد عربی علوم حاصل کیے پھر ہجرت کر کے حرمین شریفین چلے گئے وہاں مدینہ منورہ میں رہے اس لیے ان کو مدنی کہتے تھے اور آج تک ان کو محمد مدنی کہتے ہیں وہاں حرمین شریفین میں مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم سے ان کی ملاقات ہوئی کیونکہ مولانا عبید اللہ صاحب مرحوم انگریزوں کے مظالم سے تنگ آ کر حرمین شریفین چلے گئے تھے اس طرح ان کی (محمد مدنی صاحب) کی مولانا مرحوم سے صحبت تھی اور ان سے شاہ ولی اللہ مرحوم کے کتابوں اور ان کے فلسفہ کا علم حاصل کیا اور وہیں رہنے کی وجہ سے مولوی صاحب موصوف کو عربی زبان پر بھی کافی مہارت حاصل ہوگئی تھی اور پھر وہیں سے واپس آ کر کراچی میں رہے اور ابھی تک وہیں رہتے ہیں وہیں سے ہمارے والد رحمہ اللہ نے ان کو اپنے مدرسے کے لیے بلایا اور یہ آپ کی زندگی مبارک کا آخری زمانہ تھا غالباً دو یا ڈھائی برس ہمارے والد رحمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ ان کے مدرسے میں رہے اور آپ کی وفات کے بعد پھر مدرسہ میں نہ آ سکے۔ ہمارے ہاں اپنے بال بچوں کے ساتھ رہتے تھے۔ شعر کا علم (علم العروض والقافیہ) بھی جانتے تھے مجھے بھی شوق ہوا کہ میں بھی یہ علم حاصل کروں لیکن ہمارے والد رحمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ غالباً اس ﴿والشعراء یتبعهم الغاوون﴾ قرآنِ مجید کی آیت کی وجہ سے اس کے مخالف تھے لیکن بعد میں کچھ وجوہات کی بنا پر مجھے اس کی اجازت دے دی پس تھوڑے ہی عرصہ میں میں نے کتاب ''محیط الدائرۃ فی علمی العروض والقافیہ'' پڑھ لی اور کافی واقفیت حاصل کر لی اتنی کہ میں نے کچھ عربی قصیدے بھی تیار کر لیے اس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد ہمارے والد رحمہ اللہ نے جب یہ شعر دیکھے تو بہت خوش ہوئے اور اپنی رضا کا اظہار فرمایا بہر حال یہ فن بھی میں نے مولانا محمد مدنی صاحب سے حاصل کیا ہمارے والد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ایک دفعہ مولانا محمد مدنی صاحب نے کراچی سے قرآنِ مجید کا ترجمہ سندھی زبان میں کر کے میری طرف بھیجا تا کہ میں اس کی تصحیح کرلوں یہ ان کی تواضع اور انکساری تھی حالانکہ آپ تو میرے استاد تھے اب تک وہ کبھی کبھی ہمارے گاؤں میں گھومنے بھی آتے ہیں۔

۱۰: مولانا خلیل احمد صاحب: یہ مولوی صاحب ہمارے والد رحمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وفات کے کافی عرصہ بعد ہمارے مدرسہ میں آئے تھے میں نے ان سے سبع معلقات اور مناظرہ کے علم میں رشیدیہ اور صحیح البخاری کا کچھ حصہ اور منطق میں سلم العلوم اور اصول فقہ میں کچھ حصہ مسلم الثبوت اور کچھ دوسری کتب پڑھیں۔ مولوی صاحب کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ طلباء کو مناظرہ کی بھی تعلیم دیتے تھے اور مسلکاً پکے حنفی تھے پھر یہاں سے چھوڑ کر بھینڈہ کے مدرسہ میں چلے گئے کچھ عرصہ بعد وہاں سے بھی چھوڑ گئے پھر جماعت اسلامی کی طرف مائل ہوگئے بعد میں پرویزی کتب مطالعہ کرنے کے بعد پرویزیت کی طرف مائل ہوگئے اس کے بعد سکھر میں ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا اور وہیں پڑھاتے تھے۔

۱۱: قاری عزیز اللہ: میں نے قراءۃ کا فن ان سے حاصل کیا۔

۱۲: مولانا شرف الدین دہلوی صاحب: طب کا علم میں نے کچھ ان سے حاصل کیا اور صحاح ستہ کی کچھ احادیث۔

۱۳: مولانا بہاء الدین افغانی صاحب: ان کا کچھ احوال نہیں مل سکا۔

۱۴: اس کے علاوہ آپ نے ڈاکٹر عبدالواحد ھالیپوٹہ صاحب اسلام آباد سے بھی استفادہ کیا۔

۱۵: مولانا عبدالحق قریشی مہاجر مکی۔ صحاح ستہ کی کچھ احادیث

۱۶: مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

آپ کی تصانیف:

آپ ایک اعلیٰ مرتبہ کے مصنف بھی تھے۔ آپ کی تصانیف میں محدثانہ رنگ تھا کسی پر بے جا تنقید نہ فرماتے تھے اور بحث برائے بحث بھی نہ کرتے تھے۔ اگر کسی مسئلہ میں محسوس کرتے کہ میں اس میں حق پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں تو واللہ فوراً رجوع کر لیتے اور اس میں کچھ عار محسوس نہ کرتے۔ ہمارے استاد مولانا دوست محمد لکھمیر نواب شاہی فرماتے ہیں کہ شاہ بدیع الدین رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر محب اللہ شاہ کسی کتاب یا حدیث پر کوئی نوٹ لکھ دیتے تو ہمیں اس کو رد کرنے کی جرأت نہیں اور میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ علم اور عمل دونوں میں بحر تھے۔ ہم نے ان کو سمجھا ہی نہیں کہ وہ کیا تھے۔ کچھ عرصہ قبل بی بی سی لندن سے اس بات پر تبصرہ ہوا تھا کہ دنیا میں پہلے نمبر پر عالم دین کون ہے تو انہوں نے ناصر الدین البانی کا نام لیا تھا لیکن میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ان کو محب اللہ شاہ کا علم ہوتا (کیونکہ وہ باہر کی دنیا میں اتنے معروف نہیں تھے) تو وہ آپ کو پہلے نمبر پر رکھتے البانی صاحب کو دوسرے نمبر پر رکھتے۔ بہر حال یہ باتیں ایسی ہیں کہ ان کی تصانیف کو دیکھ کر یا کتابوں پر جا بجا ان کی تعلیقات کو دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا علم کتنا دقیق تھا یا وہ عالم دین جنہوں نے آپ سے بالمشافہ یا خط وکتابت کے ذریعے استفادہ کیا مثلاً مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ وہ ہی آپ کو بتا سکتے ہیں کہ آپ علم میں کیا تھے۔

مختلف کتابوں پر تعلیقات کے علاوہ آپ کے ۶۸ تصانیف ہیں۔

عربی تصانیف: ۱۹

اردو تصانیف: ۲۵

سندھی تصانیف: ۲۴

آپ کی شادیاں:

آپ نے دو شادیاں کیں جو کہ ابھی حیات ہیں۔ ایک سے ایک بیٹا ہے جو کہ حیات ہے۔ نام: پیر محمد یاسین شاہ۔ دوسری سے دو بیٹے ایک بیٹی ہے جو کہ حیات ہیں۔ نام: پیر محمد راشد شاہ، دوسرا محمد قاسم شاہ۔

آپ چار مرتبہ حرمین شریفین گئے۔ تین حج ادا کیے ایک مرتبہ عمرہ کے لیے گئے۔ ایک مرتبہ ترکی کتابوں کے سلسلہ میں گئے۔ ایک مرتبہ برطانیہ بھی گئے۔

اس کے علاوہ آپ اپنے مدرسہ میں جو بڑی کتابوں کے طلباء تھے ان کو بھی درس دیتے تھے اور میں نے بھی ان سے بہت سی کتابیں پڑھیں اور مجھ میں جو کچھ بھی لیاقت ہے وہ سب ان کی مرہونِ منت اور ان کی وجہ سے ہے اُن کی محبت اور دعا کی وجہ سے حقیقت یہ ہے کہ جنہوں نے ان سے محبت کی وہ آج بھی ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی یاد میں روتے ہوں گے ان کی شخصیت میں کوئی بناوٹ دھوکہ فریب، دل آزاری، جذبہ انتقام، جھوٹ، ہٹ دھرمی نہ تھی نہ وہ کسی کی عیب جوئی کرتے تھے ہمیشہ محبت الٰہی میں سرشار اور مگن رہنے والی شخصیت تھی۔ ہر ایک کے کام آنے والے تکبر اور غرور سے پاک بات کرنے میں میٹھا پن اور خاموش طبع کوئی بات کرے تو جواب دیتے ورنہ اکثر خاموش رہا کرتے ان کی خاموشی اور دیکھنے کا انداز بھی ایسی تبلیغ تھی کہ واللہ بڑے بڑے علماء کی تقاریر بھی اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ لوگ آپ کو دیکھ دیکھ کر سبق حاصل کرتے اور سیکھتے تھے۔ اگر میں یہ کہوں کہ وہ اسوۂ رسول ﷺ کا پورا نمونہ تھے تو اس میں کوئی دروغ گوئی نہ ہوگی نماز پڑھنے کا ایسا انداز ایسی عاجزی سے ادا کرتے کہ واللہ وہ عاجزی مجھے کسی میں نظر نہیں آتی چلنے میں جلدی جلدی چلنے والے میں ان کی کون کون سی ادا لکھوں ان کی تو ہر ادا اسوۂ حسنہ تھی۔ ملنے کا ایسا انداز کہ جب تک وہ ملنے والا خود الگ نہ ہو وہ الگ نہ ہوتے اور ہر ملنے والا یہی سمجھتا کہ یہ سب سے زیادہ مجھ ہی سے محبت رکھتے ہیں یعنی وہ ہر دلعزیز شخصیت تھے۔ آپ فرماتے تھے میری کتابیں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہیں اگر میری کوئی کتاب گم ہو جاتی ہے تو مجھے اتنا دکھ ہوتا ہے جیسے میرا کوئی عزیز فوت ہو گیا ہے۔

❀❀❀❀

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الحدیث محمد رفیق اثری صاحب حفظہ اللہ ☆

مولانا سید محب اللہ شاہ صاحب جلال پور میں

شاہ صاحب رحمہ اللہ ایک جید عالم دین تھے، ان کو ایک بار دیکھا کہ شیخ مکرم مولانا سلطان محمودؒ کی خدمات میں تشریف فرما ہیں۔ یاد نہیں کتنا وقت یہاں رہے مگر اکثر وقت دارالحدیث کی لائبریری میں گزارا۔ کھانا بھی یہیں منگوایا اس سے قبل انہوں نے اپنی ایک کتاب جو سورۃ فاتحہ سے پہلے جہری نمازوں میں ''بسم اللہ الرحمٰن'' کے اثبات میں انہوں نے تالیف فرمائی تھی۔ تقریظ اور تاثرات قلمبند کرنے کے لیے شیخ مکرمؒ کے پاس بھیجی تھی۔ راقم کو حکم ہوا کہ اسے اچھی طرح پڑھ کر اپنی رائے لکھ دیں۔ رائے پیش کی اور خود بھی مختلف مقامات سے پڑھا میرے لکھے پر دستخط فرما دیے اور کتاب بذریعہ ڈاک واپس بھیج دی گئی۔ اس سے پیر صاحب کے بارے میں جو ذہن میں خاکہ تھا لائبریری کے ساتھ ان کے لگاؤ کو دیکھ کر اس میں اور اضافہ ہوا۔

دارالحدیث کے بارے میں ان کے موجودہ ارشادات میں بھی اس بات کو نایاب فرمایا ہے لکھتے ہیں۔ ''یہاں کی لائبریری بہترین ہے تفسیر و حدیث وغیرہ کی کتب کا کافی ذخیرہ ہے'' مدرسہ کے بارے میں ان کے ارشادات بھی رقم ہیں۔

مولانا فیض الرحمٰن الثوری رحمہ اللہ کے ساتھ ان کے گہرے علمی مراسم تھے۔ آپس میں دونوں بزرگ معلومات کا تبادلہ کرتے رہتے تھے۔ ایک مکتوب گرامی میں ہے کہ میں نے بحمد اللہ وحسن توفیقہ کتاب القرآۃ کے رجال پر کام کو مکمل کرلیا۔ اس کو اب صرف فیئر کرنا ہے جوان شاء اللہ بچہ قاسم آہستہ آہستہ فیئر کرلے گا اب میری گزارش ہے ازراہ عنایت آں محترم کم ازکم ایک یا دو دن کے لئے ہمارے ہاں تشریف لائیں تاکہ آں محترم کو کام دکھاؤں اور کچھ رواۃ کے بھی تبادلہ خیالات کرنا ہے اور جن کے متعلق تحقیق و معلومات کا حصول بھی مطلوب ہے اور اس سلسلہ میں آپ کے نیک مشوروں کی اشد ضرورت ہے، اس کام کی تحریک آں جناب نے ہی فرمائی تھی اب اس پر نظر ڈالنا اور چند باتوں کے متعلق راہنمائی بھی آں محترم کو کرنی

☆ شیخ الحدیث دارالحدیث جلال پور پیروالہ ملتان۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ الخ۔ اس خط کی فوٹو بھی ساتھ منسلک ہے۔

اپنے دوستوں کے بارے میں اس انداز تحریر سے پیر صاحب رحمہ اللہ کے اعلیٰ ذوق کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی علمی شخصیت کے اعتراف کا کیا پیارا انداز ہے اور اپنے دوست کے ساتھ کچھ مدت تحریری ملاقات نہ ہوسکنے کی صورت میں وہ کس قلق کا اظہار فرما رہے ہیں۔

راشدی خاندان کے یہ سپوت جتنا وقت یہاں رہے علم و دانش کی ہی باتیں ہوتیں رہیں اور مجھے ان کی خدمت میں جو دلی سکون ملا تھا وہ میرے لئے سرمایہ افتخار ہے۔

جب بھی ان کے ساتھ کسی مسئلہ پر گفتگو ہوتی تو معلومات کا ایک ذخیرہ ان کے حافظہ میں محفوظ محسوس ہوا خصوصاً رجال و نقد احادیث کے بارے میں۔ عالی اور محترم جلال پور میں مورخہ ۱۹۹۱-۵-۸ مطابق ۲۳-۱۰-۱۴۱۱ھ کو تشریف لائے تھے۔

❀❀❀❀

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوحمزہ عبدالحمید المری ☆

یکے از شخصیاتِ باب الاسلام

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على امام الانبياء والمرسلين وعلى آله واهل بيته واصحابه اجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين . آمين

یوں تو سندھ اور اس کی علمی نابغہ روزگار شخصیات کے مکمل احاطے کے لیے جماعت کبیر اور وقت طویل اور دفاتر کثیر درکار ہیں، سندھ کی تاریخ کا جائزہ لیں تو انسان حیران رہ جاتا ہے کہ رب تعالیٰ نے اس خطہ کو کن کن عجیب تحفوں اور نعمتوں سے نوازا ہے ابھی اس پر مکمل اور شافی وکافی کام ہونا باقی ہے کچھ پہلوؤں پر قدرے کام ہوا ہے اور اکثر پردہ خفا میں ہیں جنہیں پردہ خفا سے ظہور میں لایا جاتا رہے گا ہنوز زیادہ کام تشنہ ہے اور اس (سندھ) کا حق ادا نہیں ہوا جو آئندہ اور موجودہ مورخین پر قرض ہے جسے ادا کرنا ان کا فرض ہے اور ان کا حق بھی کہ وہ اس خود اس خطہ مسعود کے باسی ہیں۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد اس کے ایک پہلو پر آتا ہوں جو اس خطہ مسعود کی اصل پہچان ہے جسے اسلامی پہلو کہا جاسکتا ہے ویسے تو سندھ کی علمی شخصیات بے شمار ہیں جن کی ضیا پاشیوں کی لہر عرب کی سرزمین تک پہنچی اور یہاں کی کتنی شخصیات نے علم دین عرب کی سرزمین سے حاصل کیا اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ خود عرب کی بڑی بڑی شخصیات علم دین کے حصول میں ان سندھی علماء کی خوشہ چین ہوگئی۔ جہاں سے اسلام شروع ہوا وہاں یہ ہستیاں ایک عالم کی استاد بن گئیں اور سند حدیث میں ان کا نام ثبت ہوگیا کہ ان کا ذکر کیے بغیر ان کی سند ہی متصل نہیں ہوسکتی۔ یہاں ان ہستیوں کا استقصاء مقصود نہیں صرف ان میں سے ایک ہستی وچشم و چراغ جھنڈا خاندان جناب محترم پیر سید محبّ اللہ شاہ صاحب سے متعلق کچھ عرض کرنا مقصود ہے جسے مجلّہ بحر العلوم میرپور خاص کی فرمائش پر لکھ رہا ہوں اگرچہ میں کوئی تجربہ کار لکھاری تو نہیں ہوں پر ذکر صالحین کرنے والوں میں

☆ مدرسہ دارالرشاد پیر جھنڈو کے سابق استاد کئی کتب کے محقق اور مترجم۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شامل ہونے کی خاطر یہ چند سطور لکھ رہا ہوں بقول شاعرؔ

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ
لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا

کہ میں بھی عرصہ پانچ سال ان کے مدرسہ دار الرشاد درگاہ شریف میں تدریس کے فرائض سرانجام دے چکا ہوں اس دوران ان کے فرزندگان محمد یٰسین عرف دادا اور محمد راشد اور محمد قاسم کے علاوہ مولا بخش محمدی، مولا بخش الحداد و عبداللہ وغیرہ طلباء میرے زیر تعلیم رہے ہیں ان کے علاوہ مزید طلباء بھی تھے جن کے نام اس وقت مستحضر نہیں۔ آمدم برسر مطلب۔ محترم شاہ صاحب کے پاس پڈعیدن سے آیا جہاں دیہات کی ایک مسجد میں امامت و خطابت کیا کرتا تھا اور پڈعیدن شہر کی مسجد میں خطبہ بھی دیا کرتا تھا کسی ذریعے سے شاہ صاحب کو میرا علم ہوا تو انہوں نے اپنے ہاں تدریس کے لیے بلالیا مختصر بات چیت کے بعد انہوں نے اپنے مدرسہ میں تدریس کے لیے مقرر کر دیا پھر تو اکثر اوقات مجالس و مذاکرت علمی شروع ہوئے بعض اوقات ایک ہی مسئلے پر کئی دن بحث و تحقیق جاری رہتی اسناد و احادیث پر گفتگو ہوتی کبھی علل الحدیث موضوع سخن ہوتا تو کبھی درایت حدیث پر بحث ہوتی، لیکن چند صفات جو میں نے دیکھیں وہ دوسرے علماء میں کم ہی دیکھنے میں آئیں۔

(1)......کسی مسئلے کو لیتے تو اس کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیتے کہ کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔

(2)......اپنے سے کم عمر سے استفادہ و مشورہ لینے میں عار محسوس نہ کرتے اس کی مثال یوں ہے کہ ایک بار ایک شخص ایک فتوی لے آیا جس میں غالباً پھوپھی/ نانی کے وراثتی حصے کا ذکر تھا کہ یہ وارث نہیں ہوسکتی وہ وراثت بیت المال میں جائے گی تو انہوں نے وہ فتویٰ میرے پاس بھیج دیا کہ آپ اس کا جواب لکھیں کیونکہ فتویٰ نویسی کا کام بھی میرے ذمہ لگا رکھا تھا، فتویٰ لے کر رکھ لیا اور آدمی کو کچھ عرصہ بعد آنے کا کہہ کر رخصت کیا، غالباً عصر پڑھ کر ان کے پاس پہنچا اُس فتوے کی بابت بات کی تو فرمانے لگے بھائی صاحب آپ اس کا کوئی حل نکالیں میرے علم میں نہیں ہے، میں نے ان کی رائے معلوم کی تو جواب دیا کہ اس وقت کچھ نہیں کہہ سکتا بلکہ آپ (مجھے فرمایا) کی رائے کیا ہے کہ حقدار ہوگی یا نہیں؟ میں نے جواب دیا میرا وجدان کہتا ہے کہ اسے حصہ ملنا چاہیے، اس کے بعد تلاش بسیار کے بعد میرے موقف کی تائید مل گئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتوے سے منتج ہوگئی امام ابوبکر ابن ابی شیبہ کی کتاب "المصنف في الاحاديث

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والآثار" میں مل گئی، وہ بہت خوش ہوئے اور مبارک باد دی۔ اس وقت تک المصنف چھپی نہیں تھی۔

(3)...... ان کی طبیعت میں ٹھہراؤ اور دھیما پن تھا جلد بازی تو گویا وہاں سے بوریا بستر اٹھا کر لے گئی کہ اس کا کام یہاں تھا ہی نہیں۔

(4)...... ان میں تیزی بالکل نہیں تھی جس طرح ان کے برادر صغیر جناب پیر سید بدیع الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ میں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی طبیعت علیحدہ علیحدہ بنائی ہے۔

(5)...... تفقہ کے بارے میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ایک مسئلہ پر غور وخوض میں وقت کی پابندی نہیں تھی بلکہ مقصد اس کو ہر پہلو سے سمجھنا ہوتا۔

(6)...... حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سیدھے سادے انسان تھے نہ علمی تفوق کا اظہار اور نہ سید ہونے کے ناطے (بعض سید حضرات کی طرح) کوئی فخر وریاء بلکہ ہر صاحب علم سے عاجزی سے ملتے بلکہ اٹھ کر ان سے گلے ملتے بلکہ میں بھی ان کے پاس کتب خانہ میں جب جاتا تو اٹھ کر ملتے، اکثر وبیشتر مدرسہ میں بھی تشریف لاتے وہاں حال احوال ہوتے تھے اور مختلف موضوعات زیر گفتگو ہوتے۔ انہیں مطالعہ اور جمع کتب کا از حد شوق تو وراثتی تھا ایک بار فرمانے لگے بھائی صاحب اس کتب خانہ کی ایک مکمل فہرست بن جائے تو کتنا اچھا ہے لیکن اس کے لیے کوئی تیار نہیں اگر ہوتا ہے تو اسے ان کتب کے فن وموضوع کا علم نہیں ہوتا اس لیے ان حضرات سے مطلوبہ فہرست بنوانا فضول ہے۔ لہٰذا میں آپ سے یہی توقع رکھ کر ذکر کر رہا ہوں کہ آپ ہی اس کی موضوع وار فہرست مرتب کردیں الحمد للہ بندہ نے یہ فریضہ علمی خدمت سمجھ کر مکمل کردیا۔ بعد کی تبدیلی کا علم مجھے نہیں ہے مدرسہ سے چلے آنے کے بعد بھی خط وکتابت جاری رہی خطوط جو میں نے محفوظ رکھے ہوئے ہیں جو میرے نام تھے۔ ان کی علمی خدمات بھی کافی ہیں اگر کوئی جماعت/ ادارہ ان کی تصنیفی وغیرہ خدمات شائع کردے تو ان کی خدمات کا اعتراف بھی اور ناشر کا ثواب بھی۔ ان دنوں صحیح بخاری کا حاشیہ بھی لکھ رہے تھے ساتھ رواۃ ثقات حسب قرون (صدی) بھی جمع کر رہے تھے ایک رسالہ تحصیل المعلاۃ فی حکم الجهر بسمله فی الصلاۃ عربی جس کا اکثر حصہ میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح جن حضرات کے پاس ان کے فتاویٰ ہیں انہیں جمع کر کے شائع کردیا جائے۔ اس سلسلے میں اولین ذمہ داری تو ان کے فرزند ارجمند عزیزی محمد قاسم راشدی کی ہے کہ وہ اس ذمہ داری کو محسوس کریں اور ان کی اشاعت کا بندوبست کریں سندھی کتب کا اردو ترجمہ کرائیں اور انہیں چھپوائیں اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے ان کے محبین سے تعاون کی اپیل کریں تو امید ہے کہ وہ ضرور ساتھ دیں گے۔

مجاہدین سے تعلق:

اس خاندان کا ایک اعزاز یہ بھی ہے کہ اس نے سید احمد شہید کے قافلہ مجاہدین کی امداد و تعاون میں بڑی سرگرمی دکھائی گویا کہ پاکستان بنانے اور حکومت الٰہی کے قیام میں بھی اس کا وافر حصہ ہے اسی امداد و تعاون کی بنا پر اس خاندان کے حضرت روضہ والے (روضہ دھنی) کو انگریزوں نے دھوکے سے گرفتار کر کے پھانسی پر چڑھا دیا تھا وہ تو شہید ہو گئے لیکن تحریک جہاد کو مہمیز دے گئے۔ علاوہ ازیں انہیں علمی شوق اور جمع کتب و مطالعہ کا ذوق تو وراثت میں ملا تھا حصول کتب کے سلسلے میں فیاضی سے کام لیتے زوار کی خدمت و مدارت میں بھی کسر نہ چھوڑتے انہیں حتیٰ الامکان ضروریات کی سہولیات بہم پہنچانے میں بھی تعاون کرتے البتہ مخطوطات کے عاریتاً دینے میں بہت احتیاط سے کام لیتے اکثر و بیشتر تصاویر کتب مخطوطہ کی خاطر مجھے اکیلے یا ان کے ساتھ حیدر آباد بھیجتے، مدینہ منورہ سے اتحاف المھرۃ لابن حجر کی فوٹو کاپی کرانے کے لیے کراچی بھیجا تھا اور اس طرح اور کام بھی میرے ذمہ لگاتے کئی تبلیغی دوروں میں ساتھ لے جاتے آخر ایک وقت یہ بھی آیا کہ کتب خانہ کی چابیاں بھی بنوا کر میرے پاس چھوڑیں کہ جب ضرورت ہو گھر سے نہ منگواؤں اور نہ ان کے آنے کا انتظار کروں بلکہ بوقت ضرورت کتب خانہ کھول کر اپنی ضرورت پوری کروں ایک عاجزی اور اخلاص کی مثال یہ ہے کہ ایک بار رات کو تقریباً تین بجے (سردیوں میں) مطالعہ کر رہا تھا ان کی جیپ کمرے کی شمالی جانب سڑک پر سے گزری میرے کمرے کی کھڑکی سے روشنی نظر آتی تو گھر جانے کی بجائے مدرسہ میں آکر میرے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا دروازہ کھولا تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کھڑے تھے میں نے پوچھا کہ حضرت اس وقت آمد خیر تو ہے؟ فرمایا کہ روشنی نظر آنے پر چلا آیا کہ آپ مطالعہ کر رہے ہیں۔ جواب دیا کہ جی ہاں ہاتھ جوڑ کر ملتجیانہ انداز میں فرمانے لگے بھائی صاحب اتنا نہ کریں آج اعصاب جوان ہیں کل کلاں آپ ایک صفحہ بھی بمشکل پڑھ سکیں گے، پھر گلے لگالیا اور واپس گھر تشریف لے گئے اور آج ان کی یہ بات واضح محسوس کر رہا ہوں اس وقت تو حرص تھا کہ جتنا ممکن ہو استفادہ کرلوں کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، بہرحال کہاوت ہے کہ بڑوں کے منع کرنے میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے لیکن انہوں نے اسی وقت آمدہ خطرے سے آگاہ کر دیا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محترم محمد موسیٰ بھٹو صاحب ☆

پیر محب اللہ شاہ صاحب راشدی رحمہ اللہ

شاہ صاحب رحمہ اللہ سندھ کے ان ممتاز علماء کی کڑی تھے، جو علم وفضل کے ساتھ ساتھ روحانیت سے بہرہ ور تھے اور جن سے مل کر خدا یاد آ جاتا تھا اور جو رواداری اور محبت کا پیکر تھیں اب ایسے علماء کہاں ملیں وہ اگرچہ قرآن وحدیث کو حرفِ آخر سمجھتے تھے، تاہم ان کی یہ رواداری قابل رشک ہے کہ ایک تو وہ چار مشہور فقہاں کو قرآن وسنت کی تعبیر وتشریح سمجھتے تھے، دوم یہ کہ وہ مسلمانوں میں موجود تصوف کے ارادہ کو اپنی ساری خرافات کے باوجود اصلاح کا ذریعہ قرار دیتے تھے۔ ان دونوں معاملات میں ان کا موقف عدل و انصاف پر مبنی تھا، فقہ کو جو تحقیقات حدیث کے سراسر منافی تھی وہ انہیں مسترد کر دیتے تھے، چونکہ وہ تصوف کے خاندان سے وابستہ تھے، اس لیے انہیں مسلمانوں کی اصلاح کے سلسلہ میں اس ارادہ کی افادیت و اہمیت کا پوری طرح اندازہ تھا، چنانچہ وہ خود ذکر فکر بھی دیتے تھے اور اپنے حلقہ سے وابستہ افراد میں اس کے اثرات محسوس کرتے تھے، پیر صاحب رحمہ اللہ کو علمی اعتبار سے جو مقام حاصل تھا، اس کے لیے ان کی کتابیں شاہد ہیں۔ مجھے ان کی جس خوبی نے متاثر کیا وہ ان کا روادار کردار ہے، وہ امت مسلمہ کو اکائی سمجھتے تھے، اپنے آپ کو اس امت کا حصہ قرار دیتے تھے، امت کے مختلف طبقات کی کمزوریوں وکوتاہیوں اور خرابیوں کے باوجود وہ ان طبقات کو امت کے وسیع پلیٹ فارم سے جداگانہ تصور نہیں کرتے تھے، وہ چونکہ ''احسان'' کے ابتدائی مقامات طے کر کے انتہائی مقام پر فائز تھے، اس لیے ان کے مزاج میں انکساری اور خاکساری بھی موجود تھی۔ اپنے علم اور تقویٰ کا انہیں ذرہ برابر بھی زعم نہیں تھا۔

موجودہ دور میں مذہبی قیادت کا فرقہ وارانہ تعصب سے بلند ہو اور علمی زعم سے محفوظ ہو اور حب جاہ و مال سے بچنا یہ بہت بڑی بات ہے، الحمد للہ پیر صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت ان چیزوں سے بہت بلند تھی اور ان پر یہ اللہ کا خاص فضل وکرم تھا۔ پیر صاحب رحمہ اللہ سے میرا تعلق اس وقت ہوا جب ۱۹۹۰ء میں میں نے جی

☆ ماہنامہ ''بیداری'' حیدرآباد کے مدیر۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایم سید کی طرف سے اسلام پر کیے گئے اعتراضات کے جواب میں تفصیلی کتاب لکھی اور ان کے ایک ایک نکتہ کا جواب دے کر سندھ کے علمی حلقوں اور تعلیمی اداروں میں بڑے پیمانہ پر تقسیم کی، پیر صاحب رحمہ اللہ نے یہ کتاب پڑھ کر اپنی غیر معمولی مسرت کے اظہار پر مشتمل طویل خط لکھا، جس میں انہوں نے لکھا کہ جی ایم سید کی اس کتاب (جیسا میں نے دیکھا) نے سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں نوجوانوں کے دین وایمان اور عقائد کو خراب کیا ہے، ۱۹۶۸ء سے اب تک دیندار طبقہ کی طرف سے اس کتاب کے اعتراضات کا علمی جواب شائع نہیں ہوا، آپ نے یہ خدمت سرانجام دے کر اہم ضرورت پوری کی ہے، میری طرف سے تبریک قبول کریں۔ موصوف نے یہ بھی لکھا تھا کہ پوری کتاب میں جذبائیت اور اشتعال کا کچھ بھی شائبہ موجود نہیں ہے، اس روادرانہ انداز سے مخالف اسلام شخصیت کے اشکالات کا جواب دینے سے ان شاء اللہ آپ کی یہ کتاب تعلیمی طبقہ اور سندھی افراد میں پڑھی جائے گی اور اس کے اثرات ہوں گے۔ پیر صاحب رحمہ اللہ کے اس خط کے بعد ہمارا ماہانہ سندھی رسالہ اور ''بیداری'' سلسلہ اُن کی خدمت میں جاتا تھا، جب بھی رسالہ ڈاک کی نظر ہوتا تھا تو موصوف خط کے ذریعہ اطلاع دے دیتے تھے کہ فلاں شمارہ نہیں ملا اس کی دوسری کاپی بھجوائیں ''بیداری'' کا جو مضمون انہیں زیادہ پسند آتا تھا اس کے لیے وہ اپنی خوشی کے اظہار کا خط ضرور لکھ دیتے تھے۔ غالباً ۱۹۹۴ء میں ان سے مختصر ملاقات بھی ہوئی، ملاقات کی سبیل اس طرح پیدا ہوئی کہ ہمارے دوست حافظ منیر احمد خان سندھ میں قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر کے عنوان سے جامعہ سندھ سے پی ایچ ڈی کر رہے تھے، اس سلسلہ میں پورے سندھ کے دورے کا پروگرام بنا، سندھ میں جن پرانے خاندانوں کے ہاں قرآن کے تراجم و تفاسیر کے قلمی نسخوں کا علم ہوا، وہاں ہم پہنچ کر اس سلسلے میں پیر صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے، عجب اتفاق کہ اس وقت پیر صاحب رحمہ اللہ بچوں کے ساتھ ہالا جا رہے تھے، اس لیے مختصر ملاقات ہوئی، اس کے ایک دو ماہ کے بعد پھر حاضری ہوئی، اس وقت پیر صاحب رحمہ اللہ سخت علیل تھے، ان کی لائبریری سے استفادہ ہوا اور سید قاسم شاہ صاحب سے تفصیلی ملاقات ہوئی، افسوس چند ماہ بعد پیر صاحب رحمہ اللہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبد العظیم انصاری رحمہ اللہ

حضرت پیر سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ
(صاحب العلم) کی یاد میں

حضرت مولانا سید محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ ان کی شخصیت اور ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ سندھ کے سادات معروف گھرانے راشدی سے تعلق رکھتے تھے۔ اس خاندانِ جلیلہ کا علمی تفوق، روحانی برتری اور عظمت و جلالت اس علاقے میں مسلمہ ہے اور یہ عالی مرتبت خاندان زہد واتقا، احسان وتصوف نیکی و پارسائی، دینی، اور ملی اور ملکی خدمات کے لحاظ سے اپنی مثال نہیں رکھتا۔

اس خاندان کے علو مرتبت کی ادانٰی مثال یہ ہے کہ اس کے اسلاف کرام اور آباؤ اجداد نے ڈیڑھ صدی قبل سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کے جہادی لشکر کی سندھ میں پورے خلوص اور دلی ہمدردی کے ساتھ پذیرائی کی اور کئی روز تک ان کی مہمان نوازی کی، جہاد کے سلسلے میں اسلحہ اور مالی امداد بھی مہیا کی، اس دور کے اس خاندان کے بزرگ حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ نے ہی سید احمد شاہ شہید رحمہ اللہ کو مشورہ دیا کہ آپ اپنی پاکیزہ صفات ازواج کو ہمارے ہاں چھوڑ جائیں کیونکہ آپ معرکہ حق و باطل میں شرکت کے لئے جارہے ہیں۔ اس کے نتائج معلوم نہیں کیا ہوں اس لئے ان بیبیوں کو ساتھ نہ لے جائیں ہم ان کی اس جگہ ہر طرح کی کفالت کریں گے۔ چنانچہ ان کے اس صائب مشورہ پر سید احمد شہید رحمہ اللہ نے اپنی دونوں بیبیوں کو ان کے پاس "پیر جی گوٹھ" میں سیّد صبغت اللہ شاہ رحمہ اللہ کے ہاں رہنے دیا اور آپ جہاد کے لئے روانہ ہوگئے۔ تاریخ شاہد ہے کہ شاہ صاحب نے بیبیوں کی ہر طرح کی حفاظت اور کفالت کی اور جب بتقاضائے ایزدی سید احمدؒ بالاکوٹ میں سکھوں سے نبرد آزما ہوکر شہادت کے شرف سے سرفراز ہوگئے تو ریاست ٹونک کے نواب امیر وزیر الدولہ جو سید احمد شہید کے جان نثار مرید تھے ان کی خواہش پر سید صبغت اللہ شاہ رحمہ اللہ نے بیبیوں کو نہایت عزت و اکرام کے ساتھ ریاست ٹونک میں نواب وزیر الدولہ کے ہاں بھیج دیا۔ اور دم واپسین تک بیبیاں وہیں رہیں۔ نواب وزیر الدولہ نے ایک معقول جاگیر ان کے نام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہبہ کردی اور اللہ تعالیٰ اس کا بہتر اجر انہیں عطا فرمائے۔

پیر محبّ اللہ شاہؒ سے مجھے ۱۹۶۷ء میں شرفِ ملاقات حاصل ہوا۔ جب آپ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کی نویں سالانہ کانفرنس منعقدہ موچی دروازہ لاہور میں ۳،۴،۵ نومبر ۱۹۶۷ء میں کانفرنس کی صدارت فرمائی۔ آپ کی شخصیت سے میں بہت متاثر ہوا۔ آپ کا خطبہ صدارت اس کانفرنس میں نہایت مثالی اور بلند مقام کا حامل تھا۔ جس میں جماعت اہل حدیث کی قدامت اس کا علمی دینی، ملی، تصنیفی، خدمت حدیث، آزادی وطن کے لئے اس کی قربانیوں کا وضاحت کے ساتھ تذکرہ تھا۔ میں اس دوران مرکزی جمعیت اہل حدیث شیش محل روڈ لاہور کے دفتر میں ناظم دفتر تھا۔ اس طرح بہت قریب سے ان سے میل ملاقات کا موقع میسر رہا۔

سید محبّ اللہ شاہ اور ان کے برادر سید بدیع الدین شاہ (صاحب علم) یعنی پیر جھنڈے والے کہلاتے ہیں۔ وجہ تسمیہ یہ معلوم ہوئی کہ ان کے سلسلے نسب میں حضرت سید راشد شاہ گزرے ہیں۔ انہوں نے اپنی وفات سے پہلے فرزندانِ گرامی میں جائداد تقسیم کر دی اس کے علاوہ دو فرزند گرامی کو الگ الگ اپنے روحانی نشان عطا فرمائے۔ ایک بیٹے کو اپنی دستار مبارک عطا کی اور دوسرے فرزند کو جھنڈا دیا۔ چونکہ سندھ میں پگڑی یا دستار کو ''پگ'' کہتے ہیں اس لحاظ سے پگڑی والے بیٹے ''پگ وا'' کہلائے جو بعد میں پگاڑو مشہور ہوگیا موجودہ پیر پگاڑو انہی نسل سے ہیں۔

دوسرے بیٹے جھنڈا حاصل کرنے کی وجہ سے ''پیر جھنڈے وارو'' یا صاحب العلم کہلائے پیر محبّ اللہ شاہ رحمہ اللہ اس خاندان سے تھے۔

ان کے بزرگوں میں پیر محمد راشد شاہ بھی تھے جو تقویٰ و طاہرت، زہد و ورع اور علم و فضل کے لحاظ سے رفعت و عظمت کے حامل تھے۔ اس لئے ان کا سلسلہ نسب راشدی کے نام سے موسوم و معروف ہے۔ اس خاندان کے پاس بہت بڑا کتب خانہ ہے جس میں ہر علم و فن کی قدیم و جدید کتابیں موجود ہیں، بعض نادر و نایاب نسخے، کتبے اور قلمی مسودے ہیں، برصغیر پاک و ہند میں شاید ہی اتنا بڑا کتب خانہ کسی کے پاس موجود ہو۔

پیر محبّ اللہ شاہؒ نے مختلف مسائل پر اردو اور سندھی زبان میں نہایت وقیع اور تحقیقی کتابیں اور رسائل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھے ہیں جن سے اکثر زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی۔ کچھ رسائل ادارہ تحقیقات سلسلہ کراچی کے زیر اہتمام محترم حافظ محمد نعیم ﷾ شائع کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں جماعتی ہفتہ وار جرائد میں حضرت پیر سید محب اللہ شاہؒ کے نہایت علمی اور فاضلانہ مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ جن میں ہفت روزہ الاعتصام لاہور شامل ہے۔ آپ کی ذات گرامی علم وفضل اور تحقیق وتشریح کے لحاظ بحر بیکراں تھی۔ آپ کی وفات سے جماعت بہت بڑے نقصان سے دوچار ہوئی۔ گویا علمی بساط ہی الٹ گئی ہے اس قحط الرجال کے دور میں ایسے صاحب تحقیق، عالم نبیل اور فاضل جلیل سے جماعت کا محروم ہوجانا ناقابل تلافی نقصان ہے۔ ایسے صفت موصوف لوگ دیر بعد ہی میسر ہوتے ہیں۔

سندھ میں راشدی خاندان نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ مسلک اہلِ حدیث کو اس علاقے میں صرف ان کی بدولت ہی ترویج وترقی اور فروغ ہوا ان کی دینی ملی اور مسلکی خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس خاندان کی خدمات کو اجاگر کیا جائے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی کڑی حضرت سید پیر بدیع الدینؒ شاہ راشدی بھی تھے جو حضرت سید محب اللہ شاہؒ کے برادر تھے جو علم وعمل اور فضل وکمال کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھے۔ اور اس بلند مرتبت خاندان کے گل سر سبد تھے قیام پاکستان سے قبل غالباً ۱۹۴۹ء میں پنجاب کے مشہور قصبہ فتح گڑھ چوڑیاں میں ایک عظیم الشان اہل حدیث کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ جس کی صدارت حضرت مولانا عبدالقادر قصوریؒ نے فرمائی تھی اس کانفرنس میں بلند پایہ علماء کرام نے شرکت فرمائی تھی جن میں حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا حافظ عبداللہ روپڑی۔ مولانا سید داوٗد غزنوی۔ مولانا محمد اسمٰعیل غزنوی۔ مولانا عبدالمجید سوہدری۔ سید بدیع الدین شاہ راشدی کے علاوہ دیگر جلیل القدر علماء کرام تشریف لائے تھے حضرت مولانا عبدالقادر ﷫ قصوری تھے یہ عاجز اس وقت مدرسہ غزنویہ امرتسر میں زیر تعلیم تھا۔ ہم بہت سے طلباء بھی اس اجتماع میں شریک ہوئے۔

مجھے یاد ہے کہ سید بدیع الدین شاہؒ اس وقت نوعمر اور نوجوان تھے۔ جب سید بدیع الدین شاہؒ اجلاس میں خطاب کے لئے تشریف لائے تو ان کا تعارف کراتے ہوئے حضرت مولانا ثناء اللہ ﷫ نے فرمایا کہ اب آپ کے سامنے نوجوان عالم دین اور فاضل شخصیت۔ جو اسماء الرجال کے امام کا درجہ رکھتے ہیں تشریف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا رہے ہیں۔ ان کی علمی برتری اور فضل و کمال کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔

سندھ پیر پرستی کا گڑھ ہے سندھی لوگ پیروں اور سیدوں کا نام سن کر ہی سر جھکا لیتے ہیں اور ''منجھو پیر سائیں'' کہتے ہوئے جھک کر پیر کے زانو کو ہاتھ لگاتے پاؤں پر گر جاتے ہیں۔ پیر صاحب یا سید کی طرف پیٹھ کرنا بہت بڑی بے ادبی سمجھتے ہیں۔ سندھ میں صرف سادات راشدی خاندان (پیر جھنڈے وارو) ہی اس لعنت سے محفوظ ہے۔ اگر کوئی شخص ان کے ساتھ بطورِ ادب ایسا سلوک کرنا چاہے تو فوراً روک دیتے ہیں۔

ایسا واقعہ ایک بارے میرے سامنے پیش آیا۔ میں اس وقت کچھ عرصہ سے میر پور خاص ضلع میں کوٹ غلام محمد کے قریب ایک گاؤں چک نمبر ۳۴۳ میں مقیم تھا۔ اسی علاقے میں ایک مشہور قصبہ ''کنری'' یہ شہر مرزائیوں کا گڑھ ہے۔ یہ ۶۴۔۱۹۶۳ء کا دور تھا۔ وہاں مسلمانوں اور مرزائیوں میں ختم نبوت کے بارے میں مناظرہ طے پایا۔ مولانا عبداللہ معمارؒ، جو مولانا ثناء اللہؒ کے شاگرد رشید تھے مسلمانوں کی طرف سے مناظر تھے ان کے معاون اور علماء بھی تھے۔ حضرت پیر بدیع الدین شاہؒ بھی اپنے مریدوں اور حواریوں کی کثیر تعداد کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ پیر صاحب ایک جگہ مریدوں کے جھرمٹ میں کھڑے تھے کہ ایک سندھی انہیں دیکھ کر دوڑتا ہوا آیا اور ''منجھو پیر سائیں'' کہتا ہوا آپ کے پاؤں پر گرنے لگا تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فوراً اسے دونوں کاندھوں سے پکڑ کر سیدھا کھڑا کر دیا اور سندھی زبان میں اسے فرمایا کہ میرے بھائی مسلمان صرف اپنے اللہ کے سامنے جھکتا اور سجدے میں گرتا ہے کسی انسان کے سامنے اس طرح جھکنا اسلام کے خلاف ہے۔ میں بھی تو تمہارے جیسا انسان ہی ہوں۔

دوسری طرف اسی خاندان سے متعلق پیر پگاڑو کی طرزِ عمل ہمارے سامنے ہے۔

بہ بیں تفاوتِ راہ از کجا تا بکجا

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو توحید پر ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے۔

اس خاندانی پس منظر کے لحاظ سے حضرت پیر محب اللہ شاہ رحمہ اللہ پورے سندھ میں نہایت واجب الاحترام شخصیت کے حامل تھے۔ افسوس کہ ہماری جماعت ان دونوں نادر زمانہ صاحب علم و فضل عظیم شخصیتوں سے محروم ہوگئی جن کا بدل نظر نہیں آتا۔

محترم حافظ محمد نعیم صاحب لائق صد تبریک و تحسین ہیں کہ خاندانِ راشدی کی فضل و کمال اور علم و عمل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لحاظ سے بلند و بالا شخصیت حضرت سید محب اللہ شاہ رحمہ اللہ کے مفصل حالاتِ زندگی اور سوانح حیات مرتب فرما رہے ہیں۔ اس دور میں جبکہ علمائے دین اور حامیانِ کتاب و سنت حضرات کی دین و ملت کے سلسلے میں خدمات کو درخور اعتنا نہیں سمجھا جاتا اور ان کی وفات کے بعد ان کی جہد و سعی کو طاق نسیان پر رکھ کر ہم سب کچھ بھول جاتے ہیں حافظ صاحب کی دلچسپی ضرور عند اللہ جور اور عند الناس مشکور ہوگی۔

میں چاہتا تھا کہ اس عالی مرتبت خاندان پر تفصیل کے ساتھ خامہ فرسائی کرتا لیکن صحت کی کمزوری اور کھل سالی کی وجہ سے مجبور ہوں اور اسی پر اکتفا کرتے ہوئے اپنے ممدوح اور مخدوم بزرگان راشدی کے لئے خلوص قلب سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی دینی، ملی، ملکی اور مسلکی خدمات کو شرف قبولیت بخشے۔ ان کی بشری لغزشوں سے حرف نظر فرما کر انہیں اپنی روائے رحمت و مغفرت میں ڈھانپ لے اور اپنے جوارِ رحمت کے سایہ میں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم گنہگار بندوں کو ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کتاب و سنت کے احکام و اوامر پر چلنے کی توفیق بخشے آمین۔

❀❀❀❀

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد رمضان یوسف سلفی (ایڈیٹر: صدائے ہوش لاہور)

علامہ محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ

باب الاسلام سندھ کا راشدی خاندان شرافت ونجابت، فضل وکمال اور علو مرتبت میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ اس خاندان کے عالی مقام افراد نے دینی وسیاسی میدان میں بے پناہ خدمات سرانجام دی ہیں، اصل میں راشدی خاندان سید علی مکی کی اولاد ہیں۔ چوتھی صدی ہجری میں حضرت شاہ صدر کے دادا سید علی مکی جو اکابرین شیوخ اور اولیاء کبار میں سے تھے وہ اپنے ایک سو رفقاء اور معتقدین کے ساتھ عراق کے شہر کاظمین سے ہجرت کر کے بسلسلہ تبلیغ اور اشاعت اسلام سندھ میں تشریف لائے۔ سیووستان ضلع دادو میں بھگے ٹھوڑے نامی پہاڑ کے دامن میں دریا کے کنارے ایک پُر فضا بستی میں قیام پذیر ہوئے۔ یہ گاؤں آگے چل کر سید علی مکی کے نام سے ''لک علوی'' کے نام سے مشہور ہوا۔ اور پھر اس خاندان اور علی مکی کی اولاد کو ''لکیاری سادات'' کہا جانے لگا۔ سادات کا یہ پہلا خانوادہ تھا جو سندھ کے لئے باعث عز وشرف بنا۔

(مجلّہ بحر العلوم، شیخ العرب والعجم نمبر ص ۱۷)

راشدی خاندان میں بڑے بڑے نامی علماء صوفیاء اور نیک لوگ پیدا ہوئے۔ سید محمد بقا شاہ، سید محمد راشد شاہ، سید صبغت اللہ شاہ، سید محمد یاسین شاہ، سید فضل اللہ شاہ، سید رشید الدین شاہ، سید ابوتراب رشد اللہ شاہ اور سید احسان اللہ شاہ راشدی اسی خاندان کے تابندہ ستارے تھے۔ جنہوں نے اپنے اپنے دائرہ کار اور وسائل میں رہ کر عزم و ہمت سے سندھ کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں توحید وسنت کی قندیلیں روشن کیں اور نیک نام ہوئے۔ اس خاندان کے ایک لائق تکریم عالمِ دین تھے سید محمد راشد شاہ۔ ان کا گزشتہ سطور میں ذکر ہوا ہے وہ یکم رمضان ۱۱۷۰ ہجری کو پیدا ہوئے، انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سید محمد بقا شاہ رحمہ اللہ سے حاصل کی، اس کے بعد کبار اساتذہ سے اکتساب علم کیا۔ تحصیل علم کے بعد انہوں نے نہایت جرأت اور سرگرمی سے دینی خدمات سرانجام دیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی کوشش وتبلیغ سے اس دور میں مروجہ بدعات ورسومات اور شرک کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف بڑا کام کیا، کھلے بندوں ان غیر شرعی رسوم وعوائد کی نکیر کی اور اپنی خاندانی حیثیت اور تبلیغ اسلام سے مردہ سنن کا احیاء کیا۔ ان کی تبلیغی مساعی سے ان متروک سنتوں پر پھر سے عمل شروع ہوگیا تھا جن کو لوگ چھوڑ چکے تھے۔ وہ نہایت نیک اور صالح انسان تھے۔ انہوں نے ۶۳ سال کی عمر میں یکم شعبان ۱۲۳۴ ہجری کو وفات پائی۔ ان کی اولاد میں اٹھارہ بیٹے تھے ان میں سید صبغت اللہ شاہ راشدی اور سید محمد یاسین شاہ رحمہ اللہ نے بڑی شہرت پائی۔

سید محمد راشد شاہ رحمہ اللہ نے جب اس دنیا سے رخت سفر باندھا تو ان کی دو نشانیاں تھیں۔ ایک پگڑی اور دوسرا جھنڈا۔ یہ دونوں چیزیں افغانستان کے بادشاہ تیمور شاہ کے بیٹے زمان شاہ نے آپ کی خدمت عالیہ میں سندھ میں آپ کی دینی خدمات اور تبلیغ اشاعت اسلام کی خاطر از راہ عقیدت پیش کی تھیں۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے عقیدت مندوں نے فیصلہ کیا کہ پگڑی سید صبغت اللہ شاہ کے سر پر باندھ دی جائے اور جھنڈا سید محمد یاسین شاہ کو دے دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس کے بعد یہ خاندان دو حصوں میں بٹ گیا۔ ایک کی اولاد کو پیر پگارہ (پگڑی والے) کہا جانے لگا جبکہ دوسرے کی اولاد پیر جھنڈا (صاحب عَلَم) کہلائی۔ (مجلّہ بحرالعلوم شیخ العرب والعجم نمبر ۲۰-۲۱)

اب تک سات پیر پگارہ گدی نشین ہو چکے ہیں۔ اس وقت سید مردان شاہ (ثانی) راشدی عرف سکندر علی شاہ ساتویں پیر پگاڑہ ہیں۔ خاندانی لحاظ سے موصوف آج بھی حروں کے مذہبی و روحانی پیشوا ہیں اور ملکی سیاست میں انہیں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ان کی سیاسی پیشن گوئیوں کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے اور آپ پیر پگاڑہ کے لقب سے مشہور ہیں۔

راشدی خاندان کی دوسری شاخ ''پیر جھنڈا'' کے ساتویں سجادہ نشین سید محمد یاسین شاہ راشدی ہیں۔ جو بقید حیات ہیں اور اپنے عالی قدر بزرگوں کے علمی و عملی مشن پر سلامت روی سے گامزن ہیں۔ تمہید طولانی ہوگئی اب آیئے چھٹے پیر آف جھنڈا کے بارے میں کچھ جاننے کی کوشش کریں۔

حضرت مولانا علامہ سید محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ (پیر آف جھنڈا) اس نیک نہاد خاندان کے گلِ سرسبد، فقید المثال اور عظیم المرتبت عالم دین تھے۔ وہ قرآن پاک کے حافظ، حدیث رسول ﷺ کے عالم اور قرآن حکیم کے بلند پایہ مفسر تھے۔ انہوں نے درس و تدریس وعظ و تبلیغ اور تصنیف و تالیف کے ذریعے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین اسلام کی بے پناہ خدمت کی اور اپنی دینی وعلمی صلاحیتوں سے سندھ کے صنم کدہ ظلمت میں توحید وسنت کی ضیاپاشیاں کیں۔ ان کی سرگرمیوں کا محور تمام عمر، حدیث رسول ﷺ کی خدمت، سنت نبوی ﷺ کا احیاء، توحید کی اشاعت، بدعات ومحدثات کی نکیر اور مسلک اہل حدیث کا فروغ رہا۔ اس سلسلے میں انہوں نے نامساعد حالات کی پرواہ کیے بغیر قال اللہ تعالیٰ و قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلنواز صدائیں بلند کیں۔ وہ بڑے صالح، بہادر، خلیق، ملنسار، حلیم الطبع، مہمان نواز، سنت نبوی کے پابند، توحید ربانی کے داعی اور اپنے عالی قدر بزرگوں کی علمی وراثت کے صحیح معنوں میں حامل عالمِ دین تھے۔

آپ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ مطابق ۲ اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز اتوار رات ۲ بجے پیر جوگوٹھ نیوسعید آباد (حیدرآباد سندھ) میں پیدا ہوئے۔ ان کا سلسلہ نسب آگے چل کر حسین بن علی رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔ شاہ صاحب کے والد مولانا سید احسان اللہ شاہ راشدی اپنے دور کے بہت بڑے عالم دین اور اسماء ورجال کے بڑے ماہر تھے۔ ان کا ذاتی کتب خانہ ہزاروں نادر اور نایاب کتب پر مشتمل تھا۔ ان کے بارے میں ایک بار شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ...... آج اگر کوئی فن رجال کا امام ہے تو وہ احسان اللہ راشدی ہے۔

احسان اللہ شاہ راشدی مرحوم اتباع سنت میں اس قدر آگے بڑھے ہوئے تھے کہ وہ ''پیر سائیں سنت والے'' کے نام سے مشہور تھے۔ انہیں سنت سے بڑی محبت تھی۔ جب یہ معلوم ہوجاتا کہ یہ عمل سنت رسول ﷺ ہے تو جب تک اس پر عمل نہ کرلیتے اس وقت تک انہیں اطمینان حاصل نہ ہوتا۔ شاہ صاحب اپنے ایک انٹرویو میں بیان کرتے ہیں کہ والد صاحب کی تیسری شادی ہمارے سامنے ہوئی تھی۔ جب تیسری شادی کے لئے پیر سید محبوب شاہ کے ہاں رشتہ بھیجا گیا وہ حنفیت کی طرف مائل تھے۔ والد صاحب سے کہنے لگے کہ اگر تم رفع الیدین کرنا چھوڑ دو تو میں اپنی دختر آپ کو دینے کے لئے تیار ہوں۔ جواب میں والد ماجد نے فرمایا کہ میں ایک عورت کی خاطر رسول اللہ ﷺ کی سنت ترک نہیں کرسکتا۔ ایک کیا ہزار عورتیں بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت پر قربان کرسکتا ہوں یہ کہہ کر وہ واپس آگئے۔ (ماہنامہ صراط مستقیم کراچی مارچ ۱۹۹۵ء)

علامہ محب اللہ شاہ راشدی اس نیک سیرت اور سنت نبوی کے والہ وشیدا عالم دین کے فرزند ارجمند تھے۔ انہوں نے اپنی اولاد کی دینی تعلیم وتربیت کا اہتمام فرمایا، اگرچہ ان کی زندگی نے وفا نہ کی لیکن انہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے دینی تعلیم وتربیت کی جن راہوں پر اپنے بیٹوں کو ڈھال دیا تھا لائق بیٹوں نے اپنے والد کے نیک مشن کو آگے چل کر سچ کر دکھایا۔ علامہ محبّ اللہ شاہ اپنی تعلیم وتربیت کی داستان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ بڑا اسلامی ماحول تھا۔ ہماری تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر بھی خاص توجہ دی جاتی تھی۔ پورے خاندان کی ماؤں کا یہ حال تھا کہ وہ چھوٹے بچوں کو لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ کی میٹھی آواز سنا کر سلایا کرتی تھیں۔ اس طرح بچے کی ابتدا سے ہی افضل الذکر لا الہ الا اللہ کی آواز سے مانوس ہوجایا کرتے تھے۔ والد صاحب بچوں پر کڑی نظر رکھتے تھے حتیٰ کہ کوئی بھی غیر شرعی اور نازیبا حرکت کرنے کی جرأت نہ رکھتا تھا۔ اگر کسی کی شلوار ٹخنوں سے نیچے دیکھتے تو بڑے غصے ہوتے اور فرماتے اسے ٹخنوں سے اوپر کرو ورنہ میں اسے کاٹ دوں گا۔ وہ انگریزیوں کی طرز بودوباش، وضع قطع لباس میں مشابہت ہرگز برداشت نہ کرتے۔ تعلیم کے معاملے میں ہمارے ہاں دستور یہ تھا کہ بچہ جب پڑھنے کے لائق ہوتا تو سب سے پہلے ناظرہ قرآن کی تعلیم دی جاتی۔ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ میں نے ابتدائی تعلیم اور بعد کی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسے (دارالارشاد) میں ہی حاصل کی جو ہمارے والد کی زیرنگرانی چل رہا تھا۔

اپنے اساتذہ کرام کے بارے میں شاہ صاحب فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد صاحب سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ حدیث کے علوم میں بالخصوص فن رجال میں انہیں خاص مہارت حاصل تھی۔ میرے پہلے استاد حافظ امین محمد تھے جن سے میں نے ناظرہ قرآن پڑھا۔ مولانا ولی محمد صاحب اور مولانا محمد اسماعیل افغانی وغیرہ سے فارسی کی کئی کتابیں پڑھیں۔ شیخ فریدالدین عطار بھی کچھ عرصہ میرے استاد رہے۔ دو برس تک فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ اسی دوران اردو زبان کی بعض کتب خود مطالعہ کیں پھر نوبت عربی زبان تک پہنچی جو اصل مقصود تھا۔ عربی زبان میں میرے پہلے استاد مولانا ولی محمد صاحب ہی تھے۔ ان کے علاوہ مولانا قطب الدین ہالیجوی، مولانا عبدالوہاب، مولانا حمید الدین، محمد اکرم سندھی، مولانا محمد یوسف، مولانا نور محمد، مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا محمد مدنی، مولانا محمد خلیل، مولانا محمد سلیم، مولانا محمود احمد، مولانا بہاؤالدین، مولانا عبدالحق بہاولپوری، مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی کے علاوہ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی سے بھی اکتساب فیض کیا۔ انہوں نے مجھے سند واجازت بھی عنایت فرمائی۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ میرے اٹھارہ میں سے چودہ (۱۴) اساتذہ مسلکاً حنفی تھے۔ لیکن میں الحمدللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دن کیا ایک لمحے کے لئے بھی حنفی نہ بن سکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ میں نے جس ماحول میں آنکھیں کھولی تھیں وہاں زندگی کے ہر معاملے میں کتاب وسنت سے ہی رہنمائی حاصل کی جاتی تھی۔

(ماہنامہ صراط مستقیم کراچی مارچ ۱۹۹۵ء)

حضرت سید مولانا احسان اللہ شاہ کی خواہش تھی کہ ان کا بیٹا محبّ اللہ شاہ دینی تعلیم کے بعد انگریزی تعلیم بھی حاصل کرے۔ زندگی میں ان کی یہ آرزو پوری نہ ہوسکی کیونکہ جب ان کی وفات ہوئی تو محبّ اللہ شاہ صاحب کی عمر سترہ (۱۷) سال تھی اور یہ دینی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ دینی تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت محبّ اللہ شاہ صاحب نے عصری تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ پہلے میٹرک پھر ایف اے کیا اس کے بعد بی اے کی ڈگری حاصل کی اور آخر میں سندھ یونیورسٹی سے (M.A.Religion) مذہب میں ایم اے کیا۔

پہلے سال چار پرچے دیے جن میں مذہب کی تاریخ، مذاہب کا تقابل، مذہب کی نفسیات اور اسلام شامل تھے۔ فائنل ایئر میں مذہبی اخلاق، مذہبی عمرانیات، مذہب کا فلسفہ اور اسلام کے پرچے دیئے۔ اس دور میں طالب علم کے لئے ضروری تھا کہ وہ تمام پرچے انگریزی میں دے چنانچہ شاہ صاحب نے بھی تمام پرچے انگریزی میں ہی دیے۔ یونیورسٹی میں ان کے شعبے کے ہیڈ ڈاکٹر عبدالواحد ہالیپوتا تھے، انہوں نے شاہ ولی اللہ کے فلسفے پر انگریزی میں ایک مقالہ لکھا تھا جس پر انہیں پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی تھی۔ امتحانات کی تیاری کے لئے حضرت شاہ صاحب نے اس کتاب کا گہرائی سے مطالعہ کیا۔ خود ڈاکٹر ہالیپوتا کہا کرتے تھے کہ میری کتاب کو محبّ اللہ شاہ راشدی نے مجھ سے زیادہ سمجھا ہے۔ شاہ صاحب پر اللہ تعالیٰ کا خاص احسان تھا کہ انہیں نصاب کتب کے طویل اور مشکل عبارات حفظ ہوجایا کرتی تھیں اور یہ امتحان کا مرحلہ بآسانی پاس کر جاتے۔ حضرت علامہ محبّ اللہ شاہ کی ذہانت اور علمی استعداد قابلِ تحسین تھیں اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ انہوں نے قرآن مجید صرف ڈھائی ماہ میں حفظ کرلیا تھا۔ اس وقت ان کی عمر انیس سال تھی۔

دینی وعصری تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت شاہ صاحب درس وتدریس، وعظ وتبلیغ اور تصنیف وتالیف کے میدان میں سرگرم عمل ہوئے اور انہوں نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ شاہ صاحب نے سب سے پہلے اپنے آبائی مدرسہ دارالارشاد میں تدریس کی جس کا دورانیہ بہت طویل ہے۔ ۱۹۶۵ء کے پس وپیش انہوں نے اپنے احباب جماعت کے مشورے سے مدرسہ دارالارشاد سے متصل ''سید احسان اللہ شاہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اورینٹل کالج'' قائم کیا۔ ان کا مقصد تھا کہ جو لوگ دینی تعلیم کے لئے مدارس میں نہیں آتے وہ عصری تعلیم کے لئے ان کے کالج میں آئیں اور وہ مدرسے کے ماحول سے بھی مانوس ہوں۔ شاہ صاحب نے جب کالج قائم کیا تو سندھ کے دور دراز علاقوں سے طلبہ یہاں آئے حتیٰ کہ سکھر اور حیدرآباد سے طلبہ ان کے کالج کے ذریعے امتحانی فارم سندھ یونیورسٹی میں جمع کراتے تھے۔ جبکہ امتحان سندھ یونیورسٹی کے ذریعے ہوتے تھے۔ اس کالج کے پرنسپل حضرت شاہ صاحب خود تھے۔ آٹھ سال تک یہ اورینٹل کالج خوش اسلوبی سے کام کرتا رہا۔ پھر جب ذوالفقار علی بھٹو کا دور حکومت آیا تو انہوں نے تعلیمی اداروں اور کارخانوں کو قومی تحویل میں لینا شروع کر دیا۔ شاہ صاحب نے اس صورت حال کو دیکھ کر اپنے اس کالج کو بند کر دیا تھا۔ شاہ صاحب نے درس و تدریس اور تعلیم و تربیت سے ہزاروں شائقین علم کو مستفید فرمایا ان کی بہت بڑی علمی خدمت ہے اور ان کے لئے صدقۂ جاریہ۔ حضرت شاہ صاحب متبحر فی العلوم تھے ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ کتابیں جمع کرنا اور مطالعہ کرنا ایک قسم سے ان کی غذا بنا ہوا تھا۔ حدیث اور فن رجال سے متعلق کتابوں کا مطالعہ ان کی دلچسپی کا محور تھا۔ شاہ صاحب اندرون سندھ اور ملک کے دیگر علاقوں میں دعوت و تبلیغ کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ وہ نہایت سلجھے ہوئے انداز میں بڑی علمی گفتگو فرماتے۔ اپنی مسجد میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے۔ مدرسہ میں تدریسی فرائض انجام دیتے اور صبح نماز فجر کے بعد درس قرآن ارشاد فرماتے۔ اس درس قرآن کے لئے وہ خاص طور سے تفسیر کی پندرہ کتابوں کا مطالعہ کر کے آتے۔ ان کا یہ درس خاص علمی اہمیت رکھتا تھا۔ ہر آیت سے متعلق جتنے بھی احکام و مسائل ہیں سب کو تفصیل سے بیان کیا جاتا اور ایک ایک آیت پر کئی کئی دن درس دیتے تھے۔ جب شاہ صاحب کی وفات ہوئی تو وہ اٹھارویں پارے پر پہنچے تھے۔ اردو، سندھی، عربی اور انگریزی زبان پر ان کو کامل دستگاہ حاصل تھی اور وہ ان زبانوں میں بلا تکلف گفتگو کرتے اور اپنے مافی الضمیر کا اظہار خوب صورتی سے کرتے تھے۔ شاہ صاحب کو تالیف و تصنیف سے بھی گہرا شغف تھا۔ انہوں نے ساٹھ (۶۰) کے قریب بہت عمدہ تحقیقی، علمی و اصلاحی کتب تصنیف کیں۔ ان میں صحیح بخاری شریف کا عربی میں حاشیہ رقم کیا، سندھی زبان میں سورۂ مریم کی تفسیر لکھی اور فتاویٰ راشدیہ مرتب کیا۔ آپ کی کتابیں اردو، سندھی اور عربی زبان میں ہیں اور ان کتب کے نام عربی زبان سے مماثلت رکھتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت شاہ صاحب نہایت نیک و ذکی انسان تھے۔قرآن حکیم سے انہیں بے پناہ شغف اور محبت تھی۔قرآن حکیم کی تلاوت کثرت سے کرتے تھے۔رمضان المبارک میں نماز تراویح میں قرآن سناتے تھے۔جبکہ ان کا رمضان اور غیر رمضان میں روزانہ کا معمول یہ تھا کہ بلاناغہ قرآن کا ساتواں حصہ تلاوت فرماتے،اس طرح ہفتہ کے دن قرآن شروع کرتے اور جمعہ کے دن ختم کر لیتے۔بلاناغہ نماز تہجد میں ایک پارے کی تلاوت بھی آپ کا معمول تھا اور اس طرح نماز تہجد میں ہر ماہ قرآن ختم کرتے۔علاوہ ازیں روزانہ ایک چوتھائی پارہ ناظرہ قرآن دیکھ کر پڑھتے اور اس طرح چالیس دنوں میں پورا قرآن پڑھ لیتے۔

مختلف نمازوں میں آنحضرت ﷺ سے جو سورتیں پڑھنا ثابت ہیں شاہ صاحب انہیں بھی پڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔تہجد کی نماز میں جتنے طریقے صحیح احادیث سے ثابت ہیں ان پر تین چار مرتبہ عمل کیا۔ مثلاً ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رکعت میں سورۂ بقرہ،سورۂ آل عمران اور سورہ نساء پڑھیں۔اس سنت پر بھی ایک سے زائد بار عمل کیا۔اسی طرح دس رکعات میں بیس سورتیں بھی پڑھیں۔یعنی ہر رکعت میں دو سورتیں یہ عمل صحیح بخاری اور ابوداؤد کی احادیث میں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

(ماہنامہ صراط مستقیم مارچ ۱۹۹۵ء)

حضرت شاہ صاحب توحید وسنت کے بہت بڑی داعی تھے اور وہ اس بارے میں بڑے نازک خیال رکھتے تھے۔زندگی بھر ان کا مشن توحید کی اشاعت اور سنت نبوی کا فروغ رہا۔بدعات ومحدثات کے وہ سخت مخالف تھے۔ان کی زندگی کا ایک معروف واقعہ ہے کہ وہ ۱۹۳۹ء میں اپنی والدہ مرحومہ اور اپنے بھتیجے سید محمد شاہ اور کئی جماعتی رفقاء کے ہمراہ بذریعہ بحری جہاز حج بیت اللہ کو روانہ ہوئے۔کراچی سے جہاز نے لنگر اٹھایا ہی تھا کہ ایک صاحب کی آواز آئی لبیک یا رسول اللہ۔شاہ صاحب یہ سن کر کہنے لگے ابھی سے غیر اللہ کو پکارا جا رہا ہے نہ جانے اس جہاز کا کیا حشر ہوگا۔اللہ کی قدرت کہ جیسے ہی جہاز کراچی کی حدود سے نکل کر کھلے سمندر میں پہنچا طوفان نے جہاز کو گھیر لیا اور ہر طرف سے چیخ و پکار شروع ہوگئی۔افراتفری ایسی تھی کہ اللہ کی پناہ، پانی چھلک چھلک کر اوپر آرہا تھا۔اب سب لوگ گڑگڑا کر اللہ تبارک وتعالیٰ کو پکار رہے تھے۔جو کبھی نماز نہیں پڑھتے تھے وہ نماز تو نماز قرآن مجید کی تلاوت بھی کر رہے تھے۔

جہاز والوں نے بتایا کہ چالیس سال سے یہ جہاز کبھی اتنے شدید طوفان کی لپیٹ میں نہیں آیا۔شاہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اس وقت کوئی غیر اللہ کی طرف رجوع نہیں کر رہا تھا بلکہ سب اللہ ہی سے مدد مانگ رہے تھے۔ یہاں تک کہ جو صاحب لبیک یا رسول اللہ کہہ رہے تھے وہ بھی سجدے میں گرے اللہ کو پکار رہے تھے۔ کیپٹن نے محسوس کیا کہ جدہ کی جانب سفر جاری رکھنا خطرناک ہے، چنانچہ اس نے جہاز کا رخ کسی اور طرف موڑ دیا۔ سب لوگ حج سے مایوس ہوگئے کہ اس سال حج نہیں کر سکیں گے۔ تین چار دن کے بعد اللہ کا فضل ہوا اور طوفان سے نجات مل گئی اور کیپٹن نے دوبارہ جہاز کا رخ جدہ کی طرف کر دیا۔ وہ لوگ جن کے چہرے خوف سے بے رونق تھے اب ان کے چہروں پر کچھ طمانیت آئی۔ چہروں پر مسلط خوف و یاس امن و امید میں بدل گیا۔ بہر حال یہ زندگی کا یادگار اور خطرناک سفر گیارہ سے زائد دنوں تک جاری رہا اور بالآخر ہم بخیر و خوبی جدہ کی بندرگاہ پر پہنچ گئے۔ (ایضاً)

حضرت شاہ صاحب کو سیاسیات سے کوئی دلچسپی نہ تھی ان کا اصل مشن دعوت دین اور توحید و سنت کی اشاعت تھا۔ البتہ ایوب خاں کے دور میں ایک بار انہوں نے سیاست میں حصہ لیا اور بی ڈی ممبر منتخب ہوئے۔ لیکن جب انہوں نے اس نظام کو قریب سے دیکھا تو پھر اس جھمیلے میں کبھی نہیں پڑے اور اپنی دینی و اسلامی ذمہ داریوں اور تبلیغ و تصنیف اور درس و تدریس میں گزار دی۔

حضرت علامہ محبّ اللہ شاہ مرحوم کتابوں کے بڑے شوقین تھے۔ ان کی لائبریری سندھ کی معروف لائبریریوں میں شمار ہوتی ہے۔ کتابیں جمع کرنا ان کا خاندانی شوق تھا۔ جو انہیں اور ان کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا سید محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کو وراثت میں ملا تھا۔ ان کے خاندان کے مورث اعلیٰ سید محمد راشد شاہ راشدی نے کافی کتابیں جمع کی تھیں۔ ان کے بعد پر آنے والے نے ان کتابوں میں اضافہ کیا۔ آگے چل کر یہ کتب خانہ دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ آدھی کتابیں حضرت علامہ محبّ اللہ شاہ صاحب کے حصے میں آئیں اور آدھا کتب خانہ حضرت علامہ سید بدیع الدین شاہ صاحبؒ کے حصہ میں آیا۔ دونوں بھائیوں نے اپنے اپنے کتب خانہ کی خوب حفاظت کی اور اس میں بے پناہ اضافہ کیا۔ سید محبّ اللہ شاہ صاحب بیرون ملک جہاں بھی گئے وہاں سے اپنے ذوق کی تسکین کے لئے کتابیں ضرور خرید کر لائے۔ ان کی لائبریری میں چالیس ہزار سے زیادہ کتابیں ہیں۔ بعض کتابوں کے نادر و نایاب نسخے اور قلمی مخطوطے بھی ہیں۔ امام بیہقی کی شعب الایمان کا ایک ہزار سال پرانا نسخہ ہے۔ بلاشبہ شاہ صاحب کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لائبریری وطن عزیز کے عظیم کتب خانوں میں سے ایک ہے۔

علامہ محب اللہ شاہ راشدی اپنے دور کے بہت بڑے عالم دین تھے۔ ان کی دینی و جماعتی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ انہوں نے ۲۰ جنوری ۱۹۹۵ء کی صبح چار بجے حیدرآباد کے ایک ہسپتال میں وفات پائی اور اپنے آبائی گاؤں میں آسودہ خاک ہوئے۔ حق مغفرت کرے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر وفا راشدی صاحب رحمہ اللہ

حافظ پیر محبّ اللہ شاہ

مولانا حافظ پیر محبّ اللہ شاہ، حضرت پیر سید رشد اللہ شاہ (متوفی ۱۳۴۰ھ) پیر جھنڈو سوم کے پوتے اور پیر جھنڈو چہارم حضرت پیر سید فضل اللہ شاہ المعروف بہ سید احسان اللہ شاہ کے صاحبزادے ہیں۔ محبّ اللہ شاہ اپنے والد ماجد کی بوفات (۱۳۵۷ھ) کے بعد سعید آباد کی مسند سجادہ نشینی پر فائز ہوئے جب سے پیر جھنڈو ششم کہلاتے ہیں۔

پیر سید محبّ اللہ شاہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۱ء (۱۳۴۱ھ) میں پیر جھنڈو نامی گاؤں (جو سعید آباد کے قریب ہے) میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت خاندانی روایت کے مطابق پورے ضابطے اور قاعدے سے ہوئی اور پھر قرآن مجید حفظ کیا۔ اپنے دادا حضور کے مشہور مدرسہ دار الرشاد سے عربی، فارسی اور اردو میں فاضل کا امتحان پاس کرنے کے بعد سندھ یونیورسٹی سے ۱۹۶۱ء میں بی اے اور ۱۹۶۳ء میں ایم اے (اسلامیات) کیا۔

محبّ اللہ شاہ کو درس و تدریس، مطالعہ اور تعلیم سے شروع سے لگاؤ رہا ہے۔ اس مقصد سے زندگی کے بہترین اوقات صرف کیے ہیں۔ علم کے شوق اور قومی جذبے سے سرشار ہیں۔ سندھ میں علم اور تعلیم کی توسیع و ترقی اور تبلیغ و اشاعت کی غرض سے انھوں نے سعید آباد میں ۱۹۶۱ء میں اورینٹل کالج کی داغ بیل ڈالی۔ دور دور کے طلباء کی رہائش کے لیے ہاسٹل بھی قائم کیا۔ کالج کے پرنسپل کے فرائض انھیں کے سپرد ہوئے۔ شاہ صاحب علمی و روحانی دنیا میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان تمام اوصاف باطنی سے متصف کیا ہے جو ایک قابل احترام عالم و فاضل شخص کے لیے ضروری ہیں۔

سندھی ان کی مادری زبان ہے۔ اردو سے محبت ان کی وراثت ہے۔ اردو میں لکھنا پڑھنا ان کے گھرانے کی قدیم روایت ہے، قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ اور اسلامی تاریخ و ادب کا مطالعہ ان کا دلچسپ مشغلہ ہے۔ قومی و ملی کاموں سے جو وقت بچتا ہے اسے زیادہ سے زیادہ علمی مشاغل میں صرف کرتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اردو بہت اچھی لکھتے اور بولتے ہیں۔ ان کے خطبات اور تقریریں علمی نوعیت کی ہوتی ہیں۔ اردو میں وہ بہت کم لکھتے ہیں اس لیے اردو میں ان کی کوئی کتاب موجود نہیں ہے البتہ کبھی کبھی اپنے خطبات اور مقالات قلمبند کر لیتے ہیں۔ بعض مقالات رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

۱۹۶۷ء میں انھوں نے ایک مذہبی اجتماع سے خطاب کیا تھا جو انھیں کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ ان کا وہ خطبہ صدارت اشرف پریس لاہور سے طبع ہو چکا ہے۔ اس خطبہ میں انھوں نے اہل حدیث اور وہابی عقائد پر بحث کی ہے اور وضاحت کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ انگریزوں نے مسلمانوں میں نفاق و تنازعہ پیدا کرنے کی غرض سے ''وہابی جماعت کو اہل سنت سے منسوب کیا ہے حالانکہ حقائق اس کے برعکس ہیں۔ اس خطبے میں شاہ صاحب کی رائے چونکہ اختلافی نوعیت کی ہے اس لیے راقم یہاں ان کی تحریر کے کسی حصے کو بطور مثال پیش کرنے سے اجتناب کرتا ہے۔

شاہ صاحب کا ایک مقالہ ''پردہ اور اسلام'' کے موضوع پر رسالہ ''اعتصام'' لاہور مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۶۸ء میں شائع ہوا تھا۔ اس موضوع پر مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ابو الاعلیٰ مودودی جیسے اکابر علمائے کرام نے بارہا اظہار خیال کیا ہے۔ اس سلسلے میں ان کی کتابیں بھی موجود ہیں لیکن محبّ اللہ شاہ نے ان سب سے ہٹ کر اپنا ایک الگ الگ نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ انھوں نے اپنے موقف کی تائید و حمایت میں قرآن و حدیث سے دلائل بھی پیش کیے ہیں۔ انھوں نے خواتین کے لیے بے پردگی و بے نقابی کی سخت مخالفت کی ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ عورت کی بے پردگی و بے حجابی سے معاشرے میں بہت سی برائیاں جنم لیتی ہیں اسی لیے اسلام نے اس روش کی ممانعت ہے۔

شاہ صاحب کی اردو تحریر کی خوبی یہ ہے کہ وہ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں سیدھے سادے عام الفاظ میں کہتے ہیں۔ تحریر میں کوئی الجھاؤ یا خیال میں کوئی پیچیدگی نہیں۔ ان کی زبان صاف اور عام فہم ہے۔ قرآن و حدیث کے استدلال سے ان کی تحریر زیادہ جاندار اور پُر اثر ہو جاتی ہے۔ یہ تمام خوبیاں ان کے زیر تبصرہ مقالے میں موجود ہیں۔

اب ان کی یہ عبارتیں ملاحظہ فرمائیے:

''عنوان بالا پر پہلے ہی بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن اس وقت اس پر قلم اٹھانے کی ضرورت اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے محسوس ہوئی کہ ہمارے معاشرے میں ایک مغرب زدہ طبقہ ایسا پیدا ہو چکا ہے جس نے یہی ٹھان لی ہے کہ وہ جس طرح بھی ممکن ہو اپنے مغربی ماسٹروں کو ضرور ہی راضی کرے گا...... اس حقیقت سے بھی کسی عقل سلیم رکھنے والے انسان کو انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ جنہیں کثیف (مرد) کی جملہ فتنہ سامانیاں پیدا کرنے والے اہم عناصر بھی جنس لطیف کے چہرے کے خدوخال میں ہیں۔ اس صورت میں اگر عورت کو جسم کے اس حصہ کو کھلا رکھنے کی رخصت مل جائے جو اصل طوفان و ہیجان کا باعث ہے تو پردے کے حکم سے کیا حاصل ہے۔" (اقتباس مقالہ بعنوان "پردہ اور اسلام" مطبوعہ رسالہ الاعتصام لاہور، شمارہ ۲۵۔۲۹ مارچ ۱۹۸۶ء، ص ۴)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منصور ویراگی رحمہ اللہ

”میرے پیارے شفیق۔ میرے محبوب و مرغوب“

زندگی کا سفر بھی کیا عجیب ہے! دلکش اور دلفریب دل آویزاں و دل انگار دور دراز مگر مختصر...... انتہائی کٹھن اور ہمت آزما...........!!

ماں کی گود سے لے کر ایامِ شباب اور بڑھاپے تک کئی لوگوں سے میل جول ہوتا ہے جن میں ہر ایک کا مزاج منفرد و مختلف، نشست و برخواست کا طور طریقہ بالکل نیارا اور بول چال الگ تھلک۔

از یہی نقطۂ نگاہ اسی سفرِ حیات میں بہت سارے لوگوں سے رفاقت و ملاقات کا موقع میسر ہوا، لیکن ان سب میں قابلِ ذکر حلقہ احباب ان بزرگ شخصیتوں کا ہے، جنہوں نے علم وعمل کی برتری اور عمر کی بزرگی کے باوصف اسی ناقص و نادار اور عاجز و خاکسار کو اپنے دستِ شفقت سے اسی طرح نوازا کہ دل کی دنیا سے ان کو فراموش کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ کئی نام ابھرتے ہیں ذہن میں ....اور کئی تصویریں آنکھوں کے سامنے گردش کرتی ہیں پردہ تصور پر......! ہر ایک نے بفضل، باری تعالیٰ نہ صرف محبت و مروت اور رغبت و رفاقت سے سرفراز فرمایا، بلکہ احترام و اکرام کی اتنی بے پناہ نعمتوں سے نوازا اور درجہ بدرجہ اضافی اعزازات عطا کئے کہ دل سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے:

انہوں نے مجھ کو کیا سے کیا شوق فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

اگرچہ یکسانیت کے اعتبار سے سب بزرگ میری نگاہ میں محبوب و مرغوب تھے۔ لیکن ہر ایک کا اندازِ محبت منفرد تھا۔ ان میں سے حضرت علامہ الشیخ محمد محبّ اللہ شاہ راشدیؒ ایک مشہور و معروف جانی پہچانی شخصیتوں میں شمار ہوتے تھے، آپ کے مریدوں اور معتقدوں کا وسیع حلقہ آپ سے انتہائی عقیدت سے مشرف بزیارت ہوتا۔ اس کے باوجود آپ کے ملنے کا طریقہ ایسا مخلصانہ اور مشفقانہ ہوتا کہ ہر ایک یہی سمجھتا کہ سائیں محبّ اللہ شاہ ہمارے ہی ہیں........! لیکن حقیقت کچھ اور تھی آپ اپنے نام کی نسبت سے اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی کے محبّ تھے۔ اور اسی ناطے سے جب بھی کوئی طالب و سالک اللہ کی راہ میں ان سے ملنے آتا تھا تو آپ اس سے فرمانِ الٰہی اور سنتِ نبوی کی روشنی میں اخلاق و اخلاص اور اکرام انسانیت کی معیار کے مطابق معانقہ فرماتے اور وہ بھی ایسے پر جوش اور پیارے انداز میں کہ ملنے کے بعد جی نہیں چاہتا کہ دو سینوں کے روح پرور اور دل افروز سنگم کا یہ سلسلہ اتنا جلد ہی جدا ہو جائے باالفاظ دیگر۔

صحن چمن کو اپنی بہاروں پر ناز تھا
گلے ملے تو دل بیقرار کو قرار آ گیا

اب بھی جب اسی روحانی وصال کے حسین دل نشین لمحات کی یاد آتی ہے تو احساسات اسی ملاقات کی خاطر تڑپ اٹھتے ہیں اور دل سے یہ ہی دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرمائے (آمین ثم آمین) ان کی شخصیت اعلیٰ اخلاق سے معمور اور شغف و شفقت سے سرشار..........الفاظ دھیمے دھیمے انداز سے ایسے نکلتے تھے کہ ان جواہر پاروں سے ہر ایک کا دل گرویدہ ہو جانا ایک فطری امر تھا۔ علاوہ ازیں عجز و انکسار سنجیدگی مسکراہٹ اور حق گوئی ان پر مستزاد اور طرۂ امتیاز..........! درحقیقت یہ ایک ہلکی سی جھلک تھی میرے حقیقی محبوب آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ رحمۃ اللعالمین، خاتم النبیین سید المرسلین شفیع المذنبین ﷺ کے تعلیمات مقدسہ کی..........!! محبت و شفقت، رفاقت و رغبت، پریم و پیار اور الفت و ایثار کی باتیں تو بہت ساری ہیں، لیکن اللہ مالکُ الملک میرے حالِ زار پر رحم فرمائے کہ گذشتہ سال سے علالت کے انتہائی سخت حملہ کی وجہ سے ضعف و نقاہت کے عروج اور کمال کمزوری کے باعث کچھ زیادہ لکھنے لکھانے کی ہمت و استطاعت سے معذور و مجبور ہوں...... بالکل مجبور......!

اچھی عمر بھی اخیر ہے اور دل بھی سیر ہے
پیمانہ بھر چکا ہے چھکنے کی دیر ہے

اس مختصر سے تاثر کے اختتام پر آپ کے محاسن و مکارم اور خصائل و شمائل میں سے ایک حسین ترین خوبی یاد آ رہی ہے۔ آپ ہر ایک میں دوسروں کے حوصلہ بڑھاتے اور ہمت افزائی میں پیش پیش رہتے۔ آپ ماشاء اللہ میری عاجزانہ نگارشات سے بہت متاثر تھے، اور ہمیشہ میری دلجوئی کرتے چونکہ میری تحریروں کا مرکزی خیال اسلامی نقطۂ نگاہ سے اصلاحی و انقلابی تھا یعنی میرا مشن یہی تھا کہ:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھو میرے غریبوں کی دنیا کو جگا دو
کافر امراء کے در و دیوار ہلا دو

لیکن غریبوں کی جھونپڑیوں اور امیروں کے محلاتوں میں امتیاز کرنا اس سماج کے اندر ذرا مشکل ہے۔

یہ محلوں، یہ تختوں یہ تاجوں کی دنیا
یہ انساں کے دشمن سماجوں کی دنیا،
یہ دولت کے بھوکے رواجوں کی دنیا
یہ دنیا اگر مل بھی جائے تو کیا ہے

ایک دور میں معاشرے کے رجحانات کے ردِ عمل میں عاجز کے کچھ اصلاحی، اخلاقی، انقلابی اور تاریخی کہانیوں کے مجموعے اشاعت پذیر ہوئے۔ اچانک میرے دل میں ایک اندیشہ کھٹکنے لگا کہ کہیں ان کہانیوں میں بشری لغزشوں کی وجہ سے روزِ محشران کی باز پُرس نہ ہو۔ اسی سلسلے میں عاجز نے آپ کی طرف مراجعت کی تو آپ نے نہ صرف دوران ملاقات حوصلہ افزائی کی بلکہ بعد میں تحریری طور پر ایک تفصیلی مکتوب گرامی عنایت فرمایا جن کا ایک اقتباس کچھ یوں ہے۔ آپ کے اندازِ تحریر اور اصلوبِ بیان کے متعلق بارہا تجربہ ہو چکا ہے اور وہ اتنا بہترین اور دلکش آوير الحمد اللہ ایسے دور میں اسی ہی نوعیت کے مضامین لکھنے میں رب العزت نے آپ کو توفیق بخشی ہے۔ فللہ الحمد ولہٗ الشکر، اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ............!!

یہ تھا ایک جید عالم اور درویش صفت انسان کی اعلیٰ ظرفی کا بلند پایہ مثال۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا
وہ عالم و فاضل وہ عابد وہ زاہد
وہ ادیب و خطیب و مبلغ وہ راشد
وہ درویش دلبر وہ دلدار دانا
وہ محبوب و مرشد وہ مردِ مجاہد
بنا کردند خوش رسمے
بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رانا محمد جمیل صاحب سرگودھا ☆

ماہرِ اسماءِ الرجال

علامہ حافظ پیر سید محب اللہ شاہ الراشدی پیر جھنڈا

آپ کے بارے میں مضمون لکھنے کی نیک اور دیرینہ خواہش

میں ایک طویل عرصہ سے فتنوں کا ستایا ہوا ان سے بچنے کے لیے تنہائی کی خاموشی میں بیٹھا ہوں اور مجھے گوشۂ تنہائی کی گمنامی میں، اپنے ان چند معاصر کبار علماء اور کبار اساتذہ کی یاد، بہت ستایا کرتی ہے جن کی نیک صحبت نے میرے اُجڑے دل میں دینی حوصلہ افزائی کی کرنیں بکھیری تھیں چنانچہ تیس سال کے طویل عرصہ سے مجھے شدید خواہش تھی کہ میں اپنے ان چند معاصر کبار علماء اور کبار اساتذہ کے بارے میں، اپنے نیک تاثرات پر مبنی مضامین لکھوں چنانچہ اس سلسلۂ مبارکہ میں میرے تین مضامین مذہب اہل حدیث کے تین مختلف رسائل و جرائد میں ایک ہی قسط میں چھپے اور قارئین کرام نے مجھے خوب داد دی جس کا مجھے گمان نہ تھا اور اسی طرح میری شدید خواہش تھی کہ میں ماہر اسماء رجال علامہ حافظ پیر سید محب اللہ شاہ راشدی پیر جھنڈا کے بارے میں بھی اپنے رشحاتِ فکر کو، قلم و قرطاس کی زینت بناؤں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ علماء صالحین کے بارے میں اپنے نیک گمان کو قلم و قرطاس کی زینت بنانا یا اسے تقریر و خطابت سے آراستہ کرنے کی دینی طور پر اہمیت و فضیلت کو وہی لوگ جانتے ہیں جن کو اللہ نے عقل سلیم کی دولت و نعمت سے نوازا ہے۔

اللہ کا بہت بہت شکر ہے کہ جس نے مجھے اس نیک خواہش کی تکمیل کا موقع فراہم کیا جس کی تکمیل مجھے دینی و مذہبی رسائل و جرائد کے اکثر نازک مزاج مدیروں کے ناز و نخرہ میں نظر نہ آتی تھی جس کی بنیادی وجہ یہ ہے:

مدیر بحر العلوم سے گفتگو:

کئی روز پہلے سے طے شدہ دینی پروگرام کے مطابق بروز پیر بتاریخ ۱۶ر جولائی ۲۰۰۷ء لاہور شہر کے

☆ معروف مضمون نگار۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند روزہ دعوتی وتبلیغی دورے پر روانہ ہوا اور اسی دن میں نے جامع مسجد مبارک اہل حدیث گورنمنٹ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور میں امام کے نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھائی اور ان سے خطاب کیا رات یہیں گزاری نماز فجر کے بعد علماء کرام سے ملاقات کی غرض سے میں جامعۂ اہل حدیث چوک دالگراں چلا آیا، جناب مولانا صلاح الدین غوری مدرس جامعہ ہذا و سابق مدرس جامعہ بحر العلوم السلفیہ میر پور خاص (سندھ) سے طویل گفتگو کے دوران میں نے ان سے بحر العلوم کے محدثِ شہیر، مفسر قرآن علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی خدماتِ جلیلہ پر، شیخ العرب والعجم نمبر کے چھپنے کے بارے میں پوچھا کیونکہ میں اس کی اس اشاعتِ خاص کے لئے چند ماہ پیشتر، اپنا تحریر کردہ مضمون بھیج چکا تھا اور مجھے اس کے پڑھنے کا شدت سے انتظار تھا تو انہوں نے اپنے موبائل فون پر اس کے رئیس التحریر محترم پروفیسر علامہ افتخار احمد تاج الدین الازہری سے اس خصوصی نمبر کی اشاعت کے بارے میں پوچھا اور انہیں میرے بارے میں بتلایا تو محترم علامہ الازہری نے مجھے بتلایا کہ یہ نمبر چھپ چکا ہے آپ گیارہ بجے دن اسے مکتبہ قدوسیہ والوں سے لے لیں میں ابھی انہیں آپ کی آمد کے بارے میں فون کرتا ہوں اور انہوں نے مجھے بتلایا کہ اس بارے میں آپ کے مضمون کو یہاں کے جماعتی دوستوں نے بہت پسند کیا ہے اور سوالیہ انداز میں مجھے کہا کہ آپ نے اس میں پیر سید محب اللہ شاہ صاحب کے بارے میں بھی ذکر کیا ہے ناں؟ میں نے کہا: ہاں تو انہوں نے کہا: اب ہم پیر سید محبّ اللہ شاہ صاحب کے بارے میں خصوصی نمبر شائع کر رہے ہیں ان پرفتن اور پریشان کن حالات میں شیخ العرب والعجم نمبر کے نام سے غیر متوقع، شاندار اور عظیم الشان نمبر چھاپنے پر اللہ آپ کو اور آپ کے جملہ معاونین کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین۔ یارب العالمین! آمین۔

میری عقلِ ناقص نے اور میرے حسنِ ظن نے علامہ الازہری کی اس کلام کو پیر سید محبّ اللہ شاہ راشدی کے بارے میں، اپنے رشحاتِ فکر کے قلمبند کرنے کی طرف اشارہ قرار دیا اور میرا یہ تحریر کردہ مضمون، اسی زبانی اشارہ کی عملی تکمیل ہے، افسوس اس گفتگو کو تین ماہ کا طویل عرصہ گزر گیا لیکن طویل بیماری کے سبب اس کی تحریر کی تکمیل جلد عمل میں نہ آسکی۔

آپ کی زیارت کی خواہش شدید

دینی مدارس میں، طالب علمی کے ابتدائی ایام کے دوران جن کبار علماء کا نام میں نے تیزی سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بگڑتے ہوئے حالات میں اور تیزی سے پھیلتے ہوئے فتنوں میں نہایت عقیدت و احترام اور نہایت محبت و الفت سے بعض علماء اور بعض طلباء کی زبان سے سنا ان میں سے ایک نام، ماہرِ فنِ رجال، شاعرِ اسلامی، خاندانِ ساداتِ راشدیہ کے گلِ سرسبد، ابوالقاسم علامہ حافظ پیر سید محبّ اللہ شاہ راشدی پیر جھنڈا کا نام ہے انہی ایام میں یہ نام آپ کے چھوٹے بھائی اور لائق شاگرد شیخ العرب والعجم امام حافظ پیر سید بدیع الدین شاہ راشدی پیر جھنڈا کے نام کے ساتھ لازم ہو گیا تھا۔

طالبِ علمی کے اس طویل دور میں علماء کرام کے خطاب و درس کے سننے کے اشتیاقِ شدید کے باوجود میں نے نہ تو کبھی آپ کا خطاب سنا نہ کبھی آپ کا درس سنا نہ کبھی آپ کی گفتگو سنی نہ کبھی آپ کی کتاب پڑھی، نہ کبھی آپ کی تحریر پڑھی، نہ کبھی آپ سے ملاقات کی بلکہ نہ تو میں نے کبھی آپ کو نزدیک سے دیکھا اور نہ ہی کبھی دور سے بس علمی مجالس میں آپ کے بار بار تذکرہ نے میرے دلِ بے تاب میں آپ سے زیارت و ملاقات کی خواہش شدید کی ایسی چنگاری سلگادی تھی جس کی حدت و حرارت، مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی اور جب تلک آپ سے ملاقات نہ ہوئی اس میں برودت و قرورت نہ آئی۔

کبار علماء کی محبت اور یاد تو مدّتِ مدید سے میرے دل کی گہرائی میں بسی ہوئی تھی اس لیے جب بھی ان کی زیارت کا کوئی موقع مجھے میسر آتا تو میں اسے ہرگز ضائع نہ کرتا جیسا کہ اس سے قبل ان کے بارے میں میرے تین مفصل مضامین کے مطالعہ سے واضح ہے جو میرے قلم و قرطاس کی زینت بنے اور انہوں نے تین مختلف اہل حدیث جرائد و رسائل میں جگہ پائی فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ ورنہ دینی و مذہبی تاریخ کی یہ عظیم و قیمتی امانت میرے سینے میں دفن رہتی اور متدین اور مذہبی لوگ اس سے استفادہ نہ کر سکتے۔

اس نیک خواہش کی تکمیل

یہ بات، میرے لیے حسن اتفاق تھی اور میرے لیے عجیب اتفاق بھی کہ کراچی کے طویل سفر کے دوران شیخ العرب والعجم امام سید بدیع الدین شاہ راشدی اور آپ کے بڑے بھائی علامہ سید محبّ اللہ شاہ راشدی کی زیارت و ملاقات کی خواہش دو بار میرے دل میں پیدا ہوئی اور یہ میری خوش قسمتی تھی کہ دونوں بار، ان دونوں عظیم ہستیوں کو پیشگی اطلاع نہ دینے کے باوجود ان دونوں کی زیارت و ملاقات سے مشرف ہوا اور میں نے دونوں بار یہ دیکھا کہ میرے جیسے نامعلوم! کتنے ہی دین و مذہب، علم و سچائی اور عدالت و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انصاب کے پیاسے ان دونوں کے در پہ آئے اور اپنی پیاس بجھا کر چلے گئے کیونکہ ان پیاسوں کو مایوس کرنا ان کی فطرت سلیمہ میں نہ تھا۔

آپ کی زیارت کے لئے ایک سندھی بزرگ سے راہنمائی

اوائل شوال ۱۴۰۲ھ/جولائی ۱۹۸۳ء میں جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی میں مختصر قیام کے دوران طلباء سے کئی بار سنا کہ آپ کے بیٹے سید محمد قاسم شاہ اس جامعہ کے طالب علم ہیں اور تعطیلات شہر رمضان کی وجہ سے اپنے گھر گئے ہوئے ہیں اس لیے یہاں ان سے ملاقات کی کوئی سبیل نظر نہ آئی۔

انہی ایام میں، میں ایک دفعہ جامعہ ہذا کے مین گیٹ کے سامنے سورج کی تپش سے بچنے کے لئے کمرہ کے مغربی سمت، اس کی چھاؤں میں چند ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بوڑھے آدمی سے نہایت خوشگوار ماحول میں ملاقات ہوگئی اس نے دورانِ گفتگو ہمیں بتلایا کہ میں جلسوں میں پیر محب اللہ شاہ کا اردو اور سندھی زبان میں حمدیہ اور نعتیہ شاعرانہ کلام لوگوں کو سناتا ہوں ہم نے اس سے آپ کے حمدیہ و نعتیہ کلام کے سنانے کی فرمائش کی سندھی کلام کو تو ہم سمجھ نہ پائے تاہم اردو کلام کو سمجھا بھی اور محظوظ و مسرور بھی ہوئے۔

میں نے اس بزرگ سے شیخ العرب والعجم امام سید بدیع الدین شاہ راشدی اور آپ کے بڑے بھائی علامہ سید محب اللہ شاہ راشدی سے ملنے کے لیے ان کے گھر کے بارے میں پوچھا تو اس نے مجھے اس بارے میں تفصیل سے بتلایا۔

آپ کی پہلی زیارت کے لئے میرا سفر

شیخ العرب والعجم امام سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے پاس مختصر قیام کے بعد میں بعض لوگوں کی راہنمائی سے تن تنہا پیدل سپر ہائی وے کے ساتھ، بجانب شمال آپ کی ملاقات کے لئے دھیرے دھیرے روانہ ہوگیا دن کے گیارہ بجے کا وقت و سورج کی چل چلاتی دھوپ اور گرمی کی شدت کہ سڑک اور بیابان، دُور سے سراب دکھلائی دے بہر حال میں ایک مریض دیوانے کی طرح اپنے خیال میں مست رواں دواں تھا طویل طویل فاصلے سمیٹتے چلے گئے اور وفور مسرت سے دل کی دھڑکن تیز ہوتی چلی گئی اور تیز سے تیز تر۔

نیو سعید آباد سے درگاہ شریف کی مسافت تقریباً تین میل تھی اور نیو سعید آباد سے تقریباً پونے تین سو کلومیٹر دور، جنوب میں واقع بحیرۂ عرب سے اٹھنے والی طوفانی ہواؤں کے تیز تھپیڑے، وادئ سندھ کی طویل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضاؤں کو چیرتے ہوئے میرے قلب وذہن میں عجب تازگی وسرور پیدا کررہے تھے جن کی تسلسل کے ساتھ آنے والی تیز جھونکوں سے بعض اوقات میں گرتے گرتے بچا اور انہوں نے ڈومنے کی مکھیوں کی طرح نواب شاہ کے تپتے صحراء تک میرا پیچھا نہ چھوڑا اور نامعلوم! کب اور کہاں؟؟؟ ریل کے تیز سفر کے دوران انہوں نے رات کی تاریکی میں مجھے الوداع کہا؟ اور نامعلوم! کب اور کہاں؟؟؟ ان کے زور وشور کا سحر اور نشہ ٹوٹا؟ اور میں نے اس پیدل سفر کے دوران دیکھا کہ ہر کسی کے ساتھ ان کا یہ حسنِ سلوک مساوی طرز و نوعیت کا ہوتا ہے۔

راستے میں ایک ہندو نوجوان کو دینِ اسلام کی دعوتِ حق دینے کا عجیب وغریب واقعہ

سڑک کے بائیں جانب کیلے اور دیگر درختوں کے جھرمٹ کے ٹھنڈے اور گھنے سایہ تلے، میں تھوڑی دیر کے لیے آرام کی غرض سے ٹھہرا تو میرے سامنے ایک نوجوان تھا جس کی عمر اس وقت تقریباً سترہ برس تھی میں نے اپنی حسب عادت، اسے السلام علیکم کہا تو اس نے جواب میں مسکراتے ہوئے نہایت صاف زبان سے تلفظ کی صحت سے اور نہایت ادب واحترام سے کہا: وعلیکم السلام- اجنبی ماحول میں، میں اس اچھے انداز سے سلام کا جواب سن کر حیران ہوا، اور حقیقت تو یہ ہے کہ میری اس حیرانگی کی وجہ بجا تھی کیونکہ اس زمانے میں جاہلانہ معاشرہ تو کجا؟ ہمارے مذہبی مدارس کے اکثر طلباء میں بھی دینی تربیت کے فقدان کی وجہ سے ادب واحترام کا التزام نہ تھا؟ میں نے اس نوجوان سے پوچھا: بھائی جان! آپ کہاں سے ہیں؟ اس نے جواب میں مغرب کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا، گوٹھ پیر جھنڈو سے- میں نے کہا: آپ کون ہیں؟ اس نے کہا: ہندو- میں نے یہ سنا تو مزید حیران ہوا میں نے کہا: اس گوٹھ میں ہندو ہیں اس نے کہا: جی ہاں! میں نے کہا: آپ اسلام قبول کرلیں وہ مسکراتے ہوئے خاموش ہوگیا میں نے اصرار وتاکید سے کہا تو وہ، مسکراتے ہوئے خاموش رہا میں نے وہاں سے جاتے ہوئے اس سے پیر محب اللہ شاہ صاحب کے مدرسے کے بارے میں پوچھا تو اس نے اس بارے میں اپنے ہاتھ سے اور اپنی زبان سے میری پوری راہنمائی کی۔

قارئین کرام! آج اس واقعہ کو ربع صدی کا طویل عرصہ بیت چکا ہے یعنی پچیس سال کا طویل عرصہ بلکہ چھبیس سال کا طویل عرصہ، تو میری یہی نیک تمنا عود کر آتی ہے کہ کاش کہ یہ شریف نوجوان دین اسلام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبول کرلیتا اور اس کے اس نیک سلوک سے مزید حیران ہوتا ہوں کہ اس نے مجھے تنگ تو نہ کیا ورنہ آج کتنے ہی اسلام کے دعویدار ہیں جو اسلام کی بات سننا بھی گوارا نہیں کرتے اس پر عمل تو کیا کریں؟؟؟ اور ان میں سے کتنے ہیں جو اپنے نفاق اور اپنی کمینگی پر کھلے اور چھپے فخر اور خوشی محسوس کرتے ہیں شرم تو کیا کریں؟؟؟ بلکہ بڑے ڈھٹائی اور جہالت سے کفر اور برائی کی طرف بلاتے ہیں۔

خود تو ڈوبے ہیں صنم تجھے بھی لے ڈوبیں گے۔

دین اسلام کی غربت ایک تلخ حقیقت ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے میرا خیال ہے کہ یہاں کے ہندوؤں میں بعض نیک باتوں کا وجود سادات راشدیہ کی نیک باتوں کا اثر ہے اور نا معلوم! کتنے ہی کفار تھے جنہوں نے اس عظیم خاندان کے اولیاء و صالحین کے ہاتھوں پر دین اسلام کو قبول کیا؟ اور نا معلوم! کتنے ہی کفار ہیں کہ کب اسلام کو قبول کرنے کی سعادت ان کے مقدر میں آتی ہے؟ اس مضمون کے لکھنے کے دوران بروز اتوار بتاریخ ۱۵ر شوال ۱۴۲۸ھ بوقت صبح میرے ایک شاگرد حق نواز مجاہد کی معیت میں جناب محترم محمد شریف، نیو سعید آباد سندھ سے میرے پاس آئے اور مجھے بتایا کہ ہمارے قرب و جوار میں پیر سائیں یعنی پیر بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ کی دعوت و تبلیغ سے متاثر ہوکر کچھ عرصہ پہلے کچھ ہندوؤں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور پیپلز پارٹی پاکستان کے مرکزی قائد اور سابق وفاقی وزیر مخدوم امین فہیم سجادہ نشین شاہ عبداللطیف بھٹائی ہالا حیدر آباد کے بھائی پیر سعید الزمان شاہ نے مذہب اہل حدیث قبول کرلیا ہے اور وہ پیر سائیں کے قافلۂ حق میں شامل ہوگئے ہیں۔

آپ کی زیارت

تھوڑے سے فاصلہ پر پانی سے بھری ایک چھوٹی نہر تھی میں نے اس پُل کو پار کیا تو تھوڑے سے فاصلہ پر مدرسہ دارلرشاد درگاہ شریف کے سائن بورڈ کو دیکھا اور اس کے ساتھ ہی سپر ہائی وے سے نکلتی ہوئی ایک پکی سڑک، مغرب کی طرف، مذکورہ مقام کی طرف جارہی تھی اس زمانے میں ڈیرہ کی طرف جانے والی یہ سڑک میرے لیے ایک عجوبہ تھی کیونکہ میں نے اس سے پہلے اس قسم کی سڑک نہ دیکھی تھی۔

آگے بڑھا تو اب میرے سامنے وسیع و عریض رقبے میں پھیلی، چھ سات فٹ اونچی کپاس کی فصل، اپنا سینہ تانے کھڑی تھی جس کی اوسط میں، میں اپنی منزل کو دیکھ رہا تھا آگے بڑھا تو اس ذیلی سڑک کے بائیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف مدرسہ دارالرشاد کی عمارت تھی اور اس سے آگے سندھی طرزِ تعمیر کی خوبصورت اور وسیع وعریض مسجد تھی اور میرے سامنے کھلا صحن تھا اور میرے دائیں طرف عالمِ اسلام کی مشہور عظیم، قدیم اور تاریخی لائبریری تھی یہاں جنگل میں منگل تھا، رونق تھی، چہل پہل تھی۔

مدرسہ دارالرشاد کی نیم پختہ اور نیم خستہ یک منزلہ اونچی عمارت کی خاموشی میں، مجھے اس کے حسین و طویل ماضی کے آثارِ علمیہ اور شواہدِ تاریخیہ، صاف صاف دکھلائی دیئے جن کو میں نے کچھ عرصہ پہلے بعض علماء کرام سے اپنے کانوں سے سنا تھا یہ وہی مدرسہ تھا جس کی مسند تدریس پر بیٹھ کر، پون صدی قبل، امام اسماء رجال و حدیثِ نبوی ﷺ علامہ پیر سید احسان اللہ شاہ راشدی صاحب اللواء الخامس نے علم و تحقیق کے پیاسوں کو قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ کے پاکیزہ سچے اور ایمان افروز نغمے سنائے تھے اور مذہب حنفی کے عالمی شہرت یافتہ نومسلم عالم کبیر بطلِ حریت علامہ عبیداللہ سندھی نے تفسیرِ قرآن کے علمی نکات بیان کیے تھے اور جس کی مقدس چٹائیوں پر بیٹھ کر، ماضی قریب کے حنفی علماء میں سے خطیبِ ملت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور سکھ کے بیٹے مفسر قرآن مولانا احمد علی لاہوری نے اور ہمارے دور کے علماء سلف میں سے، ماہر اسماء رجال علامہ حافظ پیر سید محبّ اللہ شاہ راشدی صاحب اللواء السادس اور آپ کے چھوٹے بھائی شیخ العرب والعجم، خطیبِ اسلام، محدثِ کبیر، مفسر قرآن امام حافظ پیر سید بدیع الدین شاہ راشدی نے علم وحکمت کے موتیوں کو اپنی جھولیوں میں سمیٹا تھا اور انہیں اپنے سینوں میں بسایا تھا اور نامعلوم! اب تلک کتنے ہی اس کوچۂ علم و دانش کے مسافر بنے ہوں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

میں نے مکتبہ کے سامنے، ایک شخص سے پوچھا: پیر صاحب کہاں ہیں؟ اس نے کہا: پیر سائیں، اس مکتبہ میں تشریف فرما ہیں اس نے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں میں نے کہا: پنجاب سے وہ تیزی سے مکتبہ کے اندر گیا اور اس نے پیر صاحب کو میرے بارے میں بتلایا کہ یہ مہمان پنجاب سے آیا ہے آپ سے ملنے کے لئے اور مجھے بتلایا کہ یہ پیر سائیں ہیں پیر سائیں، لوگوں کے جھرمٹ میں ایسے تشریف فرما تھے جیسے چاند ستاروں کے جھرمٹ میں۔ میں نے مکتبہ میں داخل ہوتے ہی سلام کیا پیر سائیں اور سب لوگوں نے سلام کے جواب میں وعلیکم السلام کہا پیر صاحب اپنے چہرے پہ پھیلی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ تیزی سے اپنی نشست سے اٹھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور معانقہ بھی کیا اور اسی طرح میں نے سب لوگوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مصافحہ کیا سب لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی آپ نے مجھ سے ہلکی پھلکی بات چیت کی پھر اپنے خادم بابا صبح جمالی سے کہا، ہمارا یہ مہمان پنجاب سے آیا ہے اس کا خیال رکھیئے اور پھر اپنے اس تین روزہ قیام کے دوران وہ میرے لیے تین وقت کا کھانا، وقت مقررہ پہ لاتا رہا اس دور میں اجنبی ماحول میں آپ اور آپ کے مریدوں اور زائرین کا یہ حسنِ سلوک آج میرے لیے کسی عظیم عجوبہ سے کم نہیں ہے۔

آپ کے مکتبہ سے علمی استفادہ:

پیر صاحب کا مکتبہ، قدیم و جدید مطبوعات اور بہت سے قدیم قلمی مخطوطوں سے سجا ہوا تھا میں کتابوں کے مطالعہ کا رسیا تھا اور پیاسا بھی۔ اس لیے اس عظیم اور مشہور مکتبہ سے خوب علمی استفادہ کیا اور کبھی کبھی لوگوں کے جھرمٹ میں آپ بھی کوئی کتاب مجھے پڑھنے کے لیے دے دیتے اور کبھی کبھی کتاب کے علمی مباحث کے بارے میں بھی میری بہت شفقت سے راہنمائی فرماتے مجھے یوں لگتا تھا کہ آپ نے ان سب کتابوں کا گہرا یا سرسری مطالعہ کیا ہے اور نامعلوم کتنے ہی علماء کرام ہوں گے جنہوں نے کتب کی تالیف، دینی مسائل کی تحقیق و تدقیق اور کتب کی تشریح و تخریج میں اس مکتبہ سے علمی استفادہ کیا ہوگا؟ ہمارے معاصر مشہور حنفی عالم مولانا محمد نافع مدرس جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ نے ردِ شیعیت میں مشہور دو کتابوں رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ اور حَدِیْثِ ثَقَلَیْنِ میں کتابوں کے حوالہ کے طور پر ان دونوں کے بہت سے مختلف مقامات پر کتب خانہ پیر جھنڈا میں ان کی موجودگی کا ذکر کیا ہے۔

آپ کی سکونت

گوٹھ پیر جھنڈو کے شمال میں، اپنے مشہور مکتبہ کے متصل اپنے عظیم باپ کے ایسے وسیع و عریض قلعہ نما گھر میں سرسبز اور لہلہاتی فصلوں کے درمیان تھا جس کی موٹی اور اونچی فصیل کچی تھی اور جس کے زرخیز کھیتوں کی وسعتوں پر نظر پڑنے سے یہ گمان ہوتا تھا کہ ماضی قریب میں کبھی یہاں صحراء تھا اور دن بھر یہاں رونق رہتی تھی لوگ آتے تھے اور جاتے تھے اور اس جنگل میں یہ منگل آپ کے وجود مسعود سے تھا اور یہ جنگل علماء، طلباء اور لوگوں کا مرجع بنا ہوا تھا جہاں سے علم کی روشنی اکناف عالم میں پھیلتی تھی۔

اپنے مخالف کی تالیف کی تحسین و توصیف

مذہبی حلقوں میں جناب سید مسعود احمد بی ایس سی بانی جماعۃ المسلمین کو کون نہیں جانتا بہت سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوصافِ حمیدہ سے متصف تھے لیکن افسوس! بعض مسائل میں منفرد بھی تھے اور متشدد بھی اور مصر بھی میرے کراچی میں دوبارہ طویل قیام کے دوران، ان سے چند دفعہ ملاقات ہوئی ان سے مباحثہ اور مناظرہ کا طویل دور چلا میں نے علمی طور پر انہیں غلط قرار دینے کی کوشش کی اور انہوں نے مجھے غلط قرار دینے کی کوشش کی بہرحال آپ صاحب اخلاق تھے اپنے بڑھاپے میں، ٹھنڈے اور میٹھے مزاج کے حامل۔ انہوں نے مجھ سے بعض بنیادی مسائل میں اختلاف شدید کے باوجود، مجھے اپنے گروہ کے لوگوں میں بعض باتوں میں کھلے دل سے سچا قرار دیا اور میری اور میرے ساتھیوں کی کھلے دل سے خوب مہمان نوازی کی اور ہمیں اچھے طریقے سے الوادع کیا آپ کے گروہ کو علماء اہلحدیث نے تکفیری اور خارجی گروہ قرار دیا کیونکہ بعض مسائل میں اختلاف کی بنا پر یہ گروہ تکفیر میں خارجی لوگوں کے ہمنوا تھا۔

میں نے اس گروہ کے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ یہ علماء اہل حدیث کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتے اور میں نے نیوسعید آباد میں لوگوں سے سنا کہ سید مسعود احمد یہاں آئے تھے اور انہوں نے پیر سائیں کے پیچھے نماز ادا نہیں کی اور ایسے ہی میں نے درگاہ شریف میں لوگوں سے سنا کہ سید مسعود احمد یہاں آئے تھے اور انہوں نے پیر سائیں کے پیچھے نماز ادا نہیں کی بلکہ ان دونوں جگہوں میں اپنی الگ نماز پڑھی۔

ایک دفعہ میری نظر، مکتبہ میں، سید مسعود احمد کی تالیف صلوٰۃ المسلمین پر پڑی میں نے اس کا سرسری نظر سے مطالعہ کیا اور نماز کے موضوع پر میں نے اس کتاب کو علمی لحاظ سے مفید پایا میں نے یہ کتاب پیر سائیں کو دکھلائی اور عرض کیا کہ پیر سائیں! یہ کتاب کیسی ہے؟ آپ نے بڑے حوصلہ سے اور بہت خوشی سے فرمایا کہ یہ کتاب، اچھی ہے لیکن جماعۃ المسلمین کے کہلوانے میں اس کا مؤلف درست نہیں ہے۔

آپ کی اپنے ایک عجیب جھگڑالو مُرید سے طویل گفتگو اور آپ کا صبر و تحمل

ایک دفعہ نماز مغرب کے بعد حیدرآباد سے ایک خوش حال اور متمول شخص اپنی کار پر آپ سے بوتل کے پانی پر دم کروانے کے لیے آپ کے پاس آیا جس کا جسم بھاری تھا، داڑھی منڈی ہوئی، بڑی بڑی مونچھیں اور اچھے قیمتی کپڑوں میں ملبوس۔ آپ مکتبہ اور مسجد کے درمیان، کھلے صحن میں چارپائی پر تشریف فرما تھے میں آپ سے مغربی طرف بیٹھا تھا اس شخص نے پیر سائیں کو نہایت ادب و احترام سے سلام کیا اور مصافحہ کیا اور مجھے بھی سلام کیا اور مصافحہ کیا مختصر گفتگو کے بعد اس نے آپ کو بند بوتل کے پانی پر دم کرنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے عرض کیا آپ کافی دیر تک قرآن وحدیث میں سے ادعیۂ ماثورہ آہستہ آواز سے تلاوت کرتے رہے اور پھر آپ نے اس بوتل پر دم کیا۔

اس کے بعد وہ سندھی شخص، سندھی زبان میں آپ سے بات چیت میں مشغول ہوگیا میں سندھی زبان نہ جانتا تھا اور آپ سے اس گفتگو کے دوران وہ شخص کبھی کبھی زور سے ہنستا گفتگو کا یہ طویل سلسلہ بمشکل تمام ہوا پیر سائیں کسی کام کے لیے اپنے گھر تشریف لے گئے اس مہمان مرید نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے اردو زبان میں کہا: سرگودھا پنجاب سے اس نے پوچھا آپ کیا کرتے ہیں؟ میں نے کہا میں نے دارالعلوم اوڈانوالہ میں صحیح مسلم پڑھی ہے جو ماموں کانجن فیصل آباد سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور وہاں مذہب اہل حدیث کا مشہور اور بڑا مدرسہ ہے اس نے جامعہ دارالرشاد کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا ہم پاکستان میں اس مدرسہ سے بڑا مدرسہ کوئی نہیں جانتے یہ مدرسہ سب سے بڑا مدرسہ ہے میں نے کہا: آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ اس نے کہا: حیدرآباد سے میں نے کہا کس لیے؟ اس نے کہاں: اس بوتل پر پیر سائیں سے دم کروانے کے لئے آیا ہوں ہم ان کے مرید ہیں ہمارے پیر سائیں بہت نیک آدمی ہیں میں نے کہا: آپ کو پیر سائیں سے ایسے نہیں کرنا چاہیے تھا وہ عالم آدمی ہیں اس نے ہنستے ہوئے کہا: پیر سائیں ہمارے محترم ہیں میں ان سے ہنسی کر رہا تھا میں ان سے گستاخی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا اور نہ ہی پیر سائیں میری بات کو بُرا مانتے ہیں آپ نے دیکھا نہیں؟ میں نے پیر سائیں کو غصہ دلانے کے لیے بہت سے سوالات کیے لیکن پیر صاحب غصہ میں نہ آئے اور ٹھنڈے دل سے جواب دیتے رہے آپ پیر سائیں کو سمجھتے نہیں ہیں ہمارے پیر سائیں بہت ٹھنڈے مزاج کے ہیں غصہ میں نہیں آتے ہیں حیران تھا کہ یہ شخص آپ کا مرید ہے اور آپ سے محبت وخلوص کی بنا پر آپ کی زیارت کے لیے بہت دُور سے آیا اور پھر اس انداز کی گفتگو۔۔ پیر سائیں گھر سے ہمارے پاس تشریف لائے اور اس شخص سے مختصری گفتگو کی وہ شخص جاتے ہوئے پیر سائیں کو بہت عزت واحترام سے ملا اور آپ سے دُعاء کی درخواست کی اور مجھ سے بھی بہت عزت واحترام سے ملا اور اپنی کار کی خود، ڈرائیونگ کرتا ہوا، حیدرآباد کی طرف چل دیا۔

پیر سائیں سے علمی گفتگو:

اس مہمان کے چلے جانے کے بعد پیر سائیں میرے پاس دوسری چارپائی پر بیٹھ گئے اور دیر تک مجھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے علمی گفتگو کی اور میرے چند دینی سوالات کے جوابات تحقیقی انداز میں دیے معلوم ہوتا تھا کہ آپ کثیر المطالعہ بھی ہیں اور تعلیم و تدریس سے وابستہ بھی۔ کیونکہ اس قبیل کی گفتگو کے وہی لوگ ماہر ہوتے ہیں جو کثیر المطالعہ اور مدرس ہوں۔

پیر سائیں کی تاریخی باتیں، پیر پگاڑا کے بارے میں:

علامہ پیر سید محب اللہ شاہ راشدی، راشدی پیر پگاڑا کا سلسلۂ نسب چھٹی پشت میں، پیر سید محمد راشد شاہ الحسینی سے مل جاتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ فرقہ واریت کے اس بدترین دور میں بھی ان دونوں میں مذہبی اختلاف کے باوجود خاندانی عزت و احترام کی فضا قائم تھی اختلاف اپنی جگہ اور احترام اپنی جگہ۔۔

وہ حیدر آبادی شخص، دورانِ گفتگو اپنی گاڑی سے تقریبا آٹھ سو صفحات پر مشتمل مجلد کتاب لایا جو اردو زبان میں، ترجمہ شدہ تھی اور جس کو کسی برطانوی انگریز مصنف نے انگریزی زبان میں، برصغیر پاک و ہند کے ان لوگوں کے بارے میں لکھا تھا جنھوں نے انگریز حکومت کی مخالفت کی تھی اور جنھوں نے انگریز حکومت کی معاونت کی تھی۔

آپ کے اس مہمان نے اسی کتاب میں سے وہ مقام نکال کر، آپ کو سُنایا جہاں انگریز مصنف نے کافر انگریز حکومت کی مخالفت میں آپ کے عظیم خاندان کا ذکر کیا تھا اور پیر سید علی مردان شاہ راشدی پیر پگاڑا کے والد گرامی پیر سید صبغت اللہ شاہ راشدی پیر پگاڑا کے بارے میں لکھا تھا کہ انہوں نے انگریز حکومت سے جہاد کرنے کے لیے اپنے ایک لاکھ مریدوں سے بیعت لی تھی پیر سائیں نے اس مہمان سے یہ سب باتیں سنیں اور نہایت خاموشی سے اور مسکرائے بلکہ ہنسے ایک عبارت ایسی آئی کہ دونوں خوب ہنسے میں نے بھی یہ باتیں خاموشی سے سنیں وہ شخص چلا تو پیر سائیں نے مجھے اپنی گفتگو کے دوران بتلایا کہ پیر پگاڑا ہمارا رشتہ دار ہے اس کا باپ، انگریز کافر حکومت کا زبردست مخالف تھا انگریزوں نے اسے پکڑا اور قتل کردیا اور اس کے بیٹے کو پکڑ کر انگلینڈ لے گئے جو موجودہ پیر پگاڑا ہے اور وہاں اسے انگریزی تعلیم دلوائی پھر یہ طویل عرصہ کے بعد جب واپس وطن آیا تو ہم نے اس کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی ہم نے اسے دیکھا تو یہ بالکل انگریز بابو بنا ہوا تھا سر پر بودا اور اُلٹی مانگ، داڑھی مُنڈھی ہوئی، موچھیں بڑی بڑی اور پینٹ شرٹ میں ملبوس...... ہمارا سارا خاندان یہیں آیا تھا اور خاندان کے ہر مرد کے سر پر مسنون بال، سیدھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانگ، لمبی داڑھی، کٹی ہوئی یا منڈی ہوئی مونچھیں اور یہاں کے مقامی لباس میں ملبوس...... تو جب اس نے اپنے خاندان کے لوگوں کی ایسی مذہبی صورت دیکھی تو اس نے بھی ہلکی سی داڑھی رکھ لی اس کی دینی تعلیم تو تھی نہیں پیر سائیں نے مجھے یہ واقعہ، مسکراتے ہوئے سنایا تھا۔

آپ کے خطبۂ جمعۃ المبارک کے سننے کی خواہش پوری نہ ہوئی

میں نے آپ کے خطاب کو کبھی نہ سنا تھا جمعۃ المبارک کے دن میں یہیں ٹھہرا رہا تا کہ آپ کے خطبہ جمعۃ المبارک کو سنوں اور اس سے دینی اور علمی استفادہ کروں اور علماء اور جہلاء کے خطاب کے باہمی فرق کو اہل عقل، جانتے ہیں طلباء تو آئے نہ تھے کیونکہ ابھی شوال کی تعطیلات باقی تھیں اس لیے مسجد میں لوگ کم تھے لیکن جنگل کی مناسبت کی وجہ سے زیادہ...... آپ اپنے ہاتھ سے لاٹھی پکڑے مسجد میں تشریف لائے اور چند رکعات پڑھنے کے بعد بیٹھ گئے اور آپ کئی روز سے شدید بیمار تھے جس کی وجہ سے آپ کا رنگ، سیاہی مائل ہو چکا تھا اور جسم میں، بہت ضعف و نقاہت تھا اسؔ لیے آپ نے خطبہ نہیں دیا بس صرف نماز جمعہ پڑھائی جمعۃ المبارک کا خطبہ، آپ کے بیٹے پیر سید محمد قاسم شاہ راشدی نے سندھی زبان میں دیا تھا جو اس وقت جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی میں طالب علم تھے اور شادی شدہ تھے نماز سے فراغت کے بعد لوگ آپ سے نہایت ادب و احترام سے ملے اور بعض بوڑھوں کو میں نے دیکھا کہ وہ آپ کے سامنے آپ کے اس بیٹے کے خطبہ کی تعریف کررہے تھے اور بہت خوش تھے۔ افسوس! آپ کے خطبۂ جمعۃ المبارک کے سننے کی دیرینہ خواہش پوری نہ ہوسکی اور یہ حسرت میرے دل میں ہی رہ گئی۔

آپ کی اقتداء میں نمازیں

اس قیام کے دوران میں نے کئی نمازوں کو آپ کی اقتداء میں ادا کیا آپ مسجد میں آتے ہوئے اور اس سے جاتے ہوئے اپنے ہاتھ مبارک میں لاٹھی ضرور رکھتے تھے چلنے میں ذرا تیز تھے نماز نہایت خشوع و خضوع سے پڑھاتے تھے جہری نماز میں آپ کی قرأت سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی ہوتی تھی آج بھی مجھے ایسے لگتا ہے کہ آپ کا سوز و گداز میرے کانوں میں ٹکراتا ہے اور میرے دل میں جا لگتا ہے۔

وطن واپسی

اس کے بعد میں نے آپ سے اجازت چاہی آپ نے بڑے خلوص اور پرتپاک انداز سے رخصت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا اور میں شیخ العرب والعجم امام پیر سید بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ کے پاس نیوسعید آباد میں آیا اور پھر وہاں سے بعد نماز عشاء آپ سے اجازت چاہی اور اذانِ فجر سے پہلے سکھر پہنچا اور وہاں سے علی پور اور وہاں سے ملتان پہنچا رات یہیں جامعہ محمدیہ عام خاص باغ میں گزاری اور پھر دارالعلوم اوڈانوالہ ماموں کانجن پہنچا میری بیماری بہت بڑھ چکی تھی اس لیے رخصت پر گھر چک نمبر ۱۳۷ شمالی نزد سلانوالی سرگودھا پہنچا اور یہ سارا سفر، بسوں کے ذریعے طے کیا سوائے مدرسہ سے اپنے گھر تک کے۔

دوسری بار زیارت

آپ کی اس زیارت کی مختصری روئیداد میں نے مجلّہ بحر العلوم میرپورخاص کی طرف سے مفسر قرآن محدث شہیر علامہ ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی کی خدماتِ جلیلہ پر شیخ العرب والعجم نمبر میں اپنے مضمون میں صفحہ ۱۴۳ پر، یوں ذکر کی تھی:

''اس قیام کے دوران بھی میں نے آپ کے بڑے بھائی اور استاد ماہر اسماء رجال، شاعر اسلام علامہ سید محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ سے ملاقات کی اور نیوسعید آباد سے درگاہ شریف پیر جھنڈا پیدل ہی روانہ ہوگیا تین میل کی مسافت ہوگی گرمی کا موسم تھا جامعہ درالرشاد کے پاس میں نے ایک آدمی سے آپ کے بارے میں پوچھا تو اس نے مجھے بتلایا کہ پیر سائیں کار میں بیٹھے ہیں اور اپنے ایک بیٹے کے ساتھ کراچی جانے والے ہیں میں پسینے میں شرابور تھا اور میری پرانی جوتی گردوغبار سے اٹی پڑی تھی اور میرا چہرہ بھی پسینہ اور گردوغبار سے اٹا پڑا تھا میں نے اس آدمی سے کہا کہ آپ پیر سائیں سے کہو کہ پنجاب سے آپ کا مہمان آیا ہے اور میں ابھی منہ ہاتھ اور پاؤں دھو کر آپ کے پاس آیا میں وضو خانے میں اپنے منہ ہاتھ اور پاؤں دھوتا رہا اس نے مجھے کہا جلدی آؤ پیر سائیں جانے والے ہیں میں نے کہا میں ابھی آیا میں وضو خانے سے نکلا مسجد کی شمال میں کھلی جگہ پر آپ کار میں سوار تھے آپ نے مجھے دیکھا تو مسکراتے ہوئے کار سے باہر نکلے بڑھاپے کی حالت میں، میں نے سلام کیا مصافحہ کیا اور آپ نے مجھ سے معانقہ فرمایا اور دوسروں سے بھی میں نے مصافحہ کیا سخت دھوپ میں کھڑے کھڑے مختصر بات ہوئی میرے اور آپ کے درمیان پھر آپ نے فرمایا میں کراچی جانے والا ہوں اور مجھے دیر ہوگئی ہے آپ نے اپنے خادم بابا جمالی کو حکم دیا کہ یہ مہمان پنجاب سے آیا ہے اسے ٹھہراؤ، مکتبہ دکھاؤ اور آپ سلام و مصافحہ کے بعد کراچی روانہ ہوگئے اور میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک قیام کے بعد اپنے وطن کی طرف روانہ ہوگیا اور اس مختصر قیام میں میں نے آپ کے کتب خانے سے ہلکا سا استفادہ کیا۔"

پیر سائیں تو کراچی چلے گئے اور میں نے آپ کے کتب خانہ سے استفادہ کیا اور اس کے آس پاس ہلکی پھلکی سیر کی اور اس سیر میں میرے ساتھ ایک نوجوان، باریش اور قدآور حافظ غلام مصطفیٰ اور اس کا ایک نوعمر ساتھی تھا اور یہ دونوں مدرسہ ہٰذا کے طالب علم تھے اور یہ دونوں میری طرح سیر و سیاحت کے شوقین تھے اس لیے یہ دونوں ذرا نہ گھبرائے۔

ساداتِ راشدیہ کے اَولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت

نمازِ عصر کے بعد، مسجد کے شمال مغرب کی طرف نکلے تو میرے سامنے ساداتِ راشدیہ کے اولیاء اللہ کا چھوٹا سا مقبرہ تھا جس میں ماہر اسماء رجال علامہ حافظ پیر سید محبّ اللہ شاہ راشدی کے والد امام اسماء الرجال علامہ پیر سید احسان اللہ شاہ راشدی آپ کے چچا اور سسر پیر سید غوث محمد شاہ راشدی اور آپ کے بڑے بیٹے سید رُوح اللہ شاہ راشدی دفن تھے اور یہی وہ مقبرہ ہے جس میں میری واپسی کے بعد، ماہر اسماء رجال علامہ حافظ پیر سید محبّ اللہ شاہ راشدی اور آپ کے دونوں چھوٹے بھائی شیخ العرب والعجم امام حافظ پیر سید بدیع الدین شاہ راشدی اور پیر سید محی الدین شاہ راشدی دفن ہوئے رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَجْمَعِيْنَ۔

اور میں کراچی سے لاہور، سیالکوٹ، میرپور، مظفر آباد، پشاور، مردان، کاغان اور میانوالی تک دعوت و تبلیغ کے لیے گیا ہوں اور اپنے نیک گمان کے مطابق، اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کی ہے لیکن میرے ناقص مشاہدہ میں پاکستان میں سادات کرام کے اَولیاء اللہ کا یہ واحد مقبرہ تھا جہاں حکم رسول ﷺ کی بنا پر، سب قبریں کچی تھیں ان میں سے کوئی بھی قبر پکی نہ تھی اور اس عظیم مقبرہ کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ میرے مشاہدہ میں پاکستان میں ساداتِ کرام کے اولیاء اللہ کا یہ واحد مقبرہ تھا جس شہر خموشاں میں نہ شرک تھا اور نہ بدعت تھی نہ عریانی تھی نہ بے حیائی تھی اور نہ ہی کوئی اور خلاف شرع کام بلکہ اس کی زیارت سراسر شریعتِ اسلامیہ کے تقاضوں کے مطابق تھی جو اس دَور میں بڑے عجیب بات تھی۔

اور یہاں مقبرہ کی زیارت کے دوران، خلافِ شرع امور کے مٹانے میں، ان دونوں بھائیوں کا مبلغانہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مجاہدانہ کردار نمایاں تھا جس کے ادا کرنے کی اس بدترین دور میں اولیاء اللہ کی قبروں پر پیٹ پرست، اجارہ داروں اور پیٹ پرست ملاؤں کو کبھی جرأت و ہمت نہ ہوئی اور انہوں نے اپنے اس منافقانہ اور بزدلانہ کردار کے باوجود، اپنے آپ کو جھوٹ اور دھوکے کے زور پر اولیاء اللہ کا سچا وارث قرار دیا یعنی چور بھی اور چتر بھی......اور دُنیا کی اپنی اندھی ہوس کی بنا پر مساجد اللہ کی رونق اُجاڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

پیر سید علی مردان شاہ راشدی المعروف بہ پیر پگاڑا کو کون نہیں جانتا؟ اس بارے میں اس کا کردار دیکھ لیجئے وہ بھی اسی عظیم خاندان کا ایک مشہور سیاسی فرد ہے۔

اور یہی وہ واحد مقبرہ ہے جن کے نسبی ورثاء نے اپنے عظیم آباؤ اجداد کی قبروں کو بُت نہیں بنایا، میلہ گاہ نہیں بنایا، تجارت گاہ نہیں بنایا ورنہ وہ بھی لوگوں کو جہالت و گمراہی کے اندھیروں میں ڈبو کر اور قرآن و حدیث کی روشنی سے دُور کر کے، بڑے مزے سے اور بڑے سکون سے مختلف مقامات میں محلات و کوٹھیوں میں اور کاروں اور گاڑیوں میں شاہانہ زندگی گزارتے اور جاہل، گمراہ اور بیوقوف لوگ بھی ان کے ہاتھوں اپنا ایمان برباد کر کے اور اپنی دولت لٹا کر، بہت فخر سے خوشی کا اظہار کرتے۔

گوٹھ پیر جھنڈا کی دُور سے زیارت

مسجد کے جنوب میں، چھوٹی نہر کے پار، اونچی فصلوں کی اوٹ میں گوٹھ پیر جھنڈا، دھوپ کی چمک سے صاف طور پر دکھائی دے رہا تھا جہاں سے آپ کے والد گرامی، امام فن رجال علامہ پیر سید احسان اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ نے ہجرت کر کے درگاہ شریف میں مسجد اور مدرسہ تعمیر کروایا تھا اور عظیم مکتبہ قائم کیا تھا۔

ایک عجیب انسانی مخلوق کی زیارت

مدرسہ کے مشرق میں سپر ہائی وے کی طرف بڑھے تو بڑے بڑے کھیتوں میں بہت سے مردوں اور عورتوں کو کام کرتے دیکھا اقلیم سندھ میں کراچی کے سوا عورتوں میں پردہ کا رواج ہے جو سندھی قوم کی غیرت کی پہچان ہے۔

ایک قافلہ ہمارے پاس سے گزرا اور انہوں نے بڑے ادب و احترام سے ہمیں سلام کہا میں نے سلام کا جواب دیا اور وہ آگے بڑھے تو میرے ساتھیوں نے مجھے بتایا کہ یہ ہندو ہیں تو میں نے مُڑ کر انہیں جاتے ہوئے ایک عجیب انسانی مخلوق کے طور پر دیکھا کیونکہ نامعلوم! میں نے کتنے ہندو دیکھے ہوں گے؟ لیکن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندو کی پہچان نہ تھی ان کا ہمیں یہ سلام کہنا بھی یہاں کے مسلم معاشرے اور سادات راشدیہ کے اثرات کی وجہ سے تھا ہندوؤں کے اس قافلہ کو دیکھا تو وہ ظاہری طور پر دنیا بھر کے ان اکثر مسلمانوں کی طرح نظر آئے جو داڑھی منڈے ہوتے ہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ آج کے ملحدانہ دور میں مسلم اور کافر کی پہچان بہت مشکل ہوگئی ہے۔

غیرت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے

چڑیا گھر کی زیارت

شمال کی طرف بڑھے تو میرے ساتھیوں نے کہا آیئے آپ کو چڑیا گھر دکھلا دیں اور بتلایا کہ یہ چڑیا گھر، پیر سائیں کے ایک رشتہ دار کا ہے چڑیا گھر دیکھا تو ایک پنجرہ میں بندر تھا ایک میں گیدڑ تھا اور بھی چند پنجرے تھے۔ میں حیران تھا کہ شوق اپنا اپنا ہے ان میں سے ایک گھرانے کو دینی علم کا شوق اور ان میں سے ایک گھرانے کو چڑیا گھر کا شوق۔ قسمت اپنی اپنی، نصیب اپنا اپنا۔

چند نمازیں میری امامت میں:

پیر سائیں کراچی چلے گئے تھے اس لیے درگاہ شریف میں رونق دکھلائی نہ دیتی تھی بس چند آدمی تھے اس لیے آپ کی عدم موجودگی میں، میں نے لوگوں کو چند نمازیں پڑھائیں اور یہ میری سعادت تھی کہ میں نے آپ کے مصلّی پر نماز پڑھائی۔

وطن واپسی

نہ یہاں پیر سائیں تھے نہ یہاں لوگوں کی رونق تھی جب شمع نہ ہو تو پروانے کیسے آئیں؟ اس لیے اب کی بار یہاں دل نہ لگا یہ اوائل شوال المکرّم ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء کی بات ہے اور میں حسب سابق تن تنہا وہاں سے بس پہ نواب شاہ آیا اور وہاں سے شام کو براستہ ریل خانیوال آیا اور وہاں سے خانیوال اور وہاں سے شورکوٹ اور وہاں سے براستہ جھنگ سلانوالی اور وہاں سے پیدل چل کر اپنے گاؤں چک ۱۲۷ شمالی میں۔

دونوں بھائیوں کی زیارت اور ان کے تذکرے کا التزام

خاندانِ سادات راشدیہ میں سے شیخ العرب والعجم امام سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کا تذکرہ جمیلہ آپ کے استادگرامی اور آپ کے بڑے بھائی، ماہر اسماء الرجال حدیث نبوی ﷺ علامہ سید محبّ اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راشدی رحمہ اللہ کے تذکرہ جمیلہ کے بغیر ناقص و ناتمام ہے اور اسی طرح ماہر اسماء الرجال حدیث نبوی ﷺ علامہ سید محب اللہ راشدی رحمہ اللہ کا تذکرہ جمیلہ آپ کے چھوٹے بھائی شیخ العرب والعجم امام سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے تذکرہ جمیلہ کے بغیر ناقص و ناتمام ہے اسی لیے ان دونوں کے بارے میں میرے مضامین میں ایک ساتھ دوسرے کا تذکرہ جمیلہ بھی شامل ہے جیسا کہ ان میں سے ایک کی زیارت دوسرے کی زیارت کے بغیر ناقص و ناتمام تھی اس رائے میں میں منفرد نہیں ہوں بلکہ شیخ العرب والعجم نمبر کے مطالعہ سے بھی یہ حقیقت واضح ہے کیونکہ قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ کے علوم سے محبت ان دونوں بھائیوں کی فطرت میں کوٹ کوٹ کی بھری ہوئی تھی اور اس پر مستزاد یہ کہ یہ دونوں بھائی قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ پر عمل کرنے میں بھی اپنے عاصر کبار علماء سے پیچھے نہ تھے اور دینِ اسلام کی نصرت و حمیت تو انہوں نے وراثتی طور پر اپنے عظیم نانا خاتم الانبیاء والمرسلین سید الاولین والآخرین محمد ﷺ سے اور اپنے عظیم دادا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے پائی تھی۔

آپ کا حلیہ مبارک

گول چہرہ، پتلی، کھڑی اور خوبصورت ناک، درمیانہ قد نہ بھاری نہ پتلا، سر کے بال، کان کی کونپلوں تک اور سر کے بالوں میں مانگ، بھاری داڑھی اور مونچھیں بہت کٹی ہوئی اور سبالہ، داڑھی سے ملے ہوئے سر، داڑھی اور مونچھ کے بال سفید، موٹی آنکھیں، رخسار بھرے ہوئے، پتلے ہونٹ، سر پر سندھی ٹوپی، قمیص اور شلوار میں سندھی طرز کی شلوار ٹخنے سے اٹھی ہوئی اور چال میں تیز۔

پہلی ملاقات کے وقت آپ کا رنگ مدہم تھا سیاہی مائل اور جسم میں کمزوری تھی جس کی وجہ، آپ کے مرید یہ بتلاتے ہیں کہ پیر سائیں بیمار ہیں اور اپنے بڑے بیٹے پیر سید رُوح اللہ شاہ راشدی کی وفات کی وجہ سے پریشان بھی ہیں جو تھوڑا عرصہ پہلے درگاہ شریف کے نزدیک سپر ہائی وے پر بجانب شمال کار چلاتے ہوئے بس کے حادثے میں وفات پا گیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

دوسری ملاقات کے وقت آپ کا رنگ گورا تھا بلکہ چمکدار تھا اور جسم میں طاقت بھی تھی اور بھاری پن بھی۔ سارا دن قمیص اور شلوار پہنتے تھے اور نماز عشاء سے نماز فجر تک تہبند پہنتے تھے بلکہ یہ دونوں نمازیں تہبند میں پڑھاتے تھے بہت خوبصورت تھے جیسے چودھویں رات کا چاند، یوں لگتا تھا کہ انسانی صورت میں فرشتہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونورانیت آپ کے چہرہ سے جھلکتی تھی۔

خاموش طبع تھے بوقت ضرورت ضرور بولتے تھے اچھی بات سن کرخوش ہوتے تھے کبھی مسکراتے تھے اور کبھی ہنستے تھے، بہت ٹھنڈے مزاج تھے اور صاحبِ شکر صاحب صبر اور صاحبِ جمال بھی۔ شریف آدمی تھے اور اپنی خاندانی شرافت کے امین تھے میں نے کبھی آپ کو غصہ میں نہ دیکھا جس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے مرید بھی، شریعت وشرافت کا خیال رکھتے تھے اور الحاد وکمینگی سے بچتے تھے نیک اوصاف اور نیک مجلس نے آپ کو مزید صاحبِ جمال بنادیا تھا بولتے وقت آپ کی آواز میں فطرتی ترنم اور سوز ہوتا تھا اور تلاوتِ قرآن کریم اور لوگوں کو نماز پڑھاتے وقت بھی۔

آپ کی چند خصائل حمیدہ اور اوصاف حسنہ کا سرسری تذکرۂ جمیلہ

آپ صاحب جاگیر تھے اور دس بارہ مربع زمین کے مالک اور درگاہ شریف کے پاس تو آپ کی زمین، ہمارے گاؤں کی زمین کی طرح زرخیز تھی، اقلیم سندھ کی "سیاست میں دلچسپی لینے والے تھے، جدید دنیاوی تعلیم میں ماسٹر کی ڈگری پانے والے تھے اور عظیم معزز اور مشہور خاندان کے ایک عظیم معزز اور مشہور فرزند تھے ان حالات میں مندرجہ ذیل منفرد خصائل حمیدہ اور اوصاف حمیدہ کی بنا پر آپ کو ولی اللہ کہا جاسکتا ہے۔

۱: **عاجزی وانکساری**: میں، تین سال کے درمیانی وقفہ سے دو دفعہ آپ کی زیارت کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دونوں بار یہ حالت تھی کہ میرے بدن پر پرانے اور گھسے ہوئے کپڑے اور پاؤں میں سستی جوتی اور وہ بھی ٹوٹی پھوٹی۔ سر کے بال جو میں نے دوسری بار اوائل ۱۹۸۱ء سے میرے کندھوں پر لٹکتے تھے اور بالوں میں کنگھی کے لیے ایک دن کا وقفہ کرلیتا تھا اور وہ بعض دفعہ تو میری غفلت و کوتاہی کی بنا پر، الجھے ہوئے رہتے تھے اس حالت میں میں نے کئی نازک مزاج لوگوں کو دیکھا کہ وہ مجھ سے چڑتے تھے اور کئی متمول لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنی دولت کے نشہ میں مست تھے لیکن کیا مجال؟ کہ میں نے کبھی ایک بار بھی آپ کو اس حالت میں دیکھا ہو اور آپ نے مجھ سے اپنوں سے بڑھ کر شفقت و رحمت کا برتاؤ کیا یہ آپ کی عاجزی وانکساری کی انتہا تھی۔

۲: **استغناء**: مدرسہ دارالرشاد درگاہ شریف عالم اسلام کی قدیم اور مشہور درس گاہ ہے لیکن اس کی قدیم عمارت، جدید سہولتوں سے محروم تھی ہمارے دور میں کئی لوگ گمنامیوں سے اٹھے اور انہوں نے دینی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدارس کی عظیم الشان پرشکوہ خوبصورت اور جدید سہولتوں سے آراستہ عمارتیں بنوائیں معلوم یہی ہوتا ہے کہ یہ پیر سائیں اس دینی مدرسہ کے اخراجات کا بہت سا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہوں گے اور متمول لوگوں کے ناز ونخرہ سے بچتے ہوں گے جن میں اکثر فرعونیت کے دلدادہ اور خوشامد پسند ہیں لیکن علم کے پیاسے، شرق وغرب اور شمال وجنوب سے اڈے ہوئے آپ کے پاس آئے اور انہوں نے رُوکھی سوکھی کھا کر اپنے دامن کو علم کے موتیوں سے بھرا اور اپنے اپنے وطن کی طرف چل دیے۔

۳: دینی تدریس و تعلیم: آپ اپنے آبائی مدرسہ دارالرشاد میں، طلباء دینیہ کو قرآن وحدیث اور ان دونوں کے متعلقہ علوم پڑھاتے تھے جو آپ کی سیاست میں دلچسپی وسیع اراضی کی دیکھ بھال اور زائرین کی آمد کی وجہ سے بہت مشکل کام تھا۔

٤: آپ اپنے زائرین کو اجنبیت و تنہائي کا احساس نہ ہونے دیتے تھے: پہلے تین روزہ قیام کے دوران مجھے آپ کی باتیں سننے اور آپ سے باتیں کرنے کا خوب موقع ملا، آپ بیمار تھے اور ضعیف بھی دن بھر زائرین آپ کے پاس آتے رہتے تھے کبھی کبھی تو جنگل میں واقع آپ کے مکتبہ میں لوگوں کا جم غفیر ہوتا تھا لیکن یہ بات ناممکن تھی کہ آپ کے کسی زائر کو اجنبیت وتنہائی کا احساس ہوا ہو کہ ہر ایک کی بات خاموشی اور دھیان سے سنتے تھے اور ہر ایک کی بات کا نہایت خوشی سے جواب دیتے تھے ہر ایک کو آپ سے بات کرنے کا موقع ملتا اور کسی کو شرمندگی اور پریشانی نہ اٹھانا پڑتی مجلسی آدمی معلوم ہوتے تھے لیکن آپ کی مجلس بھی بہت پاکیزہ ہوتی تھی اس قسم کی پاکیزہ مجلسیں دیکھنے کو اب بھی مدتِ طویل سے ترستا ہوں میں نے طویل طویل وقت تک آپ کی پاس زائرین کو باتیں کرتے دیکھا آپ ان سے ذرا بھی بوریت محسوس نہ کرتے تھے وہ آپ سے خوشی خوشی سے ملتے اور خوشی خوشی سے واپس جاتے۔

٥: آپ مہمان نواز تھے: آپ کا دستر خوان، دراز تھا مہمان آتا تو گھر سے اس کا کھانا، آپ کے خادم کے ہاتھ سے وقت پر پہنچتا تھا اور کسی قسم کی غفلت نہ ہوتی تھی۔

٦۔ فن اسماء رجال کي اهميت اور اس ميں آپ کا منفرد مقام: دین اسلام کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ نے قرآن کریم اور اپنے آخری رسول ﷺ کی حدیث کی حفاظت فرمائی اور مذہب اہل السنۃ والجماعۃ میں سے ایک مخصوص ومقدس گروہ ائمۂ حدیث رحمہم اللہ نے قرآن کریم کی حفاظت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے اس کے الفاظ اور اس کے اعراب کے بارے میں بہت سی کتابیں تالیف کیں اور اس عظیم کام کے علاوہ قرآن کریم، اب تلک انسانوں تک اس تواتر سے پہنچ رہے ہیں کہ اس کی حفاظت اور اس کی صداقت میں کوئی شک نہیں رہا اور اسی طرح ائمہ حدیث رحمہم اللہ نے حدیث نبوی ﷺ کی حفاظت میں بھی بہت سی کتابیں لکھیں اور انہوں نے اس بارے میں حدیث نبوی کی تصحیح اور تضعیف کے لیے کھرے اور اٹل اصول و ضوابط وضع کیے اور اس کے رواۃ کے پرکھنے میں، اسماء الرجال کی کتب تالیف کیں دینِ اسلام سچا دین ہے اور یہ اپنی سچائی کے لئے کبھی جھوٹ کا محتاج نہیں ہے اور دینِ اسلام میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ گھڑنا بڑا گناہ ہے بلکہ کفر و گمراہی ہے۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ کی حفاظت میں ائمہ حدیث نے جو مشقتیں اٹھائیں وہ کسی کرامت سے کم نہیں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم اور یہ ایک ایسی منفرد سعادت ہے جو شریعتِ موسوی کی حفاظت کے لیے علماء یہود کو حاصل نہ ہوئی اور شریعت مسیحی کی حفاظت کے لیے علماء مسیحیت کو حاصل نہ ہوئی اسی لیے تورات اور انجیل میں تحریفات کا باب، ہر دور میں طویل رہا ہے مثال کے لیے ہمارے دور میں ان دونوں کی طباعت کے مختلف نسخوں کو مختلف زبانوں میں دیکھا جاسکتا ہے اور افسوس صد افسوس تو یہ ہے کہ ان دونوں کتابوں کا حصول ان کی زبانوں میں بھی بہت مشکل امر ہے بلکہ یوں لگتا ہے کہ علماء یہود، تورات میں علماء مسیحیت، انجیل میں تحریف کے ارتکاب کو اپنا علمی و دینی کام سمجھتے ہیں۔

ہمارے معاصر علماء میں سے علم حدیث کے مقدس میدان میں، امام محمد ناصر الدین البانی، حافظ امام محمد گوندلوی، امام سید بدیع الدین راشدی، امام عبیداللہ رحمانی مبارکپوری اور علامہ عطاء اللہ بھوجیانی رحمہم اللہ اجمعین نے عالمی طور پر بہت شہرت پائی لیکن ہمارے ملک میں علمِ حدیث کے ایک اہم موضوع اسماء الرجال میں علامہ حافظ پیر سید محبّ اللہ شاہ راشدی نے ممتاز حیثیت اور منفرد شہرت پائی اور یہ عظیم فن، آپ کی پہچان بن گیا اس بارے میں بہت کچھ تو وہ بتلاسکتے ہیں جنہوں نے آپ سے بالمشافہہ یا بالمراسلہ علمی استفادہ کیا ہے۔

میں اس بارے میں آپ سے علمی استفادہ کی خواہش شدید کے باوجود، آپ سے مستقل طور پر علمی استفادہ نہ کرسکا کیونکہ مجھے ثَمَّ خَیرًا (وہاں۔اچھا) کا مرض نہ تھا جو مدارس مذہبیہ میں بہت سے طلباء کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاحق ہوتا ہے اس لیے مستقل طور پر چھ سال تک ایک ہی مدرسہ میں اس کے نصاب مقرر کے مطابق دینی تعلیم کی تکمیل کی اور وہ مدرسہ ہے دارالعلوم اوڈانوالہ ماموں کانجن اور جب تک اس سے سند فراغت حاصل نہ کی کسی دوسرے مدرسہ میں داخلہ نہ لیا۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ عظیم اور اہم علم، مدارسِ سلفیہ میں بھی یتیم ہے جہاں مدارس حنفیہ کی نسبت علم حدیث کی تعلیم وتدریس کا اہتمام کہیں بہتر ہے اور اس علم میں اگر کسی عالم یا متعلم کو مدارس سلفیہ میں کسی کتاب کی زیارت ہی نصیب ہوجائے تو اس کی بڑی خوش قسمتی ہے۔

یہ میری بدقسمتی تھی کہ میں پریشانیوں کے ہجوم میں اس علم وفن میں آپ سے مستقل طور پر استفادہ تو نہ کرسکا تاہم آپ کی زیارت سے اس علم وفن میں احساس کی دولت ونعمت سے ضرورت مالا مال ہوا بلکہ یہ احساس بڑھا بھی اور پریشانیوں کے ہجوم میں یہ احساس میرے دل بے تاب کا مستقل روگ بن گیا اور میرے جی کی حسرت میرے جی میں ہی رہی۔

افسوس یہ ہے کہ میں اس عظیم خاندان سے محبت شدید کے باوجود آپ کی تالیفات کے بارے میں یتیم فی العلم ہوں اس مضمون کی ترتیب وتسوید سے پہلے کئی بار مجھے بذات خود ان کے بارے میں جاننے کا احساس ہوا۔

طالب علمی کے دورطویل میں علم اسماء رجال میں آپ کی مہارت کا چرچا ہی، میری آپ کی زیارت کا سبب بنا اور آپ کی یہی زیارت میرے دل پہ ایسے بہترین دیرپا اور انمٹ نقوش چھوڑ گئی جن کا مٹنا مجھے موت سے پہلے نظر نہیں آتا۔

آپ کی اس مقدس علم کی مہارت کے بارے میں میرے علم کا محور ومرکز یا تو آپ کی چند دینی وعلمی مجالس تھیں جن میں، میں نے آپ کی زبان سے اس علم کے بارے میں موتی برستے دیکھے یا وہ چند علمی مضامین تھے جن کو میں نے آپ کے قلم سے بعض اہل حدیث رسائل وجرائد میں پڑھا تھا آپ نے اس علم کے بارے میں کتابی میدان میں پچھلوں کے لئے کیا چھوڑا میں نہیں جانتا؟ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ دینی علم کی بے قدری کے ہمارے دور میں آپ اس علم کی تحریک تھے، اس تحریک کے بانی تھے، اس تحریک کے قائد تھے اور اس تحریک کے استاذ تھے جن سے اس علم میں بہت سے مشہور علماء نے استفادہ کیا تھا اور اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح آپ نے اس علم میں اپنے عظیم باپ امام اسماء رجال علامہ پیر سید احسان اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ سے جو استفادہ کیا تھا آپ اس کے امین تھے یوں ایک دیا جلا تو اس سے کئی دیے جلے۔

۷: اپنے نانا جی خاتم الانبیاء والمرسلین محمد ﷺ کی سنت سے محبت

رسول اللہ ﷺ کی سنت سے محبت اور آپ کی اتباع (اللہ کے سوا، کوئی معبود نہیں ہے محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں) پہ ایمان کا تقاضا ہے اور اس حقیقت کو آج اکثر مسلمان بھی نہیں جانتے، پیر سائیں کو اپنے نانا جی خاتم الانبیاء والمرسلین سید الاولین والآخرین محمد ﷺ کی سنت سے بہت محبت تھی اور آپ اپنے نانا جی کی اتباع و پیروی کرتے تھے جیسا کہ میں نے اسی مضمون میں آپ کی صورت طیبہ اور آپ کے خصائل حمیدہ کے تحت ذکر کیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ پیر سائیں کا شجرۂ نسب، امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے چالیسویں ۴۰ پشت میں اور امام علی رضی اللہ عنہ سے اکتالیسویں ۴۱ پشت میں اور خاتم الانبیاء والمرسلین محمد ﷺ سے بیالیسویں ۴۲ پشت میں جاملتا ہے اور حسین بن علی رسول اللہ ﷺ کے نواسے ہیں آپ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے اس لیے پیر سائیں کو اپنے نانا جی ﷺ کی سنت سے محبت وراثت میں ملی تھی اور اس سلسلۂ نسب میں سات امام ہیں جن کا شیعہ اثناعشریہ اور سنی، آپس کی مذہبی اختلاف کے باوجود یکساں احترام کرتے ہیں دیکھئے آپ کے سلسلۂ نسب کے آخر سے امام علی رضا بن امام موسیٰ بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن امام علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف۔

اپنے نانا جی ﷺ کی سنت سے محبت میں آپ کا یہ التزام مجھے بہت یاد آیا کرتا ہے کہ جب مغرب کی اذان ہوجاتی تو آپ دو رکعت نماز ادا کرتے اور دیگر لوگ بھی دو رکعت نماز ادا کرتے اور آپ بڑے اطمینان و سکون سے اپنی عصائے حمیدہ کو پکڑے ہوئے اس پر ٹیک لگاتے ہوئے اپنے بڑھاپے میں ان کے سلام پھرنے کا انتظار فرماتے اور پھر اپنے مصلّٰی پر لوگوں کو مغرب کی تین رکعت نماز پڑھاتے اور یوں اپنے نانا جی ﷺ کے فرمانِ حق کے مطابق امت محمدیہ کے فساد کے وقت نبی ﷺ کی سنت کو زندہ کرکے سو شہیدوں کا ثواب پاتے۔

امت محمدیہ کی جہالت کے اس بدترین دور میں سنن نبویہ، مظلوم ہیں اور خاص طور پر داڑھی اور داڑھی سے زیادہ مظلوم مغرب سے پہلے کی دو رکعتیں...... مساجد احناف میں تو نمازی اس کی شرعی حقیقت کو جانتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی نہیں اور اس دور میں، میں نے کئی مساجد اہل حدیث میں اس مسئلہ میں دو گروہ دیکھے ایک مطابق اور دوسرا مخالف۔ لیکن پیر سائیں کے مقتدیوں میں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں تھا اور نہ ہی کوئی شور شرابہ۔

۸- صابر و شاکر:

پہلی ملاقات کے وقت آپ طویل بیماری کی وجہ سے بہت کمزور تھے اور اپنے بڑے بیٹے پیر سید روح اللہ شاہ رشدی کی المناک وفات کے غم سے نڈھال تھے۔ لیکن میں نے آپ کی طویل طویل گفتگو کے دوران کبھی ایک دفعہ بھی اپنی کمزوری اور اپنے غم کا شکوہ کرتے نہ دیکھا بلکہ صبر و شکر کی خاموش تصویر بنے ہوئے تھے کوئی آپ سے آپ کا حال پوچھتا تو آپ جواب میں صرف اَلْحَمْدُلِلّٰہِ کہتے۔

اہل بیت رضی اللہ عنہم کی تاریخ غم والم سے بھری پڑی ہے معلوم یہی ہوتا ہے کہ اللہ نے غم والم ان کے مقدر میں لکھ دیا تھا اس باب میں، میں حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے غم کو نہیں بھول سکتا جو آنسوؤں کی برسات میں میرے دل کو تڑپایا کرتا ہے جس کی خبر آپ کے نانا جی ﷺ نے آپ کی شہادت سے ستاون برس پہلے دے دی تھی، جب آپ پیدا ہوئے تھے اس حدیث کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل النبوۃ میں ام الفضل بنت الحارث زوجہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

۹- اتحادِ امت:

دین اسلام میں فرقہ پرستی حرام ہے بلکہ شرک ہے جیسا کہ قرآن و حدیث سے واضح ہے اَدیانِ باطلہ تو اَدیان باطلہ تھے اس میں تو فرقے تھے ہی دینِ اسلام جو دینِ حق ہے گمراہ لوگوں نے شہرت دولت اور ریاست کے حصول کی غرض سے اس سچے اور پاکیزہ دین کو بھی فرقہ پرستی کی نجاست سے آلودہ کرنے کی کوشش کی ہے جس میں اپنے اور بیگانے سب برابر کے شریک ہیں اور اپنوں میں بھی نہ عوام کسی سے پیچھے ہیں نہ علماء نہ مساجد کے ائمہ و خطباء نہ مدارس دینیہ کے مدرسین نہ مساجد و مدارس کی انتظامیہ، نہ دُنیاوی مدارس کے اساتذہ اور نہ ہی دیگر شعبہائے زندگی کے افراد۔ غرض یہ کہ اس حمام میں سب ننگے ہیں اس لیے اس دور میں فرقہ بندی کی لعنت اور عذاب سے بچنا بہت مشکل اَمر ہے۔

قول و فعل کا تضاد یا دین اسلام سے مذاق یہاں تک ہے کہ بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ فرقہ پرستی سے بچو لیکن وہ دانستہ طور پر یا نادانستہ طور پر خود فرقہ پرستی میں بُری طرح مبتلا ہیں کیونکہ قرآن و حدیث کو نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاننے کی وجہ سے وہ جماعت اور فرقہ کے شرعی معنیٰ کو نہیں جانتے اور نہ ہی ان دونوں کے درمیان، فرق کو ہی۔ اور وہ عقائد و اعمال میں مختلف وجوہ سے مختلف فرقوں کے موافق اور تابع ہیں بلکہ وکیل اور ترجمان ہیں اور وہ اپنی خواہش کے خلاف، قرآن و حدیث کی بات تو کیا مانیں اسے سُننا بھی گوارا نہیں کرتے، بلکہ جھوٹ اور گمراہی سے قرآن وحدیث سنانے والے کے خلاف لوگوں کو اکساتے ہیں بھڑکاتے ہیں، ڈراتے ہیں، دباتے ہیں اور اس طرح وہ فساد کرتے ہیں اور فساد کرواتے ہیں اور تماشہ دیکھتے ہیں اور تماشہ دکھاتے ہیں۔ گذشتہ تین سو سال سے کفار کی مشترکہ گہری سازشوں نے اس جلتی پر تیل کا کام کیا اور امتِ محمدیہ کی اکثریت کے نفاق و جہالت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو مزید جہالت کے اندھیروں اور فرقہ بندی کے جہنم میں پھینک دیا ان پریشان کن حالات میں پیر سائیں رحمہ اللہ شہری آبادی سے دور تنہائی کی خاموشی میں دور و نزدیک سے آنے والے حق کے پیاسوں کی قرآن و حدیث کی روشنی میں دینی راہنمائی فرماتے تھے کیونکہ قرآن و حدیث کی پیروی کرنا ہی آپ ﷺ کا دین و مذہب تھا جس کو فرقہ بندی قرار دینا واضح گمراہی اور جہالت ہے نیز آپ ﷫ ان سب اخلاق رذیلہ سے بھی بچنے والے تھے جو امت محمدیہ کے باہمی اختلافات کے ساتھ، اس کے افراد میں مزید نفرت و اختلاف کا سبب بنتے ہیں جن کا ذکر الگ عنوان ہے بالاختصار ذیل میں ہے۔

۱۰: دیگر اخلاق رذیلہ سے اجتناب:

اقلیم سندھ میں ہر سُو آپ کے مریدوں کی زبان پر، آپ کی نیکی وتقویٰ کی دھوم مچی ہوئی تھی اور میں نے آپ میں ان سب سچائیوں کو قریب سے بھی دیکھا اور دُور سے بھی۔ میں نے پنجاب میں ایک سندھی صحافی سے سنا تھا کہ پیر محب اللہ صاحب بھی عام پیروں جیسے ہیں لیکن جب میں نے آپ کی زیارت کی اور آپ کے ہاں تین روزہ قیام کیا تو میں نے آپ میں وہ برائیاں نہ دیکھیں جو اس وقت اکثر پیروں میں پائی جاتی تھیں بلکہ آپ برائیوں سے شدید مجتنب تھے جیسا کہ میں ابھی آپ کے بارے میں ذکر کرتا ہوں۔

پیر سائیں رحمہ اللہ نہ چغل خور تھے نہ کسی کی ٹوہ لگانے والے، نہ کسی کی بے عزتی کرنے والے نہ کسی کو گالی دینے والے نہ کسی پر طعن کرنے والے، نہ کسی پہ لعنت کرنے والے نہ کسی سے فحش گوئی کرنے والے، نہ کسی سے فضول گفتگو کرنے والے، نہ شرک کرنے والے، نہ بدعت کرنے والے نہ کفر و نفاق میں مبتلا نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسافر و مہمان سے منہ پھیرنے والے نہ کسی کو جھڑکنے والے، نہ ہی خواہش کے بندے، نہ اختلاف و تفرقہ میں پڑنے والے نہ حق کو چھپانے والے نہ باطل کی حمایت کرنے والے نہ تماشہ دیکھنے والے نہ تماشہ دکھلانے والے تھے جن میں آج امت محمدیہ کے اکثر افراد مبتلا ہیں اور نہ ہی ان سے اکثر عوام بچے ہوئے ہیں اور نہ ہی اکثر علماء اور نہ ہی اکثر خطباء و ائمہ۔ آپ کے علم و عمل کے حسین توافق سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ آیۃٌ من آیات اللہ (اللہ کی نشنیوں میں سے ایک نشانی) ہیں اور میں نے آپ کے ان اخلاقِ رذیلہ سے اجتناب کی بنا پر اپنے قلب و نظر میں سکینت اور ٹھنڈک پائی جو میری زندگی کے بیشتر ایام میں میرے لیے سوہانِ روح بنے رہے تھے غرضیکہ آپ کو دیکھیں تو اللہ یاد آ جائے اور آپ کا وجودِ مسعود، اس بدترین دور میں امت محمدیہ کے لیے نعمتِ عظمٰی سے کم نہ تھا۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔

آپ کا مذہب:

آپ مذہب اہل السنۃ والجماعۃ پر تھے بلکہ اس کی آبرو تھے بلکہ آپ مذہب اہل حدیث پر تھے بلکہ اس کی آبرو تھے اور مذہب اہل حدیث ہی مذہب اہل السنۃ والجماعۃ ہے اور یہی مذہب دین اسلام کی صحیح اور کامل تعبیر ہے۔ ساداتِ حسینیہ میں سے بہت کم مشہور خاندان ہیں جو مذہب اہل حدیث پر ہیں ان میں سے ایک تھے شیخ الکل تاج الفقہاء والمحدثین امام سید نذیر حسین رضوی دہلوی رحمہ اللہ پیر سائیں کے جد امجد علامہ پیر سید رشد اللہ شاہ الراشدی آپ کے شاگردِ رشید تھے افسوس! آپ سے شدید محبت ہونے کے باوجود آپ کی اولاد میں سے ہیں آج کسی کو نہیں جانتا اور نہ ہی ان کے بارے میں میں نے کسی سے کچھ سنا اور ان میں دوسرے ہیں ساداتِ راشدیہ۔ جس کے ایک عظیم اور معروف فرد ہمارے ممدوح گرامی تھے ورنہ امت محمدیہ میں ان کا عزت و احترام ہونے کے باوجود ان کا ان کے بارے میں یہ خیال ہے کہ اگر سید پورا شیعہ نہ بھی ہو تو آدھا شیعہ ضرور ہوتا ہے اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت سی احادیث ضعیفہ پائی جاتی ہیں خصوصاً آپ کی شہادت کے بارے میں اور حقیقت یہی ہے کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا مومن کے ایمان میں سے ہے لیکن آپ کے بارے میں احادیث ضعیفہ کو بنیاد بنانا، جہالت ہے اور ضلالت بھی۔ اور آپ کے بارے میں مومن کے لیے احادیث صحیحہ میں سے ایک حدیث ہی کافی ہے اور احادیث ضعیفہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور پیر سائیں اپنے جد امجد حسین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں اسماء رجال میں مہارت کی بنا پر، احادیثِ ضعیفہ سے دور تھے اور آپ میں شیعیت کا ذرا بھی شائبہ نہ پایا جاتا تھا اور آپ رحمہ اللہ مذہب حق پر تھے اور مذہب سلف رحمہم اللہ کی زندہ تصویر تھے۔

دونوں بھائیوں کی صورت وسیرت میں مماثلت

آپ اور آپ کے چھوٹے بھائی پیر سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی صورت وسیرت میں گہری مماثلت پائی جاتی تھی جن کے اہم گوشوں کو میں ابھی بالاختصار ذکر کر چکا ہوں ان دونوں بھائیوں کے رنگ میں فرق تھا پیر سائیں کا رنگ گورا سفید اور سر اور داڑھی کے بال بھی سفید تھے اور آپ کے چھوٹے بھائی کا رنگ، سانولا اور سر اور داڑھی کے بال مہندی سے رنگے ہوئے سرخ تھے۔

دونوں بھائیوں کے درمیان ذاتی واجتہادی اختلاف اور ان کے درمیان احترام کی فضا:

میری آپ سے پہلی ملاقات کے وقت آپ اور آپ کے چھوٹے بھائی کے درمیان کچھ عرصہ سے ایک گھریلو اختلاف تھا اور ان دونوں کے درمیان چند دینی مسائل میں مندرجہ ذیل فقہی اور اجتہادی اختلاف بھی تھا۔

پیر سائیں ارسال الیدین بعد الرکوع فی الصلوٰۃ (نماز میں رکوع کے بعد دونوں ہاتھوں کو چھوڑنا) جہری نمازوں میں امام کی تسمیہ کی قرأت بالسرّ اور نماز میں رکوع کے بعد مقتدی کی قرأۃ التحمید بالسرّ کے قائل وعامل تھے اور آپ کے چھوٹے بھائی شیخ العرب والعجم امام سید بدیع الدین شاہ راشدی وضع الیدین بعد الرکوع فی الصلوٰۃ (نماز میں رکوع کے بعد دونوں ہاتھوں کا باندھنا)، جہری نمازوں میں امام کی تسمیہ کی قرأت بالجہر اور نماز میں رکوع کے بعد مقتدی کی قرأۃ التحمید بالجہر کے قائل وعامل تھے۔

لیکن کیا مجال کہ ان دونوں بھائیوں نے ان اختلافی مسائل کو بہانہ بنا کر، اپنے اپنے مریدوں کو آپس میں لڑانے یا جھگڑنے کے لئے ان کو اکسایا ہو یا بھڑکایا ہو؟ ان کے مریدوں نے ان فقہی واجتہادی مسائل میں، قرآن وسنت کی روشنی میں، جس کی رائے کو بہتر یا صحیح سمجھا اس پہ عمل کیا اور اس اختلاف کو اسلام اور کفر کا اختلاف قرار نہیں دیا یا اسلام کا بنیادی مسئلہ قرار نہیں دیا اور ان مسائل میں ان دونوں کے درمیان اختلاف کے باوجود ان دونوں کے درمیان اور ان کے مریدوں کے درمیان محبت اور احترام کی فضا قائم تھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ اتحاد و اتفاق کی فضاء قائم تھی گویا کہ امت محمدیہ کے فرقہ وارانہ بغض ونفرت وتعصب کے اس بدترین اور پرخطر دور میں ان دونوں علماء کرام کے درمیان مختلف مسائل میں یہ اختلاف کوئی اختلاف نہ تھا۔

پیر اور مرید کی معروف اصطلاح کے بارے میں ایک معذرت

ہمارے دور میں ممالک فارسیہ اور ممالک جنوبی ایشیاء میں پیر اور مرید کی اصطلاح، بہت مشہور و معروف ہے اور عام طور پر لوگ بھی ساداتِ کرام کے لیے عزت و احترام کے طور پر پیر کا لفظ اور ان سے محبت و الفت کرنے والوں اور ان کی عزت و احترام کرنے والوں کے لیے مرید کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور پھر مخصوص جاہل حلقوں میں پیر کے لفظ کے معنیٰ میں اس قدر وسعت پیدا ہوئی کہ یہ لفظ، ہر اس شخص کے لیے مستعمل ہونے لگا جو اپنے آپ کو دین کا داعی و مبلغ و مصلح سمجھیں چاہے وہ اس نیک پردہ میں لوگوں کو ان کی جہالت کی بنا پر گمراہ کرتے ہوں اور ان کے مالوں کو ناجائز طریقے سے کھاتے ہوں اور ان کو اللہ کی راہ سے روکتے ہوں۔

پس بنیادی طور پر اس لفظ میں کوئی شرعی معنوی قباحت نہیں پائی جاتی لیکن اس لفظ کے کثرتِ استعمال نے لوگوں کے ذہنوں اور ان کے دلوں میں ان کی جہالت کی بنا پر مذکورہ برے معنیٰ کو جنم دیا ہے نیک ہونا بھی اچھا عمل ہے اور نیک آدمی سے محبت و الفت کرنا اور ان کا عزت و احترام کرنا بھی نیک عمل ہے اور باعثِ اجر وثواب ہے اور اسی طرح بُرا ہونا بھی بُرا عمل ہے اور بُرے آدمی سے محبت و اُلفت کرنا اور ان کا عزت و احترام کرنا بھی بُرا عمل ہے اور باعثِ گناہ اور عذاب ہے۔

پیر سائیں کے سارے خاندان کو لوگ سید ہونے کی بنا پر، پیر سائیں کہتے تھے پیر سائیں نیک آدمی تھے، عالم دین تھے، خطیب تھے مدرس تھے معلم تھے لیکن میں نہیں جانتا کہ پیر سائیں کو پیر اور مرید کے لفظ سے چڑ تھی یا نہیں؟ لیکن لوگوں میں عوام اور خواص سبھی آپ کو پیر سائیں کہتے تھے اور آپ کے چھوٹے بھائی شیخ العرب والعجم امام سید بدیع الدین شاہ راشدی میں اولیاء اللہ کی صفات بدرجۂ اتم موجود تھیں اور لوگوں میں عوام اور خواص سبھی آپ کو پیر سائیں کہتے تھے لیکن آپ کو اس لفظ سے چڑ تھی جیسا کہ میں نے اس بارے میں مجلّہ بحر العلوم میرپور خاص (سندھ) کے شیخ العرب والعجم نمبر میں آپ کے چند واقعات لکھے ہیں۔

اور اس چڑ کی غالباً وجہ یہ ہے کہ ہمارے دور میں، اکثر پیروں کا کردار، بُرا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ستانوے فیصد مسلم آبادی کے ہمارے عظیم ملک میں اکثر لوگ کلمۂ اسلام کا معنیٰ و مطلب نہیں جانتے اکثر لوگ نماز ادا نہیں کرتے، زکوٰۃ نہیں دیتے حج نہیں کرتے اور ان کا یہ بُرا سلوک، دین اسلام کے ارکان کے ساتھ ہے جن پہ اسلام کی بُنیاد ہے۔

صرف پانچ فیصد نمازی ہیں اور پچانوے فیصد بے نماز اور اسی طرح دُنیا کے دو سو ممالک میں ہمارا مُلک کرپشن جیسی لعنت و برائی میں آج سے چند سال پہلے، پہلے نمبر پہ آچکا ہے اور اسی طرح بہت سے لوگ، جھوٹ، دھوکا، زنا، رشوت وغیرہ بہت سی برائیوں میں مبتلا ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے اور ان میں سے بہت سے لوگ نام نہاد پیروں کے مرید ہیں جن کو دولت، شہرت اور ریاست کی فکر تو ہے لیکن شریعتِ اسلامیہ کی فکر نہیں ہے ان بدترین حالات میں اگر یہ نام نہاد پیر اپنے مریدوں کی دینی تربیت نہیں کر سکتے اور انہیں قرآن وسنت کے علوم سے آراستہ نہیں کر سکتے تو انہیں چاہیے کہ یہ اپنے مریدوں کو زہر کے ٹیکے لگا کر ماردیں تاکہ دُنیا کے عذاب سے تو ان کی جان چھوٹ جائے ورنہ گمراہی کے سبب دنیا میں بھی عذاب اور لعنت ہے اور آخرت میں بھی۔

کاش کہ اب بھی لوگ لفظ پیر کی معنوی و شرعی حقیقت جان لیں اور ان برائیوں سے بچ جائیں جو امت کے لئے عذاب بن چکی ہیں۔

آپ کی عزت کی بنیادی وجہ:

آپ کی عزت کی وجہ، فقط آپ کی گھریلو خوشحالی تھی اور آپ کی شرافت اور آپ کے علم کے باوجود آپ کے قدیم اور تاریخی مدرسہ کو دنیائے اسلام میں، وہ مقام نہ ملا جس کا وہ پاکستان کے بہت سے دینی مدارس میں سب سے زیادہ مستحق تھا کیونکہ دینی مراکز پر اکثر جاہل اور کمینے لوگ چھائے ہوئے ہیں جو نہ تو اسلام کی شرم کرتے ہیں اور نہ ہی علماء کرام کی...... اور وہ اس برائی کو اپنی عزت سمجھتے ہیں پس یہ وقت علماء حق پر بہت سخت ہے۔

میرے دل میں جماعتی اختلاف کے دور میں چند کبار علماء اہل حدیث میں سے کسی ایک کو امیر بنائے جانے کی خواہش

اوائل اپریل ۱۹۷۹ء میں مینارِ پاکستان لاہور کے سائے تلے، تین روزہ کل پاکستان اہل حدیث

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں اتفاق واتحاد سے ان سب علماء کرام نے پرزور خطاب کیے تھے جو اس کے اختتام کے بعد مختلف گروہوں کے قائدین بنے اور مختلف گروہوں کا یہ اختلاف، بڑھتا چلا گیا، پھیلتا چلا گیا اور فتنہ کی شکل اختیار کر گیا جس سے نہ مساجد محفوظ رہیں، نہ مدارس اور نہ ہی مجالس۔ لیکن اس زمانے میں ایسے نیک علماء اور نیک لوگ بھی تھے جو اس اختلاف سے شدید نالاں تھے اور میرے جیسے نامعلوم! کتنے ہی اس پریشانی میں، اپنی بے بسی کی بنا پر، جلوت کی رونقوں کو چھوڑ کر تنہائی کی خاموشیوں میں چلے گئے اس اختلاف کی تفصیل، ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۲ء تک شائع ہونے والے ہفت روزہ اہل حدیث لاہور، اور ہفت روزہ الاسلام گوجرانوالہ لاہور میں موجود ہے۔

تنہائی کی اسی پریشانی میں میں کبھی کبھی لوگوں سے یہ سنتا کہ اب پیر سید بدیع الدین راشدی، جماعت کے امیر بن جائیں گے اور اب اختلاف مٹ جائے گا اور کبھی یہ سنتا کہ اب پروفیسر حافظ عبداللہ بہاولپوری، جماعت کے امیر بن جائیں گے اور اب اختلاف مٹ جائے گا اور یہ سنی ہوئی باتیں ہمیشہ میرے لیے خواب ہی ثابت ہوئیں اور ان کی تعبیر عمل میں نہ آئی اور میری بات بھی ہمیشہ طوطی کی بات کی طرح نقار خانے میں نہ سنی گئی۔

میری اس نیک خواہش میں مندرجہ بالا دو کبار علماء کے ساتھ علامہ پیر سید محبّ اللہ شاہ راشدی اور امام المناظرین علامہ حافظ عبدالقادر روپڑی بھی شامل تھے کیونکہ ایک تو یہ سب کبار علماء تھے اور دوسرا کہ یہ سب عظیم خطباء تھے لیکن ایک تیسری بات عالی نسبی۔ جو علامہ سید محبّ اللہ شاہ راشدی اور آپ کے چھوٹے بھائی علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی میں تھی لیکن وہ پروفیسر حافظ عبداللہ بہاولپوری اور امام المناظرین علامہ حافظ عبدالقادر روپڑی میں نہ تھی۔ کیونکہ سید قبیلۂ قریش کی شاخ ہیں اور قریش کی عظمت، حدیث نبوی ﷺ سے واضح ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلائِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ (امام، قریش میں سے ہیں) اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

اور امت محمدیہ کے جمیع فرقوں میں، آپس میں اختلاف کے باوجود، سید کا ادب و احترام اور عزت و منزلت، بلا اختلاف مسلم ہے۔ معروف ہے اور مقبول ہے اس لحاظ سے جماعت کی امارت و نظامت کے سب سے زیادہ مستحق یہی دونوں بھائی تھے لیکن افسوس صد افسوس! ان گروہوں کے اکثر لوگوں میں، اگر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلوص اور محبت کا فقدان نہ ہوتا تو درگاہ شریف اور گوٹھ پیر جھنڈا کے طویل فاصلے سمٹ جاتے اور اس کی دوری، دوری نہ رہتی اور ان دونوں بھائیوں کو سونا اور چاندی میں تولا جاتا اور مذہب اہل حدیث کو ان لوگوں نے اپنی قوت کے نشہ میں یرغمال بنائے رکھا شرافت ونجابت جن کی شرست میں نہ تھی اور بے بس نیک علماء کی آنکھوں میں آنسوؤں کی برسات کے سوا کچھ نہ تھا امت محمدیہ کی امامت وخلافت کے عہدہ عظیمہ پر تو ان دونوں میں سے کسی ایک کو کیا فائز کیا جاتا ان میں سے کسی ایک کو ملک کے ایک چھوٹے سے گروہ کی امارت ونظامت پر بھی فائز نہ کیا گیا؟؟؟

آج بروز پیر ۲۳ رشوال المعظم ۱۴۲۸ھ ۵ نومبر ۲۰۰۷ء ہے اور میں اپنے طویل دینی ماضی کی بے شمار تلخیوں کے ہجوم میں جب اپنی چند خوشیوں کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہوں تو ان میں سے ایک آپ کی پرانی مسرت بھری مذکورہ زیارتوں کی یاد مجھے ضرور ستایا کرتی ہے جن پر اب تلک کبھی بدگمانی کا داغ نہ آیا۔

آپ کی وفات:

اور آپ سے یہ ملاقات، آخری ملاقات ثابت ہوئی اور اس نو سالہ طویل عرصہ میں آپ کی ملاقات کی شدید خواہش کے باوجود، آپ سے ملاقات کی کوئی سبیل نظر نہ آئی اور ۱۹ رشعبان ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۱ رجنوری ۱۹۹۵ء میں آپ نے اپنی حیات مستعار کی چوہتر بہاریں گزار کر اپنے رب کریم کے بلاوے پر لبیک کہتے ہوئے دنیا سے کوچ کیا اور ایک ایسی منزل کی طرف روانہ ہو گئے جہاں قیامت سے پہلے آپ سے ملاقات ناممکن ہے اور اب حسرت وافسوس کی فضا میں اللہ کے حضور آپ کے لیے دعائے مغفرت ورحمت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ آمِیْنَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ! آمِیْنَ

آپ کی اولاد میں سے پیر سید محمد یٰسین شاہ راشدی موجود سجادہ نشین درگاہ شریف اور علامہ پیر سید محمد قاسم شاہ راشدی سے مجھے درگاہ شریف میں ملاقات کا شرف حاصل ہے اللہ رحمان ورحیم سے میری دعا ہے کہ وہ آپ کے ان دونوں بیٹوں کو اپنے عظیم علمی خاندان اور اپنے عظیم باپ کا علمی وارث بنائے اور درگاہ شریف سے علم کی وہ روشنی اَکنافِ عالم میں پھیلتی رہے جو ان کے آباؤ اجداد پُرفتن اَدوار میں اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر اکناف عالم میں پھیلاتے رہے تھے۔ آمین یارب العالمین۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی ☆

سیّد محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ

استاذ محترم جناب سیّد محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ، سیّد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے بڑے بھائی تھے۔ اور موصوف اپنے چھوٹے بھائی سے ایک سال قبل ہی وفات پا گئے تھے۔ اس طرح علم وعمل کے یہ دو چراغ آگے پیچھے اپنے چاہنے والوں کو داغ مفارقت دے گئے۔ اللھم اغفر لھما وارحمھما۔ موصوف انتہائی مخلص اور صالح انسان تھے۔ اس کے علاوہ عبادت گزار اور شب بیدار بھی تھے۔ اور سنت نبوی ﷺ کی عملی اور چلتی پھرتی تصویر تھے۔ ان کو دیکھ کر سلف صالحین کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ موصوف کا دستر خوان مہمانوں اور نو وارد حضرات کے لیے ہمیشہ دراز اور کشادہ رہتا اور آنے والے مہمانوں سے موصوف انتہائی اخلاص سے ملتے۔ اور ان کا استقبال کرتے۔ موصوف انتہا درجہ کے سادہ طبیعت کے مالک تھے۔

اللہ تعالیٰ نے موصوف کو علم و تحقیق کا بے پناہ جذبہ عطا فرمایا تھا۔ حدیث اور اصول حدیث جیسے مضامین پر موصوف گہری نظر رکھتے تھے۔ بالخصوص علم اسماء الرجال پر موصوف کی نظر انتہائی گہری اور وسیع تھی اور مختلف وسائل میں ان کے علمی مضامین اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔ بالخصوص انہوں نے کتاب القراءات للامام بیہقی رحمہ اللہ کے رجال پر بھی قلم اٹھایا اور آنے والے محققین کے لیے علم کا ایک ذخیرہ چھوڑ گئے۔ موصوف نے جو مضامین بھی لکھے ہیں وہ علم و تحقیق کے شاہکار ہیں۔ موصوف نے بعض مضامین کے علمی و تحقیقی جوابات بھی تحریر کیے اور ان پر تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ کسی مسئلہ کی تحقیق کے لیے اگر کوئی موصوف کو خط لکھتا تو موصوف اسے مفصل تحقیقی جواب لکھتے۔

موصوف کا کتب خانہ جو موصوف کو اپنے والد محترم سے علمی میراث کے طور پر ملا تھا اور جو دو حصوں میں بٹ چکا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی یہ دنیا کے عظیم کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے کیونکہ موصوف کے کتب خانہ میں بعض نادر کتابیں مخلوط کی شکل میں موجود ہیں۔ اور علم و تحقیق کے پیاسے نیوسعید آباد میں

☆ جماعت اہل حدیث کے عظیم مبلغ و محقق۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہ بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ کے کتب خانہ کے بعد موصوف کے کتب خانہ کا رخ اختیار کرتے ہیں۔

راقم الحروف نے اجازت حدیث کی سند دونوں بزرگوں سے حاصل کی ہے۔ ٹنڈو جان محمد کی اہل حدیث مسجد کے بزرگ خطیب صاحب (جو شاہ صاحب کے ہم جماعت تھے) ایک مرتبہ مجھے موصوف کا ایک واقعہ سنایا وہ فرمانے لگے کہ شاہ صاحب موصوف ان سے چھوٹے تھے اور ہم دونوں ایک ساتھ تعلیم حاصل کرتے اور ایک ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ اور موصوف کے والد محترم ان کے استاذ تھے۔ ایک مرتبہ موصوف کے والد محترم نے ہمیں یاد کرنے کے لیے کوئی کام دیا۔ لیکن ہم بچے تھے۔ کھیل کود میں ایسے مصروف ہوئے کہ سبق یاد کرنا یاد نہ رہا۔ شام کو استاذ نے سبق کا پوچھا جو ہم نے یاد نہیں کیا تھا تو انہیں غصہ آیا اور انہوں نے شاہ صاحب کی اچھی خاصی پٹائی کی لیکن مجھے کچھ نہ کہا۔ میں رات کو ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور رونے لگا۔ استاذ محترم پوچھنے لگے کہ خیریت تو ہے آپ کس وجہ سے رو رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے مجھے اپنا بیٹا نہیں سمجھا۔ آپ نے محبّ اللہ کی تو پٹائی کی اور مجھے کچھ نہ کہا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے مجھے اپنا بیٹا نہیں سمجھا۔ استاذ محترم میری اس بات سے بہت متاثر ہوئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد علی صاحب (خاصخیلی، شہدا پور) ☆

کچھ یادیں کچھ باتیں

السید محب اللہ شاہ الراشدیؒ

اہل دنیا میں سے محبت کے حقدار صرف وہی لوگ ہوتے ہیں جن سے اللہ اور اس کے فرشتے محبت کرتے ہیں۔ فرمان نبویؐ کے مطابق اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتا ہے تو وہ جبریل امین کو بلا کر کہتا ہے کہ میں اس بندے سے محبت کرتا ہوں تو جبریل امین بھی کہتے ہیں کہ میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں پھر اس بندے کے لیے آسمان کے فرشتوں میں اعلان کر دیا جاتا ہے پھر فرشتے بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور پھر دنیا والوں میں بھی اس کے لیے محبت لکھ دی جاتی ہے۔

اور میں یہ بات بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ ان اللہ کے بندوں میں سے ایک میرے مربی و شیخ السید محب اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بھی ہیں (انشاء اللہ) آپ بلند پایہ محقق، بے بدل عالم، اور بلا شبہ اپنے وقت کے عظیم محدث تھے شاہ صاحبؒ درمیانہ قد، خوش شکل، خوش لباس، شیریں بیاں کم گو، انتہائی ملنسار، اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے۔ حلیم و بردباری طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ فخر علمی کے باوجود تکبر کا تو نام تک نہ تھا۔ عاجزی اس قدر کہ ہر جانے انجانے کا ہمیشہ اٹھ کر استقبال کرتے، گلے لگاتے اور مکمل حال احوال معلوم کرتے اور اگر کوئی کام یا حاجت مند ہوتا تو اس کی حاجت کو پورا فرماتے۔ ہر ملاقاتی کا یہ تاثر ہوتا کہ یہ عزت افزائی خاص اسی کے لیے ہے۔

راقم الحروف جب ایم ایس سی (آنرز) (سندھ زرعی یونیورسٹی ٹنڈو جام) کر رہا تھا تو اس دوران یونیورسٹی کی طرف سے آل پاکستان ٹور جانے کا اتفاق ہوا۔ اس ٹور کے دوران طلباء محض سیر و تفریح میں مشغول تھے۔ جبکہ راقم جید علماء کرام کی زیارتوں میں مصروف تھا اور یوں مجھے کراچی، فیصل آباد، ملتان، لاہور، پشاور، ایبٹ آباد، اسلام آباد، راولپنڈی وغیرہ کے جید علماء کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ مگر

☆ معروف خطیب، مضمون نگار، عربی زبان میں مہارت تامہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوتقویٰ، محبت، اپنائیت، اخلاص، حلم، علم، اتباع سنت کا جذبہ میرے مربی شیخ شاہ صاحب ؒ میں تھا وہ کسی اور میں نظر نہ آیا۔ راقم الحروف کو متعدد باران کی زیارت کا شرف ملا ہے مگر جب بھی ان سے ملاقات کی تو راقم کو دور سے دیکھتے فوراً کھڑے ہوجاتے اور فوراً لپک کر سینے سے لگاتے گردن کا بوسہ لیتے اور بڑی شفقت سے اپنے قریب بٹھاتے، حال احوال معلوم کرتے۔ خیر و عافیت دریافت کرتے اور اگر کوئی حاجت ہوتی تو فوراً پوری فرماتے، میرے مربی ومحبّ کی محبت وملنساری کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ایک بار شہداد پور میں ان کے ایک معتقد محترم مبارک خاصخیلیؒ نے ان کی دعوت کی۔ جب آپ ان کے گھر تشریف لائے تو ان سے پوچھا کہ محمد علی نظر نہیں آرہا۔

انہوں نے بتایا کہ وہ آنے والے ہیں، جب میں وہاں پہنچا تو مبارک صاحبؒ نے کہا کہ سائیں آپ کا معلوم کر رہے ہیں میں نے کہا اچھا۔ جب میں گھر میں داخل ہوا تو بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے کرسیاں کم ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگ کارپٹ پر نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔

میں بھی ایک کونے میں جگہ پا کر بیٹھ گیا تو جوں ہی شاہ صاحبؒ کی نظر مجھ پر پڑی تو فوراً اٹھے اور کہا کہ یہاں آؤ، میں جب ان سے قریب ہوا تو فوراً گلے سے لگا لیا اور پیار کیا اور کہا تم یہاں میرے ساتھ بیٹھو تمہاری یہ جگہ ہے وہاں کیوں بیٹھے ہو ہم سے دور۔ میں نے مسکرا کر کہا سائیں بس ایسے ہی جگہ نہیں تھی۔ اس لیے وہیں بیٹھ گیا۔

شاہ صاحب ؒ علم سے بڑی محبت رکھتے تھے۔ میں نے ان کو ہمیشہ یا تو مطالعہ کرتے ہوئے دیکھا ہے یا پھر کچھ تحریر کرتے ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ مذاہب عالم فن حدیث یا رجال یا تاریخ یا عربی ادب الغرض دنیا کی کوئی کتاب ایسی نہیں جن سے ان کی عظیم الشان لائبریری "المکتبة العالیة العلمیة" محروم ہو۔ آپ جب بھی کوئی نئی کتاب لاتے تو راقم کو ضرور مطلع کرتے۔ راقم چونکہ نیا نیا اہلحدیث ہوا تھا اس لیے مطالعہ کا بھی جنون کی حد تک شوق تھا لہٰذا ہمیشہ یاد فرماتے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ میں جب اکتساب علم کی غرض سے ان سے ملا تو بڑے خوش ہوئے اور فرمایا کہ تمہیں خوشخبری نہ سناؤں میں نے کہا ضرور آپ نے فرمایا اندر آؤ آپ لائبریری میں لے گئے اور کتابیں نکالتے ہوئے فرمایا کہ یہ دیکھو امام ذہبیؒ کی تاریخ اسلام اور بیہقی کی معرفۃ السنن والارشاد شائع ہو چکی ہے۔ اور میں لے کر آیا ہوں۔ یہ سن کر راقم کی آنکھوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آنسو جاری ہو گئے۔ مجھ سے کہا کیا ہوا بھئی کیوں رو رہے ہو میں نے کہا سائیں آپ تو بڑے لوگ ہیں جب چاہتے ہیں جتنی چاہتے ہیں کتب خرید لیتے ہیں۔ ہم ایسے لوگ جن کے پاس وسائل نہیں وہ کیا کریں۔ سائیں نے گلے سے لگایا اور کہا دل چھوٹا نہ کرو اللہ بہتر کرے گا۔ اسی دن رات کو نیو سعید آباد میں سیرۃ النبی ؐ کانفرنس بھی تھی۔ جس میں محب اللہ شاہ صاحبؒ نے بھی خطاب کرنا تھا۔ راقم بھی وہاں موجود تھا۔ جوں ہی حضرت شاہ صاحبؒ کا خطاب ختم ہوا میں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنے فرزند سید قاسم شاہ صاحب کو کان میں کچھ کہا قاسم شاہ صاحب کی نظر میں پنڈال میں کسی کو تلاش کرنے لگی۔ جوں ہی ان کی نظر مجھ پر پڑی تو فوراً آئے اور کہا کہ آپ کو بابا سائیں بلا رہے ہیں۔ میں شاہ صاحبؒ سے ملا تو انہوں نے صبح مجھے گاؤں آنے کے لیے کہا۔ صبح جب میں وہاں گیا تو ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد مجھے کہا کہ آپ یوں کریں کراچی میں مولانا افضل اثری صاحب سے ملاقات کریں اور ان کو یہ رقعہ دے کر معرفة السنن والآثار للبیهقی وصول کرلیں۔ اور بیہقی کی سنن الکبریٰ پر مولانا فیض الرحمٰن ثوری کام کر رہے ہیں جوں ہی وہ شائع ہوگی وہ اور مولانا ارشاد الحق اثری کی تحقیق شدہ مسند ابی یعلی کے متعلق میرا وعدہ ہے وہ آپ کو ضرور ارسال کروں گا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ علم اور طالب علم سے کتنی محبت والفت رکھتے تھے۔

علم حدیث و رجال پر خاص طور پر آپ کی بہت عمیق نظر تھی۔ راقم نے ان کی مثل آج تک نہیں دیکھا۔ ایک بار صحیح ابن حبان کا مطالعہ کرتے ہوئے اس کے مقدمہ میں ایک عبارت نظر سے گزری جس کا مفہوم کچھ یوں تھا کہ ابن حبان فرماتے ہیں کہ میں اپنی صحیح میں مدلس رواۃ کی وہ روایات ذکر کروں گا جو سماع پر محمول ہوں گی یا ان کا سماع کسی اور سند میں ہوگا۔

پھر صحیح ابن حبان کی متعدد ایسی روایات نظر سے گزریں جن میں راویوں کا سماع مجھے کہیں بھی نہیں مل رہا تھا۔ یہ مسئلہ میں نے بہت سے جید علماء کرام سے معلوم کیا۔ لیکن کسی نے بھی تسلی بخش جواب نہ دیا پھر جب حضرت شاہ صاحبؒ سے معلوم کیا تو انہوں نے فرمایا کہ دراصل امام ابن حبان نے اس بات کا دعویٰ تو کیا ہے لیکن میں اس سے مطمئن نہیں۔ کیونکہ میں نے صحیح ابن حبان کا کم از کم تین بار بالاستیعاب (اول تا آخر) مطالعہ کیا ہے۔ لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب اپنے اسی قاعدے پر تقریباً نصف حصہ تک تو قائم رہ سکے ہیں مگر اس سے آگے نہیں واللہ اعلم اسی طرح مستدرک حاکم میں امام حاکمؒ کی شرائط اور ذہبیؒ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے منہج کے متعلق سوالات کے جوابات کے ضمن مستدرک حاکم کے متعدد بار مطالعہ کا ذکر کیا۔ (اس کی کچھ تفصیل علامہ موصوف نے اپنی جلیل القدر کتاب التحقیق الجلیل ص ۱۸۔۳۰ میں بھی بیان کی ہے۔گویا آپ ہر کتاب کا ایک سے زائد مرتبہ تو مطالعہ ضرور فرماتے تھے۔ نیز ان واقعات سے شاہ صاحبؒ کے وسعت مطالعہ اور کتب احادیث وقواعد وفنون پر گہری نظر کا بھی پتا چلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک ہی کتاب کا متعدد بار مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔موجودہ علماء کی طرح سرسری نظر ڈالنے پر اکتفا نہ فرماتے علم اور طالب علم سے محبت کے ساتھ ساتھ انتہائی منکسر المزاج بھی تھے ہمیشہ علم اور طالب علم کو ہی فوقیت دیتے تھے۔عاجزی اور انکساری کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

ایک بار جب راقم ان سے ملنے کے لیے گیا تو دیکھا کافی مہمان لائبریری میں موجود ہیں۔ چند خادم لائبریری کے دروازے پر کھڑے ہوئے ہیں۔ میں نے ان سے معلوم کیا کہ شاہ صاحبؒ اندر ہیں، انہوں نے کہا ہاں مگر ایک ایم این اے صاحب آئے ہوئے ہیں ملاقات کے لیے آپ تھوڑا انتظار فرمالیں اسی اثناء میں اندر سے آواز آئی کون ہے محمد علی آیا ہے کہا یہ کہتے ہوئے آپ نفس نفیس خود باہر تشریف لائے اور فوراً ہاتھ پکڑا اور جلدی سے اندر لے گئے کہا باہر کیوں کھڑے ہوئے اندر آؤ۔ اندر لے جا کر اپنے قریب بٹھایا۔فروٹ، بسکٹ، چائے وغیرہ سے تواضع کی اور مہمانوں سے تعارف کروایا اس کے بعد مجھ سے محو گفتگو ہوگئے۔ اس مجلس میں آپ کے دو فرزند سید قاسم شاہ صاحب اور راشد شاہ صاحب بھی موجود تھے۔ مگر آج کل کے علماء کا حال تو سب ہی جانتے ہیں۔ دفتروں مدرسوں، اور گھروں میں ہوتے ہوئے بھی دور دراز سے آئے ہوئے لوگوں بلکہ ان کو مہمان ہی کہا جائے، ملنا گوارا نہیں کرتے۔ باہر سے ہی ''اشارہ'' کر دیا جاتا ہے کہ اس وقت ملاقات ممکن نہیں فلاں دن فلاں وقت درحقیقت یہی ہمارے وہ اسلاف تھے جو علم کے سمندر تھے تو تقویٰ کے پہاڑ بھی تھے۔ عالم باعمل تھے، جیسا ان کا ظاہر تھا ویسا ہی باطن تھا، امیر ہو یا غریب، ادنیٰ ہو یا اعلیٰ۔ جانا ہو یا انجانا ان کے دلوں اور گھروں کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے تھے۔ بلا امتیاز ان کی عزت وقدر کی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جتنا ان کا علم، تقویٰ، اخلاق، اونچا تھا آج اگرچہ وہ ہم میں نہیں مگر ان کا نام آج بھی اتنا ہی اونچا ہے۔آج بھی ان کا نام سن کر بڑے بڑے علماء کی نگاہیں فرطِ عقیدت ومحبت میں جھک جاتی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا تذکرہ جب بھی ہوتا ہے ان کے لیے خلوص دل سے دعائیں ہی نکلتیں ہیں۔ ان کے غم میں دل کے زخموں سے بہنے والا خون آنکھوں سے آنسوؤں کی صورت میں ٹپکنے لگتا ہے۔

بچھڑے کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

یہ ہیں وہ علامات وقرائن کہ جس کی بدولت موحدین کا گروہ میرے مربی میرے شیخ السید محب اللہ شاہؒ سے محبت رکھتا ہے تو یقیناً فرشتے بھی اس سے محبت رکھتے ہوں گے جب فرشتے محبت کرتے ہوں گے تو میرا رب بھی ان سے محبت کرتا ہوگا۔ وہ محض نام ہی کے نہیں بلکہ حقیقت میں بھی ''محبّ اللہ'' ہیں۔ (ان شاء اللہ)

اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرمائے ان پر تمام تر رحمتوں کی بارش فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر محمد جمن کنبھر صاحب ☆

محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ ایک عظیم شخصیت

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله واصحابه اجمعين . امّا بعد .

فارسی زبان کے ایک شاعر ''رہی مغیری'' کا ایک شعر یہ ہے کہ ع

قصہ امواج دریا راز دریا دیدہ پرس
ہر دلی آگرن طوفان دل میں نیست نیست

''دریا کی بات دریا سے پوچھنی چاہے۔ ہوا اک دل طوفان کو تھوڑی سمجھتی ہے۔''

اس شعر کو سامنے رکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ علامہ سید محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کی گوہر افشاں شخصیت پر کچھ لکھنے کے لیے اتنا ہی علم ہونا چاہیے جتنا علم صاحب سوانح کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا تھا۔ ایک ایسی علمی شخصیت جو محدث العصر علامہ محمد ناصر الدین البانی (المتوفی ۱۴۲۰ھ) سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز (المتوفی ۱۴۲۰ھ) شیخ العرب والعجم علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی (المتوفی ۱۴۱۶ھ) رحمہم اللہ جیسی فقید المثال اور علمی شخصیتوں کی صف میں کھڑی ہو اس کے علم، اجتہاد، استنباط، قوت استحضار، قوت متخیلہ، فہم قرآن وحدیث، ناقدانہ اسلوب اور دیگر چنندہ خصوصیات کی حامل ہستی پر کچھ لکھنا کم از کم میرے لیے مشکل تھا لیکن "الامر فوق الادب" کو ملحوظ رکھتے ہوئے کچھ کچھ پھیکے جذبے، بکھرے ہوئے خیالات اور منتشر سوچیں خدمت عالیہ میں پیش کرتا ہوں۔ اُمید ہے کہ قارئین کرام قبول فرمائیں گے۔

سوانح عمری لکھنا یا کسی گرانقدر شخصیت کی سوانح عمری کو مرتب کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ لوہے کی لاٹھی لے کر بر اور بحر اور شہر اور گاؤں عبور کرنے پڑتے ہیں تب جا کر کسی شخصیت کی زندگی کے بکھرے ہوئے موتی یکجا ہوتے ہیں۔ کسی بھی دور میں وقت کے نامور عالم دین کی سوانح عمری کے منظر عام پر لانا

☆ جمعیت اہل حدیث سندھ کے نائب ناظم اعلیٰ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑا کارنامہ ہے۔ آنے والے نسلوں کو اپنے اسلاف کے متعلق باخبر رکھنا بڑی علمی خدمت ہے۔

علامہ سید محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ اپنے دور کی ایک مثالی شخصیت کی حیثیت میں ملک اور بیرون ملک میں جانی پہچانی جاتی ہے۔ آپ ایسی علمی شخصیت کے فرزند ارجمند ہیں جس کی قضا الٰہی سے جب وفات ہوئی تھی تو اس دور کے ایک اہل قلم نے آپ کے متعلق جو کچھ لکھا اس کے لفظ لفظ میں عظمت رفتہ بھری ہوئی نظر آئے گی۔ سید سلیمان ندوی، سید احسان اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۵۸ھ) کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

مرحوم حدیث و رجال کے بڑے عالم تھے اور طریق سلف کے متبع اور علم و عمل دونوں میں ممتاز تھے۔

(یاد رفتگاں، از سید سلیمان ندوی: ۱۸۶)

دعوت الی اللہ کے میدان میں ہر عالم دین کی اپنی اپنی خصوصیات ہوتی ہیں۔ کسی کے پاس الفاظ کے ڈھیر ہیں، کسی کے پاس شعلہ بیانی ہے، کسی کے پاس سنانے کے لیے قرآن و حدیث کی جگہ پر لطیفے، ہنسی مذاق والی باتیں ہیں اور کسی کے پاس غیر ثابت قصے یا جھوٹی کہانیاں سنانے کے لیے ہیں جہاں تک میری سمجھ کا تعلق ہے کہ علامہ سید محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ ان سب اشیاء سے کوسوں دور تھے۔ (واللہ اعلم)

آپ عوام الناس کی ضروریات کو سامنے رکھ کر موقعے کی مناسبت سے نہایت دلکش انداز میں خطاب کرتے تھے۔ آپ کا مقصد خطاب اپنی ذات کی بڑائی اور علمی رعب جمانا نہیں تھا بلکہ خواہش تھی کہ لوگوں کو دین کی صحیح سمجھ حاصل ہو۔ یہی سبب تھا کہ آپ کے انداز بیاں میں نہایت متانت اور سنجیدگی اور سمجھانے کے اسلوب میں درد ہوتا تھا۔ بڑی سوچ بیچار کے بعد ٹھہر ٹھہر کر بولنا آپ ہی کا خاصہ تھا۔ دوران خطاب عموماً آپ "ادا منھنجا" (میرے بھائیو!) کا محاورہ بار بار دہراتے تھے اور وہ بڑا اچھا لگتا تھا۔ اس تکیہ کلام میں آپ کا حسن اخلاق اور سننے والوں کے ساتھ جو اپنائیت تھی وہ نظر آتی ہے۔ معاشرتی برائیوں مثلاً شرک، بدعت، فرقہ بندی، بے عملی، بدکرداری، فسق اور فجور وغیرہ پر جب بولتے تھے تو حق بات بھی کہتے تھے لیکن اپنے جذبات کو بھی قابو میں رکھتے تھے۔

باوجود یہ کہ آپ علم کے اعلیٰ مقام، عمل کی بلندی اور خاندانی اعتبار سے بڑے مقام پر فائز تھے لیکن پھر بھی طبیعت میں سادگی اور روزمرہ کے معمولات میں نہایت خلیق اور شائستہ مزاج رکھتے تھے۔ راقم الحروف ایک مرتبہ آپ کے پاس "المکتبة العالية العلمية" میں ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ مجھے اچھی طرح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یاد ہے کہ جیسے ہی آپ نے مجھے دیکھا تو آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور دیوار سے ٹیک لگا کر تب تک کھڑے رہے جب تک میں آپ کے پاس آیا اور آپ کے ساتھ بغل گیر ہوا۔ آپ کا چھاتی سے لگانا کیا تھا جیسا کہ یگانگی، عزیز داری، محبت، عزت اور احساس کا مثالی نمونہ تھا۔ جب تک ملنے والا سینے سے چمٹا رہتا تھا یا اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ڈال کے رکھتا تھا تب تک اسی گرمجوشی کا مظاہرہ کرتے رہتے تھے ؎

نفاست کا تھا پیکر علم و حکمت کا خزانہ تھا
وہ اپنی ہر ادا میں منفرد تھا یگانہ تھا

ایک دفعہ آپ کے پاس اس وقت حاضر ہوا جب آپ کے پاس کافی جماعتی احباب موجود تھے۔ آپ کسی علمی کام میں مشغول تھے۔ مجھے آپ کی مشغولی کا خیال رکھنا چاہیے تھا لیکن یہ بات میں سمجھ نہ سکا۔ بغیر سانس لیے اور بغیر کسی وقفہ کے میں نے آپ سے کافی سوالات کیے اور آپ نے ان سوالات کے جوابات نہ صرف عالمانہ انداز میں بلکہ بغیر کسی کوفت ناراضگی، رنجش اور تنگی کے دیے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ پر بل نام کی کوئی چیز نہ تھی بلکہ شگفتہ مزاجی جھلک رہی تھی۔ وہاں گاؤں کنڈیاری (نیو سعید آباد کے مشرق میں ایک گاؤں کا نام ہے) ایک باشندہ خان محمد جمالی (اللہ اس کی مغفرت کرے) بیٹھے تھے۔ بڑی عمر کے اس بزرگ نے ادب واحترام کے لہجے میں آپ سے کہا: سائیں! یہ ابھی بچہ ہے اس کی باتوں کو خاطر میں نہ رکھنا۔ آپ نے یہ بات سن کر کہا کہ: اس نے مجھ سے کون سی خراب بات پوچھی تھی جو میں اس کے اوپر ناراض ہو جاؤں۔ آپ کے برعکس اس نے مجھ سے وہ باتیں پوچھیں ہیں جن میں حاضرین مجلس کا فائدہ تھا۔ یہ الفاظ سن کر میں بڑا خوش ہوا ؎

اب کہاں وہ ایسے پراگندہ لوگ
افسوس' تجھ کو میر سے صحبت نہ رہی

پروفیسر مولا بخش محمدی رحمہ اللہ (تھرپارکر) کے ساتھ آپ کے دیرینہ مراسم تھے۔ جہاں تک میں جانتا ہوں آپ نے جتنی خط وکتابت پروفیسر مولا بخش محمدی صاحب سے کی تھی شاید کسی اور سے کی ہو۔ پروفیسر صاحب نے ایک مرتبہ مجھے وہ سارے محبت بھرے خطوط دکھائے تھے جو آپ نے ان کو لکھے تھے۔ پروفیسر صاحب نے بڑے سلیقے سے وہ سنبھال کے رکھے تھے۔ ایک مرتبہ میں اور پروفیسر صاحب اکٹھے آپ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ بڑی محبت کے ساتھ ملے۔ کافی لوگ آپ کے اردگرد موجود تھے۔ موقعہ کی مناسبت سے ہم نے آپ سے کچھ گفتگو کی۔ عشاء نماز کے بعد ہم نے آپ سے اجازت چاہی۔ آپ نے رات کو ٹھہرنے کے لیے کہا۔ ہم نے بڑے ادب سے معذرت کی اور خوشی سے اجازت دینے کی استدعا کی۔ وہ حسین منظر اب بھی میری گنہگار آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے جب آپ نے ایک ہاتھ پروفیسر مولا بخش محمدی صاحب کے ہاتھ میں ڈالا اور دوسرا ہاتھ میرے گناہوں سے آلودہ ہاتھ میں ڈالا اور گھر کی طرف چل پڑے۔ آپ چلتے اور گفتگو کرتے کرتے اپنی حویلی کے دروازہ تک آ گئے۔ وہاں ہم نے آپ سے اجازت چاہی اور آپ نے خوشی سے اجازت دے دی ؏

صورتیں آنکھوں میں پھرتی ہیں وہ نقشے یاد ہیں
کیسی کیسی صحبتیں خواب پریشاں ہو گئیں

۱۹۸۳ء کا زمانہ تھا جب میں سروری اسلامیہ گورنمنٹ ڈگری کالج، ہالا میں فرسٹ ایئر کا طالب العلم تھا۔ نیوسعید آباد میں رہنے پر نہ صرف شیخ العرب والعجم علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی صحبت نصیب ہوئی بلکہ آپ کے پاس کتابت کرنے کی بھی سعادت نصیب ہوئی جو کہ آپ کی وفات تک جاری رہی۔ الحمد للّٰہ الذی بنعمته تتم الصالحات. اتفاق سے جس پہلی کتاب میں نے آپ کے پاس کتابت کی تھی وہ اردو زبان میں تھی جس کا نام تھا "القنوط والیأس ھل الارسال من نیل الامانی وحصول الآمال" مذکورہ کتاب پر فضیلۃ الشیخ علامہ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ، امیر جمعیت اہل حدیث، سندھ نے اس وقت ۴۸ صفحات پر مقدمہ بھی لکھا تھا۔ یہ کتاب علامہ سید محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کے کتاب "نیل الامانی وحصول الامال بتحقیق ان الھیئة المسنونة القیام بعد الرکوع" کا رد تھا۔ طرفین نے دلائل کے انبار لگا رکھے تھے۔ جزاھم اللّٰہ تعالیٰ. اسی سال ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کچھ وقت آپ سے گفتگو ہوئی۔ جب آپ سے جانے کی اجازت چاہی تو اس وقت میں نے آپ کو عرض کیا کہ آپ کے مذکورہ کتاب کی ایک عدد کاپی چاہیے۔ اس وقت آپ نے اپنے برخوردار سید محمد قاسم شاہ راشدی صاحب کو حکم کیا لیکن انہوں نے آپ سے کہا کہ اس وقت ہمارے پاس اس کتاب کی صرف ایک ہی کاپی موجود ہے، مزید نہیں ہے۔ آپ نے کہا آپ انتظار کریں ہمیں جیسے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی یہ کتاب ہاتھ میں آئے گی تو آپ کو ضرور دیں گے۔ ان شاء اللہ۔ بہرحال میں وہاں سے چلا آیا اور کیے گئے عرض کو بھول گیا۔ ایک دن ہیڈ ماسٹر علی بخش خان جمالی صاحب جو کہ میرے محترم استاذ بھی ہیں اور گاؤں کے رہنے والے بھی، وہ میرے پاس آئے اور ایک خاکستری رنگ کا بڑا لفافہ دیا اور کہا کہ یہ امانت آپ کے لیے علامہ سید محبّ اللہ شاہ صاحب نے دی ہے۔ جب اس کو کھولا تو اندر مذکورہ کتاب کی نقل (Protocopy) تھی جو ۴۲ صفحات پر مشتمل تھا۔ وہ آج تک میرے پاس بحمدہٖ تعالیٰ موجود ہے۔ نماز میں رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے یا کھولنے کے حوالے سے دونوں بھائیوں میں علمی اور تحقیقی اختلاف تھا جس کو دونوں بھائیوں نے ذاتیات میں تبدیل نہ کیا۔ کسی ایک نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میری بات حرف آخر ہے اور مجھ سے کبھی بھی علمی یا تحقیقی لحاظ سے سہو نہیں ہوسکتا۔ اس حوالے سے آپ ایک جگہ پر رقمطراز ہیں کہ:

''میں نے نہ تو اپنے آپ کو تنقید سے بالاتر سمجھا ہے اور نہ ہی اپنی تحریر کو حرف آخر بلکہ تنقید اگر صحیح طریقہ پر ہو تو اس سے احقاق حق کے علاوہ طرفین کے علم میں بھی اضافہ ہوتا ہے لیکن تنقید اگر محض برائے تنقید ہو تو اس سے کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہوتا بلکہ طرفین کے دلوں میں کدورت اور ذہنی کوفت پیدا ہوتی ہے اور جس سے طرفین کے اعوان وحمایتیوں پر بھی کافی برا اثر پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس قسم کی بے مصرف سعی و جہد سے محفوظ رکھے۔'' اللھم آمین۔

"تائید عالم الغیب والشھادۃ الکبیر المتعال لاھل الارسال فی تحقیق نیل الامانی وحصول الآمال……:ص۹ ."

ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں کہ:

ہاں، انسان کا کوئی کام غلطیوں سے مبرا نہیں ہوسکتا لامحالہ دو تین غلطیاں مجھ سے بھی اس میں سرزد ہوگئی تھیں گو ان فروگذاشتوں سے نفس مسئلہ پر اثر نہیں پڑتا تھا۔ تاہم ہم نے ایک ورقہ چار صفحات پر مشتمل لکھا ان میں ایک دو غلطیوں کا ازالہ کرلیا تھا……

"نیل الامانی وحصول الامال بتحقیق ان الھیئۃ المسنونۃ القیام بعد الرکوع ھی الارسال: ۳۔۴"

بیان کی گئی عبارتوں کو پڑھ کر پھر سے پڑھیں آپ کو ایک ربانی عالم کی عالمانہ خوبیاں، حق کو قبول

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی صلاحیت، تحقیق سے محبت، ذاتیات سے دوری، اپنی علمی لغزشوں کے کھلم کھلا اعترافات کی خوشبو نظر آئے گی۔ مسلک اہل حدیث سے وابستہ محقق علماء و فضلاء میں علمی اور تحقیقی حوالے سے جو اختلاف دیکھنے میں آتا ہے اس میں اور مقلد کے اختلاف میں اتنا فرق ہے جتنا آسمان اور زمین اور دن اور رات میں ہوتا ہے۔ محقق اہل حدیث عالم اپنے استاد کی کہی ہوئی بات، لکھی ہوئی بات یا سنی ہوئی بات کو بطور دلیل، حجت یا ثبوت کے پیش نہیں کرتا بلکہ اپنی علمی بصیرت کی روشنی میں طرفین کے دلائل کو دیکھ کر پھر کوئی موقف اختیار کرتا ہے۔ یہ طرز عمل معیوب نہیں ہے۔ سلف صالحین کے مابین علمی اختلافات کے حوالہ سے سینکڑوں مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ یہاں طرفین کو حق کی تلاش ہوتی ہے۔ یہ قدامت اور عظمت صرف اور صرف اہل حدیث کو ہی ورثہ میں ملی ہے۔ مقلد بیچارہ تو اپنے معین امام کے قول و عمل سے ذرہ برابر روگردانی نہیں کرسکتا جبکہ اس کو قرآن مجید کی آیت یا صحیح حدیث مبارک کیوں نہ مل جائے۔ محمد صفر ڈاہری، گاؤں جام ڈاہری کا رہنے والا جماعت کا نہایت مخلص اور بزرگ ساتھی ہے۔ اس نے ۱۰ جنوری ۲۰۱۱ء بروز پیر، بعد نماز مغرب، اپنی بیٹھک پر باتیں کرتے ہوئے بتایا کہ ایک مرتبہ میں علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ کبھی کبھار علمی حوالے سے کوئی دقیق مسئلہ درپیش آجاتا تو میں بھائی سید محب اللہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی طرف رجوع کرتا تھا۔ اگر ہم دونوں سے بھی مسئلہ حل نہیں ہوتا تھا تو ہم سید محمد شاہ راشدی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۴۲۰ھ) کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ہماری کوشش ہوتی تھی کہ کسی طرح مسئلہ کا حل نکل آئے، جہاں سے بھی صحیح حل ملتا تھا قبول کرلیتے تھے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے کہ:

"این العلم واین اهله؟ ماكدت ان اری العلم الآ فی کتب او تحت تراب."

''علم اور اہل علم کہاں ہیں؟ مجھے تو علم صرف کتابوں یا مٹی میں دفن نظر آرہا ہے۔''

(اشاعت خاص ہفت روزہ الاعتصام، بیاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ، ۲۰۰۵ء، ص:۴۰۶)

بردباری اور تحمل مزاجی ایک ایسی بشری صفت ہے جو تمام تھوڑے لوگوں کو حاصل ہے۔ جتنا بڑا علم اور جتنی بڑی خاندانی حیثیت، اسی حساب سے طبیعت میں اکڑ، گھمنڈ، خودسری اور بدمزاجی مگر جسے اللہ بچائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھے۔ کسی جماعتی ساتھی نے بتایا کہ یہ بات اس دور کی ہے جب آمدورفت کے لیے نہ پکی سڑکیں زیادہ تھیں اور نہ پے در پے چلنے والی سواریاں۔ ایک غریب جماعتی شخص نے اپنے گاؤں میں آپ کی تقریر رکھی۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ کرائے پر گاڑی کرے۔ ایک رات پہلے وہ آپ کے پاس آ کر ٹھہرا۔ اس دن فجر نماز پڑھنے کے فوراً بعد وہ آپ کو لے کر چل پڑا۔ ایک گاڑی میں سے اتر کر دوسری میں چڑھتے اور اس میں سے اتر کر کسی اور میں سوار ہوتے ہوتے عین مغرب کے وقت مجوزہ گاؤں میں پہنچے۔ اس بیچارے نے بڑی شرمندگی کے ساتھ آپ سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ: سائیں! مجھے افسوس ہے کہ آپ کو صبح سے لے کر یہاں پہنچنے تک نہ کچھ کھلایا نہ کچھ پلایا محض اس مجبوری پر کہ گاؤں جانے والی آخری گاڑی کو پہنچ جائیں۔ میں اس گستاخی پر آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ آپ نے ہنستے ہوئے نہایت سنجیدگی اور خندہ پیشانی سے کہا کہ مجھے بھی ایک چیز کا افسوس ہے کہ کاش میں روزہ کی نیت کر لیتا تو کم از کم ثواب ملتا، بھوک اور پیاس بھی جھیلی اور ثواب سے بھی محروم رہے۔ سبحان اللہ، کیسے اعلیٰ ظرف کے لوگ تھے۔ آج کل مولوی حضرات جو فرمائشیں کرتے نظر آتے ہیں وہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔

آپ کے جد امجد سید ابوتراب راشد شاہ اللہ راشدی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۲۳ء) اپنے دور میں جس عظیم علمی کتب خانے کی داغ بیل ڈالی تھی اس کے متعلق سندھ کے مشہور ادیب ڈاکٹر وفا راشدی لکھتے ہیں کہ:

اس علمی لائبریری سے سندھ اور بیرون سندھ یہاں تک کہ اسلامی ممالک کے بڑے بڑے علمائے کرام نے استفادہ کیا جس میں خاص طور پر علمائے دیوبند بھی شامل ہیں۔ اُس زمانے میں اسلامی علوم وفنون کی کتابوں کی پچیس ہزار تک تعداد پہنچ چکی تھی جو کتب خانہ پیر جھنڈو کی ملکیت تھے۔ کتب خانہ پیر جھنڈو کی خصوصیات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اکثر قلمی اور خطی نسخے جو دنیا کے کتب خانوں میں نایاب ہیں اس کتب خانے میں موجود ہیں۔ (مہران نقش: ۳۰۵)

ایسے مثالی کتب خانہ میں سید راشد اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین سید احسان اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ نے خاطر خواہ علمی اضافہ کیا جس کا وارث آگے چل کر سید محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ نے اتنے نادر و نایاب کتب اور قلمی و خطی نسخہ جات کی کثرت آپ کو مزید کتب جمع کرنے کے شوق سے دستبردار نہ کر سکی۔ پروفیسر مولا بخش محمدی صاحب نے آپ سے تحریراً کچھ سوال پوچھے تھے جن کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے بڑے احسن انداز میں ان کو جواب بھی دیا تھا۔ ایک جگہ پر فرماتے ہیں کہ: کتاب جمع کرنے کا مجھے بے حد شوق ہے اور ان کے حاصل کرنے پر بہت خرچہ کیا ہے اور مزید کر بھی رہے ہیں لیکن آمدنی کے وسائل چونکہ قلیل ہیں اسی لیے جتنا شوق ہے اتنا پورا نہیں ہوتا۔ نہ ہی ملک کے بااثر طبقہ کا اس طرف کوئی توجہ ہے۔ وہ اگر اس سلسلے مالی معاونت فراخ دلی سے کردیں تو ایک جگہ پر دین کا ذخیرہ اور کتاب وسنت کا مجموعہ اکٹھا ہوسکتا ہے......حرمین شریفین میں کتنے ہی کتاب نظر آئیں جو نہایت قابل قدر تھے اور مجھے ان کی ضرورت بھی تھی بلکہ کچھ کتابیں تو ایسی تھی جن کی مجھے سالوں سے تلاش تھی اور وہاں دستیاب تھیں۔ میں نے اندازہ لگایا کہ پاکستان سے تین یا چار گنا زیادہ سستے بھی تھیں لیکن وہاں اتنی رقم نہیں تھی جس کی وجہ سے خرید نہ کرسکا......اور اسی طرح یہ حسرت ادھوری رہ گئی۔ فالی اللہ المشتکی .

(ماہنامہ دعوت اہل حدیث (سندھی) حیدرآباد، شمارہ: ۳۵، ص ۲۹)

مقلد کا ذہن ہر دور میں تقریباً ایک جیسا چلا آرہا ہے۔ مقلد اپنے امام کے قول وفعل سے تل جتنا بھی نہ آگے ہوگا نہ پیچھے بلکہ اس کی ذات کا محور ومرکز امام ہی ہے۔ آپ نے اپنے بچپن کے دور کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے کہا کہ: ایک مرتبہ میرے والد (سید احسان اللہ شاہ راشدیؒ) رحمہ اللہ نے مجھے حکم کیا کہ آج آپ نماز پڑھائیں۔ میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے نماز پڑھائی۔ آپ نے دیگر جماعتی احباب کے ساتھ میری اقتدا میں نماز پڑھی۔ اس پر بروہی قبیلے اور لسبیلہ علاقے سے تعلق رکھنے والے طلباء نے الگ نماز ادا کی۔ سبب یہ تھا کہ نابالغ کو امام بنایا گیا ہے متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز نہیں ہوگی۔ اسی لیے جاکر علیحدہ نماز ادا کی۔ (جیسا کہ ہدایہ، باب الامامۃ ۱/۱۲۴ میں ہے کہ: ''ولا یجوز للرجال ان یقتدوا بامرأۃ او صبی'' جب والد کو خبر ہوئی تو آپ نے ان کو بلایا اور پوچھا کہ آپ نے جماعت کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟ انھوں نے مذکورہ عذر پیش کیا۔ اس پر آپ نے ان کو رسول اللہ ﷺ کے زمانے کا واقعہ سنایا کہ آپ کے زمانہ میں ایک چھوٹی عمر کا صحابی (عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ) بڑوں کی امامت کرتا تھا۔ (صحیح بخاری: ۴۳۰۲، ابوداود: ۵۸۵، نسائی: ۷۸۹، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۱۲) اگر چھوٹے بچے کی امامت درست نہ ہوتی تو آپ ﷺ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے اس فعل کو بحال نہ رکھتے اور اسی طرح کرنے سے منع کرتے یعنی یہ آپ کی تقریری سنت ہوئی۔ اس طرح سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھتے پھر جاکر اپنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوم کی مسجد میں عشاء کی نماز پڑھاتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۷۰۰، صحیح مسلم: ۴۶۵، ابوداؤد: ۷۹۰، مسند احمد ۳/ ۳۰۸، سنن دارمی: ۱۳۳۳، مسند ابوعوانہ: ۲/ ۱۵۶، شرح معانی الآثار ۱/ ۲۱۳) روایتوں میں تصریح ہے کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی فرض نماز وہی ہوتی تھی جو آپ (ﷺ) کے پیچھے پڑھتے تھے۔ دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھاتے تھے وہ اس کی نفل ہوتی تھی۔ اس عمل سے ثابت ہوا کہ مفترض کی متنفل کے پیچھے اقتدا کرنا صحیح اور درست ہے لیکن صحیح احادیث میں سے دلائل دینے کے باوجود وہ قائل نہ ہوئے اور بحث و مباحثہ اور قیل قال کو طول دیتے رہے۔ آخر کار ناراض ہو کر مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے۔ آپ نے ان کی کوئی پرواہ نہ کی۔ (ماہنامہ "دعوت اہل حدیث" (سندھی) حیدر آباد شمارہ: ۳۴، صفحہ: ۱۴)

آپ کے آبائی گاؤں پیر جھنڈو سے شمال مشرق میں ۱۵ منٹ کے فاصلے پر ایک گاؤں سیراچوں کا کا واقع ہے۔ اس گاؤں میں دینی جلسہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی اور سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ اس اجتماع میں شریک ہوئے تھے۔ سب سے پہلے تقریر سیّد محبّ اللہ شاہ راشدیؒ نے کی۔ جب وہ تقریر ختم کر کے جانے لگے تو کسی شخص نے سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کو جا کر کہا کہ آپ جا رہے ہیں۔ آپ نہایت تیزی سے آپ کی طرف بڑھے۔ جب دونوں بھائی آپس میں بغل گیر ہوئے تو کافی دیر اسی حالت میں رہے۔ دیکھنے والوں پر جیسا کہ سکتہ طاری ہو گیا۔ جو لوگ دونوں بھائیوں کے متعلق خبریں اچھالتے تھے انھیں شرمندگی اٹھانی پڑی۔ میں نے خود یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ الحمد للہ۔

میرے لیے یہ بات کسی بڑی خوشی سے ہرگز کم نہیں ہے کہ اس عظیم علمی شخصیت کی سوانح عمری منظر عام پر لائی جا رہی ہے۔ آپ سے پہلے مسلک اہل حدیث سے وابستہ کافی جید علمائے کرام کی سوانح عمریاں چھپ کر قارئین کرام کے ہاتھوں تک پہنچ چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ میں قوی امید ہے کہ اس فن میں ایک مثالی اضافہ عنقریب آنے والا ہے۔ (ان شاء اللہ) جب عالم اسلام کی اس بزرگ ہستی کی علمی زندگی کے مختلف روشن رخ عام لوگوں تک پہنچیں گے تو وہ ان سے بھرپور استفادہ کریں گے۔ جن لوگوں نے آپ کو دیکھا اور سنا تھا وہ اس بزم فانی میں سے آہستہ آہستہ کوچ کر کے چلے جا رہے ہیں اور ان کی جگہ آنے والی نسل لے رہی ہے۔ اس نسل کے لیے سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کی مثالی شخصیت اپنی علمی، عملی، دعوتی، منہجی، خاندانی، مسلکی، فکری اور اخلاقی خوبیوں کے ساتھ ان کے سامنے ہو گی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راقم الحروف نے بہت تعداد میں علمی، ادبی، سیاسی، سماجی اور مذہبی شخصیات کی سوانح عمری کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے۔ ان سب میں سے ذاتی طور پر نواب سید محمد صدیق حسن خان قنوجی رحمہ اللہ (۱۸۳۲ء۔۱۸۹۰ء) کی خودنوشت سوانح حیات "ابقاء المنن بالقاء المحن" کو بہت پسند کرتا ہوں۔ یہ سوانح حیات بہت سی خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ ہر اہل علم وقلم کو شخصیات کے حوالے سے اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔ نواب صاحب رحمہ اللہ ایک جگہ پر لکھتے ہیں کہ: زبان سے شکر اسی وقت تک ادا کیا جاسکتا ہے جب تک انسان بقید حیات ہو لیکن جو شکر کتابی صورت میں لکھ کر کیا جائے اس کا اثر باقی رہتا ہے اور کتاب شاکر کی وفات کے بعد بھی گویا اس کے نائب کی حیثیت سے شکر ادا کرتی رہتی ہے۔ "فیکون کالنائب فی العلم والعمل وکان ذلك الشاکر لم یمت." یعنی شکر گزار اگرچہ فوت ہوجاتا ہے تاہم وہ کتاب علم وعمل میں اس کے قائم مقام رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ ہم عصر لوگ جب میرے علم وعمل سے آگاہ ہوں گے تو ان میں سے خدا کی توفیق جن کے شامل حال ہوگی، میری طرح کتب شریعت کے حفظ کی اور اخلاق حسنہ کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں گے کیونکہ دین وہی ہے جو قرآن وحدیث کے سنہرے حروف میں لکھا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے سلف صالحین میں سے ایک جماعت نے تحدیث نعمت کے طور پر اپنے حالات خود سپرد قلم فرمائے ہیں مثلاً حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اور ان کے تلمیذ رشید علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ۔

(ابقاء المنن بالقاء المحن، طبع دوم، دارالدعوۃ السلفیه، شیش محل روڈ، لاهور: ۱۸)

مجھے اپنی علمی بے بضاعتی کا پورا پورا احساس ہے کہ اس عظیم محدث پر جس گہرائی اور علمی انداز سے کچھ لکھنا چاہیے تھا لیکن ایسا نہ کرسکا۔ کچھ لکھنے کا جو حکم ملا تھا ادب کی تقاضا تھا کہ انکار نہ کیا جائے۔ یہی سبب ہے کہ کچھ عرضداشتیں بیان کی ہیں امید ہے کہ قبول ہوں گی ؎

تیری رحمت سے الٰہی پائیں گے یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کے لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالرحمن ثاقب حفظہ اللہ ☆

سرزمین سندھ کے عظیم سپوت
علامہ سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ

اہل حدیث کے ممتاز عالم دین، مؤرخ، فقیہ، عربی، سندھی اور اردو کے مایہ ناز ادیب، تفسیر، حدیث، فقہ، اسماء الرجال کے ماہر، مشکل سے مشکل مسائل کی تحقیق وتدقیق میں یدطولی رکھنے والی شخصیت، نرم کلام، کم گو، متواضع، منکسر مزاج، حلیم الطبع، بات کو اعتدال کی ترازو میں تول کر زبان سے نکالنے والے، ان سے میری مراد سرزمین سندھ کے عظیم خاندان، خاندان راشدیہ کے مایہ ناز سپوت سیّد محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ ہیں۔

ولادت:

آپ کی ولادت ۲۹/محرم ۱۳۴۰ھ بمطابق ۲/اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز اتوار سیّد احسان اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کے گھر میں ہوئی۔ نیز آپ کے والد سیّد احسان اللہ شاہ راشدی کی وفات کے بعد آپ کو خاندانی روایات کے مطابق پگڑی باندھ کر پیر جھنڈا ششم کے منصب پر فائز کیا گیا۔

نام ونسب:

محبّ اللہ شاہ بن احسان اللہ شاہ بن رشد اللہ شاہ بن رشید الدین بن محمد یٰسین شاہ بن محمد راشد شاہ بن محمد بقا شاہ ...... یہ سلسلہ آگے چل کر سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما تک منتہی ہوتا ہے۔ اس شجرہ نسب کی رو سے اس خانوادہ عالی کو حسینی بھی کہا جاتا ہے۔

خاندانی پس منظر:

راشدی خاندان کے جد امجد سیّد علی مکی رحمہ اللہ چوتھی صدی ہجری میں ایک سو ساتھیوں سمیت تبلیغ اسلام کے لیے سندھ تشریف لائے اور ضلع دادو میں سیہون کے قریب ''لک علوی'' کے مقام پر ٹھہرے اور آپ کی

☆ مرکزی جمعیت اہلحدیث سندھ کے ناظم تبلیغ، سکھر شہر کے معروف خطیب۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولاد ''لکیاری سادات'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ جو کہ سیّد راشد شاہ (التوفی کیم شعبان ۱۲۳۳ھ) کی وفات کے بعد دو شاخوں (یعنی پیر پگاڑا اور پیر جھنڈا) میں تقسیم ہوگئی۔

تعلیم:

خاندانی روایات کے مطابق آپ نے اپنی خاندانی درسگاہ ''مدرسہ دارالرشاد'' میں اپنے والد ماجد اور دیگر اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ مزید تحصیل علم کے لیے ''مدرسہ رحمانیہ دہلی'' کا رخ کیا۔ لیکن کسی بنا پر وہاں پڑھ نہ سکے اور آپ نے امام المناظرین شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحق بہاولپوری سے سند حاصل کی۔ عصری علوم میں مولوی فاضل (عربی) اور ۱۹۶۳ء میں سندھ یونیورسٹی جامشورو سے ایم اے کیا۔

اساتذہ:

آپ کے اساتذہ کرام کی فہرست کافی وسیع ہے جو کہ درج ذیل حضرات پر مشتمل ہے:

(1)...... حافظ محمد امین (2)...... مولانا ولی محمد (3)...... مولانا محمد اسماعیل افغانی۔ (4)...... مولانا قطب الدین ہالیجوی۔ (5)...... مولانا عبدالوہاب۔ (6)...... مولانا حمید الدین۔ (7)...... مولانا محمد اکرم سندھی (8)...... مولانا محمد یوسف۔ (9)...... مولانا نور محمد۔ (10)...... مولانا عبیداللہ سندھی۔ (11)...... مولانا محمد مدنی۔ (12)...... مولانا محمد خلیل۔ (13)...... مولانا محمود احمد۔ (14)...... مولانا بہاء الدین۔ (15)...... مولانا عبدالحق بہاولپوری۔ (16)...... مولانا عطاء اللہ حنیف۔ (17)...... اپنے والد گرامی پیر سیّد احسان اللہ شاہ راشدی سے بھی آپ نے بہت کچھ سیکھا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ آپ کے اساتذہ میں سے چودہ حنفی اساتذہ حنفی مسلک کے تھے لیکن الحمد للہ آپ ایک دن کیا ایک لمحہ کے لیے بھی حنفی نہ بن سکے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ آپ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی وہاں زندگی کے ہر معاملہ میں کتاب وسنت سے رہنمائی حاصل کی جاتی تھی۔

درس وتدریس:

فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے اپنی خاندانی درسگاہ ''مدرسہ درالرشاد'' میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اس کے ساتھ ساتھ شرک وبدعت کی دلدل میں پھنسی ہوئی عوام کے عقیدے اور عمل کی اصلاح کے لیے وعظ ونصیحت کا سلسلہ بھی شروع کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کالج کا قیام:

آپ نے مدرسہ کے ساتھ ساتھ عصری علوم کی تعلیم کے لیے ایک اورینٹل کالج بھی قائم کیا۔ اور خود اس کے پرنسپل بنے۔ سندھ کے دور دراز علاقوں سے طلبہ یہاں آئے حتی کہ سکھر اور حیدر آباد سے بھی طلبہ اسی کالج کے ذریعے امتحانی فارم سندھ یونیورسٹی جامشورو میں جمع کراتے تھے۔ آٹھ برس تک یہ اورینٹل کالج کام کرتا رہا۔ اس دوران ذوالفقار علی بھٹو کا دور آیا جنہوں نے تعلیمی اداروں اور کارخانوں کو قومی تحویل میں لینے کا عمل شروع کیا، آپ کو معلوم تھا کہ قومیانے کے بعد کالج کا حشر کیا ہوگا چنانچہ آپ نے پہلے ہی سے اس کو بند کردیا۔

مکتبہ العالیۃ العلمیۃ:

مدرسہ دارالرشاد سے منسلک ایک عالی شان مکتبہ بھی آپ کو وراثت میں ملا تھا۔ آپ کو نہ صرف ورق گردانی کا شوق تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دینی کتب جمع کرنے کی حرص بھی آپ کو دامن گیر تھی جس کے لیے آپ ہر سال ہزاروں روپے صرف کر کے نئی کتب خریدنے کے لیے مختلف کتب خانوں کا رخ کرتے اسی دلچسپی نے آپ کو امرتسر، آگرہ، دہلی اور سعودی عرب کا سفر کرنے پر ابھارا۔ کچھ اہم اور نادر و نایاب کتب کی تلاش میں ترکی کے علمی مرکز استنبول میں تقریباً بارہ دن مختلف علمی کتب خانوں میں ورق گردانی کرتے رہے۔ آپ کے ان علمی سفروں کا یہ نتیجہ نکلا کہ آپ کا کتب خانہ "مکتبہ العالیۃ العلمیہ" میں آج ہزاروں کی تعداد میں مطبوع اور سینکڑوں کی تعداد میں نایاب اور ناپید اہم علمی اور قلمی نسخے تشنگانِ علم کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تصنیف وتالیف:

ہمارے ممدوح علامہ سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی نہ صرف فن خطابت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ بلکہ قدرت نے آپ کو تصنیف وتالیف کا ملکہ بھی عطا کیا تھا۔ آپ سب علوم اسلامیہ پر یکساں دسترس رکھتے تھے۔ فن اسماء الرجال سے آپ کو قلبی لگاؤ تھا۔ تفسیر اور علم تفسیر میں آپ کا مقام اعلیٰ، منطق اور فلسفہ پر عبور، تاریخ اور ادب پر گہری نظر صرف اور نحو پر آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی۔ مطلب یہ کہ عصر حاضر میں آپ دینی، علمی اور اخلاقی خصائل کی خوبصورت کتاب تھے۔ آپ کی قلمی کاوشوں کا ایک بہت بڑا مجموعہ، عربی، اردو اور سندھی زبان پر مشتمل ہے۔ آپ نے عربی زبان میں مختلف کتب حدیث اور اسماء الرجال پر حواشی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی لکھے ہیں۔مثلاً التعلیق النجیح علی الجامع الصحیح (۹ اجزاء) التعلیقات علی صحیح ابن حبان، کشف اللثام عن ترجمۃ الرواۃ الاعلام الذین یروون حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب خلف الامام اور التعلیق لمحب الحسینی علی التقریب للعسقلانی وغیرہ عربی میں قابل ذکر ہیں۔آپ نے عربی میں سترہ اردو میں پچیس اور سندھی میں بائیس کتب تصنیف کی ہیں۔

قرآنِ پاک سے شغف:

آپ کے حفظ واتقان کا یہ عالم تھا کہ انیس برس کو پہنچے تو صرف ڈھائی ماہ میں قرآنِ مجید حفظ کرلیا آپ ہمیشہ رمضان المبارک میں نماز تراویح میں قرآنِ مجید سناتے تھے اور ایک پارہ روزانہ پڑھتے تھے۔ اس کے علاوہ رمضان اور غیر رمضان میں یہ معمول تھا کہ بلا ناغہ تقریباً سوا چار پارے روزانہ تلاوت کرتے تھے اور سات دن میں ایک قرآنِ مجید ختم کردیتے تھے اس کا آغاز ہفتہ کے دن سے ہوتا اور جمعہ کے دن قرآنِ مجید ختم کیا جاتا۔علاوہ ازیں تہجد میں ایک پارہ پڑھتے اس طرح نماز تہجد میں قرآنِ مجید ایک مہینے میں ختم ہوجاتا یہ تو زبانی تلاوت کا معمول تھا۔روزانہ پون پارہ قرآن سے دیکھ کر تلاوت کرتے تھے اور یہ سلسلہ چالیس روز میں اختتام کو پہنچتا۔

سیاست میں حصہ:

ملکی سیاست آپ کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتی تھی۔اس لیے اس میں زیادہ سرگرمی سے حصہ نہیں لیا اور نہ ہی سیاست اور دین کی تفریق کے قائل تھے اور نہ ہی دین ومذہب کو پرائیویٹ معاملہ سمجھتے تھے۔ لیکن ہماری سیاست جس ڈگر پر چل رہی ہے اس کی وجہ سے آپ کا دل اجاڑ ہوگیا۔ایوب خان نے جب بی ڈی سسٹم شروع کیا تھا تو اس وقت آپ بھی یونین کونسل کے لیے امیدوار بنے اور کامیاب بھی ہوگئے پھر کونسل کے چیئرمین کے انتخاب میں بھی کامیاب رہے اور پوری مدت کے لیے یونین کونسل کے چیئرمین بن گئے۔اس کے بعد پھر کبھی عملی سیاست میں حصہ نہ لیا۔

وفات:

علم وعمل کا یہ صاحب، زہد وتقویٰ کا مجسمہ، محبت وخلوص کا یہ پیکر، عظمت رفتہ کا یہ مالک، پون صدی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک اس بزم جہاں (فانی) میں علم وعمل کی شمع کا یہ محافظ بروز ہفتہ ۱۹ شعبان ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۱ جنوری ۱۹۹۵ء کو ۶۷ سال کی عمر میں لیاقت میڈیکل کالج ہسپتال حیدر آباد میں حکم ربی کے سامنے سرتسلیم ختم کرتا ہوا دارالبقا کی طرف کوچ کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کے چھوٹے بھائی اور عالم اسلام کی ہر دلعزیز شخصیت علامہ سیّد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی ہزاروں کی تعداد میں آئے ہوئے عقیدت مندوں کی آہوں اور سسکیوں نے فضا کو غمزہ بنا دیا تھا۔ آپ کے جسد خاکی کو پیر جھنڈا میں ہمیشہ کے لیے دفنا دیا گیا۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلیم چنیوٹی صاحب (منیجر ''الاعتصام'' لاہور)

سندھ کے راشدی خاندان کے بزرگ اور روحانی، علمی وادبی شخصیت

سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ

راشدی خاندان کے بزرگ اور معروف روحانی، علمی و ادبی شخصیت حضرت محب اللہ شاہ صاحب راشدی رحمہ اللہ اہلحدیث پاکستان کے ایک متقی و برگزیدہ آدمی تھے۔ آپ کے برادرِ اصغر سید پیر بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ تھے۔ یہ دونوں بھائی پیر آف جھنڈا کے لقب سے ملقب تھے۔ دونوں بھائی عمل صالح، زہد وتقویٰ اور اتباعِ سنت کے حوالے سے ایک مثالی شخصیت ہونے کے ساتھ روحانیات میں بھی معروف تھے۔

پیر سیّد محبّ اللہ شاہ صاحب نے تبلیغی و دعوتی میدان میں بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ راقم ۱۹۷۹ء میں جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں زیرِ تعلیم تھا۔ جامعہ سلفیہ میں دو روزہ تربیتی کنونشن کا انعقاد کیا گیا تو اس کنونشن میں دیگر علمائے اہلحدیث کی طرح حضرت پیر صاحب کی بھی زیارت ہوگئی۔ آپ نے کنونشن کے دوسرے دن کی صبح بعد نماز فجر درس حدیث ارشاد فرمایا تھا۔ آپ کی آواز میں ایک علمی رعب و دبدبہ تھا اور ردِ بدعات کے حوالے سے آپ نے ایک مدلل اور پر تاثیر درس ارشاد فرمایا۔ بعد ازاں طلباء کے سوالوں کے جوابات بھی بڑے سلجھے انداز میں ارشاد فرمائے۔ دار الدعوۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور کے بانی محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کی قائم کردہ لائبریری اور مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ کے خاندان سے پیرانِ جھنڈا شریف کے نہایت اچھے تعلقات تھے۔ دار الدعوۃ السلفیہ میں پیر سید بدیع الدین شاہ صاحب راشدی کاندھے اور پاؤں دبانے کے راقم نے سعادت حاصل کی ہے۔ الحمد علی ذلک

ہفت روزہ الاعتصام لاہور میں پیر سید محبّ اللہ شاہ راشدی کے مضامین اور مقالاتِ علمیہ شائع ہوتے رہتے ہیں۔ دیگران کے مشاغل میں الاعتصام کا بغور مطالعہ بھی شامل رہتا تھا۔ اس میں چھپنے والے بعض مضامین کے حوالے سے بھی آپ کچھ نہ کچھ نصائح لکھ کر روانہ فرما دیا کرتے تھے اور مفید خطوط بھی لکھتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہتے تھے۔ پیر محبّ اللہ شاہ صاحب علم وعمل کے شناور تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ بڑے خاموش طبع بھی تھے۔ عام حالات میں بہت کم گفتگو فرماتے تھے۔ مگر درسِ قرآن وحدیث مسلسل اپنی مسجد میں ارشاد فرماتے تھے۔ عوام الناس پیر صاحب سے اپنے سوالات کا حل کروانے کے لیے بذریعہ خطوط رابطے میں رہتے تھے۔ پیر صاحب ان خطوط کا مدلل جواب بھی دیتے تھے اور ساتھ ہی سوال کے ساتھ نصیحت و وعظ کے انداز میں تبلیغ فرماتے تھے۔ علومِ حدیث نبوی اور اسماء الرجال پر پیر صاحب کی نظر گہری تھی۔ اس سے یہ بات مترشح ہوجاتی ہے کہ سلف صالحین اور حضراتِ محدثین رحمہم اللہ سے پیر صاحب کو گہری محبت اور ان کے علم سے بڑی محبت تھی۔

''الاعتصام'' میں بعض دفعہ اہل علم کے مضامین میں کوئی الجھا مسئلہ شائع ہوجاتا تو آپ اس مسئلے پر اپنی وضاحت بھجوا دیتے تھے۔ ''الاعتصام'' پیر صاحب کے شکریے کے ساتھ اسے اپنے صفحات کی زینت بنا دیتا تھا۔ پیر صاحب رحمہ اللہ کے بعد ان کے صاحب زادۂ گرامی قدر پیر سیّد قاسم شاہ صاحب سے لاہور میں دو تین دفعہ ملاقات ہوئی۔ ایک دفعہ جماعۃ الدعوۃ کے منعقدہ اجتماع مرید کے میں مکتبہ سلفیہ لاہور کے اسٹال پر ملاقات ہوئی۔ پیر قاسم شاہ صاحب بھی ماشاء اللہ صالح باپ کے صالح بیٹے ہیں۔ اللہ کریم ان کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

پیر سید محبّ اللہ شاہ صاحب نے ایک وقیع علمی وتحقیقی لائبریری بھی قائم فرمائی تھی۔ یہ لائبریری ان کتابوں پر مشتمل ہے جو ان کے جد امجد سیّد رشد اللہ شاہ صاحب کی کتب میں سے تھیں۔ جد امجد کی وفات کے بعد یہ لائبریری تقسیم ہوکر دو حصوں میں منقسم ہوئی۔ آدھی کتب پیر بدیع الدین شاہ صاحب اور آدھی کتب پیر محبّ اللہ شاہ صاحب کے حصے میں آئیں۔ پیر محبّ اللہ شاہ صاحب نے اپنے مکتبے کا نام "المکتبہ العلمیہ العالیہ" رکھا تھا۔ یہ نیوسعید آباد نزد پیر جھنڈو سندھ میں واقع ہے۔ یہاں یہ کتب خانہ اہل علم، علماء، ادیب وخطباء کرام کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کے مکتبہ میں مخطوطات کی بھی بڑی تعداد موجود ہے۔ جو لوگ ان کے مکتبہ سے مستفید ہوئے ہیں وہ ان کے مکتبہ کی بڑی تعریف کرتے دیکھے گئے ہیں۔ سیّد محبّ اللہ شاہ صاحب ایک صاف گو عالم دین تھے۔ جس بات کو دل میں محسوس کرتے تھے اُس کا برملا اظہار کردیتے تھے۔ امت مسلمہ کے افتراق وانتشار پر انہیں بڑا قلق رہتا تھا۔ امت مسلمہ کے انتشار کا سبب صرف اور صرف یہی گردانتے تھے کہ یہ امت رجوع الی القرآن والسنہ سے دور ہوتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جارہی ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ امت مسلمہ نے افتراق و انتشار میں مبتلا ہونا کب سے شروع کیا ہے جب سے اس نے اللہ و رسولؐ کے احکامات سے منہ پھیرا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے طریقوں کے مقابلے میں اپنے اپنے ائمہ اور پیروں و رہنماؤں کی باتوں پر عمل پیرا ہونا شروع ہوگئے ہیں۔ اگر یہ امت ہر معاملہ میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرتی تو اس فرقہ بندی اور ٹکڑوں میں نہ بٹتی اور نہ کشیدگی و بے امنی کا نشان باقی رہتا۔ سب مسلمان جب ایک اللہ اور ایک رسولؐ کے احکامات پر عمل پیرا ہوجاتے تو سب کی ایک ہی بات ہوتی اور یہ ملت واحدہ بن جاتی۔

سیّد صاحب مرحوم توحید کے پاکیزہ عقیدے کے بڑے داعی تھے۔ عقیدۂ توحید کے بیان کرنے میں انہیں کسی ہچکچاہٹ کا اندیشہ نہیں رہتا تھا۔ جہاں کہیں بھی وعظ یا تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے۔ عقیدۂ توحید کا برملا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ کی خالص توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان والا عقیدہ ان کا خاصہ بیان ہوا کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ راشدی خاندان کے یہ بزرگ سندھ کی سرزمین پر اللہ تعالیٰ کے دین کے بہت بڑے سپاہی تھے۔ پیروں فقیروں کی سرزمین پر قال اللہ وقال الرسول کے یہ بڑے پرچارک تھے۔ راشدی برادران (سیّد بدیع الدین شاہ صاحب اور پیر محبّ اللہ شاہ صاحب) نے تبلیغی سطح پر جس پختہ عزم و ہمت کے ساتھ سندھ میں کام کیا ہے۔ وہ بڑا پائیدار اور پختہ کام تھا۔ آج انہی بزرگوں کے دم قدم سے سندھ کی سرزمین پر اہل توحید کی ایک بڑی تعداد نظر آتی ہے اور شرک و بدعت کے مقابلے میں اہل حق کا آوازہ بھی سننے میں آتا رہتا ہے۔

جامعہ بحر العلوم السّلفیہ میر پور خاص کے کارپردازان خصوصاً محترم مولانا المکرّم افتخار احمد الازہری حفظہ اللہ جس عمدگی سے تحریری میدان میں اور علم و تعلیم کی اشاعت میں دن رات مگن ہیں۔ یہ بڑی سعادت مندی کی بات ہے۔ انہوں نے اب تک کئی خصوصی نمبر شائع کیے ہیں۔ اب سیّد محبّ اللہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے متعلق خصوصی اشاعت شائع کر کے انہوں نے بڑا نام پیدا کرلیا ہے۔ اللہ کریم سے دعا گو ہوں وہ جامعہ بحر العلوم السّلفیہ کے تمام حضرات کی محنتوں کو قبول فرمائے اور ہمیں اسلاف کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کے دین پر جمے رہنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین یا ربّ العالمین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محترم محمد یاسین شاد صاحب ☆

مخدوم سندھ

۸۶-۱۹۸۵ء کے قریب مولانا عبد التواب محدث ملتانیؒ کے پڑپوتے حافظ عبد المنعم فاروقیؒ کے ہاں فاروقی کتب خانہ/ نشر السنۃ بوہڑ گیٹ ملتان حاضری کا موقعہ ملا۔ اثنائے گفتگو علم ہوا کہ مخدوم سندھ سید محب اللہ شاہ راشدی الحسینیؒ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ کل خطبہ جمعۃ المبارک محلّہ قدیر آباد ملتان مسجد اہلحدیث مولانا عبد التواب والی میں ارشاد فرمائیں گے سندھ کے راشدی خاندان کا حامل عقیدۃ السّلفیہ والے اور مولانا عبد التواب اور اُن کے خاندان سے مضبوط و مستحکم تعلقات ہیں۔ خطبہ جمعہ کی سماعت احقر نے بھی حاصل کی۔ الحمد لله علی هذه النعمة. چند الفاظ سندھ کے عظیم علمی و دینی خانوادہ کے راسخ العلم محدث صاحب العلم السادس علامہ سید ''محب اللہ شاہ الراشدی ﷫'' جھنڈہ والے شُشم المعروف المکتبۃ العالیۃ العلمیۃ پوسٹ درگاہ شریف پیر جھنڈہ نیو سعید آباد ضلع حیدر آباد سندھ برادر اکبر سید بدیع الدین شاہ راشدی کے متعلق پیش کرنے کی سعادت مل رہی ہے۔ مضمون نگار حافظ محمد نعیم صاحب کراچی ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور مؤرخہ ۷-۱۴-۲۱ مارچ ۲۰۰۳ء بعنوان ''کتب خانہ پیر جھنڈا'' نے مفصل تعارف کرایا ہے۔ اس کی فوٹو کاپی چند سال قبل محترم سید نصرت اللہ شاہ راشدی منتظم المکتبہ الراشدیہ نیو سعید آباد سندھ نے راقم کو مکتبہ کے مطالعاتی دورہ کے موقع پر عنایت کی تھی۔

سندھ کے راشدی خاندان کے چار کتب خانے ہیں۔ دو کتب خانے پیر پگاڑہ کے ہیں۔

(۱) سیّد مردان شاہ عرف سکندر علی معروف سیاست دان کا ہے جو پیر گوٹھ میں واقع ہے۔ (۲) سندھ کے نامور و ممتاز محقق مؤرخ صاحب طرز ادیب محترم پیر حسام الدین راشدی مرحوم کا ہے۔ اس کتب خانہ کا کثیر التعداد حصہ اب سندھ یونیورسٹی جامشورو کے ساتھ واقع سندھیالوجی انسٹیٹیوٹ منتقل ہو چکا ہے۔ وہیں دوران مطالعہ شیخ جمشید علی صاحب کا P.H.D کا مقالہ ''برصغیر پاک و ہند میں علماء اہل حدیث کی دینی و علمی خدمات'' موجود تھا اللہ عزوجل توفیق والے کوئی اہلحدیث ناشر اس مقالہ پی ایچ ڈی کی اشاعت کرے تاکہ

☆ خادم العلم والعلماء و ناظم عبد الرحمن اسلامک لائبریری، ملتان۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ اہلحدیث کی تفصیلات منصۂ شہود پر آ سکیں۔ دو عدد کتب خانے پیر آف جھنڈا کے بزرگوں کے ہی ہیں۔

(1)...... کتب خانہ پیر سید ضیاء الدین راشدی رحمہ اللہ کا ہے فکری اعتبار سے عقیدہ سلفیہ دعوت کتاب و سنت سے بعض اخلاف نے انحراف کر کے نئی راہ پر چل نکلے۔ پیر وھب اللہ شاہ نے اپنے اسلاف کی سات پشتوں کی یادگار علمی نشانی ۱۹۹۰ء کے قریب کراچی نیشنل میوزیم کو فروخت کر دیا۔

(2)...... کتب خانہ سید احسان اللہ شاہ راشدی مرحوم المعروف کتب خانہ درگاہ شریف۔ سید احسان اللہ شاہ جھنڈے والے پنجم خود عالم و فاضل۔ ماہر فن اسماء الرجال تو سندھ میں تحریک اہلحدیث کے دور نشاۃ ثانیہ کے اوّلین مبلغ داعی تھے۔ ان کی وفات ۱۹۳۸ء کے بعد یہ علمی ذخیرہ مخدوم سندھ سید محبّ اللہ شاہ رحمہ اللہ کو ورثے میں ملا۔ اُس وقت تعداد کتب ۲۰ تا ۲۲ ہزار تک تھی۔

مخدوم سندھ نے نہ صرف حفاظت خزانہ کتب کی بلکہ نادر و نایاب کتب کے ذریعے اضافہ فرماتے رہے۔ استاد العلماء مولانا شیخ الحدیث محمد رفیق اثری صاحب جلال پور پیر والہ نے بتایا کہ بڑے استاد صاحب شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری رحمہ اللہ کی وفات سے کچھ عرصہ قبل سید محبّ اللہ شاہ راشدی صاحب رحمہ اللہ یہاں تشریف لائے اصل مقصد آمد جلال پور استاذ صاحب سے ملاقات و گفتگو علمی افکار و لائبریری مدرسہ جلال پور کو دیکھنا تھا۔ شیخ اثری صاحب نے بتایا ”میں نے خود پیر محبّ اللہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی لائبریری اُن کی وفات کے بعد دیکھی تھی۔ جو کہ مکتبہ راشدیہ سے تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ ماہنامہ صراط مستقیم کراچی شمارہ مارچ ۱۹۹۵ء میں مخدوم سندھ کا یادگار انٹرویو شائع ہوا۔ اس کے مطابق ۱۹۹۵ء میں تعداد کتب چالیس سے پچاس ہزار کے قریب ہوں گی۔ اس میں مخطوطات بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ مخدوم سندھ کی وفات کے بعد پیر سید محمد قاسم شاہ الراشدی صاحب کو بھی خوب ذوق کتب ہے۔ روز بروز خاندانی ورثہ ”مکتبہ العالیۃ العلمیۃ“ میں اضافہ کتب فرماتے رہتے ہیں۔ اللھم زد فزد. تقبل الله سعیهم الدینیة. مخدوم سید محمد قاسم شاہ صاحب سے درخواست ہے کہ مکتبہ العالیہ میں مخطوطات کی فہرست شائع فرمائیں جو کتب مختلف جگہ سے طبع ہو چکی ہیں، اُن کی بھی نشاندہی ہو جائے۔ مجلّہ بحر العلوم میر پور خاص سندھ نے ۲۰۰۷ء کو شیخ العرب والعجم نمبر علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی کی خدمات پر شائع کیا۔ اب ۲۰۱۱ء میں مخدوم سندھ علامہ سید محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کی خدمات پر دوسرا ضخیم خصوصی نمبر شائع ہو رہا ہے ان شاء اللہ اس عظیم علمی و دینی خدمت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبد الرحمان بن پیر ولایت شاہ

درویش صفت پیکر علم و عمل انسان

غالباً یہ سن ۱۹۸۲ء کے نصف آخر کی بات ہے جب میں استنبول یونیورسٹی کے کلیۃ الاقتصاد میں زیر تعلیم اور یونیورسٹی کے قرب دامن میں واقع ہوسٹل میں رہائش پذیر تھا۔ ایک دن کچھ ضروری کاموں کی وجہ سے میں تقریباً پورا دن ہاسٹل سے باہر رہا۔ سہ پہر کے قریب ہوسٹل میں مقیم ایک عرب ساتھی، جو میری تلاش میں بہت دیر سے سرگرداں تھے، کا پیغام ملا کہ میرے ایک بزرگ عزیز پاکستان سے پہنچے ہیں اور ہاسٹل کی انتظار گاہ میں میرے منتظر ہیں۔ اب یہ میرے حیران و پریشان ہونے کی باری تھی کہ میرے احاطۂ علم میں آنے والے اعزہ میں وہ کون سے بزرگ ہیں جو تشریف لائے ہیں، اس لیے کہ اُن میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا کہ جو ترکی کا سفر کرسکتا۔ ہاسٹل پہنچنے پر اُس بزرگ ہستی کو دیکھ کر میری حیرانی مزید بڑھ گئی۔ استنبول میں اُن کی آمد کے حوالہ سے کبھی کوئی خیال میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آیا تھا۔ میری غیر حاضری میں ترک و عرب طلبہ پاکستانی لباس میں ملبوس اور حنا میں رنگی ہوئی ریش کے حامل بزرگ کی خدمت مصروف تھے۔ معانقہ و مصافحہ اور خیریت دریافت کرنے کے بعد میں نے اُن سے اس غیر متوقع و بلا اطلاع آمد کے حوالہ سے استفسار کیا تو فرمایا: ''کراچی میں جامعہ ابی بکر صدیقؓ کے نام سے ایک یونیورسٹی قائم ہے، اُس میں غیر ملکی طلبہ کی تعلیم کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ بیرونِ ممالک سے طلبہ کو اس ادارہ کے بارے میں آگاہ کرنے اور حصولِ تعلیم کے لیے آمادہ کرنے کے بارے میں افراد کو مختلف ممالک کی جانب بھیجنے کے لیے نامزد کیا گیا۔ میں نے اُن سے کہا کہ چونکہ میرے ایک عزیز ترکی میں موجود ہیں، میں وہاں چلا جاتا ہوں، اُن کے ذریعہ یہ کام آسان ہوجائے گا، تمہارا پتہ منگوالیا، اطلاع کرنے کا کوئی موقع نہیں تھا اس لیے اچانک آگیا۔ ایئرپورٹ پر ٹیکسی والے کو پتہ دکھایا اور وہ مجھے یہاں پہنچا گیا۔'' یہ بزرگ تھے محترم سیّد محب اللہ شاہ راشدی۔''

اُنہیں پہلی مرتبہ اپنی بڑی ہمشیرہ کی شادی کے موقعہ پر نواب شاہ میں دیکھنے کا اتفاق ہوا، میں اُس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت ہائی اسکول کا طالب علم تھا۔ مہمانوں کا استقبال کرتے ہوئے ایک نہایت سادہ و غیر نمایاں فرد مہمانوں کے ساتھ تنہا آتا دکھائی دیا۔ کسی سے پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ دلہا میاں کے تایا ہیں۔ انہوں نے ہی محترم سید بدیع الدین شاہ راشدی کے فرزند اور میرے بہنوئی محمد شاہ راشدی کا نکاح پڑھایا۔ اُن سے یہ میرا پہلا تعارف تھا، ان کی سادگی و درویشی میرے ذہن پر مرتسم ہوگئی۔ ان کے بڑے صاحبزادے سید روح اللہ شاہ کے ساتھ میری دوستی تھی جو مسیں بھیگنے کی عمر ہی میں ایک دن ٹریفک کے حادثہ میں سب کو داغ مفارقت دے گئے۔ غم و اندوہ کے اس موقع پر میں نے ان کی آنکھوں سے آنسو ضرور بہتے دیکھے مگر وہ صبر و رضا کی صورت بنے رہے۔ مجھے یاد ہے تدفین کے بعد جب کھانا کھلایا جارہا تھا تو وہ فرطِ غم سے کھانا نہیں کھا پا رہے تھے۔ ان کے برادرِ خود سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ نے جب کھانا کھانے کے لیے کہا تو جواب دیا کہ کھایا نہیں جا رہا۔

مجھے اس بات کا اعتراف کرنے میں کوئی جھجھک نہیں کہ اُن کی زندگی میں اُن کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے کا کوئی موقع اگر مجھے میسر آیا تو وہ ترکی میں ساتھ گزارے ہوئے چند دن ہی تھے، پاکستان میں دورِ طالب علمی کے مشاغل و مصروفیات کی وجہ سے اُن سے کبھی کبھار مختصر ملاقاتیں ہی ہوتی تھیں۔

استنبول میں قیام کے دوران میں نے اُنہیں جامعہ ابی بکر کے حوالہ سے مختلف افراد سے ملوایا اور تاریخی مقامات کی سیر بھی کرائی۔ ترکی میں دینی تعلیم کے لیے امام خطیب اسکولوں کے علاوہ یونیورسٹی کی سطح پر ایک الٰہیات فیکلٹی قائم ہے، جس کے فارغ التحصیل افراد ہی ترکی کے مذہبی امور کے ادارہ "دَیَانَتْ اِشْلَیْرِ" کے ذریعہ مساجد میں امام اور خطیب مقرر کیے جاتے تھے۔ میں نے اُس فیکلٹی کے ڈین اور دیگر اساتذہ کے ساتھ اُن کی ملاقات طے کروائی اور اُن کی گفتگو کا ترجمہ بھی کرتا رہا۔ انہیں بتایا گیا کہ آپ کا جذبہ قابل قدر ہے مگر ترک طلبہ بیرونِ ملک صرف اُن ہی اداروں میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں جن کی ڈگریاں اپنے ملک کے ساتھ ساتھ دیگر ممالک کے ساتھ دوطرفہ ریاستی سمجھوتوں کے نتیجہ میں تسلیم کی جاتی ہوں۔ اُس وقت تک ترکی اور پاکستان کے درمیان ایسا کوئی سمجھوتہ نہیں ہوا تھا۔ ملاقات کے اختتام پر فیکلٹی کے ڈین اس بات پر افسوس کا اظہار کر رہے تھے کہ وقت کی کمی کی وجہ سے وہ ان کی گفتگو اور معلومات سے زیادہ مستفید و مستفیض نہیں ہو سکے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختلف مقامات کی سیر کے دوران وہ اپنے پاکستانی لباس اور حنا شدہ ریش کی وجہ سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جاتے تھے۔ ہم استنبول کے یورپی حصے سے آبنائے باسفورس کے پار ایشیائی حصے میں جا رہے تھے، بحری جہاز سے اترنے کے بعد اسٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں کھڑے تھے کہ ایک خاتون نے اُن کی تصویر اتارنے کی خواہش ظاہر کی، میں نے بتایا تو انکار کر دیا۔ دورانِ سفر ان کے ہونٹوں کے ہلنے سے اندازہ ہوتا کہ وہ ذکر الٰہی میں مشغول ہیں۔

سید محب اللہ شاہ رحمہ اللہ کا تعلق سندھ کے مشہور و معروف علمی گھرانہ سے ہے جو راشدی خاندان کے نام سے موسوم ہے، جس نے سندھ میں انگریزوں کے خلاف جدوجہد میں حصہ لیا اور علمی میدان میں بھی سبقت حاصل کی۔ دنیائے علم کے ساتھ اس گھرانہ کی وابستگی اتنی زیادہ تھی کہ اس کے پاس بیش بہا کتب اور قلمی نوادرات پر مشتمل برصغیر کا سب سے بڑا کتب خانہ تھا جس سے اُس دور کی نامور علمی و مذہبی شخصیات نے استفادہ کیا۔ مشہور نومسلم عالم دین مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ علمی تحقیق کی غرض سے اس کتب خانہ سے مستفید ہونے کے لیے ایک عرصہ تک یہاں قیام پذیر بھی رہے، جس کا تذکرہ اُن کی کتابوں میں ملتا ہے۔

سیّد محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ ایک صاحب علم و فضل شخصیت، باعمل عالم دین اور درویش صفت انسان تھے، جن کی زندگی میں حیاتِ سلف کی جھلک نظر آتی تھی۔ وضع قطع اس قدر سادہ کہ عام لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوں تو انہیں پہچاننے کے لیے پوچھنے کی ضرورت محسوس ہوتی۔ اگرچہ سیّد محب اللہ شاہ رحمہ اللہ کی سادہ شخصیت کا ظاہری پہلو بادی النظر میں لوگوں کے لیے متاثر کن نہیں تھا، اُن سے گفتگو کرنے کے بعد لوگ ان کے علم و فضل اور اخلاق سے متاثر ہی نہیں بلکہ ان کے گرویدہ ہو جاتے۔ ثقل سماعت کی وجہ سے ان کا شمار مجلسی شخصیات میں نہیں ہوتا تھا، شاید اللہ نے انہیں فضول اور لغو باتوں کے سننے سے محفوظ رکھنے اور غور فکر میں مشغول ہونے کے لیے اس صلاحیت کے استعمال کو ان کے لیے محدود کر دیا ہو، تاہم بعض مواقع پر مجلس کا ماحول اُن کی نکتہ سنجی اور خوش طبعی سے محظوظ ہوتا۔

اُن کی گفتگو علمی گہرائی اور دلائل سے پُر اور گفتار کی نرمی مخالف کے دل کو موہ لیتی تھی۔ عربی کا یہ مقولہ ان پر صادق آتا تھا "الكلام اللين يغلب الحق البين" دیگر مسالک و مکاتب فکر سے وابستہ افراد ان سے گفتگو کرتے ہوئے اجنبیت کے بجائے اپنائیت اور دلچسپی محسوس کرتے تھے۔ علمی بحث میں مخالف کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح دلائل کی تنکیر یا اس کی تکفیر کرنے کے بجائے اعتدال واعتراف کی روش اپناتے۔ وہ مسلکی عصبیت کی عام روش سے بہت بلند تھے، اپنے مسلک کو درست اور دوسروں کو غلط ثابت کرنے کی کوشش ہرگز نہیں کرتے تھے۔ اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ اختیار کرنا اُن کا شیوہ تھا۔ تبحر علمی کے باوجود تکبر علمی سے محفوظ تھے اور اس صفت سے متصف کم ہی علماء پائے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کا شمار ان علماء میں ہوتا تھا جن کے بارے میں حکمت عرب کہتی ہے:

"من العظماء من يشعر المرء في حضرته انه، صغير، ولكن العظيم بحق هو من يشعر الجميع في حضرته بانهم العظما."

"بڑے لوگوں میں سے کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کی موجودگی میں آدمی سمجھتا ہے کہ وہ چھوٹا ہے، لیکن بڑا آدمی تو حقیقت میں وہ ہے جس کے حضور موجود سارے لوگ محسوس کریں وہ سب ہی بڑے ہیں۔"

فی الواقع سیّد محب اللہ شاہ رحمہ اللہ کا شمار اُن لوگوں میں ہوتا تھا جن کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ ایسے انسان قدرت کی جانب سے دوسروں کے لیے ایک نعمت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ میر تقی میر نے شاید ایسے ہی انسانوں کے لیے کہا ہے ؎

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

تبلیغ دین اور اپنے قائم کردہ مدرسۃ الرشاد کے ذریعہ قال اللہ وقال الرسول کی تعلیم کی مساعی میں مشغول رہتے ہوئے سیّد محب اللہ شاہ رحمہ اللہ اپنے رب کو پیارے ہوگئے۔ ان کے تین فرزندانِ رشید سید یاسین شاہ، سید قاسم شاہ اور سید راشد شاہ میں سے سید قاسم شاہ ان کی مسند علمی کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دین کے لیے کی گئی اُن کی مساعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے، اُن کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور درجاتِ عالیہ سے نوازے۔ آمین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی، کراچی ☆

علامہ کبیر سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی سندھی رحمۃ اللہ علیہ

قارۂ ہند کے باب الاسلام ارض سندھ میں مجاہد اسلام محمد بن قاسم ثقفی کی زیر قیادت اسلام انداز میں فاتحانہ داخل ہوا۔ اسی وقت سے یہاں کی فضا قال اللہ وقال الرسول کی صدائے بابرکت سے آشنا ہوئی۔ گومرور ایام زمانہ سے جس طرح عام مقامات اسلامی میں عجمی اثرات کے اختلاط سے صوفیانہ اور مقلدانہ مزاج کو عام رواج ہوا، اس سے فضائے سندھ بھی آلودہ ہوئی، لیکن سندھ کے بعض ارباب علم نے اس موقع پر بھی کتاب وسنت کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ انھیں میں خانوادہ راشدی کے مورث اعلیٰ سیّد محمد راشد شاہ رحمۃ اللہ بھی شامل ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے اخلاص فی العمل اور ذوق للّٰہیت کے نتیجہ میں ان کے اخلاف کو علم وفضیلت کا جامع اور کتاب وسنت کی فہم ومعرفت عطا کی۔ چنانچہ ان کے اخلاف میں متعدد اکابر علم ہوئے جنھیں اپنے زمانے میں عامۃ الناس کی رہبری کا فریضہ ملا۔ یہاں اسی خانوادہ علم وفضل کے ایک رفیع المرتبت رکن استاد عرب وعجم محقق کبیر، سید محبّ اللہ راشدی رحمۃ اللہ کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔ جو ماضی قریب کے بلند پایہ عالم، صاحب نظر محدث، ماہر فن رجال، عالی مرتبت محقق اور علم وعمل کے جامع تھے۔

سیّد محبّ اللہ بن سید احسان بن سید ابوتراب رشد اللہ راشدی حسینی سندھی ۲۹ محرم الحرام ۱۳۴۰/۲، اکتوبر ۱۹۲۱ء کو پیر جھنڈو نیوسعید آباد (سندھ) کے اطراف میں پیدا ہوئے۔ ان کے جد امجد سید ابوتراب رشد اللہ کو اللہ بزرگ و برتر نے اعلیٰ علمی ذوق سے نوازا تھا، انھیں اپنے عصر کے دو جلیل القدر محدثین شیخ الکل سید میاں نذیر حسین محدث بہاری ثم دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) اور محدث یمن شیخ حسین بن محسن یمانی انصاری (م ۱۳۲۷ھ) سے رشتۂ تلمذ حاصل تھا۔ اسی لیے علم حدیث سے خصوصی شغف تھا۔ نادر علمی مخطوطات کو جمع کرنے کے بڑے شائق تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں مصنف ابن ابی شیبہ کا قلمی نسخہ انھیں کے کتب خانے کے نسخے سے منقول ہے۔ (ماہنامہ برہان (دہلی) نومبر ۱۹۴۰ء)

☆ مکتبۃ دار الحسن کے مدیر اور معروف مضمون نگار۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ہاں گوشتہ حفظ نے بھی کیا یاد دلایا!

دل میں ایک درد اٹھا آنکھ میں آنسو بھر آئے

بیٹھے بیٹھے کیا جانے ہمیں کیا یاد آیا

برصغیر پاک و ہند کے محدث شہیر ابو الطیب شمس الحق عظیم آبادی صاحب عون المعبود کا کتب خانہ حدیث و رجال کے نادر مخطوطات کے حوالے سے نہایت قابل قدر کتب خانہ تھا، بلکہ بعض اکابر علم کی تصریح کے مطابق اس حوالے سے ہندوستان بھر میں اوّل نمبر پر تھا۔ حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین کے ایک تلمیذ رشید مولانا زین العابدین آروی بمبئی میں عرصہ تک کتابوں کے تاجر رہے۔ ان کے ذمہ یہ فریضہ تھا کہ وہ نادر علمی مخطوطات کا حصول کر کے محدث ابو الطیب شمس الحق کو مہیا کرتے۔ محدث ابو تراب رشد اللہ نے بھی مولانا زین العابدین آروی سے متعدد مخطوطات حاصل کیے تھے۔ محدث شمس الحق کے کتب خانے کو ۱۹۴۷ء کے فسادات میں ناقابل تلافی نقصان پہنچا اور بعد ازاں اس کا بقیہ حصہ مولانا حکیم محمد ادریس بن شمس الحق ڈیانوی نے مولانا ابو الکلام آزاد کے مشورے پر خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ کو دے دیا۔ جہاں وہ علمی خزینہ آج بھی ڈیانواں کلکشن کے تحت محفوظ ہے۔ جبکہ محدث ابو تراب رشد اللہ شاہ سندھی کا کتب خانہ آج بھی اندرون سندھ اپنی آب و تاب کے ساتھ برقرار ہے اور تشنگان علم کے لیے خاص کشش رکھتا ہے۔

محدث ابو تراب کے بعد ان کے صاحبزادے سید احسان اللہ ان کی مسند علمی کے وارث ہوئے، سید احسان اللہ زہد و تقویٰ میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ اتباع سنت کے ایسے حریص تھے کہ پیر سائیں سنت والے کے لقب سے معروف ہوگئے تھے۔ ان کی وفات پر علامہ سید سلیمان ندوی نے اپنے تاثرات قلمبند کیے تھے۔ جس میں کتابوں سے ان کی والہانہ دلچسپی کا خصوصی ذکر کیا تھا، یہ مضمون ماہنامہ معارف اعظم گڑھ میں اشاعت پذیر ہوا تھا اور بعد ازاں یاد رفتگاں میں بھی شامل اشاعت ہوا۔

سید محب اللہ بہت بڑے علمی خانوادے کے رکن تھے۔ کتاب و سنت کی شیفتگی اور علم و معرفت سے دلچسپی انھیں وراثت میں ملی تھی۔ وہ اپنے والد کی مسند کے جانشین اور اپنے خانوادہ عالی قدر کی پاکیزہ علمی و دینی روایات کے امین تھے۔

سید محب اللہ نے ابتدائی کتابیں اپنے اطراف کے مختلف علماء سے پڑھیں۔ کتب متوسطات و انتہائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیں مولانا قطب الدین ہالیجوی مولانا عبد الوہاب، مولانا حمید الدین، مولانا محمد اکرم سندھی۔ مولانا محمد یوسف، مولانا نور محمد، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا محمد مدنی، مولانا محمد خلیل، مولانا محمد سلیم، مولانا محمود احمد، مولانا بہا الدین، علامہ ابو محمد عبد الحق محدث بہاول پوری ثم مکی، علامہ ابو سعید شرف الدین محدث دہلوی اور علامہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی محشی سنن نسائی رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ ان کے اساتذہ کے بیشتر علماء روایات فقہ حنفی کے عامل تھے، مگر وہ خود از ابتداء تا انتہاء مسلک عمل بر حدیث کے عامل اور داعی رہے۔

ابھی تحصیل علم کا یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو اپنے عالی قدر والد گرامی کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے۔ ہمارے ممدوح کے والد گرامی کی خواہش تھی کہ سید محبّ اللہ دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم کے بھی ماہر ہوں۔ لہٰذا ان کے عالی قدر صاحبزادے نے علوم دینی کی تحصیل سے فراغت کے بعد علوم عصریہ کی تحصیل پر توجہ مبذول کی۔ بی۔ اے کے بعد سندھ یونیورسٹی سے مذہب میں ایم اے کیا، پہلے سال چار پرچے دیے جن میں مذہب کی تاریخ مذاہب کا تقابل، مذہب کی نفسیات اور اسلام شامل تھے۔ فائنل ایئر میں مذہبی اخلاقی مذہبی عمرانیات، فلسفہ مذہب اور اسلام کے پرچے دیے۔ اس زمانے میں تمام پرچے انگریزی میں دیے جاتے تھے لہٰذا ہمارے ممدوح نے بھی یہ تمام پرچے انگریزی میں ہی حل کیے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں انگریزی میں نثر کی قوت بھی حاصل تھی۔

حصول علم سے فراغت کے بعد اپنے والد کی مسند علمی کے جانشین ہوئے کتاب وسنت سے تمسک کا جذبہ اور کتابوں کی محبت وراثت میں ملی وسعت مطالعہ کی وجہ سے انداز فکر و تحقیق میں مجتہدانہ خوبی پیدا ہوگئی تھی۔ حدیث و رجال کی کتابیں گہری دلچسپی سے پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے عمدہ تفسیری ذوق سے نوازا تھا۔ خشک مزاجی سے کوسوں دور تھے۔ شاعری کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ بلکہ اس صنف ادب پر طبع آزمائی بھی کی، ابتداء میں عربی میں شاعری کی۔ بعد ازاں سندھی میں کوشش سخن کرتے رہے۔ مختلف نظمیں مختلف، سندھی رسائل و جرائد میں اشاعت پذیر ہوئیں۔

سندھ کے دیہی علاقوں میں تعلیمی پسماندگی حد درجہ بڑھی ہوئی تھی اور آج بھی ہے۔ ممکن نہیں تھا کہ سید محبّ اللہ راشدی جیسے دل و دماغ کا شخص اس سے صرف نظر کر سکتا۔ لہٰذا موصوف نے اس طرف عنان توجہ مبذول کی۔ اپنے مدرسہ دار الرشاد کے ساتھ اورینٹل کالج کی بنیاد رکھی جس کا سندھ کے تعلیمی حلقوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بڑا مثبت اثر پڑا۔ اس کالج کے پرنسپل موصوف خود تھے یہی وجہ تھی کہ کالج کا تعلیمی ماحول نہایت صاف ستھرا تھا۔ آٹھ برس تک اس کالج نے تعلیمی خدمات انجام دیں تا آنکہ ذوالفقار علی بھٹو کے دورحکومت میں تعلیمی اداروں کو قومی تحویل میں لینے کی پالیسی وضع ہوئی جس پر مجبوراً یہ تعلیمی ادارہ بند کرنا پڑا، کیونکہ یہ بالکل عیاں تھا کہ اس تعلیمی ادارے کے قومیانے کے بعد کالج کا کیا حشر ہوتا۔

سید محب اللہ راشدی کے گوشتہ علم وفکر کے جو نقوش مرحلہ طباعت سے گزرے ہیں ان سے کہیں زیادہ تشنہ طباعت ہیں۔ انھیں ہماری علمی دنیا نے جو مقام دیا ہے، وہ اس سے کہیں زیادہ کے مستحق ہیں ان کی خدمات علمی و دینی اوّل تو صحیح طور پر اجاگر نہ ہوسکیں اور پھر جو نمایاں بھی ہوئیں تو ان کی قدر نہیں کی گئی، آہ افسوس صد افسوس کہ اب ہماری علمی دنیا جس ڈگر پر چل پڑی ہے تو قع نہیں کی جاسکتی کہ ایسے اذہان وقلوب کے حامل افراد آئندہ افق علمی پر نمودار ہوں گے۔

ان کی ذات اپنے حال وقال کے اعتبار سے تعلیمات اسلامی کے سفیر کی حیثیت رکھتی تھی۔ وہ جہاں بھی گئے اسلام کے داعی و مبلغ بن کر گئے۔ انھیں یورپ کے متعدد شہروں میں جانے کا موقع ملا، لندن، برمنگھم، مانچسٹر، جیسے شہروں میں کہ جہاں انسانی مدنیت مادی ترقی میں اپنے نقطہ عروج کو پہنچ چکی ہے۔ بڑے بڑے تبلیغی اجتماعات سے خطاب کرنے کا موقع ملا، جہاں اس مبلغ اسلام نے اسلام کو نہایت سہل اور مثبت انداز میں پیش کیا اور صحیح اسلامی عقائد وتعلیمات کو اجاگر کرنے کی سعی کی۔

ان کی وسعت نظری وفراخ قلبی نے صرف اپنے طبقہ فکر ہی پر فیضان محبت وشفقت کو نچھاور نہیں کیا بلکہ دیگر مکاتیب فکر کے ارباب علم کو بھی اپنے فیض علمی کا ممنون احسان کیا ان کی ذات سراپا منبع برکات و حسنات تھی ہر شخص اپنے اپنے استعداد کے مطابق اس چشمہ فیض سے استفادہ کرتا تھا۔

سیّد محبّ اللہ راشدی رحمہ اللہ نے ۲۹ محرم ۱۳۴۰ھ ۲ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو اپنے سفر حیات کا آغاز کیا تھا سنگ و تاز حیات کے مختلف ادوار اور لیل ونہار کی برسہا برس کی گردشوں کے بعد بالآخر ۲۱ جنوری ۱۹۹۵ء ۱۴۱۵ھ کو پیام اجل کو لبیک کہہ کر اپنی شمع حیات گل کر گئے۔ لیکن اپنے پیچھے اپنی پاکیزہ سیرت کے وہ نقوش چھوڑ گئے جو ظلمت وتاریکی میں بھی روشنی کی کرن بن کر راہنمائی کرتے رہیں گے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وانك انت ارحم الراحمین۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب سید عامر نجیب صاحب (سابق مدیر ماہنامہ صراط مستقیم کراچی)

علامہ محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ
جن کے علم اور صلاحیتوں سے جماعت کماحقہ فائدہ نہ اٹھا سکی

ماہنامہ صراط مستقیم کی پہلی جلد (جولائی ۹۴ تا جون ۹۵) میں جماعت اہل حدیث کے نامور علماء کرام کے انٹرویوز کا سلسلہ جاری تھا اس سلسلے کا آغاز ہم نے علامہ بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے انٹرویو سے کیا تھا ان کے بعد حافظ یحییٰ عزیز میر محمدیؒ، حافظ عبدالقادر روپڑیؒ، مولانا محمد حسین شیخوپوریؒ ایسے جید علماء کرام کے انٹرویوز ہو چکے تھے اب ہمارے ہر پروگرام میں دیگر علماء کرام کے علاوہ علامہ محبّ اللہ شاہ راشدی کا انٹرویو شامل تھا۔ مرحوم کے بارے میں دستیاب معلومات نہایت محدود تھیں پھر ہمیں آپ کی بزرگی کا بھی اندازہ تھا۔ مرحوم کی شخصیت کے حوالے سے ایک معلومات سے بھرپور انٹرویو کے سلسلے میں یہ وہ رکاوٹیں تھیں جنھوں نے اس انٹرویو کو ایک چیلنج بنا دیا تھا۔

بہرحال دسمبر ۱۹۹۴ء میں ہم علامہ محبّ اللہ شاہ راشدیؒ کے انٹرویو کے لیے کراچی سے براستہ حیدر آباد پیر جھنڈو کی طرف عازم سفر ہوئے حیدر آباد تک میں تنہا تھا حیدر آباد سے اس وقت کے اہلحدیث جانباز فورس حیدر آباد کے انچارج محترم امیر عبداللہ فاروقی صاحب کی معیت حاصل ہوگئی ہم ان کی کار میں نیو سعید آباد سے کچھ آگے پیر جھنڈو گاؤں کے سامنے پہنچے پھر کیلوں کے درختوں کے درمیان سے ہوتے ہوئے اپنی منزل مقصود تک جا پہنچے۔ پیر جھنڈو سندھ میں تاریخ اہلحدیث کا ایک بڑا حوالہ جہاں سے عمل بالحدیث کی تحریک کی آبیاری کی گئی۔ اب ہم اس تاریخی گاؤں کے درمیان موجود تھے۔ ہمارے بائیں طرف مسجد تھی جو اپنی سادگی اور خستہ حالی کا بیان کر رہی تھی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد ہماری ملاقات مرحوم کے صاحبزادے سید راشد شاہ سے ہوئی جنھوں نے مسجد کے بالکل سامنے واقع اپنی خاندانی لائبریری سے متصل کمرے میں بٹھایا کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ہمیں علامہ محبّ اللہ شاہ صاحب کی زیارت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا شرف حاصل ہوا۔ بزرگی اور ضعف میں ہم نے مرحوم کو ویسا ہی پایا جیسا کہ تصور کیا تھا۔

جسمانی ضعف اور کمزوری کے باوجود ایک طاقتور مسکراہٹ آپ کے چہرے پر موجود تھی یہی ہم سے آپ کی شخصیت سے متاثر اور مرعوب ہونا شروع ہوئے۔ آپ کے ملنے کے انداز میں عالمانہ سردمہری کا دور دور تک شائبہ نہیں تھا۔ جو ہمارے دور کے اکثر علماء کی نمایاں صفت ہے بلکہ آپ کے ملنے کے انداز میں جو گرمجوشی اور والہانہ پن تھا۔ اس ابتدائی ملاقات میں آپ کی شخصیت کا جو تاثر ہمارے ذہن میں پیدا ہوا وہ ایک خوش اخلاق، شفیق، متواضع اور منکسر المزاج بزرگ کا تھا اپنے اس تاثر کا اظہار میں نے مرحوم کے انٹرویو کی اشاعت کے ساتھ بھی کیا تھا۔ مجھے اپنے اس تاثر پر اعتبار کرنے کے لیے طاقتور شہادت بھی میسر آ گئی۔ مرحوم کے ایک بزرگ ملازم جو آپ کی خدمت پر طویل عرصے معمور رہے جن کا نام حاجی سو بو تھا ان سے میں نے مرحوم کی شخصیت کے بارے میں غیر رسمی باتوں میں تاثرات لیے تو انھوں نے آپ کے بارے میں غیر معمولی مثبت تاثرات دیے مرحوم کے ساتھ ان کی والہانہ محبت کا اندازہ مجھے اس بات سے ہوا کہ وہ دوران گفتگو شدت جذبات سے رو دیئے۔ میرے خیال میں کسی کے اخلاق کے بارے میں رشتے داروں اور اولاد سے زیادہ معتبر گواہی ماتحت لوگوں کی ہوتی ہے اور شاید یہ اخلاق کا بلند ترین مرتبہ ہے جب ایک ملازم اپنے آقا کے بارے میں حسن سلوک کی گواہی دے۔

ملنے کے انداز میں آپ کی گرمجوشی اور والہانہ پن کو دیکھ کر مجھے اس سوال کا جواب بھی مل گیا کہ جماعت نے آپ جیسی علمی شخصیت کی ناقدری کیوں کی؟ اصل بات یہ ہے کہ زوال یافتہ جماعتوں میں اعلیٰ انسانی اقدار کا خاتمہ ہو چکا ہوتا ہے۔ وہاں توجہ اور اہمیت کسی کے علم۔ صلاحیت۔ تقویٰ و پرہیزگاری اور اخلاص کی وجہ سے نہیں ملتی بلکہ تعلقات، معیار زندگی اور منافقانہ رکھ رکھاؤ کے سبب ملتی ہے۔ جو جتنے اعلیٰ اخلاق کا مالک ہوا اسے اتنا ہی بیوقوف اور بدھو سمجھا جاتا ہے قدر ان لوگوں کی جاتی ہے جو اپنے طرز عمل تکلفات اور چرب زبانی سے اپنے کو آپ سے بڑا ثابت کر دیں۔ آج بھی ہماری جماعت میں حالت یہی ہے بڑے نام بڑے کاموں کی وجہ سے نہیں ہیں۔ وجوہات بہت مختلف ہیں۔

شاہ صاحب مرحوم ہمیں اپنی لائبریری میں لے گئے اب ہم اس تاریخی لائبریری میں موجود تھے جس کی ترقی اور تحفظ کے لیے راشدی خاندان کی کئی نسلوں نے محنتیں کی تھیں اور جس سے اہل علم، استفادہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے رہے، اس وقت اس لائبریری میں چالیس سے پچاس ہزار کے درمیان کتابیں موجود تھیں جن میں بعض کتابوں کے نادر نسخے بھی شامل تھے۔ اس لائبریری کے تحفظ کے لیے راشدی خاندان کی سنجیدگی کا یہ حال تھا کہ خود محب اللہ شاہ صاحب نے اپنی کیفیت بتائی کہ اگر کوئی کتاب گم ہوجائے یا چوری ہوجائے تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میرا کوئی عزیز فوت ہوگیا ہے۔ کتابوں کے ساتھ ساتھ لائبریری کی الماریاں بھی کافی بوسیدہ تھیں۔

حسب توقع آپ کے حواس پر ضعیف العمری کے اثرات تھے بالخصوص قوت سماعت خاصی کمزور ہوچکی تھی اس لیے ہمیں انٹرویو میں اچھی خاصی دقت پیش آئی البتہ آپ کے صاحبزادوں کے تعاون سے ہم ایک اچھا انٹرویو کرنے میں کامیاب ہوئے۔ آپ کے جوابات اگرچہ مختصر ہوتے تھے تاہم ان میں اختصار کے باوجود جواب موجود ہوتا تھا جو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کے فہم وبصیرت میں ضعف نہیں تھا۔ ریکارڈ کی درستگی کے لیے میں یہ وضاحت کردوں کہ مارچ ۱۹۹۵ء کے ماہنامہ صراط مستقیم کراچی میں شائع ہونے والے انٹرویو کے سلسلے میں مرحوم کی اپنے حالات اور خیالات پر مبنی ایک غیر مطبوعہ تحریر سے بھی مدد لی گئی تھی کیونکہ انٹرویوز کے سلسلے کا اصل مقصد اکابر علماء اہلحدیث کے حالات زندگی اور خیالات سے عوام الناس کو آگاہ کرنا تھا اسی لیے مرحوم کی ان تحریروں سے مدد لے کر اس اعتبار سے انٹرویو کو زیادہ سے زیادہ مفید بنایا گیا۔

محب اللہ شاہ صاحب راشدی رحمہ اللہ کی شخصیت کو ان کے حالات زندگی کے تناظر میں دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انتہائی سادہ علمی شخصیت تھے۔ مطالعہ آپ کے معلومات زندگی میں اس طرح شامل تھا جس طرح غذا کا استعمال آپ کے بقول میں بیماری سے خوفزدہ رہتا ہوں کیونکہ بیماری میں مطالعہ کرنا مشکل ہوتا ہے مطالعے میں آپ کا رجحان زیادہ تر حدیث اور فن رجال کی کتابوں کی طرف تھا یہ ذوق بھی غالباً موروثی تھا کیونکہ آپ کے والد محترم سید احسان شاہ راشدی کے بارے میں مولانا امرتسری نے کہا تھا کہ آج اگر کوئی فن رجال کا امام ہے تو وہ احسان اللہ راشدیؒ ہیں۔

زندگی کے حالات بتاتے ہیں کہ آپ ایک عبادت گزار اور متقی انسان تھے قرآن پاک کی غیر معمولی تلاوت بلا ناغہ تہجد کی ادائیگی اور اس میں طویل تلاوت قرآن یہاں تک کہ زندگی میں ایسا بھی ہوا کہ اللہ کے نبی ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کے لیے تہجد کی ایک رکعت میں سورہ البقرہ، سورہ آل عمران اور سورہ نساء بھی پڑھیں۔ عربی اردو اور سندھی زبان میں مرحوم کی تصانیف (۵۷) کے لگ بھگ ہے ان میں چند ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سوا ساری غیر مطبوعہ ہیں۔ تصنیف و تالیف کے میدان میں آپ کا نمایاں کام عربی میں صحیح البخاری کا حاشیہ ہے مجھے نہیں معلوم کہ وہ زیور طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے یا نہیں، (ابھی تک غیر مطبوعہ ہے) اسے جماعت کی بدقسمتی قرار دیجیے یا مرحوم کی حد سے بڑھی ہوئی سادگی قرار دیجیے کہ جماعت میں آپ کی علمی و تحقیقی صلاحیتوں سے کما حقہ استفادہ نہیں کیا جاسکا جس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ آپ کی وفات کے بعد بھی اپنی تحریری کاوشوں کو اشاعت کے قابل بھی نہ جانا گیا۔ البتہ برادرم حافظ محمد نعیم صاحب نے اس طرف کچھ توجہ دی ہے لیکن اپنے محدود مسائل کی وجہ سے وہ صرف مختصر کتابچوں کو ہی چھپوا سکے ہیں۔

آپ کا مطالعہ بے انتہا تھا آپ کا حافظہ اتنا غیر معمولی تھا کہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے نصابی کتب کی عبارات بھی حفظ ہو جایا کرتی تھیں۔ زندہ جماعتیں ایسے غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک افراد سے بھرپور استفادہ کرتی ہیں انھیں مراعات فراہم کر کے فکر روزگار سے آزاد کر کے موقع دیتی ہیں کہ وہ اپنے شعبے میں اپنی صلاحیتوں کو پوری طرح استعمال کریں میرا خیال ہے کہ اپنے کثیر علم اور بے پناہ زہد و تقویٰ اور اخلاص کے باوجود شاہ صاحب رحمہ اللہ میں یہ خاصیت نہیں تھی کہ از خود اپنے آپ کو منواتے اور اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے جماعت کو کما حقہ مستفید فرماتے۔ یہ کام جماعت کے کرنے کا تھا لیکن جماعت نے اپنے انتشار، بدنظمی اور نااہلی کی وجہ سے شاہ صاحب کو ضائع کر دیا۔

توحید و سنت کی دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں آپ کی خدمات آپ کے علمی مقام و مرتبے کے شایان شان تھیں یا نہیں افسوس میں اپنی دلی چاہت کے باوجود اس سوال کا مثبت جواب دینے سے قاصر ہوں۔ اللہ کرے میں غلطی پر ہوں اور شاہ صاحب رحمہ اللہ کی زندگی کے وہ دعوتی کارنامے میرے علم میں نہ ہوں جو دراصل انجام پا چکے تھے۔ کاش ایسا ہو لیکن فی الوقت میں اپنی دستیاب معلومات کو سامنے رکھ کر ایسے کسی دعوے کی تصدیق نہیں کر سکتا اور میرے نزدیک اس کی یہ وجہ ہرگز نہیں کہ آپ کے علم و اخلاص میں کوئی کمی تھی بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ ایک انتہائی سادہ، بے لوث اور گوشہ نشین طبیعت کے درویش صفت انسان تھے ایک زندہ اور طاقتور جماعت ہی آپ کی طبیعت کے خلاف آپ کو رہنمائی کا منصب دے کر آپ سے استفادہ کر سکتی تھی۔ آپ کے چھوٹے بھائی علامہ بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے دعوتی اور علمی کارناموں کی وجہ سے جماعت پر بالخصوص سندھ میں ان کے اثرات بھی بہت زیادہ ہیں۔ بدیع الدین شاہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب کی اس برتری میں دیگر وجوہات کے علاوہ ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ تنہا نہیں تھے وہ جماعت کی پشت پر تھے اور جماعت ان کی پشت پر تھی اسی لیے وہ دعوت وتبلیغ کا شاندار ریکارڈ چھوڑ کر گئے۔

اپنے دائرہ کار میں فروغ حق کے لیے علامہ محب اللہ شاہ صاحب راشدی نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا انفرادی یا اجتماعی سطح پر آپ کو جہاں کہیں موقع ملا، آپ نے حق کو واضح کیا جن لوگوں نے سوالات کے ذریعے حق کی وضاحت چاہی آپ نے کبھی انھیں مایوس نہیں کیا اسی لیے آپ کی ایسی تحریروں کے مسودہ اب بھی موجود ہیں جو کسی سائل کو جواباً لکھی گئی تھیں اور انھی میں سے ایک تحریر حال ہی میں ادارہ تحقیقات سلفیہ کراچی نے مختصر کتابچے کی صورت میں شائع کی ہے جس کا عنوان ہے سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں۔

آپ کے مزاج کی طرح آپ کی تحریر میں بھی بلا کی سادگی ہے ثقیل الفاظ اور مشکل ترکیبوں سے گریز نظر آتا ہے یہاں تک کہ اگر کوئی مشکل الفاظ شامل کیا بھی ہے تو ساتھ ہی اس کی وضاحت بھی کرتے نظر آتے ہیں طرز استدلال بھی اس قدر سادہ ہے کہ ایک عام آدمی بھی بآسانی آپ کا موقف سمجھ لیتا ہے مخالفین کے موقف کی تردید کے لیے تحریر میں نہایت مہذبانہ انداز اختیار کرتے ہیں جو بازاری جملوں طعن و طنز اور استہزاء سے پاک ہوتا ہے آپ کی جو تحریریں میں نے پڑھیں ہیں ان میں دوسروں کی اصلاح کا جذبہ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دلائل کے انبار لگا کر مخالفین کو لاجواب اور زیر کرنا آپ کا مطمع نظر نہیں ہوتا تھا بلکہ اصل میں ان کی اصلاح مقصود ہوتی تھی۔

علامہ محب اللہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت بیسویں صدی میں سندھ کی اہلحدیث تاریخ کا اہم حوالہ ہیں اور آپ کے خاندان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں حیدرآباد، سکھر، بدین ایسے شہر ہوں یا تھر کا صحرائی علاقہ سندھ کا چپہ چپہ توحید وسنت کی تبلیغ کے لیے راشدی خاندان کی محنتوں کا گواہ ہے۔ جہالت، شرک و بدعات اور گمراہی کے ماحول میں اس خاندان نے بڑی استقامت کے ساتھ علم و ہدایت اور توحید وسنت کا پرچم تھامے رکھا ہے لیکن کیا راشدی خاندان کی نئی نسل اپنے اسلاف کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اس پرچم کو سربلند رکھ سکیں گے اور کیا وہ علمی اعتبار سے بھی اسلاف کے حقیقی وارث بن سکیں گے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جواب راشدی خاندان کی نئی نسل نے اپنے عمل کے ذریعے دینے ہیں۔ راشدی خاندان کے سپوتو! خدارا ہمیں مایوس مت کرنا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ محبّ شاہ راشدی رحمہ اللہ سے ہماری یہ پہلی ملاقات آخری ملاقات بھی ثابت ہوئی انٹرویو کیے ہوئے بمشکل ایک مہینہ گزرا تھا کہ آپ وفات پاگئے مجھے آپ کے جنازے اور تدفین میں شرکت کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

عبد الرحمان اسلامک لائبریری

راقم محمد یاسین شاہ فاضل جامعہ محمدیہ اوکاڑہ وفاق المدارس السلفیہ پاکستان نے والدمحترم عبد الرحمان متوفی ۸ ستمبر ۱۹۹۶ء کے نام سے منسوب یہ لائبریری یکم جنوری ۱۹۹۷ء کو باقیات الصالحات کے لیے اس کا اجراء پیپلز کالونی خواجہ فرید ہسپتال کے مقام پر کیا تھا۔ اب یہ جامع مسجد السلام گلشن فیض ہیڈ نو بہار قاسم پور ملتان کی تعمیر کا مرحلہ اوّل مکمل ہونے کے بعد وہیں منتقل ہو چکی ہے۔ مزید تعمیراتی کام مسجد کی دوسری منزل برائے جمعہ خواتین نیز امام کی رہائش کے حصہ کا ضروری رہتا ہے مسبب الاسباب اپنے فضل وکرم سے تکمیل کرائے گا ان شاء اللہ۔ وبید اللہ التوفیق۔ اس لائبریری میں قرآن مجید و علوم القرآن سے متعلق متعدد تفاسیر کے ساتھ کتب احادیث و علوم الحدیث، سیرۃ رسول ﷺ، سفر نامے، آپ بیتی، مکتوبات، سوانح، شخصیات، فتاویٰ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ مکمل و دیگر علماء اہلحدیث کے فتاوے بھی موجود ہیں متعدد دینی علمی ادبی سیاسی رسائل و جرائد ۱۹۹۷ء سے مکمل ریکارڈ کے ساتھ موجود ہیں۔ بعض شمارے ۱۹۴۷ء سے قبل ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر، صحیفہ اہلحدیث دہلی بھی موجود ہے۔

درج ذیل مشاہیر اہل علم و علماء اہلحدیث بھی تشریف لا چکے ہیں: امام حافظ عبد الرحمٰن سلفی، پروفیسر محمد سلفی، حافظ محمد ادریس مدنی، مورخ اہلحدیث محمد اسحاق بھٹی، مفتی محمد ادریس سلفی، حافظ عبد السلام سلفی، مولانا ادریس ہاشمی، محمد رمضان یوسف سلفی، مولانا عبد الخالق آفریدی، قاری مبشر احمد ربانی، ڈاکٹر محمد یونس میر محمدی، پروفیسر طیب شاہین لودھیؒ، مولانا عبد الرشید ہزاروی، مولانا ارشاد الحق اثری، حافظ المنعم فاروقی، حافظ حسن محمود کمیر پوری، ڈاکٹر عبد الغفور راشد، سیّد نصرت اللہ شاہ راشدی، پروفیسر عبد الخالق سہرانی بلوچ، پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی، محمد یوسف نعیم، ڈاکٹر تاج الدین ازہری، حمید اللہ عزیز، مولانا محمد یونس سالک، شیخ ابو اسامہ عبد الرب دار الحدیث الخیر مکہ مکرمہ، پروفیسر ساجد اسد اللہ۔

اہل علم و ناشرین: کتب و جرائد کے ذریعے تعاون کریں

محمد یاسین شاہ ولد عبد الرحمٰن۔ موبائل 0301-7578681، بینک اکاؤنٹ نمبر: 228، بینک آف پنجاب ممتاز آباد ملتان

پتہ: عبد الرحمن اسلامك لائبريری

گلشن فیض ہیڈ نو بہار (ممتاز آباد) ملتان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریر: عبدالعظیم حسن زئی صاحب ☆

سید محب اللہ شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ

ایک عہد جو بیت گیا

کسی اہم شخصیت سے متعلق کچھ لکھنے کا مطلب ہے ایک دور کی تاریخ لکھنا اس لیے تاریخ گردش ماہ و سال کا نام نہیں نہ ہی یہ لیل و نہار کے طلب حیثیت کا نام ہے، بلکہ جب کوئی عہد ساز شخصیت وقت کی لگا میں تھام کر لمحات کو اپنی دسترس میں کرلے اور زمانہ کی پیشانی پر اپنے کردار و عمل سے کارناموں کی داستان رقم کرلے تو اسے تاریخ کہا جاتا ہے۔ دور حاضر میں محفوظ تاریخیں دو ہیں اور دونوں کا شخصیات سے ہی آغاز ہے، ایک ولادت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دوسری ہجرت مصطفیٰ ﷺ کی یادگار ہے۔

قرآن نے تاریخ کو اہمیت بھی دی ہے اور اسے سب سے پہلے بطور فلسفہ پیش کیا ہے اور قرآن نے جب کسی دور کا تذکرہ کرنا چاہا ہے تو اس کے اہم واقعات کا ذکر کیا ہے اور واقعات بیان کرنے کے لیے ان سے متعلق جو شخصیت تھی اس سے آغاز کیا ہے، مثلاً اگر حق کی تبلیغ کے لیے عزم، حوصلے اور ثابت قدمی کا نمونہ انسانی تاریخ میں دکھانا تھا حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی کو سامنے لایا ہے اور ان کی جدوجہد کی تفصیل بیان کی ہے۔

اگر ظالم جابر کے سامنے تن تنہا کلمہ حق کہنے اور اس پر ڈٹ جانے بلکہ اس کے لیے ہر قسم کی قربانی کی مثال دکھانی تھی تو فرمایا: ﴿واذکر فی الکتاب ابراھیم﴾ اور پھر ان کے کارہائے نمایاں کو تاریخ کا حصہ بنادیا۔

اس طرح موسیٰ، ام موسیٰ، عیسیٰ بن مریم اور لقمان، ذوالقرنین، یوسف علیہم السلام وغیرہم کے اہم واقعات کا ذکر پھر ان کے علاوہ ایک اشرار کا طبقہ بھی قرآن میں مذکور ہے۔ فرعون، ہامان، قارون۔

قرآن کے بعد انسان کے مرتب کردہ تاریخ میں بھی شخصیات کو ہی مدنظر رکھا گیا ہے جیسے ارسطو،

☆ مدرس جامعہ ستاریہ کراچی و معاون مدیر پندرہ روزہ صحیفہ اہلحدیث کراچی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افلاطون، مارکس، لینن، چرچل اس طرح اسلامی تاریخ محمد بن قاسم، طارق بن زیاد، نواب سراج الدولہ، سلطان ٹیپو، حیدر علی، صلاح الدین ایوبی جیسی شخصیات سے مزین ہے۔ بلکہ تاریخ اشخاص کے گرد ہی گھومتے واقعات کا دوسرا نام ہے اس لیے کہ کسی بھی اہم شخص کے کردار و عمل کے اثرات اس دور کے دیگر انسانوں کی زندگی پر ضرور مرتب ہوتے ہیں، اور ان اہم اشخاص کی زندگی کسی عہد کی تشکیل کس سبب بنتی ہے۔ اگر کسی دور کو فرعون، ہامان و قارون جیسے اشرار میسر ہوں گے تو اس دور کے تشکیل شدہ معاشرہ کی قسمت دریا میں غرقابی ہے۔

اور جس زمانہ میں ﴿محمد رسول الله والذين معه﴾ کا نافذ کردہ نظام موجود ہوگا وہ نہ کسی روم و فارس سے شکست کھائے گا نہ امریکہ و برطانیہ سے مغلوب ہوگا اس لیے کہ اللہ کا قانون ہے ﴿واما ما ينفع الناس فيمكث في الارض﴾ کہ زمین میں دوام و ثبات صرف نوع انسانی کو نفع دینے والی چیز کو حاصل ہے۔ الغرض ہر کسی بھی دور کی تاریخ لکھنی ہو تو اس کا آغاز کسی شخص سے کرنا ہوتا ہے اور جب کسی اہم شخصیت پر گفتگو کرنا مقصود ہو تاریخ ہی لکھنی ہوتی ہے، گویا دونوں لازم و ملزوم ہیں محمد رسول اللہ ﷺ سے جس دور کا آغاز ہوا ہے یعنی اسلامی دور کا تو دنیا کی تاریخ نے نئی کروٹ لی ہے انسانی طرز زندگی عروج کی طرف گامزن ہوئی ہے اسلام نے ترقی کے منازل طے کرنے شروع کیے ہیں اور کر رہا ہے اور یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ اسلام کو ہر دور میں قربانی، جذبے، جدوجہد سے متصف افراد ملتے رہے ہیں جن کی شبانہ روز محنت، ان کی لگن، دین سے محبت انسانوں سے خلوص دین کی ترقی کا اسباب ہیں۔ ایسی ہی ہستیوں میں سے ایک سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی مرحوم ہیں۔ جن کی زندگی پر کچھ لکھنے کے لیے جب برادرم حافظ محمد نعیم نے مجھ سے رابطہ کیا تو میں نے اوّل تو حامی بھر لی مگر پھر خیال آیا کہ جس شخصیت پر صلاح الدین یوسف اور محترم اسحاق بھٹی جیسے نامور اہل قلم لکھ چکے ہوں اس پر ہم جیسوں کو خامہ فرسائی زیب نہیں دیتی مگر وعدہ کا پاس بھی رکھنا تھا باوجود علمی بے بضاعتی اور قلمی استعداد کی قلت کے صرف یہ سوچ کر کہ انگلی کٹوا کر شہیدوں میں نام لکھوالیں۔ بڑی عجلت میں کچھ بے ربط جملوں شکستہ لفظوں میں ایک عام تحریر کو خراج تحسین پیش کرنے کی ادنی سی سعی کی ہے اگر قارئین میں درجہ قبولیت حاصل کرلے تو یہ اللہ کا احسان ہے ورنہ بندہ اپنے قصور کا معترف ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قارئین محترم کسی بھی شخصیت کو پرکھنے کے لیے عام طور پر تین پیمانے ہوتے ہیں۔ (۱) خاندانی نجابت (۲) ذاتی صلاحیت (۳) عملی زندگی میں کردار وعمل جب ہم محبّ اللہ شاہ صاحب کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو مذکورہ بالا تینوں پیمانوں پر مکمل طور پر اترتا ہوا دیکھتے ہیں، مثلاً خاندانی نجابت وشرافت کو لیجیے تو آپ کا خاندان ہر لحاظ سے قابل احترام ہے، دین کی محبت سے سرشار کہ دین کی خاطر وطن سے ہجرت تک کر ڈالی اور کاظمین سے چل کر سندھ کے علاقہ ضلع دادو میں لکی شاہ میں سکونت اختیار کر لی۔ سید صاحب نے تفصیل بتاتے ہوئے ماہنامہ صراط مستقیم (عامر نجیب) کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا کہ میں ۲۹ محرم ۱۳۴۰ھ۔ ۱۹۲۱ء بروز اتوار پیدا ہوا۔ ہمارے راشدی خاندان کے مورث اعلیٰ سید محمد راشد شاہ تھے آگے چل کر ہمارا سلسلہ نسب حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما تک جا پہنچتا ہے۔ کاروان سلف میں اسحاق بھٹی صاحب نے سلسلہ نسب مختصراً اس طرح ذکر کیا ہے محبّ اللہ شاہ بن احسان اللہ شاہ بن راشد اللہ شاہ بن رشید الدین شاہ بن محمد یاسین شاہ بن محمد راشد شاہ بن محمد بقا شاہ۔ آگے چل کر یہ سلسلہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما تک منتہی ہوتا ہے جس کا شجرہ ان کے گھر میں محفوظ ہے اس شجرہ نسب کی رو سے اس خانوادہ عالی کو حسینی کہا جائے گا۔ اس دودمان سادات کے مورث اعلیٰ سید محمد راشد شاہ تھے انہی کے نام سے انھیں (راشدی) کہا جاتا ہے۔ سید محمد راشد شاہ کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کا نام محمد یاسین شاہ تھا اور ایک سید صبغت اللہ شاہ۔ منقول ہے کہ سید محمد راشد شاہ کے پاس ایک جھنڈا تھا جس کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ وہ جھنڈا انھیں افغانستان کے بادشاہ نے ان کی نیکی اور صالحیت کی بنا پر دیا تھا۔ یہ جھنڈا انھوں نے اپنے بیٹے سیّد محمد یاسین شاہ کو عنایت فرمایا، جس کی وجہ سے وہ جھنڈے والے پیر یا پیر آف جھنڈا کہلائے۔ یہ جھنڈا اب بھی موجود ہے جو ان کی اولاد میں سے اس خوش بخت کے حصے میں آتا ہے جو یکے بعد دیگرے ان کا جانشین بنتا ہے۔ سیّد محمد راشد شاہ کے دوسرے بیٹے سیّد صبغت اللہ شاہ کے حصے میں دستار (یعنی پگڑی) آئی۔ ان کی اولاد پیر پگاڑا کہلائے۔ اس دستار یا پگڑی کے وارث آج کل سید مردان شاہ ہیں جو حروں کے پیر ہیں اور سال میں ایک مرتبہ مریدوں کو زیارت کراتے ہیں اور اس موقع پر حروں کی طرف سے انھیں بڑے بڑے نذرانے پیش کیے جاتے ہیں اخبارات میں انھیں پیر پگاڑا کہا جاتا ہے (ایک کروڑ پتی آدمی مفلوک الحال لوگوں سے نذرانے وصول کرتا ہے اور انھیں صرف سال میں ایک مرتبہ دیدار کراتا ہے۔ یہ شرک کی نحوست ہے اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے اللہ تعالیٰ نے شرک کو ظلم عظیم کہا ہے۔ (حسن زئی)

جھنڈے والے پیر کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ صوبہ سندھ میں سادات کا یہ پہلا خاندان ہے جس نے مسلک اہلحدیث اختیار کیا اور براہ راست کتاب و سنت کو مسائل شرعیہ کا منبع و مصدر قرار دیا۔ (کاروان سلف ص ۳۸۱) حافظ صلاح الدین نے سید محب اللہ شاہ راشدی کے خاندان پر تبصرہ کیا ہے صبغت اللہ شاہ کے حصے میں پگڑی آئی اور وہ ان کی اولاد پیر پگاڑو یا پگارا کہلائی اس دستار کے وارث آج کل پیر پگارا (سید مروان شاہ) ہیں جو حروں کے پیشوا ہیں اور اپنے مریدین کو سال میں ایک مرتبہ زیارت کرواتے ہیں یہ شاخ اس خانقاہی نظام سے وابستہ ہے جس میں شرک و بدعت عام ہے اور زندہ و مردہ پیروں کی پرستش ان کا شیوہ ہے جبکہ جھنڈے والی شاخ کو اللہ نے دینی علوم کا وارث بنایا دین کی صحیح سمجھ انھیں عطا فرمائی توحید و سنت کی دعوت و تبلیغ کی توفیق دی جس سے ہزاروں گم گشتگان بادیہ ضلالت کو راہ ہدایت نصیب ہوئی اور وہ شرک و بدعت کی دلدل سے نکل کر توحید و سنت کی صراط مستقیم پر گامزن ہوئے۔

(ہفت روزہ الاعتصام ۱۴ اپریل ۱۹۹۵ء)

یہ تھا مختصر خاندانی پس منظر جس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سیّد محبّ اللہ شاہ صاحب کا صرف سلسلہ نسب ہی حسین بن علی سے نہیں ملتا۔ بلکہ اپنے عمل سے بھی اس خاندان نے خود کو حسین کا جانشین ثابت کیا ہے دین کے لیے ہجرت شرک و بدعت کے خارزار میں توحید و سنت کا گلستان آباد کرنا صحیح حسینی جذبے سے ہی ممکن ہے مسلسل محنت لگن اور جدوجہد سے خاندان راشدیہ نے اس حسینی سخن کو تکمیل تک پہنچایا جہاں دیگر سید یا خود ساختہ سید حسین کے نام پر صرف نذرانے وصول کرتے ہیں حسین کے نام کو یہ مال و دولت جمع کرنے کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں راشدیہ خاندان نے ان تمام رسوم کو یکسر ترک کر کے صرف حسین و علی کا کردار اپنایا ہے اور آج تک اس پر قائم ہے۔ بلکہ دیگر لوگوں کے لیے بھی مینارہ نور کا کام دے رہا ہے۔

ذاتی صلاحیت و قابلیت

کسی بھی انسان میں قابلیت و صلاحیت کا دارومدار تعلیم پر ہے تعلیم میں بھی ایک عصری تعلیم ہے جس سے انسان کی صلاحیتوں میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور دوسری تعلیم قرآن و حدیث کی ہے جس سے انسان میں صالحیت پیدا ہوتی ہے اور انسانی کردار بلندیوں کی طرف پرواز کرتا ہے۔ جس شخص میں بیک وقت دونوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح کی تعلیم یکجا ہوجائے تو وہ صالحیت اور صلاحیت کا بہترین نمونہ ہوتا ہے جس طرح کہ سید محب اللہ شاہ راشدی صاحب جن کی تعلیم کی تفصیل وہ خود اپنے انٹرویو میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔تعلیم کے معاملے میں ہمارے ہاں دستور یہ تھا کہ بچہ جب پڑھنے کے لائق ہوتا تو سب سے پہلے ناظرہ قرآن کی تعلیم دی جاتی میرے ساتھ بھی ایسا ہوا میں نے ابتدائی تعلیم اور بعد کی تعلیم اپنے مدرسے میں حاصل کی جو ہمارے والد کی زیرنگرانی چل رہا تھا۔کاروان سلف میں شاہ صاحب کی مزید دینی تعلیم کی تفصیل اس طرح ہے۔ حافظ محمد امین سے ناظرہ قرآن پڑھا۔مولانا ولی محمد سے فارسی کی بعض کتابیں پڑھیں۔مولانا قطب الدین سے عربی کتب پڑھیں۔مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے قرآن کے بعض مقامات سمجھے۔مولانا عبدالحق بہاولپوریؒ سے علم حدیث حاصل کیا اور حدیث کے کچھ مقامات مولانا ابوسعید شرف الدین دہلویؒ سے سمجھے اور مولانا عطاء اللہ حنیفؒ سے بھی علم حدیث میں استفادہ کیا۔قدیم دینی علوم کے حصول کے بعد سید محب اللہ شاہ راشدی جدید تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔(کاروان سلف،ص۳۹۲)

شاہ صاحب اپنے انٹرویو میں فرماتے ہیں:

والد صاحب مجھے عصری تعلیم دلوانے کے متمنی تھے اور کہا کرتے تھے کہ دینی تعلیم کے بعد محبّ اللہ کو انگریزی تعلیم بھی دلوائیں گے۔زندگی میں ان کی یہ آرزو پوری نہ ہوسکی کیونکہ جب ان کا انتقال ہوا اس وقت میری عمر سولہ سترہ سال تھی اور میں دینی علوم حاصل کررہا تھا۔دینی علوم سے فراغت کے بعد میں نے عصری تعلیم حاصل کرنا شروع کی میٹرک۔ایف اے۔بی اے کے بعد سندھ یونیورسٹی سے مذہب میں ایم۔اے کیا۔اس وقت تمام پرچے انگریزی میں دینے ہوتے تھے میں نے بھی انگلش میں ہی پرچے دیے یونیورسٹی میں ہمارے شعبے کے ہیڈ ڈاکٹر ہالیپوتہ تھے۔تیاری کے سلسلے میں شاہ ولی اللہ کے فلسفے پر انگریزی میں لکھی ہوئی ان کی کتاب کا گہرا مطالعہ کیا یہ کتاب لکھنے پر انھیں پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری ملی تھی۔خود ڈاکٹر ہالیپوتہ کہا کرتے تھے کہ میری کتاب کو محبّ اللہ شاہ نے مجھ سے زیادہ سمجھا ہے یہ اللہ کا فضل خاص تھا کہ مجھے نصابی کتب کی عبارت بھی حفظ ہوجاتی تھی۔(صراط مستقیم مارچ ۱۹۹۵ء انٹرویو کے تمام اقتباسات اسی شمارہ سے ماخوذ ہیں)

تصنیفی خدمات

سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی صاحب بہت اچھے مصنف بھی تھے انھوں نے عربی، اردو، سندھی تینوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبانوں میں لکھا اور خوب لکھا، جہاں تک ہمیں معلوم ہوسکا ہے ان کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف کی تعداد ۵۷ ہے۔ وہ مضامین و مقالات اس کے علاوہ ہیں جو اردو اور سندھی رسائل و جرائد میں مختلف علمی مسائل سے متعلق شائع ہوئے۔ ان تصانیف میں سے گیارہ کتابیں عربی میں ہیں ستائیس اردو میں اور انیس سندھی میں۔ یہ کتابیں اسماء الرجال۔ حدیث۔ فقہ۔ وضاحت مسائل۔ تاریخ و سوانح۔ شروح حواشی۔ سفر ناموں بعض اصحاب سے اختلاف۔ تنقید تردید و تحقیق۔ رو قادیانیت۔ تردید بدعات۔ وغیرہ بہت سے مسائل پر مشتمل ہیں۔ ان تصانیف میں قرآن مجید کی تفسیر اور بخاری کی شرح بھی شامل ہے جو ان کا بہت بڑا علمی کارنامہ ہے۔ (کاروان سلف ص ۴۰۲)

قارئین محترم! یہ مختصر سا تعارف تھا سید محب اللہ شاہ راشدی مرحوم کا گزارشات کے آغاز میں عرض کیا تھا کہ تاریخ افراد کے کارناموں سے بنتی ہے۔ سید صاحب کی شخصیت کے مختلف پہلوان کی عملی زندگی، دین کے لیے جدوجہد سے آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ شخصیات کا تاریخ پر اثر کیوں ہوتا ہے اور وہ کون سی ہستیاں ہوتی ہیں، جنھیں تاریخ ساز شخصیات کہا جاتا ہے ایسی ہستیاں جب کسی دور میں ہوتی ہیں تو وہ دور تابناک وزریں کہلاتا ہے اور جب بقضائے الٰہی دنیا سے رخصت ہوتی ہیں تو موت العالم موت العالم کا مصداق ہوتی ہے۔ کوئی بھی انسان کتنا قابل، صالح، جری، کیوں نہ ہو زندگی کا سفر جیسے بھی طے کرے آخر فنا کی منزل تک ہی پہنچنا ہوتا ہے۔ جیسے سیّد محبّ اللہ شاہ صاحب نے بھی بھرپور علمی و عملی زندگی گزاری اور آخر اس منزل پر پہنچ ہی گئے جو ہر ذی روح کے لیے مقرر ہے بقول بھٹی صاحب افسوس! پاکستان کے ایک بہت بڑے خاندان کے اس بہت بڑے عالم دین نے جو سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی کے نام سے موسوم تھے ۲۱ جنوری ۱۹۹۵ء (۹ شعبان ۱۴۱۵) کو حرکت قلب بند ہوجانے سے داعی اجل کو لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون وقت کی رفتار بتارہی ہے کہ ان اوصاف کے حامل اہل علم اب پیدا نہیں ہوں گے وہ وقت گزر گیا جس کی گود میں اس قسم کے باکمال لوگ تعلیم و تربیت حاصل کرتے اور ذہنی و فکری نشوونما پاتے تھے۔ آئندہ وہ دور پلٹ کر اپنا جلوہ دکھائے گا اور نہ وہ لوگ عالم وجود میں آئیں گے۔ (ص ۴۰۹)

انھی کلمات پر اپنی گزارشات کا اختتام کرتے ہوئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ ہم کو سید صاحب کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور ان کی علمی خزانے سے مستفید فرمائے۔ آمین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر محمد معین الدین دردائی صاحب ☆

حضرت پیر سیّد محبّ اللہ شاہ

حضرت پیر سید محبّ اللہ شاہ چھٹے پیر جھنڈو ہیں جو اپنے والد ماجد پیر سید فضل اللہ شاہ عرف سید احسان اللہ شاہ کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کی پیدائش ۲ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو بہ مقام پیر جھنڈو نزد سعید آباد ہوئی۔ عربی، فارسی، اردو کی تعلیم آپ نے مدرسہ دارالرشاد میں حاصل کی اور وہیں سے عربی اور فارسی زبان وادب میں فاضل کا امتحان پاس کیا اور حافظ قرآن بھی ہوئے۔ ۱۹۶۱ء میں سندھ یونیورسٹی سے بی۔ اے اور ۱۹۶۳ء میں Comparative Study of Religion میں ایم۔ اے کی ڈگری لی۔

حضرت پیر سید محبّ اللہ شاہ کو تعلیمی امور سے بڑی دلچسپی ہے اسی بنا پر انھوں نے ۱۹۶۱ء میں اپنے گاؤں میں اورینٹل کالج قائم کیا یہ ایک اقامتی ادارہ ہے اور یہاں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کے سارے اخراجات پیر صاحب خود اپنی طرف سے ادا کرتے ہیں۔ یہاں کے طلبا حیدر آباد بورڈ سے پرائیویٹ امتحان دے کر ادیب عالم اور ادیب فاضل کی سند حاصل کرتے ہیں۔ اس کالج میں عربی، فارسی، سندھی کے ساتھ اُردو کی بہت اچھی تعلیم دی جاتی ہے۔ پیر صاحب خود اس کالج کے پرنسپل ہیں اور اپنے علم و فضل سے ملک وقوم کی بہت بہتر خدمت انجام دے رہے ہیں۔

پیر سید محبّ اللہ شاہ کی دو شادیاں ہوئی ہیں، ایک سے صرف ایک لڑکا ہے اور دوسری سے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔ پیر صاحب کی زندگی بڑی درویشانہ اور عالمانہ گزرتی ہے تبلیغ دین و تدریس آپ کا محبوب مشغلہ ہے، اپنا زیادہ وقت پڑھنے پڑھانے اور عبادت گزاری میں صرف کرتے ہیں، ان کی زندگی حد درجہ سادہ ہے، وہ سادی غذا، سادہ لباس اور بے تکلف زندگی کے عادی ہیں۔ نمود ونمائش اور تصنع سے ان کو سخت نفرت ہے۔ دوستوں اور مریدوں سے منکسرانہ ملتے ہیں۔ گفتگو ٹھہر ٹھہر کر بہت دھیمی آواز میں کرتے ہیں۔ احادیث نبوی اور تفسیر القرآن پر بڑی اچھی نظر رکھتے ہیں، سندھی اور اردو دونوں زبانوں میں لکھنے کی یکساں

☆ پروفیسر نے یہ مضون شاہ صاحب رحمہ اللہ کی حیات میں طبع کروایا تھا ہم نے وہ ہی مضمون من وعن پیش کیا ہے۔ (الازھری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدرت حاصل ہے۔ اردو میں ان کا ایک پر مغز خطبہ ۱۹۶۷ء میں اشرف پریس لاہور سے شائع ہوا ہے۔ یہ غالباً کسی مذہبی اجتماع پر خطبہ صدارت کے طور پر پڑھا گیا ہے۔ اس خطبے میں ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اہل حدیث اسلامی عقائد سے روگرداں نہیں ہیں وہ قرآن و حدیث کے پیرو ہیں انھیں محض بدنام کرنے کے لیے ''وہابی'' کہہ کر پکارا جاتا ہے اور یہ سازش انگریزوں کی تھی کہ اس طرح مسلمانوں کو گروہوں میں تقسیم کر کے کمزور کر دیا جائے۔ لکھتے ہیں:

''اہل حدیث کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیروی ہیں لیکن اس سے زیادہ سفید جھوٹ نہیں ہوسکتا کہ جماعت اہل حدیث کو شیخ کا مقلد قرار دیا جائے...... وہ (انگریز) جب برصغیر میں اپنے پاؤں جمانے لگے تو ان کے سامنے دو قومیں تھیں، ہندو اور مسلمان...... ہندوؤں سے ان کو چنداں خطرہ نہیں تھا، البتہ مسلمانوں سے وہ کافی ڈر رہے تھے اور مسلمانوں میں بھی جماعت موحدین یا اہل حدیث ان کی نظر میں خار تھی، کیونکہ یہی ایک جماعت ہے جو ان کے ناپاک عزائم کا خاتمہ کر سکتی تھی اور حق کی کما حقہ مدافعت کر سکتی تھی۔ انگریز بھی چاہتے تھے کہ ان کو کسی طرح بدنام کیا جائے۔ وہ جانتے تھے کہ متحدہ ہندوستان کے لوگوں میں بزرگوں کی طرف زیادہ اعتقاد پایا جاتا ہے اگر کسی طرح جماعت اہل حدیث کو بزرگوں سے پھری ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کو نہ ماننے والی ثابت کر دیا جائے تو لامحالہ عوام ان سے بدظن ہوجائیں گے اور ان کا مقصد پورا ہوجائے گا۔ اسی ناپاک مقصد کے لیے انھوں نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ لفظ ''وہابی'' عوام میں پھیلانا شروع کر دیا۔''

پیر سیّد محبّ اللہ شاہ کا ایک مقالہ رسالہ ''اعتصام'' لاہور کے شمارہ نمبر ۳۵ بابت ۲۹ مارچ ۱۹۶۸ء میں ''پردہ اور اسلام'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ پیر صاحب عورتوں کے لیے پردہ اور چہرہ پر نقاب رکھنے کے بہت زبردست حامی ہیں۔ ان کے نزدیک عورتوں کے چہرے پر نقاب نہ ہونے سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوسکتی ہیں۔ اس مقالے میں انھوں نے اپنے خیالات کی تائید میں قرآن اور احادیث سے دلائل بھی پیش کیے ہیں۔ نمونہ تحریر کے طور پر اس مقالے سے کچھ اقتباس درج ذیل ہیں:

''عنوان بالا پہلے ہی بہت کچھ لکھا جاچکا ہے لیکن اس وقت اس پر قلم اُٹھانے کی ضرورت اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے محسوس ہوئی کہ ہمارے معاشرے میں ایک مغرب زدہ طبقہ ایسا پیدا ہو چکا ہے کہ جس نے یہی ٹھان لی ہے کہ وہ جس طرح بھی ممکن ہوا اپنے مغربی ماسٹروں کو ضرور ہی راضی کرے گا......

اس حقیقت سے بھی کسی عقل سلیم رکھنے والے انسان کو انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ جنس کثیف (مرد) کی جملہ فتنہ سامانیاں پیدا کرنے والے اہم عناصر بھی جنس لطیف کے چہرے کے خدوخال میں ہیں۔ اس صورت میں اگر عورت کو جسم کے اس حصہ کو کھلا رکھنے کی رخصت مل جائے جو اصل طوفان و ہیجان کا باعث ہے تو پردہ کے حکم سے کیا حاصل۔''

پیر محب اللہ شاہ کی اردو نثر خاصی صاف، رواں اور عام فہم ہوتی ہے۔ یہ ایک بیدار مغز اور حالات حاضرہ سے باخبر انسان ہیں۔ یہ جو کچھ لکھتے ہیں اس کے لیے استدلال پیش کرتے ہیں اور اس سے ان کی تحریر وقیع ہوجاتی ہے۔ پردہ کے اوپر جو ان کا مضمون ہے اس میں خاصی دلکشی پائی جاتی ہے۔ چونکہ اُردو میں یہ کم لکھتے ہیں اس لیے ان کی نثر میں ہم ارتقائے ذہنی کی کھوج نہیں لگا سکتے۔ لیکن ان کی اردو نثر کا ایک خاص رنگ ہے اس سے بھی ہم انکار نہیں کرسکتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد طیب لاکھو صاحب

محبت کے پھول

کسی جگہ پڑھا تھا کہ بڑا آدمی وہ ہوتا ہے کہ جس کے گلے لگنے سے دل کو راحت اور گفتگو میں چاشنی اور ہاتھ ملاتے ہوئے سرور محسوس ہو جو انسان کم ایک سایہ دار درخت زیادہ ہو جس کے سائے میں عزت کا سایہ اور زندگی کا سکون ہو ہمارے ہاں عموماً دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ کہ جو شکاری رویوں سے کسی کی روح سے کھال نوچتے ہیں، کسی کے وجود سے سایہ چھین کر اُسے ننگی دھوپ میں کھڑا رکھتے ہیں، اپنی بیمار انا کی تسکین کے لیے دوسروں کو اذیت دیتے ہوئے فرحت محسوس کرتے ہیں، دوسرے قسم کے لوگ پناہ گاہ ہوتے ہیں ان سے مل کر روح کو راحت اور طبیعت کو تراوت محسوس ہوتی ہے۔ لیکن کیا کریں اس دور میں پہلے قسم کے لوگ ٹڈی دل کی فوج کی طرح بڑھ رہے ہیں اور دوسری قسم کے لوگ نایاب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اگر اس تخیلانہ حقیقت کو سامنے رکھ کر اوصاف حمیدہ اور خصائل جمیلہ کے حامل لوگوں کو تلاش کریں گے تو ایسے بیش بہا افراد میں سید ابو القاسم علامہ محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ اونچی چوٹی پر نظر آئیں گے۔

ہمارے آبائی گاؤں سیراچوں کا کا سے پیر جھنڈو بمشکل ۱۵ منٹ کے فاصلے پر واقع ہے۔ جب دل چاہتا تھا تو آپ کے پاس حاضری دینے کا شرف حاصل ہو جاتا تھا۔ آپ کے پاس آ کر ایسا محسوس کرتے تھے گویا کہ ہمیں اپنی گمشدہ متاع مل گئی ہے۔ جس پُر تپاک انداز میں آپ بغل گیر ہوتے تھے وہ منظر بھلا نہیں سکے ہیں بلکہ ہمارے سامنے اب بھی موجود ہے۔ ہر آنے والے مہمان کے ساتھ اسی محبت اور خلوص سے ملتے تھے۔ آپ کے پاس آنے والا ہر محب یہ سمجھتا تھا کہ آپ کو جس قدر مجھ سے الفت ہے وہ شاید کسی اور کے ساتھ نہ ہو۔

آپ کی مجلس میں سیاست، حکومت، انتخابات، پارٹی، وزارتوں، منصبات، عہدوں، دنیا داری اور مال وزر کی باتیں نہیں ہوتی تھیں بلکہ دور دراز سے آنے والوں کے اشکالات دور کرنا اور ان کے عقیدہ اور عمل کی اصلاح کرنا عمر عزیز کا مقصد تھا۔ قرآن وحدیث کے علم کی جو شمع آپ نے فروزاں کی تھی وہ دار البقا جانے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک روشن رکھی۔ دعوت دین میں دھیما پن اور سمجھانے میں راہ اعتدال حقیقت میں آپ کی بڑی خوبیاں تھیں۔ آپ نے دعوت وتبلیغ کے خاندانی منصب کو خوب پروان چڑھایا۔ جہاں جہاں خاندانی تعلقات اور مسلک اہل حدیث کے حوالے سے رشتے تھے ان کی علمی لحاظ سے آبیاری کرتے رہے۔

یہ سن کر میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی ہے کہ اس عظیم المرتبت شخصیت کی سوانح عمری منظر عام پر لائی جارہی ہے۔ الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات . ایک محدث، مفسر، فن اسماء الرجال کے ماہر، داعی، مصنف کتب کثیر اور راشدی خاندان کے عظیم سپوت کی علمی اور عملی زندگی کے سنہرے کارنامے اور آنکھوں سے مخفی فکر انگیز پہلو عوام الناس تک پہنچانا یقیناً ایک بڑی علمی و ادبی خدمت ہے۔ خاندان راشدیہ، جماعتی احباب اور محبین کا یہ بڑا کارنامہ گردانا جائے گا جنھوں نے بھاگ دوڑ کرکے یہ فقید المثال معلومات ان لوگوں تک پہنچائی ہے جو آپ کو نہ دیکھ سکے اور نہ سن سکے۔ مجھے امید ہے کہ یہ علمی ارمغان جن ہاتھوں میں بھی پہنچے گا وہ آپ کی قابل رشک زندگی کے علمی، عملی، دعوتی، فکری، منہجی اور خاندانی باتیں پڑھ کر یہ محسوس کریں گے کہ وہ آپ سے گفتگو کر رہے ہیں اور آپ کی گفتگو سن بھی رہے ہیں۔ اگرچہ آپ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن آپ کی زندگی کے تابناک اور روشن پہلو ہماری آنکھوں کے سامنے آجائیں گے۔ ایسے نادر الوجود لوگوں کی سوانح عمری تحقیقی بنیادوں پر شائع ہونی چاہیے تاکہ ان کی زندگی کا کوئی گوشہ رہ نہ جائے۔

آپ کے برخوردار مولانا سید محمد قاسم شاہ راشدی ﷾ کے حکم پر کچھ الفاظ سپرد قلم کیے ہیں۔ نہ ان میں کوئی ربط ہے اور نہ پڑھنے کی چاشنی، صرف اور صرف اس علمی خاندان سے قلبی الفت نظر آئے گی۔ ہمیں کیوں نہ ہو محبت اس خاندان سے جن کے آباء واجداد نے ہمیں توحید وسنت کی تعلیم دی۔ مجھے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا پورا پورا احساس ہے لیکن "الامر فوق الادب" کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کچھ ٹوٹے پھوٹے دلی احساسات عرض کیے ہیں ؏

گر قبول افتد زہے عز و شرف

❋❋❋❋

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریر: انور شاہ راشدی بن قاسم شاہ راشدی ☆

میرے دادا ابو ایک عظیم مصلح

محدث العصر و ماہر علم اسماء الرجال علامہ پیر سید محبّ اللہ شاہ راشدی کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ الحمد للہ وہ ان قلیل تعداد انسانوں میں شمار ہوتے ہیں جو علم، عمل، تقویٰ، پرہیزگاری اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے سچی محبت کرنے والوں میں سے تھے اور عامل بالقرآن والحدیث تھے۔

ان کی ایک خصوصیت یا دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ کا ان پر بڑا فضل یہ بھی تھا کہ عموماً عام شخص اگر کوئی عالم ہے تو اس میں عمل کی کچھ کمی ہوتی ہے یا عامل تو ہوتا لیکن علم کی کچھ کمی ہوتی وغیرہ۔

مگر وہ عالم بھی تھے تو بھی ان کا علم سمندر تھا اور عمل کی دنیا میں اس سے بھی کہیں آگے نکل چکے تھے جو کہ بہت کم اہل علم میں یہ وصف ہوتی ہے۔ انتہائی درجہ کے مخلص، بہت کم گو، اگر کوئی ان کی زبان سے لفظ نکلتا تو اس لفظ کے پیچھے علم کی گہرائی ہوتی تھی جو ان کے علم کی پختگی پر دلالت کرتی ہے۔

ان کی خصوصیات پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

(1) عالم......: بہت پائے کے عالم۔ میری نظروں نے آج تک ان جیسا کوئی نہیں دیکھا۔

(2) عامل انتہا درجہ کے عامل......: آپ ﷺ کی ہر سنت عمل پیرا ہوتے بوجھ سمجھ کر نہیں بلکہ سنت سے سچی محبت کرتے تھے۔ جس سے عوام و خواص، علماء وفضلاء بخوبی آگاہ ہیں۔ جو کہ یہ بھی خصوصیت بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس خصوصیت سے نوازا۔

(3) تقویٰ و پرہیزگاری ...... اس میں بھی وہ انتہائی درجہ کے متقی و پرہیزگار تھے۔ اللہ تعالیٰ سے ان کا ایک خاص تعلق تھا۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء .

(4) حافظ قرآن......: اپنی آپ بیتی کے اندر انھوں نے ذکر کیا ہے کہ میں نے قرآن مجید ڈھائی یا تین مہینے میں مکمل کیا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے کتنا قوی حافظہ عطا فرمایا تھا اور

☆ سید محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کے پوتے، اس وقت مکتبۃ العالیۃ العلمیۃ کی کما حقہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کافی کتابوں میں ان کا ذکر بھی آچکا ہے کہ وہ قرآن پاک کو کس طرح تلاوت کیا کرتے تھے۔ ایک مہینے میں کافی مرتبہ وہ قرآن پاک کو مکمل کرتے تھے۔ جس کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔ جو کہ یہ بھی صفت بہت کم حفاظ کرام میں پائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس حدیث ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواماً کے صحیح مصداق بنے اور آخر تک ان کا یہی معمول رہا۔ حتی اتاہ الیقین .

(5) سادات۔ یعنی سردار......: ان کا تعلق سید خاندان سے تھا۔ نور علی نور کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اہل بیت میں شامل فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے نسبتاً ان کو آپ ﷺ کے خاندان سے کر دیا اور عملی طور پر آپ اس کا ثبوت دیتے رہے یعنی دین اسلام کی ترویج کرتے رہے۔

ایک مرتبہ میں نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو کبھی آپ ﷺ کی زیارت کا شرف نصیب ہوا ہے۔ (یاد رہے اس وقت میں صغر سنی کی عمر میں تھا جس کا قارئین کو بخوبی علم ہوگا کہ اس عمر میں انسان کی سوچ کیا ہوتی ہے اور کن خیالات کا حامل ہوتا ہے۔)

بہر حال آپ نے جواباً فرمایا کہ میں آپ ﷺ کو کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ ہاں البتہ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے خواب کے اندر مجھے ان کا دیدار نصیب فرمایا تھا کہ میں نے ایک پیٹی کھولی ہے تو دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ آرام فرما رہے ہیں۔

(6) مسند نشین......: ہمارے یہاں جب خاندان کا بڑا اس دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے تو خاندان کے لوگ اور جماعتی دوست و احباب اور جو صاحب اللہ لوگ ہوتے ہیں تو وہ ان کے بڑے بیٹے یا اہل علم فرزند کو اپنے والد محترم کی مسند اور اس کی جانشینی پر بیٹھا دیتے ہیں تا کہ وہ اپنے آباء و اجداد کی مسند کو برقرار رکھ سکے اور اس کو صاحب العلم کے لقب سے نوازا جاتا ہے۔ اس خاندانی منصب پر بھی وہ فائز ہوئے اور احسن طریقے سے اس کا حق ادا فرمایا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء .

اس وجہ سے ان کو صاحب العلم السادس (چھٹے جھنڈے والے) کہا جاتا تھا۔ اسی مناسبت کی وجہ سے انہوں نے اپنے کتب خانہ کا نام "المکتبہ العالیۃ العلمیۃ" رکھا۔ جو ایشیا کے قدیم مخطوطات نسخوں کے لحاظ سے مشہور و معروف ہے۔

(7) مدرس......: اللہ تعالیٰ نے ان کو طلباء کو پڑھانے کا اچھا انداز عطا فرمایا تھا کہ طالب علم کو سبق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھنے میں کوئی دقت یا دشواری محسوس نہیں ہوتی تھی اور جس فن کی بھی کتاب پڑھاتے تھے ایسا لگتا تھا کہ آں جناب رحمہ اللہ اسی فن کے ہی ماہر ہیں یہ بات مجھے آں جناب رحمہ اللہ کے ایک تلمیذ نے بتائی۔ اس وجہ سے ان کے پاس ملک و بیرون ملک سے کثیر تعداد میں طلباء حصول علم کے لیے آیا کرتے تھے ہر وہ صفت جو ایک اچھے مدرس میں ہونی چاہیے اس سے وہ متصف تھے۔

اور بھی کافی ساری باتیں ہیں جن کا یہاں تذکرہ کرنا میں ضروری نہیں سمجھتا کیونکہ بہت ساری کتب و رسالات کے اندران کا تذکرہ کیا جاچکا ہے۔

باقی کتابیں جمع کرنے کا شوق تو ان کو اپنے آباء و اجداد سے ورثے میں ملا تھا۔ چنانچہ مولانا محمد اسحاق بھٹی اپنی کتاب کاروان سلف میں رقمطراز ہیں۔ لکھتے ہیں کہ سید محب اللہ شاہ راشدی کو فقط کتابیں جمع کرنے کا شوق ہی نہ تھا، وہ ان کا باقاعدہ مطالعہ کرتے تھے اور ان کے مشتملات سے مستفید ہوتے تھے۔ چنانچہ علم تفسیر علم حدیث، علم فقہ، فن رجال، فلسفہ، تاریخ۔ اصول، عربی ادبیات وغیرہ تمام علوم پر ان کی نظر تھی۔ انگریزی علوم پر بھی وہ عبور رکھتے تھے۔ لوگوں سے میل جول کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا وعظ تبلیغ کے لیے بھی بلاد وقصبات اور دیہات میں آمدورفت رہتی تھی، دوستوں اور عزیزوں کی تقریبات میں بھی شرکت فرماتے تھے۔ متعلقین کے ہاں بھی غمی شادی کے مواقع پر جاتے تھے۔ وہ جس طرح وسیع العلم اور وسیع المطالعہ تھے اسی طرح وسیع الظرف، وسیع السفر اور وسیع اللقاء بھی تھے۔

آپ کو کتب سے اتنی محبت اور والہانہ چاہت تھی کہ آپ نے اپنی وصیت مبارکہ میں لکھا ہے کہ جب میری کوئی کتاب گم ہوتی تو مجھے اتنا صدمہ پہنچتا تھا کہ جیسا کوئی میرا عزیز فوت ہوگیا ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے یہ لکھا ہے کہ مکتبہ سے باہر کسی کو کتاب نہیں دینا۔ جو مطالعہ کرنا چاہے مکتبہ میں بیٹھ کر کرے۔ باہر اجازت نہیں اور ہمارے مکتبہ میں باقاعدہ عربی میں ایک شعر لگا ہوا ہے جس کا آپ خود جائزہ کرلیں۔

یا مستعیر الکتب منی
فان اعارتی للکتب عار
ومحبوبی من الدنیا کتاب
فهل ابصرت محبوبًا یعار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مجھ سے عاریتاً (ادھار) کتاب مانگنے والے۔ بے شک میرے نزدیک کتاب عاریتاً مانگنا ایک عار ہے اور دنیا میں میرا محبوب کتاب ہے تو کیا کبھی آپ نے ایسا محبوب دیکھا ہے جو عاریتاً (ادھار) دیا جاتا ہو۔''

قارئین آپ دیکھیں کتنی شدید محبت اور عزت تھی ان کے نزدیک کتابوں کی کہ وصیت مبارکہ تک یہ بات آپ نے لکھ ڈالی۔

اس سے ہمیں کچھ نصیحت آموز سبق ملتے ہیں

1: جب تک کتابوں سے انسان محبت نہیں کرتا یا اس کا ادب نہیں کرتا چاہے وہ کتنا بھی بڑا عالم بن جائے اس کو وہ علم کبھی فائدہ نہیں دے گا اور اسی علم سے اللہ کے نبی ﷺ نے پناہ بھی مانگی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:''اللهم انى اعوذبك من علم لا ينفع .''...... ''اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے۔''

چونکہ کتابیں تو ایک ذریعہ اور وسیلہ ہیں علم حاصل کرنے کے لیے اور جو کتابوں سے محبت یا احترام کیا جاتا ہے وہ بھی اسی علم کی وجہ سے ہی کیا جاتا ہے درحقیقت یہ عزت اور احترام اس علم سے ہی ہم کرتے ہیں اور یہ بات تو مسلمہ ہے کہ کتابوں سے وہی ہی محبت اور اس کی عزت کرے گا جس کو اسی علم کی قدر ہوگی اور جس کو قدر نہیں ہوگی تو جس طرح اس نے علم حاصل کیا ہوگا ویسا ہی اس کا علم اس کو فائدہ دے گا۔

2: دوسرا نصیحت آموز سبق ہمیں یہ ملتا ہے کہ ہمارے آباء واجداد نے کتابیں جمع کرنے میں کتنی صعوبتیں اور تکلیفیں برداشت کیں۔ مال و دولت لٹا کے یہ خزانہ جمع کیا جس میں الحمدللہ ہر وقت اضافہ ہوتا رہتا ہے اللهم زد فزد .

یہاں تک کہ انہوں نے اپنے کاتب رکھے ہوتے تھے کہ جو کہ ملک و بیرون ملک کے کتب خانوں میں جا کر وہاں کے قلمی نسخوں سے نقل کر کے آتے تھے۔ جن کی مساعی جمیلہ کی وجہ سے دنیا کی مشہور لائبریریوں میں ہماری لائبریری شمار ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے کہ علمی خزانہ کی کتنی اہمیت ہے۔ اگر یہ خزانہ رہا تو علم حاصل ہوگا اگر نہیں رہا تو علم کہاں سے حاصل ہوگا۔ اس وجہ سے انہوں نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابوں کو باہر نہ نکالنے کی وصیت فرمائی جو کہ بحمد اللہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حرف بحرف پوری کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آگے بھی ہم کو اس پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

راقم الحروف کو اپنے دادا محترم رحمہ اللہ سے شدید محبت ہے جس کا میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ تقدیر تو ہر چیز کا مقدر ہے۔ اگر وہ اس وقت زندہ ہوتے تو راقم الحروف اپنی ساری زندگی ان کی خدمت اور ان سے علم حاصل کرنے میں گزار دیتا۔ لکن رضينا قسمة ربنا.

میں بھی آج وہ ہی کچھ کہوں گا جو کافی عرصہ پہلے ان کی وفات کے بعد حافظ زبیر علی زئی صاحب نے اپنے مضمون میں لکھا تھا کہ اگر مجھ سے قسم لی جائے کہ (میں راقم الحروف کہوں گا) میں نے اپنے دادا رحمہ اللہ جیسا متقی پرہیز گار، عالم، زاہد، صاحب الورع، حافظ بردبار، مخلص، ایماندار، اسماء رجال کا ماہر عامل بالقرآن والحدیث نہیں دیکھا۔

یہاں پر ایک بات کا تذکرہ کرتا چلوں جس کو ذکر کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں کہ شاید اس سے عوام و خواص کو فائدہ پہنچے۔ وہ یہ ہے کہ ان کی حیات مبارکہ میں شاید جماعت المسلمین نے یہ مسئلہ اٹھایا تھا کہ تم جو یہ کلمہ طیبہ لا اله الا الله محمد رسول الله کا ورد کرتے ہو اس کا ثبوت قرآن و حدیث میں کس جگہ ہے؟ میرا جہاں تک ناقص علم ہے کسی نے اس کا جواب نہیں دیا تھا تو ہمارے محترم دادا رحمہ اللہ نے اس کا ایک رسالہ میں ایک مضمون دیا تھا کہ اس کا ثبوت حدیث کی ایک کتاب میں ہے۔ وہ حافظ ابو محمد جعفر بن حیان الاصبہانی کی کتاب "اخلاق النبی ﷺ" کے صفحہ ۱۱۱ میں ایک صحیح سند کے ساتھ ایک روایت موجود ہے کہ جس میں ہے:

"اخبرنا ابو خليفة، نا ابى، نا عمر عرة بن البرند عن عرزة بن ثابت عن ثمامة، عن أنس: أن النبي ﷺ كان يجعل فص خاتمه في بطن كفه. وباسناده، قال: كان فص خاتم النبي ﷺ حبشيًا وكان مكتوبا عليه لا إله الا الله محمد رسول الله۔ لا إله الا الله سطر، ومحمد سطر، ورسول الله سطر."

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور شاید جہاں تک میرا ناقص علم ہے کہ بہت سارے عوام وخواص کو اس بات کا علم نہ ہو کہ کلمہ طیبہ مکمل کا ثبوت کس جگہ ہے تو ان کو بھی الحمد للہ علم ہو جائے گا۔ قارئین آپ خود دیکھیں کہ محترم دادا رحمہ اللہ کا مطالعہ کتنا وسیع تھا۔ کتنا بڑا اہم مسئلہ ہے اکثر لوگ اس سے بے خبر ہیں۔ (اگر مذکورہ مسئلہ مزید دیکھنا ہو تو دو کتابوں میں بھی اس کی صراحت ہے۔ "الانوار فی شمائل النبی المختار ۸۹٤" "الفتح الربانی" ۹۷/ ۱ . ر، ص)

زیرک نقاد:

آپ دین اسلام کے بارے میں بہت سخت ہوتے تھے اور آپ کا انداز بالکل محدثانہ ہوتا تھا۔ جب بھی کسی حضرت پر قلم اٹھاتے تھے تو صرف تنقید برائے تنقید نہیں ہوتی تھی بلکہ ان کا مقصود اصلاح ہوتی تھی اور ماشاء اللہ قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ نقد کرتے تھے۔ آپ کی تحریر کے اندر (کسی پر رد کرتے ہوئے) فخر، ریاء، غرور وتکبر بالکل نہیں ہوتا تھا جس طرح آج کل جب کسی حضرت پر تنقید کرتے ہیں تو اس کو ہم رسوا اور لوگوں کے درمیان غیر عالم یا دوسرے برے القابوں سے طعن کرتے ہیں اور کوشش یہ رہتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح (جس پر نقد کیا جا رہا ہے) کو عوام کی نظروں میں گرا دیں۔ فخر، ریاء، تکبر وغرور پایا جاتا ہے۔ مگر آں جناب رحمہ اللہ، ان تمام چیزوں سے بری تھے۔ اخلاص ہوتا تھا۔ دوسروں کی خیر خواہی مقصود ہوتی تھی اور نقد کرتے ہوئے الحمد للہ وہ قوی اور مضبوط دلائل دیتے تھے۔ اتنے مضبوط کے اس کے آگے دوسرے سوالوں کے اٹھنے کا نام ہی نہیں رہتا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ليس الحياة بأنفاس تردّدُها
ان الحياة حياةُ الفكر والعمل

خدمات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محترم محمد اسحاق بھٹی صاحب حفظہ اللہ ☆

سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ

راشدی خاندان علم و عمل کے اعتبار سے نہ صرف صوبہ سندھ کا بلکہ پورے برصغیر کا مشہور خاندان ہے۔ صدیوں سے اس خانوادے کی خدمات کا سلسلہ جاری ہے۔ تصنیفی لحاظ سے بھی ان کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔ تقریری صورت میں بھی ان کی تگ و تاز کا حلقہ دور تک پھیلا ہوا ہے اور تدریسی شکل میں بھی ان کی مساعی جمیلہ کی رفتار بڑی تیز ہے۔ اس خاندان کے علمائے ذی شان نے عربی، اردو، سندھی تینوں زبانوں کو ذریعہ اظہار قرار دیا۔ لوگوں نے ان کی تقریریں بھی نہایت دلچسپی کے ساتھ سنیں، ان کی تصانیف سے بھی خوب استفادہ کیا اور ان کی تدریسی مساعی سے بھی فیض یاب ہوئے۔ ان کی آواز صرف صوبہ سندھ اور پاکستان کی حدود میں سکڑی ہوئی نہیں رہی بلکہ عرب اور یورپ کے مختلف ملکوں تک پہنچی اور ہر جگہ ان کی صدائے حق نہایت شوق سے سنی گئی۔

اس خاندان سادات کے بزرگوں کے کوائف حیات بے شمار اہل قلم نے لکھے اور تمام لکھنے والوں نے اپنے اپنے اسلوبِ نگارش میں ان کی علمی جدوجہد کو نمایاں کرنے کی سعی کی۔ اس کار خیر سے عربی، اردو اور سندھی زبانوں سے تعلق رکھنے والے لوگ بہت مستفید ہوئے۔

ہمارے عالم فاضل دوست مولانا افتخار احمد ازہری (جامعہ بحر العلوم السلفیہ میر پور خاص) مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے کچھ عرصہ پیشتر حضرت سید بدیع الدین شاہ راشدی کے حالات پر مشتمل اپنے مجلّہ ''بحر العلوم'' کا ''شیخ العرب والعجم'' نمبر شائع کیا تھا جو کئی سو صفحات کا احاطہ کیے ہوئے تھا۔ اب وہ اسی مجلّے کا ''محدث العصر نمبر'' شائع کر رہے ہیں جو حضرت شاہ بدیع الدین راشدی کے برادر کبیر حضرت شاہ محبّ اللہ راشدی کے کوائف حیات پر محیط ہے۔ یہ بھی یقیناً پہلے نمبر کی طرح ضخیم ہے جس میں حضرت مرحوم کے تمام کارناموں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ان شاء اللہ العزیز۔ مولانا ازہری ماشاء اللہ بڑے باہمت عالم ہیں جو یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ انھیں جزائے خیر سے نوازے۔ (محمد اسحاق بھٹی، لاہور)

☆ مورخ اہلحدیث و مصنف کتب کثیرۃ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب آئندہ صفحات میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے متعلق اس فقیر کی گزارشات ملاحظہ فرمایئے:

۱۹۶۷ء کے ۳، ۴، ۵ نومبر کو مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کی سالانہ کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی تھی جو مرکزی جمعیت کی نویں سالانہ کانفرنس تھی۔ اس وقت جمعیت کے منصب امارت پر حضرت الاستاذ مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم و مغفور فائز تھے، لیکن اس کانفرنس کی صدارت کے لیے سیّد محب اللہ شاہ راشدی کا انتخاب کیا گیا تھا اور وہ کانفرنس کی صدارت کے لیے تشریف لائے تھے۔ انھوں نے کانفرنس میں جو خطبہ صدارت ارشاد فرمایا تھا، وہ بڑا عالمانہ خطبہ تھا، جسے ان کے فضل و کمال، تحقیق و تفتیش اور علمی تاریخ پر عبور کی واضح دلیل قرار دینا چاہیے۔ اسی کانفرنس میں پہلی دفعہ ان کی زیارت کا موقع ملا اور ان کے ارشادات سے بہرہ مند ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔

یہ آج سے ۳۵ سال قبل کی بات ہے۔ اس وقت ان کا حلیہ کچھ اس قسم کا تھا: میانہ قد، سرخی مائل گندمی رنگ، داڑھی سفید اور سیاہ بالوں کا مجموعہ، آنکھوں میں روشنی کی ایسی کرنیں جوان کے خلوص و محبت کی غماز بھی تھیں اور ان کی ذہانت و فطانت کی عکاس بھی۔ صاف ستھرا لباس۔ یہ فقیر حضرت استاذ مولانا عطاء اللہ حنیف کے دولت کدہ پر انھیں سلام عرض کرنے کے لیے حاضر ہوا تو نہایت شفقت سے سلام قبول فرمایا۔ اس وقت مجھے ہفت روزہ ''الاعتصام'' کی ادارت سے علیحدہ ہوئے سوا دو سال کا عرصہ ہوا تھا اور میں ادارہ ثقافت اسلامیہ سے منسلک تھا۔

اس سے ۲۳ برس بعد ۴ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف کے پوتے (اور حافظ احمد شاکر صاحب کے بڑے صاحبزادے) عزیز القدر حافظ حماد شاکر کی شادی ہوئی، جس میں سید محب اللہ شاہ صاحب بھی تشریف لائے تھے۔ ان کے ایک صاحبزادے بھی ان کے ساتھ تھے۔ اس وقت تین چار روز لاہور میں ان کا قیام رہا تھا۔ اس موقع پر بھی اس فقیر کو انھیں سلام عرض کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اب ان کی داڑھی کے بالوں پر سفیدی نے قبضہ کر لیا تھا اور جوانی کہولت کی وادی کو عبور کر کے بڑھاپے کی منزل میں داخل ہو چکی تھی۔ لیکن چہرے کے آثار وہی ۲۳ برس قبل کے تھے۔

وہ نرم کلام، کم گو، متواضع، منکسر المزاج اور حلیم الطبع اہل علم تھے۔ بات اعتدال کی ترازو میں تل کر ان کی زبان سے نکلتی تھی اور وہ مخاطب کے ذہن اور علمی استعداد کے مطابق اس سے گفتگو کرتے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی کا، جو پیر سیّد محبّ اللہ شاہ کے عرف سے معروف ہیں، خاندانی پس منظر اگرچہ مناسب تفصیل سے اس مضمون میں بیان کر دیا گیا ہے جو اس کتاب میں سید بدیع الدین راشدی کے حالات میں تحریر کیا گیا ہے، تاہم اس ضمن کی چند باتیں اور سنتے جایئے تاکہ اس عظیم الشان خاندان کی پوری صورت حال اچھی طرح ذہن کی گرفت میں آ جائے۔

سندھ کا راشدی خاندان، جس کے ایک نہایت اہم رکن ہمارے سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی تھے، برصغیر کے ذی علم سادات کا مشہور خاندان ہے۔ اس کی دو معروف اور قابل ذکر شاخیں ہیں۔ ایک شاخ کو پیر پگاڑا کہا جاتا ہے، جس سے پاکستان کے سیاسی لیڈر پیر پگاڑا کا تعلق ہے۔ دوسری شاخ پیر جھنڈا کہلاتی ہے، ہمارے سیّد محبّ اللہ شاہ اسی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا مختصر سا شجرہ نسب اگرچہ سیّد پیر بدیع الدین راشدی کے حالات میں بیان کیا جاچکا ہے، تاہم قارئین کے ذہن نشین کرنے کے لیے یہاں بھی اس کا ذکر کر دیا جائے تو کیا مضائقہ ہے۔

محبّ اللہ شاہ بن احسان اللہ شاہ بن رشد اللہ شاہ بن رشید الدین شاہ بن محمد یاسین شاہ بن محمد راشد شاہ بن محمد بقا شاہ...... یہ سلسلہ آگے چل کر حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے، جس کا شجرہ ان کے گھر میں محفوظ ہے۔ اس شجرہ نسب کی رو سے اس خانوادہ عالی کو حسینی کہا جائے گا۔

اس دودمانِ سادات کے مورث اعلیٰ سید محمد راشد شاہ تھے، انہی کے نام سے انھیں ''راشدی'' کہا جاتا ہے۔ سیّد محمد راشد شاہ کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کا نام سیّد محمد یاسین شاہ تھا اور ایک کا سید صبغت اللہ شاہ! نقول ہے کہ سید محمد راشد شاہ کے پاس ایک جھنڈا تھا جس کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ وہ جھنڈا انھیں افغانستان کے بادشاہ نے ان کی نیکی اور صالحیت کی بنا پر دیا تھا۔ یہ جھنڈا انھوں نے اپنے بیٹے سیّد محمد یاسین شاہ کو عنایت فرمایا، جس کی وجہ سے وہ جھنڈے والے پیر یا پیر آف جھنڈا کہلائے۔ (یعنی صاحب العلم) یہ جھنڈا اب بھی موجود ہے، جو ان کی اولاد میں سے اس خوش بخت کے حصے میں آتا ہے جو یکے بعد دیگرے ان کا جانشین قرار پاتا ہے۔

سیّد محمد راشد شاہ کے دوسرے بیٹے سید صبغت اللہ شاہ کے حصے میں دستار (یعنی پگڑی) آئی، ان کی اولاد پیر پگاڑا کہلائی۔ اس دستار یا پگڑی کے وارث آج کل پیر سید مردان شاہ ہیں جو حروں کے پیر ہیں اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سال میں ایک مرتبہ مریدوں کو زیارت کراتے ہیں اور اس موقع پر حروں کی طرف سے انھیں بڑے بڑے نذرانے پیش کیے جاتے ہیں۔ اخبارات میں انھیں پیر پگاڑا لکھا جاتا ہے۔

درحقیقت پگڑی والے کو سندھی میں ''پگ دارو'' کہا جاتا تھا جو بعد میں پگارو یا پگاڑو مشہور ہوئے۔ اور جھنڈے والے ''پیر جھنڈے وارو'' کہلاتے تھے جنھوں نے بعد میں ''پیر جھنڈا'' کے نام سے شہرت پائی۔ یعنی ''صاحب العلم'' کہلائے۔

جھنڈے والے پیروں کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ صوبہ سندھ میں سادات کا یہ پہلا خاندان ہے، جس نے مسلک اہل حدیث اختیار کیا اور براہ راست کتاب و سنت کو مسائل شرعیہ کا منبع و مصدر قرار دیا۔ دارالارشاد کے نام سے اس نواح میں پہلا دارالعلوم بھی اسی خاندان کے اکابر نے قائم کیا تھا، جس سے بے شمار تشنگان علوم نے اپنی علمی پیاس بجھائی اور پھر آگے چل کر یہاں کے فارغ التحصیل حضرات نے اپنی اپنی جگہ اپنے اپنے انداز سے دینی اور علمی خدمات سرانجام دیں۔ اس علاقے میں سب سے بڑا کتب خانہ بھی اسی خاندان کا ہے جو مختلف موضوعات کی بے شمار مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں سے مزین ہے۔ مندرجہ ذیل سطور میں ان کی خدمات بوقلموں پر ایک نظر ڈالتے جایے۔

صوبہ سندھ کے دیہات میں جمعۃ المبارک نہیں پڑھا جاتا تھا، سیّد محب اللہ شاہ کے آباؤ اجداد نے دیہات میں باقاعدہ جمعہ پڑھنے کی طرح ڈالی اور اس موضوع کو احادیث رسول (علیہ السلام) کی روشنی میں مصرح کیا۔

- جمعے کے عربی خطبے کے علاوہ اپنی مادری یا علاقائی زبان میں خطبے کے بنیادی مسئلے کی وضاحت کی، یعنی خطیب اور سامعین کی زبان میں تقریر کو خطبے سے تعبیر کیا اور بتایا کہ تقریر اور عربی خطبہ دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں، مسجد کے منبر سے خطیب کی زبان سے جو آواز بلند ہوگی، وہ بے شک کسی زبان میں ہو، خطبہ مسنونہ کہلائے گی اور سامعین کے لیے ضروری ہے کہ اسے کامل انہماک اور خاموشی سے سنا جائے۔
- ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق قرار دیا کہ قرآن اور حدیث میں اسی طرح مذکور ہے۔ ایک مجلس میں کوئی شخص خواہ کتنی ہی مرتبہ بیوی کو مخاطب کر کے زبان سے طلاق طلاق کا لفظ ادا کرے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرعی اعتبار سے وہ ایک ہی طلاق متصور ہوگی۔

❀ تقلید شخصی کے خلاف سندھ میں اولین صدا اسی خاندان کے خیمہ سادات سے بلند ہوئی اور پھر تیزی کے ساتھ پورے صوبے میں پھیلی۔

❀ سندھ کے علمائے کرام کے نزدیک تحصیل علوم میں کتب فقہ اور دیگر فنون کو پہلی ترجیح حاصل تھی۔ قرآن اور حدیث کی باری بعد میں آتی تھی۔ ان کا زاویہ فکر یہ تھا کہ طالب علم کو پہلے دوسرے فنون میں پختگی حاصل کرنی چاہیے، اس کے بعد قرآن و حدیث کو مرجع تدریس ٹھہرانا چاہیے، لیکن ان حضرات نے قرآن و حدیث کو ترجیح دی اور ساتھ ساتھ بتدریج دیگر علوم کے حصول کو بھی ضروری قرار دیا۔ ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ طالب علم جیسے جیسے آگے بڑھتا اور عمر کی منزلیں طے کرتا جائے، اسی نسبت سے دیگر علوم کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث کو بھی فہم کی گرفت میں لاتا جائے۔ یہی نقطہ نظر حصول علم کے بارے میں اصل حیثیت رکھتا ہے۔

❀ نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت و اہمیت پر اپنے علاقے میں سب سے پہلے اسی خاندان کے بزرگوں نے زور دیا اور حدیث پاک کی روشنی میں اس کے لیے دلائل پیش کیے۔ یہ دلائل انھوں نے تحریری صورت میں بھی پیش کیے اور تقریری صورت میں بھی۔

❀ آمین بالجہر اور رفع الیدین وغیرہ مسائل کو بھی انھوں نے موضوع بحث ٹھہرایا اور ثابت کیا کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام اس پر عامل تھے۔

❀ سندھ میں جہالت کا دور دورہ تھا اور لوگ غیر شرعی رموم و رواج کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ پیر پرستی ان کا معمول تھا، جو کچھ پیر نے کہہ دیا، اسے حرفِ آخر سمجھا جاتا اور اس پر عمل کرنا لازمہ حیات قرار دیا جاتا تھا۔ پیر کے سامنے جھکنا، اس کے پاؤں چھونا، اس کے قدموں پر گرنا، اس سے مرادیں مانگنا، سندھ کے لوگوں کے نزدیک ضروری تھا اب بھی جب کہ زمانہ بہت ترقی کر گیا ہے، وہاں کے عام باشندوں کا یہی طرز عمل اور یہی اسلوب فکر ہے۔ لیکن ان حضرات نے جنھیں پیر آف جھنڈا (یا صاحب العلم) کہا جاتا ہے، اس کی شدید مخالفت کی، اسے شرک کے مترادف قرار دیا اور لوگوں کو اس قسم کی حرکات کے ارتکاب سے سختی کے ساتھ روکا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے دوست مولانا عبدالعظیم انصاری نے ۳ مارچ ۱۹۹۵ء کے ہفت روزہ ''الاعتصام'' میں ''پیر سید محب اللہ شاہ کی رحلت'' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا، جس میں انھوں نے تحریر کیا تھا کہ سندھ کے علاقہ ''کنری'' میں ان کے سامنے ایک اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا۔ اس شہر میں مرزائی اچھی خاصی تعداد میں آباد ہیں۔ ایک دفعہ مسلمانوں کا ان سے مناظرہ طے پایا۔ اس وقت پنجاب کے مشہور مناظر اور ''محمدیہ پاکٹ بک'' کے مصنف مرحوم مولانا عبداللہ معمار مناظر کی حیثیت سے وہاں گئے تھے۔ پیر سید بدیع الدین شاہ بھی اپنے عقیدت مندوں اور بہت سے جماعتی رفقاء کے ساتھ وہاں تشریف فرما تھے۔ وہ ایک جگہ کھڑے تھے کہ انھیں دیکھتے ہی ایک سندھی دوڑتا ہوا ان کی طرف آیا اور قدرے بلند آواز میں ''منھجو پیر سائیں...... منھجو پیر سائیں'' کہتا ہوا ان کے قدموں میں گرنے لگا۔ شاہ صاحب نے فوراً کندھوں سے پکڑ کر اسے سیدھا کھڑا کردیا۔ سندھی زبان میں فرمایا: ''مسلمان صرف خدا کے سامنے جھکتا ہے، کسی انسان کے سامنے جھکنا اسلام کے خلاف ہے۔''

- سندھ کے وڈیروں بالخصوص کسی سید خاندان کی کوئی عورت بیوہ ہوجاتی تو وہ اس کی دوسری شادی نہیں کرتے تھے، اگرچہ وہ عورت جوانی کے عالم ہی میں بیوہ ہوجاتی۔ لیکن پیران جھنڈا نے اس قبیح رسم کو ختم کیا، ان کے خاندان میں اگر کوئی اتنی عمر کی عورت بیوگی کی مصیبت میں مبتلا ہوجاتی جس کا دوسرا نکاح کیا جاسکتا ہوتو وہ اس کا نکاح کردیتے۔
- سندھ میں ایک نہایت قبیح رسم یہ تھی کہ وہاں کے بعض لوگ اپنی لڑکیوں کا ''نکاح'' قرآن سے کردیتے تھے۔ کسی مرد سے صرف اس بنا پر اس کی شادی نہیں کی جاتی تھی کہ اسے زمین جائیداد میں سے حصہ دینا پڑے گا۔ مشہور کردیا جاتا تھا کہ یہ لڑکی بہت نیک ہے، ہر وقت قرآن پڑھتی رہتی ہے اور اسی سے اس کو محبت ہے۔ لہٰذا اس کا نکاح (نعوذ باللہ) قرآن سے کردیا جاتا۔ جھنڈا کے سیدوں نے اس کی شدید مخالفت کی اور اس نہایت مکروہ رسم کو ختم کرنے کا عزم کیا۔
- اس خاندان کے اکابر نے تحریک خلافت اور آزادئ وطن کے تحریکوں میں بھی حصہ لیا اور انگریزی حکومت کے خلاف میدان عمل میں اترے۔
- حضرت سید احمد شہید بریلوی اور مولانا اسماعیل شہید دہلوی اپنی جماعت مجاہدین کے ساتھ سرحد پار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتے ہوئے صوبہ سندھ میں وارد ہوئے تو وہاں کے متعدد سرکردہ لوگوں سے ان کی ملاقات ہوئی، وہاں کے پیروں سے انھوں نے اس موضوع پر گفتگو کی۔ سادات جھنڈا سے بھی انھوں نے بھی رابطہ کیا۔ اس خاندان کے اکابر نے بڑی گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا، ان کی مہمان نوازی کی، ان کی جہادی تگ وتازگی کی تائید کی اور وہ جو نیک مقاصد لے کر میدان عمل میں نکلے تھے، ان کو سراہا اور اس وقت انھیں جس مالی تعاون کی ضرورت تھی، فراخ دلی سے کیا۔

علمی اور عملی اعتبار سے یہ ہمہ اوصاف موصوف خاندان تھا۔ اس عالی قدر سید خاندان میں ہمارے ممدوح سید محب اللہ شاہ راشدی ۲ اکتوبر ۱۹۲۱ء (۲۹ محرم ۱۳۴۵ھ) کو پیدا ہوئے۔ مقام ولادت پیر جو گوٹھ ہے جو نیوسعید آباد کے قریب ضلع حیدر آباد میں اس سے تیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

گزشتہ سطور کے ذریعے یہ بات ہمارے علم میں آ چکی ہے کہ سید محب اللہ شاہ راشدی پانچویں پیر آف جھنڈا سید احسان اللہ راشدی کے خلف کبیر تھے اور سید احسان اللہ شاہ اپنے دور کے جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ پیکر صلاح وتقویٰ بزرگ تھے اور بدرجہ غایت متبع سنت بھی۔ سنت رسول سے بے پناہ محبت اور انتہائی اتباع کی وجہ سے لوگوں میں وہ ''پیر سائیں سنت والے'' کے نام سے معروف ہوگئے تھے۔ ان کے بارے میں خود ان کے بڑے صاحبزادے سید محب اللہ شاہ کی روایت ہے کہ ان کی تیسری شادی ہمارے سامنے ہوئی۔ شادی کے لیے ایک بہت بڑے پیر سید محبوب اللہ شاہ کو پیغام پہنچایا گیا جو حنفی تھے۔ انھوں نے جواب دیا کہ اگر تم رفع الیدین کرنا چھوڑ دو تو میں اپنی بیٹی تمہارے نکاح میں دینے کو تیار ہوں۔ انھوں نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں ایک عورت کی خاطر رسول اللہ ﷺ کی سنت ترک نہیں کرسکتا۔ یہ تو ایک عورت کا معاملہ ہے، میں ہزار عورتیں بھی اپنے پیغمبر کی سنت پر قربان کرسکتا ہوں۔

اپنے والد کے بارے میں پیر محب اللہ شاہ ایک عجیب واقعہ بیان کرتے ہیں جو ان کی اسلامی اور دینی غیرت پر دلالت کناں ہے اور جس سے پتا چلتا ہے کہ وہ سنت رسولؐ کے کس درجہ شیدائی تھے۔

فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہمارے والد اپنے جماعتی رفقاء کے ساتھ حیدر آباد ریلوے اسٹیشن پر بیٹھے ٹرین کا انتظار کر رہے تھے کہ انگریزی لباس میں ملبوس ایک داڑھی منڈے صاحب آئے اور انھوں نے والد صاحب کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ انھوں نے اسی طرح بیٹھے بیٹھے ان کی طرف ہاتھ کیا اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصافحہ کیا۔ ساتھیوں میں سے کسی نے کہا:

پیر سائیں یہ سید غلام مرتضیٰ شاہ (جی ایم سید) ہیں۔ علاقے کے مشہور پیر ہیں، وڈیرے بھی ہیں، ان کے ساتھ کھڑے ہو کر مصافحہ کرنا چاہیے تھا۔

سید احسان اللہ شاہ نے اسی وقت ان کے سامنے ہی جواب دیا: ہمیں کیا معلوم کہ یہ سید ہیں یا ہندوؤں کی کسی ماڈرن فیملی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی وضع قطع کوئی اسلامی نمونہ پیش نہیں کرتی اور پتا نہیں چلتا کہ یہ سید ہیں۔

جی ایم سید بولے: سائیں کیا کریں، اپنے کام کاج کے لیے انگریزوں سے ملنا جلنا پڑتا ہے۔ ان کے سامنے اگر وضع قطع کا اسلامی نمونہ پیش کریں تو وہ عزت نہیں کرتے اور کوئی کام نہیں ہوتا۔

جواب دیا: میری وضع قطع آپ کے سامنے ہے۔ ہم دونوں انگریز حاکم کے دفتر میں چلے جاتے ہیں اور اس سے جا کر ملاقات کے لیے وقت طلب کرتے ہیں۔ دیکھتے ہیں، وہ پہلے آپ سے ملاقات کرتا ہے یا مجھ سے فرمایا: عزت اللہ اور رسول ﷺ کی اتباع میں ہے نہ کہ غیروں کا رنگ ڈھنگ اختیار کرنے میں!

اس طرح اپنے دائرہ اثر میں یہ لوگ انگریزوں کے خلاف رائے عامہ ہموار کرتے رہے اور انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کی جو تحریکیں برصغیر میں اٹھیں، ان سے انھوں نے اپنے انداز سے تعاون کیا اور برطانوی حکومت کی مخالفت میں سرگرم رہے۔

اس وقت مارچ ۱۹۹۵ء کا ماہنامہ "صراط مستقیم" (جو کراچی سے شائع ہوتا تھا) پیش نگاہ ہے۔ اس میں سید پیر محب اللہ شاہ کا ایک طویل انٹرویو شائع ہوا ہے۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ تحریک خلافت میں تو پیر آف جھنڈا نے خوب حصہ لیا، لیکن اس کے بعد عملی سیاست میں حصہ نہیں لیا بلکہ اپنی توجہ اشاعت سنت اور تبلیغ دین کی طرف مبذول رکھی۔ اس سلسلے میں وہ تقریری اور تحریری دونوں طریقوں سے سرگرم عمل رہے۔

قارئین کرام یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں:

سوال: "تحریک پاکستان کے لیے آپ کے خاندان کی کیا خدمات ہیں؟"

جواب: "انگریزی حکومت کے خلاف تحریک خلافت میں ہمارے خاندان نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، یہاں تک کہ ہمارے دادا سید رشد اللہ شاہ صاحب کو لوگ "پیر صاحب خلافت والے" کہنے لگے۔ دادا مرحوم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریک خلافت سندھ کے صدر بھی چنے گئے۔ ہمارے خاندان میں انگریزوں کے خلاف شدید نفرت تھی۔ وضع قطع اور رہن سہن کے طور طریقوں میں انگریز کی مشابہت ناقابل برداشت تھی۔"

ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تحریک خلافت کے بعد ان حضرات نے سیاسیات سے دلچسپی تو رکھی، لیکن عملاً سیاست پر کتاب وسنت کی تبلیغ و اشاعت کو ترجیح دی اور واقعہ یہ ہے کہ علمائے دین کا اصل کام یہی ہے، جس میں جھنڈا والے پیر صاحبان مشغول رہے۔ برصغیر کی آزادی کی بنیاد ان تحریکوں نے قائم کر دی تھی جو پہلی جنگ عظیم کے دوران یا اس کے فوراً بعد جاری ہوئیں، جن میں تحریک خلافت بھی شامل ہے، چنانچہ انہی تحریکوں کے نتیجے میں برصغیر آزاد ہوا اور پاکستان دنیا کے نقشے پر ابھرا۔ پھر پاکستان کے حکمرانوں نے بالخصوص ایوب خاں اور یحییٰ خاں کے مارشل لاؤں نے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ پاکستان کے بطن میں بنگلہ دیش نے انگڑائی لی اور وہ عالم وجود میں آ گیا۔

گزارشات کا اصل مقصد یہ ہے کہ سادات جھنڈا کا گھرانا سندھ کے بدعستان کی تاریکیوں میں اور پیر خانوں کے ظلمات میں گھرے ہوئے شبستانوں میں اور وڈیروں کے عشرت کدوں میں نور کا مینار تھا جو دور سے اپنی پوری توانائی کے ساتھ کھڑا دکھائی دیتا تھا اور اپنی بھرپور طاقت کے ساتھ اس علاقے میں روشنی بانٹ رہا تھا، جس سے لوگ اپنی ذہنی اور فکری استطاعت کے مطابق اپنا حصہ وصول کر رہے تھے۔

دوسرے لفظوں میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ سندھ میں موحدین کا یہ واحد گھرانا تھا جس نے ان شرک آلود وادیوں میں خالص توحید کا نعرہ بلند کیا اور اس کی تبلیغ وترویج کو اپنا فرض منصبی قرار دیا۔ یعنی سید العرب کے دین کی تعلیمات میں جو لوگ بگاڑ پیدا کرنے کے درپے تھے، ان کے خلاف سید العجم نے محاذ قائم کیا اور اس دین مبین کی آسان اور واضح تعلیمات کو لوگوں کے قلوب و اذہان میں اتارنے کی سعی کی...... اس خاندان کی اب تک یہی صورت حال ہے اور آثار بتاتے ہیں کہ حالات کی تبدیلی کی روشنی میں اپنے انداز سے یہ صورت ہمیشہ قائم رہے گی۔

اسی گھرانے میں ہمارے ممدوح پیر سائیں سید محبّ اللہ شاہ راشدی پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے اسلامی مدرسے میں حاصل کی جو ان کے والد سید احسان اللہ شاہ کی نگرانی میں جاری تھا۔ سب سے پہلے انہوں نے اس مدرسے میں ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس زمانے میں تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔ والدین بھی اس کا پورا خیال رکھتے تھے اور اساتذہ کی بھی اس طرف توجہ رہتی تھی۔ شاہ صاحب کی والدہ اور والد نے خوب تربیت کی۔

سنت رسول ﷺ پر عامل و پابند رہنے پر خاص طور سے زور دیا جاتا تھا۔ لباس اور وضع قطع میں سنت رسول ﷺ کا پورا خیال رکھا جاتا تھا، پاجامہ ٹخنوں سے نیچے نہیں ہونا چاہیے۔ کہیں جانا ہو تو اچھے اخلاق کے بچوں کی رفاقت اختیار کی جائے، بول چال میں بڑے اور چھوٹے کے درمیان فرق کو ملحوظ خاطر رکھا جائے، گھر سے جاتے وقت اور آتے وقت سلام کہا جائے، کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کیا جائے، گالی گلوچ سے دامن کشاں رہا جائے، کسی کو دھوکا نہ دیا جائے، کسی معاملے میں جھوٹ نہ بولا جائے، ماں باپ کی تکریم کی جائے، استاذ کا احترام کیا جائے۔ اس قسم کی تربیت جو اچھے گھروں میں بچوں کی کی جاتی ہے، محبّ اللہ شاہ کی بھی کی گئی اور اس ابتدائی تربیت کا اثر ہر معاملے میں تمام عمران پر سایہ فگن رہا۔

سید محبّ اللہ شاہ کے اساتذہ کی فہرست کافی وسیع ہے جو مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل ہے۔

(1) حافظ محمد امین:...... یہ ان کے سب سے پہلے استاذ ہیں، جن سے انہوں نے ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔

میرے خیال میں سب سے بڑا استاذ پہلا استاذ ہی ہوتا ہے جو الفاظ وحروف سے بالکل ناآشنا بچے کا حروف والفاظ سے رابطہ پیدا کراتا ہے، علم سے بے خبر کو علم کی راہ پر لگاتا ہے اور قطعی غیر تربیت یافتہ بچے کی نہایت محنت کے ساتھ بہتر صورت میں تربیت کرتا ہے۔ لیکن افسوس ہے ہمارے ہاں ابتدائی درجے کے اساتذہ کو خاص اہمیت نہیں دی جاتی۔ ہمارے ہاں یہ دیکھا جاتا ہے کہ انتہائی کتابیں کس سے پڑھیں؟ سند کس سے حاصل کی؟ اسی کو بڑا استاذ گردانا جاتا ہے جس سے اوپر درجے کی تکمیل اور سند لی۔ سوال یہ ہے کہ اگر پہلا درجہ نہ ہوتا تو آخری درجہ کیسے آتا؟ اوپر کے درجے تک آپ کو ابتدائی درجوں نے پہنچایا ہے، لیکن انہی درجوں کے اساتذہ کو آپ نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہ انتہائی غلط اسلوب فکر ہے۔ سیّد محبّ اللہ شاہ نہایت قابل تعریف ہیں کہ انہوں نے اپنے پہلے اساتذہ کو یاد رکھا۔

(2) مولانا ولی محمد:...... ان سے فارسی کی بعض کتابیں پڑھیں ...... یہ نہیں پتہ چلتا کہ کون کون سی کتابیں پڑھیں۔ غالبًا ان سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھی ہوں گی اور فارسی تعلیم سے انہی کی وجہ سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آشنا ہوئے ہوں گے۔ کسی صاحب کے حالات لکھنے اور پڑھنے والے کو اس سے بھی دلچسپی ہوتی ہے کہ کون کون سی کتابیں کس سے پڑھیں، لیکن بسا اوقات اس کا پتا نہیں چلتا۔ عربی کی بعض کتابیں بھی مولانا ولی محمد سے پڑھیں۔

(3) مولانا محمد اسماعیل افغانی:...... ان سے بھی فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ دو سال ان سے فارسی کی تعلیم حاصل کی اور اس اثنا میں "فارسی کی کئی کتابیں پڑھیں" لیکن کتابوں کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ اسی اثنا میں اردو کی بعض کتابوں کا از خود مطالعہ کیا۔

(4) مولانا قطب الدین ہالیجوی:...... ان سے بھی عربی کی کچھ کتابوں کا درس لیا۔

(5) مولانا عبد الوہاب:...... عربی کے مختلف علوم کی چند کتابیں ان سے پڑھیں، لیکن اس کی تفصیل کا پتا نہیں چل سکا۔

(6) مولانا حمید الدین:...... ان کے بارے میں بھی یہی معلوم ہو سکا ہے کہ ان کے استاذ تھے، لیکن کس موضوع کی ان سے کون سی کتاب پڑھی، اس کا علم نہیں ہو سکا۔

(7) مولانا محمد اکرم سندھی:...... یہ بھی ان کے استاذ ہیں، لیکن کس موضوع کے؟ یہ معلوم نہیں۔

(8) مولانا محمد یوسف:...... ان کے متعلق بھی بس یہی پتا چلا ہے کہ ان کے استاذ تھے۔ اس سے ہم بے خبر ہیں کہ کس موضوع میں ان سے استفادہ کیا۔

(9) مولانا نور محمد:...... سید صاحب کے اساتذہ کی فہرست میں ان کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔

(10) مولانا عبید اللہ سندھی:...... مشہور عالم دین تھے، جن سے قرآن کے بعض مقامات سمجھے۔

(11) مولانا محمد مدنی:...... ان کے بارے میں بھی کچھ پتا نہیں کہ ان سے کس علم میں مستفید ہوئے۔

(12) مولانا محمد خلیل:...... ان کا نام نامی بھی ان کے اساتذہ کی فہرست میں شامل ہے جو ہم نے یہاں درج کر دیا، اس کے علاوہ کسی بات کا ہمیں کچھ اتا پتا نہیں۔

(13) مولانا محمود احمد:...... ان سے متعلق بھی ہم کچھ نہیں جانتے۔

(14) مولانا بہاء الدین:...... ان کا اسم گرامی بھی پہلی دفعہ ہمارے علم میں آیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(15) مولانا عبد الحق بہاول پوری:...... بہت بڑے اہل حدیث عالم تھے۔ درحقیقت احمد پور شرقیہ کے رہنے والے تھے۔ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ چلے گئے تھے، اس لیے ان کے اسم گرامی کے ساتھ ''مہاجر مکی'' لکھا جاتا ہے۔ ان سے علوم حدیث میں استفادہ کیا۔

(16) مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی:...... حدیث اور متعلقات حدیث پر عبور رکھتے تھے۔ تقسیم ہند سے قبل دہلی کے مدرسہ سعیدیہ میں ان کی مسند تدریس آراستہ تھی۔ پھر پاکستان آگئے تھے۔ انھوں نے ۲۱ جولائی ۱۹۶۱ (۷ صفر ۱۳۸۱ء) کو وفات پائی۔ شاہ صاحب نے حدیث کے بعض مقامات ان سے سمجھے۔

(17) مولانا عطاء اللہ حنیف:...... آزادی برصغیر سے قبل گوجراں والا، کوٹ کپورہ، اوڈاں والا اور فیروز پور میں پڑھاتے رہے۔ جلیل القدر عالم تھے۔ حدیث اور رجال حدیث ان کا خاص موضوع تھا۔ آزادی کے بعد دارالعلوم تقویۃ الاسلام (لاہور) میں شیخ الحدیث کے منصب پر متمکن رہے۔ ۱۹۸۷ء کے بعد ۲ اور ۳ اکتوبر کی درمیانی شب کو لاہور میں وفات پائی۔ ان سے بھی شاہ صاحب علوم حدیث میں مستفید ہوئے۔

(18) ...... اپنے والد گرامی پیر سید احسان اللہ شاہ صاحب سے بھی انھوں نے بہت کچھ سیکھا۔ علوم حدیث اور فن رجال میں انھیں خاص طور پر مہارت حاصل تھی، اس موضوع سے متعلق ان سے بہت معلومات حاصل کیں اور پھر ہمیشہ یہ موضوع ان کی دلچسپی کا محور رہا۔ اس موضوع کے متعلق (جیسا کہ ان کے چھوٹے بھائی سید بدیع الدین کے حالات میں بیان کیا گیا) ان کے والد کے کتب خانے میں مطبوعہ و غیر مطبوعہ بے شمار کتابیں موجود تھیں، لائق بیٹے نے اس کتب خانے میں مزید اضافہ کیا اور بہت سے ممالک سے کتابیں منگوائیں۔

کتابوں کے حصول ونقول میں سید احسان اللہ شاہ کی دلچسپی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ انہوں نے اپنے مدرسے کے ایک استاد مولانا قطب الدین ہالیجوی کو (جن کا نام سید محب اللہ شاہ کے اساتذہ کی فہرست میں چوتھے نمبر پر مرقوم ہے) حیدر آباد (دکن) بھیجا تا کہ وہ نواب عثمان علی خان کے ذاتی کتب خانے کی بعض قلمی کتابیں نقل کر کے لائیں۔ مولانا موصوف وہاں کے دائرۃ المعارف کے رکن تھے اور نواب عثمان علی خان ان سے ذاتی طور پر متعارف تھے، چنانچہ وہ وہاں سے بعض کتابیں نقل کر کے لائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح لندن کی انڈیا آفس لائبریری کے لائبریرین اس وقت ڈاکٹر کرنکو تھے، وہ ان سے اچھے تعلق رکھتے تھے، ان کی وساطت سے وہاں کی لائبریری کی بعض کتابوں کی نقول حاصل کیں۔ انھیں جب معلوم ہوا کہ جرمنی کی ایک لائبریری میں صحیح ابن خزیمہ کا ایک نسخہ اور بعض تفسیریں موجود ہیں تو مختلف ذرائع سے ان کی نقول حاصل کرنے کی بڑی کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔

اس زمانے میں فوٹوسٹیٹ کا انتظام نہ تھا، لوگ اپنی پسند کی کتابیں لائبریریوں سے اجازت لے کر نقل کرتے تھے، مختلف ملکوں اور شہروں کے کتب خانوں میں سید احسان اللہ شاہ نے اپنے خاص آدمی مقرر کر رکھے تھے، جنھیں وہ معقول حق خدمت دیتے تھے اور وہ یہ خدمت سرانجام دیتے تھے۔

گزشتہ سطور میں ہم سید محب اللہ شاہ کے اٹھارہ لائق احترام اساتذہ کے اسمائے گرامی سے آگاہ ہوچکے ہیں، لیکن ان بزرگان عالی قدر میں سے ہم صرف پانچ شخصیتوں کے حالات سے کسی قدر واقف ہیں، وہ ہیں علی الترتیب (1)...... مولانا عبیداللہ سندھی: جن کا تذکرہ اس فقیر کی تصنیف ''نقوش عظمت رفتہ'' میں کیا گیا ہے اور یہ کتاب مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور نے شائع کی ہے۔ (2)...... مولانا عبدالحق بہاول پوری (3)...... مولانا محمد عطاء اللہ حنیف: ان کا ذکر بھی ''نقوش عظمت رفتہ'' میں ہو چکا ہے۔ (4)...... مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی اور (5)...... پیر سید احسان اللہ شاہ راشدی ...... ان حضرات کے علاوہ باقی تیرہ اساتذہ کے بارے میں ہمیں قطعاً کچھ پتا نہیں کہ وہ کون بزرگ ہیں، کہاں کے رہنے والے ہیں، انہوں نے کن حضرات سے تعلیم حاصل کی اور پھر کیا تدریسی اور تقریری یا تصنیفی خدمات سرانجام دیں۔ ان کے اسمائے گرامی سے بھی ہم اس انٹرویو سے مطلع ہوئے ہیں جو ''صراط مستقیم'' کے مارچ ۱۹۹۵ء کے شمارے میں چھپا ہے۔

ہمارے علمائے کرام اپنے بارے میں تو کچھ نہ کچھ معلومات از راہ کرم فراہم کر دیتے ہیں، اگر وہ اپنے اساتذہ کے متعلق بھی کچھ فرما دیا کریں اور یہ بتا دیا کریں کہ انہوں نے کون کون سی کتابیں کس استاذ سے پڑھیں تو قاری کے معلومات میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر اگر ان کے طریق تعلیم کی وضاحت بھی کر دی جائے اور اپنے ہم سبق اور ہم درس حضرات کے بارے میں بھی کچھ بتا دیا جائے تو بعد میں آنے والوں اور ان سے متعلق لکھنے والوں کے لیے راہ صاف ہو جاتی ہے اور یہ پتا چل جاتا ہے کہ اس دور میں دینی علوم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھنے پڑھانے کا کیا اسلوب تھا اور کن علاقوں اور خاندانوں کے لوگ اس میں دلچسپی لیتے تھے۔

قدیم دینی علوم کے حصول کے بعد سید محبّ اللہ شاہ راشدی جدید تعلیم کے حصول کی طرف راغب ہوئے۔ پہلے میٹرک پاس کیا، پھر ایف اے پاس کیا، پھر بی اے اور بعد میں ایم اے تک پہنچے۔ یعنی اب وہ قدیم اور جدید دونوں میں دست رس رکھتے تھے اور سندھی، عربی، اردو اور انگریزی میں کھل کر اظہار مدعا کر سکتے تھے اور کرتے تھے۔

ان کے حفظ واتقان کا یہ عالم تھا کہ انیس برس کو پہنچے تو صرف ڈھائی ماہ میں قرآن مجید یاد کر لیا۔ وہ ہمیشہ رمضان المبارک میں نماز تراویح میں قرآن مجید سناتے تھے اور ایک پارہ روزانہ پڑھتے تھے۔ اس کے علاوہ رمضان اور غیر رمضان میں یہ معمول تھا کہ بلاناغہ تقریباً سوا چار پارے روزانہ تلاوت کرتے اور سات دن میں ایک قرآن مجید ختم کر دیتے۔ اس کا آغاز ہفتے کے دن سے ہوتا اور جمعے کو قرآن مجید ختم کیا جاتا۔ علاوہ ازیں تہجد میں ایک پارہ پڑھتے۔ اس طرح نماز تہجد کا قرآن ایک مہینے میں ختم ہوتا۔ یہ تو زبانی تلاوت کا معاملہ تھا۔ روزانہ پون پارہ قرآن سے دیکھ کر تلاوت کرتے تھے اور یہ سلسلہ چالیس روز میں اختتام کو پہنچتا۔

مختلف نمازوں میں نبی ﷺ سے جن سورتوں کی تلاوت کا ذکر کتب احادیث میں آیا ہے انہیں بھی پڑھنے کی کوشش کرتے۔ مثلاً ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے ایک رکعت میں سورہ بقرہ، سورہ آل عمران اور سورہ نساء پڑھیں۔ اس سنت پر بھی شاہ صاحب نے عمل کیا ہے۔ اسی طرح دس رکعت میں بیس سورتیں بھی پڑھیں، جیسا کہ حدیث کی کتابوں میں وارد ہے کہ آنحضرت نے ہر رکعت میں دو سورتیں تلاوت فرمائیں، سید صاحب نے آنحضرت کی اس سنت پر بھی عمل فرمایا۔ وہ نماز فجر کے بعد روزانہ قرآن مجید کا درس دیا کرتے تھے اور مختلف مفسرین کی چودہ پندرہ تفسیروں کا مطالعہ کر کے پوری تیاری کے ساتھ درس دیتے تھے۔ جس آیت سے جتنے احکام ومسائل مستنبط ہوتے، سب کا ذکر فرماتے۔ بعض دفعہ ایک ہی آیت کئی کئی دن چلتی۔ قرآن مجید سے انہیں بڑی محبت تھی اور دل کی گہرائی سے اس کے ایک ایک لفظ کا مطالعہ کرتے تھے۔

مشرکانہ عمل وقول سے شاہ صاحب انتہائی متنفر تھے اور کوئی ایسا کلمہ سننا جس کا شرک سے کچھ بھی تعلق ہو، ان کے لیے نہایت مشکل تھا۔ ۱۹۳۹ء کی بات ہے کہ اپنی والدہ مرحومہ، اپنے بھتیجے سید محمد شاہ مرحوم اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض جماعتی رفقاء کی معیت میں بذریعہ بحری جہاز حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ابھی کراچی سے جہاز نے لنگر اٹھایا ہی تھا کہ ایک شخص کی آواز کانوں میں پڑی ''لبیک یارسول اللہ'' ......سید صاحب نے بلند آواز سے کہا ابھی سے غیر اللہ کو پکارا جا رہا ہے، نہ جانے اس جہاز کا کیا حشر ہوگا۔ اللہ کی قدرت دیکھیے کہ جیسے ہی جہاز کراچی کی حدود سے باہر نکلا، اسے طوفان نے گھیر لیا اور چیخ پکار شروع ہوگئی۔ سمندر کا پانی تیزی کے ساتھ چھلک چھلک کر جہاز کے اوپر آ رہا تھا۔ اب سب گڑگڑا کر اللہ کو پکار رہے ہیں، اس کے حضور سجدہ ریز ہیں، نہایت عاجزی کے ساتھ قرآن پڑھ رہے ہیں اور اللہ سے نجات کی التجا کر رہے ہیں اور مصیبت دور ہونے کی دعائیں مانگ رہے ہیں۔

جہاز کے عملے نے بتایا کہ چالیس سال سے یہ جہاز کبھی اس ورجہ شدید طوفان کی زد میں نہیں آیا۔ مصیبت اتنی سخت تھی کہ کسی شخص کی زبان سے غیر اللہ سے امداد کا لفظ نہیں ادا ہو رہا تھا، سب اللہ سے مدد مانگ رہے تھے اور اسی سے نجات کے طالب تھے۔ جس شخص نے ''لبیک یارسول اللہ'' کہا تھا، وہ سجدے میں گرا ہوا تھا اور اللہ سے نجات کی دعا مانگ رہا تھا۔

اس وقت جہاز کے کپتان نے محسوس کیا کہ جدہ کی طرف سفر جاری رکھنا خطرناک ہے، چنانچہ اس نے جہاز کا رخ کسی اور طرف موڑ دیا۔ سب لوگ حج سے مایوس ہو گئے اور کہنا شروع کر دیا کہ اس سال حج نہیں کر سکیں گے۔ تین چار روز یہی کیفیت رہی۔ پھر اللہ نے فضل کیا اور طوفان سے نجات حاصل ہوگئی۔ سمندر کی معتدل حالت کا اندازہ کر کے کپتان نے پھر جہاز کا رخ جدہ کی طرف کر دیا۔ اب خوف زدہ چہروں کی رونق بحال ہوگئی۔ ڈر ختم ہو گیا اور یاس وناامیدی امن وامید میں بدل گئی۔

سیّد صاحب اور ان کے قافلے کی زندگی کا یہ خطرناک اور خوف انگیز سفر گیارہ سے زیادہ دن جاری رہا۔ آخر اللہ نے سب کو بخیریت جدہ پہنچا دیا اور سب نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

وہ بلاشبہ بہت بڑے مبلغ اسلام تھے، تبلیغ اسلام کے لیے انہوں نے صوبہ سندھ اور پاکستان کے دوسرے صوبوں میں تو تگ و تاز کرنا ہی تھی اور کی بھی، اس کے علاوہ انہوں نے دوسرے ملکوں کے بھی دورے کیے اور غیر مسلموں کو قبول اسلام کی تلقین کی اور مسلمانوں کو اتباع کتاب وسنت کی تاکید فرمائی، مثلاً وہ انگلستان کے بڑے بڑے شہروں میں گئے جن میں لندن، برمنگھم، مانچسٹر اور آکسفورڈ وغیرہ چھے سات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہر شامل ہیں۔ وہاں کے متعدد مجمعوں میں تقریریں کیں، اور تقریروں میں اسلام کی حقانیت اور دوسرے مذاہب کے مقابلے میں اس کی خصوصیات کی تفصیلات بیان کیں۔

اس کے علاوہ ترکی بھی گئے، ہندوستان بھی تشریف لے گئے، سعودی عرب تو کئی دفعہ گئے۔ وہاں حرمین شریفین میں بھی تقریریں کیں، اور بھی بعض مقامات کے لوگوں کو اتباع سنت کی راہ پر چلنے کی تاکید کی۔

سید محب اللہ شاہ راشدی بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ ان میں ایک خوبی یہ تھی کہ وہ شاعر تھے۔ ابتدا میں عربی زبان میں شاعری کی، اشعار کا اچھا خاصا مجموعہ تیار ہو گیا تھا، لیکن وہ سب ضائع ہو گیا۔ پھر سندھی میں طبع آزمائی کی۔ ان کا کلام سندھی رسالوں میں شائع ہوا۔ سندھی ان کی مادری زبان تھی اور بالعموم اسی میں گفتگو ہوتی تھی۔ اس زبان میں انہوں نے اچھی خاصی شاعری کی۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی کا علاقہ ان کے علاقے سے ملحق ہے۔ ان کے بارے میں ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ان کا زیادہ تر شاعرانہ کلام اصلاحی نوعیت کا ہے۔ ان کے بعض اشعار اگرچہ کچھ شبہ پیدا کرتے ہیں، لیکن اگر ہم ان کا صحیح مفہوم لینا چاہیں تو لیا جا سکتا ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ ان کے کلام کا وہ حصہ جسے غیر اصلاحی یا شرکیہ کہا جاتا ہے، ان کا نہیں ہے، بعض غلط فکر لوگوں نے اسے ان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

سید صاحب کہتے ہیں کہ بعض ایسے شواہد موجود ہیں جن کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ شاہ عبداللطیف بھٹائی موحد بلکہ اہل حدیث تھے۔ ان کا ارشاد ہے کہ مولانا مخدوم محمد معین الدین جو ٹھٹھہ کے رہنے والے تھے، شاہ عبداللطیف بھٹائی کے گہرے دوست تھے۔ مولانا ممدوح نے اپنی کتاب میں احناف کے بعض مسائل کی کتاب و سنت کی روشنی میں تردید کی ہے اور اہل حدیث کے مسلک کو حدیث رسول ﷺ کے مطابق قرار دیا ہے۔ مولانا محمد معین الدین ٹھٹھوی نے اپنی موت سے پہلے وصیت کی تھی کہ ان کا جنازہ شاہ عبداللطیف پڑھائیں۔ وہ وفات پا گئے تو لوگ پریشان ہوئے کہ شاہ عبداللطیف کو کہاں تلاش کیا جائے اور جنازہ ان سے کس طرح پڑھایا جائے، اس لیے کہ وہ ٹھٹھہ میں نہیں رہتے تھے۔ اب حسن اتفاق ملاحظہ ہو کہ شاہ صاحب اچانک وہاں آ گئے اور لوگوں نے مولانا کی وصیت کے متعلق بتایا تو انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازے کے بعد لوگوں سے کہا کہ میرا جن سے تعلق تھا، وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں، اب آئندہ میرا یہاں آنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے آباواجداد سے شاہ عبداللطیف بھٹائی کے بارے جو روایات ملتی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پرہیز گار اور موحد آدمی تھے۔

سید محبّ اللہ شاہ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ طنبورہ شاہ عبداللطیف بھٹائی کی ایجاد ہے اور یہ موسیقی کا آلہ ہے، کوئی نیک اور موحد آدمی کیوں کر اس قسم کا آلہ ایجاد یا استعمال کرسکتا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: اگر غلط شاعری ان کی طرف منسوب کی جاسکتی ہے تو طنبورہ کی ایجاد منسوب کرنا کون سا مشکل کام ہے؟ جو شخص جس مزاج کا حامل ہوتا ہے، وہ اسی قسم کی چیزیں دوسرے کی طرف منسوب کرتا ہے اور اسے اپنے جیسا ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آپ اندازہ کیجیے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے بارے میں کیسی کیسی کہانیاں گھڑی گئیں۔ خود نبی ﷺ کی ذات بابرکات کی طرف کتنی من گھڑت اور سراسر غلط باتیں منسوب کی گئیں۔

شاہ صاحب نے ٹھیک فرمایا بے شک ایسا ہوتا ہے، اللہ کے برگزیدہ بندوں کے متعلق بہت سی ایسی باتیں لوگ بناتے اور ایجاد کرتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ پھر وہ باتیں برملا مجلسوں میں بیان کی جاتی ہیں اور اچھے بھلے پڑھے لوگ انہیں غور سے سنتے اور صحیح قرار دیتے ہیں۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ جن باتوں کی وہ بزرگ تمام عمر تردید کرتے رہے اور تردید کے نتیجے میں تکلیفوں میں مبتلا کیے گئے، وہی باتیں ان کے نام لگائی جاتی ہیں۔ پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس قسم کی غلط اور غیر شرعی باتوں کی وجہ سے بعض کم فہم لوگ خود ان بزرگوں ہی کو ہدف تنقید ٹھہرانے لگتے ہیں۔ حالاں کہ اس میں ان کا ہرگز کوئی قصور نہیں ہے۔ تمام تر قصور بعد کے لوگوں کا ہے جو اس نوع کی باتوں کا ان کی طرف انتساب کرتے ہیں۔

سید محبّ اللہ شاہ بڑے باخبر بزرگ تھے۔ وہ لوگوں کی نفسیات سے آگاہ تھے۔ بالخصوص سندھ کے وڈیرے، جاگیردار اور سجادہ نشین مختلف معاملات میں جس فکر وفہم کے حامل ہیں اس کا انہیں اچھی طرح علم ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان کے باقی صوبوں کی طرح سندھ بھی تعلیمی پسماندگی کا شکار ہے۔ اس کی وجہ سید صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ سندھ میں تعلیم کے فروغ کی راہ میں وہاں کے وڈیرے، جاگیردار اور گدی نشین سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ لوگ تعلیم یافتہ ہو گئے تو ان کی چودھراہٹ اور پیری مریدی خطرے میں پڑ جائے گی، لہٰذا وہ نہیں چاہتے کہ ان کے علاقے میں حصول تعلیم کا سلسلہ دراز ہو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کی سرحدیں اتنی وسعت اختیار کر لیں کہ ان کے محلات سے نکل کر مزارع یا ہاری اور غریب کی جھونپڑی تک پہنچ جائیں۔ سندھ کے تقریباً ہر گاؤں میں حکومت نے سکول کھول دیے ہیں، لیکن ان سکولوں کی عمارتیں جاگیرداروں کے ڈیرے بنی ہوئی ہیں اور ان سکولوں کے ٹیچر بچوں کو تعلیم دینے کی بجائے، وڈیروں کی ٹانگیں دبانے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ کوئی ٹیچر اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیتا اور بچوں کو پڑھاتا ہے تو وڈیرہ فوراً اس کا تبادلہ کرا دیتا ہے۔

اس مشکل کا حل سید صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ ہر جگہ کے بااثر افراد اپنے ہاں کے سکولوں اور تعلیمی اداروں کی سرپرستی اور نگرانی کریں۔ حکومت کا کام سکول قائم کرنا اور وہ قائم کر رہی ہے۔ انہیں باقاعدگی سے چلانے کے لیے حکومت سے تعاون کرنا اور حکومت کا تعاون لینا مقامی لوگوں کا فرض ہے۔

سید محب اللہ شاہ کے نزدیک دینی تعلیم کے اداروں کی اب وہ حالت نہیں رہی جو پہلے تھی۔ دینی تعلیم لوگ حاصل تو ضرور کر رہے ہیں لیکن دینی علماء میں اس علمی گہرائی اور تقویٰ وصلاحیت کا افسوس ناک حد تک فقدان ہے جس کا دینی علوم تقاضا کرتے ہیں اور جو کچھ عرصہ پیشتر کے علمائے دین کا طرۂ امتیاز تھا۔

کسی زمانے میں سید صاحب نے خود اپنے گاؤں میں اورنٹیل کالج قائم کیا تھا۔ اس کی دو وجہیں تھیں۔ ایک یہ کہ ان کے مدرسے دارالارشاد میں طلباء زیادہ تعداد میں داخلہ نہیں لیتے تھے۔ سید صاحب کے بعض مخلص دوستوں نے مشورہ دیا کہ اس کے ساتھ اورنٹیل کالج قائم کیا جائے، جو طلباء اس میں داخلہ لیں گے وہ خالص دینی مدرسے سے بھی رابطہ رکھیں گے جو اس کے بالکل ملحق ہوگا۔ اس طرح وہ دینی تعلیم سے مانوس ہوں گے اور اس کے حصول کی کوشش کریں گے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ سندھ میں کالج بہت کم تھے اور لڑکے اور ان کے والدین پریشانی کا شکار تھے، اس لیے کہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے میں رکاوٹ پیدا ہو رہی تھی۔

یہ دونوں معقول وجوہ تھیں جن کے پیش نظر انہوں نے اورنٹیل کالج کھول دیا اور خود سید محب اللہ شاہ اس کے پرنسپل مقرر کیے گئے۔ تھوڑے ہی عرصے میں اس کالج کو اتنی شہرت حاصل ہوگئی کہ دور دراز کے علاقوں سے طلباء آ کر اس میں تعلیم پانے لگے۔ سکھر اور حیدر آباد سے بھی طلباء اس کالج کے ذریعے اپنے امتحانی فارم سندھ یونیورسٹی میں جمع کراتے تھے اور امتحانات سندھ یونیورسٹی کے زیر اہتمام ہوتے تھے۔ آٹھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برس یہ کالج چلتا رہا۔ اس دوران میں حالات بدلے اور مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کا دور آ گیا۔ انہوں نے تعلیمی اداروں اور کارخانوں کو قومی تحویل میں لینے کا منصوبہ بنایا تو سید صاحب نے یہ کالج بند کر دیا۔ اس کے علاوہ کچھ اور مجبوریاں بھی تھیں۔

سید صاحب سیاسی آدمی نہیں تھے، وہ خالص دینی اور مذہبی ذہن رکھتے تھے۔ اگرچہ وہ شخصی طور پر دین اور سیاست کی تفریق کے قائل نہیں ہیں، نہ مذہب و دین کو انسان کا پرائیویٹ معاملہ سمجھتے ہیں، تاہم سیاست ان کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتی تھی اور اس ملک کے سیاسی رجحانات جس ڈگر پر چل رہے ہیں، اس میں وہ اپنے آپ کو ملوث نہیں کرنا چاہتے تھے۔

صرف ایک دفعہ اس بکھیڑے میں پڑے تھے۔ ایوب خاں کے زمانے میں بی ڈی سسٹم (بنیاد جمہوریتوں کا سلسلہ) شروع ہوا تو یہ یونین کونسل کے امیدوار بنے اور کامیاب ہو گئے۔ یونین کونسل کے چیئرمین بھی منتخب ہو گئے۔ لیکن یہ کام ان کے مزاج کے منافی تھا۔ یہ مدت تو کسی نہ کسی طرح پوری کی، لیکن اس کے بعد اس جھنجھٹ سے ہمیشہ کے لیے توبہ کر لی۔

دعوت و تبلیغ بہت مشکل اور نازک کام ہے، لیکن اس سلسلے میں سید صاحب کا ذہن بالکل صاف اور واضح ہے۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مبلغ کو اس راہ میں نہایت صبر و ضبط سے کام لینا چاہیے۔ اسے مختلف ذہن و فکر کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ کبھی انتہائی سخت مزاج لوگوں سے گفتگو کرنا پڑتی ہے، کبھی تعلیم یافتہ گروہ کو خطاب کرنا ہوتا ہے، کبھی بالکل جاہل طبقے سے بات چیت کا موقع ملتا ہے۔ مبلغ کا فرض ہے کہ پہلے ماحول اور لوگوں کی ذہنیت کا جائزہ لے۔ پھر وعظ و تبلیغ کا سلسلہ شروع کرے۔ نجی یا تبلیغی مجلس میں سختی کا مظاہرہ نہ کرے، نہ فتوے بازی پر اترے اور نہ کسی کو کافر و مشرک قرار دے کر فضا کو مکدر کرے۔ آرام، تحمل اور نرمی سے بات کرے۔ اپنے طرزِ عمل اور اسلوب کلام سے کسی کو اپنا مخالف نہ بنائے بلکہ بات چیت اور گفتگو کے ذریعے سب کو اپنا ہم نوا اور حامی بنانے کی سعی کرے۔ واعظ و مبلغ کا کام کسی سے جھگڑنا یا دنگا فساد کرنا نہیں بلکہ اپنی بات لوگوں کے دلوں میں اتارنے کی کوشش کرنا ہے، اور یہ فریضہ تحمل و بردباری ہی سے سرانجام دیا جا سکتا ہے۔ ان کے نزدیک تبلیغ کا یہی مؤثر طریقہ ہے۔ اس باب میں اسوہ رسول ﷺ ہمیں نرم رویہ اپنانے کی تعلیم دیتا ہے۔ تشدد اور زبردستی سے دامن بچانے کی تلقین فرماتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید صاحب ایک سوال کے جواب میں انگریز کے عہد کا اور ہمارے اس دور کا تجزیہ نہایت جچے تلے الفاظ میں کرتے ہیں جو ''صراط مستقیم'' کے انٹرویو میں مندرج ہے اور جس کا مفاد یہ ہے کہ مسلمانوں نے انگریز سے آزادی کیا حاصل کی گویا اسلام کے اوامر ونواہی، اسلامی غیرت اور اسلامی تہذیب وتمدن سے چھٹی لے لی۔

فرماتے ہیں: یہ کس قدر الم ناک حقیقت ہے کہ جس نظام زندگی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے طویل عرصے تک ہم انگریز سے برسر پیکار رہے تھے، اس کے جانے کے بعد اسی نظام زندگی کو ہم نے مزید قباحتوں اور اپنی نا اہلی کے ساتھ اپنے آپ پر مسلط کرلیا۔ آج ہمارے سرکاری دفتروں میں انگریز کے دور سے زیادہ بدعنوانیاں پائی جاتی ہیں۔ انگریز کے زمانے میں کم از کم اپنے جائز کام کے لیے تو رشوت نہیں دینا پڑتی تھی۔ کسی بڑے انگریز افسر کا کوئی ایسا واقعہ میرے علم میں نہیں کہ اس نے کسی سے رشوت لی ہو۔ البتہ چھوٹے چھوٹے افسر اور کلرک جو زیادہ تر مقامی یعنی ہمارے ملک کے ہوتے تھے، رشوت کا لین دین کرتے تھے، لیکن وہ بھی اس طرح زبردستی نہیں کرتے تھے، جس طرح آج کل ہورہی ہے۔ اب تو سراسر جائز کام کے لیے رشوت دینے پر مجبور کردیا جاتا ہے۔ بڑے افسروں کا یہ حال ہے کہ جب تک مٹھی گرم نہ کی جائے سیدھے منہ بات نہیں کرتے۔ ہمارے معاشرے میں کرپشن خون کی طرح سرایت کرچکی ہے۔ وہی مولانا حالی والی بات ؏

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں

ہم نے سمجھ رکھا ہے کہ جس قدر جی چاہے اسلام کی خلاف ورزی کرلیں، رہیں گے بہرحال مسلمان ہی ؏

نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

کتابوں سے دلچسپی:

سید صاحب کو کتابوں سے بے حد محبت تھی، وہ جہاں جاتے وہاں سے اور کچھ لاتے یا نہ لاتے کتابیں ضرور لاتے۔ امام بیہقی کی شعب الایمان اب چھپ چکی ہے، لیکن ان کی لائبریری میں اس کا ایک ہزار سال پرانا نسخہ موجود ہے۔

کتابیں جمع کرنا ان کا خاندانی شوق ہے جو انھیں اور ان کے چھوٹے بھائی سید بدیع الدین شاہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راشدی کو ورثے میں ملا ہے۔ ان کے مورث اعلی سید محمد راشد شاہ راشدی نے بہت سی کتابیں جمع کی تھیں، ان کے بعد ان کے ہر وارث نے کتابوں میں اضافہ کیا۔ اس وقت کے کتب خانے میں چالیس ہزار سے لے کر پچاس ہزار کتابیں محفوظ ہیں، جن میں بہت سی نایاب و نادر مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتابیں شامل ہیں۔ بقول سید محبّ اللہ شاہ کے، ان کے والد سید احسان اللہ شاہ شام، مصر، مدینہ منورہ، مکہ معظّمہ اور ہندوستان کے مختلف شہروں سے کثیر رقم خرچ کر کے کتابیں منگواتے تھے۔ اس وقت چھاپے خانے زیادہ نہ تھے اس لیے کتب خانوں میں کتابوں کی تعداد محدود تھی۔ سید احسان اللہ شاہ نے مختلف شہروں میں کتابوں کے ماہرین کے ذمے یہ فریضہ عائد کر رکھا تھا کہ وہ کتابیں نقل کر کے انہیں بھیجا کریں۔ اس کا وہ ان حضرات کو اس دور کے مطابق معقول معاوضہ دیتے تھے۔

سید محبّ اللہ شاہ کو فقط کتابیں جمع کرنے کا شوق ہی نہ تھا، وہ ان کا باقاعدہ مطالعہ کرتے تھے اور ان کے مشتملات سے مستفید ہوتے تھے۔ چنانچہ علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، فن رجال، فلسفہ، تاریخ، اصول، عربی ادبیات وغیرہ تمام علوم پر ان کی نظر تھی۔ انگریزی علوم پر بھی وہ عبور رکھتے تھے۔ لوگوں سے میل جول کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا، وعظ و تبلیغ کے لیے بھی بلاد و قصبات اور دیہات میں آمد و رفت رہتی تھی، دوستوں اور عزیزوں کی تقریبات میں بھی شرکت فرماتے تھے۔ متعلقین کے ہاں بھی غمی شادی کے مواقع پر جاتے تھے۔ وہ جس طرح وسیع العلم اور وسیع المطالعہ تھے، اسی طرح وسیع الظرف، وسیع السفر اور وسیع اللقاء بھی تھے۔

جیسا کہ پہلے بتایا گیا، اس فقیر کو صرف دو مرتبہ انھیں سلام عرض کرنے کا موقع ملا۔ پہلی دفعہ ۱۹۶۷ء کے نومبر کے پہلے ہفتے میں جب وہ مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کی نویں سالانہ کانفرنس کی صدارت کے لیے لاہور تشریف لائے اور دوسری دفعہ اس سے ۲۳ برس بعد اکتوبر ۱۹۹۰ء میں جو وہ حافظ احمد شاکر کے بڑے صاحبزادے عزیزی حافظ حماد شاکر کی شادی پر تشریف لائے۔

تیسری مرتبہ ۱۹۸۲ء میں حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف کے ساتھ ان کے آستانہ عالی پر حاضری دی لیکن وہ تشریف فرما نہیں تھے، کہیں باہر گئے تھے۔ اس سے پہلے ہم نیوسعید آباد میں حضرت سید بدیع الدین شاہ کے دولت کدہ پر گئے، وہ بھی وہاں موجود نہیں تھے۔ افسوس ہے اس وقت دونوں لائق احترام بھائیوں میں سے کسی کو سلام نیاز پیش کرنے کی سعادت حاصل نہ ہو سکی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید محبّ اللہ شاہ راشدی بہت اچھے مصنف تھے۔ انھوں نے عربی، اردو، سندھی تینوں زبانوں میں لکھا اور خوب لکھا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہوسکا ہے ان کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف کی تعداد ۵۷ ہے۔ وہ مضامین و مقالات اس کے علاوہ ہیں جو اردو اور سندھی رسائل و جرائد میں مختلف علمی مسائل سے متعلق شائع ہوئے۔ یہ بہت بڑی علمی اور دینی خدمت ہے جو انھوں نے اپنی بے پناہ مصروفیت کے باوجود انجام دی۔
جزاہ اللّٰہ عنا وعن جمیع المسلمین.

ان کی تصانیف میں سے گیارہ کتابیں عربی میں ہیں، ستائیس اردو میں اور انیس سندھی میں۔ نام سب کے عربی قسم کے ہیں۔ یہ کتابیں اسماء الرجال، حدیث، فقہ، وضاحت مسائل، تاریخ وسوانح، شروح وحواشی، سفر ناموں، بعض اصحاب علم سے اختلاف، تنقید اور تردید وتحقیق، رد قادیانیت، تردید بدعات وغیرہ بہت سے مسائل پر مشتمل ہیں۔ ان تصانیف میں قرآن مجید کی تفسیر اور بخاری کی شرح بھی شامل ہے جو ان کا بہت بڑا علمی کارنامہ ہے۔

مندرجہ ذیل سطور میں ان کی تصانیف درج کی جارہی ہے۔ اس کے چار خانے بنادیے گئے ہیں۔
(1)......نمبر شمار (2)......کتاب کا نام (3)......مطبوعہ یا غیر مطبوعہ (4)......موضوع

سب سے پہلے عربی کی گیارہ کتابوں کے نام درج کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد اردو کی ستائیس کتابوں کے نام آتے ہیں اور پھر سندھی زبان کی انیس کتابوں کے!

افسوس ہے ہمیں اس عالم اجل کے مضامین کی تفصیل کا علم نہیں ہوسکا۔ اگر وہ بھی ہمارے علم میں آجاتے تو ان کی تفصیل بھی یہاں دے دی جاتی۔

شاہ صاحب کے فرزندان گرامی کی خدمت میں ہم عرض کریں گے کہ وہ حضرت شاہ صاحب کی غیر مطبوعہ کتابوں کی اشاعت کا اہتمام کریں اور ان کے مضامین و مقالات کو مرتب کرکے کتابی شکل میں شائع کرنے کی کوشش فرمائیں۔ نیز ان کی سندھی زبان کی کتابوں اور مضامین کو اردو میں منتقل کرانے کا انتظام بھی ہونا چاہیے تاکہ اردو دان طبقہ ان کے افکار عالیہ سے مستفید ہوسکے۔ اب ملاحظہ فرمایے ان کی تصنیفات کی تفصیل۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ یا غیر مطبوعہ	موضوع
:1	التعليق النجيح على جامع الصحيح (شرح صحيح البخارى)	غير مطبوع	تسعة اجزاء حديث
:2	تراجم الرواة لكتاب القراءة خلف الامام للامام البيهقى	غير مطبوع	اسماء الرجال
:3	كشف اللثام عن تراجم الرواة الاعلام الذين يروون حديث لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب	غير مطبوع	اسماء الرجال
:4	طريق السداد وفصل المقال فى تراجم الرجال الثقات النبال الذين ليس لهم ذكر فى تهذيب الكمال	غير مطبوع	اسماء الرجال
:5	ثقات الرجال الملتقطة من تاريخ جرجان	غير مطبوع	اسماء الرجال
:6	عون الله (سبحانه و تعالىٰ) القدوس السلام للتعليق الانيق التام على الرسالة المسماة بادراك الركعة بادراك الركوع مع الامام	غير مطبوع	رد
:7	تحصيل المعلاة ببيان حكم الجهر بالبسملة فى الصلوة	غير مطبوع	مسائل
:8	الهام الرحيم الودود والتنقيد فتح المعبود	غير مطبوع	رد
:9	تعليق المحب الحسينى على التقريب للحافظ العسقلانى	غير مطبوع	رجال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

10:	التعليقات على صحيح ابن حبان	غير مطبوع	حديث
11:	ازالة الاكنة عن بعض المواضع فى تمام المنة فى التعليق على فقه السنة	غير مطبوع	للتحقيق و تنقيد

اُردو تصانیف

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ یا غیر مطبوعہ	موضوع
1:	حياز الصلاة من بيان ادعية الصلاة	غير مطبوع	الاذكار
2:	صدق المقال وسداد الاتجاه فى بيان سوانح حيات محب الله خمسه اجزاء	مطبوع	خود نوشت
3:	سوانح حيات سيد احسان الله شاه الراشدى	غير مطبوع	
4:	السعى الاثيث فى تحقيق التلقب باهل الحديث	مطبوع	تحقيق
5:	الصواعق المرسلة من الكتاب العزيز الفرقان لاحراق الخداع والاباطيل الواقعة فى الرسالة المسماة ببلاغ القرآن	غير مطبوع	منكرين حديث كى ترديد
6:	تنبيه الفطن الدارى على فلتان الفاضل الحصارى الملقب به التوبيخ الزجر لمن يمنع عن اداء الركعتين جالسا بعد الوتر	مطبوع	رد
7:	المنهج السوى فى الملاحظات على تفسير الغزنوى	غير مطبوع	رد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

:8	الرد علی الرسالة لنور اللّٰه شاه الراشدی	غیر مطبوع	رد
:9	تایید عالم الغیب والشهادة الکبیر المتعال لاهل الارسال فی تحقیق نیل الامانی وحصول الآمال ولا یحیق القنوط والیاس الا بالمبطل المعاند او المجادل المکابر من اهل الضلال	مطبوع	رد
:10	نیل الامانی وحصول الآمال بتحقیق ان الهیئة المسنونة للقیام بعد الرکوع هی الارسال	مطبوع	رد
:11	ازالة نقاب التزویر عن وجه مسئلة التصویر	مطبوع	رد
:12	جودة التنقیح فی مسئلة رکعات التراویح	مطبوع	مسائل
:13	التحقیق المستحلی فی ثبوت الصلاة علی النبی صلی اللّٰه سبحانه و تعالی علیه وآله وسلم فی القعدة الاولیٰ	مطبوع	مسائل
:14	القطوف الدانية فی اجوبة السئوالات الثمانية	مطبوع	مسائل
:15	گزارشات ہماری برجواب انسانی اعضاء کی پیوندکاری	مطبوع .	تحقیق و تنقید
:16	انعام ذی الجلال والاکرام بتحقیق استحباب تغطیة الرأس فی غیر حالة الاحرام	مطبوع	تحقیق و تنقید
:17	حقیقت پسندانہ مشغلہ برائے جائزہ قبلہ رخ پاؤں کرنے کا مسئلہ	مطبوع	تحقیق و تنقید
:18	امام محمد بن عبد الوہاب ایک مجدد	مطبوع	تاریخ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

19:	البرهان القاطع من الله الوهاب الواحد على ان سيدنا عيسى بن مريم عليهما الصلوٰة والسلام ولد بلا والد	مطبوع	تحقیق و تنقید
20:	اتحاف السادة الكرام بتحقيق ان اول صلاة المسبوق هو ما ادركه مع الامام	مطبوع	المسائل
21:	احضار اللمعة لتحقيق الاذان العثماني يوم الجمعة	مطبوع	المسائل
22:	خطبة صدارت کانفرنس لاهور	مطبوع	تقریر
23:	ايضاح المرام واستيفاء الكلام على تضعيف حديث النهى عن الانتعال فى حالة القيام	مطبوع	تحقیق و تنقید
24:	تسكين القلب المشوش باعطاء التحقيق فى تدليس الثورى والاعمش	مطبوع	تحقیق و تنقید
25:	داڑھی کتنی رکھنی چاہیے	غیر مطبوع	استفتاء
26:	گزارش بندہ حقیر پر تقصیر مخلصانہ نصیحت نفیس بجناب محترم مولانا محمد ادریس صاحب	غیر مطبوع	تحقیق و تنقید
27:	الرد التحقيق على كتاب پیغام خدا	غیر مطبوع	تحقیق و تنقید

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سندھی تصانیف

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ یا غیر مطبوعہ	موضوع
1:	المنهج الاقوام فی تفسیر سورة مريم	غير مطبوع	تفسير القرآن
2:	فتاوی راشدیه	غير مطبوع	فتاوی
3:	بذل اقصىٰ الوسع فی اجوبة السئوالات التسع	غير مطبوع	مسائل
4:	سفر نامه استنبول	غير مطبوع	التاريخ والسير
5:	سفر نامه حجاز	غير مطبوع	التاريخ والسير
6:	سفر نامه حجاز و يورپ	غير مطبوع	التاريخ والسير
7:	سفر نامه اسلام آباد کانفرنس اهل فکر و دانش	غير مطبوع	التاريخ والسير
8:	القواطع الرحمانية لإفتراء الفرقة القاديانية	مطبوع	قاديانيت
9:	التنقيد السنی علی فلتات المولوی عبد الغنی	غير مطبوع	رد
10:	اظهار الغواية الواقعة فی کتاب پیغام هدایت	غير مطبوع	رد
11:	التحقيق الجليل فی ان الارسال بعد الركوع فی الصلوٰة هو الحق من حيث الدليل	مطبوع	تحقيق و تنقيد
12:	انيس الفراغ فی بيان حقائق علوم البلاغ	غير مطبوع	تحقيق و تنقيد
13:	عون الولی الحميد فی رد علی عبد الوحيد	غير مطبوع	تحقيق و تنقيد
14:	اللّٰه سبحانه و تعالی جو احسان سندس منت براء جائزه	غير مطبوع	تحقيق و تنقيد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

15:	البیان الانبل فی شرح المفصل	غیر مطبوع	شرح النحو
16:	التبصرۃ علی کتاب "جیھی زنعاہ مونا"	غیر مطبوع	تحقیق و تنقید
17:	شعر و شاعری	غیر مطبوع	تحقیق و تنقید
18:	افصح التبیان واوضح البرھان علی ان لا صلوۃ لمن لم یقرأ فیھا بام القرآن	مطبوع	
19:	ملاحظات بر کتاب مقام مصطفی	غیر مطبوع	تحقیق و تنقید

اب جب کہ ہم گزارشات کی آخری منزل کے آخری موڑ پر پہنچ گئے ہیں، دو باتیں اور عرض کرنا چاہتے ہیں۔

ایک یہ کہ ہمارے ممدوح سید محبّ اللہ شاہ راشدی اپنے والد محترم سید احسان اللہ شاہ راشدی سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ بقول ان کے اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ ان کے والد تھے بلکہ اصل وجہ ان کی سنت رسول اللہ ﷺ سے محبت اور اتباع تھی اور یہ بہت بڑی بات ہے۔ تاثر کو اتباع سنت رسول ﷺ اور محبت سنت پیغمبر ﷺ سے وابستہ کردینا بجائے خود اتباع سنت اور محبت سنت کی واضح دلیل ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان سب متبعین سنت رسول ﷺ کو اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ہم گناہ گاروں کی، جو ان کے اتباع رسول ﷺ کے واقعات سے تھوڑا بہت لوگوں کو مطلع کر رہے ہیں، مغفرت فرمائے۔ آمین۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ سید محبّ اللہ شاہ صاحب نے اپنے گرامی قدر اساتذہ کی فہرست میں حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف کا اسم گرامی بھی درج فرمایا ہے اور حضرت مولانا اس فقیر کے بھی استاد تھے، بلکہ اس فقیر کو ان کے تلامذہ متقدمین کی صف اول میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہے۔ اس اعتبار سے اس فقیر کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ سید صاحب اس کے استاذ بھائی تھے۔ فرق صرف تقدم اور تاخر کا ہے۔ یعنی یہ فقیر ان کا بہت پہلے کا شاگرد ہے اور سید صاحب بہت بعد کے ع

ما و مجنوں گوہر یک معدنیم
ما نخستینم او دنبال ما

لیکن مجھے اس حقیقت کو مان لینے میں قطعاً تامل نہیں کہ یہاں تاخر تقدم سے بے شمار منزلیں آگے نظر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آتا ہے، بلکہ کہنا چاہیے کہ تقدم تاخر کی گرد میں گم ہو کر رہ گیا ہے۔ کہاں سید محب اللہ شاہ اور کہاں یہ گناہ گار۔ اس کا تقدم زمانی ان کے تاخر زمانی کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس فقیر کا تقدم معصیت آلود اور سید صاحب کا تاخر حسنات سے بھرپور۔ اقبال کے الفاظ میں کہنا چاہیے ؎

دفتر ہستی میں تھی زریں تیری حیات
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات

یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ میرے استاد محترم حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھی میرے استاذ بھائی ہیں۔ وہ اس طرح کہ وہ حضرت علامہ حافظ محمد گوندلوی کے شاگرد تھے اور یہ فقیر بھی دو سال ان کے حلقہ میں شاگردی میں رہا۔ یہاں بھی معاملہ تقدم و تاخر زمانی کا ہے۔ وہ ۱۹۲۸ء اور ۱۹۲۹ء میں ان سے مستفید ہوئے اور یہ عاجز اس سے دس سال بعد ۱۹۴۰ء اور ۱۹۴۱ء میں ان کے حلقہ درس میں رہا۔ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ اس گناہ گار پر نہایت شفقت فرماتے تھے۔

افسوس! پاکستان کے ایک بہت بڑے خاندان کے اس بہت بڑے عالم دین نے جو سید محب اللہ شاہ راشدی کے نام سے موسوم تھے، ۲۱ جنوری ۱۹۹۵ء (۹ شعبان ۱۴۱۵) کو حرکت قلب بند ہو جانے سے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. وقت کی رفتار بتاتی ہے کہ ان اوصاف کے حامل اہل علم اب پیدا نہیں ہوں گے۔ وہ دور گزر گیا جس کی گود میں اس قسم کے باکمال لوگ تعلیم و تربیت حاصل کرتے اور ذہنی و فکری نشوونما پاتے تھے۔ آئندہ نہ وہ دور پلٹ کر اپنا جلوہ دکھائے گا اور نہ وہ لوگ عالم وجود میں آئیں گے۔ حالی نے غالب کی موت پر طویل مرثیہ کہا تھا۔ آیئے آخر میں اس کا ایک شعر ہم بھی پڑھتے جائیں ؎

اب نہ دنیا میں آئیں گے یہ لوگ
کہیں ڈھونڈے نہ پائیں گے یہ لوگ

سید محب اللہ شاہ راشدی نے اپنے پیچھے تین بیٹے چھوڑے۔

(1) سید محمد یاسین شاہ:...... یہ ان کے سب سے بڑے بیٹے ہیں جو باپ کے جانشین مقرر ہوئے۔

(2) سید محمد راشد شاہ:...... خاندانی اور گھریلو معاملات، زمینوں کی دیکھ بھال وغیرہ سب ان کے ذمے ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(3) سید محمد قاسم شاہ: ...... مروجہ درس نظامی مکمل کرنے کے بعد مدرسہ دارالہدیٰ والارشاد (پیر آف جھنڈا) کے منصب تدریس پر فائز ہیں۔ خاندانی کتب خانے اور مدرسے کے اہتمام کی ذمے داری بھی ان کے سپرد ہے۔ اس فقیر کی ان سے ملاقات ہوئی ہے۔ نہایت نستعلیق عالم ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور موجودین کو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازے، آمین یارب العالمین۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ ☆

حضرت سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ

حیات و خدمات

سید محبّ اللہ شاہ پیر آف جھنڈا درگاہ شریف (سندھ جن کا انتقال شعبان ۱۴۱۵ھ، جنوری ۱۹۹۵ء) کو ہوا۔ جماعت اہلحدیث کے ایک نہایت ممتاز بزرگ تھے۔ وہ اپنے علم و فضل، زہد و ورع، اتباع سنت اور سادگی و خلوص میں سلف صالحین کا ایک بہترین نمونہ تھے اور اس اعتبار سے اپنے اقران و اماثل میں ایک نہایت اونچا مقام رکھتے تھے، پیر صاحب مرحوم، شیخ العرب والعجم، آیۃ من آیات اللہ سید بدیع الدین شاہ پیر جھنڈا حفظہ اللہ کے برادرِ اکبر تھے۔ ذیل میں پیر صاحب رحمہ اللہ کے مختصر حالات زندگی تحریر کیے جاتے ہیں جو ان کے قلمی خودنوشت حالات سے ماخوذ ہیں۔

سندھ کا راشدی خاندان، ایک معروف خاندان ہے۔ اسی خانوادے سے حضرت پیر صاحبؒ کا بھی تعلق تھا۔ اس خاندان کی دو مشہور شاخیں ہیں۔ ایک شاخ پیر پگارا کہلاتی ہے، جس سے ہمارے ملک کے مشہور سیاسی لیڈر پیر پگاڑا ہیں، جن کے دم قدم سے سیاست کے خارزار میں طنز و مزاح کی پھلجڑیاں چلتی رہتی ہیں۔ دوسری شاخ پیر جھنڈا کہلاتی ہے۔ جس کے ہمارے ممدوح پیر صاحب ایک گوہر شب چراغ تھے۔ ان کا سلسلۂ نسب حسب ذیل ہے۔ محبّ اللہ شاہ، بن احسان اللہ شاہ، بن رشد اللہ شاہ، بن رشید الدین شاہ، بن محمد یاسین شاہ، بن محمد راشد شاہ، بن سید محمد بقا شاہ،...... آگے یہ سلسلہ سیّدنا حسین بن حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ خاندان حسینی بھی ہے۔ یہ پورا شجرۂ نسب ان کے ہاں محفوظ ہے۔

اس خاندان کے مورث اعلیٰ، جن کے نام پر یہ راشدی خاندان کہلاتا ہے، چھٹے نمبر پر آنے والے سیّد محمد راشد شاہ ہیں۔ ان کے کئی بیٹے تھے، بڑے دو بیٹوں میں سے ایک کا نام سیّد یاسین شاہ تھا اور

☆ مدیر شعبہ تحقیق و تصنیف دارالسلام لاہور۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے کا نام سیّد صبغت اللہ شاہ۔ سید راشد شاہ کے پاس ایک جھنڈا تھا، جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ افغانستان کے بادشاہ نے انہیں دیا تھا۔ یہ جھنڈا ان کے بیٹے سیّد محمد یٰسین شاہ کے حصے میں آیا اور وہ اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے ان کے وارث جھنڈے والے (صاحب العلم) یا پیر آف جھنڈا کہلائے۔ راشد شاہ کے دوسرے بیٹے سید صبغت اللہ شاہ کے حصے میں دستار (پگڑی) آئی اور وہ ان کی اولاد پیر پگاڑو یا پیر پگاڑا کہلائی۔ اس دستار کے وارث آج کل پیر پگارا (سید مردان شاہ) جو حروں کے پیشوا ہیں اور اپنے مریدین کو سال میں چند مرتبہ ''زیارت'' کرواتے ہیں۔ یہ شاخ اس خانقاہی نظام سے وابستہ ہے جس میں شرک و بدعت عام ہے اور زندہ و مردہ پیروں کی پرستش ان کا شیوہ۔ جبکہ جھنڈے والی شاخ کو اللہ نے دینی علوم کا وارث بنایا۔ دین کی صحیح سمجھ انہیں عطا فرمائی اور انہیں توحید و سنت کی دعوت و تبلیغ کی توفیق دی۔ جس سے ہزاروں گم گشتگان بادیۂ ضلالت کو راہِ ہدایت نصیب ہوئی اور وہ شرک و بدعت کی دلدل سے نکل کر توحید و سنت کی صراطِ مستقیم پر گامزن ہوئے۔ **تقبل اللّٰہ مساعیهم و کثر اللّٰہ سوادهم۔**

پیر محبّ اللہ شاہ مرحوم کے والد سید احسان اللہ شاہ، جن کو فضل اللہ شاہ بھی کہا جاتا تھا، پانچویں صاحب العلم تھے۔ اس اعتبار سے سید محبّ اللہ شاہ رحمہ اللہ اور ان کے برادرِ محترم سید بدیع الدین شاہ رحمہ اللہ چھٹے پیر جھنڈا ہیں، **صاحب العلم السادس۔**

ان کا گاؤں، جسے سندھی میں گوٹھ کہتے ہیں، گوٹھ پیر جھنڈا ہے۔ اسی گوٹھ میں پیر محبّ اللہ شاہ ۲۹ محرم سن ۱۳۴۰ھ، ۲ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو پیدا ہوئے۔ جد امجد سیّد رشد اللہؒ نے جن کا انتقال اسی سال رمضان ۱۴۰۰ ہجری میں ہوا۔ محبّ اللہ نام تجویز کیا۔ سید بدیع الدین شاہ رحمہ اللہ کی تاریخ ولادت ۱۸ ذوالحجہ ۱۳۴۳ھ ہے۔

تعلیم و تربیت:

پیر صاحب رحمہ اللہ نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں، نہایت دیندار تھا۔ والد صاحب صوم و صلوٰۃ کے ہی پابند نہیں تھے، بلکہ سنت پر عمل کرنے اور زہد و اتقاء میں ایک مثالی نمونہ تھے، جس ماں کی گود میں پرورش پائی تھی، وہ لا الٰہ الا اللہ کی لوریوں سے بچوں کو سلاتی تھی۔ ایسے والدین کی کڑی نگرانی میں تعلیم و تربیت کے مراحل طے کیے۔ والد ماجد سیّد احسان اللہ شاہ نے قرآن مجید حفظ کیا تھا لیکن بعد میں اس پر توجہ نہیں دے سکے جس کا انہیں بہت افسوس تھا، اسی لیے انہوں نے محبّ اللہ شاہ کو حفظ نہیں کروایا۔ تاہم بعد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جب کہ پیر محبّ اللہ شاہ کی عمر ۳۷ سال تھی، انہیں قرآن مجید حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوا تو ہمارے پیر صاحب رحمہ اللہ نے دو ڈھائی ماہ میں اپنے اس شوق کی تکمیل کر لی اور ۲۰، ۲۵ برس تک اپنی مسجد میں رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن مجید سناتے رہے۔ ذٰلك فضل الله يؤتيه من يّشاء۔

گوٹھ پیر جھنڈا میں ہی ان کے جد امجد سید رشد اللہ شاہ مرحوم نے ۱۳۱۹ھ میں مولانا عبید اللہ سندھی کے ساتھ مل کر مدرسہ دار الرشاد قائم کیا تھا۔ اسی مدرسے میں مختلف اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ پیر صاحب رحمہ اللہ نے اپنے ۱۸ اساتذہ کا ذکر کیا ہے جن سے انہوں نے کسب فیض کیا، ابتداء سے جن اساتذہ سے پڑھا، وہ سب حنفی تھے لیکن والد صاحب سے اتباع سنت کا جو جذبہ ورثے میں ملا تھا، اس نے پیر صاحب رحمہ اللہ کو راہِ حق سے اِدھر اُدھر نہیں ہونے دیا اور سلف صالحین اور محدثین کے مسلک پر کار بند رہے۔ ۱۸ اساتذہ میں سے ایک مولانا عبد الحق قریشی مہاجر مکی اور ایک مولانا ابو سعید شرف الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ تھے۔ جن سے صحاح ستہ سے چند احادیث پڑھیں اور اٹھارویں اُستاذ حضرت الاستاذ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے جن سے پیر صاحب نے محدثین کے طریقے کے مطابق سند و اجازت حدیث حاصل کی تھی۔ تقسیم ہند کے بعد مولانا شرف الدین محدث دہلوی ایک سال پیر صاحبؒ کے پاس رہے تھے، اس دوران ان سے صحاح ستہ کی بعض احادیث پڑھ کر ان سے سند حدیث حاصل کی تھی۔

والد ماجد کی وفات کے بعد حضرت پیر صاحب کو انگریزی زبان سیکھنے کا شوق دامن گیر ہوا۔ خود ان کے والد کا بھی خیال تھا کہ مدرسے میں ایک انگریزی کا استاد بھی رکھیں گے، جیسا کہ پہلے جد امجد کے دور میں بھی تھا۔ جس سے محبّ اللہ کو انگریزی زبان پڑھائیں گے، تاہم وہ اپنی خواہش پوری نہیں کر سکے۔ بعد میں پیر صاحب نے خود اپنے شوق سے نہ صرف انگریزی زبان سیکھی بلکہ میٹرک کا امتحان اور پھر ایم۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ جب کہ اس دور میں پرائیویٹ طور پر تیاری کر کے امتحان میں شریک ہونے کا نظام ابھی رائج نہیں تھا۔ پیر صاحب رحمہ اللہ نے بڑی تفصیل سے یہ ساری سرگزشت بیان کی ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنے اس شوق کی تکمیل کی اور امتحان کا یہ ہفت خواں کس طرح طے ہوا؟

کتب خانہ المکتبۃ العالیہ العلمیۃ

پیر جھنڈا کا کتب خانہ ساری دنیا میں مشہور ہے۔ یہ کتب خانہ بھی دراصل پیر صاحب کے جد امجد ہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے قائم کیا تھا اور المكتبة العالية العلمية اس کا نام رکھا۔ جد امجد کی وفات کے بعد یہ کتب خانہ دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ اس کا کچھ حصہ پیر صاحب کے والد سید احسان اللہ شاہ کے پاس آ گیا اور کچھ ان کے عم محترم سید ضیاء اللہ کے پاس چلا گیا۔ یہ دونوں صاحب علم تھے۔ اپنے اپنے ذوق کے مطابق انھوں نے اس میں اضافے بھی کیے۔ لیکن عم محترم کی وفات کے بعد ان کے جانشین سیّد وہب اللہ شاہ نے اپنا کتب خانہ کراچی میوزیم کو فروخت کر دیا۔ حضرت پیر صاحب کے والد کا علمی ذوق بہت اچھا تھا، ان کا کتب خانہ نہ صرف محفوظ رہا بلکہ اپنی رفتار سے بڑھتا رہا۔ لیکن ان کی وفات کے بعد گوٹھ پیر جھنڈے کا یہ کتب خانہ پھر دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ اس کا ایک حصہ پیر صاحب مرحوم کے پاس آ گیا اور اس کا کچھ حصہ دوسرے بھائی سید بدیع الدین شاہ ﷾ کے پاس رہ گیا۔ تاہم یہ بات باعث مسرت ہے کہ یہ دونوں بھائی علم و فضل میں نہایت ممتاز تھے اور علمی ذوق اور کتابوں کا شوق والد مرحوم سے بھی ورثے میں ملا تھا، اس لیے دونوں بھائیوں نے اپنے اپنے طور پر اپنے اپنے کتب خانوں میں اپنے اپنے وسائل کے مطابق خوب اضافے کیے۔ اب یہ دونوں کتب خانے اپنی اپنی جگہ علمی دنیا میں نہایت ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاف کو بھی ان کا صحیح علمی جانشین بنائے تاکہ علمی وراثت کا یہ سلسلہ جس سے ایک دنیا فیض یاب ہو رہی ہے، نہ صرف محفوظ رہے بلکہ جاری و ساری ہے۔

شادی اور اولاد:

حضرت پیر صاحب ﷫ کی پہلی شادی والد ماجد کی وفات کے بعد اپنی پھوپھی زاد سے ہوئی، جس کے بطن سے تین بچے ہوئے۔ روح اللہ، جس کے نام پر پیر صاحبؒ نے اپنی کنیت ابو روح اللہ رکھی تھی اور اختصار سے ابوالروح لکھتے تھے۔ یہ روح اللہ ۱۳، ۱۴ برس کی عمر میں جیپ کے حادثے میں فوت ہوگیا۔ دوسرے کا نام تھا حمید اللہ، یہ چیچک کی بیماری میں مبتلا ہو کر دو ڈھائی سال کی عمر میں فوت ہوگیا۔ تیسرے بچے کا نام محمد یٰسین شاہ ہے جو بحمد اللہ بقید حیات ہے اور پیر صاحب کی خاندانی مسند کا وارث اور جانشین، یہی محمد یٰسین شاہ بنا ہے جو ان کا سب سے بڑا صاحبزادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ صاحبزادۂ گرامی قدر کو توفیق دے کہ وہ باپ کے اس زہد و ورع اور سادگی اور اخلاص کو اپنائے جس میں وہ بہت ممتاز تھے اور ان کے اسی امتیاز نے انہیں عزت و محبوبیت کے مقامِ رفیع پر فائز کیا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیر صاحب کی دوسری شادی ۱۹۵۱ء میں ان کے والد ماجد کے زمانے کے ایک دوست کی لڑکی سے حیدر آباد میں ہوئی۔ ان سے بھی تین بچے (دولڑکے، ایک لڑکی) پیدا ہوئے۔ پہلے بچے کا نام محمد راشد شاہ اور چھوٹے کا نام محمد قاسم شاہ ہے۔ بعد میں پیر صاحب نے اپنی کنیت بھی چھوٹے بچے کے نام پر ابوالقاسم رکھ لی۔ یہ قاسم شاہ ماشاء اللہ درس نظامی کے فارغ اور علم وفضل میں اپنے والد گرامی قدر کے جانشین ہیں۔ اسی مناسبت سے کتب خانے اور مدرسے کا انتظام ان کے سپرد کیا گیا ہے۔ یہ چھوٹے صاحبزادے، حضرت پیر صاحبؒ کے ساتھ دو تین مرتبہ لاہور آ چکے ہیں۔ حضرت پیر صاحبؒ راقم کے ساتھ بڑی شفقت ومحبت فرماتے تھے اور راقم کے مضامین پر راقم کی بڑی حوصلہ افزائی فرماتے۔ متعدد مرتبہ انہوں نے اپنی دولت خانہ میں آنے کی دعوت دی لیکن یہ ناکارہ ان کے میزبانی سے محروم ہی رہا۔ سید قاسم شاہ سے بھی لاہور میں ملاقات رہی۔ ابھی نوجوان ہیں، تاہم ان ملاقاتوں میں ان کے اندر اپنے والد کی علمی میراث کا جانشین بننے کا جذبہ موجود پایا۔ جو آج کل بہت کم اولادوں کے حصے میں آتا ہے۔ راقم نے بھی ان پر اس علمی میراث کی اہمیت واضح کی اور اس کا پورا پورا اہل بننے کی تلقین کی، جس سے انہوں نے اتفاق کیا اور یقین دہانی کرائی کہ ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ الحمد للہ سید قاسم شاہ سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس عہد ووفا کو نبھایا ہے۔ ہماری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نوجوان کی مدد فرمائے اور اسے اپنے والد ماجد، بلکہ اجداد کی علمی وراثت کا صحیح جانشین بنادے اور علم وعمل کی ان تمام خوبیوں سے اسے نواز دے جو ان کے آباء واجداد کا طرۂ امتیاز تھا اور جس کا ایک بے مثال نمونہ اب بھی ان کے عم محترم سید بدیع الدین شاہ ﷾ کے وجود گرامی کی صورت میں ہمارے اندر موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت فرمائے اور انہیں صحت وعافیت سے رکھے۔

علمی خدمات:

حضرت پیر صاحب ﷫ نہایت خاموش طبع تھے۔ اس لیے تقریر وخطابت کے میدان میں وہ نمایاں نہیں تھے۔ تاہم ان کی علمی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ وہ اپنی مسجد میں قرآن کریم کا مسلسل درس دیتے اور اپنے مدرسے میں تدریس کے فرائض ادا کرتے۔ علاوہ ازیں سائلین کی ہدایت ورہنمائی فرماتے۔ بہت سے لوگ بالمشافہ سوالات کے جوابات حاصل کرتے اور بہت سے خطوط کے ذریعے سے سب کو وہ جواب عنایت فرماتے۔ ان کے تحریری جوابات کا اگر ریکارڈ موجود ہوتو وہ ایک نہایت وقیع علمی ذخیرہ ہوگا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جسے مرتب کر کے شائع کرنے کی ضرورت ہے۔

علومِ حدیث اور اسماء الرجال پر ان کی نظر بہت گہری تھی۔ مطالعہ بڑا وسیع تھا۔ اہل علم کے مضامین و مقالات بڑے غور اور توجہ سے پڑھتے اور قابل نقد چیزوں کی نشاندہی کرتے۔ ان کے یہ فاضلانہ تنقیدی مضامین کافی تعداد میں الاعتصام کے صفحات میں موجود ہیں۔ ان مضامین سے جہاں ان کی علوم حدیث میں واقفیت، اسماء الرجال پر گہری نظر اور وسعت علم کا پتہ چلتا ہے۔ وہیں اس بات کی وضاحت بھی ہوتی ہے کہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کو سلف اور محدثین کے مسلک سے کتنی گہری وابستگی تھی۔ مسلک سلف میں رسوخ اور اس سے گہری وابستگی میں حضرت پیر سید بدیع الدین شاہ حفظہ اللہ بھی نہایت ممتاز ہیں۔

تصنیفات وتحریرات:

حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے زمانۂ طالب علمی ہی سے لکھنے کا آغاز کر دیا تھا۔ چنانچہ اس زمانے میں ایک کتاب عربی میں لکھی۔ "ضرب الاكتاف في ردّ الاحناف" اس میں نماز کے مختلف فیہ مسائل مثلاً فاتحہ خلف الامام۔ آمین بالجہر، سینے پر ہاتھ باندھنا وغیرہ میں مسلک محدثین کی تائید کی، پھر اس پر مزید تعلیقات کا اضافہ کیا۔ لیکن یہ دونوں کتابیں گم ہوگئیں، تاہم اس کے بعد حسب ذیل کتب و رسائل تصنیف کیے۔

۱: القواطع الرحمانية لترديد افتراء الفرقة القاديانية .

یہ رسالہ سندھی زبان میں ہے اور مطبوعہ ہے۔ اس میں قادیانیوں نے پیر صاحب کے پردادا سیّد رشید الدین شاہ صاحب اللواءِ الثالث پر ایک افتراء باندھا تھا۔ اس میں اس کی قلعی کھولی گئی ہے۔ اس کے ساتھ والد ماجد کا تحریر کردہ جواب بھی شامل کر دیا تھا۔ جو مولانا محمد دین وفائی مرحوم کے رسالہ ''توحید'' میں شائع ہوا تھا۔

۲: التحقيق الجليل في ان الارسال في القيام بعد الركوع في الصلوٰة هو الحق من حيث الدليل .

یہ مبسوط کتاب ہے اور سندھی زبان میں ہے۔ اس میں رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کو غیر صحیح قرار دیا گیا ہے۔ جس کے قائل ان کے قابل فخر بھائی سید بدیع الدین شاہ حفظہ اللہ ہیں۔ اس میں ارسال یدین (ہاتھوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے چھوڑ دینے) کے دلائل اور فریق مخالف (جو ہاتھ باندھنے پر زور دیتے ہیں) کے دلائل پر مفصل بحث ہے۔

۳: نیل الامانی وحصول الآمال بتحقیق ان الهيئة المسنونة للقيام بعد الركوع هي الارسال.

یہ بھی مسئلہ مذکورہ پر ہے اور کراچی کے بعض احباب کے اصرار پر اردو میں لکھا گیا ہے اور کراچی سے ہی پیر صاحب کے ایک دوست مولانا عبدالخالق سندھی نے چھپوایا ہے۔ اسی رسالے کی بابت پیر صاحب نے کئی سال قبل راقم کو تحریر کیا تھا کہ آپ اسے عربی میں منتقل کر دیں۔ یہ پیر صاحب کا راقم کے بارے میں حسن ظن تھا جس کی بناء پر انہوں نے فرمایا، ورنہ راقم کو تو نہ عربی بولنے کا تجربہ ہے نہ عربی میں انشاء کا سلیقہ۔ اس لیے معذرت کر لی گئی۔

٤: تائيد عالم الغيب والشهادة الكبير المتعال لاهل الارسال فی تحقیق نيل الامالی وحصول الآمال.

پیر صاحب رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی محترم پیر سید بدیع الدین شاہ حفظہ اللہ نے پیر صاحب کے مذکورہ رسالے "نیل الامانی" کے جواب میں ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا۔ "القنوط واليأس لاهل الارسال من نيل الامانی وحصول الآمانی" سیّد محب اللہ مرحوم نے اس کے جواب میں یہ تائید عالم الغیب تحریر فرمائی۔

٥: التحقيق النجيح على الجامع الصحيح.

یہ مکمل صحیح بخاری پر مختصر عربی حاشیہ ہے اور ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

٦: تحصيل المعلاة بحكم الجهر بالبسملة فی الصلوٰة.

اس میں احادیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھنا افضل ہے اور جہر کے قائلین کے دلائل کا جواب ہے۔ پیر صاحب کے ایک دوست اسے شائع کرنے کے لیے کویت لے گئے تھے۔ پتہ نہیں شائع ہوا یا نہیں؟

٧: كشف اللثام عن تراجم الرواة الاعلام الذين يروون حديث "لا صلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب خلف الامام."

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ رسالہ بھی عربی میں ہے اور امام بیہقی کے رسالے کتاب القراءۃ میں وارد رواۃ کے تراجم پر مشتمل ہے۔ غیر مطبوعہ ہے۔

۸: السعی الاثیث فی تحقیق التلقب باھل الحدیث . (اُردو)

بعض لوگ ''اہل حدیث'' نام پر اعتراض کرتے اور اسے بدعت باور کراتے ہیں۔ پیر صاحب نے اس لقب کی صحت پر بحث کی ہے۔ یہ بھی ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

۹: التقید السنی علی فلتات المولوی عبد الغنی . (سندھی، مخطوطہ)

یہ اہل حدیث لقب پر اعتراضات کا جواب ہے۔

۱۰: اظهار الغواية الواقعة فی کتاب "پیغام هداية" (سندھی، مخطوطہ)

پیغامِ ہدایت نامی کتاب کی گمراہ کن باتوں پر تنقید ہے۔

۱۱: المنهج السوی فی الملاحظات علی تفسیر الغزنوی (مخطوطه)

ایک صاحب تھے مولانا فضل احمد غزنوی۔ انہوں نے پہلے پانچ پاروں کی اُردو تفسیر کی تھی، پیر صاحب نے ان کی غلطیوں کی نشاندہی کر کے انہیں یہ تحریر بھیجی تھی۔ جس پر انہوں نے اصلاح کا وعدہ کیا تھا، لیکن ان کا انتقال ہوگیا۔ یہ اردو میں ہے۔

۱۲: ازالة نقاب التزویر عن وجه مسئلة التصویر (اردو غیر مطبوعہ)

تصویر اور فوٹو گرافی کی حرمت کے دلائل اور مجوزین کے دلائل کے جواب پر مشتمل ہے۔

۱۳: تنبيه الفطن الدراری علی فلتات الفاضل الحصاری الملقب بالتوبيخ والزجر لمن يمنع عن اداء الركعتين جالسًا بعد الوتر . (اُردو، غیر مطبوعہ)

یہ وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھنے کی مسنونیت کے اثبات میں ہے۔ اس کا کچھ حصہ ''ہفت روزہ الاسلام'' میں چھپا ہے، تاہم اس کا مکمل حصہ ابھی مخطوطہ ہے۔

۱۴: جودة التنقيح فی مسئلة ركعات التراويح . (اُردو مخطوطه)

یہ ایک اشتہار کے جواب میں ہے جو میر پور خاص سندھ سے شائع ہوا۔ جس میں ضعیف و موضوع روایات سے ۲۰ رکعات تراویح کو ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی گئی تھی۔ پیر صاحب نے صحیح دلائل سے ۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکعات کا اثبات فرمایا۔

۱۵: عون الولی الحمید فی الردّ علی عبد الوحید.

عبد الوحید صدیقی نامی ایک شخص نے ایک کتابچہ پیر صاحب کی خدمت میں ارسال کیا، جس میں ڈارون کے نظریۂ ارتقاء کی تائید کی گئی تھی۔ جس کی رو سے انسان حضرت آدم کی اولاد نہیں ہے بلکہ بندروں کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ پیر صاحب نے اس کا ردّ کر کے اسے بھیجا، جس نے ایک اور کتاب بھیجی اور پیر صاحب کے دلائل سے کچھ تعرض نہیں کیا پیر صاحب نے اس کا بھی مدلل جواب لکھا۔ یہ دونوں جوابی تنقیدی کتابیں سندھی میں ہیں اور غیر مطبوعہ ہیں۔ اس کے بعد وہ صاحب خاموش ہو گئے۔

۱۶: رسالة فی الردّ علی السیّد نور اللّٰه شاه. (اُردو۔ مخطوطه)

پیر سیّد بدیع الدین شاہ ﷾ کے صاحبزادے سید نور اللہ شاہ نے پیر محبّ اللہ شاہ مرحوم کی کتاب ''التحقیق الجلیل'' کے جواب میں ایک کتابچہ لکھا تھا جس میں رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کا اثبات کیا گیا تھا، پیر صاحب نے اس کا جواب تحریر فرمایا۔

۱۷: المنهج الاقوم فی تفسیر سورة مریم.

اس کی شان تحریر یہ ہے کہ بعض احباب نے پیر صاحب پر زور دیا کہ وہ قرآن مجید کی تفسیر تحریر فرمائیں۔ چنانچہ اُن دنوں درس قرآن میں سورۂ مریم چل رہی تھی، پیر صاحب نے سورۂ مریم سے ہی تفسیر نویسی کا آغاز فرمادیا تاکہ الگ محنت نہ کرنی پڑے اور درس کے لیے جو تفاسیر وہ دیکھتے، انہی کے افادات کو انہوں نے املاء کرانا شروع کر دیا۔ یہ سندھی زبان میں ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ تفسیر نویسی کا یہ سلسلہ کہاں تک چلا اور کب تک قائم رہا؟ ایک صاحب نے اسے اردو کے قالب میں ڈھالنے کا بھی عزم کر لیا تھا۔

۱۸: الصواعق المرسلة من الكتاب العزيز الفرقان لا حراق الخدائع والاباطيل الواقعة فی الرسالة المسماة ببلاغ القرآن.

''بلاغ القرآن'' منکرین حدیث کا ایک ماہوار رسالہ ہے جو لاہور سے نکلتا ہے۔ نومبر ۱۹۷۸ء کے شمارے میں شائع شدہ ایک مضمون میں اس بات کا انکار کیا گیا تھا کہ فرشتوں نے اللہ کے حکم سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اور ان آیات کا خود ساختہ مفہوم بیان کیا گیا تھا۔ ایک صاحب نے پیر صاحب کو یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسالہ بھیجا اور جواب کی خواہش کی، پیر صاحب نے اس کا مفصل جواب تحریر فرمایا۔ یہ اردو میں ہے اور غیر مطبوعہ ہے۔

۱۹: امام محمد بن عبدالوہاب، ایک مجدد (اردو، غیر مطبوعہ) موضوع نام سے ظاہر ہے۔

۲۰: خطبہ صدارت: ۱۹۶۷ء میں لاہور میں جماعت اہل حدیث کی کل پاکستان اہلحدیث کانفرنس ہوئی تھی۔ جس کی صدارت حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے فرمائی تھی۔ اس کانفرنس میں پیش کردہ خطبہ صدارت اردو میں ہے اور مطبوعہ ہے۔

۲۱: سفرنامہ ترکی۔ سندھی میں۔

۲۲: سفرنامہ حجاز۔ دو جلدیں سندھی میں۔

۲۳: سفرنامہ اسلام آباد۔ سندھی میں۔

۲۴: سفرنامہ حجاز و یورپ۔ سندھی میں۔

۲۵: البیان الانبل فی شرح المفصل

یہ علامہ زمخشری کی کتاب "المفصل" (نحو میں) کی سندھی زبان میں شرح ہے جو پیر صاحب اپنے چھوٹے بیٹے سید قاسم شاہ کو املاء کراتے رہے تھے۔ پتہ نہیں اس کی تکمیل ہوئی یا نہیں؟

۲۶: صدق المقال وسداد الاتجاہ فی بیان حیاۃ احقر العباد محب اللہ.

المعروف بہ خودنوشت سوانح عمری۔ یہ وہی خودنوشت سوانح عمری ہے جو پیر صاحب نے اردو میں تحریر فرمائی۔ اس کا انہوں نے عربی میں مذکورہ نام تجویز فرمایا۔ یہی سوانح ہمارے مضمون کا بھی ماخذ ہے۔

۲۷: فتاویٰ راشدیہ: عقائد و اعمال وغیرہا کے متعلق اہل علم نے پیر صاحب سے جو سوالات کیے تھے۔ پیر صاحب نے ان کے مفصل جواب دیے۔ یہی جوابات اس فتاویٰ میں جمع کیے گئے ہیں۔

۲۸: حیاز الصلاۃ ببیان ادعیۃ الصلوٰۃ.

کراچی کے احباب کے اصرار پر اس میں نماز کی دعائیں جمع کی گئی ہیں۔

۲۹: طریق السداد وفصل المقال فی تراجم الرواۃ الثقات الذین لیس لھم ذکر فی تھذیب الکمال.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں حدیث کے ان ثقات راویوں کا ذکر ہے جن کا ذکر تہذیب الکمال میں نہیں ہے۔ یہ ناتمام مخطوطہ ہے۔ ان کے علاوہ متعدد علمی مقالات ہیں جو ہفت روزہ ''الاعتصام'' میں چھپے ہیں، ان کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ ان مذکورہ کتابوں اور مقالوں کے ناموں پر نظر ڈالنے سے ایک دلچسپ بات یہ نظر آتی ہے کہ ہر چھوٹی بڑی کتاب، چاہے وہ اردو میں ہے یا سندھی میں، اس کا نام عربی میں ہے۔ یہ ہمارے ان علماء کی روایت چلی آ رہی ہے جو ماضی قریب میں ہوئے۔ پیر صاحب رحمہ اللہ نے علمائے راسخین فی العلم کی اس روایت کو نبھایا اور اس کو قائم رکھا۔ ''الاعتصام'' میں اشاعت کے لیے وہ جو بھی مضمون بھیجتے، حالانکہ وہ تنقیدی مضمون ہوتے، لیکن ہر مضمون کا نام وہ بالعموم عربی زبان میں تجویز کر کے ارسال فرماتے۔ مثلاً ''الاعتصام'' میں جوتا کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پہننے کی بحث چلی اور بعض حضرات نے اُس روایت کی تضعیف کی جس میں کھڑے کھڑے جوتا پہننے کی ممانعت ہے تو پیر صاحب رحمہ اللہ نے اس روایت کی تصحیح اور بیٹھ کر جوتے پہننے کے اثبات میں ایک مضمون تحریر فرما کر ارسال فرمایا جس کا نام انہوں نے تجویز کیا۔ "ایضاح المرام واستیفاء الکلام علیٰ تضعیف حدیث النھی عن الانتعال فی حالۃ القیام. یہ مضمون ''الاعتصام'' جلد ۴۳، ۷ جون ۱۹۹۱ء میں شائع ہوا۔ اس پر ایک صاحب نے تعاقب فرمایا تو پھر ایک مفصل مقالہ اسی موضوع پر ارسال فرمایا جو ''بحالت قیام جوتا پہننے کی ممانعت'' کے عنوان سے ''الاعتصام'' (جلد نمبر ۴۴۔ ۱۹۹۲ء) میں ۱۰ قسطوں میں شائع ہوا۔

تشہد اول میں درود شریف پڑھنے کی بحث ''الاعتصام'' میں چلی تو پیر صاحب مرحوم نے اس کے اثبات میں ایک مدلل مضمون بھیجا جو حرفِ آخر ثابت ہوا۔ اس کا عنوان پیر صاحب نے تجویز فرمایا۔ التحقیق المستحلیٰ فی ثبوت الصلاۃ علی النبی فی القعدۃ الاولیٰ. یہ مضمون ۸ دسمبر ۱۹۸۹ء (جلد ۴۱) میں شائع ہوا۔ حضرت الاستاذ المرحوم مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کے تحریر کردہ حواشی سنن نسائی کی خصوصیات پر ایک مضمون ارسال فرمایا تو اس کا نام تجویز فرمایا "المقالۃ الوفیۃ بمزایا التعلیقات السلفیۃ" یہ مقالہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نمبر میں ان شاء اللہ شائع ہوگا۔

تاہم ان کے علاوہ بھی حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے بہت سے مضامین ہیں جو غیر عربی ناموں سے چھپے، ان میں سے اکثر ''الاعتصام'' میں محفوظ ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان سب کو جمع کر کے شائع کرا دیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ بہرحال ان کی وفات سے ہم ایک ایسی شخصیت سے محروم ہوگئے ہیں جو علم و فضل زہد وتقویٰ اخلاص وسادگی اور شرف و وجاہت کا پیکر جمیل اور قدیم و جدید کا امتزاج حسین تھی وہ ایک گدی کے مسند نشین تھے اسی لیے پیر کہلاتے تھے تاہم ان کی یہ پیری استخواں فروشی کا ذریعہ نہیں تھی جیسا کہ آج کل مسند نشینوں کا عام شیوہ اور ان کا خصوصی کاروبار ہے بلکہ وہ صحیح معنوں میں پیر تھے جو رشد و ہدایت کا ذریعہ، علم و عمل کا سرچشمہ اور توحید و سنت کا مینار نور تھے، اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔ اپنی مغفرت کے سلسبیل سے انہیں سیراب فرمائے اور اپنی خصوصی مہمان نوازی سے ان کے کام و دہن کی لذتوں کا سامان مہیا فرمائے اور ہمیں ان کے صاحبزادوان اور دیگر اقارب واعزاء کو ان کی خوبیاں اپنانے کی اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افتخار احمد الازھری ☆

سیّد محب اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ کا علمی ورثہ

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ (جہاں راشدی خاندان کا سلسلہ نسب پہنچتا ہے) کا ایک شعر ہے:

رَضِینَا قِسْمَةَ الجَبَّارِ فِیْنَا
لَنَا عِلْمٌ وَلِلْجُهَّالِ مَالُ
لِاَنَّ المَالَ یَفْنٰی عَنْ قَرِیبٍ
وَانَّ العِلْمَ بَاقٍ لَا یَزَالُ

ہم اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہیں، کہ اس نے ہمیں علم دیا ہے اور جاہلوں کو مال، اس لیے کہ مال عنقریب ختم ہوجائے گا اور علم ہمیشہ باقی رہے گا اور اسی طرح ان کا ایک اور شعر ہے:

اَلنَّاسُ مَوْتٰی وَأهْلُ العِلْمِ اَحْیَاءُ

لوگ مرجائیں گے صرف اہل علم زندہ رہیں گے۔ تو آج شاہ محبّ اللہ صاحب رحمہ اللہ ہمارے اندر نہیں لیکن ان کا علمی ورثہ ان کی کتابیں مقالات ہمارے پاس موجود ہے جنہوں نے ان کو ہمارے اندر زندہ رکھا ہوا ہے جب بھی ہم شاہ صاحب رحمہ اللہ کی کوئی علمی کاوش پڑھتے ہے تو دل سے یہ دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائیں۔ آمین

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ہر فن میں خوب لکھا چاہے وہ تفسیر ہو یا حدیث، فقہ ہو یا رجال، ادب ہو یا قواعد، سوانح ہو یا سفرنامہ ہر ایک میں لکھا اور خوب لکھا گویا وہ ہرفن مولا تھے۔ بقول شاعر

احرص علی کل علم تبلغ الاملا
ولا تموتن بعلم واحد کسلا
النحل لما رعت من کل فاکهة

☆ شیخ الحدیث جامعۃ بحر العلوم السلفیہ میرپور خاص، سندھ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابـدت لـنـا الـجـوهـر بـن الشـمـع والـعـلا
الشـمـع فـي اليـسـل ضـوء يستـضـاء بـه
والـعـسـل يـبـرى بـاذن البـارى الـعـلا

یعنی ہر علم حاصل کرو، سستی سے ایک ہی علم پر کفایت نہ کرو، دیکھو شہد کی مکھی ہر پھول کو چوستی ہے تو اس کے اسی استفارہ سے عجیب شہد تیار ہوتا ہے جو شفا مرض ہے، اور اسی کا چوسا ہوا فضلہ موم بنا کر رات کو روشنی کرتا ہے۔

ہم یہاں شاہ صاحب رحمہ اللہ کی ان تصانیف کا تذکرہ کرتے ہیں جو ہم کو میسر آئیں۔

۱: التعليق النجيح على جامع الصحيح (عربي) "غير مطبوع".

امام بخاری امیر المومنین فی الحدیث جن کی شہرت یافتہ کتاب صحیح البخاری جن کو علماء کرام ومحدثین عظام نے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کے درجے سے نوازا ہے اس کتاب کی بے شمار شروحات لکھی گئی ہیں اور اسی طرح عرب وعجم کے محدثین نے اس پر تعلیقات اور حواشی لگا کر اس کے نکات کو اجاگر کیا ہے تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی اس مایہ ناز کتاب پر التعلیق النجیح کے نام سے ایک حاشیہ لگایا ہے یہ حاشیہ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بیروت کی چھپی کتاب صحیح البخاری جو کہ (۹) جلدوں پر مشتمل تھی اس کتاب کے حواشی پر لگایا ہے اور بہت ہی مختصر اور جامع ہے اگر یہ کہا جائے کہ فتح الباری کا خلاصہ ہے تو زیادہ بہتر ہوگا لیکن اس کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ علم حدیث پر مکمل دسترس حاصل تھی شاہ صاحب کے فرزند سیّد قاسم شاہ حفظہ اللہ صاحب اس کی تبیض کر رہے ہیں امید ہے یہ کتاب جلد طبع ہو جائے گی، ان شاء اللہ۔

۲: تراجم الرواۃ لکتاب القراءۃ خلف الامام لامام البیہقی (عربی) "غیر مطبوع".

امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی اپنے دور کے ایک عظیم محدث جن کو اللہ تعالیٰ نے کمال کا حافظہ وضبط دیا تھا، امام بیہقی رحمہ اللہ نے ایک کتاب "القراءۃ خلف الامام" تحریر کی جن میں انہوں نے اُن تمام روایات کو جمع کیا ہے کہ امام مقتدی اور منفرد سب کے لیے خواہ سری نماز ہو یا جہری سورۃ الفاتحہ پڑھنی ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان تمام رواۃ کے تراجم ان کی تاریخ ولادت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات اور اقوال العلماء نقل کر کے اس کی تحقیق بھی کر دی ہے جس کی نظر ثانی مولانا فیض الرحمٰن الثوری رحمہ اللہ نے کی ہے۔

۳: التعلیقات علی صحیح ابن حبان (عربی) "غیر مطبوع"

امام ابو حاتم محمد بن حبان اپنے دور کے ایک عظیم محدث ہیں جن کا شمار باکمال ائمہ حدیث میں ہوتا ہے۔

امام ابن حبان نے حدیث میں ایک کتاب "التقاسیم والانواع" کے نام سے ایک حدیث کی کتاب تحریر فرمائی اور اس کی ترتیب اقسام وانواع پر رکھی شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کتاب کے حاشیہ پر ایک بہترین تعلیق لگائی ہے اور اکثر جگہ حدیث کے حکم کے ساتھ رجال پر مفصل بحث کی ہے۔

٤: تحصیل المعلاۃ ببیان حکم الجہر بالبسملۃ فی الصلوۃ (عربی) "غیر مطبوع"

امام کو نماز کے اندر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہری پڑھنا چاہیے یا سراً تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس میں احادیث سے ثابت کیا ہے کہ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھنا افضل ہے اور جہر کے قائلین کے دلائل کا جواب بھی دیا ہے، اس کتاب کو کئی علماء نے پڑھا ہے اور اس پر بہترین تقریظ لکھی، ان شاء اللہ اس کتاب کو بھی بہت جلد طبع کرنے کا ارادہ ہے۔

٥: طریق السداد وفضل المقال في تراجم الرجال الثقات النبال الذين ليس لهم ذكر في تهذيب الكمال (عربي) (غير مطبوع)، (نامكمل)

تہذیب الکمال امام المزی رحمہ اللہ کی ایک بہترین کتاب ہے جس میں انہوں نے بالخصوص صحاح ستہ کے رواۃ کے تراجم ذکر کیے ہیں لیکن بہت سے ایسے راوی ہیں جو ثقہ ہیں اور جو ان کی شرائط پر ہیں لیکن ان کا ذکر اس کتاب میں نہیں ہے شاہ صاحب رحمہ اللہ اس کتاب میں ان رواۃ کو جمع کر رہے تھے لیکن ابھی چند ہی رواۃ پر کام کیا تھا کہ وقت اجل آ گیا۔

٦: صدق المقال وسداد الاتجاه في بيان سوانح حيات محب الله، اردو "مطبوع"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہ صاحب رحمہ اللہ ویسے تو اپنے لیے گمنامی کو پسند کرتے تھے بقول

لیس الخمول بعارٍ علی امرءٍ ذی جلال

فلیلة القدر تخفی وتلك خیر اللیالی

یعنی ایک عالم بلند رتبہ کے لیے گمنامی کوئی عار نہیں ہے، دیکھو شب قدر مخفی رہتی ہے حالانکہ تمام راتوں میں وہی بہتر رات ہے۔

لیکن شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بعض احباب کی ضد کے سامنے شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی سوانح لکھی جو کہ راقم الحروف نے مجلّہ ''بحر العلوم'' (جو کہ جامعہ بحر العلوم السّلفیہ کا ترجمان ہے) میں ''محدث العصر نمبر'' میں مکمل حاشیہ کے ساتھ شائع کردی ہے۔

۷: المنهج الاقوم في تفسير سورة مريم "سندهي" غير مطبوع

بعض احباب نے شاہ صاحب رحمہ اللہ سے اصرار کیا کہ وہ قرآن کی سندھی زبان میں ایک تفسیر لکھیں تو ان دنوں میں شاہ صاحب رحمہ اللہ فجر کی نماز کے بعد سورۃ مریم کی تفسیر بیان کر رہے تھے چنانچہ سے لکھوانا شروع کردی لیکن وہ ایک سورۃ بھی مکمل نہ کر سکے۔

۸: الصواعق المرسله من الكتاب العزيز الفرقان لاحراق الخدائع والاباطيل الواقعة في الرسالة المسماة ببلاغ القرآن. "اردو" (غير مطبوع)

لاہور سے ایک رسالہ بنام ''بلاغ القرآن'' شائع ہوتا تھا اس میں چند اعتراضات تھے خصوصاً حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کا سجدہ کرنا تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے دو جلدوں میں اس کا جواب تحریر کیا ہے۔

۹: التحقيق الجليل في ان الارسال في القيام بعد الركوع في الصلوة هو الحق من حيث الدليل. سندهي (مطبوع)

یہ کتاب سندھی زبان میں ہے اور اس میں ارسال الیدین کو حق قرار دیا گیا ہے اور منکرین کے دلائل کا جائزہ لے کر ان کا علمی تعاقب کے ساتھ جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔

۱۰: نيل الاماني وحصول الامال بتحقيق ان الهيئة المسنونة للقيام بعد الركوع هي الارسال. اردو (مطبوع)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب میں بھی ارسال الیدین بعد الرکوع پر بحث کی گئی ہے۔

۱۱: تائید عالم الغیب والشهادة الكبير المتعال لاهل الارسال في بتحقيق نيل الامالي وحصول الامال.

شاہ صاحب رحمہ اللہ کے برادر اصغر فضیلۃ الشیخ سیّد بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ نے شاہ محبّ اللہ صاحب رحمہ اللہ کے "نیل الامانی" کے جواب میں "القنوط والیائس لاهل الارسال" تحریر فرمایا تو اس کے جواب الجواب میں یہ کتاب تائید عالم الغیب تحریر فرمائی۔

۱۲: الردّ على الرسالة لنور الله شاه الراشدي.

شاہ بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کے فرزند نور اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ نے شاہ صاحب کی کتاب التحقیق الجلیل کا جواب دیا تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کا ردّ لکھا۔

۱۳: جودة التنقيح في مسئلة ركعات التراويح. اردو (مطبوع)

ضلع میرپور خاص کے علاقہ جمس آباد میں علماء بریلوی کی طرف سے ایک اشتہار شائع کیا گیا جس میں انہوں نے ۲۰ رکعات تراویح کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ضعیف وموضوع روایات کے ذریعے سعی کی تھی تو اہلیانِ میرپور خاص نے شاہ صاحب کی خدمت میں یہ اشتہار روانہ فرمایا اور اس کا جواب طلب کیا جس کا شاہ صاحب نے علمی تعاقب کیا اور احادیث صحیحہ سے ثابت کیا کہ آٹھ رکعات پڑھنا ہی سنت ثابتہ ہے۔

۱٤: القطوف الدانية في اجوبة السؤلات الثمانية. اردو (مطبوع)

صوبہ پنجاب کے ایک شخص نے ایک صفحہ پر آٹھ سوالات لکھ کر ارسال کیے اور ان کے جوابات طلب کیے تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان سوالات کے جوابات بعض تفصیلی اور بعض اجمالی شکل میں دیئے ہیں جو کہ تمام کے تمام براہین قاطعہ سے مزین ہیں۔

۱۵: التوبيخ الزجر لمن يمنع عن أداء الركعتين جالساً بعد الوتر. اردو (مطبوع)

صوبہ پنجاب اور جماعت اہل حدیث کے عظیم مناظر محدث شیخ عبدالقادر حصاروی رحمہ اللہ نے وتر کے بعد دو رکعات کو پڑھنا بدعت قرار دیا تو شاہ صاحب نے احادیث صحیحہ سے ثابت کیا کہ یہ صحیح ہے اس مقالہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں شاہ صاحب نے ان کا ردّ پیش کیا ہے۔

۱۸: المقالة الوفية بمزايا التعليقات السلفية. اردو (مطبوع)

فضیلۃ الشیخ مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب رحمہ اللہ جماعت اہل حدیث کے سرخیل عالم دین تھے ان کی ایک مایہ ناز اور شہرت یافتہ کتاب ''التعلیقات السّلفیہ'' جو کہ سنن نسائی پر حاشیہ ہے شاہ صاحب رحمہ اللہ نے الاعتصام کے خاص نمبر پر ایک مضمون مذکورہ نام سے تحریر کیا تھا۔

۱۹: محمد بن عبدالوهاب ايك مجدد ومصلح. اردو (مطبوع)

دنیا کے عظیم مصلح مجاہد اور اپنے وقت کے عظیم عالم دین الشیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے بارے میں شاہ صاحب نے ایک بہترین مقالہ تحریر کیا جس میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے شیخ صاحب کو ان کی مساعی جمیلہ پر خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے۔

۲۰: القواطع الرحمانية لترديد افتراء الفرقة القاديانية. اردو (مطبوع)

یہ کتاب ۱۹۵۲ء میں سندھی زبان میں چھپی تھی جس میں قادیانیوں کا ردّ قرآن وحدیث سے پیش کیا گیا ہے اب اس کتاب کو اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

۲۱: اتحاف السادة الكرام بتحقيق ان اول صلاة المسبوق هو ما ادركه مع الامام. اردو (مطبوع)

مسبوق کی امام کے ساتھ رکعت پہلی ہے یا وہی جو امام پڑھ رہا ہے، یہ مسئلہ بھی محدثین کے ہاں مختلف فیہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کا اس کتاب میں یہ موقف ہے کہ وہ مسبوق کی پہلی رکعت ہے اور جو ان سے رکعت رہ گئی ان کو وہ بعد میں مکمل کرے گا یہ علمی بحث ہے شاہ صاحب رحمہ اللہ نے دونوں طرف سے دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں اور مخالفین کے جوابات بھی احسن انداز سے دیئے ہیں۔

۲۲: السعي الأثيث في تحقيق التلقب باهل الحديث. اردو (مطبوع)

جماعت المسلمین کی طرف سے ایک اعتراض آیا کہ اہل الحدیث لقب رکھنا صحیح نہیں تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کتاب میں لقب اہل حدیث کی بہترین تشریح اور توجیہ بیان کی ہے اور ساتھ مخالف قول کا جواب بھی دیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٢٣: إزالة نقاب التزوير عن وجة مسئلة التصوير. اردو (مطبوع)

شاہ صاحب رحمہ اللہ تصویر کشی کے سخت مخالف تھے ایک دفعہ وہ اسلام آباد کسی میٹنگ میں گئے تو تصویر کشی عام ہورہی تھی تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ڈاکٹر انیس احمد صاحب کو ایک کتاب لکھ کر ارسال کر دی جس میں قرآن وحدیث سے بے شمار دلائل سے ثابت کیا گیا کہ یہ حرام ہے غیر شرعی فعل ہے۔

٢٤: التحقيق المستحلي في ثبوت الصلاة علي النبي ﷺ في القعدة الأولى.

اردو (مطبوع)

تشہد اوّل میں درود پڑھنے کا مسئلہ یہ ایک علمی بحث ہے شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کتاب میں ثابت کیا ہے تشہد اوّل میں درود پڑھنا صحیح ہے۔

٢٥: ايضاح المرام و الستيفاء الكلام علي تضعيف حديث النهي عن الانتعال في حالة القيام.

محترم شیخ جابر دامانوی صاحب نے کھڑے ہوکر جوتی پہننے والی حدیث کو ضعیف کہا تو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان کے ردّ میں یہ مضمون لکھا کہ یہ روایت صحیح ہے۔

٢٦: تسكين القلب المشوش باعطاء التحقيق في تدليس الثوري والاعمش.

اردو (مطبوع)

حافظ زبیر علی زئی صاحب حفظہ اللہ نے بھی ''جوتی پہننے والی روایت پر تنقید فرمائی'' تو اس کے جواب میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے یہ مقالہ تحریر کیا اور یہ کافی علمی کاوش ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی کئی کتب ہیں میں نے اہم اہم کا تذکرہ کیا ہے، شاہ صاحب رحمہ اللہ کی (٢٨) کتابوں کو راقم الحروف نے ترتیب دے کر نعمانی کتب خانہ لاہور سے ''مقالاتِ راشدیہ'' کے نام سے پہلی جلد شائع کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ محمد نعیم (کراچی) ☆

کتب خانہ پیر جھنڈا

میں محترم المقام پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب ﷬ کا مضمون ''مسلمانوں کا ذوق کتب اور ان کے کتب خانے'' نظر سے گزرا۔ تحریر پڑھنے کے بعد دل میں یہ احساس پیدا ہوا کیوں نہ اسلامی تہذیب و ثقافت کے اس زریں اور دلکش باب اور اپنے اسلاف کے تابندہ و درخشاں ماضی اور قومی ورثے کی دلچسپ اور گم نام یادیں پھر سے تر و تازہ کی جائیں، تاکہ ہماری نئی نسل اپنے اسلاف کے عظیم کارناموں سے واقف اور آگاہ ہوں۔ پروفیسر صاحب نے اپنی تحریر میں عصر حاضر کے جن نامور اور بین الاقوامی کتب خانوں کا تذکرہ کیا اس میں عصر حاضر کے اس عظیم الشان کتب خانے کا بھی ذکر موجود ہے جس کی تاریخی اہمیت اور علمی عظمت عرب و عجم سب کے ہاں ہے۔ اس علمی سمندر سے نہ جانے کتنے ہی شائقین علم و ادب سیراب ہوکر اپنے دامن کو علم و ہدایت کی روشنی سے منور کر چکے ہیں۔ اس مادر علمی کو جس کے تعارف میں ہم اس قدر رطب اللسان ہیں دنیا پیر جھنڈا کے کتب خانہ کے نام سے جانتی ہے۔ پیر جھنڈا کی لائبریری سندھ کے مشہور و ممتاز خاندان ''راشدی'' کی ایک شاخ پیر آف جھنڈا کے بزرگوں کی بیش بہا اسلامی، روحانی، دینی، علمی، تحقیقی، تصنیفی، تدریسی، ملی، سماجی اور سیاسی خدمات اور بے مثال جدوجہد کی مظہر ہے۔ اس عظیم الشان کتب خانہ سے خانوادہ راشدیہ پیر آف جھنڈا کے بزرگوں کی چھ سات پشتوں کی یادیں وابستہ ہے۔

سندھ کا راشدی خاندان علمی عظمت، سیاسی جدوجہد، خاندانی وجاہت و شرافت اور نجابت کے اعتبار سے سندھ و بیرون سندھ میں ایک منفرد مقام و مرتبہ کا حامل ہے۔ اس قبیلے کی دو مشہور شاخیں ہیں۔ ایک تو اپنے آپ کو پیر پگارا کہلاتے ہیں اور دوسرے پیر آف جھنڈا کے نام سے مشہور ہیں۔ اول الذکر کی علمی حیثیت اور کتب خانے کی اہمیت تو بہرحال زیادہ نہیں لیکن سیاسی اعتبار سے عالمی شہرت کے مالک ہیں۔ جب کہ ثانی الذکر خاندان کی مشہوری مین جہاں ان کی علمی، تحقیقی، تصنیفی، سماجی و سیاسی جدوجہد کا عنصر شامل

☆ مدیر ادارہ تحقیقات سلفیہ کراچی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ وہاں ان کے کتب خانے کا بھی بڑا عمل دخل ہے۔ اس وقت راشدی خانوادے کے چار کتب خانے قائم ہیں جن میں سے دو پیر پگارا کے قبیلے میں اور دو پیر آف جھنڈا کے بزرگوں کے۔ پیر پگارا کی شاخ میں جو دو کتب خانے ہیں ان میں سے ایک تو موجودہ پیر پگارا (سید شاہ مردان شاہ عرف سکندر علی شاہ) کا جو پیر جو گوٹھ ضلع خیر پور سندھ میں واقع ہے۔ اور دوسرا سندھ کے ممتاز محقق و مؤرخ اور صاحب طرز ادیب محترم پیر حسام الدین راشدی مرحوم کا ہے۔ پیر صاحب پگارا کے کتب خانے میں مختلف علوم وفنون کی کتابیں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ جن میں ۳۰ کے قریب قرآن شریف کے نادر قلمی نسخے ہیں۔ ان میں سے ایک نسخہ اورنگ زیب عالمگیر کے ہاتھ سے لکھا ہوا اور ایک مخطوط افغانستان سے حاصل کیا گیا جس کا ہدیہ دو لاکھ دس ہزار روپے تھا۔ اس کے علاوہ لائبریری میں قرآن شریف کا ایک نسخہ ایسا بھی موجود ہے جو تقریباً ۳۵ فٹ لمبے کاغذ کی ایک پٹی پر جس کی چوڑائی زیادہ سے زیادہ تین انچ ہوگی اس پر پورا قرآن پاک پھولوں کی شکل میں ہاتھ سے لکھا ہوا ہے۔ اس کو گولائی میں لپیٹا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں کتب خانے میں صحیح بخاری شریف (غالباً بخاری کا یہ وہی نسخہ ہے جو کہ سید صبغت اللہ شاہ نے اپنے استاد فقیر اللہ علوی کی وفات کے بعد ان کے کتب خانہ سے منگوایا تھا جس کا استقبال سید صاحب نے گاؤں سے باہر جا کر کیا تھا مزید تفصیل کے لئے بدیع التفاسیر ج ۲ ص ۵۱۲ دیکھئے) اور علامہ عینی کی شرح صحیح بخاری قلمی، فتاویٰ عالمگیری، شامی، مبسوط سرخی کے علاوہ تاریخی کتب گیارہ سو، لغت کی تین سو شاعری پر چار سو اور ایک فارسی لغت ۵۲ جلدوں میں کتب خانے کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ پیر حسام الدین راشدی صاحب کا کتب خانہ کراچی شہر میں واقع ہے۔ ان کی لائبریری میں ادبی، تاریخی، ثقافتی اور دیگر موضوعات پر کتابوں کا گراں قدر سرمایہ موجود ہے جو انہوں نے شب و روز ایک کر کے دور دراز علاقوں کا سفر طے کر کے جمع کیا۔ راشدی صاحب کے کتب خانے میں سندھ کی تاریخ کے حوالے سے جس قدر نادر و نایاب مخطوطات کا ذخیرہ ہے وہ کسی اور کتب خانے میں نہیں۔ پروفیسر ریاض الاسلام صاحب راشدی صاحب کے کتب خانے کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پیر صاحب کی ذاتی وجاہت، ان کی جامہ زیبی ان کی خوش کلامی اور ان کی پاٹ دار آواز اور مراسم میں گرم دلی اور کشادہ قلبی نے مجھے جلد ہی ان کا گرویدہ بنا دیا۔ پھر جب ان کے جمشید روڈ والے مکان (بیت الضیاء) پر حاضری کا سلسلہ شروع ہوا تو ان کی مہمان نوازی اور تواضع اور شگفتہ طبعی دیکھی۔ ان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب خانہ سے استفادہ کا موقع ملا اور ان کے تبحر علمی کا اندازہ ہوا۔ کراچی ۱۹۵۲ء میں ایک کم مایہ شہر تھا جس میں بازار تھے دوکانیں تھیں، کوٹھیاں تھیں، دفاتر تھے، جھگیاں تھیں، جھونپڑیاں تھیں لیکن علم اور کلچر کا عنصر اس سے زیادہ نہ تھا جیسے ریگستان میں کہیں چھوٹی موٹی خودرو جھاڑیاں نکل آتی ہیں۔ اس غیر ثقافتی ماحول میں پیر صاحب کا وجود ان کا گھر اور کتب خانہ ریگستان میں نخلستان سے کسی طرح کم نہیں تھا۔ اس زمانہ کا تو کیا ذکر جب بیس سال بعد کراچی کالجوں سے بھر گیا اور کراچی یونیورسٹی اور اس کا کتب خانہ بھی بلوغ کو پہنچا اس وقت بھی اکثر ایسا ہوا ہے کہ یونیورسٹی کی لائبریری چھان مارنے کے بعد جب مطلوبہ کتابیں ہاتھ نہ آئیں تو پیر صاحب کے علم کدہ پر حاضر ہوئے اور حسب مراد حاجت پوری ہوگئی۔ بیت الضیاء میں پیر صاحب کی نشست گاہ اور جائے کار ایک کمرہ تھا جس کی دیواریں کتابوں سے پُر الماریوں سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ اس چھوٹے سے کمرہ نے جس کا ایک تہائی حجم الماریوں سے اور دو تہائی رقبہ بڑی میز نے گھیر رکھا تھا پچیس سال میں کیا کچھ نہ دیکھا۔ شاید ہی کوئی بڑا اسکالر ہو جو کراچی آیا ہو اور اس کمرے میں اس کی پذیرائی نہ ہوئی ہو۔ (پیر حسان الدین راشدی اور ان کے علمی کارنامے، از مولانا صباح الدین عبدالرحمٰن ناظم دارالمصنفین اعظم گڑھ)

پیر جھنڈا کا کتب خانہ

راشدی خاندان میں کتابیں جمع کرنے کی ابتداء سید محمد بقا شاہ لکیاری شہید سے ہوئی۔ سید صاحب سندھ کے مشہور پیر طریقت و رہبر شریعت اور نہایت ہی صالح، عابد، زاہد بزرگ اور راشدی خاندان (پیر آف جھنڈا اور پیر پگاڑا) کے مؤسس اعلیٰ سید پیر محمد راشد شاہ لکیاری کے والد محترم تھے۔ انہوں نے مختلف جگہوں سے کمیاب اور نادر مخطوطات حاصل کرکے اپنی لائبریری میں جمع کیے۔ سید صاحب کو کتابیں ذخیرہ کرنے کا بے حد شوق تھا اور اپنے شوق کی تکمیل کے لیے آئے دن مختلف علاقہ جات کا دورہ کرتے رہتے، ایک دفعہ آپ اپنی کتابیں باندھ کر کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ راستے میں ڈاکوؤں نے کتابوں کے اس گھٹے کو مال سمجھ کر چھین لیا اور آپ کو بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کردیا۔

آپ کی شہادت کے بعد قلمی کتابوں کا کچھ بچا ہوا ذخیرہ پیر سید محمد راشد شاہ کی تحویل میں آیا۔ ان کے دور حیات میں کتب خانہ میں اضافہ تو نہ ہوا، لیکن انہوں نے اپنے والد محترم کی نشانی کی خوب حفاظت کی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید محمد راشد شاہ صاحب کی وفات کے بعد یہ کتابیں خاندان کی تقسیم کے ساتھ دو جگہوں میں بٹ گئیں۔ ایک حصہ پیر پگارا (اول) پیر سید صبغت اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کی ملکیت میں آیا اور دوسرا ان کے چھوٹے بھائی پیر جھنڈا (اول) پیر سید یٰسین شاہ راشدی المعروف ''پیر صاحب جگہوں والے'' رحمہ اللہ کو ملا۔ ان دونوں بھائیوں نے بھی اپنے اسلاف کی میراث کی خوب دیکھ بھال کی۔ لیکن ملکی حالات اور آپس کی ناچاقی کی وجہ سے خاطر خواہ ذخیرہ کتب جمع نہ ہوسکا۔ اس کے بعد یہ کتابیں نسل در نسل ان بزرگوں کی اولاد میں ترکہ کے طور پر تقسیم کے مرحلے سے گزرتی رہیں۔ یہاں تک کہ پیر سید رشد اللہ شاہ صاحب راشدی پیر آف جھنڈا کا دور مسعود آ پہنچا۔ پیر صاحب علم کے فروغ تعلیم، ترویج اور دینی علوم کی نشر و اشاعت کے لیے جہاں دوسرے محاذوں پر سرگرم رہے وہاں اپنے اسلاف کے حقیقی اور انمول علمی شہ پاروں کی حفاظت کا بندوبست بھی فرمایا، اس مقصد کے لیے انہوں نے دو چیزوں پر بھرپور توجہ دی۔ ایک تو کتابوں کی دیکھ بھال، حفاظت اور استفادہ کے لیے ایک لائبریری کا قیام عمل میں لائے اور دوسرا اپنی اولاد کو دینی علوم سے آراستہ و پیراستہ کیا تاکہ آنے والے وقتوں میں وہ اس علمی میراث کے بہترین معاون و مددگار ثابت ہوسکیں۔ پیر صاحب اپنے ان مقاصد میں سو فی صد کامیاب و کامران رہے۔ کتب خانے کی بنیاد کے ساتھ ہی احسن انداز میں کتابوں کی دیکھ بھال ہونے لگی اور متواتر اضافہ ہوتا رہا۔ نیز اصحاب علم و دانش اپنی علمی پیاس بھی بجھاتے رہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے علمی جانشینوں نے اس کی خوب دل لگا کر خدمت کی۔

پیر سید ابوتراب رشد اللہ شاہ صاحب راشدی رحمہ اللہ نے اپنی لائبریری کو نادر و نایاب کتابوں اور مخطوطات سے مزین کرنے کے لیے زر کثیر خرچ کیا اور مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، مصر، شام، استنبول، بغداد، دمشق اور ہندوستان کے مختلف شہروں سے کمیاب مخطوطے اور کتابیں منگوائیں۔ نئی کتابوں کی خریداری اور نادر و نایاب کتب کی اصل کاپی یا اس کی نقل حاصل کرنے کے لیے انہوں نے اپنے خصوصی نمائندے مقرر کر رکھے تھے جن کا صرف کام ہی یہ تھا کہ وہ آئے دن دوسرے ملکوں کا سفر صرف اس لیے کریں تاکہ وہاں کے کتب خانوں سے قرآنی تفاسیر، حدیث شریف اور شرح احادیث و تاریخی کتابوں کے کمیاب نسخوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں اور پیر صاحب کو اس سے آگاہ کرکے ان کے ارشاد کے عین مطابق مزید

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش رفت کریں۔ سید ابوتراب رشد اللہ شاہ صاحب المعروف پیر صاحب خلافت والے رحمہ اللہ کی یہ عادت تھی کہ پہلے تو وہ ہر ایک کتاب کو اس کی اصلی صورت میں حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرتے۔ چنانچہ ان کے کتب خانہ میں ایسی متعدد کتابیں موجود ہیں جو خود مصنفوں کے سامنے لکھی گئی ہیں۔ یا مصنف کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے سے نقل کی گئی یا اس نسخے کی نقل النقل ہیں۔ مثلاً علامہ محمد حیات سندھی رحمہ اللہ کی تصانیف، مخدوم سندھ علامہ محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمہ اللہ کی تالیفات، امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب ''شعب الایمان'' کا ایک ہزار سال پرانا نسخہ، مصنف ابن ابی شیبہ قلمی، سنن الکبریٰ بیہقی، مستدرک حاکم اور دیگر نایاب مخطوطات۔ البتہ اگر اصل صورت میں کتاب کا ملنا میسر نہ ہوتا تو نہایت ہی احتیاط سے اس کام کا فوٹو یا پھر ماہر کاتبوں سے لکھوا کر نسخہ حاصل کرتے تھے۔ جس کی بیسیوں مثالیں کتب خانہ کے دیکھنے سے مل سکتی ہیں۔ کتابوں کی فراہمی کے لیے جہاں پیر صاحب نے اپنے خاص آدمی متعین کر رکھے تھے وہاں خود بھی تحقیق و جستجو میں لگے رہتے اور جب کبھی بیرون ملک جانا ہوتا تو وہاں سے اپنے شوق کے مطابق بہت بڑا ذخیرۂ کتب ساتھ لاتے۔ ۱۳۲۲ھ میں آپ حج کے قصد سے حرمین شریفین روانہ ہوئے تو وہاں آپ نے بہت ساری قلمی و کمیاب کتابیں خرید فرمائیں، ان کتب کے لیے آپ فرماتے تھے کہ ہم حرم شریف میں مالکی مصلے کے پاس کعبۃ اللہ شریف کی طرف نظر کیے ہوئے بیٹھے تھے کہ ایک تجلی ظاہر ہوئی اور آواز آئی کہ...... کتب تو آپ نے اپنے لیے لی ہیں۔ ہمارے لیے کیا لیا ہے، یہ آواز سن کر میں بہت خوفزدہ ہوگیا کہ اتنی کتابیں جو خریدی ہیں، شاید وہ بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوئیں۔ پیر صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں ابھی اس کش مکش میں مبتلا تھا کہ پھر ایک اور آواز بلند ہوئی کہ ہمارے لیے یہ ہے کہ یہ کتابیں مخلوق کو پڑھ کر سناؤ۔

قاضی فتح محمد نظامانی اور مولوی عنایت اللہ صاحب بھی اس مبارک سفر میں آپ کے شریک قافلہ تھے، قاضی صاحب بیان کرتے ہیں کہ پیر صاحب اور ہم زیادہ وقت مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے کتب خانوں میں گزارتے اور جہاں سے بھی ہمیں کوئی نایاب کتب مل جاتیں تو پیر صاحب اس کے مالک سے کتاب کا اصل نسخہ حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرتے لیکن اگر وہ اس بات پر راضی نہ ہوتا تو اس کی اجازت سے پیر صاحب ہم دونوں کو اس کی نقل کرنے پر لگاتے۔ کتابوں سے ان کے غیر معمولی تعلق اور دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ کسی نئی کتاب کا ذکر سنتے ہی وہ بے چین ہوجاتے اور کوشش کرتے کہ وہ کتاب جلد سے جلد ان کے کتب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خانے میں پہنچ جائے۔ نادر و نایاب کتب کے بارے میں تو ان کی کیفیت کچھ عجیب ہی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب بھی کوئی کمیاب نسخہ برائے فروخت ان کے سامنے آتا تو وہ اسے لیے بغیر نہ چھوڑتے اور منہ مانگی قیمت دے دیتے۔ بلکہ بعض اوقات تو ایسا ہوا کہ نایاب کتاب فروخت کرنے والے نے ناواقفیت سے کم قیمت مانگی اور آپ نے زیادہ دام دے دیئے۔

مولوی عنایت اللہ صاحب سفر حج کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران وہاں کے کسی کتب خانے میں امام شوکانی رحمہ اللہ کی کتاب ''ارشاد الفحول'' کا نسخہ ہماری نظر سے گزرا ہم نے کتب خانہ کے مالک سے اس کے دام معلوم کیے تو اس نے امام شوکانی رحمہ اللہ کی کتاب کی قیمت دو سو روپے بتائی ہم نے پیر صاحب کو اس بات کی اطلاع دی تو انہوں نے ہمیں فوراً حکم دیا کہ وہ کتاب ہر قیمت پر حاصل کریں، مولوی عنایت اللہ صاحب اور قاضی فتح محمد نظامانی صاحب نے پیر صاحب کے حکم کی تعمیل میں کتاب منہ مانگی قیمت پر خرید لی۔ جب کہ یہ کتاب پریس میں چھپی تو اس کی قیمت فروخت صرف دو روپے تھی اور ایک کتاب ایک روپیہ فی ورق کے حساب سے خریدی۔ اس طرح آپ نے سندھ کے جلیل القدر عالم دین مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی سندھی صاحب کا عظیم الشان کتب خانہ جس میں ہزاروں کی تعداد میں نادر و نایاب مخطوطات کا علمی خزانہ بھرا پڑا تھا، ان کی اولاد سے ہزاروں روپے کے عوض خرید کر پیر جھنڈا کے کتب خانے میں منتقل کر دیا۔ اس کے علاوہ مولانا محمد اسمعیل افغانی رحمہ اللہ کو آپ نے صرف کمیاب نسخوں کی نقل کرنے کے لیے حیدر آباد دکن بھیجا تھا۔ مولانا وہاں آٹھ مہینے مقیم رہے اور کتابوں کی نقل کرتے رہے۔ مولانا محمد اسمعیل صاحب حیدر آباد دکن میں اپنے قیام کے دوران مولانا حسن الزماں اور مشہور سیاسی و مذہبی رہنما مولانا عبدالباری لکھنوی کے کتب خانوں میں بھی گئے اور وہاں سے بھی کچھ کتابوں کی نقل حاصل کی۔ علاوہ ازیں کچھ کتابیں غلام الرسول السورتی، شرف الدین یحیٰ کبتی اور مولانا زین العابدین آروی دکنی صاحب سے خرید فرمائی، مولانا زین العابدین صاحب سے آپ نے حدیث شریف کے اکثر قلمی نسخے حاصل کیے جن میں امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب ''سنن الکبریٰ'' بھی شامل ہے۔ یہ کتاب مولانا صاحب نے اپنے دست مبارک سے تحریر فرمائی جو دس جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس طرح پیر صاحب کے پاس مختلف علوم کی بہترین تصنیفات کا بیش بہا علمی خزانہ جمع ہو گیا۔ یہ انمول موتی......جن میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند کتابیں انہیں خاندانی طور پر ورثے میں ملیں اور باقی اپنے شوق اور لگن سے زر کثیر خرچ کر کے حاصل کیا اور جن کی تعداد پچیس سے تیس ہزار تک پہنچ چکی تھی...... انہیں بہت عزیز تھے۔ لیکن انہوں نے انہیں صندوق اور خوبصورت الماریوں میں بند کرنے کے بجائے شائقین علم و ادب کے استفادے کے لیے ہر وقت کتب خانے کا دروازہ کھلا رکھا۔ آپ کے زمانے ہی میں پیر جھنڈا کا کتب خانہ عالمی شہرت کا مالک بن گیا اور دور دراز علاقوں سے علم کے گرویدہ حضرات اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے وقتاً فوقتاً کتب خانے میں تشریف لاتے رہے۔ کتب خانہ سے جن اہل علم و دانش حضرات نے استفادہ کیا، ان کی فہرست تو بہت طویل ہیں، جس کا یہ مضمون متحمل نہیں۔ لیکن دو شخصیتوں کا ذکر فائدے سے خالی نہیں ہوگا۔ پہلی شخصیت ہندوستان کے مشہور سیاسی رہنما مولانا عبیداللہ سندھی صاحب کی ہے۔ مولانا سندھی اپنی خودنوشت وسوانح میں پیر جھنڈا کے کتب خانہ سے مستفید ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''گوٹھ پیر جھنڈا ضلع حیدر آباد میں راشدی طریقے کے پیر صاحب العلم کے پاس علوم دینیہ کا بے نظیر کتب خانہ تھا، میں دوران مطالعہ وہاں جاتا رہا اور کتابیں مستعار بھی لاتا رہا۔ میری تکمیل مطالعہ میں کتب خانے کے فیض کو بڑا دخل ہے۔''

(خودنوشت بحوالہ ''مہران نقش'' مصنف ڈاکٹر وفا صاحب راشدی ص ۲۰۴)

دوسری شخصیت سندھ کے ممتاز محقق، صحافی، مفکر، مصنف، تاریخ دان، شاعر، عالم اور صاحب طرز ادیب حضرت مولانا دین محمد وفائی صاحب رحمہ اللہ کی ہے۔ مولانا وفائی صاحب سندھ کی قدیم و جدید تہذیبی اور ثقافتی روایات کے امین اور باب الاسلام میں شریک اہل حدیث کے علمبردار تھے۔ پروفیسر رحمت فرخ آبادی صاحب مولانا وفائی صاحب کا پیر جھنڈا کے کتب خانے سے تعلق بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اس وقت ٹلاہ شریف کے سجادہ نشین پیر صاحب حاجی امام الدین مرحوم تھے جو پیر صاحب چہارم جھنڈے والے پیر ابوتراب سید رشد اللہ شاہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ ان سے دیرینہ تعلقات قائم ہونے کی وجہ سے مولانا وفائی کو پیر صاحب جھنڈے والے کے سب سے بڑے اور نادر وقدیم کتب خانے سے استفادے کا موقع ملا۔'' (مولانا دین محمد وفائی جمع وترتیب ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہانپوری ۱۳۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیر جھنڈا کا کتب خانہ اہل علم کی نظر میں

(۱) حضرت مولانا دین محمد وفائی صاحب پیر صاحب رشد اللہ شاہ راشدی کے بے نظیر کتب خانے کے ایک حصے کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''گوٹھ پیر جھنڈے میں قیام کے دوران میں مولانا محمد نور مکی اور میں نے زیادہ وقت کتب خانے میں گزارا۔ حضرت پیر مولانا حاجی ابوتراب رشد اللہ شاہ صاحب العلم الرابع ایک بڑے علمی ذوق کے بزرگ تھے۔ جنہوں نے ہزاروں کی تعداد میں نایاب کتب جمع کی تھیں۔ ان کے زمانے میں حیدر آباد دکن عظیم آباد، پٹنہ، لکھنو وغیرہ کے علماء، شائقین علم حضرت کی لائبریری دیکھنے کے لیے آتے رہتے تھے۔ کتنے ہی نوادر علمی جو مصر، استنبول اور حجاز کے کتب خانوں میں موجود نہ ہوں مگر اس کتب خانے میں مل جائیں گے۔ حدیث کی کتنی ہی کتابیں جیسے مستدرک امام حاکم، سنن بیہقی، جمع الفوائد کے مخطوطات اس کتب خانے سے لے کر چھپوائے گئے ہیں۔ ہمارے مولانا محمد نور مکی کو ایک کتاب ''ناظورة الحق'' یہاں ملی جس کے بارے میں ان کا بیان ہے کہ یہ کتاب انہیں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے کتب خانوں میں بھی نہیں ملی تھی جو یہاں ہاتھ آ گئی۔

بڑے پیر سائیں (صاحب العلم الرابع) کی وفات کے بعد بھائیوں کے اختلاف کی وجہ سے کتب خانے کو بہت نقصان پہنچا، کتنی ہی نایاب کتابیں ادھر ادھر ہوگئیں۔ اس سے کتب خانہ اگرچہ بہت حد تک تباہ اور ناقص ہوگیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود نایاب کتابوں کا اب بھی یہاں اتنا بڑا ذخیرہ ہے جو کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتا۔ خاص طور پر سندھ کے علماء مخدومین کی تصنیفات اس طرح کہیں ایک جگہ نہیں جو کہ اس نادر اور عظیم الشان لائبریری میں موجود ہیں۔ حضرت پیر سائیں ابوتراب رشد اللہ (چوتھے جھنڈے والے) نے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی کا کتب خانہ خرید لیا تھا جس میں کتنی ہی نایاب کتب ہاتھ میں لگی تھیں۔ ان میں بیشتر کتابیں غیر مجلد تھیں، ان کے ورق منتشر ہوگئے اور سینکڑوں کتابیں ناقص ہوگئیں۔ اس وقت اگرچہ ان متفرق اوراق کی جمع وترتیب کا کام ہو رہا ہے لیکن یہ اتنا بڑا کام ہے کہ مہینوں تو کیا سالہا سال کی محنت اور توجہ کا طالب ہے جب کہیں جاکر یہ پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔ شاہ عبدالکریم بلڑی والے کے ملفوظات، بیان العارفین (فارسی) ایک نایاب شے ہے۔ اس کا نسخہ بھی منتشر و متفرق اوراق کے اسی ڈھیر میں دستیاب ہوا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح "ینابیع الحیوۃ الهدیة" مصنفہ شیخ ابوالحسن ڈاہری کا ایک نسخہ بھی ورقوں کے اسی ڈھیر میں ہاتھ لگا۔ اسی طرح اگر تلاش جاری رہی تو امید ہے کہ کتنے ہی نایاب و نادر کتابوں کے ناقص یا کامل نسخے ہاتھ لگیں گے۔ موجود سجادہ نشین پیر صاحب جناب مولانا ضیاء الدین شاہ کے چھوٹے بھائی پیر احسان اللہ شاہ صاحب کے الگ ہونے کے بعد سے ان کا مدرسہ اور کتب خانہ الگ قائم ہے۔ ان بزرگوں کا تو انتقال ہوگیا ہے اب ان کے فرزند پیر مولوی حاجی حافظ محبّ اللہ شاہ صاحب ان کی جگہ سجادہ نشین ہیں۔ یہ صاحب اعلیٰ علمی ذوق اور بڑی فضیلت کے مالک ہیں۔ ہم دونوں ان صاحب کی ملاقات کے لیے گئے جو ایک دن قبل ہی حرمین شریفین کے سفر سے تشریف لائے تھے۔ انہوں نے ہمیں اپنے نادر کتب خانے کی سیر کرائی۔ چونکہ وقت تنگ تھا اور اسی رات کراچی کے سفر کی تیاری کرنی تھی۔ اس لیے ان بزرگ کی کتابوں کا دیدار دوسرے موقع کے لیے اٹھا رکھا۔ آئندہ سفر میں اِن شاءَ اللہ ان کی کتابیں دیکھنے کی آرزو پوری کریں گے۔"

(مولانا عبیداللہ سندھی افکار و خدمات۔ مصنف: مولانا دین محمد وفائی جمع و ترتیب ڈاکٹر ابوسلیمان سندھی: ص ۷۰ تا ۷۲)

حضرت مولانا دین محمد وفائی صاحب نے پیر جھنڈا کا سفر ۱۹۴۸ء میں کیا اور یہاں آکر نوادرِ علمی کے بارے میں یہ مضمون قلم بند کیا جو ماہنامہ توحید کراچی میں دسمبر کے شمارہ میں شائع ہوا۔ مولانا وفائی صاحب نے کتب خانہ کے جن منتشر و متفرق اوراق کا تذکرہ کیا ہے، اس کا مزید پس منظر پروفیسر رحمت فرخ آبادی صاحب اس طرح بیان فرماتے ہیں:

> "مولانا دین محمد وفائی گوٹھ پیر جھنڈا میں تقریباً ایک ہفتہ رہے، اس عرصے میں انہوں نے پیر صاحب کے کتب خانے سے بہت استفادہ کیا۔ کتب خانے کے مہتمم مولانا عبیداللہ صاحب انبالوی نے انہیں کئی ایسے قلمی نسخے دکھائے جن کے ابتدائی اوراق غائب تھے اور یہ پتا نہ چلتا تھا کہ کتاب کا نام کیا ہے اور کس کی تصنیف ہے، مولانا وفائی کے تبحر علمی کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ان کتب کو سرسری طور پر دیکھنے کے بعد کتابوں کے مصنّفین کے نام بتادیئے۔" (ایضاً ص ۱۴۲)

(۲) ڈاکٹر وفا صاحب راشدی پیر جھنڈا کے کتب خانے کی علمی اہمیت اور پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''۱۳۱۹ھ میں پیر رشد اللہ شاہ نے جب مدرسہ دارالرشاد کی داغ بیل ڈالی تو اس کے ساتھ اساتذہ اور طلباء کے مطالعے کے لیے ایک علمی کتب خانہ بھی قائم کیا۔ یہ کتب خانہ نہ صرف سندھ بلکہ پورے برصغیر پاک و ہند میں علوم وفنون کا ایک اہم مرکز ثابت ہوا۔ اس علمی لائبریری سے سندھ اور بیرون سندھ یہاں تک کہ اسلامی ممالک کے بڑے بڑے علمائے کرام نے استفادہ کیا، جن میں خاص طور پر علمائے دیوبند بھی شامل ہیں۔ اس زمانے میں اسلامی علوم وفنون کی کتابوں کی پچیس ہزار تک تعداد پہنچ چکی تھی جو کتب خانہ پیر جھنڈو کی ملکیت تھی۔
کتب خانہ پیر جھنڈو کی خصوصیت واہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اکثر قلمی اور خطی نسخے جو دنیا کے کتب خانوں میں نایاب ہیں اس کتب خانے میں موجود ہیں۔ پیر رشد اللہ شاہ اور ان کے مصاحبین ومقربین نے اس کتب خانے کے لیے نادر و نایاب کتابیں دنیا کے مختلف کتب خانوں اور علمی درس گاہوں سے لاکر یا نقل کرواکر جمع کی تھیں۔ اس سلسلے میں کتب خانہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی (ٹھٹھہ) دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، کتب خانہ جدہ، مصر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں سندھی علماء مجددین ومحدثین کی فارسی وعربی تصنیفات وتالیفات کے خطی وقلمی نسخوں کا جتنا نادر وقیمتی ذخیرہ کتب خانہ پیر جھنڈو میں محفوظ ہے وہ سندھ کی کسی اور لائبریری میں نہیں ہے۔'' (تذکرہ علمائے سندھ مصنف ڈاکٹر وفا صاحب راشدی: ص ۹۸ تا ۹۹)

(۳) ممتاز محقق و صاحب طرز ادیب اور بلند پایہ مصنف ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہانپوری (عرف سندھی) صاحب کتب خانے کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''اس سفر نامے کا خاص حصہ پیر جھنڈا کے کتب خانے اور رات کے علمی مجلسوں کا تذکرہ ہے۔ انہوں نے کتب خانے اور اس کے نوادر کا تذکرہ بہت ذوق وشوق سے کیا ہے۔ یہ کتب خانہ جھنڈے والوں کا تاریخی اور خاندانی کتب خانہ تھا۔ اس میں مختلف زمانوں میں بہت سے علمی ذخیرے شامل ہوتے رہے تھے۔ ایک اہم اضافہ پیر سید ابوتراب رشد اللہ شاہ صاحب العلم الرابع کے زمانے میں اس وقت ہوا تھا جب انہوں نے حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی کے ورثا سے ان کا عظیم الشان کتب خانہ خرید اتھا۔'' (مولانا دین محمد وفائی جمع وترتیب ڈاکٹر ابوسلمان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہ جہان پوری، ۱۹۸)

(۴) ڈاکٹر سید صالح محمد شاہ صاحب بخاری کتب خانے کا تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک عالم کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پاس کتب کا وافر مقدار کا ذخیرہ موجود ہو۔ حضرت سید رشد اللہ شاہ صاحب بھی ایک نہایت اعلیٰ پایہ کے عالم تھے۔ آپ کے اسلاف کو کتابوں سے بہت چاہت تھی، اس لیے آپ نے ان کتب میں مزید توسیع کی۔ اس زمانے میں پیر صاحب جھنڈے والے کا کتب خانہ ہندوستان کے تین بڑے کتب خانوں میں سے ایک تھا۔ خصوصاً اس میں قلمی کتب کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ آپ کا کتب خانہ اس طرح وجود میں آیا، کچھ کتب آپ کے پردادا حضور سید محمد راشد شاہ کے کتب خانہ سے آپ کو ورثے میں ملیں اور کچھ کتب چوٹیاری تحصیل سانگھڑ میں سے ملیں اور کچھ نادر قلمی نسخے ننگر ضلع ٹھٹھہ سے مخدوم محمد ہاشم کے کتب خانے سے ہاتھ آئے ہیں۔ ان کتب کے علاوہ کچھ کتابیں ابناء غلام الرسول السورتی اور شرف الدین یحییٰ کبتی سے خرید فرمائیں۔'' (کلام رشد اللہ شاہ پیر جھنڈے والے سندھی مرتب، ڈاکٹر سید صالح محمد شاہ صاحب بخاری ص ۱۵ تا ۱۶)

(۵) پروفیسر رحمت فرخ آبادی صاحب پیر جھنڈا کے کتب خانے کی علمی عظمت کا احاطہ کچھ اس انداز میں کرتے ہیں:

''کتب خانہ پیر رشد اللہ راشدی

یہ کتب خانہ پیر جھنڈو شریف واقع ضلع حیدرآباد میں ہے۔ پیر صاحب نے یہ کتب خانہ چودھویں صدی ہجری کی ابتداء میں قائم کیا تھا۔ انہوں نے اس کتب خانہ پر بے پناہ روپیہ خرچ کیا، لندن کی لائبریریز انڈیا آفس سے کتابوں کی فوٹو کاپیاں منگوائیں۔ ترکی اور مصر کے کتب خانوں سے نایاب کتابوں کی نقلیں اپنے اخراجات پر کاتب بھیج کر کرائیں۔ قدیم کتب خانے کو گراں مایہ سرمایہ سے خرید کر شامل کیے اور اس طرح اس کتب خانہ میں نوادرات کا ایک ذخیرہ جمع کیا۔ پیر صاحب کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں میں کتب خانہ کی ملکیت پر جھگڑا ہوا۔ بعد میں یہ کتب خانہ تین حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ لیکن اب بھی قابل دید

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ (مقالہ سندھ کے دینی کتب خانہ از پروفیسر رحمت فرخ آبادی ص ۲۰۳، سہ ماہی ''الزبیر'' کا کتب خانہ نمبر۔ ناشر اردو اکیڈمی بہاولپور ۱۹۶۷ء)

(۶) سید ناظر علی صاحب کتب خانے کے نوادر علمی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''راشدی خاندان کی لائبریری بہت مشہور ہے۔ اس لائبریری میں بہت سی کتابیں ہیں۔ لندن کے کتب خانے سے نایاب کتابوں کی فوٹو کاپیاں منگا کر اس لائبریری میں رکھی گئی ہیں۔ اس کی علاوہ مصر، ترکی اور حرمین شریف سے بھی کتابیں منگائی گئی ہیں۔ اس وقت یہ کتب خانہ دو حصوں میں بٹا ہوا ہے۔ ایک حصہ پیر وہب اللہ شاہ، دوسرا حصہ محبّ اللہ شاہ کی ملکیت ہے۔ اس کتب خانہ میں پانچ ہزار کتابیں تھیں۔ تقریباً ۲ ہزار رسالے اور آٹھ سو قلمی نسخے موجود ہیں۔ وہب اللہ شاہ کی لائبریری حال ہی میں پاکستان نیشنل میوزیم کراچی کو فروخت کردی گئی ہے۔''

(مقالہ، سندھ کے قدیم کتب خانے از سید ناظر علی صاحب ص ۱۶۳، مشمول مجلّہ ''روایت'' کراچی کا سندھ نمبر ۹۴، ۱۹۹۳ء ناشر گورنمنٹ کالج ناظم آباد کراچی)

(۷) حافظ صلاح الدین یوسف صاحب لکھتے ہیں:

''پیر جھنڈا کا کتب خانہ ساری دنیا میں مشہور ہے۔ یہ کتب خانہ بھی دراصل پیر صاحب (محبّ اللہ) کے جدامجد (رشد اللہ) ہی نے قائم کیا تھا اور المكتبة العالية العالمية اس کا نام رکھا۔ جدِ امجد کی وفات کے بعد یہ کتب خانہ دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ اس کا کچھ حصہ پیر صاحب کے والد سید احسان اللہ شاہ کے پاس آ گیا اور کچھ ان کے عم محترم سید ضیاء اللہ کے پاس چلا گیا۔ یہ دونوں صاحب علم تھے۔ اپنے اپنے ذوق کے مطابق انہوں نے اس میں اضافے بھی کیے۔ لیکن عم محترم کی وفات کے بعد ان کے جانشین سید وہب اللہ شاہ نے اپنا کتب خانہ کراچی میوزیم کو فروخت کردیا۔ حضرت پیر صاحب کے والد کا علمی ذوق بہت اچھا تھا۔ ان کا کتب خانہ نہ صرف محفوظ رہا بلکہ اپنی رفتار سے بڑھتا رہا۔ لیکن ان کی وفات کے بعد گوٹھ پیر جھنڈے کا یہ کتب خانہ پھر دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ اس کا ایک حصہ پیر صاحب مرحوم کے پاس آ گیا اور اس کا کچھ حصہ دوسرے بھائی سید بدیع الدین شاہ رحمہ اللہ کے پاس رہ گیا۔ تاہم یہ بات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باعث مسرت ہے کہ یہ دونوں بھائی علم وفضل میں نہایت ممتاز تھے اور علمی ذوق اور کتابوں کا شوق والد مرحوم سے بھی ورثے میں ملا تھا اس لیے دونوں بھائیوں نے اپنے وسائل کے مطابق خوب اضافے کیے۔ اب یہ دونوں کتب خانے اپنی اپنی جگہ علمی دنیا میں نہایت ممتاز مقام رکھتے ہیں۔" (ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور ۱۴/اپریل ۱۹۹۵ء ص ۲۰)

(۸) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"آج بھی سندھ میں سید بدیع الدین کا خاندان اور ایک عظیم الشان مکتبہ جس میں حدیث اور رجال کا بے نظیر ذخیرہ موجود ہے قرون ماضیہ کی یاد کو تازہ کر رہا ہے۔" (برصغیر پاک و ہند میں تحریک اہل حدیث اور اس کی خدمات، مصنف: مولانا اسماعیل سلفی صاحب ص ۶)

(۹) ڈاکٹر غلام علی الانا صاحب پیر جھنڈا کے کتب خانے کی مقبولیت اور علمی خدمات کا اعتراف کچھ اس طرح کرتے ہیں:

"اول الذکر شخصیات کے ساتھ ساتھ بالخصوص پیر رشد اللہ شاہ کا تعارف بے حد قابل توجہ ہے۔ سرزمین سندھ کا یہ خانوادہ اور اس خانوادے کا ہر فرد نہ صرف تبلیغ و ترویج اسلام میں ایک ادارے کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ تحریک پاکستان کے ابتدائی نقوش سے لے کر آج تک اس سمت میں کی جانے والی تمام تر جدوجہد کی مجسم تاریخ ہے۔ تحریک پاکستان پر کی جانے والی کوئی علمی تحقیق اس حوالے کے بغیر مکمل نہیں ہوئی۔ کئی تحقیقی مقالوں کا مواد تو صرف اس کتب خانے میں موجود ہے جو اس قدر راشدی خانوادے نے جمع کیا اور سنبھال کر رکھا اس سرچشمے سے علم و ادب کے پیاسے آج بھی اسی طرح اپنی پیاس بجھاتے ہیں، جس طرح ماضی میں بجھاتے آئے ہیں۔" (مہران نقش، مصنف، ڈاکٹر وفا راشدی صاحب ص ۱۰)

(۱۰) حضرت مولانا عبدالعظیم انصاری رحمہ اللہ صاحب لکھتے ہیں:

"اس خاندان کے پاس بہت بڑا کتب خانہ ہے جس میں ہر علم وفن کی کتابیں موجود ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں شاید اتنا بڑا (ذاتی) کتب خانہ کسی کے پاس نہ ہو۔"

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۳ مارچ ۱۹۹۵ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیر سید ابوتراب رشد اللہ شاہ صاحب راشدی رحمہ اللہ (المعروف پیر صاحب خلافت والے) نے اپنی ۶۳ سالہ زندگی میں کتابوں کا جو نادر نایاب ذخیرہ جمع کیا تھا، بالآخر ان کی وفات کے بارہ سال بعد ان کی اولاد میں خاندانی اختلاف وسیع ہونے کے باعث منتشر ہوکر دو حصوں میں بٹ گیا، ایک حصہ پیر صاحب کے بڑے صاحبزادے پیر سید ضیاء الدین شاہ راشدی مرحوم کی ملکیت میں آیا اور دوسرا ہمارے ممدوح پیر فضل اللہ شاہ المعروف پیر احسان اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کو ملا۔

کتب خانہ پیر سید ضیاء الدین شاہ راشدی مرحوم

پیر سید ضیاء الدین شاہ راشدی صاحب پیر صاحب کے سب سے بڑے فرزند اور پیر جھنڈا کی ایک شاخ کے پانچویں جھنڈے والے پیر تھے۔ آپ مدرسہ دار الرشاد پیر جھنڈا کے فارغ التحصیل اور کچھ نہ کچھ علمی ذوق کے مالک تھے، پیر صاحب کی وفات کے بعد کتب خانے کی آدھی کتابیں جن کی تعداد کم از کم ۱۲، ۱۳ ہزار ہوگی، ان کے حصے میں آئی آپ نے اپنے والد محترم کے اس قیمتی اثاثے کی پوری جاں فشانی سے حفاظت کی، لیکن اس میں خاطر خواہ اضافہ نہ کرسکے۔ ان کی وفات کے بعد یہ کتب خانہ ان کے بڑے بیٹے پیر سید وہب اللہ شاہ راشدی صاحب کی تحویل میں آیا، انہوں نے بھی اس تسلسل کو قائم رکھا اور افادۂ عام کے لیے اس کی نگرانی کرتے رہے، نیز تشنگان علم ان کے کتب خانے سے بھرپور استفادہ کرتے رہے، پیر جھنڈا کی اس جماعت نے پیر ابوتراب رشد اللہ شاہ صاحب راشدی کی جانشینی کا تو دم بھرا اور ان کی نسبت سے بین الاقوامی شہرت کے مالک بن گئے، لیکن ان کی تعلیمات پر چلنے اور اس سے متفق ہونے کے بجائے اس سے منحرف ہوکر نئی راہ پر چل نکلے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ لوگ اپنے آباؤ اجداد کی میراث سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم ہوگئے، پیر سید رشد اللہ شاہ صاحب نے کتب خانہ کی بنیاد رکھتے وقت جو دو چیزیں اس کی سالمیت و بقا کے لیے تجویز کی تھیں، ان میں سے ان لوگوں نے ایک کو تو مضبوطی سے تھام لیا اور دوسری کو یکسر فراموش کردیا یعنی کتب خانے کو تو قائم رکھا لیکن علم سے اپنا رشتہ توڑ لیا۔ بالآخر وہ وقت آپہنچا جب پیر سید وہب اللہ شاہ صاحب نے اپنے اسلاف کی سات پشتوں کی یادگار نشانی کو مال و متاع کی خاطر ۱۹۹۰ء کے قریب کراچی نیشنل میوزیم کو فروخت کردیا اور اس کے ساتھ ہی اس شاخ کی عظمت کا سورج غروب ہوگیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب خانہ پیر سید احسان اللہ شاہ راشدی مرحوم
المعروف کتاب خانہ درگاہ شریف

پیر سید احسان اللہ شاہ راشدی صاحب علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر فن اسماء الرجال کے امام، علم وعمل کا حسین امتزاج، یگانہ روزگار عالم دین، بلند پایہ مصنف اعلیٰ درجے کے محقق اور سندھ میں تحریک اہل حدیث کے دور نشاۃ ثانیہ کی اولین مبلغ اور حامی تھے انہوں نے تمام مروجہ دینی علوم وفنون کی تکمیل وتحصیل اپنے آبائی مدرسہ دارالرشاد میں کی، بعد ازاں مدرسہ ہی میں درس وتدریس کی ذمہ داری نبھانے لگے اور ساتھ ساتھ کتب خانہ کی دیکھ بھال بھی کرتے۔ پیر صاحب سید رشد اللہ ؒ کے انتقال کے بعد سے اپنے بھائیوں سے الگ ہونے تک یعنی ۱۹۲۳ء سے ۱۹۳۵ء کے قریب تک مشترکہ کتب خانے کی آپ ہی نگرانی کرتے رہے۔ ان بارہ برسوں میں کتب خانے میں تفاسیر، حدیث شریف وشرح احادیث تاریخی کتب اور دیگر علوم کی کتابیں، نادر ونایاب مخطوطات کا بیش بہا اضافہ ہوا۔ لیکن آپ کے الگ ہونے کے بعد پیر جھنڈا کا کتب خانہ تو جوں کا توں رہا مگر آپ کا کتب خانہ درگاہ شریف مزید ترقی کی راہ پر گامزن رہا۔ پیر سید احسان اللہ شاہ راشدی مرحوم اپنے والد محترم پیر سید رشداللہ شاہ صاحب راشدی مرحوم کی طرح اعلیٰ ذوق کے مالک اور قلمی وکمیاب نسخوں کے عاشق تھے، علامہ سید سلیمان ندوی ؒ آپ کی وفات حسرت پر اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علمی حلقوں میں یہ خبر غم وافسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ جھنڈا گوٹھ ضلع حیدرآباد (سندھ) کے مشہور عالم پیر احسان اللہ شاہ صاحب جو قلمی کتابوں کے بڑے عاشق تھے، چوالیس برس کی عمر میں ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو اس دنیا سے چل بسے۔ مرحوم حدیث ورجال کے بڑے عالم تھے۔ ان کے کتب خانے میں حدیث وتفسیر ورجال کی نایاب قلمی کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ ان کے اس شوق کا یہ عالم تھا کہ مشرق ومغرب، شام، عرب وقسطنطنیہ کے کتب خانوں میں ان کے کاتب وناسخ نئی قلمی کتابوں کی نقل پر مامور رہتے تھے۔"

(یادرفتگان، مصنف، علامہ سید سلیمان ندوی)

محترم اعجاز الحق قدسی صاحب آپ کے علمی ذوق کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

"انہیں کتابوں کے مطالعے کا ذوق غیر معمولی تھا۔ انہوں نے ہندوستان کے مختلف شہروں اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شام، مصر، مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ سے کثیر رقم خرچ کر کے حدیث کی کتابوں کی نقول منگوائی تھیں۔ خطیب بغدادی کی مشہور کتاب، تاریخ بغداد، جو اس وقت تک چھپی نہ تھی، پیر صاحب نے مصر سے اس کا فوٹو حاصل کیا تھا۔ تاریخ اصفہانی کا فوٹو ڈاکٹر کرنکو محافظ کتب خانہ لندن کی معرفت حاصل کیا تھا۔ صحیح ابن خزیمہ اور دوسری نایاب تفسیروں کے متعلق ڈاکٹر کرنکو کی معرفت جرمن حکومت سے فوٹو یا نقول حاصل کرنے کی بہت کوشش کی، لیکن فوٹو اور کاتب نہ ملنے کی وجہ سے ان کتابوں کی نقول نہ حاصل ہو سکیں۔"

(تاریخ سندھ، حصہ سوم مصنف اعجاز الحق قدسی صاحب ص ۲۶۷ تا ۲۶۸)

پیر صاحب کی بڑے فرزند محدث العصر پیر سید محب اللہ شاہ صاحب راشدی رحمہ اللہ اپنی زندگی کے آخری یادگار انٹرویو میں بیان فرماتے ہیں کہ:

"والد صاحب شام، مصر، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ اور ہندوستان کے مختلف شہروں سے کثیر رقم صرف کر کے کتابیں منگواتے تھے۔ اس وقت چھپائی اتنی نہیں تھی اور کتابوں کے چند ایک ہی نسخے ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ والد صاحب ماہر کاتبوں سے لکھوا کر نسخے حاصل کر لیتے۔ مثلاً مولانا قطب الدین ہالیجوی کو بھیج کر نظام نواب عثمان علی خان کی خاص لائبریری سے بہت سی کتب نقل کرائیں۔ آپ وہاں کی دائرۃ المعارف کے رکن تھے اور اس کے تحت جو کتابیں چھپتیں وہ آپ کو بھی بھیجی جاتیں۔ لندن کی بڑی لائبریری کے لائبریرین ڈاکٹر کرنکو کی وساطت سے بعض کتابیں حاصل کیں۔ جرمنی کی ایک لائبریری سے "صحیح ابن خزیمہ" اور بعض تفاسیر کی کتب حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن فوٹو کاپی یا کتابت کا کوئی انتظام نہ ہو سکا۔"

(ماہنامہ صراط مستقیم کراچی، مارچ ۱۹۹۵ء جلد ۱ شمارہ ۹ ص ۲۸ تا ۲۹)

پیر صاحب کے چھوٹے فرزند شیخ العرب والعجم پیر سائیں سید بدیع الدین شاہ صاحب راشدی رحمہ اللہ بھی اپنے ایک یادگار انٹرویو میں اپنے والد صاحب کی دینی خدمات کا احاطہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"اور خاندانی کتب خانے کو جو کہ جد امجد نے جمع کیا تھا اس کی پوری حفاظت کی اور کئی نوادر کتب کا اضافہ کیا اور مختلف ممالک سے نایاب کتابیں نقل کرائیں اور بعض کی فوٹو بنوائی۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(رموز راشدیہ جمع وترتیب، عبدالرحمٰن میمن صاحب ص۱۲)

اس طرح راشدی صاحب اپنے والد صاحب کے بین الاقوامی کتب خانے میں برابر اضافہ فرماتے رہے۔ پیر سید احسان اللہ راشدی صاحب نے اپنے بھائیوں سے الگ ہونے کے بعد اپنا مدرسہ وکتب خانہ بھی نئے گاؤں درگاہ شریف پیر جھنڈا گوٹھ سید یٰسین شاہ راشدی میں قائم کرلیا تھا اور آپ کے حصے میں جو کتب آئیں ان میں سے کچھ تو ہجرت کرنے کی وجہ سے ضائع ہوگئیں، کچھ چوری اور باقی کو دیمک نے کافی نقصان پہنچایا جس کا آپ کو بہت افسوس تھا، لیکن جلد ہی دیمک پر تو قابو پالیا گیا اور باقی ذخیرہ کتب کو محفوظ مقام پر منتقل کردیا۔ مگر جو کتب چوری یا ضائع ہوگئی تھیں اس کا دکھ آپ کو برابر ستاتا رہا اور بالآخر نئے گاؤں میں دو تین سال بیماری میں مبتلا رہنے کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی وفات کے بعد کتب خانہ درگاہ شریف پیر سید محبّ اللہ شاہ راشدی کی ملکیت میں آیا جس کا تفصیلی ذکر آگے آرہا ہے۔

مكتبة العالية العلمية

کتب خانہ سید محبّ اللہ شاہ صاحب راشدی

پیر سید احسان اللہ شاہ راشدی پیر صاحب سنت والے نے اپنے والد بزرگوار پیر سائیں سید رشد اللہ شاہ راشدی ﷫ کی وصیت کے مطابق اپنی اولاد کی دینی ماحول میں تعلیم وتربیت کا بندوبست کرنے کے ساتھ ان کے دل میں اپنے اسلاف کے علمی خزانے کی دیکھ بھال اور حفاظت کا جذبہ بھی موجزن فرمایا، پیر سائیں سنت والے کا جب انتقال ہوا اس وقت پیر سید محبّ اللہ شاہ راشدی کی عمر ۱۷ سال تھی یعنی بالکل نوجوانی کا عالم تھا، لیکن یہ پیر صاحب کی تربیت کا اثر تھا کہ انہوں نے ان ایام کو جوانی کی رنگینیوں میں رنگنے کی بجائے اپنے آباء اجداد کے قیمتی علمی اثاثے کی حفاظت اور اس کی دعوت وتبلیغ اور ترویج میں صرف کردیا اور بڑھاپے کی دہلیز تک اس عہد کا پاس رکھا۔ پیر سید احسان اللہ شاہ راشدی ﷫ کے کتب خانے میں تفاسیر، احادیث، عقائد، فقہ، رجال، تاریخ، لغت، فلسفہ، منطق اور اصول وقواعد وغیرہ کے فن کی کتابیں موجود تھیں، جس میں اکثر نادر ونایاب اور قلمی نسخے شامل تھے۔ ان کتابوں کی تعداد مختلف اعداد وشمار کے مطابق ۲۰ سے ۲۲ ہزار تک تھی جو پیر سید محبّ اللہ شاہ صاحب راشدی مرحوم کی تحویل میں آئیں۔ سید صاحب کے علمی ذوق وشوق کی بدولت کتب خانے کے سرمائے میں گراں قدر اضافہ ہوا اور ان کی وفات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک کتابوں کی تعداد ان کے اپنے بیان کے مطابق ۴۰ سے ۵۰ ہزار تک پہنچ چکی تھیں۔ سید صاحب کے کتب خانے میں مختلف ادوار میں بے شمار اضافہ ہوا، لیکن ایک اہم اضافہ اس وقت ہوا جب انہوں نے اپنے ماموں پیر سید حاجی محمد بقا مٹھل شاہ راشدی مرحوم کی اولاد سے ان کی لائبریری کثیر رقم دے کر حاصل کر لی۔ حاجی صاحب کی لائبریری سندھ کی مشہور ترین لائبریریوں میں سے ایک تھی، یہ کتب خانہ حاجی صاحب کے دادا اور پیر جھنڈا (اول) پیر سائیں سید محمد یٰسین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے چھوٹے فرزند پیر سید حاجی ہدایت اللہ شاہ راشدی ٹھلائی رحمہ اللہ نے قائم کیا تھا، حاجی ہدایت اللہ شاہ صاحب کے انتقال کے بعد یہ کتب خانہ ان کی اولاد میں تقسیم کر دیا گیا۔ جس کا ایک حصہ ابو البقا پیر سید مظہر الدین شاہ راشدی مرحوم کی ملکیت میں آیا اور دوسرا ان کے بھائی پیر سید نصر اللہ شاہ راشدی کی تحویل میں۔ ان دونوں بھائیوں کی لائبریری صرف ان کے بیٹوں کے دور تک قائم رہی۔ بعد ازاں ان کے پوتوں نے اپنے اپنے کتب خانے فروخت کر دیئے جن میں سے ایک پیر سید محب اللہ شاہ صاحب راشدی نے خرید لیا۔ پیر سید علامہ محبّ اللہ شاہ صاحب راشدی رحمہ اللہ اپنے ایک یادگار انٹرویو میں کتب خانے کا پس منظر اور خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''کتابیں جمع کرنا ہمارا خاندانی شوق ہے جو مجھے اور چھوٹے بھائی بدیع الدین شاہ راشدی صاحب کو بھی وراثت میں ملا ہے۔ ہمارے مؤرث اعلیٰ سید محمد راشد شاہ نے جیسا کہ میں نے پہلے بتایا کہ کافی کتابیں جمع کی تھیں۔ ان کے بعد ہر آنے والے نے ان کتابوں میں اضافہ کیا۔ اس وقت (۱۹۹۵ء) ہماری لائبریری میں چالیس پچاس ہزار کے لگ بھگ کتابیں ہیں۔ اس میں بعض کتابوں کے نادر نسخے اور بعض نایاب کتابیں بھی ہیں۔ مثلاً امام بیہقی کی، شعب الایمان، اب اگرچہ یہ چھپ چکی ہے لیکن ہمارے پاس اس کا ایک ہزار سال پرانا نسخہ ہے۔ میں بیرون ملک جہاں بھی گیا وہاں سے کچھ اور لایا نہ لایا کتابیں ضرور لایا۔ کتابیں جمع کرنے کا شوق مجھے جنون کی حد تک ہے۔ میرے ایک ماموں لاڑکانہ کے ایک گاؤں میں رہتے تھے، ان کا بھی اچھا خاصہ بڑا کتب خانہ تھا ان کی وفات کے بعد کیونکہ ان کی اولاد میں علم دین نہ رہا، اس لیے وہ کتب خانہ فروخت کرنے کے لیے تیار ہوئے۔ چنانچہ میں نے ان سے پورا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب خانہ خرید لیا۔ اسی طرح عراق کے ایک فاضل عبدالحمید سلفی صاحب جو کتاب بھی وہاں شائع ہوئی از راہ نوازش ارسال کردیتے ہیں۔" (ماہنامہ صراط مستقیم، کراچی مارچ ۱۹۹۵ء جلد ا شمار ۹ ص ۲۸ تا ۲۹)

علامہ سید پیر بدیع الدین شاہ صاحب راشدی رحمہ اللہ آپ کے کتب خانے کے علمی اہمیت وفضیلت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آپ کا کتب خانہ موسوم "المكتبة العالية العلمية" عظیم سرمایہ ہے جسے بین الاقوامی شہرت حاصل ہے جہاں دنیا بھر کے تشنگان علم آپ سے استفادہ کرنے آتے تھے۔ آپ ہر وقت مطالعہ اور کتب بینی میں مشغول رہتے تھے اور نئی کتابوں کی جستجو کے سبب ہر سال کتابوں کا بڑی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا تھا۔"

(خطبات راشدیہ ترجمہ وترتیب جناب عبدالرحمٰن میمن صاحب ص ۳۲۸)

ممتاز خاکہ نویس جناب اسحاق بھٹی سید صاحب کے ذوق کتب کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"سید صاحب کو کتابوں سے بے حد محبت تھی وہ جہاں جاتے وہاں سے اور کچھ لاتے یا نہ لاتے کتابیں ضرور لاتے۔ امام بیہقی کی شعب الایمان اب چھپ چکی ہے لیکن ان کی لائبریری میں اس کا ایک ہزار سال پرانا نسخہ موجود ہے۔ کتابیں جمع کرنا ان کا خاندانی شوق ہے۔ جو انہیں اور ان کے چھوٹے بھائی سید بدیع الدین شاہ راشدی کو ورثے میں ملا ہے۔ ان کے مؤرث اعلیٰ سید محمد راشد شاہ راشدی نے بہت سی کتابیں جمع کی تھیں، ان کے بعد ان کے ہر وارث نے کتابوں میں اضافہ کیا۔ اس وقت ان کے کتب خانے میں چالیس ہزار سے لے کر پچاس ہزار کتابیں محفوظ ہیں جن میں بہت سی نایاب و نادر مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابیں شامل ہیں۔

سید محبّ اللہ شاہ کو فقط کتابیں جمع کرنے کا شوق ہی نہ تھا وہ ان کا باقاعدہ مطالعہ کرتے تھے اور ان کے مشتملات سے مستفید ہوتے تھے۔ چنانچہ علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، فن رجال، فلسفہ، تاریخ، اصول، عربی ادبیات وغیرہ تمام علوم پر ان کی نظر تھی۔

مزید آگے لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبلیغ واشاعت دین کے ان تینوں طریقوں کے علاوہ اس خاندان کے اکابر میں ایک چوتھا طریقہ بھی تھا جو اپنے اندر بے پناہ اثر رکھتا تھا، اور وہ اب بھی ہے۔ وہ طریقہ تھا ان کے خاندانی اور ذاتی کتب خانوں کا۔ کتب بینی اور مطالعہ کے شائقین ذہن، فکری اور مسلکی طور پر مخالف ہوں یا موافق، وہ اپنی علمی تشنگی دور کرنے اور ذوق مطالعہ کی تسکین کے لیے کتب خانوں کا رخ کرتے ہیں اور وہاں جا کر اپنی تحقیق وکاوش کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ پیر جھنڈا کو اللہ نے اس نعمت سے نوازا ہے کہ ان کے پاس بڑے بڑے دو کتب خانے ہیں۔ ایک کتب خانہ پیر سید محبّ اللہ شاہ کا ہے جو ان کے گاؤں میں ہے۔ دوسرا کتب خانہ ان کے چھوٹے بھائی پیر بدیع الدین شاہ کا ہے جو نیو سعید آباد میں قائم ہے۔ تحقیق وکاوش سے دلچسپی رکھنے والے لوگ ان کتب خانوں کے محتاج ہیں اور وہاں جا کر اپنے ذوق کو سکون کی دولت سے مالا مال کرتے ہیں۔

(کاروان سلف، مصنف، جناب اسحاق بھٹی، ص ۴۰۰-۴۵۲)

محترم پروفیسر مولا بخش محمدی صاحب کتب خانے کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سید صاحب کا ذاتی کتب خانہ برصغیر میں کسی تعارف کا محتاج نہیں، جس میں جدید وقدیم مخطوطہ ومطبوعہ کتب کا عظیم ذخیرہ محفوظ ہے۔ جہاں دنیائے اسلام کی نامور شخصیات تشریف لا کر استفادہ کرتی ہیں۔'' (ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۵ مئی ۱۹۹۵ء جلد ۲۶ شمارہ ۶ ص ۲۲)

جناب حافظ احمد شاکر صاحب رقمطراز ہیں:

''حضرت سید صاحب رحمہ اللہ بہت وسیع المطالعہ اور وسیع القلب صاحب علم شخصیت تھے۔ دنیائے علم میں کتب خانہ پیر آف جھنڈا کا نام بہت محترم ہے، کتب حدیث کے نادر قلمی نسخے اس کا امتیاز ہے۔ تقریباً آج سے ۲۰-۲۵ سال قبل دنیائے اسلام کے معروف محقق ڈاکٹر حمید اللہ حفظہ اللہ پیرس سے پیر آف جھنڈا کا کتب خانہ دیکھنے تشریف لائے تھے۔''

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۳ رفروری ۱۹۹۵ء جلد: ۴۷، شمارہ ۵ ص ۴)

نامور محقق حضرت مولانا ارشاد الحق اثری صاحب اپنے ایک غیر مطبوعہ مضمون میں (یہ مضمون ادارہ تحقیقات سلفیہ کراچی کے زیر اہتمام محدث العصر پیر سید محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کی حیات وخدمات پر شائع ہونے والے خاص نمبر میں شامل اشاعت ہوگا۔ ان شاء اللہ العزیز) سید صاحب اور ان کے خاندانی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب خانوں کی اہمیت وافادیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت شاہ صاحب کا کتب خانہ دنیا کے مشہور کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے جسے عموماً پیر جھنڈا کا کتب خانہ کہا جاتا ہے۔ دراصل اس کتب خانہ کی بنیاد ان کے جد امجد حضرت رشد اللہ شاہ مرحوم نے رکھی تھی، ان کی وفات کے بعد یہ کتب خانہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ کچھ حصہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے والدِ گرامی سید پیر احسان اللہ شاہ کے حصہ میں آیا اور کچھ ان کے عم محترم سید ضیاء الدین کے پاس چلا گیا۔ لیکن سید ضیاء الدین شاہ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ان کے جانشین سید وہب اللہ شاہ نے اسے کراچی میوزیم کو فروخت کر دیا۔ جن دنوں اس کے فروخت ہونے کی بات چل رہی تھی اتفاقاً انہی دنوں یہ ناکارہ حضرت الشیخ سید بدیع الدین شاہ مرحوم کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا میں نے حضرت الشیخ سے اس کتب خانہ کو دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ تو اسی روز عصر کی نماز کے بعد ادھر چل نکلے۔ سید وہب اللہ شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی، کتب خانہ کھلوایا گیا تو ناگوارسی بو نے استقبال کیا۔ ایک بڑے کمرہ نما ہال میں دونوں جانب کتابیں الماریوں میں مزین تھی، بہت سی کتابیں بوسیدہ ہو چکی تھیں، علامہ المزی کی تہذیب الکمال کا ناقص نسخہ جو اکثر کرم خوردہ تھا، دیکھ کر دل بھر آیا۔ کچھ وقت کتب خانہ میں گزارا، کتب خانہ کی خستہ حالت اس کے منتظم کی بے ذوقی پر نوحہ کناں تھی۔

حضرت سید پیر احسان اللہ شاہ صاحب کا علمی ذوق بہت اچھا تھا۔ اسی بنا پر ان کا کتب خانہ محفوظ رہا بلکہ مسلسل اس میں اضافہ ہوتا رہا۔ لیکن ان کی وفات کے بعد اس کتب خانہ کی کچھ کتابیں حضرت الشیخ سید بدیع الدین شاہ رحمہ اللہ نے حاصل کرلیں اور اکثر حصہ حضرت شاہ صاحب کے پاس رہا۔

ہمارے ممدوح حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے علمی ذوق کی بنا پر کتب خانہ کو سنوارنے اور اس میں قیمتی کتابوں کے اضافہ میں کوئی کسر باقی نہ رہنے دی، یہی وجہ ہے کہ ان کا کتب خانہ مرجع علماء رہا۔ پاکستان ہی نہیں دوسرے اسلامی ممالک سے بھی اہل علم حاضر ہوتے اور وہاں اپنے ذوق کی تسکین پاتے۔

چنانچہ ماضی قریب کے نامور حنفی عالم اور محقق شیخ علامہ عبدالفتاح ابوغدہ شیخ محمد اکرم بن عبدالرحمن سندھی کی امعان النظر بشرح شرح نخبۃ الفکر، کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (عربی عبارت کا ترجمہ) یہ عظیم شرح میں نے ۱۳۸۲ھ میں ہند اور پاکستان کے سفر کے دوران شیخ محب اللہ شاہ صاحب العلم السادس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ میں دیکھی، جو پیر جھنڈا بستی میں حیدرآباد سندھ کے مضافات میں واقع ہے یہ بڑی وسیع شرح جو بڑے صفحات کے ۳۵۰ صفحات پر مشتمل ہے اور علم اصول حدیث کی کتابوں میں کتاب نمبر ۱۳ ہے۔ ہند و پاکستان میں جس قدر میں نے ذاتی مخطوط مکتبے دیکھے ہیں ان میں یہ مکتبہ بہت بڑا ہے، جس میں کتب حدیث اور علوم الحدیث کی انتہائی نفیس اور نادر کتابیں ہیں، میں اس مکتبہ میں دو دن رہا جو میری زندگی کے یہ بہترین دن تھے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مؤسس اور مالک کو بہترین اجر وثواب عطا فرمائے۔"

شیخ ابوغدہ کے علاوہ عرب وعجم کے بہت سے شیوخ نے اس مکتبہ سے استفادہ کیا اور بہت سی نادر کتابیں اس کے قلمی نسخوں سے زیور طبع سے آراستہ ہوئیں امام حاکم رحمہ اللہ کی المستدرک طبع ہوئی تو اس کا کامل سب سے صحیح اور بہترین کتابت کا حامل نسخہ آپ کے اسی مکتبہ سے دستیاب ہوا جس کا اعتراف المستدرک کے ناشرین نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"نسخة كاملة من مكتبة السيد شاه إحسان الله بن رشد الله السندهي المعروف بصاحب اللواء هي اصح النسخ وأحسنها كتابة."

(المستدرك ص ٦١١ ج٤)

اسی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ کی السنن الکبری زیور طبع سے آراستہ ہوئی تو اس کا ایک نسخہ اسی مکتبہ سے حاصل کیا گیا۔ چنانچہ لکھا ہے:

"فالنسخة الأولى لصاحب العلم والعرفان مولانا الحافظ سيد شاه أبي محب الله احسان الله بن رشد الله السندهي المعروف بصاحب اللواء اللواء الخامس أدام الله بركاته العلميه والعرفانية" (السنن ص ٤٦٧، ج١)

امام ابویعلیٰ کی مسند اور علامہ ابن الجوزی کی العلل المتناهية فى الاحاديث الواهيه کا نسخہ بھی راقم کو حضرت شاہ صاحب کے مکتبہ سے حاصل ہوا۔ اسی طرح شیخ حمدی عبدالمجید نے مسند الشامیین کو تحقیق وتخریج سے طبع کرایا تو اس کا ایک نسخہ حضرت شاہ صاحب اور دوسرا ان کے برادر صغیر حضرت الشیخ سید بدیع الدین رحمہ اللہ سے حاصل کیا، جس سے ان کے کتب خانہ کی حیثیت واہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔" (مولانا ارشاد الحق اثری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیر سید محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کے کتب خانے کی بین الاقوامی شہرت اور اس میں موجود نادر و نایاب کتابوں کی بدولت ملک و بیرون ملک سے تشنگان علم اپنی پیاس بجھانے اور کمیاب مخطوطات کی زیارت کے لیے وقتاً فوقتاً حاضر ہوتے ہیں، کتب خانے سے استفادہ اور اس کے نادر و نایاب نسخوں کی زیارت کرنے والوں کی فہرست تو خاصی طویل ہیں، جسے بیان کرنا خاصا مشکل ہے، لیکن ارباب علم و دانش کے تحقیقی ذوق کے پیش نظر چند ایک کے نام اور کچھ کے تاثرات درج ذیل ہیں۔

۱- مولانا وصی مظہر ندوی صاحب ۱۹۶۰/۱۲/۲۶

۲- ڈاکٹر یوسف عباس ہاشمی، شعبہ مسلم تاریخ، سندھ یونیورسٹی حیدرآباد ۱۹۶۱/۱/۲۲

۳- محمد قاسم عظیم آبادی صاحب، ناظم مدرسہ ندوۃ العلوم مغربی پاکستان ۱۹۶۱/۵/۱۹

۴- حکیم محمد صدیق غوری صاحب، یوسفی دواخانہ جودھ پور ۱۹۶۱/۱۲/۱۹

۵- محمد علاء الدین صدیقی صاحب، صدر شعبہ علوم اسلامی پنجاب یونیورسٹی ۱۹۶۳/۱/۱۴

۶- عبدالقدوس ہاشمی صاحب، مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامی کراچی ایضاً

۷- محمد اسلم ملک صاحب، لیکچرار علوم اسلامی پنجاب یونیورسٹی ۱۹۶۳/۱/۱۴

۸- ابوسعید غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب، ڈائریکٹر شاہ ولی اللہ محدث اکیڈمی ۱۹۶۴/۷/۱۲

۹- محمد شفیع عمر الدین صاحب، ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر، حیدرآباد سندھ ۱۹۶۴/۸/۲۵

۱۰- سید احمد حسین سجاد بخاری صاحب، مدیر ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ۱۹۶۵/۳/۳۱

۱۱- مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی صاحب، بانی ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۹۶۷/۱/۱۶

۱۲- پروفیسر ڈاکٹر سعید اقبال صاحب، معلم عربی اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور، ایضاً

۱۳- عزیز اللہ عطاروی صاحب، انجمن آثار ملی، طہران ایران ۱۹۶۸/۱/۱۵

۱۴- بشیر احمد صدیقی صاحب، لیکچرار شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی ۱۹۶۷/۲/۲۱

۱۵- منصور ویراگی ہالائی صاحب ۱۹۶۹/۵/۱۱

۱۶- مولانا محمد سوی صاحب آف بلوچستان ۱۹۶۹/۹/۷

۱۷- غلام رسول جیدار صاحب، سب ایڈیٹر تجلیات، کراچی یونیورسٹی کراچی ۱۹۷۶/۵/۳۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۸- ڈاکٹر محمد طاہر ملک صاحب، ایضاً

۱۹- ڈاکٹر محمد مظہر بقا صاحب، فاضل دیوبند، ایم۔اے، پی ایچ ڈی، ایسوسی ایٹ پروفیسر جامعہ کراچی، ایضاً

۲۰- اختر علی عباسی آف راولپنڈی کرور ۱۹۸۱/۱۲/۱۴

۲۱- دوست محمد شاہد صاحب، انچارج شعبہ تاریخ احمدیت وخلافت لائبریری (ربوہ) جھنگ ۱۹۸۱/۵/۳۱

۲۲- عبداللطیف صاحب، صدر شعبہ جغرافیہ، گورنمنٹ کالج فارمین کراچی

۲۳- مولانا تقی عثمانی صاحب، مدیر ماہنامہ البلاغ کراچی ۱۴۰۳ھ/۳/۱۸

۲۴- میاں محمد یوسف سجاد صاحب ۱۹۸۳/۸/۱۲

۲۵- بشارت احمد بشیر، استاذ الجامعۃ الاحمدیہ، ربوہ، ۱۹۸۳/۸/۱۸

۲۶- ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب، ممتاز محقق سندھ ۱۹۸۵/۱/۴

۲۷- مولانا نور احمد صاحب، مدیر الدعوۃ والارشاد مؤتمر العالم اسلامی پاکستان و رئیس ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ۱۹۸۶/۵/۱

۲۸- مولانا فداء الرحمٰن درخواستی صاحب، جامعہ انوار القرآن نارتھ کراچی، ۱۹۸۷/۲/۲۹

۲۹- سید محمد سلیمان صاحب، پوسٹ ماسٹر جنرل سندھ حیدرآباد ۱۹۸۸/۱/۲۷

۳۰- حافظ عبدالرشید اظہر صاحب، مکتبہ الدعوہ الاسلامیہ اسلام آباد ۱۴۰۸/۱۰/۱۱ھ

۳۱- سید محمد اشرف صاحب، مدرس جامعہ نعیمیہ، شارع علامہ اقبال لاہور ۱۹۸۹/۴/۳

۳۲- محمد رفیق صاحب، لیکچرار عربی گورنمنٹ کالج سٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی ۱۹۸۹/۴/۲

۳۴- حافظ محمد اصغر اسلام صاحب، لیکچرار شعبہ عربی گورنمنٹ کالج نواب احمد پور بہاولپور ۱۹۹۳/۷/۲۲

۳۵- ارباب غلام رحیم صاحب، ممتاز سیاستدان ۱۹۹۴/۴/۲۲

۳۶- محمد یامین خان صاحب، ساب ڈی، آئی، جی پولیس کراچی ۱۹۹۴/۸/۱۲

۳۷- مولانا ابو محمد عبدالستار الحماد صاحب، ۱۹۹۵/۴/۲۳

۳۸- مولانا محمد فہیم الدین صاحب، رفقاء التصنیف جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مولانا حسین قاسم صاحب، مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا ابوالبشر صاحب، مولانا محمد عمیر صاحب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۹- ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر صاحب ۱۹۹۸/۵/۳۱

۴۰- سید سراج احمد شاہ صاحب سجادہ نشین امروٹ شریف ۱۹۹۸/۶/۳۰

۴۱- عبدالتواب شیخ، نمائندہ ہفت روزہ تکبیر کراچی ۲۰۰۰/۱/۲۳

۴۲- ثناء اللہ مینی (شہنوازی) ایرانی صاحب، فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی ۲۰۰۰/۱۱/۷

۴۳- میجر جنرل (ریٹائرڈ) احسان احمد صاحب، وزیر صحت و بہبود آبادی سندھ ۲۰۰۲/۱/۱۰

۴۴- مولانا یامین محمدی صاحب، سابق مدیر الارشاد، کراچی

۴۵- پروفیسر چوہدری ظفر اللہ صاحب، بانی جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی

۴۶- حافظ عبدالحنان صاحب سامرودی، نائب شیخ الحدیث جامعہ دارالحدیث رحمانیہ کراچی

۴۷- پروفیسر عبداللہ ناصر صاحب رحمانی، امیر جمعیت اہل حدیث سندھ

۴۸- مولانا ارشاد الحق اثری صاحب (ادارہ علوم اثریہ، فیصل آباد)

۴۹- ڈاکٹر خالد محمود سومرو صاحب،

۵۰- سید عامر نجیب

۵۱- شیخ عبدالفتاح بن محمد ابوغدہ صاحب، ۱۳۸۷ھ

۵۲- الشیخ محمد السندھی المدنی صاحب، سابق استاد مدینہ منورہ، ۱۶/ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

۵۳- الشیخ الحرمین شریفین عبدالقادر بن حبیب اللہ السندھی ثم المدنی، ۱۳۹۰ھ

۵۴- ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب (پیرس) ۱۰/رمضان ۱۳۹۳ھ

۵۵- الشیخ ابوعبدالرحمٰن یعقوب بن موسیٰ المکی صاحب، الطالب فی مکۃ فی معہد الحرم المکی مکہ مکرمہ، ۱۳/ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

دوسری مرتبہ ۱۷ ذوالقعدہ ۱۳۹۹ھ تیسری مرتبہ ۱۴۱۰/۹/۱۰ھ چوتھی مرتبہ ۱۴۱۰/۹/۱۱ھ

۵۶- الشیخ زین العابدین بن محمد الاندلسی ۱۴۰۲/۴/۱۳ھ مقیم مدینہ منورہ

۵۷- السید احمد حسین الصدیقی صاحب، ۱۴۰۲/۴/۱۳ھ المدینۃ المنورۃ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ

۵۸- الشیخ عبداللہ ہزیم دولۃ البحرین وزارۃ العدل ۱۴۰۴ھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۹- فضیلۃ الشیخ محمود محمد عبداللہ المصری ۱۴۰۴ھ

۶۰- الشیخ عبدالجواد خلف عبدالجواد ۱۴۰۴ھ

۶۱- الشیخ عبداللہ بن صالح القرعاوی، المملکۃ العربیۃ السعودیہ ۱۰/۹/۱۴۱۰ھ

۶۲- الشیخ عبدالکریم عبداللہ ابوخرہ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ ۱۰/۹/۱۴۱۰ھ

۶۳- الشیخ سعید بن مرتضیٰ الندوی الریاض ۶/۳/۱۴۰۵ھ

۶۴- الشیخ تقی ضیاء الحسین مقیم مدینہ منورہ سعودی عرب ۹۵/۱۰/۱۱

۶۵- الشیخ حافظ قاری عبدالمجید راجستھان آف بھارت ۱۹۶۰/۱۱/۱۰

۶۶- الشیخ عزیز عطاروی، انجمن آثار ملی طہران ایران ۱۹۶۸/۱/۱۵

۶۷- الشیخ یمن بن یوسف ۱۴۱۷ھ

۶۸- الشیخ ابوعثمان عبدالمالک، خریج الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ ۱۹۹۸/۸/۹

۶۹- الشیخ عبدالعزیز یحییٰ سعدی، مقیم ایران ۱۰ شعبان ۱۴۲۱ھ

المکتبۃ العالیۃ کے بارے میں ارباب علم وفضل کے تأثرات

حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی ﷾ اپنے تاثرات قلم بند کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خاکسار مدت مدید سے پیر جھنڈا کے کتاب خانے کا شہرہ سن رہا تھا، لیکن اپنی کاہلی سے خاص اس کی زیارت کا موقع نہ مل سکا تھا، اب کے توفیق الٰہی معاون ہوئی اور کتب خانے میں حاضری اور محترم مولانا محبّ اللہ شاہ صاحب مدظلہ العالی کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، نوادر کی حیثیت سے جیسے سنا تھا، کتاب خانہ کو اس سے بلند پایا، بلاشبہ برصغیر میں اس کتاب خانے کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ جس کتاب خانے میں حافظ ابن حجر ؒ اور حافظ سخاوی ؒ جیسے اساطین علم حدیث کے ہاتھ کے مخطوطے موجود ہوں، اس کی رفعت کا کیا پوچھنا ہے۔ سب سے زیادہ مسرت اس سے ہورہی ہے کہ حضرت مولانا رشد اللہ صاحب ﷾ کا اندوختہ تقریباً پوری طرح محفوظ ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ اس چشمۂ فیض کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے بلکہ مولانا پیر محبّ اللہ شاہ صاحب، ان کے برادر مولانا بدیع الدین شاہ صاحب اور اخلاف سعیدہ کو توفیق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخشے کہ اس کو مزید ترقی دیتے چلے جائیں تا کہ یہ صدقہ جاریہ کبھی خشک نہ ہونے پائے۔“

مولانا تقی عثمانی ﷾ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”الحمدللہ، آج حضرت مولانا پیر محبّ اللہ شاہ صاحب دامت برکاتہم کے زیر نگرانی المکتبۃ العالیۃ العلمیۃ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ اس سے قبل بھی ایک مرتبہ حاضری ہوئی تھی، لیکن حضرت پیر صاحب مدظلہم العالی کی خدمت میں ملاقات کا شرف حاصل نہ ہوا، آج بفضلہٖ تعالیٰ حضرت پیر صاحب مدظلہم کی موجودگی میں حاضری ہوئی اور ان کی رہنمائی میں علم کے اس گنجینۂ بے بہا کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، یہ ہمارے لیے ایک نعمت عظمیٰ سے کم نہیں۔ جو نادر کتب اور مخطوطات اس شخصی کتب خانے میں موجود ہیں، سارے برصغیر میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔“

حافظ قاری عبدالمجید صاحب آف انڈیا رقمطراز ہیں:

”ہم لوگ یہاں آئے اور معائنہ کیا، حقیقت میں ماشاء اللہ ہندوستان اور پاکستان میں عجیب و غریب کتب خانہ ہے جس کی نظیر شاید دونوں جگہ مل کر کم ہو سکتی ہے۔ اپنی مثال آپ ہے پاکستان میں اس سے بہتر ابھی تک نظر نہیں آیا اور شاید ہو گا بھی نہیں۔“

سید احمد حسین سجاد بخاری صاحب کتب خانہ کے نوادر علمی کے بارے میں لکھتے ہیں:

”آج مورخہ ۳۱/اپریل ۱۹۶۵ء کراچی سے واپسی پر محترم مولانا پیر محبّ اللہ شاہ صاحب کی ملاقات کے لیے درگاہ شریف میں حاضر ہوا۔ محترم پیر صاحب احقر کے پرانے کرم فرما ہیں، آپ نے نہایت فراخ دلی سے کتب خانہ دکھایا، کتب دیکھ کر دل نہایت خوش ہوا، یہ حقیقت ہے کہ پورے ایشیا میں قلمی نوادر کا اتنا بڑا ذخیرہ اور کہیں نہیں۔ بعض حدیث کے قدیم مخطوطات نہایت ہی بیش قیمت اور نادر ہیں۔“

سید محمد اشرف صاحب لکھتے ہیں:

”آج خوش قسمتی سے کتب خانہ مکتبہ عالیہ زیر اہتمام پیر محبّ اللہ شاہ صاحب راشدی سے استفادہ کا موقع نصیب ہوا، الحمدللہ دینی کتب بشمول مطبوعات و مخطوط جات کی کثیر تعداد دیکھ کر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دل خوش ہوا۔ کتب خانہ کی نفاست اور کتب کی موزوں ترین درجہ بندی اور ان کی نفیس ترین فہرستوں کو دیکھ کر پیر صاحب کی علم دوستی اور کتب سے لگن کا عملی مظاہرہ ہے۔ اس دور میں ایسے لوگ اور ایسے کتب خانے اصل اسلام کے لیے عظیم سرمایہ ہیں۔‘‘

محترم محمد رفیق صاحب اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

’’آج اس عظیم الشان کتب خانہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، کتب خانہ کی وسعت نظام اور نفاست صاحب کتب کے ذوق سلیم کا پتہ دیتی ہے، یہ عظیم ترین اور قیمتی ورثہ اور اسلاف کا علمی ذخیرہ آج کے زمانہ میں شاید ہی کہیں اور اس کثرت کے ساتھ یکجا ملے۔‘‘

محمد یامین خان صاحب (سابق) ڈی آئی جی پولیس کراچی، رقمطراز ہیں:

’’آج محترم سید محب اللہ شاہ راشدی صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، ان کا کتب خانہ بھی دیکھا جو کہ ایک نایاب خزانہ ہے۔‘‘

مولانا ابو محمد عبدالستار الحماد صاحب ﷾ کتب خانے کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’آج بتاریخ ۲۳؍اپریل ۱۹۹۵ء کو اللہ تعالیٰ نے یہ پرمسرت موقع عطا فرمایا کہ عالم اسلام کی عظیم علمی اور روحانی شخصیت الشیخ محب اللہ الراشدی ؒ کا ذاتی خاندانی کتب خانہ دیکھا، استاذی المکرّم السید بدیع الدین الراشدی کا عظیم کتب خانہ تو کئی مرتبہ دیکھ چکا تھا مگر اس عظیم الشان علمی خزانہ کی زیارت کی تمنا تھی جو بحمداللہ تعالیٰ آج پوری ہوگئی۔‘‘

جناب محمد اسحاق پوری صاحب کتب خانہ کی علمی عظمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’مدت سے اس کتب خانہ کی زیارت کی امنگ تھی۔ آج مؤرخہ ۳۰؍۱۰؍۱۹۶۰ کو اتفاقاً زیارت نصیب ہوئی، میں بلا مبالغہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ میری نظر میں آج تک کوئی ایسا (نایاب کتابوں کا ذخیرہ) وسیع اور معیاری کتب خانہ نہیں گزرا اور خصوصاً جو اس کتب خانہ میں قلمی نسخے موجود ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے سلف میں دینی خدمت کا جذبہ کس حد تک موجزن تھا۔‘‘

پروفیسر بشیر احمد صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''احقر و ناچیز اس لائبریری کی زیارت سے مشرف ہوا، بفضلہٖ تعالیٰ بڑی نادر و بیش قیمت و گرانقدر علمی ذخیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے۔''

محترم پروفیسر عبداللطیف بن عبدالعزیز صاحب کتب خانہ کے نوادر علمی کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

''بحمداللہ! آج میں نے اس لائبریری کا تفصیلی معائنہ کیا، یہ لائبریری راشدی خاندان کا ورثہ ہے اس میں جو کتابیں موجود ہیں وہ یا تو انڈیا لائبریری لندن میں یا کتب خانہ آصفیہ میں، پاکستان میں نہ کسی سرکاری لائبریری میں اتنی نادر قلمی دستاویزات موجود نہیں ہیں۔''

میجر جنرل (ریٹائرڈ) احسان احمد صاحب اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''مجھے آج پیر صاحب جھنڈا شاہ کے ہاں حاضری دینے اور لائبریری دیکھنے کا موقع نصیب ہوا، یہ میری انتہائی خوش نصیبی ہے کہ مذہبی اور علمی کتب کے علاوہ قرآن پاک کے بیش بہا قلمی نسخوں کو دیکھ سکا۔'' (ارباب علم و دانش کے تاثرات اور ان کے ناموں کی فہرست پیر صاحب کے کتب خانہ کے تاثراتی رجسٹر سے ماخوذ ہیں۔)

علامہ پیر سید محبّ اللہ شاہ صاحب راشدی ؒ کو کتابوں سے حد درجہ محبت وعقیدت اور الفت تھی، آپ کے اوقات کتب بینی اور مطالعہ میں صرف ہوتے، سید صاحب کا یہ روزانہ کا معمول تھا کہ وہ فجر کی نماز سے فارغ ہوکر مسنون اذکار کرتے اور پھر نماز اشراق ادا کرتے اس کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور دیکھ کر قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ پھر کتب خانے میں جلوہ افروز ہوتے اور ظہر تک کتابوں کا مطالعہ فرماتے، ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد کھانا کھا کر نماز عصر تک آرام فرماتے اور پھر کتب خانے میں تشریف لے جاتے اور نماز مغرب تک مطالعہ میں مشغول رہتے، بلکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میری غذا تو مطالعہ ہی ہے اگر مجھے کھانا نہ دیا جائے تو میں کچھ نہ کچھ دن زندہ رہ سکتا ہوں، لیکن اگر مجھ سے کتابیں چھین لی جائیں یا مجھے ان سے دور کردیا جائے تو میں ایک پل کے لیے بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ درس و تدریس اور دیگر لازمی امور سے جتنا بھی وقت بچتا اس میں زیادہ تر مطالعہ ہی فرمایا کرتے، آپ احادیث شریفہ اور فنِ رجال سے متعلقہ کتابوں کا دلچسپی سے مطالعہ کیا کرتے تھے، جس کی شاہد ان کی تصنیفات اور مقالات ہیں جو مختلف رسائل و جرائد میں بالخصوص ہفت روزہ الاعتصام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں چھپتے رہے۔ سید صاحب کو کتابوں سے کتنی محبت تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے اگر کوئی کتاب گم ہوجائے یا چوری ہوجائے تو مجھے اتنا صدمہ ہوتا ہے کہ گویا میرا کوئی عزیز فوت ہوگیا ہے۔ پیر سید محب اللہ شاہ راشدی ﷫ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں کتب خانہ (مکتبہ العالیۃ العلمیۃ) اپنے چھوٹے فرزند پیر سید محمد قاسم شاہ صاحب راشدی ﷾ کے نام کر دیا تھا، جس کا اظہار انہوں نے اپنی وصیت میں بھی کیا ہے۔ پیر سید محمد قاسم شاہ صاحب راشدی ﷾ دینی و دنیاوی علوم کا حسین امتزاج، علم و عمل کے پیکر اور خانوادہ راشدیہ پیر آف جھنڈا کے بزرگوں کی یادگار ہیں۔ پیر صاحب ﷾ اپنے اسلاف کی جلائی ہوئی شمع کو خوب روشن کرتے رہے ہیں، اور ہر سال کتب خانہ کے لیے دو تین لاکھ روپے کی کتابیں اپنی جیب خاص سے خرید کر لائبریری میں متواتر اضافہ فرما رہے ہیں۔

کتب خانہ کا محل وقوع

پیر صاحب کے کتب خانے کی جو موجودہ کیفیت ہے وہ کچھ اس طرح ہیں: کتب خانہ پیر جھنڈا درگاہ شریف گوٹھ پیر سید محمد یٰسین شاہ راشدی میں واقع ہے، کتب خانہ کی عمارت مدرسہ دار الرشاد و مسجد اور خاندانی قبرستان کے بالکل سامنے ہے، لائبریری ایک منزلہ عمارت پر مشتمل ہے، اندر داخل ہونے کے لیے ایک بڑا گیٹ لگا ہوا ہے، گیٹ کے باہر پیر سید محمد قاسم شاہ الراشدی الحسینی کے نام کی تختی لگی ہوئی ہے، اندر داخل ہونے کے بعد ایک بڑا سا صحن ہے جس سے گزرتے ہوئے بیٹھک میں پہنچتے ہیں، بیٹھک کے بالکل سامنے ڈرائنگ روم کی سجاوٹ اور آرائش بہت ہی خوبصورت انداز میں کی گئی ہے، اس کے ساتھ ہی کتابوں سے بھرا ہوا کمرہ ہے، یہ کمرہ چاروں طرف سے خوبصورت فریموں میں گھرا ہوا، زمین سے چھت تک لکڑی کی شیشے دار الماریاں ہیں، جن میں ہر فن کی کتاب ترتیب کے لحاظ سے نہایت ہی اچھے طریقے و سلیقے سے رکھی ہوئی ہیں، بالخصوص نایاب و نادر مخطوطات تو بہت ہی احتیاط سے سنبھال کر محفوظ مقام پر رکھے ہوئے ہیں، کمیاب کتابوں کے ہر صفحے کو پلاسٹک کوٹنگ کے ذریعے محفوظ کر رکھا ہے۔ کمرے کے ایک سائٹ میں ایک گدا تکیوں کے ساتھ بچھا ہوا ہے اس کے قریب ہی ایک چھوٹی سی میز رکھی ہوئی ہے، جس پر پیر صاحب کے زیر مطالعہ کتب اور ضروری کاغذات پڑے ہوئے ہیں۔ کتابیں نکالنے کے لیے ایک سیڑھی کمرے کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک کونے میں رکھی رہتی ہے۔ اس کمرے کے ساتھ ہی ایک اور کمرہ ہے، جو اس کمرے سے لمبائی میں بڑا اور چوڑائی میں چھوٹا ہے، اس میں خوبصورت بوکس تو نہیں بنے ہوئے لیکن لکڑی کی الماریاں جو زمین سے ۶ فٹ اونچی ہے، موجود ہیں، اس میں زیادہ تر اردو اور سندھی کتب کا ذخیرہ اور مختلف جماعتی وغیر جماعتی رسائل و جرائد ڈھیر کی شکل میں رکھے ہوئے ہیں، جن کی تعداد بھی کم از کم پندرہ بیس ہزار ہوگی، اس کے برابر والے کمرے میں بھی کچھ کتابیں رکھی ہوئی ہیں، اور کچھ پیر صاحب نے اپنے گھر میں جس میں پیر سائیں سید محمد راشد شاہ، پیر سید محمد یٰسین شاہ، پیر سید رشد الدین شاہ، پیر سید رشد اللہ شاہ، پیر سید احسان اللہ شاہ اور پیر سائیں سید محبّ اللہ شاہ راشدی ﷾ کی تصنیفات و تالیفات شامل ہیں۔

پیر سید محمد قاسم شاہ الراشدی صاحب کو بھی کتابوں سے بے حد محبت ہے، آپ کی زندگی کے بھی شب و روز کتب خانے میں بسر ہوتے ہیں، راقم الحروف نے ان کے روزمرہ کے معمول جو نوٹ کیے اور بعد میں ان سے تصدیق بھی کی وہ کچھ اس طرح ہیں:

پیر صاحب صبح دس بجے سے ظہر تک کتب خانے میں تشریف فرما ہوتے ہیں اور ظہر کی نماز کے بعد پھر کتب خانے میں واپس آجاتے ہیں اور نماز عصر تک مطالعہ میں مصروف رہتے ہیں، یہ بھی یاد رہے کہ پیر صاحب دوپہر کا کھانا تناول نہیں فرماتے، اس کے بعد نماز عصر کے لیے مسجد میں تشریف لے آتے ہیں اور عصر کی نماز کے بعد اگر کہیں جانا نہیں ہوتا تو کچھ دیر کے لیے گھر چلے جاتے ہیں اور پھر کتب خانے میں آکر اپنے کام میں مشغول ہوجاتے ہیں، اسی طرح کراچی میں جب بھی ان کا آنا ہوتا ہے تو ان کا قیام جناب ارباب صاحب کے گھر پر ہوتا ہے، یہاں بھی ان کے اردگرد کتابوں کا ڈھیر ہوتا ہے اور مطالعہ میں مصروف ہوتے ہیں۔

المکتبۃ الراشدیۃ

کتب خانہ پیر سید بدیع الدین شاہ راشدی ؒ

۱۹۷۰ء کی دہائی کے قریب پیر سید بدیع الدین شاہ راشدی صاحب ؒ نے بعض خاندانی مسائل اور پیچیدگیوں کے باعث درگاہ شریف پیر جھنڈا سے دو میل کے فاصلے پر آزاد پیر جھنڈا کے نام سے ایک نیا گاؤں آباد کیا، یہاں پر انہوں نے مسجد و مدرسہ کی بنیاد رکھنے کے ساتھ ہی کتب خانے کا قیام بھی کیا، جسے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المکتبۃ الراشدیہ کا نام دیا گیا۔ کتب خانے کے لیے ابتدائی کتب تو پیر محب اللہ شاہ صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی کو دیں جو ایک الماری کے لیے بھی ناکافی تھیں، بعد ازاں پیر سید بدیع الدین شاہ راشدی صاحب نے اپنی محنت سے کتب خانہ میں گراں قدر اضافہ فرمایا اور ان کی وفات تک کتب خانے میں مختلف علوم کی کتابوں کی تعداد ۱۶ سے ۱۷ ہزار تک پہنچ چکی تھیں، پیر صاحب رحمہ اللہ کے کتب خانے میں نادر و نایاب مخطوطات بھی کافی تعداد میں موجود ہیں جن کی تعداد پانچ سو کے قریب بتائی جاتی ہیں، پیر سید بدیع الدین شاہ صاحب راشدی رحمہ اللہ کو بھی اپنے والد محترم اور بڑے بھائی کی طرح کتابوں سے حد درجہ محبت تھی، سفر میں ہوں یا حضر میں ہر وقت ہاتھ میں کتاب ہوتی اور مطالعہ میں مشغول ہوتے، بلکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ سارا دن مطالعہ ہی کیا کرتا ہوں باقی سارے کام اللہ نے معاف کر دیئے ہیں۔ شاہ صاحب بھی فن اسماء الرجال اور احادیث شریفہ سے متعلقہ کتب کا کثرت سے مطالعہ کیا کرتے اور ہر کتاب پر اپنے ہاتھ سے اہم نوٹ لکھ دیا کرتے تھے۔ پیر سائیں سید بدیع الدین شاہ صاحب راشدی رحمہ اللہ اپنے ایک اہم انٹرویو میں اپنے کتب خانے کا پس منظر اور موجودہ حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

> ''میرے کتب خانہ کا نام المکتبۃ الراشدیہ ہے، چند کتب آباؤ اجداد کے کتب خانہ سے ملی تھیں، باقی سب میں نے خود جمع کی ہیں، میرے کتب خانہ میں تفسیر، حدیث، عقائد، فقہ، رجال، تاریخ، لغت، فلسفہ و منطق اور اصول و قواعد وغیرہ کے فن کی کتابیں موجود ہیں جو اکثر عربی زبان میں ہیں اور اس کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی ہیں اور قرآن مجید کے تراجم تقریباً بیس زبانوں میں موجود ہیں اور کتابوں کی تعداد ۱۵ سے ۲۰ ہزار تک ہوگی، وللہ الحمد۔''

(رموز راشدیہ جمع و ترتیب عبدالرحمٰن میمن صاحب ص ۶۵)

ایک دوسرے انٹرویو میں بیان فرماتے ہیں کہ:

> ''اپنا بہت بڑا کتب خانہ تھا، اس وقت میرا اپنا ذاتی کتب خانہ ہے جس میں تقریباً پندرہ سولہ ہزار کتابیں ہیں'' (ماہنامہ صراط مستقیم کراچی، جولائی ۱۹۹۴ء جلد ۱ شمارہ ۱ ص ۲۷)

ڈاکٹر وفا راشدی صاحب کتب خانے کے نادر و نایاب مخطوطات کی تعداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''راقم حضرت بدیع الدین شاہ راشدی کے تلمیذ ارشد جواں سال عالم دین، سند یافتہ جامعہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المدینہ مولانا عبداللہ ناصر الرحمانی استاذ الحدیث رحمانیہ کراچی کا سپاس گزار ہے جنہوں نے ازراہ نوازش شاہ صاحب کے عظیم کتب خانہ المکتبۃ الراشدیہ نیو سعید آباد کی ایک فہرست عنایت فرمائی ہے جس میں عربی علوم وفنون کے تقریباً پانچ سو مخطوطات کے نام درج ہیں، ان مخطوطات میں شاہ صاحب کی عربی تصانیف کے قلمی نسخے بھی شامل ہیں۔'' (مقالہ علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی المکی اور ان کی بدیع التفاسیر از ڈاکٹر وفا صاحب راشدی ماہنامہ آگہی کراچی جلد۳ مارچ اپریل ۱۹۹۱ء ص ۱۴۶)

جناب عبدالرشید عراقی صاحب پیر صاحب کے کتب خانے کی بین الاقوامی شہرت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''یہ کتب خانہ سید بدیع الدین راشدی...... کے دادا جناب رشد اللہ شاہ نے جمع کیا تھا، حضرت پیر بدیع الدین راشدی نے اس کتب خانہ میں بہت اضافہ کیا، اور نادر و نایاب کتابوں کا کافی ذخیرہ جمع کیا۔ تمام علوم وفنون کی کتابیں اس کتب خانہ میں موجود ہیں، عربی مخطوطات اور قلمی کتابیں بھی کثرت سے ہیں، اس کتب خانہ کا شمار پاکستان کے مشہور کتب خانوں میں ہوتا ہے، ڈاکٹر حمیداللہ حیدرآبادی مقیم پیرس لاہور تشریف لائے اور پنجاب یونیورسٹی ہال گئے، دوران تقریر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میرے پاکستان آنے کا صرف ایک مقصد تھا کہ مجھے ایک کتاب کی ضرورت محسوس ہوئی۔۔ (ڈاکٹر صاحب نے کتاب کا نام لیا تھا اور مصنف کا بھی ذکر کیا لیکن مجھے کتاب اور مصنف کا نام یاد نہیں رہا) تو مجھے معلوم ہوا کہ کتاب اسلام آباد میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے کتب خانہ میں موجود ہے، میں اسلام آباد آیا وہاں سے مجھے اطلاع ملی کہ کتاب مولانا سید بدیع الدین شاہ راشدی صاحب کے کتب خانہ میں موجود ہے، چنانچہ میں شاہ صاحب کے پاس نیو سعید آباد پہنچا اور کتاب سے استفادہ کر کے واپس آیا ہوں، اس سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ شاہ صاحب کے پاس نادرونایاب کتابوں کا کافی ذخیرہ موجود تھا۔۔ اب یہ کتب خانہ آپ کے صاحبزادے مولوی محمد شاہ کی تحویل میں ہے۔'' (برصغیر (پاک وہند) میں علمائے اہل حدیث کے علمی کارنامے، مصنف، عبدالرشید عراقی صاحب ص

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۱۵ تا ۲۱۹)

پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد صاحب لکھتے ہیں:

''آپ کے پاس نادر و نایاب قیمتی کتب کا ایک بہت بڑا کتب خانہ ہے جو المکتبۃ الراشدیہ کے نام سے تشنگان علم کے لیے منبع فیض بنا ہوا ہے، اس میں دس ہزار کے قریب کتب موجود ہیں، اس میں غیر مذاہب کی کتابوں کے علاوہ ہر فن کی کتاب موجود ہے۔۔ یہ کتب خانہ درحقیقت آپ کے دادا محترم نے جمع کیا تھا، ان کی وفات کے بعد تقسیم ہوگیا، کچھ والد محترم کے حصہ میں آیا اور کچھ چچاؤں کے پاس چلا گیا۔۔ ان کی وفات پر چچا زاد بھائیوں نے کتب بیچ دیں۔ حضرت شاہ صاحب کو اپنے والد محترم کی طرف سے چند کتابیں ملیں۔ پوری ایک الماری بھی نہ تھی، باقی کتب آپ نے خود جمع کی ہیں، جو کچھ گزر اوقات سے بچتا ہے ان سے کتابیں خرید لیتے ہیں، چندہ سے کبھی کوئی کتاب نہیں خریدی، اب موجودہ جگہ نیو سعید آباد میں عرصہ ۲۰ سال سے رہ رہے ہیں اور یہاں چشمۂ فیض جاری کیے ہوئے ہیں، آپ کے نزدیک مولانا سید محبّ اللہ شاہ، مولانا عطاء اللہ حنیف اور مولانا شمس الحق ملتانی کے کتب خانے بہت وقیع ہیں۔''

(تذکرہ علمائے اہل حدیث پاکستان تالیف، میاں یوسف سجاد صاحب جلد ۱ ص ۲۱۱)

کتب خانے کا محل وقوع

پیر سید بدیع الدین شاہ راشدی کا کتب خانہ آزاد پیر جھنڈا نیو سعید آباد ضلع حیدر آباد میں جمعیت اہل حدیث سندھ کے سابقہ مرکزی دفتر و جامع مسجد فردوس اور شاہ صاحب کی حویلی کے درمیان میں واقع ہے، کتب خانہ کی عمارت تین چار کمروں پر مشتمل اور ایک چھوٹے سے صحن کا احاطہ کیے ہوئے ہیں، کتابیں صرف ایک کمرے میں موجود ہیں، باقی دوسرے کمرے مہمان خانوں کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، کتب خانے کے مین گیٹ کے باہر المکتبۃ الراشدیہ اور شاہ صاحب کے نام کی تختی لگی ہوئی ہے، جس پر اس کے قیام کی تاریخ و سن بھی درج ہیں۔ جس کمرے میں کتابیں رکھی ہوئی ہیں چاروں طرف سے کتابوں سے بھرا ہوا ہے، کتابیں لوہے کے بوکس میں رکھی ہوئی ہیں جن پر شیشے نہیں لگے ہوئے، لیکن صفائی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے جس کی بدولت کتابوں پر مٹی وغیرہ بالکل نہیں لگی ہوئی الماریوں میں ہر فن کی کتاب ترتیب کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لحاظ سے رکھی ہوئی ہے ضرورت پڑنے پر مطلوبہ کتاب فوری دستیاب ہو جاتی ہے۔ کمرہ کے درمیان میں ایک موٹا گدا اور دو تکیے رکھے ہوئے ہیں، جس پر ایک چھوٹی سی میز رکھی ہوئی ہے، سید بدیع الدین شاہ راشدی کے انتقال کے بعد کتب خانے کا انتظام و انصرام پیر سید محمد شاہ راشدی کے سپرد کیا گیا، سید محمد شاہ صاحب پیر صاحب رحمہ اللہ کے بڑے بیٹے اور دینی علوم وفنون کے بحر العلوم تھے، انہوں نے کتب خانے کی خوب دیکھ بھال کی اور گراں قدر ذخیرہ کتب جمع کیا، لیکن قدرت نے انہیں زیادہ موقع فراہم نہیں فرمایا اور شاہ صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے تین سال بعد مارچ ۱۹۹۹ء کو اچانک حرکتِ قلب بند ہو جانے کے باعث اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

آپ کی وفات کے بعد کتب خانہ کی ذمہ داری آپ کے بیٹوں پیر سید ابو حمید شاہ راشدی صاحب اور پیر سید نصرت اللہ شاہ راشدی صاحب کو سونپی گئی، آج کل کتب خانہ کے یہ دونوں بھائی منتظم ہیں، ثانی الذکر سید نصرت اللہ شاہ صاحب سے راقم الحروف کی ایک ملاقات ہوئی ہے، ماشاء اللہ بڑے صالح نوجوان اور اپنے اسلاف کے حقیقی جانشین ہیں۔

راشدی خاندان کے اکابر و اصاغر نے ہر دور میں کتب خانہ کی تعمیر و ترقی کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں اور آج تک یہ سلسلے جاری و ساری ہیں اور ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس سلسلے کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے اور ان بزرگوں کو جو اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے، انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے جانشینوں کو اس سلسلے کو قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر غلام مصطفیٰ قاسمی رحمہ اللہ

پیر جھنڈو کا کتب خانہ

پیر جھنڈو تحصیل ہالہ ضلع حیدر آباد سندھ کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں مدت سے ایک دینی مدرسہ دارالرشاد قائم تھا اور اس کے لیے ایک عظیم کتب خانہ بھی قائم کیا گیا تھا شروع شروع میں ۱۲۸۷ھ میں پیر رشید الدین بیعت والا جو کہ راشدی خاندان کے مؤسس اعلیٰ پیر محمد راشد شاہ روضہ دھنی کے پوتے ہیں پیر جھنڈو کے مسند خلافت پیر بیٹھے اور آپ نے وہاں تحفیظ القرآن کا ایک مدرسہ بھی قائم کیا آپ کی مجلس عالمانہ ہوتی تھی کئی علماء ہر وقت آپ کی علمی مجلس میں شریک ہوتے تھے ان مجالس میں مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم بھی کبھی کبھی امروٹ ضلع سکھر سے آ کر شریک ہوتے تھے۔ ۱۳۱۷ میں حضرت پیر رشید الدین نے وفات فرمائی اور ان کی سند پر ان کے صاحبزادے مولانا پیر رشد اللہ صاحب العلم رونق افروز ہوئے۔

مولانا پیر رشد اللہ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث اور مفسر تھے۔ آپ نے رجال طحاوی پر عربی میں ایک عالمانہ کتاب لکھی جس کو علماء دیوبند نے دیوبند سے شائع کیا اور بڑے پایہ کی کتاب مانی جاتی ہے ۱۳۱۹ھ میں مولانا پیر رشد اللہ صاحب نے مولانا عبید اللہ صاحب سندھی کی معیت میں مدرس عالیہ دارالرشاد کا سنگ بنیاد رکھا اور ساتھ ہی ایک علمی لائبریری بھی قائم کی گئی یہ مدرسہ آگے چل کر سندھ میں دینی علوم کا عظیم درس گاہ ثابت ہوا جہاں برصغیر کے نامور علماء مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا اشرف علی تھانوی، محدث یمانی، حضرت شیخ الہند یہ اور دوسرے اکابر آتے رہے اور کتب خانہ کے لیے کتابیں جمع ہونا شروع ہوگئیں۔ دنیا کے عظیم کتب خانہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کی کتابیں بھی ٹھٹھہ سے لا کر اس میں جمع کی گئیں۔ مخدوم صاحب کا وہ کتب خانہ تھا جس کی زیارت کے لیے دور دراز کے اسلامی ممالک سے علماء آتے تھے اور کتابوں سے مستفید ہوتے تھے۔

چند سالوں میں پیر جھنڈو کا کتب خانہ نے وہ شہرت حاصل کی کہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن والوں نے بھی کچھ کتابیں اسی علمی لائبریری سے نقل کروائیں اس طرح دیوبند کے علماء نے بھی چند علمی کتابوں کی نقلیں کروائیں یہ کتب خانہ تقریباً پچیس ہزار کتابوں پر مشتمل ہوگیا جس میں اکثر قلمی یعنی خطی کتابیں تھیں۔

مولانا رشد اللہ صاحب کا کتابوں سے لگاؤ کے متعلق یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ نے جدہ میں ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب خانہ میں علامہ خطیب بغدادی کی تاریخ خطیب بغداد کا ایک قلمی نسخہ دیکھا اس وقت تک یہ کتاب اشاعت پذیر نہ ہوئی تھی آپ نے اس دور میں زر کثیر خرچ کر کے اس کتاب کے فوٹو نکلوائی، اور اس کو اپنے کتب خانہ میں رکھوایا جب مصر والوں کو اس کا علم ہوا کہ اس کتب کے ایسے بھی شائق ہیں تو انہوں نے اس کو چھاپنا شروع کیا اور چھاپنے کے بعد جدہ والوں سے پیر صاحب کا صحیح پتہ معلوم کر کے ان کی طرف تاریخ بغداد کا مطبوعہ نسخہ بطور ہدیہ اور تحفہ مفت بھجوادیا۔ میں نے اس کتاب کی فوٹو بھی پیر جھنڈو لائبریری میں دیکھی ہے جو عریض اور سیاہ کاغذ پر ہے۔ اس علمی کتب خانہ کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کتابیں جو دنیا میں نایاب اور نادر تسلیم کی جاتی ہیں ان کے قلمی نسخہ اس میں موجود ہیں مثلاً مؤطا امام مالک کی اوّلین شرح جو کہ ایک اندلسی عالم اور امام حافظ ابن عبدالبر نے التمہید کے نام سے کئی جلدوں میں لکھی تھی اور شرح حدیث میں اس پایہ کی کتاب کم ملے گی مگر افسوس کہ یہ ضخیم کتاب مطبوعہ تو نہیں تھی مگر اس کا مخطوطہ بھی عنقا کی مانند تھا۔ اس کا صرف ایک نسخہ موراکو میں تھا اور دوسرا پیر جھنڈو کی علمی لائبریری میں تھا اس نسخہ کی میں نے بھی زیارت کی ہے اب حال میں یہ کتاب مغرب اقصا سے چھپنا شروع ہوگئی ہے اس طرح حدیث کے نادر متون اور شروح کا بھی بہت بڑا ذخیرہ اس علمی لائبریری میں موجود ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی علمی دنیا میں حدیث کے حافظ الدہر مانے جاتے ہیں ان کی ایک نادر تالیف اتحاف المھرۃ بأطراف العشرۃ کا جعلی نسخہ بھی پیر جھنڈو کی لائبریری میں موجود ہے اس نسخہ کی خوبی یہ ہے کہ خود حافظ ابن حجر عسقلانی کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے جو دنیا میں کہیں ایسا نہ ملے گا اس طرح حافظ الدہر کی کتاب زوائد مسند البزار بھی اس کتب خانہ کی زیب ہے علامہ خطیب بغدادی کی کتاب کتاب الفقیہ والمتفقہ کا بھی عمدہ جعلی نسخہ اس میں پایا جاتا ہے۔

جس طرح حیدر آباد دکن والوں نے پیر جھنڈو کی علمی لائبریری سے چند نادر کتابوں کی نقلیں لیں تو اس طرح مولانا پیر رشد اللہ صاحب مرحوم نے اپنے خاص مقربین سندھی علماء کو حیدر آباد دکن بھجوا کر دائرۃ المعارف کی علمی کتب خانہ سے چند نادر کتابوں کی نقلیں کروائیں ان سے علامہ اشبیلی کی نادر روزگار کتاب الاحکام الکبری خاص طور پر ذکر کے قابل ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے اور خط متوسط ہے اس علمی لائبریری کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ علماء سندھ کی اکثر مؤلفات سندھی فارسی اور عربی پر مشتمل ہیں مثلاً امام علامہ ابوالحسن سندھی وفات ۱۱۳۸ھ علمی دنیا میں بہت بڑے محدث مانے جاتے ہیں۔ صحاح ستہ پر آپ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے علمی حواشی ہیں جن میں سے اکثر مصر سے چھپ چکے ہیں مگر کچھ ایسی کتابیں ہیں جو طباعت میں نہ آئی ہیں اور وہ دنیا کی دوسری لائبریریوں میں کم پائی جاتی ہیں ایسی کتابیں بھی پیر جھنڈو کی علمی لائبریری میں موجود ہیں مثلاً سنن ابوداؤد کی شرح عربی وغیرہ مخدوم عبداللہ ٹھری والا بارھویں صدی میں بڑا عالم گزرا ہے جنھوں نے بیسیوں سندھی میں اسلام اور اخلاقیات کی کتابیں لکھی ہیں جو اکثر چھپ چکے ہیں مگر ان میں سے ایک کتاب خزانہ اعظم سندھی جس کو اگر ہم اسلامیات اور اخلاقیات کی سندھی انسائیکلوپیڈیا کہیں تو بجا ہے وہ اب تک مکمل طور پر اشاعت میں نہ آئی ہیں کتاب کا مکمل قلمی نسخہ بہترین سندھی خط میں فل اسکیپ سائیز کے آٹھ ضخیم جلدوں میں پیر جھنڈو کی علمی لائبریری میں موجود ہے اسی طرح دوسرے بزرگان اور اعلام سندھ کی سندھی تالیفات بھی یہاں کافی مقدار میں پائی جاتی ہیں خاص طور پر سندھ کے قدیم علماء کی تالیفات اچھی حالت میں یہاں موجود ہیں۔ مخدوم محمد ہاشم بارھویں صدی کے مجدد اور بڑے محدث اور فقیہ مانے جاتے ہیں جن کے تلمیذ کا سلسلہ عرب کے، عراق، شام، مصر اور دوسرے ممالک میں پایا جاتا ہے ان کی عالمانہ تصنیفات بھی اکثر اس علمی لائبریری میں موجود ہیں جیسے بیاض ہاشمی، حیات القاری باطراف البخاری اتحاف الاکابر وغیرہ۔ اس طرح مخدوم محمد عابد سندھی کی بھی اکثر مؤلفات اس علمی لائبریری کی زینت ہیں مثلاً علمی دنیا کی شرح حدیث میں مشہور کتاب المواھب اللطیفۃ شرح الامام ابی حنیفہ دو جلدوں میں اس نسخہ کی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے اور دنیا میں کہیں ایسا نہیں پایا جاتا۔ اس کتاب کو حنفی علماء نے حافظ ابن حجر کی شرح بخاری فتح الباری کے ٹکر کی کتاب شمار کیا ہے۔ ایک دوسری اسی عالم کی تصنیف بلوغ المرام کی شرح ہے جس کا ترکی کے سابق شیخ الاسلام علامہ کوثری نے بھی ذکر کیا ہے۔ اس کا بہترین قلمی نسخہ اس لائبریری میں میں نے تین سال پہلے مولانا دین محمد وفائی کی معیت میں دیکھا تھا، اب معلوم نہیں کہ یہ نایاب گوہر موجود ہے یا بے قدری کا شکار ہو کر تلف ہو گیا مخدوم محمد عابد کی ایک دوسری مشہور عالم کتاب حصر الشارد جو علم ثبت میں ہے اور اساتذہ کے اسماء پر مشتمل ہے اور طباعت میں نہیں آئی۔ اس کا بھی خوش خط نادر نسخہ اس علمی کتب خانہ میں موجود ہے۔ اسی طرح سندھ کے دوسرے قدیم محدث قاضی محمد اکرم نصر پوری سندھی کی نایاب زمانہ کتاب امعان النظر کے دو نسخے اس لائبریری میں موجود ہیں اور اس کا ایک ناقص ازہر کی لائبریری میں بھی موجود ہے۔ یہ کتاب وزیر اعظم پاکستان اور مرکزی تعلیم کی امداد سے شاہ ولی اللہ اکیڈمی کی طرف سے میری تحقیق کے ساتھ زیر طبع ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترتیب: مولانا محمد قاسم سومرو

فهرست مخطوطات مكتبه عاليه علميه – درگاه شريف پير جھنڈو حيدر آباد

سیّد محبّ اللہ شاہ الراشدی

راشدی خاندان کو کتب سے دلی محبت تھی ان کے آباء واجداد میں مخطوطات اور قلمی نسخے حاصل کرنے کے لیے زر کثیر صرف کرتے تھے اور اپنے کاتبوں کو ہندوستان مصر شام اور عراق میں بھیج کر مخطوطات نقل کرواتے تھے جس پر جو بھی زاد راہ خرچ ہوتا اس کو برداشت کرتے یہاں ہم ان مخطوطات کی فہرست پیش کرتے ہیں جو ان کی لائبریریوں کی زینت ہے ان میں کئی نسخہ ہزار سال پرانے ہیں میں کتاب کا نام، متن کتابت، فن، ورق، سائز اور کون سے خط میں ہے تحریر کر رہا ہوں اور قارئین کرام کے لیے پیش کر رہے ہیں جن کو مولانا محمد قاسم سومرو صاحب نے ترتیب دیا ہے۔ (الازھری)

1: نواهد الابكار وشواهد الافكار للعلامة جلال الدين السيوطي صفحات ٤٠٠. نسخه كتبت سنة ١٠٠٥ء وهي ناقصة الاول وهي متقنة ومجدولة بماء الذهب.

2: تفسير المدارك المعروف بالنسفي للعلامة عبد الله بن احمد بن محمود ابي البركات نسخة ناقصة الاول (كتبت سنة ١٢١٣هـ) كتبت بيد بن شيخ عنايت الله شيخ محمد الشفيع بن الشيخ عبد الرحيم بن شيخ عثمان.

3: تفسير الكبير للامام فخر الدين الرازي من سورة الاحزاب الي آخر سورة ق.

4: تفسير الجمالين للجلالين كتبت بيد كاتب محمد حسين عفي عنه (سنة الكتابت ٩ شوال ١٦٨هـ)

5: تفسير الخازن المجلد الاول وهو ناقص الاول والاخر (موجود من تفسير آيت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واستعينوا بالصبر والصلوٰة...... الي آيت ولا نكتم شهادة اللّٰه انا اذاً لمن الاثمين)

6: تفسير البيضاوي المتوفي ٦٨٥ھ نسخة من سورة هود الي سورة الناس في مجلد واحد (كتبت سنة ٢ ربيع الاخر ١٠٨٠ھ) كاتب: محمد وارث بن قاضي كمال الدين الصديقي تالكراني.

7: جنة النعيم في فضائل القرآن الكريم للعلامة مخدوم محمد هاشم تتوي سندهي متوفي سنة ١١٧٤ھ (نسخة كتبت سنة ١١٣٤) بيد فقير محمد في ٩٢ ورقة (نسخة نفيسة).

8: جهد المقل مع الشرح الموسوم ببيان الجهد المقل للعلامة محمد المرعشي الملقب بساحقلي نسخة كاملة صفحات ٢٩٢ سنة الكتابت: ١٣٣٩ھ.

9: الناسخ والمنسوخ للعلامة ابي عبد الله محمد بن علي الاسفرائني صفحات ١٢٢ سنة الكتابت: ١٣١٣ھ بيد فتح محمد النظاماني.

10: الصحيح للبخاري (من الاول الي باب ذكر ابن عباس رضي الله عنه) كتبت سنة ١٢٦٧ھ.

11: الصحيح للمسلم من الابتداءِ الي كتاب العتق فقط نسخة كتبت سنة ١٠٥٧ھ.

12: اجزاءِ من صحيح ابن حبان البستي ناقص الاول والاخر صفحات ٩٠.

13: اجزاءِ من صحيح ابن حبان وهي ناقصة الاول والاخر (صفحات ٣٤).

14: تهذيب السنن الكبير للبيهقي المجلد الثاني فقط للعلامة شمس الدين الذهبي صفحات ٥٥٣ سنة.

15: معرفة السنن والاثار في ثلاث مجلدات المجلد الاول ٥٥٣ صفحات والثاني ٣٥٦ صفحات والثالث ٣٥٢ صفحات.

16: الخلافيات للبيهقي المجلد الثاني فقط ٤١٣ صفحات كتبت سنة ١٣٨٦ھ.

17: المستدرك على الصحيحين للحاكم ابي عبدالله محمد بن عبدالله بن محمد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحافظ النيساپوري الشافعي المجلد الاول فقط الي كتاب الاحوال ٧٦٠ صفحات كتبت سنة ١٣١٠ھ كاتب :فتح محمد نظاماٹي.

18: المسند للحميدي عبدالله بن زبير ٢٢١ صفحت كتبت سنة ١٣٣٥ھ بيد ابي محمد زين العابدين شاھ آبادي.

19: المنتخب من المسند لعبد بن حميد الكسي ٢٢٩ صفحات كتبت سنة ١٣٠٥ھ۔

20: المسند للامام الحافظ احمد بن عمر البزار ناقصة من آخرها ٣٨٢ صفحات.

21: المسند للامام ابي يعلي الموصلي ......

22: مسند الشاميين للامام ابي القاسم الطبراني ٦٢٨ صفحات كتبت سنة ١٢٥٧ھ نسخة جيدة كاملة.

23: المسند للامام الشيخ ابي عوانة يعقوب بن اسحاق (السفر الاول فقط) ناقصة الاول ٣٨٣ صفحات كتبة سنة ١٣١٨ھ.

24: موارد الظمآن الي زوائد ابن حبان للعلامة نور الدين علي بن ابي بكر الهيثمي ١٠٥٠ صفحات ناقصة من اولها و آخرها. (سنة الكتابة ليست بمكتوبة عليه)

25: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهيثمي في ستة مجلدات، المجلد الاول كامل ٩٧٧ صفحات، المجلد الثاني كامل ٨١٠ صفحات، المجلد الثالث ١٣٥٢ صفحات، المجلد الرابع ٩١٧ صفحات، المجلد الخامس ٨١٩ صفحات، المجلد السادس ٩١٢ صفحات والمجلد الثالث ناقصة عن اولها۔ كتبت سنة ١٣٢٥ھ.

26: زوائد مسند البزار للشيخ نور الدين الهيثمي ناقصة من اولها و آخرها، ٦٣٨ صفحات سنة الكتابة ليست بمكتوبة عليها.

27: زوائد مسند البزار لابن حجر العسقلاني كامل ٣٩١ صفحات، كتبت سنة ١٣٣٥ھ.

28: المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية للامام الشيخ شهاب الدين ابي الفضل علي بن محمد العسقلاني الشافعي في مجلدين المجلد الاوّل ٥٥٦ صفحات والمجلد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الثانی ۵۲۰ صفحات کتبت سنة ۱۳۲٦ھ۔

29: مصنف ابن ابی شیبة للامام ابي بكر بن ابي المتوفي ۲۳۵ھ کتبت سنة ۱۳۱۷ھ المجلد الاول ۷۳۸ والثاني ۱۰۳۴ والثالث ۱۰۸۱ والرابع ۱۰۵۲ صفحات.

30: المصنف للامام عبدالرزاق المجلد الثالث والرابع فقط المجلد الثالث من باب النهبة ومن آوي محدثا الي باب الدابة الضارية ۳٦۸ صفحات والمجلد الرابع من باب ما جاء في الحرورية الي باب بر الوالدين ۳٦۹ صفحات كتبت سنة ۱۳۴۳ھ۔

31: جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد لمحمد بن محمد بن سليمان الدوراني في ۳۴۸ ورقة كتبت سنة ۱۳٦۳ھ نسخة جيدة.

32: جامع الاصول من احاديث الرسول لابن الاثير الجزري المجلد الثامن والتاسع فقط۔ المجلد الثامن في ۳۲۹ ورقة من باب ادعية الصباح والمساء الي باب المنديل والمجلد التاسع في ۴۸۵ ورقة من باب ناقضات الوضوء الى باب نذر المعصية.

33: معاني الاخبار للحافظ ابي بكر محمد بن ابراهيم الكلاباذي متوفي ۳۸۰ھ وفي الاصل اسم الكتاب بحر الفوائد في ۵۴۳ صفحات كتبت سنة ۱۳۴۵ھ۔

34: صفوة التصوف للامام محمد بن طاهر المقدسي في ۲۷۵ صفحة، كتبت سنة ۱۳۵۳ھ۔

35: كتاب الايمان لمحمد بن اسحاق (ابن مندة) الاصفهاني في ٦۲۴ صفحة كتبت سنة ۱۳۴۹ھ.

36: شعب الايمان للامام البيهقي في ۳۷۴ صفحات كتبت سنة ۴۹۸ھ.

37: كتاب الدعوات الكبير للامام البيهقي في ۱۰۷ صفحة نسخة ناقصة.

38: الزهد الكبير للامام البيهقي في ۲۳۵ صفحة، كتبت سنة ۱۳۳۱ھ.

39: المعجم للحافظ ابي طاهر احمد بن محمد النسفي الاصفهاني في ۵۷۵ صفحة كتبت سنة ۱۳۴۸ھ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

40: حلية الاولياء والابرار للامام الحافظ ابي نعيم الاصبهاني في سبع مجلدات المجلد الاول في ۳۵۰ صفحة والثاني في ۴۸۸ صفحة والثالث ۲۹۹ صفحة والرابع ۵۸۴ صفحة والخامس ۵۵۲ صفحة والسادس في ۳۹۲ صفحة والسابع ناقصة من آخرها۔ كتبت سنة ۱۳۲۴ھ۔

41: الاحكام الكبرىٰ لعبد الحق الاشبيلي في مجلدين۔ المجلد الاول في ۵۴۸ صفحة والثاني في ۵۷۳ صفحة، كتبت سنة ۱۳۴۵ھ۔

42: كتاب الاحكام لسياق ما لسيدنا ومولانا محمد المصطفى عليه افضل الصلاة والسلام من الايات والبينات والمعجزات الباهرات والاعلام للحافظ ابي علي الحسن بن علي بن عبدالملك الرهوني المعروف بابن القطان في ۴۱۷ھ ومن الكتاب المجلد الاوّل فقط.

43: كتاب الشريعة للامام الحافظ ابي بكر محمد بن الحسين بن عبدالله الاجرْي الشافعي في ۴۵۷ صفحة، كتبت سنة ۱۳۴۵ھ ومن الكتاب المجلد الاول فقط.

44: كتاب الادب المفرد لابي عبدالله البخاري في ۲۱۰ صفحة كتبت سنة ۱۳۳۲ھ۔

45: الجزءُ الاوّل من كتاب المصاحف لابي بكر عبدالله بن ابي داؤد سليمان بن الاشعث في ۲۴۷ صفحة كتبت سنة ۱۳۴۷ھ۔

46: الجزءُ الثاني من افراد الحافظ علي بن عمر ابي الحسن الدارقطني في ۲۷ صفحة كتبت سنة ۱۳۴۵ھ۔

47: الجزءُ الاوّل من الاحاديث الطوال للامام الحافظ اي القاسم سليمان بن احمد بن ايوب الطبراني في ۱۰۴ صفحة، كتبت سنة ۱۳۴۵ھ)۔

48: الجزءُ الاوّل والثاني من حديث الفاكهي عن ابي يحيٰي بن ابي ميسرة عن شيوخه في ۸۷ صفحة. كتبت سنة ۱۳۴۷ھ۔

49: الجزءُ الاوّل من حديث الديباجي في ۲۰ صفحة.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

50: الجزءُ الثالث من حديث ابي عمر محمد بن العباس ابن محمد بن زكريا بن حياة الخزاز في ٣٦ صفحة، كتبت سنة ١٣٤٧هـ.

51: الامالي اجزاءٍ من حديث ابي محمد الحسن بن محمد لابن بشر ان الاموي في ١٣ صفحة.

52: جوامع الحقائق شرح احاديث الصفات في ٢٠٠ صفحة (وبها اكل ارضة) نصفه الاوّل كتبت سنة ٨١٨هـ.

53: النسمات الانسية في الاحاديث القدسية للسيد عبدالله بن ابراهيم في ٤٣ صفحة ناقصة من آخرها.

54: الاسخياءَ والاجواد للدارقطني في ٢٩ صفحة، كتبت سنة ١٣٤٨هـ.

55: كتاب زيادات الجامع الصغير للامام السيوطي في ٢٧٠ صفحة، كتبت سنة ١٠٦٤هـ.

56: كتاب الافصاح عن احاديث النكاح لابن حجر الهيثمي في ٥٦ صفحة ناقص من آخرها.

57: موافقات الخير لابن خزيمة (فيه حديث واحد ومعه اجزاءٍ من احاديث ابن القصار الي آخر الكتاب ف ٩ صفحة.

58: الازهار المتناثرة في الاخبار المتواترة للسيوطى في ٢٢ صفحة كتبت سنة ١٣٦٥هـ.

59: كنز الاخبار كتبت سنة ١١٤٨هـ في ١٥٠ صفحة.

60: نوادر الاخبار لابن ابي بكر في ٣٠ صفحة.

61: تجريد البخاري للنووي في ٤٣٦ صفحات، ناقصة من اولها وآخرها.

62: فتح المنان في اثبات مذهب النعمان للعلامة عبدالحق بن سيف الدين الدهلوي في ٢٢٨ صفحة ناقصة من آخرها.

63: الفوائد لتمام بن محمد بن عبداللّٰه الرازي الجزءُ الثاني فقط فإ ٢٦٠ صفحة كتبت سنة ١٣٩٥هـ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

64: الجواهر المكللة في الاحاديث المسلسلة في ١٩٧ صفحة كتبت سنة ٨٨٦هـ للعلامة السخاوي وفي آخرها اجازة بخط المؤلف.

65: جزءٌ في احاديث ابي سفيان بن عينة الهلالي رواية ابا يحيىٰ زكريا بن يحيٰي المروزي في ٢٣ صفحة كتبة سنة ١٣٩٨هـ.

66: الجزءُ الرابع من المسند للامام المحدث اسحاق بن راهويه الحظلي في ٦٢٠ صفحة، كتبت سنة ١٣٩٩هـ.

67: التوشيح علي الصحيح للبخاري للسيوطي في ٣٦٦ صفحة كتبت سنة ١١١٤هـ.

68: الجزءُ الاوّل من شرح لابن ابي جمرة في ٤٠٠ صفحة كتبت سنة ١١٣٦هـ.

69: معالم السنن شرح سنن ابي داؤد في مجلدين للخطابي المجلد الاوّل من الابتداء الي كتاب الاضاحي في ٤٠٠ صفحة والمجلد الثاني من باب الجهاد الي باب الامر والنهي كتبت سنة ١٣٢٤هـ.

70: فتح الودود في شرح سنن ابي داؤد للشيخ ابي الحسن السندهي في ٦٥٠ صفحة كتبت سنة ١٣٢٦هـ.

71: تنقيح الشذي شرح الترمذي لابن سيد الناس في ٢٦٢ صفحة وهي ناقصه من اولها وآخرها.

72: التمهيد لما في المؤطا من المعاني والاسانيد المجلد الثالث والخامس والسادس فقط وكل واحد منهم ناقص الاول والاخر.

73: الجزءُ الاوّل من كتاب الاستذكار علي مؤطا الامام مالك لابن عبدالبر في ٥٩٥ صفحة كتبت سنة ١٣٨٧هـ.

74: فتح الغطا شرح المؤطا لعلي القاري المتوفي ١٠١٤هـ في ٦٣٦ صفحة كتبت سنة ١٣٤٣هـ.

75: تنوير الحوالك شرح مؤطا الامام مالك للسيوطي في ٢٧٧ صفحة، كتبت سنة

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۳۴۴ھ۔

76: المحلي من اسرار المؤطا للعلامة سلام الله الحنفي الجزءُ الاوّل فقط في ٦٠٠ صفحة تقريبا وسنة الكتابة ليست بمكتوبة عليها.

77: مرقاة المفاتيح شرح مشكواة المصابيح من كتاب الجنائز الٰى كتاب الوصايا (المجلد الاوّل) والثاني من كتاب اللباس الي باب الحب في الله ومن الله والثالث من كتاب النكاح الي باب العمل في القضاءِ وكل واحد ناقص.

78: كاشف عن الحقائق للحسن بن محمد الطيبى فى مجلدين وفى ١٥٧٠ صفحة وهو ناقص من الاوّل والاخر.

79: كتاب المفاتيح فى شرح المصابيح للعلامة مظهر الدين الحسين بن محمود بن الحسين الزيدانى متوفى ٧٣٧ھ من الاوّل الى كتاب العلم فقط فى ١٤٠ صفحة وعام الكتابة ليست بمكتوبة عليها.

80: الجزءُ الاوّل من كتاب عقود الزبرجد شرح مسند الامام احمد للسيوطى فى ١٣٠ صفحة وهو ناقص من آخره.

81: الكوكب المنير شرح الجامع الصغير حاشية للشيخ العلقمى المجلد الاوّل فى ٦٢٨ صفحة والثانى فى ٩٨٦ صفحة، كتبت سنة ١٠٠٤ھ والمجلد الاوّل بها اكل ارضة قليلا.

82: شرح مشارق الانوار لمحمد بن علي الناموسى الخراسانى المجلد الاوّل فقط فى ٤٤٠ صفحة وبها اكل ارضة كتبت سنة ......

83: كتاب التحبير لايضاح معانى التيسير اعنى شرح تيسير الوصول الى جامع الاصول المجلد الاوّل فقط وهوا لى كتاب الحج للعلامة محمد بن اسماعيل فى ٤٦٧ صفحة، كتبت سنة ١١٢٩ھ.

84: الامام فى شرح كتاب بلوغ المرام فى معرفة احاديث الاحكام للحافظ ابن دقيق فى

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۹۷ صفحة، كتبت سنة ۱۳۴۵ھ۔

85: طرح التثريب فی شرح التقريب لابی زرعة العراقی.

86: المواهب اللطيفة شرح المسند للامام ابی حنيفة للعلامة محمد عابد السندهی فی مجلدين. المجلد الاوّل فی ۵۹۰ صفحة والمجلد الثانی فی ۴۹۳ صفحة، نسخة قديمة وسنة الكتابة ليست بمكتوبة عليها بحظ المؤلف.

87: القول المختصر فی علامات المهدی المنتظر للسيوطی فی ۹۶ صفحة.

88: كتاب التقبيل والمعانقة والمصافحة لابن الاعرابی متوفی ۳۴۰ھ فی ۲۰ صفحة كتبت سنة ۱۳۴۶ھ.

89: بذل الهمة فی طلب براءَة الذمة للسيوطی ۸ صفحة.

90: التنقيح فی حديث التسبيح لابن ناصر الدين فی ۶۰ صفحة كتابة قديمة وسنة الكتابة ليست بمتكوبة عليها.

91: رسالة اعمال الفكر فی فضل الذكر للسيوطی فی ۶ صفحة.

92: مجموعة رسائل مختلفة للسيوطی ۱۔ نتيجة الفكر بالذكر ۲۔ الخصاب بالسواد ۳۔ بلوغ المآرب فی قص الشارب ۴۔ السوال عن السبحه هل لها اصل فی السنة ۵۔ الاسفار فی قلم الاظفار ۶۔ ما رواه الاساطين فی عدم المجیءُ الی السلاطين المجموعة تشتمل علی ۱۰۴ صفحة وكتبت سنة ۱۳۳۴ھ.

93: كتاب اليقين لابی بكر عبدالله بن محمد بن عبيد بن ابی الدنيا القريشی فی ۱۴ صفحة، كتبت سنة ۱۳۴۷ھ.

94: الاجر فی الهجر للسيوطی فی ۱۰ صفحة.

95: الفتوحات الربانية المعروف بشرح الاذكار لمحمد بن علی بن علان الصديقی فی مجلدين المجلد الاوّل فی ۷۸۰ والثانی فی ۷۲۰ صفحة.

96: لطائف المعارف فيما لموسم العام من الوظائف لابن رجب فی ۵۹۰ صفحة وكتبت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنة ۸۳۵ھ۔

97: الحرز الثمين شرح الحصن الحصين للشيخ علی القاری فی ٦۳٦ صفحة و كتبت سنة ۱۰۱۱ھ۔

98: تحفة الذاكرين شرح الحصن الحصين للامام الشوكانی كتبت سنة ۱۲۹۳ھ۔

99: سلاح المؤمن لتقی الدين ابی الفتح محمد بن محمد بن علی بن همام المصری الشافعی المتوفی ۷۴۵ ھ فی ۱۰۴ صفحة كتبت سنة ۱۲۹۳ھ۔

100: شرح الاربعين النووية للعلامة محمد حياة السندهی ثم المدنی فی ۷۰ صفحة كتبت ۱۳۰۲ھ۔

101: الجواهر البهية فی شرح الاربعين النووية للعلامة محمد ولی الدين الشبشتری كتبت سنة ۱۰۸۸ھ۔

102: كتاب الاربعين فی ارشاد السائرين الی منازل المتقين للشيخ عبدالله بن ابی الفتوح محمد بن محمد بن علی بن محمد الطائی فی ۱۱۴ صفحة كتبت سنة ۱۳۴۳ھ۔

103: كتاب الاربعين حديثا من اربعين رجلا من اربعين بلدا فی ۴۸ صفحة لعله من تصنيفات العلامة شرف الدين عبداللّٰه بن محمد الورانی المتوفی سن ۷۴۹ھ۔

104: منتخب جمع النكات فی الاربعينات للشيخ محمد معين تتوی سندهی فی ۱۸ صفحة۔

105: سلسلة الابريز والاكسير العزيز (اربعون حديثا برواية ذرية سيد المرسلين ﷺ فی ۲ صفحة كتبت سنة ۱۳۲۲ھ۔

106: كتاب الحجة علی تارك المحجة لابی الفتح المقدسی فی ۲۴٦ كتبت ۱۳۴۹ھ۔

107: كتاب قيام الليل وقيام رمضان وكتاب الوتر للمروزی فی ٦۰۰ صفحة۔

108: كتاب التقصی فی معرفة شيوخ الامام مالك بن انس فی المؤطا وذكر احاديث للحافظ ابی عمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر النمری متوفی سنة ۴٦۳ھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی ۱۹۱ صفحۃ.

109: فیض القدیر والروض النضیر شرح الجامع الصغیر للشیخ عبدالرؤف المناوی (النصف الاول فقط) فی ۶۲۲.

110: الاوّل من کتاب التمییز للامام مسلم فی ۵۶ صفحۃ کتبت سنۃ ۱۳۴۳ھ.

111: تصحیفات المحدثین للحافظ ابی احمد الحسن بن عبداللہ بن سعید العسکری اللغوی فی ۴۷۶ کتبت سنۃ ۱۳۴۷ھ.

112: کتاب الالزامات علی صحیح البخاری ومسلم للحافظ ابی الحسن علی بن عمر بن مہدی الدار قطنی روایۃ حافظ ابی طاہر احمد بن محمد السلفی. کتبت سنۃ ۱۳۲۲ھ.

113: الاستدراکات علی البخاری ومسلم للدارقطنی فی ۱۵ صفحۃ.

114: کتاب الاوہام التی فی مدخل الحاکم النیشاپوری للحافظ عبدالغنی بن سعید الازدی فی ۳۰ صفحۃ کتبت سنۃ ۱۳۹۴ھ.

115: البیان والتعریف فی اسباب ورود الحدیث الشریف لعلامۃ السید ابراھیم بن السید محمد بن السید کمال الدین نقیب مصر ثم الشام الشھیر بابن حمزۃ فی ۴۰۰ صفحۃ تقریباً کتبت سنۃ ۱۳۹۱ھ وصفحاتھا مجدولۃ بماءِ الذھب.

116: بیان مشکل الحدیث لمحمد بن الحسن بن فورك الاصبھانی المتوفی ۴۰۶ھ فی ۲۰۰ صفحات تقریباً.

117: عجالۃ الاملاءِ المتیسرۃ من التذنیب لابی اسحاق ابراھیم الناجی فی ۵۷۰ صفحات کتبت سنۃ ۱۳۴۷ھ (ناقص الاخر).

118: الکفایۃ فی علم الروایۃ للحافظ ابی بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی نقل من نسخۃ عبدالرحمان بن محمود بن عبدالرحمان بن علی بن اسماعیل سنۃ ۸۴۸ھ والکتاب فی ۳۱۳ صفحۃ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

119: الجزءُ الاوّل من كتاب المحدث الفاصل بين الراوى والواعى للقاضى ابى محمد الحسن بن عبدالرحمان بن خلاد الرامهرمزى فى ۲۷۹ صفحة وكتبت سنة ۱۱۴۷ھ.

120: كتاب الالماع فى تقييد السماع للامام ابى الفضل عياض بن موسى الحصبى متوفى ۵۴۹ھ فى ۱۰۶ صفحات كتبت سنة ۱۳۳۵ھ.

121: النكت على كتاب ابن الصلاح والفية العراقى الشيخ الاسلام الحافظ ابن حجر العسقلانى فى ۳۲۴ صفحة كتبت سنة ۱۳۳۴ھ.

122: الباعث الحثيث فى معرفة علوم الحديث للامام الحافظ ابن كثير فى ۷۰ صفحة كتبت سنة ۱۲۹۳ھ ومعه كتاب الصادق عوار الهوس بمن انكر حديث للسائل حق وان جاء على فرس للعلامة زين العابدين بن محسن السبكى الانصارى فى ۱۲ صفحة.

123: تدريب الراوى فى شرح تقريب النواوى للسيوطى فى ۳۸۰ صفحة ناقص الاوّل والاخر.

124: توضيح نخبة الفكر فى مصطلح اهل الاثر فى ۷۰ صفحة كتبت سنة ۱۳۰۴ھ.

125: اليواقيت والدرر فى شرح شرح النخبة للعلامة عبدالرؤف المناوى فى ۱۱۵ صفحة كتبت سنة ۱۰۹۴ھ.

126: امعان النظر شرح شرح نخبة الفكر للشيخ محمد اكرم السندهى من اعلام القرن الحادى عشر الهجرى فى ۲۵۰ صفحة وهذا الكتاب قد طبع فى السند.

127: شرح منظوم قصب السكر للعلامة حسين بن محسن الانصارى فى ۱۸۰ صفحة كتبت سنة ۱۱۷۳ھ.

128: منتهى الرغبة فى كل الفاظ النخبة لمحمد بن جمال الدين الشهير باولاد الخير فى ۳۸۵ صفحة كتبت سنة ۱۳۲۶ھ.

129: شرح شرح نخبة الفكر لملا على القارى ۲۸۵ صفحة بها اكل ارضة من آخرها.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

130: ثمرات النظر فی علم الاثر لعلامة السید محمد بن اسماعیل الامیر الحسن الصنعانی فی ۲۰ صفحة کتبت سنة ۱۱۵۳ھ۔

131: کوثر النبی وزلال حوضه الروی للعلامة عبدالعزیز برهاروی باکستانی فی ۲۵۲ صفحة.

132: بهجة النظر علی شرح نخبة الفکر للعلامة ابی الحسن محمد صادق السندی متوفی ۱۱۸۷ھ فی ۳۰۲ صفحة کتبت سنة ۱۱۸۱ھ وطبع هذا الکتاب فی السند.

133: مسانید ابن حجر الهیثمی لابن حجر الهیثمی فی ۱۸۳ صحفة کتبت سنة ۱۱۳۴ھ۔

134: کتاب الاسانید للشیخ محمد سعید بن الشیخ محمد سنبل المکی فی ۱۲ صفحة کتبت سنة ۱۲۴۱ھ بها اکل ارضة.

135: جناح النجاح بالعوالی الصحاح للشیخ عبدالله بن ابراهیم بن حسین الکردی الکورانی الشهرزوری فی ۵۷ صفحة کتبت سنة ۱۰۸۳ھ۔

136: اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر للشوکانی فی ۱۳۶ صفحة کتبت سنة ۱۳۱۴ھ۔

137: کتاب الامداد بمعرفة علوم الاسناد للشیخ سالم بن المرحوم عبدالله بن سالم البصری الشافعی فی ۳۲ صفحة کتبت سنة ۱۱۲۲ھ۔

138: الاسانید والاجازات لابی الفضل عبدالحق فی ۲۰۰ صفحة تقریباً.

139: الارشاد الی مهمات علم الاسناد للشیخ الاجل محدث الهند احمد بن عبدالرحیم المدعو بولی الله فی ۲۰ صفحة.

140: حصر الشارد من اسانید محمد عابد السندی الانصاری المدنی تالیف الکتاب سنة ۱۲۴۰ھ وکتبت هذه النسخة سنة ۱۳۵۵ھ فی ۴۷۰ صفحات.

141: عقود اللالی فی الاسانید العوالی للشیخ محمد امین بن عمر الشهیر بابن عابدین فی ۲۱۲ صفحة کتبت سنة ۱۲۷۳ھ۔

142: المشیخة للمحدثة المعروفة فخر النساءِ ابنة ابی نصر احمد بن الفرج الدینوری ثم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البغدادی متوفیہ ۵۷۴ھ فی ۶۰ صفحة ناقصة الاوّل والاخر.

143: علل الحدیث ومعرفة الرجال للامام احمد بن محمد بن حنبل کتبت سنة ۱۳۴۶ھ.

144: علل الدار قطنی المجلد الثانی والخامس والسادس الثانی فی ۴۰۹ والخامس فی ۵۶۷ والسادس فی ۴۱۲ صفحات کتبت سنة ۱۳۸۲ھ.

145: العلل المتناهیة المجلد الاوّل فقط لابن الجوزی فی ۲۵۰ صفحات کتبت ۱۳۴۳ھ.

146: ذخائر المواریث فی الدلالة علی مواضع الاحادیث للعلامة عبدالغنی النابلسی الدمشقی فی مجلدین المجلد الاوّل فی ۴۱۸ والثانی فی ۵۲۹ صفحة کتبت سنة ۱۳۲۳ھ.

147: تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف لجمال الدین المزی المجلد الاوّل فی ۴۰۰ والثانی فی ۶۰۰ والسادس فی ۵۰۰ والسابع فی ۲۵۰ والثامن فی ۳۰۰ صفحة تقریبا۔ کتبت سنة ....

148: اتحاف المهره فی اطراف العشرة لابن حجر العسقلانی بخط المؤلف المجلد الاوّل فی ۴۴۵ والثانی فی ۴۴۶ صفحة المجلد الاوّل ناقص الاخر والمجلد الثانی ناقص الاوّل والاخر قلیلا.

149: حیاة القاری باطراف صحیح البخاری للعلامة مخدوم محمد هاشم السندهی تتوی متوفی ۱۱۷۶ھ فی ۷۶۲ صفحة، نقل عن نسخة کتبت سنة ۱۱۶۷ھ فی حیاة المصنف نسخة جیدة.

150: البدر المنیر فی تخریج احادیث الشرح الکبیر لابن ملقن فی ۹۵۸ صفحة ناقص الاخر والورقة الاولی مفقودة ایضا.

151: کتاب الکشاف الشاف من تخریج احادیث الکشاف للامام الحافظ شهاب الدین ابی الفضل احمد بن علی بن محمد بن حجر الکنانی القاهری الشافعی فی ۳۱۰ وکتبت سنة ۱۳۳۹ھ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

152: تخریج الاحیاءِ لابن حجر فی ۳۰۰ صفحۃ تقریباً وناقص الاوّل والاخر.

153: نشاۃ الراغبین بتخریج احادیث صراط الطالبین للسید ابی التراب محمد رشد اللّٰہ السندھی فی ۹۷ صفحۃ کتبت سنۃ ۱۳۶۵ھ.

154: شآبیب العسجد فی تخریج احادیث مکاتیب مرشدنا الارشد للسید محمد رشد اللّٰہ السندھی فی ۶۳.

155: نشاط الراغبین فی تخریج احادیث صراط الطالبین للسید ابی التراب محمد رشد اللّٰہ السندھی فی ۶۰ صفحۃ.

156: المنار المنیف للامام ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیۃ فی ۵۶ صفحۃ کتبت سنۃ ۱۳۸۷ھ.

157: تبیین الخبیث فیما یدور علی الیسنۃ الناس من الحدیث، مختصر المقاصد للسخاوی فی ۱۰۰ صفحۃ تقریباً کتبت سنۃ ۱۰۶۹ ناقص الاخر.

158: تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ للعلامۃ علی بن محمد بن عراف الکنانی فی ۴۵۰ صفحۃ کتبت سنۃ ۱۱۷۳ھ.

159: کتاب الالتباس فیما دار من الاحادیث بین الناس للعلامۃ یاسین بن محمد بن عز الدین متوفی سنۃ ۱۰۸۶ھ فی ۱۲۰ صفحۃ کتبت سنۃ ۱۰۶۱ھ.

160: اسماءِ الصحابۃ الواقعۃ فی الصحیحین ...... فی ۲۵ صفحۃ کتبت سنۃ ۱۲۵۴ھ.

161: المعجم المختصر للذھبی صنف الکتاب سنۃ ۷۳۴ھ فی ۲۱۳ صفحۃ کتبت سنۃ ۱۳۳۵ھ.

162: ذکر اسماءِ من تکلم فیہ وھو موثق للذھبی فی ۲۶ صفحۃ کتبت سنۃ ۱۳۳۵ھ.

163: تھذیب التھذیب لابن حجر العسقلانی المجلد الثالث فی ۹۶۰ والرابع فی ۶۲۵ والخامس فی ۵۷۳ صفحۃ کتبت سنۃ ....

164: التاریخ الصغیر للامام البخاری فی ۲۰۰ صفحۃ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

165 : طبقات المحدثین باصبہان الجزءُ الاوّل فقط للعلامة عبدالله بن محمد بن حبان المعروف بابن الشیخ فی ۲۸۷ صفحة کتبت سنة ۱۳۴۵ھ۔

166 : تاریخ دمشق لابن عساکر الدمشقی فی ۳۳۱ صفحة کتبت سنة ۱۳۶۲ھ۔

167 : طبقات الحفاظ للسیوطی فی ۲۷۷ صفحة کتبت سنة ۱۳۴۳ھ۔

168 : طبقات القراءِ مع اسانید الاھوزی فی ۱۵۰ صفحات۔

169 : طبقات الحنابلة للشیخ ابی الفرج عبدالرحمان بن رجب البغدادی الجزءُ الاوّل فقط فی ۳۸۰ صفحة کتبت سنة ۳۴۵ھ۔

170 : مختصر کتاب اسماءِ المجرد المجروحین لابی الحاتم البستی لمحمد بن ابی الفتح ابی الفضل البالی الحنبلی فی ۲۳۱ صفحة کتبت سنة ۱۳۲۳ھ۔

171 : معانی الاخیار للعلامة بدر الدین العینی فی ۵۶ صفحة کتبت سنة ۱۳۲۳ھ۔

172 : الجزءُ الاوّل من کتاب الضعفاءِ لابی جعفر العقیلی فی ۸۱۰ صفحة کتبت سنة ۱۲۷۸ھ۔

173 : تاریخ ومعرفة الرجال الثقات للحافظ صالح بن احمد العجلی فی ۸۰ صفحة کتبت سنة ۱۳۴۵ھ۔

174 : جزءُ من الاسماءِ المفردة لابن الجوزی فی ۱۰ صفحة کتبت سنة ۱۳۴۵ھ۔

175 : کتاب الثقات لابن حبان المجلد الاوّل فی ۳۵۷ والثانی فی ۳۶۱ صفحة والثالث فی ۳۴۶ والرابع فی ۲۶۱ صفحة کتبت سنة ۱۳۱۹ھ۔

176 : المسائل للحافظ محمد عثمان بن ابی شیبة فی ۱۸ صفحة۔

177 : الھدایة والرشاد فی معرفة اھل الثقة والسداد یعنی اسماءِ رجال البخاری للشیخ العلامة ابی نصر الکلاباذی فی ۲۰۰ صفحات تقریباً کتبت سنة ۱۳۳۵ھ۔

178 : کتاب مقاصد التنقیح فی شرح الصحیح فی اسماءِ رجال صحیح البخاری للعلامة عفیف بن سعید بن مسعود بن محمد الکازرونی فی ۲۳۰ صفحة صنف الکتاب سنة

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٤٦٦ھ۔

179: الاکمال فی ذکر من له روایة فی مسند الامام احمد من الرجال سوی من ذکر فی تهذیب الکمال للشیخ محمد بن علی بن الحسین بن حمزة الحسینی المالکی صاحب التذکرة برجال العشرة فی ۱۲۵ صفحة کتبت سنة ۱۳۳۵ھ۔

180: خصائص المسند لابی موسٰی المدینی فی ٦ صفحة کتبت سنة ۱۳۳۵ھ۔

181: ضبط رواة صحیح مسلم للنووی للعلامة عبدالقادر بن محمد صادق المدراسی فی ٦٥ صفحة کتبت سنة ۱۳۳۵ھ۔

182: تحفة الظرفاءِ بمعرفة الخلفاءِ للحافظ ابن عساکر فی ٦ صفحة کتبت سنة ۱۳۳۵ھ۔

183: تعجیل المنفعة بزوائد رجال الائمة الاربعة للشیخ ابن حجر العسقلانی فی ۲۳۰ صفحة و کتبت سنة ۱۱٦۸ھ۔

184: کتاب الاعلام بروٰۃ الامام ابی حنیفة للسید رشد اللّٰہ راشدی فی ۲٦ھ صفحة کتبت سنة ۱۳۲٦ھ۔

185: کشف الاستار عن رجال معانی الاثار للسید ابی تراب رشد اللّٰہ السندھی صنف الکتاب سنة ۱۳۲٦ھ فی ۳۴۲ صفحات۔

186: التاریخ الکبیر للامام البخاری الجزءُ الرابع فقط فی ۲۹۸ صفحة کتبت سنة ۱۳۳۵ھ۔

187: کتاب الجرح والتعدیل الجزءُ الثالث فقط لابن ابی حاتم الرازی فی ۴۵٦ صفحة کتبت سنة ۱۳۳۵ھ

188: الاکمال لابن ماکولا المجلد الاوّل فی ٧٧۳ والثانی ٦۹٦ صفحة کتبت سنة ۱۳۹۴ھ۔

189: کتاب المؤتلف والمختلف فی اسماءِ نقله فی الحدیث للعلامة عبدالغنی بن سید بن علی بن سعید الازدی متوفی ۴۰۹ ھ فی ۳۳۲ صفحة۔

190: لب اللباب للسیوطی فی ۲۰۰ صفحة کتبت سنة ۱۱٧٧ھ نسخة مزنة بماءِ الذهب۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

191: كتاب النساب المتفقة فى الخط المتماثلة فى النقل والضبط للامام ابى الفضل محمد بن طاهر بن على المقدسى مع زيادات الحافظ محمد ابى موسى الاصبهانى فى ١٦٠ صفحة كتبت سنة ١٣٣٥هـ.

192: تذكرة الطالب المعلم بمن يقال انه مخضرم للحافظ ابى الوفا ابراهيم بن محمد بن خليل بن سبط بن العجمى فى ١١ صفحة كتبت سنة ١٣٤٣هـ.

193: كتاب من روى عن ابيه عن جده للشيخ قاسم بن قطلوبغا الحنفي المتوفى ٨٧٩هـ فى ٨٠ صفحة كتبت سنة ١٣٣٥هـ.

194: الاغتباط بمعرفة من رمى بالاختلاط للحافظ ابى الوفا ابراهيم بن محمد بن خليل بن سبط بن العجمى فى ١٥ صفحة كتبت سنة ١٣٤٣هـ.

195: كتاب التبيين لاسماءِ المدلسين للامام ابى الوفا ابراهيم بن محمد بن خليل بن سبط فى ٢٠ صفحة كتبت سنة ١٣٤٣هـ.

196: قلادة النحر فى وفيات اعيان الدهر لابى محمد الطيب بن عبدالله بن احمد بن على ابى مخرمة المجلد الاوّل والثانى فى ٥٠٠ صفحات والمجلد الثانى فى ٣٠٠ صفحة كتبت سنة ١٠٢٤هـ.

197: رجال الشيعة لمحمد بن محمد التقى المدعو بباقر فى ١٣٣ صفحة كتبت سنة ١٠٨٨هـ.

198: احوال رجال الشيعة للشيخ ابى جعفر محمد بن الحسن الطوسى فى ١٥٠ صفحة كتبت سنة ١٣٤٨هـ.

199: جمهرة النسب لابن حزم المجلد الاوّل فى ١٢٩ صفحة والثانى ١٦٠ صفحة كتبت سنة ١٣٤٨هـ.

200: مثير العزم الساكن الى اشرف البقع والاماكن للعلامة ابى الفرج عبدالرحمان بن بن على بن محمد ابن الجوزى فى ٣٦٧ صفحة كتبت سنة ١٣٥٢هـ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

201: تاریخ مکۃ .... ناقص الاوّل والاخر.

202: الدرة الثمينة فی فضل المدينة للحافظ محب الدين ابی عبدالله محمد بن محمود المعروف بابن النجار فی ۱۳۵ صفحة كتبت سنة ۱۳۵۴ھ.

203: تاريخ صنعاءَ اليمن الجزءُ الثالث فقط لاحمد بن عبداللّٰه بن محمد الرازی فی ۲۳۷ صفحة كتبت سنة ۱۳۴۵ھ.

204: حسن المحاضرة فی اخبار مصر والقاهرة للسيوطی فی ۲۱۰ صفحة (اصابتها رطوبة).

205: معجم البلدان لابی بكر احمد بن محمد بن مردويه الصغير المتوفی بعد سبعين واربع مائة فی سنة ثمان فی ۱۷۰ صفحة.

206: مزيل الخفا عن الفاظ الشفا لاحمد بن محمد بن حسن الشمنی فی ۱۸۲ صفحة.

207: الشمائل النبوية للترمذی فی ۱۴۴ صفحة.

208: المواهب اللدنية لاحمد بن محمد الخطيب القسطلانی فی ۱۰۵۰ صفحة كتبت سنة ۸۹۸ھ.

209: شرح قصيدة بانت سعاد للعلامة علی بن سلطان محمد القاری فی ۲۵۸ صفحة كتبت سنة ۱۳۰۸ھ.

210: تنبيه الاقران علی افضلية سيد ولد عدنان للعلامة محمد سعيد النواوی فی ۳۲ صفحة (وبها اكل ارضة).

211: شرح الحلية الشريفة المباركة المتبركة فی صفة رسول الله ﷺ .... فی ۱۳۰ صفحة.

212: مواهب العلام فی فضائل سيد الانام للعلامة عبدالله بن محمد السندهی فی ۲۶۰ صفحة كتبت سنة ۱۳۰۵ھ وصنفت سنة ۱۱۸۹ھ.

213: جزءُ فضائل ابی بكر الصديق رضی الله عنه لابی طالب محمد بن علی بن الفتح الحربی العشاری فی ۲۲ صفحة كتبت سنة ۱۳۴۹ھ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

214: الکواکب الدریة فی مناقب الصوفیة للشیخ عبدالرؤف المناوی فی ٦٠٠ صفحة تقریباً (وبها اکل ارضة).

215: بهجة الاسرار ومعدن الانوار فی بعض مناقب الامام العالم السید عبدالقادر الکیلانی للعلامة نور الدین ابی الحسین علی بن یوسف بن جریر الشافعی فی ٤٥٠ صفحة کتبت سنة ٩٩٢هـ نسخة جیدة.

216: جواهر العقدین فی فضل الشرفین شرف العلم الجلی والنسب العلی للسمهودی فی ٣٥٢ صفحة ناقص اخیرا.

217: نهایة الامل فی صحة الاعتقاد والعمل لمحمد بن ابراهیم الدمیاطی فی ٧٩٠ صفحة.

218: شرح الجوهرة الصغیر المعروف هدایة المرید لجوهر التوحید للعلامة ابراهیم بن ابراهیم اللقانی المالکی فی ٣٨٠ صفحة کتبت سنة ١٠٨٦هـ نسخة کاملة.

219: فرائض الاسلام للمخدوم محمد هاشم تتوی السندهی فی ١٨٠ صفحة.

220: تطهیر الاعتقاد عن الشرک والالحاد للعلامة محمد بن اسماعیل بن صلاح الامیر الیمانی الصنعانی فی ٧٠١ صفحة نسخة قدیمة.

221: کتاب العین والاثر فی اعتقاد اهل الاثر للعلامة ابراهیم بن حسن الکورانی فی ٢٦٠ صفحة کتبت سنة ١٠٧٣هـ نسخة جیدة.

222: المسلك الوسط الدانی الی الدر الملتقط الصنعانی للشیخ ابراهیم بن حسن الکورانی الشافعی فی ٥٠ صفحة کتبت سنة ١٠٧٤هـ.

223: المتمة للمسئلة المهمة للکوفانی فی ٢٤ صفحة کتبت سنة ١٠٩٥هـ.

224: التحریر الحاوی للکورانی فی ٣ صفحة کتبت سنة ١٠٩٤هـ.

225: جلاءُ الفهوم فی تحقیق الثبوت ورویة المعدوم للکورانی فی ٣٦ صفحة کتبت سنة ١١٩٢هـ.

226: تحقیق التوفیق بین کلامی اهل الکلام واهل الطریق للکورانی فی ١٠ صفحة کتبت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنة ۱۰۶۶ھ۔

227: الجواب المشکور عن السوال المنظور لابراهیم بن احمد القشاشی فی ۱۰ صفحة کتبت سنة ۱۰۶۷ھ۔

228: المسلك السداد فی مسئلة خلق افعال العباد لابراهیم بن حسن بن شهاب الدین الکورانی فی ۵۰ صفحة کتبت سنة ۱۰۸۷ھ وبها اکل ارضة قلیلاً۔

229: اتحاف الخلق بتحقیق مذهب السلف لعبد اللّٰه ابراهیم بن حسن بن شهاب الدین الکورانی فی ۱۰ صفحة کتبت سنة ۱۰۸۸ھ۔

230: کتاب الشوارق للکورانی فی ۷۲ صفحة کتبت سنة ۱۰۹۴ھ۔

231: اثبات صفة العلو للّٰه الواحد القهار للعلامة ابی محمد عبد الله بن احمد بن محمد بن قدامة بن مقدام المقدسی فی ۴۰ صفحة کتبت سنة ۱۱۳۰ھ۔

232: رسالة الجبر والقدر للفاضل الرومی سلیمان بن احمد المعروف بکمال باشا فی ۲۶ صفحة کتبت سنة ۱۰۹۱ھ۔

233: تعلیقات علی رسالة نصیریة للاردیلی فی ۷ صفحة کتبت سنة ۱۰۹۱ھ۔

234: کمال الوفا بحقوق المصطفی ﷺ لمحمد آفندی البرزنجی فی ۲۷ صفحة کتبت ۱۳۱۳ھ۔

235: قطعة من کتاب الاسئلة لابن تیمیة فی ۸۰ صفحة کتبت سنة ۱۱۲۸ھ۔

236: قطعة من کتاب الاسئلة لابن تیمیة فی ۶۲ صفحة۔

237: غایة المطلوب لعبد الرحمان بن علی الشیبانی فی ۴۲ صفحة کتبت ۱۱۶۷ھ۔

238: تزیین الارائك فی انه ﷺ ارسل الی الملائك للسیوطی فی ۱۷ صفحة کتبت سنة ۱۱۶۷ھ۔

239: انباءُ الاذکیاءِ بحیات الانبیاءِ للسیوطی فی ۱۵ صفحة کتبت سنة ۱۱۶۷ھ۔

240: الجزءُ الاوّل من کتاب الازهار المتناثرة فی اخبار المتواترة للسیوطی فی ۳۰ صفحة

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتبت سنة ۱۱۶۷ھ ناقص اخیرا۔

241: التذکرۃ فی امور الاخرۃ للقرطبی فی ۵۰۰ صفحة تقریباً ناقص اخیرا (اصابتها رطوبة)۔

242: المسلك الانور الی معرفة البرزخ الاکبر للکورانی فی ۹ صفحة کتبت سنة ۱۰۹۱ھ۔

243: الفوز العظیم فی لقاءِ الکریم للسیوطی فی ۲۸۰ صفحة کتبت سنة ۱۳۰۹ھ۔

244: حجة اللّٰہ البالغة للامام ولی اللّٰہ دھلوی فی ۲۸۸ صفحة کتبت سنة ۱۳۸۳ھ۔

245: تھذیب الاخلاق لابن مسکویه فی ۲۱۰ صفحة کتبت سنة ۱۳۷۹ھ۔

246: الدراری المضیئة شرح الدرر البھیئة للشوکانی فی ۵۳۰ صفحة کتبت سنة ۱۲۲۰ھ۔

247: ارشاد السائل الی دلیل المسائل للشوکانی فی ۳۱۰ صفحة۔

248: فتاویٰ للشوکانی المجلد الاول فی ۳۵۰ والثالث فی ۴۰۰ والرابع فی ۳۵۰ صفحة کتبت سنة ۱۳۲۴ھ والمجلد الثالث ناقص الاوّل۔

249: السیل الجرار المدفق علی حدائق الازھار للشوکانی فی ۵۶۰ صفحة کتبت ۱۳۰۱ھ۔

250: انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب .... فی ۸۸ صفحة کتبت سنة ۱۳۰۹ھ۔

251: النبذ لابن حزم فی ۶۷ صفحة کتبت سنة ۱۳۸۹ھ۔

252: ارشاد الفحول للشوکانی فی ۳۵۰ صفحة کتبت سنة ۱۲۳۸ھ۔

253: کتاب الصلوۃ لابن قیم فی ۱۹۰ صفحة ناقص الاخر۔

254: الطرق الحکمیة لابن قیم فی ۴۰۰ صفحة تقریباً کتبت سنة ۱۳۰۲ھ۔

255: اعلام الموقعین لابن القیم المجلد الاوّل فی ۴۸۱ والثانی ۵۳۳ والثالث ۴۸۶ صفحة کتبت سنة ۱۳۰۵ھ۔

256: الامتاع باحکام السماع للعلامة کمال الدین ابی الفضل جعفر بن ثعلب الادفوی الشافعی فی صفحة ۱۵۴ھ۔

257: تحفة الطلاب شرح تنقیح اللباب لابی یحیی زکریا الانصاری فی ۳۰۰ صفحة تقریباً کتبت سنة ۱۰۸۴ھ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

258: رسالة فی وقتی العصر والعشاءِ علی مذهب الامام الاعظم ابی حنیفة النعمان فی ۸ صفحة کتبت سنة ۱۳۰۷ھ ....

259: الجزءُ الاوّل من کتاب الفقیه والتفقة للامام ابی بکر احمد بن علی بن ثابت البغدادی الخطیب فی صفحة ۳۹۰ کتبت سنة ۱۳۵۱ھ.

260: مختصر الاصول لابن حاجب فی ۵۰۰ صفحة تقریبا کتبت سنة ۱۳۰۷ھ.

261: النهر الفائق شرح کنز الدقائق لابن نجیم فی ۶۸۳ صفحة کتبت سنة ۱۳۳۵ھ.

262: امداد الفتاح شرح نور الایضاح للشرنبلالی فی ۶۱۸ صفحة ناقص اخیرا.

263: مجموعة الرسائل للشرنبلالی فی ۴۶۸ صفحة.

264: مجموعة الرسائل لابن نجیم فی ۲۸۰ صفحة.

265: مجموعة الرسائل للشرنبلالی فی ۲۲۵ صفحة.

266: خزانة الروایات للعلامة الشیخ علی بن احمد الغوری فی ۵۰۰ صفحة تقریباً، ناقص اخیرا.

267: خزانة الروایات لعلی بن احمد الغوری فی ۸۱۱ صفحة کتبت سنة ۱۳۳۰ھ.

268: المتانة الفطانة فی مرمة الخزانة للعلامة محمد جعفر بن عبدالکریم السدهي البوبکانی فی ۷۴۲ صفحة کتبت سنة ۱۲۷۱ھ.

269: متانة الفطانة للعلامة محمد جعفر بن عبدالکریم البوبکانی السدهی فی ۲۵۴ صفحة.

270: الدر المختار فی شرح تنویر الابصار لعلامة علاءُ الدین حصکفی فی ۵۶۴ صفحة ناقص اخیرا۔

271: شرح مجمع البحرین فی مجلدین .... وکل واحد من المجلدین ناقص الاوّل والاخر.

272: المباحث المشرقة فی الوقف علی طبقة بعد طبقة للحسن الشرنبلالی فی ۴۱۶ صفحة کتبت سنة ۱۲۶۱ھ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

273: مجموعة الرسائل للعلامة الشيخ مخدوم محمد ابراهيم تتوى فى ۴۱۲ صفحة ناقصة الاوّل والاخر.

274: شرح مناسك للعلامة على قارى فى ۳۹۰ صفحة كتبت سنة ۱۱۸۱ھ نسخة مزينة بماءِ الذهب (واصابته رطوبة).

275: مجموعة الرسائل للسيد ابى البقا مظهر الدين الراشدى السندهي والمخدوم محمد هاشم السندهي فى ۵۳ صفحة.

276: مجموعة الرسائل المختلفة منها رسالة تصحيح المدرك فى ثبوت اسلام الذمى بقوله انا مثلك فى ۲۰ صفحة للمخدوم محمد هاشم السندهي كتبت سنة ۱۳۰۹ھ.

277: فاكهة البستان للعلامة المخدوم محمد هاشم السندهي فى ۲۵۰ صفحة ناقصة اولا واخيرا.

278: بياض هاشمى اعنى مجموعة فتاوىٰ المخدوم محمد هاشم السندهي متوفى سنة ۱۱۷۴ھ المجلد الاوّل فى ۸۰۶ والثانى ۹۰۰ والثالث ۴۸۶ صفحة.

279: بياض واحدى اعنى مجموعة فتاوىٰ المخدوم عبدالواحد السيوستانى السندهي فى ۴۰۰ صفحة ناقص الاوّل والاخر.

280: احسن الدلائل علٰى بعض المسائل للعلامة محمد عمر السندهي فى ۱۰۵ صفحة.

281: مجموعة رسائل المخدوم عبدالواحد السيوستانى فى ۲۳۰ صفحة.

282: فتاوىٰ الطوالع الاسعدية لمحمد ابى السعود بن على آفندى الشروانى فى ۵۵۰ صفحة.

283: استفتاءَ يتعلق بالذبح فوق اللبة للعلامة احمد السندهي فى ۶ صفحة.

284: حسب المفتين............ فى ۵۶۰ صفحة سنة الكتابة ۱۰۴۲ھ ناقص الاوّل.

285: فتاوىٰ القاضى ابى جعفر فى ۴۳۰ صفحة.

286: خزانة المفتين للعلامة حسين بن محمد السمنقانى فى ثلاث مجلدات سنة التصنيف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۳۸ھـ المجلد الاوّل فی ۳۴۸ والثانی ۱۰۸۰ الثالث فی ۶۸۶ صفحة کتبت سنة ۱۲۲۵ھـ المجلد الثالث بها اکل ارضة.

287: القنیة للعلامة مختار بن محمود الزاهدی فی ۴۹۶ صفحة صنفت سنة ۹۶۰ھـ.

288: معدن الحواشي على اصول الشاشي في ۲۶۸ لد ....

289: تیسیر الوصول الی لب الاصول للعلامة عبدالله بن حسن الکازرونی صنفت سنة ۱۰۶۷ھـ فی ۵۲۳ صفحة کتبت سنة ۱۳۰۷ھـ.

290: المعانی البدیعة فی معرفة اختلاف اهل الشریعة لابی عبدالله جمال الدین محمد بن عبدالله الیمنی ناقصة اخیرا.

291: اختلاف الائمة لابن هبیرة الوزیر فی ۳۴۲ صفحة کتبت سنة ۱۳۳۰ھـ.

292: عین العلم لمحمد بن عثمان بن عمر البلخی فی ۱۸۰ صفحة کتبت سنة ۱۱۶۴ھـ.

293: قواعد الطریقة فی الجمع بین الشریعة والحقیقة لشهاب الدین ابی الفضل احمد بن محمد (الشیخ زروق) متوفی ۸۹۹ھـ فی ۱۲۰ صفحة.

294: ضوءُ الحالة فی ذکر الجلالة لابن حجر فی ۲۴ صفحة.

295: نسبة طریقة الاحمدیة للسید علی البیرمی فی ۴۲ صفحة.

296: بیعت نامه عربی للسید رشد الله راشدی السندهی فی ۳۸ صفحة.

297: المقصد الاسنی فی شرح اسماءِ الحسنی للامام الغزالی فی ۵۴ صفحة کتبت سنة ۱۳۱۱ھـ.

298: العبقات للسید محمد اسماعیل الدهلوی فی ۳۰۰ صفحة کتبت سنة ۱۳۳۶ھـ (وهی مطبوعة ایضا فی السند).

299: ارشاد النحو للعلامة شهاب الدین فی ۱۴۰ صفحة کتبت سنة ۱۱۸۶ھـ.

300: بضاعة النحو للشیخ شهاب الدین فی ۱۲ صفحة کتبت سنة ۱۱۸۵ھـ.

301: شرح براعة النحو للشیخ شهاب الدین فی ۱۱۲ صفحة وهی ناقص الاخر.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

302: جنى الدانى فى حروف المعانى للشيخ شهاب الدين فى ١٢ صفحة ناقص الاخر.

303: منبع الفوائد شرح هداية النحو للشيخ يوسف الحسينى اللاهورى وفى ٢٠٠ صفحة ناقص.

304: شرح الارشاد لمحمد بن شريف الحسينى فى ١٥٠ صفحة ناقصا الاخر.

305: كتاب المستجاد من فعلات الاجواد للقاضى ابى الحسن على بن عبدالمحسن بن عبدالمنعم التنوخى صنفت ٩٩٩هـ.

306: ديوان سيدنا على بن ابى طالب كرم الله وجهه مترجم بالفارسية فى ١٦٠ صفحة.

307: الدرر المنضود فى الصلواة والسلام على صاحب المقام المحمود لابن حجر الهيثمى فى ١٣٠ صفحة كتبت سنة ١٣٣٤هـ.

308: ناظورة الحق فى فريضة العشاءِ وان لم يغب الشفق للشيخ هارون بن بهاءُ الدين فى ١٣٠ صفحة كتبت سنة ١٢٩٦هـ.

309: حجة الوداع لابن حزم الاندلسى فى ١٥٤ صفحة ناقصه الاخر واصابته رطوبة.

310: فوز الكرام بما ثبت فى وضع اليدين تحت السرة او فوقها تحت الصدر للعلامة محمد قائم السندهى فى ٧٠ صفحة كتبت سنة ١٣٣٥هـ.

311: جواب مسئلة اى نوع من العصا اخذها وكيف كانت عصا النبى ﷺ للسيد ابى التراب رشد الله السندهى فى ٣٠ صفحة.

312: الجواب الدلالت عن الاسئلة الثلاث للعلامة بديع الدين الراشدى السندهى فى ٥ صفحة فقط.

313: زجاجة القنديل للعلامة بديع الدين الراشدى السندهى فى ١٢ صفحة.

314: التكميل لتذييل القنديل لعلامة بديع الدين الراشدى فى ٥ صفحة.

315: العثور على تحقيق عدم تعيين مدة الصلواة على القبور للسيد رشد الله راشدى السندهى فى ١٣ صفحة.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

316: تحقیق الخبر فی صلاۃ الجنازۃ علی القبر للسید ابی البقا مظهر الدین الراشدی فی ۷۰ صفحۃ کتبت سنۃ ۱۳۶۵ھ۔

317: القندیل المشعول لتحقیق حدیث اقتلوا الفاعل والمفعول لعلامۃ بدیع الدین شاہ الراشدی فی ۱۲ صفحۃ کتبت سنۃ ۱۳۹۹ھ۔

318: تحقیق حدیث فرق ما بیننا وبین المشرکین للسید ابی تراب رشد اللّٰہ راشدی السندھی فی ۱۸ صفحۃ کتبت سنۃ .... ۱۳۶۳ھ۔

319: جودۃ النظر فی حکم لبس الاحمر للسید ابی تراب رشد اللّٰہ السندھی فی ۱۱ صفحۃ کتبت .... ۱۳۶۳ھ۔

320: رسالۃ حکم الاسفر فی حکم لبس ثوب الاصفر للسید ابی تراب السندھی فی ۳۶ صفحۃ کتبت سنۃ .... ۱۳۶۳ھ۔

321: التقدیر علی جواز لبس المخطوط الغیر الخالص من الحریر لابی تراب الراشدی السندھی فی ۶۰ صفحۃ کتبت سنۃ ۱۳۶۳ھ۔

322: التقدیر المعلی فی ان حدیث افطر الحاجم والمحجوم منسوخ ام لا لابی تراب رشد اللّٰہ السندھی فی ۳۰ صفحۃ کتبت سنۃ ۱۳۶۳ھ۔

323: دفع الضنک عن مسئلۃ الضحک لابی تراب رشد اللّٰہ السندھی فی ۳۰ صفحۃ کتبت سنۃ ۱۳۶۳ھ۔

324: کشف الحقیقۃ عن احکام العقیقۃ لابی تراب رشد اللّٰہ شاہ السندھی فی ۱۸۳ صفحۃ کتبت سنۃ ۱۳۰۹ھ۔

325: الحکم التام فی اثبات اسلام ابوی خیر الانام علیہ الصلواۃ والسلام لابی تراب رشد اللّٰہ راشدی السندھی۔

326: القول الامتن فی حکم التتن الانتن لابی تراب رشد اللّٰہ راشدی فی ۷۴ صفحۃ۔

327: التقریر السنی فی تحریر طهارۃ المنی لابی تراب رشد اللّٰہ راشدی السندھی فی ۲۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحة.

328: درج الدرر فی وضع الایدی علی الصدر لابی تراب رشد اللّٰہ راشدی فی ۹۸ صفحة صنف الکتاب سنة ۱۳۳۴ھ.

329: فلق الصباح فی ان الشهادة مشروطة فی النکاح لابی تراب رشد اللّٰہ راشدی السندھی فی ۳۰ صفحة.

330: رفع الشکوک عن حکم المتروک لابی تراب رشد اللّٰہ السندھی فی ۱۲ صفحة.

331: الاجوبة المرضیة عن الاعتراضات الفرضیة لابی تراب رشد اللّٰہ السندھی فی ۶۴ صفحة.

332: القول الصحیح لابن تیمیة الجزءُ الثانی فقط فی ۸۰۰ صفحة تقریباً کتبت ۱۳۰۱ھ.

333: الرد علی المنطقیین للامام ابن تیمیة فی ۳۴۷ صفحة کتبت سنة ۱۳۳۲ھ.

334: الرد علی العرائق العلی للعلامة ابراهیم بن الحسن الکورانی فی ۲۰ صفحة کتبت سنة ۱۱۶۱ھ.

335: الجواب والرد علی منکر البعث والنشور للامام الغزالی فی ۸ صفحة کتبت سنة ۱۳۱۱ھ.

336: محو الموهوم لصحو المعلوم ...... فی ۳۶ صفحة.

337: الروض الباسم فی الذب عن سنة ابی القاسم ﷺ لمحمد بن ابراهیم ابن الوزیر فی ۷۰ صفحة کتب سنة ۱۱۳۴ھ.

338: تنقیح الکلام فی النهی عن قراءَة الفاتحة خلف الامام للعلامة مخدوم محمد هاشم السندھی المتوفی سنة ۱۱۷۶ھ فی ۱۵۵ صفحة کتبت سنة ۱۳۰۷ھ.

339: هو الرشید الی الطریق السدید............ فی ۵۴ صفحة ناقص الاخر.

340: کشف الرین عن مسئلة رفع الیدین للمخدوم محمد هاشم التتوی السندھی فی ۲۸ صفحة کتبت سنة ۱۲۸۰ھ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

341: القری لمن صلی الجمعة فی المدن والقری للسید ابی تراب رشد اللّٰہ راشدی فی ۱۲۸ صفحة.

342: بیان خطاءِ من اخطاءِ علی الشافعی للامام البیهقی فی ۱۰۶ صفحة کتبت سنة ۱۳۸۷ھ.

343: الاول والثانی من الانتقاد علی ابی عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی للامام البیهقی فی ۴۱ صفحة کتبت سنة ۱۳۸۷ھ.

344: الصارم المنکی والرد علی السبکی لابی عبداللّٰہ محمد بن احمد بن عبدالهادی الحنبلی فی ۱۸۰ صفحة کتبت سنة ۱۳۲۰ھ.

345: الافارق بین المصنف والسارق للسیوطی فی ۴۶ صفحة.

346: دوران الفلکی علی ابن الکرکی للسیوطی فی ۱۱ صفحة.

347: الانافة فی مرتبة الخلافة للسیوطی فی ۴ صفحة.

348: الکاوی فی تاریخ السخاوی للسیوطی فی ۷ صفحة.

349: حاشیة البرکوی علی الرسالة المسماة بایقاظ النائمین للبرکوی فی ۱۳۰ صفحة کتبت سنة ۱۳۲۵ھ.

350: القسطاس المستقیم الجزءُ الثانی فقط للعلامة محمد ابراهیم بن مخدوم عبداللطیف بن مخدوم محمد هاشم السندهی فی ۵۹۰ صفحة.

351: تحریر فی جواب الاستفتا عن قوله تعالٰی واذا قرءَ القرآن فاستمعوا للعلامة ابی البقاء مظهر الدین شاہ راشدی ورد هذا الکتاب للسید ابی تراب الراشدی رشد اللّٰہ.

ان کے علاوہ اور بھی کئی مخطوطات ہے جن کی فہرست ڈاکٹر احمد جان صاحب نے دلیل المخطوطات میں ذکر کردی ہے جو عنقریب شائع ہونے والی ہے۔ (الازہری)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالرشید عراقی ☆

علامہ سید محب اللہ شاہ راشدی سندھی رحمہ اللہ کی خدمت حدیث

سرزمین سندھ میں راشدی خاندان کی دینی و علمی خدمات کسی طرح بھی کم نہیں ہیں۔ اس خاندان کا ہر فرد ایک دوسرے سے بڑھ کر نظر آتا ہے۔ راشدی خاندان کے علمائے کرام نے صوبہ سندھ میں دین اسلام کی نشر و اشاعت، کتاب و سنت کی ترقی و ترویج اور شرک و بدعت و محدثات کی تردید و توبیخ کے سلسلہ میں جو خدمات انجام دیں اور اس وقت دے رہے ہیں۔ وہ پاکستان کی اسلامی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ راشدی خاندان میں تفسیر، حدیث، فقہ، اسماء الرجال، تاریخ، سیر، ادب و لغت، علم کلام اور فلسفہ وغیرہ میں مانے ہوئے اور مستند علمائے کرام پیدا ہوئے۔ انہوں نے علمی آبیاری سے سندھ کو سیراب کیا۔

اس خاندان کی علمی خدمات پر تبصرہ کرنے سے پہلے ضروری سمجھتا ہوں کہ صوبہ سندھ کے بھی مختصر حالات بیان کر دیئے جائیں۔

سندھ رکھنے کا سبب

آریہ قوم سے پہلے سندھ کے پرانے باشندے اس ملک کو کیا کہتے تھے۔ ابھی تک تاریخ کی زبان اس کے متعلق خاموش ہے۔ آریہ قوم نے جب سندھ کی وادی میں قدم رکھا۔ تو اس کا نام سندھو رکھا۔ کیونکہ سندھ ان کی زبان میں دریا کو کہتے تھے اور اسی دریائے سندھ کی مناسبت سے وہ پورے ملک کو سندھو اور پھر سندھ کہنے لگے۔ (تاریخ سندھ مطبوعہ اعظم گڑھ ص ۱)

عربوں کا ابتدائی بحری حملہ

ربیع الاول ۱۱ھ ہجری میں آنحضرت ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو ان کے عہد میں مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے عراق عرب پر حملہ کیا۔ اور کامیابی کے ساتھ فتوحات حاصل کرتے رہے۔ ۱۳ھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے جانشین

☆ معروف مضمون نگار۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے۔ ۱۵ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عثمان بن ابی العاص ثقفی کو بحرین اور عمان کا گورنر بنا کر بھیجا۔ عثمان نے کچھ دنوں کے بعد ایک بحری بیڑہ تیار کیا اور ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کردیا۔ یہ عربوں کا ہندوستان پر پہلا حملہ تھا۔ عثمان نے یہ حملہ بلا اجازت امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ برہم ہوئے اور بذریعہ خط سرزنش کی۔

سندھ پر بحری حملے

عثمان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سرزنش کی پرواہ نہ کی۔ اور اپنے بھائی مغیرہ بن عاص کو سندھ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ مغیرہ سندھ کے مشہور شہر دیبل پہنچے۔ اور دشمنوں کو شکست دے کر مال غنیمت کے ساتھ بحرین واپس آئے۔ یہ سندھ پر پہلا بحری حملہ تھا۔ اسی زمانہ میں ان کے دوسرے بھائی حکم بن ابی عاص نے دوسرا بیڑہ لے کر گجرات کی مشہور بندرگاہ بھروچ پر پہنچ گئے۔ یہ دوسرا بحری حملہ تھا۔ ان حملوں کے بارے میں مولانا سید ابوظفر صاحب ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

اس قسم کے حملوں سے کوئی مفید نتیجہ نہ نکلا۔ غالباً یہ وقتی حملے تھے جن سے مقصود ملک کا حال معلوم کرنا اور بحری ڈاکوؤں کا انسداد تھا۔ جو تاجروں اور مسافروں کے جہازوں پر چھاپہ مارتے پھرتے تھے اور بوقت ضرورت سندھ اور کاٹھیاوار کے بندروں میں پناہ لیتے تھے۔ ہندوستان اور سندھ پر اصلی حملہ خشکی کی طرف سے ہوا۔ یعنی جب مسلمان ایران فتح کرتے ہوئے مکران، کرمان اور سیستان تک پہنچ گئے، تو سندھ کی سرحدیں ان اسلامی متبرضات سے مل گئیں۔ جو ابھی نو مفتوحہ تھیں۔ (تاریخ سندھ ص ۲۷)

عربوں کا بری حملہ

مکران پر سب سے پہلے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ربیع بن زیاد کو بھیج کر قبضہ کرلیا تھا۔ اس کے بعد جب ۲۲ھ میں تمام ایران مفتوح ہوا تو عبداللہ بن عامر بن ربیع نے کرمان پر قبضہ کرکے سیستان کی طرف بڑھے۔ تو حاکم سیستان نے اطاعت قبول کرلی اس کے بعد عبداللہ بن عامر نے مکران پر حملہ کیا اور اس کو بھی فتح کرلیا۔ اس فتح کے بارے میں مورخ ابن اثیر اپنی تاریخ الکامل میں لکھتے ہیں کہ:

سندھی اور مکرانی فوج بڑی بے ترتیبی سے پسپا ہوئی دریائے دوین تک عربوں نے ان کا تعاقب کیا۔ ان فتوحات کے بعد حکم تغلبی نے مال غنیمت سے پانچواں حصہ دربار خلافت میں ارسال کیا اصحار عبدی جب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ پہنچے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے مال غنیمت پیش کیا تو خلیفہ دوم نے اللہ تعالیٰ کا بے حد شکریہ ادا کیا۔ (الکامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۵ بحوالہ تاریخ سندھ ص ۲۸)

عہد عثمانی رضی اللہ عنہ

محرم ۲۴ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے ایک سال بعد ۲۵ھ ہجری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہ بن عامر بن کریز کو سیستان روانہ کیا۔ جہاں سے وہ کابل (افغانستان) پر حملہ آور ہوئے کابل اس عہد میں سیستان کا ایک حصہ تھا اور گو سیستان عہد فاروقی میں فتح ہو چکا تھا۔ لیکن کابل کا حاکم ابھی تک خود مختار تھا۔ ابن عامر نے کابل پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کیا بڑی خونریز جنگ ہوئی آخر عربوں نے کابل کو فتح کرلیا۔ یہ ہندوستان کا وہ دروازہ تھا جس کو مسلمانوں نے بزور فتح کیا۔ لیکن جیسے ہی عربی فوج واپس گئی کابل خود مختار ہوگیا۔ لیکن ۲۹ھ ہجری میں عبداللہ بن عامر نے دوبارہ کابل کو زیر کر کے اپنے قبضہ میں کرلیا۔ (تاریخ الکامل ج ۳ ص ۷۷ بحوالہ تاریخ سندھ ۲۹)

عہد مرتضوی رضی اللہ عنہ

۳۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اسلامی قلمرو کے خلیفہ ہوئے۔ ان کے عہد میں بھی حملوں کا سلسلہ جاری رہا۔ بغاوتیں ہوتی رہیں۔ مگر ان کو بزور شمشیر دبایا جاتا رہا۔

عہد معاویہ رضی اللہ عنہ

۴۰ھ ہجری میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اسلامی قلمرو کے خلیفہ مقرر ہوئے۔ ۴۱ھ میں عبداللہ بن عامر حاکم بصرہ مقرر ہوئے۔ جو عہد عثمانی میں بھی بصرہ کے حاکم رہ چکے ہیں۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے عہد خلافت میں معزول کر دیا تھا) انہوں نے راشد بن عمر کو ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا جو لوٹ مار کر کے واپس آ گئے۔

درہ خیبر پر حملہ

۴۴ھ میں اسلامی افواج نے درہ خیبر پر حملہ کیا۔ اور اس راستہ سے اسلامی افواج ہندوستان میں داخل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئیں۔ مسلمانوں کا ہندوستان پر یہ حملہ تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ حملہ مہیب بن ابی صفرہ جو ابن سمرہ کی فوج کے سردار تھے اُن کی سرکردگی میں ہوا۔ مولانا سید ابوظفر صاحب ندوی رحمہ اللہ اس حملہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

۴۴ھ میں مہیب بن ابی صفرہ جو ابن سمرہ کی فوج کے ایک سردار تھے اپنی فوج لے کر ہند کی طرف راونہ ہوئے ان کی یہ روانگی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ عربوں میں یہ پہلے شخص ہیں جو ہند کے اس دوراز ے سے داخل ہوئے جس سے آج تک قدیم قومیں آتی رہی ہیں۔ یہ درہ خیبر تھا۔

مہیب کابل اور پشاور کی درمیانی گھاٹیوں کو طے کر کے سرزمین ہند میں پہنچے (موجودہ نقشے کے لحاظ سے ورنہ اس عہد میں یہ علاقہ سندھ میں داخل تھا) تاخت وتاراج کرکے واپس ہوئے۔ واپسی پر ملتان اور پشاور کے درمیانی علاقوں کو پامال کرڈالا۔ شہر قندابیل (گنداوی) کے پاس غنیم سے سخت مقابلہ ہوا، سخت معرکہ آرائی کے بعد غنیم کو شکست ہوئی۔ لوٹ کا مال واسباب قیقان (قلات) میں آئے۔ تو اٹھارہ (۱۸) ترکی سواروں سے ملاقات ہوئی۔ جو باوجود قلت تعداد کے جنگ پر آمادہ ہوگئے اور بڑے شجاعت سے لڑ کر اپنے وطن پر قربان ہوئے۔ (تاریخ سندھ ص ۳۵)

مکران اور سندھ

جب مکران کے لوگوں نے دوبارہ بغاوت کی تو خراسان کے حاکم نے ان کی سرکوبی کے لئے سنان بن مسلمہ کو روانہ کیا۔ یہ بڑے عالم فاضل اور خدا ترس انسان تھے۔ انہوں نے بڑی بہادری سے اہل مکران کو زیر کیا۔

عبدالملک کا عہد

۶۵ھ میں خلیفہ عبدالملک بن مروان اسلامی قلمرو کا حاکم ہوا۔ لیکن وہ اندرونی انتظامات اور خانہ جنگی کو دور کرکے امن وامان قائم کرنے میں اس قدر منہمک رہا کہ سرحدی معاملات کو ایک عرصہ تک اس نے نہیں چھوڑا۔ ۷۷ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی جب مشرقی ممالک کا حاکم اعلیٰ مقرر ہوا تو اس نے سید بن اسلم بن زرعہ کلابی کو مکران اور سندھ کا حاکم مقرر کیا۔

کچھ عرصہ بعد اہل مکران نے دھوکے سے سعید بن اسلم کو قتل کرڈالا۔ اور مکران پر قابض ہوگئے۔ جب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجاج بن یوسف کو اس کی اطلاع ملی تو وہ سخت برہم ہوا۔ اور مجاعہ بن سحر تمیمی کو مکران بھیجا۔ اہل مکران کو جب معلوم ہوا کہ اب معاملہ بڑا اہم ہوگیا ہے حجاج بن یوسف جیسا مستقل مزاج آدمی بے انتقام لئے نہ رہے گا۔ اس کے علاوہ سلطنت اسلامیہ کی مرکزی طاقت کا مقابلہ کرنا بے حد دشوار ہے۔ اس لئے وہ سب مکران خالی کر کے سندھ بھاگ گئے اور راجہ داہر کے زیر سایہ اپنی زندگی گزارنے لگے۔ (تاریخ سندھ ص ۳۹)

راجہ داہر نے حکومت اسلامیہ کے باغیوں کو پناہ دے کر اچھا نہیں کیا تھا جس کی وجہ سے سلطنت اسلامیہ کو سندھ پر خاص توجہ دینی پڑی اور ہر وقت نگاہ میں یہ ملک کھٹکنے لگا۔

حجاج بن یوسف کے مقرر کردہ حاکم مجاعہ بن سحر تمیمی جب مکران پہنچے تو سب سے پہلے فتنہ وفصار کی جو فضا قائم ہوچکی تھی۔ اس کو بحسن خوبی ختم کیا اور سرکشوں کو زیر کر کے سندھ کے کئی علاقوں پر قابض ہوگئے۔ مگر افسوس اجل نے زیادہ بہادری دکھانے کا موقع نہ دیا اور ایک سال کے بعد ۷۶ھ میں انتقال کر گئے۔ اور مکران ہی میں سپرد خاک کئے گئے۔

حجاج بن یوسف نے ان کی جگہ محمد بن ہارون تمیری کو مامور کیا اور اس کو مکمل امن وامان قائم کرنے کی تلقین کی۔ چنان محمد بن ہارون نے بڑی تندہی اور کوشش سے اپنے فرائض انجام دیئے۔ ہر باغی اور سرکش کو مطیع کیا اور مکمل طور پر امن وامان قائم کیا۔

ولید بن عبدالملک

خلیفہ عبدالملک کی وفات کے بعد ولید بن عبدالملک اسلامی قلمرو کا حاکم ہوا۔ اسی عہد میں وہ مشہور واقعہ پیش آیا۔ جس پر سندھ کو فتح کرنے پر عرب مجبور ہوگئے۔ اور عربوں نے اس کی طرف پیش قدمی کرنا ضروری سمجھا۔

مسلمانوں میں ابتداہی سے تجارت کا شوق رہا ہے۔ مسلمان نہ صرف اسلامی ممالک میں تجارت کا بازار گرم رکھتے تھے بلکہ دور دراز ممالک بھی بسلسلہ تجارت ان کی آمدورفت رہتی تھی۔ ان کی تجارت اسکندریہ سے لے کر چین تک پھیلی ہوئی تھی اور دوسری طرف ہندوستان اور سری لنکا تک ان کی تجارت کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا، سری لنکا میں عرب تاجروں کی ایک جماعت رہتی تھی۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت میں مسلمانوں کی فتوحات کا شہرہ سب جگہ پہنچ چکا تھا۔ اور دنیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ہر بادشاہ خلیفہ ولید سے دوستی کا خواہش مند تھا، سری لنکا کا راجہ بھی اس میں ایک تھا جو خلیفہ سے دوستی کا متمنی تھا۔ اتفاق سے سری لنکا میں ایک مسلمان تاجر کا انتقال ہوگیا۔ اس کی بیوہ اور یتیم لڑکے اور لڑکیاں تھیں۔ سری لنکا کے راجہ نے ان کو بڑے احترام کے ساتھ اور تحائف دے کر ایک جہاز میں سوار کر کے خلیفہ ولید کے پاس روانہ کردیا۔ اسی جہاز میں کچھ حاجی بھی سوار تھے یہ جہاز جب سندھ کی مشہور بندگارہ دیبل کے قریب پہنچا تو سندھی قزاقوں نے اس کو لوٹ لیا۔ اور لوگوں کو قیدی بنالیا۔ ان قیدیوں میں قبیلہ یربوع کی ایک عورت تھی جو بے اختیار پکار اٹھی کہ "فریاد اے حجاج" جب حجاج کو اس کی خبر پہنچی تو وہ غصہ کے مارے بے تاب ہوگیا اور انتہائی جوش میں پکار اُٹھا کہ "ہاں میں آیا۔"

اس واقعہ نے حجاج بن یوسف کو مجبور کیا کہ سندھ پر حملہ کیا جائے۔ چنانچہ حجاج نے سندھ پر حملہ کرنے کی اجازت کے لئے خلیفہ ولید بن عبدالملک کو لکھا۔ خلیفہ نے پہلے اس کی اجازت دینے سے انکار کردیا۔ لیکن حجاج کے اصرار پر آخر اس نے حملہ کرنے کی اجازت دے دی۔

چنانچہ حجاج بن یوسف نے سندھ پر حملہ کرنے سے پہلے راجہ داہر کے پاس ایک سفارت بھیجی تا کہ تمام قیدی واپس کردیئے جائیں راجہ داہر نے جواب دیا۔

قیدیوں کو بحری قزاقوں نے اپنے تصرف میں رکھا ہوا ہے۔ جو میری اطاعت سے باہر ہیں اس لئے میں اس معاملہ میں کچھ نہیں کرسکتا۔

حجاج ایسا خشک جواب کب گوارا کرسکتا تھا خون کے گھونٹ پی کر غور کرنے لگا کہ کس طرح اس معاملہ کو حل کیا جائے۔

دیبل پر فوج کشی

کافی غور وخوض کے بعد حجاج بن یوسف نے ایک فوج زیر کمان عبیداللہ بن نبہان دیبل پر حملہ کرنے کے لئے بھیجی چنانچہ جنگ ہوئی عبیداللہ ایک بہادر شخص تھے لیکن مدبر نہ تھے انھوں نے ذاتی تہور کو اس قدر نمایاں کیا کہ میدان جنگ میں خود شہید ہوگئے۔

بدیل کا حملہ

عبیداللہ کی شہادت کے بعد بدیل کو جو اسلامی افواج کا سربراہ بنایا گیا یہ جنگ بڑی معرکہ خیز تھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دشمنوں کی فوج سے مقابلہ ہوا بڑی داد شجاعت دی طرفین سے پر زور حملے ہوئے اس جنگ میں محمد بن ہارون بھی اپنی تین ہزار فوج لے کر شامل ہوئے تھے بدیل اس جنگ میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔

محمد بن قاسم کا بحیثیت سپہ سالار تقرر

بدیل کی شہادت کے بعد حجاج بن یوسف نے اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کا بحیثیت سپہ سالار اسلامی افواج تقرر کیا۔ جو اس وقت صوبہ فارس میں تھا۔ حجاج نے محمد بن قاسم کو حکم بھیجا کہ

تم سندھ جاؤ اور فی الحال اس فوج کا جو تمہارے لئے بھیج رہا ہوں انتظار کرو۔

چنانچہ محمد بن قاسم سندھ پہنچا راجہ داہر کی فوجوں سے خونریز جنگ ہوئی اور مسلمان فوج نے راجہ داہر کو عبرتناک شکست سے دوچار کیا۔ اور محمد بن قاسم نے ملتان تک فوج کشی کی اور یہ سارا علاقہ زیر نگیں کرلیا۔ راجہ داہر اس جنگ میں ہلاک ہوا۔

ملکی انتظام:

محمد بن قاسم نے مفتوحہ علاقوں میں اسلامی نظام حکومت قائم کیا۔ جن لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ ان کے حقوق عرب مسلمانوں (فاتح قوم) کے مساوی سمجھے گئے اور جن کو اس طرف رغبت نہ تھی تو ان پر جزیہ (ٹیکس) عائد کیا گیا۔ جزیہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) مالداروں اور دولت مندوں سے فی کس ۴۸ درہم سالانہ (تقریباً ۱۲ روپے)

(۲) متوسط طبقہ والوں سے ۲۴ درہم سالانہ (تقریباً ۶ روپے)

(۳) اور کم حیثیت سے ۱۲ درہم سالانہ (تقریباً ۳ روپے)

محمد بن قاسم کے اس اقدام سے ہندوؤں پر جو اثر ہوا اس کے بارے میں مولانا سید ابوظفر ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

محمد بن قاسم کے اس اقدام سے کچھ لوگ بعد کو بھی مسلمان ہوگئے، باقی لوگوں سے بھی فیاضانہ سلوک کیا گیا چنانچہ کسی شخص کی کوئی جائداد ان سے جبراً نہیں لی گئی۔ یہاں تک کہ برہمنوں کے جو حقوق سلطنت کی طرف تھے وہ بھی تسلیم کئے گئے اور خاص سرکاری مالگزاری میں سے ایک رقم سالانہ (غالباً وظیفہ کی شکل میں) مقرر کردی گئی اور ایک لاکھ بیس ہزار درہم ان دس ہزار شہریوں کو دیئے گئے جن کا مال جنگ میں لٹ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا تھا تا کہ وہ اپنا حال درست کرلیں۔ (تاریخ سندھ ص ۹۱)

اس کے علاوہ محمد بن قاسم نے مفتوحہ شہروں کے معززین کو فرداً فرداً طلب کیا اور ان سے کہا کہ:

تمہیں ہر طرح سے امان ہے تمہاری فریاد ہر طرح سے سنی جائے گی اور تمہارا مشورہ قبول کیا جائے گا۔

حجاج بن یوسف کا انتقال

شوال ۹۵ھ میں حجاج بن یوسف کا انتقال ہوگیا۔ محمد بن قاسم بڑا متاثر ہوا کیونکہ سندھ کا علاقہ عراق کے حاکم اعلیٰ کے ماتحت تھا۔ سب سے بڑا خدشہ یہ تھا کہ اب کون حاکم اعلیٰ ہو۔ اور اس کی پالیسی اس کے متعلق کیا ہو۔ اس لئے محمد بن قاسم ملتان سے لوٹ آیا۔ اور بفرور (راور) میں مقیم ہوگیا۔ تا کہ دارالخلافت سے حتی الامکان قریب رہے۔

محمد بن قاسم کی گرفتاری

حجاج بن یوسف کے انتقال کے آٹھ ماہ بعد خلیفہ ولید بن عبدالملک نے جمادی الثانی ۹۶ھ کو دمشق میں انتقال کیا اور اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک اسلامی قلمرو کا حاکم ہوا۔ سلیمان بن عبدالملک کو حجاج سے مختلف معاملات میں اختلاف رہا تھا اس لئے اس نے تخت نشین ہوتے ہی ان تمام لوگوں سے انتقام لینا چاہا جو اس کے مخالف تھے۔ لیکن اس کا سب سے بڑا دشمن حجاج بن یوسف اس دنیا سے کوچ کر چکا تھا۔ البتہ اس کے دو ماتحت گورنر زندہ تھے۔

(۱) قتیبہ بن مسلم گورنر ترکستان (۲) محمد بن قاسم گورنر سندھ

ان دونوں نے حجاج کا ساتھ دیا تھا اس لئے یہ دونوں مجرم قرار پائے خصوصاً محمد بن قاسم جو حجاج کا داماد اور بھتیجا تھا۔ دشمنوں کی نگاہ میں زیادہ کھٹکتا تھا۔

چنانچہ سلیمان ابن عبدالملک نے یزید بن ابی کبشہ کو سندھ کا گورنر مقرر کر کے بھیجا اور ساتھ ہی محمد بن قاسم کی معزولی اور گرفتاری کا حکم بھی صادر کردیا چنانچہ یزید بن ابی کبشہ سندھ پہنچا اور اپنا منصب سنبھالنے کے بعد محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے عراق روانہ کردیا۔ گرفتاری کے وقت محمد بن قاسم نے درج ذیل شعر پڑھا۔

(ترجمہ) لوگوں نے مجھے ضائع کردیا۔ اور کس جوان کو ضائع کیا وہ جوان جو مصیبت کے دن کام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے اور سرحدوں کی مضبوطی کے لئے نہایت مناسب ہو۔ محمد بن قاسم عراق پہنچا۔ تو واسط کی جیل میں بھیج دیا گیا۔ اس جیل میں اس کو دن رات سخت سزائیں دی گئیں جن کو بڑے تحمل میں برداشت کیا۔

وفات:

محمد بن قاسم نے جیل میں ہر قسم کی سزائیں برداشت کی آخر تکلیف اور مصیبت جھیل جھیل کر جیل ہی میں اس دنیائے فانی سے کوچ کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محمد بن قاسم کی وفات پر ہندوستان اور عبر کے لوگ خون کے آنسو روئے اور شاعروں نے بڑے دردناک مرثیے لکھے۔

ایک شاعر کا شعر ہے:

"۱۷، برس کی عمر میں یہ سردار بن گیا اور اس کے ہم سن لڑکے ابھی کھیل ہی میں لگے ہوئے ہیں۔" (تاریخ سندھ ۱۲۰-۱۲۱)

سندھ کی تمدنی تاریخ:

مولانا سید ابوظفر ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

سندھ میں کوئی بلند پہاڑ نہ ہونے کے سبب بارش کا وہ سلسلہ جو دوسرے ملکوں میں ہے یہاں نہیں ہے اسی سبب سے یہاں کی زمین مختلف قسم کی کہی جاسکتی ہے۔

۱: شمال کا علاقہ جو سندھ کی عام سطح سے بلند واقع ہے، سندھ کی زبان میں اس کو سرو یا بلند کہتے ہیں چونکہ یہاں پانی بکثرت ملتا ہے اس لئے ہر قسم کی پیداوار ہوتی ہے۔

۲: وسطی علاقہ یعنی وہ زمین جس پر دریائے سندھ بہتا ہے، چونکہ اس علاقہ کو بھی پانی بافراط ملتا ہے اس لئے یہ علاقہ بھی بہت زیادہ زرخیز ہوگیا ہے۔

۳: ریگستانی علاقہ جو سندھ کے مشرق اور جنوب مشرق میں واقع ہے یہاں پانی کی بڑی قلت رہتی ہے اسی سبب سے اس علاقہ کی پیداوار بہت کم ہے۔

۴: کوہستانی علاقہ: اس علاقہ میں پہاڑوں کے سبب گرمی اور سردی بہت پڑتی ہے اور قابل کاشت ہموار زمین بہت کم ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵: نشیبی علاقہ جس کو سندھ میں لاڑ کہتے ہیں، پانی بھرے رہنے کے باعث وہاں کی آب و ہوا مرطوب ہے کچھ سیرابی کے سبب سے قابل کاشت زمین بہت ہے۔

سیاسی اعتبار سے سندھ کی تقسیم دوسری صدی کے آخر میں اس طرح تھی کہ سندھ کے تین حصے ہوگئے تھے۔

اول ملتان کا علاقہ جس کی جنوبی حد ارور سے ملتی تھی اور مشرق پنجاب سے ملتی تھی یہاں مسلمانوں کی حکومت تھی۔دوسرا علاقہ شمال میں ارور (روہڑی) سے شروع ہوکر جنوب میں منصورہ (برہمن آباد) پر ختم ہوتا ہے، جنوب میں دریائے سندھ اور مشرق میں جیلمیر (راجپوتانہ) کی حد تھی۔اس پر کبھی مسلم اور کبھی غیر مسلم کی حکومت ہوتی۔

تیسرا علاقہ منصورہ کی حد سے شروع ہوکر جنوب کی جانب دہانہ تک مشرق میں راجپوتانہ اور بیابان کچھ پر اس کی حد ختم ہوتی۔ پھر دریائے سندھ کے اس پار مغربی جانب کا کل علاقہ یعنی جنوب میں دیبل سے لے کر شمال میں جیکب آباد تک اور مغرب میں بلوچستان بلکہ مکران تک ان کی سرحد تھی۔طوران اور بدھ کا علاقہ بھی اکثر منصورہ کے ماتحت ہی سمجھا جاتا۔(تاریخ سندھ ص ۳۴۱-۳۴۲)

علمی و دینی حالت

سندھ کے علمائے کرام مسلک کے اعتبار سے امام داؤد ظاہری اور بریلویت مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔تاہم کچھ علماء کا تعلق امام ابوحنیفہؒ کے فقہی مسلک سے بھی تھا۔حدیث کے بارے میں مولانا سید ابوظفر ندوی لکھتے ہیں کہ:

حدیث کا چرچا بھی اس ملک (منصورہ) میں زیادہ رہا، چنانچہ اکثر یہاں قاضی اہلحدیث ہوتے۔قاضی ابومحمد منصوری حدیث کے بہت بڑے عالم اسی جگہ قاضی تھے اور اپنے وقت کے امام سمجھے جاتے تھے۔یہ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے چونکہ حدیث کا ذوق زیادہ تھا اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ ان کی کتابیں زیادہ حدیث ہی میں ہوں گی۔(تاریخ سندھ ص ۳۷۵)

مذہبی آزادی

مذہبی آزادی بھی عام طور پر سب کے لئے یکساں تھی۔امن قائم ہوجانے کے بعد مسلمانوں نے غیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم عوام پر کوئی جبر و تشدد نہیں کیا۔ اور نہ ہی ان کے مذہبی معاملات میں کوئی مداخلت کی وہ جس طرح چاہتے تھے اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرتے تھے۔

برصغیر (پاک و ہند) میں علم حدیث

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

قرآن مجید ایک واضح اور کھلی ہوئی کتاب ہے اس میں کسی قسم کا غوض و خفا نہیں ہے لیکن اس میں اسلام کی تعلیمات کی پوری تفصیل اور تمام جزئیات کا احاطہ نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کے بہت سے احکام مجمل یا کلیات کی شکل میں ہیں جن کی تشریح اور کلیات سے جزئیات کی تفریع رسول اکرم ﷺ نے اپنے قول وعمل سے فرمائی۔ آپ ﷺ کا کام محض کلام الٰہی کو لوگوں تک پہنچانا نہیں تھا۔ بلکہ آپ کے ذمہ اس کی تبعین و تشریح بھی تھی۔

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (النحل: ٤٤)

''اور ہم نے تمہاری طرف یہ ذکر (قرآن مجید) اُتارا تاکہ لوگوں کے سامنے وہ چیز کھول کر بیان کردے۔ جو ان کے واسطے اُتری ہے تاکہ اس میں وہ غور وفکر کریں۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو نبوت و رسالت سے مشرف فرمایا اور آپ پر قرآن مجید نازل فرمایا اور اس کے ساتھ آپ ﷺ کو یہ حکم دیا کہ جس طرح آپ پر قرآن حکیم نازل ہوا ہے اس کو اپنی امت کو پہنچائیں اور کسی حصہ کو چھپا کر نہ رکھیں۔

ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ﴾ (المائدہ: ٦٧)

'اے رسول (ﷺ) جو کچھ تیری طرف تیرے پروردگار کی طرف سے اُترا ہے، پہنچادے۔''

آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں اس ارشاد ربانی کی تعمیل کی، اللہ تعالیٰ نے رسول کی بعثت کا مقصد یہ بتایا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلاَّ لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ (النساء: ٦٤)

''ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ان کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے۔''

﴿مَّنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء: ٨٠)

''جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

رسول کی اطاعت کا یہ مقام اس لئے ہے کہ:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾ (النجم: ٣تا٤)

''وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا، مگر وہی جو اس کو وحی کی جاتی ہے۔''

حدیث نبوی دراصل قرآن ہی کی شرح ہے، حدیث کے بغیر قرآن مجید کے کئے مقامات حل نہیں ہوسکتے ان مقامات کے حل کے لئے ہمیں حدیث نبوی کی طرف رجوع کرنے پڑے گا۔ قرآن مجید میں کئی ایک ایسے مقامات ہیں۔ مثلاً

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعاً مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ﴾ (الحجر: ٨٧)

''ہم نے آپ کو ''سبع مثانی'' عطا کیں، اور قرآن عظیم دیا۔''

یہ سبع مثانی کیا ہے، حدیث نبوی نے اس کی وضاحت کی ہے کہ ''سبع مثانی'' سورۃ فاتحہ ہے۔

(صحیح بخاری ومسلم وترمذی عن ابی ہریرۃ تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۹۹)

مسلمانوں نے ابتدائے اسلام سے ہی خدمت حدیث کی طرف توجہ کی، اور حدیث کو قرآن مجید کے ساتھ ساتھ بقیہ علوم کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دی اور پوری توجہ اس پر صرف کی کہ دنیا کی کوئی قوم اپنی روایات کی حفاظت کی ایسی مثال پیش نہیں کرسکتی۔ ہر دور میں مسلمانوں نے حدیث کو قرآن کے ساتھ احکام اسلام کا دوسرا حصہ قرار دیا اور واضح الفاظ میں اعلان فرمایا کہ ''شریعت اسلامی کے دو ہی بنیادی سرچشمے ہیں: ''قرآن مجید اور حدیث نبوی ﷺ''

قرآن مجید کی حیثیت اصل اور متن کی ہے اور حدیث اس کی شارح اور مبین ہے۔

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس حدیث مصطفیٰ برجاں مسلم داشتن

قرآن مجید باوجود اپنی جامعیت اور جملہ علوم ضروری پر حاوی ہونے کے چونکہ زیادہ تر ایمان وعقائد اور اصول دین بیان کرتا ہے۔ اس لئے اس کی حیثیت ایک بنیادی قانون اور دستور اساسی کی ہے اسے تفصیلی شکل دینا اور اس کی دفعات کی وضاحت کرنا یہ دراصل حدیث کا کام ہے جیسا کہ امام اوزاعی نے امام مکحول سے نقل کیا ہے:

"الكتاب احوج الى السنة من السنة الى الكتاب."

''کتاب اللہ سنت کی اس سے کہیں زیادہ محتاج ہے جتنی کہ سنت کتاب اللہ کی محتاج ہے۔''

(جامع بیان العلم وفضلہ ج۲ ص ۱۹)

حدیث (سنت) کتاب اللہ کی تفسیر وشرح ہے:

"فكان من السنة بمنزلة التفسير والشرح لمعاني احكام الكتاب."

''پس گویا سنت کتاب اللہ کے احکام کے لئے بمنزلہ تفسیر اور شرح کے ہے۔''

(الموافقات امام شاطبی ج۴ ص ۱۰)

اس لئے اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ سنت کے بغیر قرآن مجید کو صحیح طور پر سمجھنا ممکن نہیں اور قرآن مجید کو بغیر حدیث (سنت) کے سمجھنا ایسا ہے جیسے کسی کلام کو تسلیم کر کے اس کے مفہوم سے انکار کرنے کی طفلانہ ہٹ۔

علم حدیث کی اشاعت

علم حدیث کی اشاعت کی آنحضرت ﷺ نے تلقین فرمائی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"تسمعون مني ويسمع منكم ويسمع ممن يسمع منكم."

''تم مجھ سے سنتے ہو، دوسرے لوگ تم سے سنیں گے اور پھر ان سے اور لوگ سنیں گے۔''

(سنن ابی داؤد ص ۵۲۵)

آنحضرت ﷺ نے حدیث کی اشاعت کرنے والے شخص کے لئے دعا فرمائی: آپ کا ارشاد ہے:

"نضر الله امرا سمع مقالتي فوعاها وحفظها وبلغها."

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو رونق و تابندگی عطا کرے جس نے میری بات سنی، یاد رکھی اور دوسرے شخص تک پہنچائی۔'' (جامع ترمذی کتاب العلم ص ۲۰۳)

آپ ﷺ کے اس فرمان کے مطابق آپ کی حدیث نسل در نسل منتقل ہوتی رہی، اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

امام خطیب بغدادی نے آپ ﷺ کا یہ فرمان اپنی کتاب ''شرف اصحاب الحدیث'' میں درج کیا ہے:

"یحمل هذا العلم من کل خلف عدو لهٗ ینفون عنه تحریف الضالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاهلین."

''اس علم (قرآن وحدیث) کو ہر زمانہ کے عادل و معتبر لوگ ایک دوسرے سے حاصل کرتے رہیں گے اس میں زیادتی کرنے والوں کو تحریف وتبدیلی کو اور باطل پسندوں کی میلہ جوئی اور جاہلوں کی تاویل کو ختم کرتے رہیں گے۔'' (شرف اصحاب الحدیث ص ۲۸)

برصغیر (پاک و ہند) میں علم حدیث کا آغاز

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کا پیغام سندھ کے ذریعے پہنچا، ۹۲ھ میں محمد بن قاسم ثقفی نے سندھ کا علاقہ فتح کیا اور اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی، یہاں تابعین اور تبع تابعین تشریف لائے جن میں امام ربیع بن صبیح نصری، امام اسرائیل بن موسیٰ بصری اور کئی دوسرے علمائے کرام تشریف لائے جنہوں نے یہاں علم حدیث کا درس دیا ان ہی کی مساعی جلیلہ کا نتیجہ تھا کہ یہاں کے باشندوں کا عموماً تعلق براہ راست کتاب و سنت سے رہا۔

اہل عرب کو علم حدیث اور اس کی اشاعت کے ساتھ خاص شغف رہا ہے۔ اس لئے جہاں ان کی فتوحات کے قدم پہنچے وہاں قرآن و حدیث کی درسگاہیں قائم ہوئیں۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد بشاری مقدسی (م ۳۸۰ھ) ۳۷۵ھ میں سندھ میں تشریف لائے۔ اپنی کتاب "احسن التقاسیم" میں سندھ کے دینی حالات میں لکھتے ہیں:

مسلمانوں میں اکثر اہل حدیث ہیں میں نے یہاں قاضی ابومحمد منصوری کو دیکھا جو داؤدی تھے اور اپنے مذہب کے امام تھے اور ان کا حلقہ درس تھا اور ان کی بہت اچھی تصانیف ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(احسن التقاسیم ص ۳۶۳)

۵۷۷ء میں امام رضی الدین حسن صغانی لاہور میں پیدا ہوئے انہوں نے حدیث کی مشہور کتاب ''مشارق الانوار'' لکھی، اس کتاب سے برصغیر میں حدیث کی روشنی پھیلی، اس کے بعد ایسا دور شروع ہوا کہ حدیث سے بے توجہی ہوگئی، جیسا کہ مولانا سید حکیم عبدالحی الحسنیؒ اپنی کتاب ''الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند'' میں اس طرح لکھتے ہیں:

جب سندھ میں عربوں کی حکومت ختم ہوگئی، اور ان کے بجائے غزنوی اور غوری سلاطین سندھ پر قابض ہوئے اور خراسان اور ماوراء النہر سے سندھ میں علماء آئے تب علم حدیث اس علاقہ میں کم ہوتا گیا، یہاں تک کہ معدوم ہوگیا اور لوگوں میں شعر و شاعری، فن نجوم، فن ریاضی اور علوم دینیہ میں فقہ و اصول فقہ کا رواج زیادہ ہوگیا، یہ صورت حال عرصہ تک قائم رہی، یہاں تک کہ علمائے ہند کا خاص مشغلہ یونانی فلسفہ رہ گیا اور علم تفسیر و حدیث سے غفلت بڑھ گئی، مسائل فقہ کے سلسلہ میں جو تھوڑا سا تذکرہ کتاب وسنت میں آجاتا تھا بس اسی مقدار پر قانع تھے فن حدیث امام صفانی کی مشارق الانوار کا رواج تھا، اگر کوئی شخص اس فن میں زیادہ ترقی کرتا تھا تو امام بغوی کی مصابیح السنۃ یا مشکوٰۃ پڑھ لیتا تھا اور ایسے شخص کے بارے میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ محدث ہوگیا اور یہ سب محض اس لئے تھے کہ لوگ عام طور ہندوستان میں اس فن کی اہمیت و مرتبت سے ناواقف تھے وہ لوگ اس علم کی طرف سے بالکل غافل تھے نہ اس علم کے ائمہ کے حال سے واقف تھے اور نہ اس علم کا ان کے درمیان کوئی چرچا تھا۔ محض تبرکاً مشکوۃ شریف پڑھا کرتے تھے ان کے لئے سب سے زیادہ سرمایہ علم فقہ کی تحصیل تھا۔

(تاریخ دعوت وعزیمت مولانا ابوالحسن علی ندوی ج۵ ص ۱۷۸)

برصغیر میں حدیث نبوی کو فروغ

نویں صدی کے اختتام اور دسویں صدی ہجری کے آغاز سے برصغیر (پاک و ہند) میں حدیث نبوی کو فروغ حاصل ہونا شروع ہوا، اس وقت حجاز میں امام حدیث علامہ محمد بن عبدالرحمان سخاوی کا فضل وکمال نصف ونہار پر تھا۔

آپ سے برصغیر کے چند نامور علمائے کرام نے حجاز جا کر استفادہ کیا، جن کے نام یہ ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱: مولانا داؤد بن راجح گجراتی رحمہ اللہ

۲: مولانا وجیہ الدین بن محمد مالکی گجراتی رحمہ اللہ

۳: مولانا علاؤ الدین گجراتی رحمہ اللہ

۴: مولانا سید رفیع الدین صفوی شیرازی رحمہ اللہ

ان حضرات نے برصغیر میں اور خاص کر گجرات کے علاقہ میں حدیث کی نشر واشاعت میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔

امام حدیث علامہ سخاوی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد ان کی تحدیث پر حافظ ابن حجر صاحب الصواعق المحرقہ رونق افروز ہوئے ان سے برصغیر کے چند برگزیدہ علمائے کرام نے حجاز جاکر حدیث کی تحصیل کی۔ ان میں علامہ شیخ علی متقی جون پوری صاحب کنز العمال سرفہرست ہیں، شیخ علی متقی سے علامہ محمد بن طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار مستفیض ہوئے اور انہوں نے گجرات میں علم حدیث کی خوب اشاعت کی علامہ محمد بن طاہر پٹنی نے ۹۸۶ھ میں وفات پائی۔

علامہ محمد بن طاہر پٹنی کے بعد حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے حدیث کی نشر واشاعت میں جو گرانقدر خدمات انجام دیں، اس سے تاریخ کا ایک طالب بخوبی واقف ہے۔ حضرت محدث دہلوی نے درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ حدیث کی بہت زیادہ خدمت کی۔

حضرت محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بعد حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کا دور آتا ہے۔ انہوں نے اور ان کے بعد ان کے صاحبزادگان عالی مقام نے خدمت حدیث میں جو نمایاں کارنامے انجام دیئے وہ برصغیر کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ پروفیسر عبدالعزیز لیکچرار گورنمنٹ ڈگری کالج کالی موری حیدرآباد سندھ اپنے ایک مقالہ میں لکھتے ہیں کہ:

ان عمومی حالات کے باوجود یہاں کچھ ایسی ہستیاں بھی نظر آتی ہیں جنہوں نے اس بے اعتدالی اور جمود کی فضا میں خدمت حدیث کی شمع روشن کی، ان میں شیخ حسن صغانی، شیخ علی متقی، شیخ محمد طاہر پٹنی، شیخ ابوالحسن سندھی، شیخ محمد حیات سندھی، شیخ محمد عابد سندھی، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی سندھی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ برصغیر میں حدیث کا جو چرچا شاہ ولی اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدث دہلوی اور ان کے خاندان شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی، نواب صدیق حسن خاں اور نواب وحید الزماں حیدر آبادی کی تدریسی و تصنیفی خدمات سے ہوا اس میں کوئی بھی ان کا سہیم و شریک نہیں۔ ان کی کاوشوں سے حدیث کی نشر و اشاعت کے مراکز قائم ہوئے۔ درس حدیث کے مستقل حلقے وجود میں آئے۔ مدارس میں صحاح ستہ تحقیق کے ساتھ پڑھنے کا رواج ہوا۔ شروح حدیث کا دور شروع ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایسے وسیع و عظیم کتب خانے قائم ہوئے جن کی مثال بلاد عربیہ میں بھی نظر نہیں آتی کتب حدیث کے تراجم ہوئے جن سے عامۃ المسلمین اور غیر عربی دانوں میں عمل کی تحریک اور اتباع سنت کا شوق ہوا۔ اجازت حدیث اور سند کا دور آیا۔ اور ہندوستان اس فن کا ایک عظیم انسانی مرکز بن گیا۔

(سہ ماہی فکر و نظر اسلام آباد اپریل جون ۲۰۰۷ء جلد ۴۴، شمارہ نمبر ۶ ص ۲۹-۳۰)

خاندان ولی اللہ دہلوی کے جانشین شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) نے دہلی کی مسجد اورنگ آبادی میں ۶۲ سال تک حدیث کا درس دیا۔ آپ سے بے شمار علمائے کرام مستفیض ہوئے، آپ کے تلامذہ کا شمار ممکن نہیں۔

"لایعلم جنود ربك الا هو."

علمائے اہل حدیث کی خدمات کا اعتراف

برصغیر (پاک و ہند) میں حدیث کی خدمت کے سلسلہ میں علمائے اہل حدیث نے جو گرانقدر خدمات انجام دیں، برصغیر کے نامور اہل قلم و علم نے اس کا اعتراف کیا ہے:

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

اہل حدیث نام سے ملک میں اس وقت جو تحریک جاری ہے، حقیقت کی رُو سے صرف نقش قدم ہے، مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ جس تحریک کو لے کر اُٹھے وہ فقہ کے چند نئے مسائل نہ تھے بلکہ امامت کبریٰ، توحید خالص اور اتباع نبی ﷺ کی بنیادی تعلیمات تھیں۔

علمائے اہل حدیث کی تدریسی و تصنیفی خدمت قدر کے قابل ہے، پچھلے عہد میں نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ مرحوم اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کی تدریس سے بڑا فیض پہنچا۔ بھوپال ایک زمانہ تک علمائے حدیث کا مرکز رہا۔ قنوج، سہوان اور اعظم گڑھ کے بہت سے نامور اہل علم اس ادارہ میں کام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر رہے تھے۔ شیخ حسین عرب یمنی ان سب کے سرخیل تھے اور دہلی میں مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کی مسند درس بچھی تھی اور جوق در جوق طالبین حدیث مشرق و مغرب سے ان کی درسگاہ کا رخ کر رہے تھے۔
(تراجم علمائے حدیث ہند، مقدمہ)

مشہور مؤرخ شیخ محمد اکرم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

۱۹ ویں صدی کے نصف آخر میں جن علمائے اہل حدیث نے نام پایا ان میں نواب صدیق حسن خاں قنوجی ثم بھوپالی اور میاں سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، نواب صدیق حسن خاں قنوج کے ایک معزز خاندان کے چشم و چراغ تھے۔

اس دور کے ایک دوسرے بزرگ جن کا فیض نواب صدیق حسن خاں سے بھی زیادہ پھیلا، میاں سید نذیر حسین محدث تھے، جو صوبہ بہار کے رہنے والے تھے۔

لیکن پٹنہ میں حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ بریلوی کا وعظ سننے کے بعد دہلی کا رخ کیا ۱۲۴۳ھ اور مسلک ولی الٰہی کے لئے بزرگوں سے استفادہ کیا۔ حدیث کی تکمیل آپ نے شاہ محمد اسحاق صاحب مہاجر مکی نبیرہ شاہ عبدالعزیز دہلوی سے کی۔ اور جب وہ مکہ معظمہ ہجرت کر گئے تو آپ نے دہلی کی مسجد اورنگ آبادی میں حدیث اور تفسیر کا درس شروع کیا اور کوئی ۵۰ برس اس خدمت عظیمہ میں گزار دیئے۔ شمالی ہندوستان کے اکثر علمائے اہلحدیث کا سلسلہ اسناد آپ تک پہنچتا ہے اس وجہ سے آپ کو "شیخ الکل" بھی کہتے ہیں۔
(موج کوثر ص ٦٦، ٦٨)

ان شہادات کی روشنی میں یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ اس وقت برصغیر (پاک و ہند) میں حدیث کی نشر و اشاعت، درس و تدریس، کتب حدیث کے شروح، مورثی، تعلیقات اور تراجم نیز دفاع حدیث کے سلسلہ میں جو کام ہو رہا ہے اس کا آغاز علمائے اہل حدیث نے کیا تھا اور آج بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوششیں جاری ہیں۔

حدیث نبوی کی تدریس اور کتب حدیث کی تصنیف و تالیف کے سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلی اور ان کے صاحبزادہ عالی مرتبت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور پوتے مولانا شاہ اسماعیل شہید، مولانا سید نواب صدیق حسن خاں، حضرت میاں سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی اور حضرت میاں صاحب کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلامذہ میں مولانا ابومحمد ابراہیم روی، مولانا شمس الحق ڈیانوی، مولانا عبدالرحمان محدث مبارکپوری، مولانا سید احمد حسن دہلوی، مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی، مولانا سید عبداللہ غزنوی اور ان کے صاحبزادگان عالی مقام حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالرحیم غزنوی اور پوتے مولانا سید عبدالاول غزنوی، مولانا سید عبدالغفور غزنوی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا محمد بشیر سہوانی، مولانا شاہ عین الحق پھلواری، مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری، مولانا عبدالحمید سوہدروی، مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی، مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی، اُستاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی مولانا عبدالسلام مبارکپوری، اور مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی وغیرہم (رحمہم اللہ اجمعین) قابل ذکر ہیں۔

حضرت میاں صاحب کے تلامذہ کے سلاسل میں مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی (یہ حضرت مولانا سید عبدالجبار غزنوی کے شاگرد تھے) اور مجتہد العصر مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی (یہ بھی حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی سے مستفیض تھے) اور شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفی اُستاد جناب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی کے فیض یافتہ تھے۔

مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی کے تلامذہ میں مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز، مولانا محمد صادق خلیل مولانا حافظ محمد اسحاق حسینیوی، رحمہم اللہ اجمعین اور محقق العصر مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے حدیث میں جو کارنامے انجام دیئے ہیں وہ تاریخ اہل حدیث کا ایک درخشندہ باب ہے۔

حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑی کے تلامذہ میں مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی، مولانا محمد صدیق بن عبدالعزیز آف سرگودھا، مولانا سید بدیع الدین شاہ راشدی، مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی وغیرہم کی خدمات حدیث قابل قدر ہیں۔

سندھ کا راشدی خاندان:

سرزمین سندھ میں راشدی خاندان کی علمی خدمات کسی طرح بھی کم نہیں ہیں اس خاندان کا ایک ایک فرد گوہر یک دانہ ہے۔ صوبہ سندھ میں کوئی دوسرا خاندان علم وفضل اور دینی وعلمی خدمات کے لحاظ سے راشدی خاندان کے ہم پلہ نہیں ہے راشدی خاندان نے تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، سیرت، اسماء الرجال،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لغت، ادب، حکمت، فلسفہ اور شعر میں مستند اور مانے ہوئے ماہر پیدا کیے، جنھوں نے علمی آبیاری سے پورے سندھ کو سیراب کیا۔ اس خاندان کو حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ اور مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کی جماعت مجاہدین کی میزبانی کا شرف بھی حاصل ہے۔

راشدی خاندان کے مورث اعلیٰ سید محمد راشد شاہ تھے۔ جن کی طرف یہ خاندان منسوب ہے۔ انہی کے نام سے انہیں ''راشدی'' کہا جاتا ہے سید محمد راشد شاہ کے دو بیٹے تھے۔ پیر سید صبغت اللہ شاہ اور سید محمد یاسین شاہ...... پیر سید صبغت اللہ شاہ کو دستار یعنی پگڑی عنایت کی گئی اس لئے ان کی اولاد ''پیر پگاڑا'' کہلائی اور سید محمد یاسین شاہ کو ''جھنڈا'' عنایت کیا جس کی وجہ سے ان کی اولاد پیر آف جھنڈا کہلائی۔ اس طرح یہ خاندان دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ (راشدی خاندان کا شجرۂ نصب از سید فیض الدین شاہ ص ۱۵-۱۸)

پیر سید صبغت اللہ شاہ

پیر سید صبغت اللہ شاہ بڑے عالم باعمل تھے، اور ایک نایاب و نادر علمی کتب خانہ کے مالک تھے۔ کتابوں کی تعداد ۱۵ ہزار سے متجاوز تھی، کتب شروح حدیث کا کافی ذخیرہ تھا۔ ان کے علاوہ تفاسیر قرآن مجید اور فارسی شعراء کے دیوان بھی تھے اعجاز الحق قدوسی اپنی کتاب تذکرہ صوفیائے سندھ میں لکھتے ہیں کہ:

حدیث کے ساتھ ان کی محبت کا یہ عالم تھا کہ شاہ فقیر اللہ علوی کی وفات کے بعد ان کے کتب خانہ سے صحیح بخاری کا ایک نسخہ پیر سید صبغت اللہ شاہ نے تبرکاً منگوایا۔ جب لوگ اس نسخے کو لے کر آئے تو پیر صبغت اللہ شاہ نے ہزاروں آدمیوں کے ساتھ اپنے والد کے استاد کے اس نسخہ کا استقبال کیا۔ اور اس نسخہ کے حصول کو اپنی خوش قسمتی سمجھا۔ (تذکرہ صوفیائے سندھ ص ۲۷۰-۲۷۱)

پیر سید صبغت اللہ شاہ کی اولاد پیر پگاڑا کہلائی آج کل اس دستار کے وارث پیر سید مردان علی شاہ (جو پیر آف پگاڑا کے نام سے معروف ہیں) ہیں یہ حروں کے پیر ہیں اور سال میں ایک مرتبہ مریدوں کو زیارت کراتے ہیں اور اس موقع پر حروں کی طرف سے انہیں بڑے بڑے نذرانے پیش کئے جاتے ہیں۔

(کاروانِ سلف ص ۳۸۱)

سید محمد یاسین شاہ

سید محمد یاسین شاہ صاحب کو جھنڈا دیا گیا اس لئے ان کی اولاد جھنڈے والی کہلائی۔ پیر سید محمد یاسین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہ ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سید محمد راشد شاہ سے حاصل کی، اور دین اسلام کی نشر و اشاعت میں مصروف ہوئے قرآن و حدیث کی روشنی میں دعوت و اصلاح کا کام جاری رکھا۔ ۱۲۶۸ھ میں ''پیر جھنڈا'' قصبہ میں سکونت اختیار کی۔ ۱۵ سال کے بعد ۱۲۷۵ھ میں انتقال کیا۔

(تذکرہ مشاہیر سندھ از مولانا دین محمد وفائی ۶/ ۲۶۸)

مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں کہ:

جھنڈے والے پیروں کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے، کہ صوبہ سندھ میں سادات کا یہ خاندان پہلا خاندان ہے جس نے مسلک اہل حدیث اختیار کیا اور براہِ راست کتاب و سنت کو مسائل شرعیہ کا منبع و مصدر قرار دیا۔ دارالارشاد'' کے نام سے اس نواح میں پہلا دارالعلوم بھی اسی خاندان کے اکابر نے قائم کیا تھا جس سے بے شمار تشنگان علوم نے اپنی علمی پیاس بجھائی، اور پھر آگے چل کر یہاں کے فارغ التحصیل حضرات نے اپنی اپنی جگہ اپنے اپنے انداز سے دینی اور علمی خدمات سرانجام دیں اس علاقے میں سب سے بڑا کتب خانہ بھی اسی خاندان کا ہے جو مختلف موضوعات کی بے شمار مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں سے مزین ہے۔ (کاروانِ سلف ص ۳۸۱)

پیر سید فضل اللہ شاہ

پیر سید محمد یاسین شاہ صاحب کی وفات کے بعد ان کے بڑے فرزند پیر سید فضل اللہ شاہ جانشین ہوئے، لیکن خاندانی اختلافات کی وجہ سے حروں کے ہاتھ شہادت سے سرفراز ہوئے۔

(راشدی خاندان کا شجرہ نسب ص ۵۶)

پیر سید رشید الدین شاہ

پیر سید فضل اللہ شاہ صاحب کی شہادت کے بعد ان کے بھائی پیر سید رشید الدین شاہ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ آپ ۱۲۵۳ھ میں پیدا ہوئے آپ نے دینی علوم کی تکمیل کے بعد اپنے حلقہ احباب کی اصلاح و تربیت کر کے انہیں شرک و بدعت کے خلاف منظم کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے وقت آپ ۲۳ سال کے جوان تھے۔ سندھ کے مسلمانوں نے جنگ آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ جس کے ردعمل میں انگریزوں نے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے اور وحشت ناک سزائیں دیں اس وقت دیندار مسلمانوں نے فیصلہ کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اسلامی تعلیم وتبلیغ سے اتحاد پیدا کر کے لوگوں میں آزادی کی روح پھونکی جائے اور انہیں جہاد کے لئے تیار کیا جائے اس خیال سے پیر صاحب نے ''پیر جھنڈو'' میں دینی مدرسہ قائم کیا اور کتب خانہ کی بنیاد ڈالی۔ آپ کی علمی مجالس میں کئی علماء شریک ہوتے تھے ان مجالس میں مولانا عبیداللہ سندھی بھی کبھی کبھی امروٹ ضلع سکھر سے آ کر شریک ہوتے تھے۔ (مقالہ ''پیر جھنڈو کا کتب خانہ از مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی ماہنامہ ''الولی'' اپریل مئی ۱۹۷۸ء، بحوالہ سہ ماہی فکر ونظر اسلام آباد اپریل جون ۲۰۰۷ء)

مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

میں مولانا رشید الدین صاحب العلم الثالث کی صحبت سے مستفید ہوا۔ میں نے ان کی کرامتیں دیکھیں ذکر اسماء الحسنیٰ میں نے انہیں سے سیکھا وہ دعوت وتوحید وجہاد کے مجدد تھے۔

(مولانا عبیداللہ سندھی کی سرگزشت کابل از مولانا عبداللہ لغاری ص ۹)

پیر سید رشید الدین شاہ صاحب نے اپنے مریدین سے شرک وبدعت کو ترک کرنے اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے بیعت لی۔ دینی مدرسہ اور علمی کتب خانہ کی وجہ سے ان کے ہاں علمائے کرام کی آمدورفت رہتی تھی آپ نے ۱۳۱۷ھ میں رحلت فرمائی۔ (تذکرہ مشاہیر سندھ از مولانا دین محمد وفائی ۳/۲۱۳)

علامہ پیر سید ابوتراب رشد اللہ شاہ راشدی

پیر سید رشید الدین شاہ کی رحلت کے بعد اُن کے فرزند ارجمند پیر علامہ سید ابوتراب رشد اللہ شاہ مسند نشین ہوئے آپ ۱۲۷۷ھ میں پیدا ہوئے آپ کی تعلیم وتربیت خاص دینی وعلمی ماحول میں ہوئی۔ پیر سید رشید الدین شاہ مرحوم نے آپ کی تعلیم کی طرف خاص توجہ کی، اور اس دور کے نامور اور جید علمائے کرام سے اکتساب فیض کیا۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ بھی شامل ہیں، حدیث کی سند شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ اور علامہ حسین بن محسن انصاری یمانی نزیل بھوپال سے حاصل کی۔ تکمیل تعلیم کے بعد آپ نے پوری زندگی دین اسلام کی نشرواشاعت کتاب وسنت کی ترقی وترویج اور شرک وبدعت کی تردید اور توبیخ میں بسر کردی آپ کی علمی ودینی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

آپ کا سب سے عظیم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے قرآن وحدیث کی تعلیم کو عام کرنے کے لئے ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں گوٹھ پیر جھنڈو میں ایک دینی مدرسہ بنام ''دارالرشاد'' کے نام سے قائم کیا۔ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ اس مدرسہ کا صدر مدرس مقرر کیا۔ اور دیگر علمائے کرام کی بھی خدمات حاصل کی اس مدرسہ میں سندھ کے علاوہ متحدہ ہندوستان کے دوسرے صوبوں سے بھی طلباء نے داخلہ لیا اور علوم دینیہ میں استفادہ کیا اس مدرسہ سے بے شمار طلباء مستفیض ہوئے، مشہور علماء میں مولانا احمد علی لاہوری، علامہ سید احسان اللہ شاہ، مولانا سید ضیاء الدین شاہ (آپ کے صاحبزادگان عالی مقام) اور کئی دوسرے علمائے کرام شامل ہیں۔ اس مدرسہ کے معائنہ کے لئے برصغیر (پاک و ہند) کے چوٹی کے علماء کو مدعو کیا جاتا تھا۔ جن میں علامہ حسین بن محسن انصاری یمانی، شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا اشرف علی تھانوی اور ڈاکٹر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ شامل ہیں۔

اس مدرسہ میں ایران اور وسطی ایشیاء کے طالب علم بھی آتے تھے اور علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔

پیر سید ابوتراب رشد اللہ شاہ صاحب کا دوسرا بڑا علمی کارنامہ مدرسہ دارلرشاد کے ساتھ ایک عالیشان کتب خانہ کا قیام تھا، آپ نے اپنے خاندانی کتب خانہ میں توسیع کی اور اسلامی ممالک سے تفسیر، حدیث، تاریخ، اسماء الرجال اور دوسرے علوم کی نایاب کتابیں منگوا کر اس کتب خانہ میں جمع کیں آپ ۱۳۲۳ھ میں جب حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے کتب خانوں سے حدیث کی نایاب اور منتخب کتابیں نقل کرائیں آپ نے امام شوکانی کی کتاب ''ارشاد الفحول'' دوسو روپے میں خرید کر چھپوائی اور دو روپے فی کتاب فروخت کی۔ ہندوستان میں بمبئی اور حیدرآباد دکن کے کتب خانوں سے نایاب کتابیں نقل کرا کر اپنے کتب خانہ میں جمع کیں بعد میں دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن نے بھی اس کتب خانہ سے نقل کروائیں۔ (سہ ماہی فکر و نظر اسلام آباد اپریل۔ جون ۲۰۰۷ء)

مولانا عبید اللہ سندھی اپنی خودنوشت سوانح میں لکھتے ہیں کہ:

کتب خانہ پیر صاحب العلم گوٹھ پیر جھنڈا ضلع حیدرآباد راشدی طریقہ کے پیر صاحب العلم کے پاس علوم دینیہ کا کتب خانہ تھا۔ دوران مطالعہ میں وہاں جاتا رہا اور کتابیں مستعار بھی لاتا رہا۔ میرے تکمیل مطالعہ میں اس کتب خانہ کے فیض کا بڑا دخل تھا۔ پھر حضرت مولانا ابوتراب رشد اللہ شاہ صاحب العلم الرابع سے علمی صحبتیں رہیں وہ علم حدیث کے بہت بڑے عالم اور صاحب تصانیف تھے۔

(مولانا عبید اللہ سندھی کی سرگزشت کابل ص ۹)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برصغیر (پاک و ہند) کی دینی و مذہبی اور قومی وملی تحریکات سے بھی علامہ ابوتراب سید رشد اللہ شاہ صاحب کا تعلق رہا ہے۔تحریک خلافت میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔فروری ۱۹۲۰ء میں لاڑکانہ میں خلافت کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔اس کانفرنس میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا شوکت علی شریک ہوئے تھے۔اس کانفرنس کی صدارت پیر سید رشد اللہ شاہ نے کی تھی، آپ کا صدارتی خطبہ تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔یہی خطبہ آپ کے اسیر زنداں ہونے کا سبب بنا۔علامہ پیر سید ابوتراب رشد اللہ شاہ صاحب نے ۶/ شعبان ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۳/اپریل ۱۹۲۳ء کو اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔

(سہ ماہی فکر ونظر اسلام آباد اپریل۔جون ۲۰۰۷ء)

فن حدیث پر تصانیف

علامہ پیر سید رشد اللہ شاہ مطالعہ کے بہت شوقین تھے۔ٹھوس اور قیمتی مطالعہ ان کا سرمایہ علم تھا۔آپ نے عربی، فارسی، اردو اور سندھی میں (۷۰) سے زائد کتابیں تصنیف کیں، حدیث اور متعلقات حدیث پر آپ نے جو کتابیں تصنیف کیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱: تجرید بخاری کا سندھی ترجمہ

۲: كشف الاستار عن رجال معاني الآثار

۳: الاعلام برواة الامام

۴: نشاط الراغبين في تخريج احاديث صراط االطالبين

۵: شابيب الأسجد في تخريج احاديث مكاتيب مرشدنا الارشد

۶: تحقیق حدیث انا احمد بلامیم، اس روایت پر تحقیق کی ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

۷: تحقيق حديث فرق بيننا و المشركين العمائم على القلانس۔
اس روایت کی بھی تحقیق کی گئی ہے۔

۸: ثمر آخرت ترجمہ سندھی سفر السعادة، علامہ مجد الدین فروز آبادی کی سفر السعادة سندھی ترجمہ ہے۔

(سہ ماہی فکر ونظر اسلام آباد اپریل جون ۲۰۰۷ صفحہ ۳۴ - ۳۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیر سید ضیاء الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ

پیر سید ضیاء الدین شاہ راشدی علامہ ابوتراب سید رشد اللہ شاہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۳۰۴ھ میں ہوئی، آپ نے علوم اسلامیہ کی تحصیل اپنے آبائی مدرسہ دارالرشاد سے کی۔ شعبان ۱۳۲۷ھ(میں مدرسہ دارلارشاد پیر جھنڈو کے پہلے جلسہ تقسیم اسناد میں آپ کی دستار بندی ہوئی جس کی صدارت علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری الیمانی اُستاد مولانا سید نواب سید صدیق حسن خاں فومی رئیس بھوپال نے فرمائی:

تصنیف میں جامع ترمذی کا سندھی میں ترجمہ کیا تھا اور علم میراث کی کتاب ''سراجی'' کی احادیث کی تخریج بنام ''عون اللطیف فی تخریج احادیث السراجیہ'' کی تھی۔

(سہ ماہی فکر ونظر اسلام آباد اپریل۔ جون ۲۰۰۷ء ص ۳۵)

پیر سید احسان اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ

پیر سید احسان اللہ شاہ راشدی پیر سید ابوتراب رشد اللہ شاہ صاحب کے دوسرے صاحبزادے تھے آپ کی ولادت ۲۷رجب ۱۳۱۳ھ کو ہوئی، آپ نے دینی تعلیم اپنے آبائی مدرسہ دارالرشاد میں حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں مولانا عبیداللہ سندھی اور مولانا احمد علی لاہوری کے نام بھی ملتے ہیں، تکمیل تعلیم کے بعد اپنی خاندانی روایات کے مطابق آپ نے اپنے آپ کو دین اسلام کی نشرواشاعت، کتاب وسنت کی ترقی و ترویج اور شرک وبدعت کی تردید وتوبیخ کے لئے وقف کردیا آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا، اندرون ملک کے علاوہ عالم اسلام کے مقتدر علمائے کرام سے بھی آپ کے اچھے مراسم اور تعلقات تھے۔ خصوصاً سلطان ابن سعود (عبدالعزیز بن عبدالرحمان) والی سعودی عرب سے خاص دوستی اور خط وکتابت رہتی تھی آپ بہت زیادہ متبع سنت تھے۔ تمام دینی و دنیاوی امور میں سنتِ رسول ﷺ کو پیش نظر رکھتے تھے۔ اس لئے آپ کو ''سنت والے'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

پیر سید احسان اللہ شاہ کو تمام علوم دینیہ پر یکساں قدرت حاصل تھی، تفسیر حدیث تاریخ، اسماء الرجال، فقہ، اصول فقہ، لغت وادب پر عبور کامل تھا۔ لیکن فن اسماء الرجال پر آپ کی نظر بہت وسیع تھی۔ اس فن میں آپ کو بہت زیادہ کمال حاصل تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے اپنے اخبار اہلحدیث امرتسر میں لکھا تھا کہ میں ایک دفعہ ایک فیصلہ کے لیے پیر سید احسان اللہ شاہ راشدی کا مہمان رہا۔ ان سے علم الرجال پر کافی گفتگو ہوئی۔ میں نے ان کو اس فن میں یکتا پایا۔ اور میں انہیں فن اسماء الرجال میں امام تسلیم کرتا ہوں۔

آپ کو جمع کتب کا بہت زیادہ شوق تھا اور یہ شوق آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔ آپ کے والد محترم پیر سید ابوتراب رشد اللہ شاہ کو بھی کتابیں جمع کرنے کا بہت زیادہ شوق تھا، چنانچہ آپ نے بھی اپنے آبائی کتب خانہ میں بے شمار کتابوں کا اضافہ کیا آپ نے علوم تفسیر و حدیث اور اسماء الرجال پر مصر، شام، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور ہندوستان کے کئی شہروں سے زر کثیر خرچ کر کے نایاب کتابیں نقل کرائیں۔ حیدرآباد دکن کے شاہی کتب خانہ سے بھی کئی کتابیں نقل کرا کر اپنے کتب خانہ کی زینت بنائیں۔ نظام دکن میر عثمان علی خاں نے آپ کو دائرۃ المعارف العثمانیہ دکن کا رکن نامزد کیا تھا۔ دائرۃ المعارف سے جو کتاب چھپتی تھی آپ کے کتب خانہ کے لئے اعزازی طور پر ملتی تھی۔

دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن نے جب امام بیہقی کی ''السنن الکبریٰ'' اور امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ کی مستدرک حاکم شائع کی۔ اس وقت اُن کے پیش نظر ان دونوں کتابوں کو جو قلمی نسخے تھے ان میں پیر سید احسان اللہ شاہ کے نسخے بھی شامل تھے۔ آپ کے علمی ذوق کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ امام خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد ۱۹۲۸ء میں دارالکتب المصریہ قاہرہ سے سولہ سو روپے خرچ کر کے اس کا فوٹو اسٹیٹ حاصل کیا تاریخ بغداد ۱۹۳۱ء میں (۱۴) جلدوں میں مصر سے شائع ہوئی۔ صفحات کی مجموعی تعداد ۶۷۹۱ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تصنیف و تالیف کا خصوصی ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ نے سنن ابن ماجہ کی شرح بزبان عربی بنام ''حسیقه الزجاجه شرح ابن ماجه'' لکھنی شروع کی تھی۔ لیکن اس کی تکمیل سے پہلے اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔

آپ نے ۱۵ر شعبان ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو ۴۵ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ ان للہ وانا الیہ راجعون۔ (ترجمان الحدیث دسمبر ۱۹۷۸ء)

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے آپ کے انتقال پر ماہنامہ معارف اعظم گڑھ (نومبر ۱۹۳۸ء) میں درج ذیل تعزیتی شزرہ لکھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمی حلقوں میں یہ خبر غم وافسوس کے ساتھ سنی جائے گی، کہ جھنڈا گوٹھ ضلع حیدرآباد سندھ کے مشہور عالم پیر احسان اللہ شاہ صاحب جو قلمی کتابوں کے بڑے عاشق تھے۔ چوالیس ۴۴ برس کی عمر میں ۱۳/ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو اس دنیا سے چل بسے۔ مرحوم حدیث و رجال کے بڑے عالم تھے۔ اُن کے کتب خانہ میں حدیث و تفسیر و رجال کی نایاب قلمی کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا۔ ان کے شوق کا یہ عالم تھا کہ مشرق و مغرب، مصر و شام، عرب و قسطنطنیہ کے کتب خانوں میں ان کے کاتب و ناسخ نئی نئی قلمی کتابوں کی نقل پر مامور رہتے تھے۔ مرحوم ایک خانقاہ کے سجادہ نشین اور طریق سلف کے متبع اور علم وعمل دونوں میں ممتاز تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم پر اپنے انوارِ رحمت کی بارش فرمائے۔ (یادِ رفتگان ص ۱۷٦)

علامہ سید محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ

آپ پیر سید احسان اللہ شاہ راشدی کے بڑے صاحبزادے تھے چھوٹے صاحبزادے علامہ ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی تھے [1] آپ نے اپنی تعلیم کی تحصیل اپنے آبائی مدرسہ دارالرشاد میں کی۔ جو ان کے والد

[1] پیر سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی المعروف پیر آف جھنڈا نامور عالم دین مفسر قرآن، محدث دوراں، مناظر اسلام، بلند پایہ مجتہد، مورخ و محقق اور عربی، اُردو اور سندھی زبانوں کے مصنف تھے، آپ کی ولادت ۱۸/ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۰/ جولائی ۱۹۲۴ء کو ہوئی۔
دینی تعلیم اپنے آبائی مدرسہ دارالرشاد میں حاصل کی آپ کے اساتذہ کی فہرست طویل ہے تاہم آپ کے مشہور اساتذہ یہ ہیں:
برادر اکبر مولانا سید محب اللہ شاہ راشدی، مولانا عبدالحق بہاولپوری مکی، شیخ الاسلام مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری، حضرت العلام مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی، مولانا ابو اسحاق نیک محمد امرتسری، مولانا ابو سید شرف الدین محدث دہلوی اور مولانا عبیداللہ سندھی رحمہم اللہ اجمعین۔
تکمیل تعلیم کے بعد اپنے خاندانی روایات کے مطابق صوبہ سندھ میں دین اسلام کی نشرواشاعت، کتاب وسنت کی ترقی وترویج اور شرک و بدعت کی تردید و توبیخ میں ہمہ تن مصروف ہوگئے اور اس سلسلہ میں مقلدین احناف کی طرف سے آپ مصائب و آلام کا شکار ہوئے، لیکن آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ ۱۹۵۵ء میں آپ نے نیو سعید آباد میں مدرسہ محمدیہ کی بنیاد رکھی، اس مدرسہ سے اندرون و بیرون ملک سے کثیر تعداد میں تشنگانِ علم ان سے فیض یاب ہوئے۔ ۱۹۷۵ء میں مع اہل وعیال مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ اور تین سال تک بیت اللہ میں درس قرآن ارشاد فرماتے رہے۔ اور اس تین سالہ قیام میں ہزاروں علماء وطلباء ان کے دروس ومحاضرات سے فیض یاب ہوئے۔
آپ نے عربی، اُردو اور سندھی میں مختلف موضوعات پر ڈیڑھ سو کے قریب کتابیں تصنیف کیں۔ آپ نے سندھی زبان میں ''بدیع التفاسیر'' کے نام سے تفسیر لکھی ہے۔ جو آپ کے علمی تبحر کا ایک بین ثبوت ہے۔ حدیث اور متعلقات حدیث پر آپ کی عربی اور اُردو میں (۲۰) کتابیں ہیں یہ کتابیں آپ کے فن حدیث میں یگانہ روزگار ہونے کی شہادت دیتی ہیں آپ نے ۸/ جنوری ۱۹۹٦ء کو کراچی میں انتقال کیا۔ اور نیو سعید آباد ضلع حیدرآباد میں سپرد خاک کیے گئے۔ (عراقی)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محترم پیر سید ابوتراب رشد اللہ شاہ صاحب کی نگرانی میں جاری تھا۔ آپ کے اساتذہ کی فہرست طویل ہے جن اساتذہ سے آپ نے مختلف علوم اسلامیہ استفادہ کیا۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

1: حافظ محمد امین رحمہ اللہ
2: مولانا ولی محمد رحمہ اللہ
3: مولانا محمد اسماعیل افغان رحمہ اللہ
4: مولانا قطب الدین ہالیجوی رحمہ اللہ
5: مولانا عبدالوہاب رحمہ اللہ
6: مولانا حمید الدین رحمہ اللہ
7: مولانا محمد اکرم سندھی رحمہ اللہ
8: مولانا محمد ابویوسف رحمہ اللہ
9: مولانا نور محمد رحمہ اللہ
10: مولانا محمد مدین رحمہ اللہ
11: مولانا محمد خلیل رحمہ اللہ
12: مولانا محمود احمد رحمہ اللہ
13: مولانا بہاؤ الدین رحمہ اللہ
14: مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ
15: مولانا عبدالحق بہاولپوری مکی رحمہ اللہ
16: مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ
17: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ
18: پیر سید احسان اللہ شاہ راشدی (والد گرامی)

(کاروانِ سلف ص ۳۸۸-۳۹۰۹)

ان اساتذہ میں آپ پیر سید احسان اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کے حالات اوپر پڑھ آئے ہیں تاہم آپ کے چار مشہور اساتذہ (نمبر ۱۴ تا ۱۷) کے مختصر حالات اور اُن کے علمی خدمات کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

مولانا عبدالحق بہاولپوری مکی رحمہ اللہ

بہت بڑے اہلحدیث عالم تھے، درحقیقت احمد پور شرقیہ کے رہنے والے تھے۔ ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے تھے۔ اس لئے ان کے ''اسم گرامی'' کے ساتھ مہاجر مکی لکھا جاتا ہے۔ مولانا سید محب اللہ شاہ راشدی نے ان سے علوم حدیث میں استفادہ کیا۔ (کاروانِ سلف ص ۳۹۰)

مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ

مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی ۱۸۷۸ء میں گجرات (مغربی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ ابھی کم سن ہی تھے، کہ ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا اور ان کی پرورش ان کی خالہ نے کی۔ جو شاہ پور ضلع سرگودھا میں رہائش پذیر تھیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا شرف الدین کی تعلیم کا آغاز شاہ پور میں ہوا۔ اس کے بعد آپ حصول تعلیم کے لئے ملتان تشریف لے گئے اور مولانا عبدالحق محدث ملتانی سے ترجمہ قرآن مجید، تفسیر جلالین، مشکوۃ المصابیح، منطق کی شرح تہذیب اور علم نحو کی شرح جامی پڑھیں ان کے علاوہ مولانا خلیل الرحمان مظفر گڑھی سے بھی استفادہ کیا۔

ملتان میں اکتساب فیض کے بعد مولانا شرف الدین عازم دہلی ہوئے، دہلی ان دنوں علم وفن کا مرکز تھا۔ حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی مسند تحدیث بچھی تھی۔ مشرق ومغرب کے لوگ جوق درجوق آ کر تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ مولانا شرف الدین نے حضرت میاں صاحب سے استفادہ سے پہلے مولانا محمد بشیر سہوانی، حافظ عبداللہ بیگ، مولانا حکیم محمد ابراہیم سنبھلی، مولانا حافظ نذیر احمد خاں، مولانا حکیم حافظ عبدالوہاب نابینا، اور حکیم عبدالرشید سے درس نظامی میں تکمیل فرمائی۔ حدیث کی تحصیل مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی صاحب المعبود اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے کی۔ علامہ حسین بن محسن انصاری یمانی سے بھی سند حدیث حاصل کی۔

تکمیل تعلیم کے بعد علی گڑھ اور دہلی کے مدارس میں تدریس فرماتے رہے جولائی ۱۹۳۱ء میں دہلی میں اپنا مدرسہ سعدیہ عربیہ جاری کیا۔ اس مدرسہ میں بے شمار حضرات نے آپ سے استفادہ کیا۔ ان کے تلامذہ میں ایسے علمائے کرام بھی شامل ہیں، جو بعد میں نور مسند تدریس پر فائز ہوئے۔ مثلاً

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی، مولانا علی محمد سعیدی (خانیوال) مولانا عبدالرحمان عتیق وزیر آبادی وغیرہم۔

مولانا شرف الدین دہلوی قیام پاکستان کے بعد کراچی تشریف لائے۔ کراچی اور پیر جو گوٹھ ضلع حیدرآباد سندھ میں بھی تدریس فرماتے رہے۔

مولانا شرف الدین محدث دہلوی صاحب تدریس ہونے کے ساتھ عربی اور اردو کے بلند پایہ مصنف بھی تھے حدیث میں آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں۔

1: تخریج آیات الجامع الصحیح بخاری (عربی)

2: شرح سنن ابن ماجہ (عربی)

3: تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ (عربی) (نصف ثانی)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4: نصب الرایہ فی تخریج البدایہ (عربی)

5: تخریج مسند امام احمد بن حنبل (عربی)

6: برق اسلام بجواب دو اسلام (اردو)

مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی نے ۲۱/ جولائی ۱۹۶۱ء مطابق ۷/ صفر ۱۳۸۱ھ کراچی میں انتقال کیا۔

(تراجم علمائے حدیث ہند ص ۱۸۱، دبستانِ حدیث ص ۲۲۶-۲۳۰، جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات ص ۴۸)

مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ

مولانا عبیداللہ سندھی ۱۲/ محرم ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۰/ مارچ ۱۸۷۲ء ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں کے غیر مسلم گھرانے میں پیدا ہوئے، بچپن میں مولانا عبیداللہ پائلی کی تحفۃ الہند ہاتھ لگ گئی، اس کے بعد مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کی تقویۃ الایمان اور حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی کی احوال الآخرت پڑھی ان کتابوں نے ان کی دنیا بدل دی۔ اور اسلام قبول کرلیا۔ اور خود ہی اپنا نام عبیداللہ تجویز کیا۔ اس کے بعد سندھ آگئے۔ اور ایک بزرگ حافظ محمد صدیق سے اسلامی علوم میں تعلیم حاصل کرنا شروع کردی۔ ۱۳۰۶ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی اسیر مالٹا سے استفادہ کیا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی سے بھی اکتساب فیض کیا۔

شیخ الہند مرحوم ومغفور کی صحبت سے بہت فائدہ اُٹھایا، انہی کے ذریعہ حکمت ولی اللہ دہلی سے متعارف ہوئے اور ۱۳۲۷ھ میں شیخ الہند نے جمعیۃ الانصار کی بنیاد ڈالی تو اس سے وابستہ ہوگئے۔ اور شیخ الہند کی سرپرستی میں کام کرتے رہے۔ ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۵ء میں کابل (افغانستان) تشریف لے گئے۔

مولانا سندھی نے اپنی زندگی میں بہت سے نشیب وفراز دیکھے، سندھ میں درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا، جلا وطنی کی زندگی بھی بسر کی، ان کے تلامذہ کا حلقہ وسیع ہے، مولانا احمد علی لاہوری اور خواجہ عبدالحی فاروقی ان کے ممتاز تلامذہ میں تھے۔

مولانا عبیداللہ سندھی صاحب تصنیف بھی تھے، مولانا سندھی نے ۲۲/ اگست ۱۹۴۴ء کو ریاست بہاول پور کے قصبہ دین پور میں وفات پائی۔ (مشاہیر علماء دیوبند ج ۱ ص ۳۴۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مشہور عالم دین، محقق و مورخ اور عربی و اردو کے بلند پایہ مصنف تھے، ۱۹۱۰ء میں ضلع امرتسر، تحصیل ترنتارن کے قصبہ بھوجیاں میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام میاں صدر الدین تھا۔ مولانا عطاء اللہ نے اپنی تعلیم کا آغاز اپنے گاؤں سے کیا۔ ترجمہ قرآن مجید اپنے والد سے پڑھا۔ اس کے بعد حدیث کی کتابیں بلوغ المرام اور مشکوۃ مولانا عبدالرحمٰن بھوجیانی سے پڑھیں۔ ۱۹۲۴ء میں مولانا عطاء اللہ حصول تعلیم کے سلسلہ میں دہلی تشریف لے گئے، اور مدرسہ حمیدیہ میں داخل ہوگئے۔ اس وقت مدرسہ حمیدیہ میں مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی کا درس جاری تھا۔ ان سے مولانا عطاء اللہ نے علوم دینیہ میں استفادہ کیا۔ مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلی سے بھی اکتساب فیض کیا۔ مولانا عطاء اللہ کا دہلی میں کافی عرصہ قیام پذیر رہے مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں کہ:

مولانا عطاء اللہ کئی سال دہلی میں رہے، اور وہاں کے جید اساتذہ سے خوب استفادہ کیا۔ دہلی کے علماء سے ان کے ذاتی تعلقات پیدا ہوگئے تھے اور وہ ان کی خدمت میں بالعموم حاضر ہوتے اور مختلف علمی اور سیاسی مسائل پر ان سے گفتگو کرتے۔

دہلی میں مولانا عطاء اللہ نے حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی اور سند فراغت لے کر اپنے وطن بھوجیاں واپس آئے اور کتابوں کی کئی بوریاں اپنے ساتھ لائے۔ اپنے گاؤں میں کچھ عرصہ قیام کے بعد مولانا عطاء اللہ دیگر علوم وفنون کی تحصیل کے لئے لکھو کے ضلع فیروز پور تشریف لے گئے۔ اس وقت لکھو کے میں استاد پنجاب مولانا عطاء اللہ لکھوی کا درس جاری تھا، مولانا عطاء اللہ حنیف نے ان سے مختلف علوم کی کتابیں پڑھیں۔ لکھو کے میں آپ کا قیام دو سال رہا، لکھو کے سے فراغت تعلیم کے بعد مولانا عطاء اللہ حنیف گوندانوالہ ضلع گوجرانوالہ تشریف لائے وہاں اُس وقت حضرت العلام حافظ محمد محدث گوندلوی کی مسند تدریس آراستہ تھی ان سے مولانا عطاء اللہ نے مختلف علوم کی انتہائی کتابیں پڑھیں۔

۱۹۳۰ء میں مولانا عطاء اللہ حنیف نے تعلیم سے فراغت پائی، فراغت تعلیم کے بعد آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اور اس کا آغاز اپنے گاؤں بھوجیاں سے کیا، اس کے بعد مولانا عطاء اللہ حنیف نے مشرقی اور مغربی پنجاب کے مختلف قصبات میں تدریسی خدمات انجام دیں آپ نے جن قصبات اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہروں میں تدریس فرمائی۔ وہ درج ذیل ہیں:

1: مدرسہ فیض الاسلام بھوجیاں ضلع امرتسر

2: انجمن اہل حدیث پنجاب کا مدرسہ (اس کے سربراہ مولانا محمد شریف گھڑیالوی تھے) اور گوجرانوالہ میں قائم ہوا تھا۔ مولانا عطاء اللہ حنیف کو صدر مدرس مقرر کیا گیا تھا۔

3: دارالحدیث کوٹ کپورہ

4: دارالحدیث فیروز پور

5: جامعہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ ضلع لائل پور (فیصل آباد)

6: دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور

7: جامعہ سلفیہ لاہور

مولانا عطاء اللہ حنیف کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے، مثلاً تلامذہ یہ ہیں۔

1: مولانا محمد اسحاق بھٹی

2: حافظ صلاح الدین یوسف

3: مولانا فضل الرحمان الازہری

4: مولانا ابوبکر صدیق سلفی

5: حافظ احمد شاکر اور کئی دوسرے علمائے کرام

مولانا عطاء اللہ حنیف کو کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ ان کا کتب خانہ پاکستان کے مشہور کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے، اور ایک مثالی کتب خانہ ہے۔ جس میں تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ وسیر، اسماء الرجال، ادب ولغت اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم اور محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں رحمہم اللہ اجمعین کی تصانیف کا کافی ذخیرۂ موجود ہے۔ ان کے علاوہ برصغیر (پاک و ہند) سے شائع ہونے والے بلند پایہ رسائل و جرائد کا بھی کافی ذخیرہ ہے۔ یعنی معارف اعظم گڑھ، برہان دہلی، اشاعۃ السنۃ بٹالہ، اہل حدیث امرتسر، اخبار محمدی دہلی، تنظیم اہل حدیث روپڑ اور بہت سے دوسرے رسائل وغیرہ۔

علم و فضل کے اعتبار سے مولانا عطاء اللہ حنیف جامع الکمالات عالم دین تھے۔ حدیث اور اسماء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرجال پر ان کی نظر وسیع تھی۔ حدیث سے ان کو بہت زیادہ شغف تھا مولانا عطاء اللہ عربی اردو کے بلند پایہ مصنف تھے۔ حدیث پر ان کی درج ذیل کتابیں ہیں:

1: التعلیقات السّلفیہ (شرح سنن نسائی) (عربی)

۲: تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ (ربع ثالث) کی تحقیق و تنقیح و تخریج (عربی)

۳: فیض الودود حاشیہ سنن ابی داؤد (عربی)

مولانا عطاء اللہ حنیف نے ۳/اکتوبر ۱۹۸۷ء کو لاہور میں رحلت فرمائی۔ (نقوش عظمت رفتہ ص ۲۷۲)

عصری تعلیم

حضرت شاہ صاحب نے دینی تعلیم کے حصول کے ساتھ سندھ یونیورسٹی سے فاضل عربی اور شعبہ ثقافت اسلامی و تقابل ادیان میں ایم اے کیا۔

درس و تدریس

تکمیل تعلیم کے بعد آپ اپنے آبائی گاؤں پیر جھنڈو میں تعلیم و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے نیوسعید آباد سے دو تین کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک گاں میں رہائش اختیار کر لی اور وہاں ایک دینی مدرسہ قائم کیا، جس میں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

(تذکرہ علماء اہل حدیث ۳/۲۷۴)

کتب خانہ

حضرت شاہ صاحب کو کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا اور یہ شوق آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔ آپ کے دادا محترم پیر سید ابوتراب رشد اللہ شاہ صاحب اور والد محترم پیر سید احسان اللہ شاہ صاحب کو بہت شوق تھا ان دونوں بزرگوں نے اپنی زندگی میں بے شمار نایاب و نادر کتابیں اپنے کتب خانے میں جمع کیں اور بہت مال کثیر صرف کر کے کئی نایاب کتابیں نقل کرائیں۔

حضرت پیر محبّ اللہ شاہ صاحب نے بھی زر کثیر صرف کر کے اپنے آبائی کتب خانہ میں مختلف علوم و فنون کے ہزاروں مخطوط و مطبوع کتابوں کا اضافہ کیا، آپ نے کتابوں کے حصول کے لئے امرتسر، دہلی کے سفر کئے۔ استنبول (ترکی) برطانیہ اور حج کے متعدد مواقع پر زیادہ وقت کتابوں کی تلاش میں صرف کیا ان کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب خانہ پاکستان کے مثالی کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے۔
(سہ ماہی فکر ونظر، اسلام آباد اپریل جون ۲۰۰۷ء)

تبحر علمی

حضرت پیر سید محبّ اللہ شاہ صاحب علم وفضل کے اعتبار سے بڑے جامع الکمالات تھے، تمام علوم اسلامیہ پر ان کو مکمل دسترس حاصل تھی، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ و سیر، اسماء الرجال، ادب و لغت، فلسفہ اور منطق میں یدطولی حاصل تھا۔ علوم حدیث سے قلبی لگاؤ تھا اور اسماء الرجال پر ان کا وسیع مطالعہ تھا۔ اور اس فن میں ان کو یدطولی حاصل تھا۔ تحقیق و تدقیق میں ان کو بہت زیادہ مہارت حاصل تھی۔
(کاروان سلف ص ۴۰۰)

تصانیف

حضرت شاہ صاحب عربی، اردو اور سندھی کے بلند پایہ مصنف تھے اور تصنیف و تالیف کا بہت عمدہ ذوق رکھتے تھے۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی ان کے تصنیفی ذوق کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: سید محبّ اللہ شاہ راشدی بہت اچھے مصنف بھی تھے، انہوں نے عربی، اردو اور سندھی تینوں زبانوں میں لکھا اور خوب لکھا جہاں تک ہمیں معلوم ہوسکا ان کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف کی تعداد ۵۷ ہے۔ (کاروانِ سلف ص ۴۰۱)

پروفیسر عبدالعزیز نے اپنے مقالہ ''پیر جھنڈو خاندان کی خدمات حدیث'' میں ان کی تصانیف کی تعداد ۶۴ بتائی ہے (عربی ۱۷، اردو ۲۵، سندھی ۲۲، سہ ماہی فکر ونظر اسلام آباد اپریل جون ۲۰۰۷ء ص ۳۷)

تلامذہ

حضرت سید محبّ اللہ شاہ صاحب کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

تاہم آپ کے مشہور تلامذہ یہ ہیں:

مولانا عبدالمجید سلفی، مولانا محمد یعقوب، مولا بخش محمدی، مولانا محمد عبداللہ، مولانا سید محمد قاسم شاہ راشدی (صاحبزادہ)، مولانا محمد ابراہیم اعوان اور مولانا حافظ مطیع الرحمان سیالکوٹی وغیرہم۔
(تذکرہ علمائے اہل حدیث ۳/۲۷۵، سہ ماہی فکر ونظر اسلام آباد)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدمت حدیث میں تصانیف

حضرت شاہ صاحب نے خدمت حدیث میں جو کتابیں تصنیف فرمائیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1: التعليق النجيح على الجامع الصحيح البخارى
یہ صحیح بخاری کی عربی میں مختصر اور جامع شرح ہے۔
اس کتاب پر مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ، مولانا اللہ بخش لاڑکانہ اور محقق الحدیث مولانا ارشاد الحق اثری ﷾ کی تقاریظ درج ہیں۔

2: كشف اللثام عن تراجم الرواة الاعلام الذين يروون حديث لا صلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحه الكتاب خلف الامام.

3: طريق السداد وفضل المقال فى تراجم الرجال، الثقات النبال الذين ليس لهم ذكر فى تهذيب الكمال

4: ثقات الرجال الملتقطة من تاريخ جرجان للهمى

5: التعليق لمحب الحسينى على التقريب للعسقلانى

6: الاحاديث الضعاف مع بيان الى الموجب للتضيف

7: الثقات المذكوره فى تاريخ بغداد وغيرهٗ من الكتب الخطيب فى اثناء التراجم لكن ليس لهم ذكر فى التهذيب والتقريب

8: تسكين القلب المشوش باعطاء التحقيق فى تدليس الثورى والاعمش

9: التعليقات على صحيح ابن حبان ابن حبان پر تعلیقات قلمبند کیے ہیں۔

(سہ ماہی فکر و نظر اسلام آباد ص ۳۸)

وفات

حضرت پیر سید محبّ اللہ شاہ راشدی نے ۲۱ر جنوری ۱۹۹۵ء مطابق ۱۹ر شعبان ۱۴۱۵ھ کو رحلت فرمائی۔ آپ کے برادر صغیر پیر سید بدیع الدین شاہ راشدی المعروف پیر آف جھنڈا نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اللهم اغفرهٗ وارحمهٗ وأدخله الجنة الفردوس۔ (کاروان سلف ص ۳۷۹)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاہ صاحب رحمہ اللہ کا اپنے اہل وعیال اور جماعت کے نام وصیت نامہ

اس وصیت نامہ کے ذریعے میں اپنی ساری اولاد اور گھر والوں اور پوری جماعت کو اپیل کرتا ہوں کہ برائے مہربانی اس میں لکھی ہوئی باتوں پر پوری طرح عمل کریں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سب کا محافظ ہے۔

سب سے پہلے:

(1)...... میرا کفن و دفن وغیرہ بالکل سنت کے مطابق عمل میں لایا جائے ذرہ بھر بھی بدعت اختیار نہ کی جائے۔

(2)...... گاؤں والی زمین تو پہلے ہی میری اولاد کے نام لکھی ہوئی ہے باقی میری وہ زمین جو نواب شاہ کی طرف گوجرہ میں ہے وہ ایک سوسترہ ۱۱۷ ایکڑ ہے ان میں سے سولہ ۱۶۔ ایکڑ مدرسہ کے ہیں یہ بات میری ساری اولاد کو معلوم ہے باقی ایک سو ایک ۱۰۱۔ ایکڑ بچتے ہیں ان میں سے پہلے دو آنہ یعنی آٹھواں حصہ نکالا جائے اس میں سے ایک آنہ راشد شاہ کی والدہ اور دوسرا آنہ یاسین شاہ کی والدہ کو دیا جائے باقی زمین کو سات حصے کیے جائیں اور وہ دو حصے ہر ایک بیٹے یاسین شاہ۔ راشد شاہ اور قاسم شاہ کو دیے جائیں اور ایک حصہ میری بیٹی کو دیا جائے گا یعنی دو آنہ نکالنے کے بعد چودہ ۱۴ آنے بچیں گے ان میں سے چار چار آنے بیٹوں کو اور دو آنے بیٹی کو ملیں گے۔

(3)...... میری دوسری کوئی خاص ملکیت نہیں ہے میری بیویوں راشد شاہ کی والدہ اور یاسین شاہ کی والدہ جو کچھ ان کے گھروں میں ہے وہ سب ان کا ہے اور ان میں وراثہ ترکہ ہرگز نہ ہوگا اس کا خاص خیال رکھا جائے۔

(4)...... میرے پاس جو گھڑی ہے وہ راشد شاہ کی تھی جو میری گھڑی گم ہونے کی صورت میں مجھے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راشد شاہ نے پہننے کے لیے دی تھی جو واپس راشد شاہ کو دی جائے۔

(5)......مکتبہ کافی عرصہ پہلے میں نے حیدر آباد سول کورٹ میں اپنے چھوٹے بیٹے محمد قاسم شاہ کے نام پر رجسٹرڈ کرادیا تھا جس کے کاغذات اب قاسم شاہ کے پاس ہی ہیں۔

(6)......میں اپنی مسند (جگہ) پر بھی قاسم شاہ کو مقرر کرکے جاتا ہوں۔ پوری جماعت کو یہ بتایا جائے اور تاکید کی جائے کہ اس پر عمل کریں مجھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ میں امید ہے کہ میرا چھوٹا بیٹا قاسم شاہ مجھ سے زیادہ جماعت کی خدمت کرے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ سب بیٹوں اور بیٹی کو پرزور اپیل کرتا ہوں کہ آپس میں قرب ومحبت پیار والفت سے رہیں۔ دینی اور جائز دنیاوی کاموں میں ایک دوسرے سے بھرپور تعاون کریں۔

(7)......مدرسہ کی سب کو پارت (خیال) ہو اور اس کے چلانے میں کوئی کمی نہ ہو۔

(8)......مدرسہ کے سولہ ۱۶ ایکڑ قاسم شاہ کے حوالے رہیں گے وہ اس کا مقادہ یا اس کو آباد کرا کر جو اس میں سے ملے گا وہ مدرسہ کو دیتا رہے گا۔

(9)......مجھے اپنی دعاؤں میں بہت زیادہ یاد رکھنا۔

(10)......میری عصا (لاٹھی) اور دانوں والی تسبیح قاسم شاہ کے حوالے ہے۔ مولوی سید عبد الشکور سانگھڑ والوں کے کتابوں کے پیسے ہیں وہ ان سے معلوم کرکے ادا کیے جائیں۔

(11)......میرے پاسپورٹ اور شناختی کارڈ پر میری تصویر لگی ہوئی ہے میرے بعد وہ جلا کر ضائع کردینا اس کو تاکید سمجھنا۔

(12)......مسجد کے بجلی وغیرہ کا بل اور بنگلہ میں پانی جو مسجد کی ٹینکی میں سے آتا ہے اس کا مناسب بل میری جگہ پر بیٹھنے والے یعنی قاسم شاہ کو دینا ہے۔

(13)......مدرسہ کی ترقی اور بلندی اور کتاب وسنت کی اشاعت کے لیے ہر وقت کوشش کرتے رہنا۔

(14)......مکتبہ کے کتابوں میں سے کوئی بھی کتاب کسی کو باہر ہرگز نہ دیں وہاں رہ کر جو بھی استفادہ کرنا چاہے اس کی ہر طرح مدد کرنا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(15)...... کتاب وسنت کے احکامات میں مجھ سے کوئی غفلت یا سستی ہوئی ہو تو اس کمی کو پورا کرنا۔

(16)...... ہر معاملہ میں اپنے مالک اللہ جل وعلا کو راضی رکھنا اور حضرت نبی اکرم ﷺ کی سنت کی پیروی کرنا کسی بھی معاملات میں بدعت کے بالکل قریب نہ جانا۔ مجھ سے بتقاضائے بشری اگر کچھ قصور ہوا ہو تو اس کو پورا کرنا اور اس کا مداوا کرنا۔

(17)...... جماعت کے جماعت کے سب احباب اور بہبودی خواہاں کی ہر طرح عزت کرنا۔

(18)......سارے معاملات میں جماعت سے صلاح ومشورہ ضرور کرتے رہنا۔

(19)...... کسی معاملہ میں ناجائز اور غلط بات کی ہرگز ہرگز طرف داری نہ کرنا اور کسی بھی طرح ظالم (کوئی بھی ہو) اس کی حمایت نہ کرنا۔

(20)...... حکومت کے کسی بھی منصب وعہدہ کو اختیار نہ کرنا۔ یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ اوپر جو میں نے لکھا ہے کہ میری بیویوں کے گھر ان کے سامان سمیت ان کے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ میرے جانے کے بعد ان کے ہیں بلکہ اس وقت میری زندگی میں بھی ان کا ہے وہ ان میں اس وقت بھی اپنے اختیار سے کوئی بھی تصرف کرسکتی ہیں میری ذاتی چیزیں یا تو کتابیں ہیں جن کو دیکھتا رہتا ہوں اور وہ پہلے ہی قاسم شاہ کے نام رجسٹرڈ ہیں۔ دوسری پہننے کے کپڑے یا ٹارچ وغیرہ یا اس قسم کی دوسری چیزیں ہیں وہ اگر وارثین چاہیں تو آپس میں تقسیم کرلیں باقی وہ گھر اور ان کا سامان وغیرہ میرا ہے ہی نہیں۔

مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ سب کا نگہبان ہے۔

نوٹ: میرے جانے کے بعد کسی کو بھی میری تصویر کشی کی اجازت نہ دینا بلکہ اس موقع پر کسی فوٹو گرافر کو آنے کی بھی اجازت نہ دینا تصویر کشی حرام اور ناجائز ہے۔

والسلام

احقر العباد محب اللہ شاہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال رسول الله ﷺ

ان الله اذا أحب عبدًا، دعا جبريل فقال:
انی یحب فلانا فأحبوه فیحبه أهلُ السماء، قال:
ثم یوضع له القبول فی الأرض.

(صحیح مسلم)

انٹرویو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

از قلم: حافظ محمد نعیم، کراچی

پیر سیّد محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کی کہانی

حضرت الاستاذ مولانا دوست محمد لکھمیر صاحب حفظہ اللہ کی زبانی

۷ دسمبر ۲۰۰۲ء بروز ہفتہ عید الفطر کے دوسرے روز راقم الحروف اپنے عزیز دوست اور ادارہ تحقیقات سلفیہ کے ڈائریکٹر شیخ محمد یوسف کی رفاقت میں محدث العصر پیر سیّد محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کی حیات مستعار کے گمنام گوشوں کی تحقیق وجستجو کے سلسلے میں درگاہ شریف پیر جھنڈو حاضر ہوئے، حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے نادر وکامیاب کتب خانہ کی زیارت کی اور وہاں سے کچھ ضروری مواد حاصل کیا، رات کو قیام کتب خانہ سے منسلک کمرے میں کیا اور اگلے دن صبح جامع مسجد درگاہ شریف پیر جھنڈو، جامعہ دار الرشاد، کتب خانہ اور حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے کمرے اور دوسری خاص جگہوں کی تصویر کھینچی، بعد ازاں حضرت پیر سائیں بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے گاؤں آزاد پیر جھنڈو میں سعید آباد حاضر ہوئے، یہاں حضرت پیر سائیں رحمہ اللہ کے صاحبزادہ پیر سیّد رشد اللہ شاہ راشدی (جونیئر) اور پیر سیّد محمد شاہ راشدی رحمہ اللہ کے صاحبزادوں پیر سیّد ابو حمید شاہ راشدی و پیر سیّد نصرت اللہ شاہ راشدی سے ملاقات ہوئی، پیر سیّد رشد اللہ شاہ راشدی حفظہ اللہ کی اجازت سے حضرت پیر سائیں رحمہ اللہ کے عظیم الشان کتب خانہ، جامع مسجد الفردوس، اور ان کے مدرسہ کی تصاویر اتاری، یہاں سے فراغت کے بعد ہم تینوں (اب ہمارے ساتھ سیّد محمد قاسم شاہ راشدی حفظہ اللہ کے فرزند گرامی سیّد احسان اللہ شاہ (ثانی) بھی تھے جنہیں شاہ صاحب حفظہ اللہ نے ہماری رہنمائی کے لیے ساتھ کردیا تھا) پیر سیّد وہب اللہ شاہ راشدی صاحب کے گاؤں گئے، پیر وہب اللہ شاہ صاحب سے تو ملاقات نہیں ہوئی لیکن ان کے بھتیجے سیّد صدر اللہ شاہ راشدی صاحب سے ملاقات ہوئی، ان بزرگ سے علیک سلیک کے بعد کچھ تصاویر یہاں کی بھی لی جس میں جامع مسجد اور خاندانی قبرستان شامل ہیں، اس قبرستان میں جو ہستیاں محو استراحت ہیں ان کے اسم گرامی یہ ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیر سید فضل اللہ شاہ راشدی شہید (پیر جھنڈا دوم)، پیر سیّد رشید الدین شاہ راشدی عرف پیر صاحب بیعت والے (پیر جھنڈا سوم)، پیر سائیں سیّد رشد اللہ شاہ راشدی المعروف پیر صاحب خلافت والے (پیر جھنڈا چہارم)، پیر سیّد ضیاء الدین شاہ راشدی، پیر سیّد محمد مہدی شاہ راشدی، پیر سیّد نور الدین شاہ، پیر سیّد سردار الدین شاہ راشدی، پیر سیّد صدیق الرسول شاہ راشدی اور دوسرے جھنڈے والے بزرگ شامل ہیں۔

یہاں پر یہ بات بھی عرض کرتا چلوں کہ پیر وہب اللہ شاہ صاحب نے اپنے بزرگوں کی دوسری تعلیمات سے تو بہت حد تک انحراف کیا اور ان کے طرزِ عمل کو پس پشت ڈال دیا لیکن قبروں کے حوالے سے وہ اپنے اسلاف کے حقیقی جانشین ہیں، کیونکہ انہوں نے اس سلسلے میں کوئی سستی وکاہلی نہیں دکھائی بلکہ اپنے آباؤ اجداد کی وصیت کے مطابق ان کی قبر صرف کچی مٹی سے بنی ہوئی ہے اور زمین سے ایک بالشت کے برابر اونچی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کی اولاد کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنے اسلاف کی اس نصیحت پر کاربند اور ثابت قدم رہیں۔ اور دوسرے طور طریقوں میں بھی ان کی روش کو اپنا کر ایک بار پھر سے اس خطے کی کھوئی ہوئی روشنیوں کو زندہ کر دیں۔ آمین

اسی طرح درگاہ شریف پیر جھنڈو میں جو قبرستان ہے وہ بھی ایسی ہی کیفیت میں ہے، اس قبرستان میں اپنے وقت کے فن اسماء الرجال کے امام پیر سیّد احسان اللہ شاہ راشدی المعروف پیر سائیں سیّد فضل اللہ شاہ راشدی، محدث العصر پیر سیّد محب اللہ شاہ صاحب راشدی، شیخ العرب والعجم پیر سیّد بدیع الدین شاہ راشدی، پیر سیّد محی الدین شاہ راشدی، پیر سیّد محمد شاہ صاحب راشدی ﷭ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ابدی نیند سو رہے ہیں۔

بہرحال بات بہت دور نکل گئی ایک بار پھر ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں، یہاں سے فارغ ہو کر واپس ہم درگاہ شریف آ گئے اور ظہر کی نماز حضرت شاہ صاحب ﷾ کی اقتداء میں ادا کی، نماز ظہر کے بعد حضرت شاہ صاحب ﷾ نے بتایا کہ کچھ دیر بعد میں آپ لوگوں کو اپنے استاد اور والد صاحب کے دیرینہ رفیق حضرت مولانا دوست محمد لکھمیر صاحب ﷾ کے پاس نواب شاہ لے چلوں گا تا کہ ان سے بھی کچھ معلومات حاصل کی جا سکیں۔ چونکہ یہاں آنے کا ہمارا مقصد بھی یہی تھا کہ حضرت پیر صاحب ﷫ کی زندگی کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات اکٹھی کی جائیں اسی لیے ہم نے فوری حامی بھر لی اور کچھ دیر آرام کیا کہ اتنے میں مسجد سے مؤذن کی صدا بلند ہوئی اور نمازِ عصر کے لیے مسجد میں آ گئے۔ نماز سے فارغ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو کر ہم نے اپنا سامان وغیرہ شاہ صاحب کی گاڑی میں رکھا اور نواب شاہ کے لیے رخت سفر باندھا، پیر جھنڈو سے نواب شاہ کا سفر تقریباً بیس سے پچیس منٹ کا ہے، تھوڑی دیر میں ہم نواب شاہ کے ایک گاؤں لکھمیر میں پہنچے، حضرت شاہ صاحب ﷾ نے گاڑی جامع مسجد باب الاسلام لکھمیر کے مین گیٹ کے سامنے کھڑی کی اور مسجد سے متصل ایک حجرے میں لے آئے اور خادم مسجد علی احمد صاحب کے ذریعے حضرت الاستاذ مولانا دوست محمد لکھمیر صاحب ﷾ کو ہمارے آنے کی اطلاع دی۔ تھوڑی سی دیر میں حضرت الاستاذ ہمارے درمیان میں تشریف فرما تھے اور اپنی شیریں گفتار میں ماضی کے اوراق کی ورق گردانی کر رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ ہم حضرت الاستاذ ﷾ کے ارشادات عالیہ کو ضبط تحریر میں لاتے، اُس سے پہلے لکھمیر گاؤں کے حوالے ایک بات قاری عبدالخالق رحمانی صاحب ﷾ کے حوالے سے آپ کے گوش گزار کرانا چاہتا ہوں جس سے ایک طرف تو حضرت پیر صاحب ؒ کی دینی خدمات کا احاطہ کرنے میں بڑی مدد ملے گی اور دوسری طرف حضرت کی سیرت کا ایک اہم پہلو ہماری نظروں کے سامنے ہوگا جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت پیر صاحب ؒ کی تبلیغی جدوجہد کا دائرہ کار کس قدر وسیع و عریض تھا، رمضان المبارک کے مہینے میں حضرت مولانا محمد قاسم شاہ صاحب ﷾..

اسی طرح ایک بار طلبہ نے مجھ سے کہا حضرت یہاں جو کھانا ملتا ہے اُس میں دال اور سبزی زیادہ پکائی جاتی ہیں اور گوشت بہت کم۔ آپ حضرت پیر صاحب سے بات کریں تو پہلے پہل تو مجھے خود بہت شرم آئی کہ میں حضرت پیر صاحب سے یہ بات کیسے کروں لیکن طلبہ کے بہت اصرار پر ایک دن ہمت کر کے یہ مسئلہ بھی حضرت کی خدمت میں پیش کر دیا، میری بات سن کر حضرت فرمانے لگے مولوی صاحب بات تو آپ کی بڑی معقول اور صحیح ہے کہ یہاں بیچاروں کو کھانا بھی صحیح دستیاب نہیں لیکن ہم کیا کریں کہ اخراجات زیادہ ہیں اور فنڈ کم لیکن پھر بھی میں یہ کوشش کروں گا کہ آئندہ اس سلسلے میں کسی قسم کی بھی کمی یا کوتاہی نہ ہونے پائے اور پھر اس دن کے بعد سے طلبہ اور اساتذہ کو اس سلسلے میں کوئی بھی پریشانی لاحق نہیں ہوئی۔

اگلا سوال میں نے حضرت الاستاذ صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا کہ حضرت پیر صاحب کا یہ طرزِ عمل صرف آپ لوگوں کے لیے ہی تھا یا کہ سب لوگ بلاتفریق اس میں شامل تھے۔ اس سے پہلے حضرت میرے سوال کا جواب عنایت فرماتے کہ بیچ میں حضرت پیر صاحب ؒ کے ایک شاگرد مولانا عبدالحکیم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب ﷾ بھائی یوسف کے سوال کے جواب میں حضرت الاستاذ صاحب ﷾ کی بات کو مزید مکمل کرنے لگے کہ میں حضرت پیر صاحب ﷫ سے تعلیم حاصل کرکے ان کی اجازت سے منصورہ کے مدرسہ میں داخل ہوگیا، یہاں پر میرے تعلیمی دور میں ایک شخص جس کا نام غالبًا مولانا عبدالصمد صارم صاحب تھا مدرسہ میں آئے جو ہمارے استاد کے جاننے والے تھے، انہیں حضرت پیر صاحب سے ملنا تھا ہمارے استاد نے یہ ذمہ داری میری لگا دی کہ آپ انہیں پیر صاحب کے پاس پیر جھنڈہ لے جائیں، میں انہیں حضرت پیر صاحب ﷫ کی خدمت میں لے آیا جب ہم دونوں حضرت پیر صاحب سے ملاقات کرکے واپس آرہے تھے تو مولانا عبدالصمد صاحب فرمانے لگے کہ میں خود بھی بیس پندرہ کتابوں کا مصنف ہوں لیکن حضرت پیر صاحب سے ملنے کے بعد ایسا لگتا ہے گویا کہ قدرت نے تمام علوم وفنون ان کی ذات میں سمو دیئے ہیں۔ لیکن بالخصوص فن اسماء الرجال کے حوالے سے تو ان کا کوئی ثانی نہیں کیونکہ جب میں کسی راوی کی بابتکچھ عرض کرتا تو حضرت پیر صاحب اُس راوی کا پورا شجرہ نسب الف سے لے کر تک اس طرح بیان کرتے گویا مجھے یہ محسوس ہوتا کہ ہم اُس دور میں پہنچ چکے ہیں اور وہ شخص ہمارے سامنے موجود ہے۔ ابھی مولانا عبدالحکیم صاحب کی بات جاری تھی کہ حضرت الاستاذ ایک بار پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ مولانا صاحب کو یہ بات سن کر مجھے ایک دو واقعے اور بھی یاد آگئے ہیں جو حضرت پیر صاحب کے علمی مقام کے حوالے سے ہیں۔ ایک دفعہ پیر صاحب مجھے ساتھ لے کر کسی دعوت میں گئے یہاں پر اتفاق سے سندھ کے عظیم محقق ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب بھی تشریف فرما تھے، مجھے نہیں معلوم تھا کہ ڈاکٹر صاحب کی حضرت پیر صاحب ﷫ سے پہلے کی شناسائی ہے، میں حضرت پیر صاحب کا ڈاکٹر صاحب سے تعارف کرانے کے لیے ان کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا ڈاکٹر صاحب ان سے ملئے یہ علمی دنیا کے بے تاج بادشاہ اور حضرت الاستاذ فرمانے لگے کہ ابھی آگے میں اور کچھ بولتا کہ اُس سے پہلے ڈاکٹر صاحب نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگے کہ مولانا صاحب آپ حضرت پیر صاحب کا کیا مقام ومرتبہ بیان کریں گے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ حضرت پیر صاحب کیا شے ہیں اور اس کے بعد ڈاکٹر صاحب حضرت پیر صاحب کی شان میں قصیدے پڑھنے لگے جسے سن کر میں حیران رہ گیا اور ایک منٹ کے لیے سوچنے لگا کہ ہم نے پیر صاحب کی کیا قدر کی اور اغیار کی نظر میں ان کا کیا مقام ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت الاستاذ کی آنکھیں آبدیدہ اور دل بھر آیا لیکن پھر سے ماضی کی ان رنگین وخوش گوار، حسین ودلکش یادوں میں کھو گئے اور اپنی بات جاری وساری رکھتے ہوئے کہنے لگے کہ ایک دن میں حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ عصر کی نماز کے بعد بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور میری اور حضرت پیر صاحب کی خدمت میں سلام عرض کیا اور کہنے لگا حضرت مجھے ایک مسئلہ معلوم کرنا ہے، حضرت پیر صاحب نے فرمایا پوچھو کیا پوچھنا ہے تو وہ کہنے لگا حضرت یہ جو شجرہ نسب ہے اس کی تاریخی حیثیت کیا ہے؟ حضرت الاستاذ فرماتے ہیں کہ اس سائل کا سوال سن کر میں اُس پر تعجب کرنے لگا اور دل میں سوچنے لگا کہ اس بے وقوف نے یہ کیا سوال کر دیا۔ نیز اگر یہ سوال کرنا ہی تھا تو کسی صاحب فن کے پاس جاتا اور اُس سے سوال کرتا کہتے ہیں کہ ابھی میں اسی کشمکش میں مبتلا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک اور پھر اس کے بعد سے لے کر اب تک کا سارا شجرہ نسب بیان کر دیا، جس سے سائل اچھی طرح مطمئن ہوگیا اور اٹھ کر چلا گیا، اور اُس شخص کے جانے کے بعد میں دل ہی دل میں اسے دعا دیتا رہا کہ اگر آج یہ شخص یہ سوال نہ کرتا تو مجھے کبھی بھی حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے اس فن کے بارے میں علم نہ ہوتا۔

اپنی بات کو مزید جاری رکھتے ہوئے فرمانے لگے جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے ایک استاد آیا اور آ کر حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ سے کہنے لگا حضرت مجھے بطور خاص آپ سے دورۂ تخصص کے علوم حاصل کرنے کے لیے یہاں بھیجا گیا ہے تا کہ میں آپ کی خدمت میں رہ کر کچھ سیکھ سکوں۔ بہر حال حضرت پیر صاحب نے اُسے اجازت دے دی اور اسے چار پانچ مہینے میں سکھا دیا۔ بالآخر جب وہ یہاں سے جانے لگا تو کہنے لگا اللہ کی قسم ہے جب میں یہاں آیا تھا تو میرا نظریہ یہ تھا کہ علمائے دیوبند سے علم میں کوئی سبقت نہیں لے جا سکتا لیکن چار پانچ مہینے حضرت پیر صاحب کی صحبت میں رہ کر جو علم مجھے حاصل ہوا ہے اگر چار پانچ سو سال بھی یہ علم میں علمائے دیوبند سے حاصل کرتا رہتا تو اس کے ایک حصہ تک بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔

آگے میرے سوال کے جواب میں ارشاد فرمانے لگے کہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کا لوگوں سے ملنے کا انداز بھی سب سے الگ تھا، آپ دیکھیں دوسروں کو چھوڑیے ہمارے صوبے سندھ ہی کو لے لیں اور یہاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پیر صاحبان کے طور طریقوں کو دیکھو کس طرح اپنے مریدین اور چاہنے والوں سے ملتے ہیں۔ یعنی اسی خطہ وفاصلہ اور دوری ہوتی ہے گویا کہ زمین وآسمان میں جس قدر طویل فاصلہ ہوتا ہے بالکل اسی طرح ایک پیر سے اُس کے مریدین دور ہوتے ہیں زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں آپ لوگ اسی راشدی خاندان کی دوسری شاخ پیر پگاڑا کے موجودہ سجادہ نشین سید مردان شاہ عرف پیر پگاڑا کے کردار کو دیکھیں وہ کس طرح اپنے مریدین سے ملتے ہیں یعنی ایک سال میں صرف ایک بار اپنے مریدین کو زیارت کراتے ہیں اور وہ بھی اس قدرت حقارت سے جیسے ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ قبلہ اس کے برعکس آپ حضرت پیر صاحب کے طرزِ عمل کو دیکھیں ایک گدی کے سجادہ نشین ہونے کے باوجود ہر شخص سے بلاتفریق پیار ومحبت کرنے والے، اپنے مریدین کے دکھ درد میں شریک ہونے والے اور ہر بندہ سے اچھے اخلاق کے ساتھ خلوص نیت سے ملتے، شخصیت میں کوئی دوغلہ پن نہیں کہ آگے کچھ پیچھے کچھ جس سے بھی ملتے کھلے دل سے ملتے۔ ایک دن حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو ایک ان پڑھ دیہاتی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا پیر سائیں میرے پاؤں میں تکلیف ہے دم کر دیجیے۔ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے اُسے کھڑا کیا اور خود اُس کا پاؤں ملنا شروع کر دیا یہاں تک کہ دس منٹ ہوگئے یہ سب کچھ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ اتنی دیر میں ایک اور شخص اٹھا اور کہنے لگا حضرت آپ یہ کیا کر رہے ہیں یہ آپ کا کام نہیں (یعنی اس کے کہنے کا مقصد یہ نہ تھا کہ آپ تو پیر صاحب ہیں اور یہ مرید اور آپ کو تو اس سے ملنا بھی نہیں چاہیے تھا) حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ اس کے سوال کے جواب میں فرمانے لگے کہ بھائی ہمارا جو کام ہے وہ ہمیں معلوم ہے آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں، اور جب سب لوگ چلے گئے تو میں نے بھی حضرت سے یہی بات کی کہ حضرت کم از کم ہمیں ہی حکم کر دیتے ہم یہ کام کر دیتے تو حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا مولانا صاحب مجھے کم از کم آپ سے اس چیز کی امید نہیں تھی اگر وہ جاہل اس قسم کی بات کرے تو سمجھ میں آتی ہے لیکن آپ جیسا صاحب علم بھی۔ تو میں حضرت پیر صاحب سے عرض کیا حضرت میرے کہنے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ آپ نے جو کام کیا ہے وہ غلط ہے بلکہ میں تو حضرت الاستاذ فرماتے ہیں کہ ابھی میں آگے کچھ بولتا اُس سے پہلے حضرت بول اٹھے اور فرمانے لگے مولانا صاحب میں آپ کی بات کو سمجھتا ہوں لیکن آپ مجھے یہ بتائیے کیا وہ میرے اس برتاؤ کا مستحق نہیں تھا؟ کیا ہم میں اور ان میں کچھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرق ہے؟ کیا یہ لوگ ہمارے رحم کے قابل نہیں یا یہ لوگ انسان نہیں ہیں؟ میں نے کہا حضرت آپ نے بجا فرمایا اور اس کے بعد میں خاموش ہوگیا۔

حضرت الاستاذ نے اپنا ایک اور قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دن میں نے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا حضرت آپ جو ہمیں اس قدر عزت واحترام دیتے ہیں اس کے ہم مستحق نہیں، تو حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ میری بات سن کر مسکرانے لگے اور بولے مولانا صاحب آج آپ کو کیا ہوگیا ہے بڑی ہی عجیب وغریب باتیں کررہے ہیں خیر تو ہے، میں بولا سب ٹھیک ہے تو بولے مولانا آپ جو بات کررہے ہیں میں اُس سے متفق نہیں ہوں میں تو آپ لوگوں کو اُس قدر ہی عزت واحترام دیتا ہوں جس کے آپ لوگ یقیناً حق دار ہیں۔ کیونکہ آپ تو انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں۔ ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمانے لگے جب میں یہاں مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوا تو حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے مجھے درس وتدریس کی پیش کش کی جسے میں نے قبول فرمالیا اور مدرس مقرر ہوگیا، مدرسہ میں پڑھانے کے علاوہ حضرت نے دارالافتاء کی ذمہ داری بھی سونپ دی میں چونکہ اُس وقت نیا نیا ہی فارغ التحصیل ہوا تھا اس لیے اس کام میں کچھ دشواری پیش آتی اور فتویٰ نویسی کا کام صحیح طرح سرانجام نہیں دے سکا تھا ایک دن میں نے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں یہ بات عرض کی حضرت یہ کام میرے بس کا نہیں ہے کسی اور کو یہ ذمہ داری سونپ دیجیے تو حضرت فرمانے لگے مولانا صاحب کیا ہوگیا؟ میں نے عرض کیا حضرت یہ مسئلہ ہے اور میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے اور ویسے بھی میں اپنے آپ کو اس منصب کا اہل نہیں سمجھتا ہوں۔ میری بات سن کر حضرت پیر صاحب فرمانے لگے مولانا اٹھے اور المباری سے فتاویٰ نذیریہ، المحلی اور ایک دو اور کتابوں کے نام بتائے اور کہا ان کے فلاں فلاں صفحے کھولو میں نے حضرت کے کہنے کے مطابق ہر کتاب کا صفحہ کھولا اور ان کی عبارت کو پڑھا تو مسئلہ خود بخود حل ہوگیا، حضرت ایک بار پھر مجھ سے مخاطب ہوئے اور کہنے لگے مولانا کچھ سمجھ میں آیا میں نے عرض کی حضرت بالکل سمجھ میں آگیا تو فرمانے لگے اب لکھو میں نے عرض کی حضرت آپ ہی لکھ دیجیے تو فرمایا لکھو اور وہاں لکھنے کے بعد ایک نظر مجھے دکھا دینا اور جب بھی کبھی کوئی دشواری پیش آئے بلا جھجک آجایا کریں، تو بتانے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت میں بڑا پن، تکبر، فخر اور اس جیسی دوسری چیزیں جن سے خودنمائی اجاگر ہوتی ہو ان سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ ہمیشہ عجز وانکسار اور خوش اخلاقی سے پیش آنے والے اور اس قدر حلیم الطبع ونرم دل کہ اللہ اکبر میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں بیان کرسکوں۔

وہ جس قدر مشفق ومہربان اور رحم دل انسان تھے یقین جانیے اس کی اس دور میں کوئی مثال نہیں ملتی، اعتدال وتوازن اس قدر ان کی شخصیت میں تھا کہ یوں سمجھ لیجیے کہ ان کے نمایاں وصف تھے جن سے اُن کی پہچان ہوتی تھی اور بات آ گئی ہے تو آپ لوگوں کو بتا دیتا ہوں کہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کا اپنے ہمعصر علماء میں کیا مقام ومرتبہ تھا، یہ تو آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ حضرت پیر سائیں بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی اور شاگرد تھے اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کا حضرت سیّد بدیع الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ سے ایک علمی اختلاف تھا اور یہ علمی اختلاف صرف علم کی حد تک تھا ذاتیات سے اس کا دور سے بھی کوئی واسطہ نہیں تھا، لیکن یہ بات جو میں ابھی بتانے والا ہوں اس سے کوئی بھی باخبر نہیں سوائے میرے کیونکہ اس کا راوی بھی میں ہی ہوں اور یہ بات حضرت سیّد بدیع الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ نے خود مجھ سے فرمائی کہ اگر میرے بڑے بھائی صاحب (محبّ اللہ شاہ صاحب رحمہ اللہ) کسی کتاب یا حدیث پر کوئی نوٹ لکھ دیں تو ہمیں اس کو ردّ کرنے کی جرأت نہیں۔ حضرت الاستاذ کا ابھی اس قول پر تبصرہ جاری تھا کہ اتنے میں خادم مسجد ومدرسہ جناب علی احمد بابا صاحب جنہیں حضرت پیر سیّد محبّ اللہ شاہ صاحب اور حضرت سیّد بدیع الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ آٹھ سال تک رہنے کا اعزاز حاصل ہے بول اٹھے کہ جب حضرت پیر سیّد محبّ اللہ شاہ صاحب رحمہ اللہ انتقال فرما گئے تو میری حضرت سیّد بدیع الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ سے فون پر بات ہوئی تو رونے لگے اور فرمایا علی احمد آج میرے سر پر ایسا لگتا ہے جیسے آسمان ہے ہی نہیں میں اپنے آپ کو بڑا تنہا محسوس کررہا ہوں، میں نے عرض کیا حضرت ربّ کی یہ ہی مرضی تو فرمانے لگے علی احمد میں اپنے ربّ کی مرضی پر راضی ہوں لیکن مجھے بھائی صاحب رحمہ اللہ کا کوئی نعم البدل نظر نہیں آتا کیونکہ جب میں کسی مسئلہ پر اٹک جاتا یا کوئی مسئلہ میری سمجھ میں نہیں آتا تو میں بھائی صاحب رحمہ اللہ کو فون کرتا اور وہ فون ہی پر فوری اس کا جواب عنایت فرما دیتے، علی احمد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت بدیع الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ یہ بات بیان فرما رہے تھے تو اس قدر زار وقطار رو رہے تھے کہ ان کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی احمد بابا صاحب کی بات ختم نہ ہونے پائی تھی کہ حضرت محمد قاسم شاہ صاحب راشدی ﷾ فرمانے لگے کہ اسی طرح کی ایک بات چچا محترم ﷫ نے مجھ سے بھی بیان فرمائی تھی، آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک حدیث میں نے پڑھی تھی کافی عرصہ بعد مجھے کسی مسئلہ کی بابت اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو میں نے اُس حدیث شریف کی تلاش شروع کردی یہاں تک کہ تین دن گزر گئے اور وہ مجھے نہیں ملی بالآخر میں نے فون پر بھائی صاحب سے اُس کے متعلق عرض کیا تو انہوں نے فوری بتا دیا کہ یہ حدیث کس کتاب میں ہے۔

حضرت شاہ صاحب ﷾ کی بات کے بعد حضرت الاستاذ ﷾ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا صرف حضرت پیر سیّد بدیع الدین شاہ صاحب ہی حضرت پیر صاحب کے حوالے سے یہ باتیں بیان نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ جو بھی ان کے حلقہ اثر میں رہا ان کے یہی جذبات ہوا کرتے تھے۔

جامعہ ابی بکر کراچی میں ایک استاد ہوا کرتے تھے جن کا نام عبدالجواد خلف عبدالجوار المصری تھا یہ خود بھی بہت بڑے عالم تھے لیکن جب حضرت پیر صاحب ﷫ سے ملتے ایک طالب علم کی حیثیت سے ملتے مجھے اچھی طرح یاد ہے ایک دفعہ حضرت پیر صاحب ﷫ کی گاڑی جامعہ ابی بکر کے باہر کھڑی تھی کہ ان کا گزر ہوا تو فوراً گاڑی دیکھ کر رک گئے اور حضرت کی خدمت میں سلام عرض کیا اور دوپہر کے کھانے کی دعوت دی جسے حضرت نے قبول فرمایا اور مولانا المصری اپنی کلاس میں چلے گئے، دوپہر کے کھانے پر ان کے گھر پر اچھی خاصی دعوت تھی جس میں ہمارے علاوہ دس کے قریب اور بھی لوگ تھے اور وہ بھی صاحب علم تھے۔ یہاں جو بات بتلانا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ ایک راوی کی بابت بحث چل نکلی ایک مولانا صاحب تھے وہ اڑ گئے اور کہنے لگے وہ راوی یہ نہیں اور کوئی ہے۔ حضرت پیر صاحب ﷫ فرمانے لگے مولانا صاحب آپ کو غلطی ہورہی ہے یہ راوی وہ ہی ہے لیکن مولانا صاحب تھے کہ مان ہی نہیں رہے تھے اور اپنی ضد پر اڑے ہوئے تھے بالآخر مولانا عبدالجواد صاحب اٹھے اور وہ کتاب اٹھا لائے جس کی عبارات حضرت پیر صاحب ﷫ مولوی صاحب کو بتا رہے تھے۔ ابھی مولانا عبدالجواد صاحب وہ کتاب کھولنے والے ہی تھے کہ پیر صاحب ﷫ نے فرمایا مصری صاحب رکیے صرف ایک منٹ کے لیے میں یہ عبارات پھر سے دہراتا ہوں شاید مولانا صاحب کو اب کچھ یاد آ گیا ہو تو حضرت پیر صاحب نے وہ عبارات پھر سے شروع سے لے کر آخر تک پڑھی اور پھر مولانا صاحب سے سوال کیا مولانا کچھ یاد آیا لیکن مولانا صاحب اپنی بات سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رجوع کرنے کو تیار ہی نہیں بہرحال مولانا عبدالجواد صاحب نے وہ کتاب کھولی اور وہ عبارت پڑھی تو اس میں اسی راوی کا تذکرہ تھا جس کا حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ بیان فرما رہے تھے۔اب کیا تھا وہ مولانا صاحب بڑے شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے حضرت اصل میں مجھے بھی معلوم تھا کہ آپ جو بات بیان فرما رہے ہیں وہ ہی حق ہے لیکن ہمیں آپ کے بارے میں صرف آج تک سنا ہی تھا کہ آپ کا اسماء الرجال میں کوئی ثانی نہیں مگر ہمیں یقین نہیں آتا تھا اس لیے آج یہ سارا کھیل کھیلا جس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں، مولانا صاحب کی بات سننے کے بعد میں نے عرض کیا حضرت اب کیا خیال ہے تو کہنے لگے مولانا صاحب جیسا حضرت پیر کے بارے میں سنا تھا اُس سے کئی گنا بڑھ کر پایا یعنی سونے پر سہاگہ۔حضرت الاستاذ صاحب حفظہ اللہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے فرمانے لگے کہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کا جذبہ ایثار وقربانی بھی قابل دید ہوتا ہمہ وقت اپنی قیمتی سے قیمتی چیز اور کوئی بھی عہدہ چھوڑنے کے لیے تیار رہتے یعنی وہ چاہتے تھے کہ ان کی ذات سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور کسی شخص کو ان کی چیز سے نفع حاصل ہو یا فائدہ تو وہ اُس کو دے دیں، مجھ سے میرے والد صاحب مرحوم نے یہ بات بیان کی کہ کہیں سے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ کچھ لوگ یہ چاہتے تھے کہ درگاہ شریف پیر جھنڈو کی سجادہ نشینی حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے بجائے حضرت پیر سیّد بدیع الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ کو ملنا چاہیے کیونکہ ان کی نظر میں وہ اس کے زیادہ حق دار اور اہل تھے، یہاں پر یہ بات بھی بتاتا چلو کہ اس میں حضرت بدیع الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ کا کوئی کردار نہیں تھا اور نا وہ یہ بات پسند کرتے تھے کیونکہ میں جس قدر حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے قریب تھا اس قدر ہی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے میں نے کبھی بھی ان کے منہ سے اس طرح کی کوئی بات تو درکنار کبھی اس چیز کی خواہش بھی نہ کی۔ یہ تو کچھ شر پسند قسم کے لوگ تھے جنہوں نے دونوں بھائیوں میں ناچاقی پیدا کرنے کی کوشش کی تو بہرحال والد صاحب بیان فرمایا کرتے تھے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کو چونکہ کسی عہدہ اور کسی ایسی چیز کی چاہت نہیں تھی اور نہ ہی وہ ایسی باتوں کو پسند کرتے تھے جس سے آپس میں اختلاف رونما ہوں اس لیے ایک جمعہ کو انہوں نے پوری جماعت کے لوگوں کو جو جھنڈہ والے بزرگ کے مریدین تھے دعوت نامہ جاری کر کے جمعۃ المبارک درگاہ شریف کی مسجد میں پڑھنے کا حکم دیا اور خاص طور پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو بھی بلوایا اور نماز جمعہ کے بعد بھری مجلس میں یہ اعلان کیا چونکہ والد صاحب (سیّد احسان اللہ شاہ)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی وفات کے بعد جماعت نے متفقہ طور پر ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے مجھ ناچیز کو اس منصب کا اہل سمجھا جس کے لیے میں آپ سب کا بہتر شکر گزار ہوں لیکن اب جبکہ بعض لوگوں کی رائے کے مطابق میں اس چیز کا اہل نہیں رہا اور میں بھی یہی بات محسوس کرتا ہوں اسی لیے آج ایک بار پھر میں اُن لوگوں کی رائے کا احترام کرتے ہوئے کیونکہ میں چاہتا ہوں میری ذات سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اسی لیے اپنے منصب سے دستبردار ہوتا ہوں اور یہ اعلان کرتا ہوں آج کے بعد اس گدی کا سجادہ نشین میرے چھوٹے بھائی حضرت سیّد پیر بدیع الدین شاہ صاحب ہوں گے، والد صاحب بیان کرتے تھے جب حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ یہ اعلان کر چکے ہر شخص ایک دوسرے کی شکل تکتا رہا اور بالخصوص حضرت شاہ صاحب تو رونے لگے اور روتے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمانے لگے بھائی صاحب مجھ سے کیا غلطی ہوگئی ہے جس کی آپ مجھے اتنی بڑی سزا دے رہے ہیں۔ تو حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ بولے نہیں میں نے سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے اور مجھے پوری امید ہے تم مجھ سے زیادہ ان لوگوں کی خدمت کرو گے تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا بھائی صاحب آپ اس چیز کے مجھ سے زیادہ اہل اور حق دار ہیں اس لیے میں یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتا اس لیے آپ سے گزارش کرتا ہوں آپ اپنا فیصلہ تبدیل کریں، والد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی اس بات کی تائید پوری جماعت نے کی اور بالآخر حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے اپنا فیصلہ بدلا۔ میرے والد صاحب بیان کیا کرتے تھے کہ اس طرح دو مرتبہ ہوا، اور دونوں ہی دفعہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے یہ بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا۔

اسی ضمن میں اور ایک واقعہ آپ کو سناتا ہوں جس کا گواہ میں خود ہوں، ۱۹۶۵ء یا اس کے کچھ قریب کی بات ہے حضرت شاہ صاحب نے دعوتی نقطہ نظر کے تحت درگاہ شریف کی مسجد سے مشرقی جانب کچھ فاصلے پر ایک اور مسجد کی بنیاد کا فیصلہ کیا اور حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کو اُس سے آگاہ کیا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی بات سن کر حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ بھائی صاحب آپ کو معلوم ہے ہمارے گاؤں کی ٹوٹل آبادی بڑی محدود ہے آٹھ دس گھر ہیں ان کے لیے یہ مسجد ہی کافی ہے اس لیے میری یہ رائے ہے کہ اس جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ پر یہ مسجد تعمیر کی جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ دعوتی کام ہو سکے، حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی بات سے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اتفاق کیا اور اپنا فیصلہ تبدیل کر لیا، اصل جو بات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتلانا مطلوب ہے وہ یہ کہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے ایک طرف تو انتشار واختلاف سے جماعت کو بچانے کے لیے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی رائے سے اختلاف کیا اور دوسری طرف حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے دینی جذبہ کی قدر کرتے ہوئے اور ان کا مان رکھتے ہوئے زمین کا وہ ٹکڑا جس پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مسجد تعمیر کرنا چاہتے اُن کو دے دیا اور اُس پر مکان تعمیر کرا دیا جسے بعد میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ بیٹھک کے طور پر استعمال کرتے ہے۔

ان واقعات سے آپ اندازہ لگایئے کہ وہ کس قدر دوسروں کی رائے کا احترام کرنے والے اور ان کے لیے خیر سگالی کا جذبہ رکھنے والے انسان تھے، یعنی جس نے جو چاہا اسے وہ چیز عطا کر دی اور لوگوں کے جذبات کا اتنا احترام کرنے والے اللہ اکبر اب ایسے لوگ کہاں ملیں گے اور بصیرت کا تو ان کی کیا ہی کہنا پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ اور مشکل سے مشکل کام منٹوں میں حل کر دیتے اور اس انداز میں سلجھاتے کہ سامنے والا بھی قائل ہو جاتا بلکہ ہمارے یہاں تو حضرت کے بارے میں یہ مثال مشہور ہے کہ اگر کوئی آدمی نہ سمجھے تو اسے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے پاس بھیج دیا جائے وہ سمجھ جائے گا۔ ۱۹۷۰ء کے بعد کی بات ہے ملک کے اندر الیکشن ہونے والے تھے اور بھٹو صاحب پورے ملک پر چھائے ہوئے تھے، سندھ چونکہ ان کا آبائی صوبہ اور پارٹی کا مضبوط قلعہ تصور کیا جاتا تھا اور یہاں کے اکثر سیاست دان بھٹو صاحب کے ہمنوا تھے، ان سیاست دانوں میں جناب مخدود طالب المولی صاحب مرحوم بھی شامل تھے، دوسرے لوگوں کی طرح مخدوم صاحب بھی بھٹو کی جیت کے رابطہ مہم پر سرگرم عمل تھے، اس سلسلے میں انہوں نے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ سے بھی رابطہ کیا مجھے اچھی طرح سے یاد ہے جس دن مخدوم صاحب پیر جھنڈو حضرت سے ملنے کے لیے آنے والے تھے تقریباً ملاقات کے وقت سے چار پانچ گھنٹے قبل میری حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی میں نے حضرت سے عرض کیا حضرت آج تو آپ کے لیے امتحان کی گھڑی ہے ایک طرف تو آپ کے مخدوم صاحب اور ان کے گھرانے سے صدیوں پرانے تعلقات ہیں جس میں کبھی بھی دراڑ نہیں آئی اور نسل در نسل محبت واخوت کا یہ رشتہ چٹان کے مانند مضبوط سے مضبوط تر ہوتا رہا اور دوسری طرف اسلام ہے، حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے میری بات سن کر جو جواب دیا اُس سے پہلے میں حضرت کے اور مخدوم کے تعلقات کے حوالے سے کچھ عرض کرنا چاہوں گا پیر جھنڈو کے بزرگوں کا مخدوم صاحب مرحوم کے اباؤ اجداد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے جو رشتہ قائم تھا اسے تو چھوڑیے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اُس میں کچھ مبالغہ آرائی ہو کیونکہ اُس دور میں تو ہم تھے ہی نہیں صرف اپنے بڑوں سے سنا ہی ہے لیکن موجودہ نسل کے حوالے سے ہم اگر دیکھیں تو ہمیں اُن بزرگوں میں جو پیار ومحبت کا رشتہ قائم تھا اُس کی گہرائی کا اندازہ ہوجائے گا، میں اپنا آنکھوں دیکھا حال آپ کو بتاتا ہوں حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ اور میں ھالا میں حضرت مخدوم صاحب کی حویلی میں گئے اور ان سے ملاقات کی، ملاقات کے دوران جس چیز کو میں نے نوٹ کیا وہ یہ ہے کہ مخدوم صاحب نے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کو اپنی گدی پر بٹھا دیا اور خود حضرت کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ حضرت نے عرض کیا مخدوم صاحب یہ کیا آپ نے اپنی سیٹ پر مجھے بیٹھا دیا اور خود نیچے بیٹھے ہوں یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ اس طرح نہیں ہوسکتا آپ اوپر بیٹھیں حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے مخدوم صاحب کو ہاتھ سے اوپر اٹھانا چاہا تو مخدوم صاحب بولے حضرت ہماری جگہ تو یہ ہی ہے آپ کے ہوتے ہوئے ہم اس چیز کے حق دار نہیں ہیں، حضرت مخدوم صاحب کا یہ طرز عمل دیکھتے ہوئے میں ان بزرگوں کے تعلقات کے بارے میں سوچتا رہا کیونکہ جب نئی نسل میں اس قدر اخوت اور بھائی چارے کا رشتہ ہے تو اُن کے اسلاف کا کیا حال ہوگا اور یہ صرف مخدوم طالب المولیٰ صاحب کا حال نہیں بلکہ ان کے جانشین اور درگاہ کے موجودہ سجادہ نشین جناب مخدوم امین فہیم صاحب بھی اس کا بہت پاس رکھتے ہیں، اتفاقاً کراچی میں حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی مخدوم امین صاحب سے ملاقات ہوگئی تو وہ ہمیں اپنے کراچی والے بنگلے پر لے گئے اور پر تکلف دعوت کی جب ہم واپس آنے کے لیے کمرے سے باہر آنے لگے تو مخدوم صاحب بغیر چپل کے ہمارے ساتھ ہو لیے۔ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے عرض کی سائیں چپل تو پہن لیجیے تو مخدوم صاحب جواب میں عرض کرتے ہیں حضرت ہمیں ذلیل مت کیجیے آپ کے سامنے چپل پہن کر چلیں اتنی ہم میں ہمت نہیں، ویسے تو چپل پہن کر ساتھ چلنے سے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے احترام میں کوئی کمی تو نہیں ہوتی لیکن یہ ان کا اپنا ذہن تھا کہ وہ ایسے بھی احترام میں داخل سمجھتے ہیں۔ تو بتانے کا مقصد یہ تھا کہ یہ تو صرف دو واقعات ہیں جن کا میں خود عینی شاہد ہوں اس کے علاوہ نہ جانے اور کتنے ایسے واقعات ہوں گے جو ابھی تک ہمارے سامنے نہیں آئے، جن سے اُن کے تعلقات کی گہرائی کا پتہ چلتا ہے آپ صرف ان دو واقعات سے ان کی گہرائی کا اندازہ لگا لیں، تو حضرت فرمانے لگے مولانا صاحب واقعی آج ہم اُس نازک موڑ پر کھڑے ہیں جس پر اس سے پہلے کبھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی نہیں آئے۔ایک طرف تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات ہیں اور دوسری طرف حضرت مخدوم صاحب اور ان کے گھرانے سے سالہا سال پرانے تعلقات جو اس قدر مستحکم ہیں کہ میں کیا بتاؤں لیکن ہم نے اور بھائی صاحب (بدیع الدین شاہ) نے بڑی سوچ وبچار کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم نا تو بھٹو کے نمائندہ کو ووٹ دیں گے اور نا ہی اُن کے حریف کو کیونکہ سامنے والے امیدوار کا کردار بھی صحیح نہیں ہے اس لیے ہم دونوں بھائیوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم اس سے الگ تھلگ رہیں گے اور کسی کی بھی حمایت نہیں کریں گے، بہرحال مخدوم طالب المولیٰ صاحب پیر جھنڈو تشریف لائے کافی دیر بات چیت کے بعد مخدوم صاحب نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا حضرت نے ان کی بات سننے کے بعد فرمایا مخدوم صاحب آپ اگر مجھ سے میری جان بھی مانگتے تو میں آپ کو انکار نہیں کرتا کیونکہ آپ کے اور ہمارے بیچ میں جو پیار ومحبت کا رشتہ قائم ہے اور جس قدر خوش گوار تعلقات ہمارے اور آپ کے ہیں اس کے آگے جان بھی بہت چھوٹی چیز ہے لیکن چونکہ معاملہ اسلام کا ہے اور آپ کو معلوم ہے ہم فقیر تو دین اسلام کے ادنیٰ سے خادم ہیں اس لیے اس موقعہ پر ہم آپ کی حمایت نہیں کر سکتے کیونکہ بھٹو صاحب کے نظریات وعقائد ان کی سوچ وفکر اور منشور اسلام سے متصادم ہے اور ہم اسلام کو ہی مکمل ضابطہ حیات سمجھتے ہیں اور اسی میں فلاح وکامیابی ہے اس لیے میں نے اور بھائی صاحب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ نہ تو ہم آپ کے نمائندہ کی حمایت کریں گے اور نہ ہی مخالفت کیونکہ سامنے والا جو شخص ہے وہ بھی اسی کردار کا مالک ہے لیکن اگر وہ شخص اچھے کردار اور صحیح عقیدے کا حامل ہوتا تو ہم اسلام کی خاطر اُس کی ضرور حمایت کرتے چاہے کوئی ناراض ہوتا یا کوئی خوش۔ ابھی حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ آگے مزید کچھ ارشاد فرماتے اس سے پہلے مخدوم صاحب بول اٹھے حضرت بس مجھے آپ سے یہی امید تھی اور میں آپ کے اس فیصلہ پر راضی اور خوش ہوں۔

یعنی اس طرح سے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ مشکل سے مشکل وقت میں پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ افہام وتفہیم سے حل فرماتے کہ سامنے والا لاجواب ہو کر سرخم ہو جاتا، ویسے میں یہ بات کہتا ہوں کہ اگر اُس وقت حضرت کی جگہ اور کوئی ہوتا تو وہ مخدوم صاحب سے اس قدر تعلقات کو تو چھوڑیے اگر صرف مخدوم صاحب اسے فون کرتے تو میرا یقین ہے وہ فوراً راضی ہو جاتا اور اپنے سارے کام چھوڑ کر ان کی حمایت میں کمربستہ ہو جاتا لیکن یہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی ہی شخصیت تھی جنہوں نے ایسے کڑے اور نازک وقت میں اسلام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی خاطر اپنے مفادات وتعلقات کی پروا کیے بغیر بڑی ہی دانشمندی سے اس مسئلہ کا حل نکالا۔ بھٹو کے حوالے سے ہی ایک بات اور یاد آرہی ہے غالباً ۱۹۷۰ء سے لے کر ۱۹۷۷ء کے درمیان کی بات ہے سن میرے ذہن سے نکل گیا، بھٹو کے خلاف علمائے کرام احتجاجی تحریک شروع کرنے والے تھے اس سلسلے میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے اُس وقت کے ناظم اعلیٰ جناب میاں فضل حق صاحب مرحوم نے حضرت پیر صاحب سے فون پر رابطہ کیا اور ملاقات کی خواہش ظاہر کی حضرت نے اُنہیں حیدر آباد میں قیصر راشد جو حضرت کے صاحبزادہ محمد راشد شاہ کا گھر ہے وہاں پر مدعو کیا میں بھی اور ایک اور مولوی صاحب حضرت کے ساتھ حیدر آباد پہنچے وہاں سے میاں صاحب کو ساتھ لے کر گھر پر آئے۔ میاں صاحب مرحوم فرمانے لگے حضرت آپ کو معلوم ہے پورے ملک میں بھٹو کی آمریت کے خلاف اس وقت طوفان اٹھا ہوا ہے اور ہر شخص اُس کے خلاف سراپا احتجاج بنا ہوا ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ سندھ میں آپ اس حوالے سے کام کریں کیونکہ آپ بڑے ہیں اس لیے قیادت آپ کریں اور حضرت شاہ صاحب (بدیع الدین شاہ) اور دیگر کو اپنے ساتھ لے کر چلیں اور ان کی رہنمائی فرمائیں۔ میاں فضل حق صاحب کی بات سن کر حضرت نے فرمایا میاں صاحب میں آپ کی رائے سے سو فیصد اتفاق کرتا ہوں اور آپ کے ساتھ اس سلسلے میں مکمل تعاون کا یقین دلاتا ہوں لیکن جہاں تک بات ہے قیادت کی اس سلسلے میں چند ایک باتیں عرض کرنا چاہوں گا اوّل تو یہ کہ آپ پہلے حضرت بھائی صاحب (بدیع الدین شاہ) کے پاس جائیں اور اُس سے بھی بات چیت کریں اور سب کو ملا کر قیادت کے بارے میں فیصلہ کریں، دوم میری اپنی ذاتی رائے یہ ہے کہ مجھ سے بہتر اور صحیح رہنمائی حضرت بھائی صاحب کر سکتے ہیں اس لیے میرا اپنا یہ خیال ہے کہ قیادت کے لیے حضرت بھائی صاحب کا انتخاب صحیح ہے، حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی بات کو کاٹتے ہوئے میاں صاحب رحمہ اللہ بولے حضرت آپ یہ کیا فرما رہے ہیں آپ ہمارے اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بڑے ہے اس لیے قیادت آپ ہی فرمائیں اور باقی سب آپ کے ماتحت کام کریں تو حضرت فرمانے لگے نہیں میاں صاحب میں تو بھائی صاحب کے ماتحت کام کرنے کو تیار ہوں آپ پہلے اُن سے بات کریں۔ تو بتانے کا مقصد یہ تھا کہ انانیت اور عہدہ کی چاہت اور اس کے حصول کے لیے کبھی بھی انہوں نے کوشش ہی نہیں کی بلکہ ہمیشہ اپنا حق دوسروں کو دیا۔ اور اسی میں وہ خوش ہوتے تھے۔ اس حوالے سے ایک اور بات مجھے یاد آرہی ہے کہ جب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیر سیّد احسان اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کا اپنے بھائیوں سے اختلاف ہوا اور اُس کے باعث انہوں نے پیر جھنڈو گوٹھ فضل اللہ شاہ سے ہجرت کر کے گوٹھ سیّد یٰسین شاہ المعروف درگاہ شریف میں سکونت اختیار کی تو انہوں نے یہ زمین نواب پیر بخش تالپور صاحب سے ایک خطیر رقم کے بدولت حاصل کی چونکہ اُس وقت حضرت پیر احسان اللہ صاحب رحمہ اللہ کے مالی حالات غیر مستحکم تھے اس لیے انہوں نے یہ رقم قسطوں میں دینے کا معاہدہ کیا لیکن حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ ڈیڑھ سال کے عرصہ میں وفات پا گئے۔ اس ڈیڑھ دو سال کے عرصے میں انہوں نے صرف دو یا تین قسطیں ادا کیں اور بعد کی ساری اقساط حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے اپنی جیب خاص سے دیں اور زمین قانونی طور پر حضرت کے نام ہوگئی لیکن وہ اس قدر خدا ترس، رحیم دل وشفیق انسان تھے کہ انہوں نے اپنی وفات سے کافی عرصہ پہلے اپنے تمام بہن بھائی کو الگ الگ اپنے پاس بلا کر ان سے کہا اگر اس زمین میں سے جس قدر چاہو حصہ لے سکتے ہو میں تمہیں دینے کو تیار ہوں، اور اس طرح سے بھی تیار ہوں کہ تم مجھے صرف وہ مال دے دو جو میں نے اس زمین پر خرچ کیا ہے اور ساری زمین لے لو، میں اس کے بدلے میں اور کچھ تم سے نہیں مانگتا، حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی بات سن کر دونوں بھائیوں (حضرت بدیع الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ، حضرت محی الدین شاہ مرحوم) نے یہ کہا حضرت یہ زمین والد صاحب (سیّد احسان اللہ شاہ) کا چھوڑا ہوا ترکہ نہیں بلکہ آپ کی ذاتی ملکیت ہے اور آپ اس کے اصل مالک ہیں اس لیے قرآن وسنت کی روشنی میں اصولی طور پر ہمارا حق نہیں بنتا اور نہ ہی ہم اس میں آپ کے حصہ دار ہیں یہ تو آپ کا ہمارے ساتھ حسن سلوک ہے کہ آپ نے ہمیں اس قابل سمجھا۔ اللہ ربّ العزت آپ کو اس کا بہترین نعم البدل عطا فرمائے اور آپ کی زمین آپ کو ہی مبارک ہو۔ دونوں بھائیوں کے اس جواب کے بعد آپ نے دونوں بہنوں کو بلوایا اور ان کے سامنے بھی یہی بات عرض کی انہوں نے حصہ مانگا تو آپ نے نواب شاہ والی زمین میں سے دونوں بہنوں کو شریعت کے مطابق ان کا حق دے دیا، ابھی باتوں کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ مولانا کی آواز بلند ہوئی اور نماز مغرب کے لیے مسجد میں آ گئے۔ حضرت سیّد قاسم شاہ صاحب حفظہ اللہ کی اقتداء میں نماز مغرب ادا کی اور بابا علی احمد کی معیت میں مسجد سے باہر آ کر جامعہ باب الرشاد کا معائنہ کرنے لگے۔ باتوں باتوں میں بابا صاحب حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرنے لگے اور بولے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کا ملنے کا جو انداز تھا وہ بڑا اچھا تھا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امیر ہوتا یا غریب سب سے یکساں طور پر ملتے اور ہر شخص سے گلے ملتے اور جب تک نہیں چھوڑتے جب تک وہ شخص خود الگ نہیں ہو جاتا۔ چاہے دس سے پندرہ منٹ کیوں نہ ہو جاتے۔ جامعہ ابی بکر کراچی کے استاد مولانا فاروق تو حضرت کے اس انداز سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ سے بار بار ملنے کو دل چاہتا ہے، باتوں کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ اتنے میں حضرت الاستاذ اور شاہ صاحب نماز سے فارغ ہو کر باہر آئے اور ایک بار پھر ہم ان کے ساتھ اسی کمرہ میں آگئے جہاں پر یہ محفل جمی ہوئی تھی، یوسف بھائی نے حضرت الاستاذ صاحب سے پوچھا کہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں اکثر لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ وہ گوشہ نشین شخص تھے دینی اعتبار سے تو وہ بڑے پائے کی شخصیت تھے۔ لیکن دنیاوی اعتبار سے اُن کا کوئی کردار نہیں تھا؟ یوسف بھائی کا سوال سن کر حضرت حضرت الاستاذ فرمانے لگے اوّل تو جو واقعات میں نے بیان کیے ہیں وہ اس چیز کی نفی کرتے ہیں اور دوم جو لوگ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں وہ یا تو عدم واقفیت کی بنا پر اس طرح کہتے ہیں، یا وہ سنی سنائی باتوں پر عمل کرتے ہیں، یا پھر جان بوجھ کر اس طرح کی باتیں پھیلاتے ہیں تا کہ لوگوں میں ان کا مقام و مرتبہ تسلیم کر سکے۔ کیونکہ اس طرح کی باتیں حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی زندگی میں بھی کی جاتی رہی ہیں لیکن میں اس الجھن میں آپ کو نہیں ڈالنا چاہتا ہوں اس لیے آپ کو مزید تشفی اور لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے مزید دو اور واقعات کے بارے میں بتاتا ہوں جس سے آپ لوگ خود اندازہ لگالے کہ وہ دنیا کی کس قدر خبر رکھتے تھے اور اس سلسلے میں اُن کا کیا کردار تھا، کسی زمانہ میں ٹھٹھہ یا تھر پارکر کا ایک ڈی سی ہوا کرتا تھا اور بڑا مشہور شخص تھا البتہ نام میرے ذہن سے نکل گیا اُس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ''پتھر کے دور کے انسان'' ہے اس کتاب میں اُس نے انسان کی پیدائش کے حوالے سے غلط باتیں بیان کی ہے جو سراسر بکواس پر مبنی ہے ان کی کوئی بھی حیثیت نہیں ہے، یہ کتاب حضرت کے مطالعہ میں بھی آئی حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے یہ کتاب پڑھ کر اس ڈی سی کو ایک خط لکھا جس میں آپ نے لکھا کہ تم نے اپنی کتاب میں اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی توہین کی ہے اس لیے اگر تم نے اتنے دن کے اندر اندر اس سے رجوع کر کے توبہ نہیں کی تو میں تمہارے خلاف بھرپور انداز میں احتجاج کروں گا اور اس کے بعد حالات کی تمام تر ذمہ داری تمہارے اوپر ہوگی ہم اس سے بری الذمہ ہوں گے اور اپنے نقصان کے تم خود ذمہ دار ہوں گے۔ حضرت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے یہ خط اس کو ارسال کیا اور اتنے دن تک انتظار کیا جتنے دن اُس کو مہلت کے طور پر دیے تھے لیکن وہ ڈی سی اپنی بات پر اڑا رہا اور ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا بالآخر حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ اُس کے خلاف میدان عمل میں اتر گئے اور اپنے مریدوں کا ایک قافلہ لے کر ڈی سی کی مرمت کے لیے اُس کے گھر پر پہنچ گئے لیکن وہ فرار ہوگیا، اس سلسلے میں حضرت نے پریس کے ذریعے بھی اس مسئلے کو اجاگر کیا حیدر آباد کے سندھی اخبار ''مہران'' نے اس سلسلے میں حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ کے موقف کی بھرپور تائید کی اور اُن کی آواز کو اعلیٰ افسران تک پہنچایا اُس وقت مہران کے ایڈیٹر سردار علی شاہ صاحب تھے انہوں نے بھی اس ڈی سی سے پہلے بات کی کہ ایک محترم شخصیت آپ کی کتاب کے بارے میں چند اشکالات رکھتے ہیں اور وہ اس سلسلے میں میرے پاس بھی آئے ہیں میں نے بہتر سمجھا کہ پہلے آپ سے بات کروں تاکہ آپ ان اعتراضات کا جواب دیں یا پھر ان سے رجوع فرمائیں اگر آپ نے اس طرح نہیں کیا تو ہم ان کی دینداری کا لحاظ کرتے ہوئے سارا مواد شائع کرنے کے حق دار ہیں اور ان کے اصولی موقف کی حمایت کریں گے۔ لیکن ڈی سی نے ان کی بات کو بھی ٹھکرا دیا اور بالآخر اس احتجاجی تحریک کی بدولت اور حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ کے جاندار موقف کی وجہ سے اس کا تبادلہ ہوگیا اور وہ وہاں سے چلا گیا اور بعد میں اس کا پتہ بھی نہ چلا۔ اسی طرح ایک پروفیسر صاحب نے سندھی میں اسکول کے بچوں کے لیے نصاب ترتیب دیا اور اُس میں پردہ کے بارے میں کچھ الٹا سیدھا لکھ دیا۔ حضرت پیر صاحب کے علم میں جب یہ بات آئی تو انہوں نے ڈی سی کی طرح اس پروفیسر کو بھی دھمکی آمیز خط لکھا اور اس میں سمجھانے کی بھی کوشش کی کہ تم نے پردہ کے بارے میں جو بیہودہ باتیں لکھی ہیں ان سے توبہ کرکے رجوع فرماؤ ورنہ مقابلے کے لیے تیار رہو، حضرت کے اس خط کی وجہ سے پروفیسر ڈی سی کی طرح اکڑنے کے بجائے اپنی غلطی مان گیا اور ندامت کے آنسو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا پیر صاحب میں اپنی اس غلطی پر بڑا نادم ہوں اور معافی کا طلبگار ہوں آپ مجھے معاف فرما دیجیے۔ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ اُس کی بات سن کر فرمانے لگے پروفیسر صاحب غلطی کی معافی مجھ سے نہیں بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے مانگیے اور وہ ہی معاف کرنے والا ہے اور مجھے پورا یقین ہے اللہ آپ کو ضرور معاف فرمائے گا کیونکہ وہ معافی کو پسند کرنے والا ہے، تو وہ عرض کرنے لگا حضرت میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا تو گناہ گار ہوں لیکن اس گناہ کا احساس دلوانے والے تو آپ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی ہیں اس لیے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آج کے بعد جب بھی کوئی تحریر لکھوں گا اُسے اُس وقت تک نہیں چھاپوں گا جب تک آپ اس پر نظر ثانی نہیں فرمائیں گے۔ یعنی اس طرح کے سینکڑوں واقعات ہیں جن سے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی مجاہدانہ زندگی پر روشنی ڈالی جاسکتی ہے لیکن نہ تو وہ اس چیز کے قائل تھے کہ اس طرح کے واقعات کی تشہیر و پبلسٹی کرکے نام کمائے اور لوگوں میں اپنی خدمات کا سکہ جما کر مشہوری کا باعث بنے اور واہ واہ کروائے کیونکہ حضرت کی شخصیت ان چیزوں کو مائل نہیں کرتی تھی اور نہ ہی اُن کا ذہن ایسی باتوں کو قبول کرتا تھا اس لیے وہ ان چیزوں سے جو انسان کو خود غرض اور متکبر بنا دیتی دور رہتے تھے اور اپنی محنت کا صلہ اپنے ربّ سے چاہتے تھے اور شاید یہ ہی وجہ ہے کہ جو لوگوں میں اس قسم کی باتیں پائی جاتی ہیں اُس کا ایک سبب یہ بھی ہے۔ واللہ اعلم

اگلا سوال پھر یوسف بھائی نے حضرت الاستاذ کی خدمت میں پیش کردیا کہ ہم نے سنا ہے کہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ مستجاب الدعوات تھے اس حوالے سے اگر آپ کا ذاتی کوئی واقعہ ہو تو بتایئے؟ حضرت الاستاذ صاحب حفظہ اللہ یوسف بھائی کا سوال سن کر کچھ دیر کے لیے خاموش ہوگئے اور پھر ایک دم بولے ہاں! کافی عرصہ پہلے کی بات ہے میرا دل ہر چیز سے اکھڑا اکھڑا رہنے لگا یہاں تک کہ میری ازدواجی زندگی پر بھی اثر پڑا اور حضرت کے ساتھ بھی میری یہی کیفیت ہوتی ایک دن حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ یہاں پر تشریف لائے اور اسی کمرہ میں جس میں ہم اور آپ بیٹھے ہیں آرام فرما تھے۔ حضرت اس کونے پر بیٹھے تھے اور میں اس کونے پر یعنی کافی فاصلہ تھا ورنہ میں ہمیشہ ہی حضرت کے قریب بیٹھتا تھا حضرت بھی میری اس چیز کو نوٹ کررہے تھے اور میں خود بھی لیکن دل ہی نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی اس کیفیت کے بارے میں میں نے حضرت کو بتایا تھا بہرحال حضرت پیر صاحب نے خود ہی اس سلسلے میں عرض کیا مولانا صاحب کیا بات ہے آج کل آپ ہم سے کچھ ناراض معلوم ہوتے ہیں خیریت تو ہے؟ میں نے عرض کیا حضرت کچھ بھی نہیں بس ایسے ہی تو فرمانے لگے نہیں ایسے تو نہیں کچھ بات تو ضرور ہے جس کی وجہ سے آپ اکھڑے اکھڑے نظر آتے ہیں تو میں نے عرض کیا حضرت کیا بتاؤں کافی دنوں سے میں اس اذیت ناک تکلیف سے دوچار ہوں مجھے کوئی شخص بھی اچھا نہیں لگتا یہاں تک کہ اپنی بیوی اور آپ بھی بس دل یہ چاہتا ہے کہ سب سے الگ ہوکر ایک کمرے میں بند ہوکر بیٹھ جاؤں اور کسی سے بھی نا ملوں۔ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ میری بات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سن کر فرمانے لگے مولانا صاحب آپ نے پہلے کیوں نہ بتایا اچھا اس طرح کرے میں جو وظیفہ بتاتا ہوں اسے پڑھیں ان شاء اللہ آپ بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔ حضرت نے وظیفہ بتا کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور جیسے ہی آپ نے ہاتھ چھوڑے میں نے اپنے اندر ایک تبدیلی محسوس کی اور وظیفہ پڑھا تو بالکل ہی تندرست ہوگیا۔ مولانا عبدالجواد خلف عبدالجواد جن کا تذکرہ میں نے پہلے کیا ہے ان کے ساتھ بھی ایک واقعہ پیش آیا۔ ہوا یوں کہ انہوں نے کراچی میں مدرسہ کے لیے جگہ لی لیکن کچھ رکاوٹیں تھی جس کی وجہ سے وہ بڑے پریشان تھے انہوں نے اپنی اس مشکل کا تذکرہ حضرت سے کیا اور حضرت کو اپنے ساتھ لے کر اُس جگہ پر گئے آپ نے دعا فرمائی اور واپس آگئے دوپہر کو جب ہم مولانا صاحب کے گھر دعوت پر گئے تو مولانا بڑے خوش نظر آرہے تھے میں نے مولانا صاحب سے خوشی کی وجہ معلوم کی تو فرمانے لگے یہ سب حضرت پیر صاحب کی دعاؤں کا اثر ہے مجھے مدرسہ کے لیے پرمیشن مل گئی اور جو مشکلات تھیں وہ بھی دور ہوگئیں۔ یہ دیکھئے کاغذات ابھی ابھی موصول ہوئے ہیں۔ کاغذات دکھاتے ہوئے مولانا صاحب بڑے خوش نظر آرہے تھے یہ مولانا عبدالحکیم صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ان بیچاروں نے بڑی ہی مشکلوں سے اپنے بچے کو پڑھایا لکھایا اور اس قابل بنایا کہ کچھ کر سکے لیکن بدقسمتی سے ہمارے ملک میں جو سسٹم رائج ہے رشوت خوری اور سفارش کا اُس کی وجہ سے یہ بچہ در بدر پھرتا رہا لیکن نوکری نہیں ملی اتفاقاً حضرت کا یہاں آنا ہوا اور ہماری دوکان پر تشریف فرماتے ان کا بیٹا بھی وہاں آگیا میں نے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا حضرت یہ بچہ کافی پریشان ہے اسے نوکری نہیں مل رہی ہے آپ دعا فرمائیں کہ اللہ ربّ العزت اسے حلال رزق عطا فرمائے۔ میرے کہنے پر حضرت نے دعا کی اور اس کے دوسرے یا تیسرے دن ان کے بیٹے کو نوکری مل گئی۔ حضرت الاستاذ صاحب کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے مولانا عبدالحکیم صاحب بولے حضرت الاستاذ نے بجا فرمایا اور میرے اسی لڑکے کے لیے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے اس سے بہت پہلے تقریباً سولہ سترہ سال قبل بھی دعا فرمائی تھی مسئلہ یہ تھا کہ میرا یہ بچہ دو تین سال کا ہو چکا تھا لیکن چل نہیں سکتا تھا ان دنوں میں پیر جھنڈو میں ہی تھا میں نے یہ ساری صورتِ حال حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کی اور ان سے دعاؤں کی درخواست کی۔ حضرت نے فوری ہی دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے اور دیر تک دعا کرتے رہے میں شام کو جب واپس نواب شاہ آیا تو کیا دیکھتا ہوں میری والدہ محترمہ مٹھائی تقسیم کررہی ہے میں نے وجہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دریافت کی تو انہوں نے یہ خوش خبری سنائی کہ منا آج اچانک چلنا شروع ہوگیا ہے اس لیے میں مٹھائی بانٹ رہی ہوں۔ اس محفل میں مولانا عبدالحکیم صاحب کے بیٹے بھی موجود تھے جنہوں نے اوّل الذکر واقعہ کی تصدیق کی اور اپنا حال سنانے لگے۔ ابھی باتوں کا یہ نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری تھا لیکن وقت کی لگام ہمارے ہاتھ سے چھوٹتی جارہی تھی اور وقت تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا جلدی جلدی گزرتا جارہا تھا لیکن دل چاہتا تھا کہ یہ محفل یونہی جمی رہے اور ہم حضرت الاستاذ صاحب ﷾ کے ارشاداتِ عالیہ سے مستفید ہو کر اپنے کورے دامن کو محدث العصر پیر سیّد محبّ اللہ شاہ صاحب راشدی صاحب الکلم السادس پیر آف جھنڈا ؒ کی یاد سے بھرتے رہیں لیکن وقت ایسا بے رحم ہے کہ کسی کی خاطر رکتا نہیں اسی لیے مجبوراً ہمیں اس محفل سے کھانا کھا کر الوداع ہونا پڑا۔ حضرت الاستاذ مولانا دوست محمد لکمیر صاحب، مولانا عبدالحکیم صاحب، مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب، بابا علی احمد صاحب اور دیگر احباب نے ڈھیر ساری دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا، ان تمام احباب نے ہمیں جس قدر پیار ومحبت دیا وہ بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اللہ ربّ العزت اس کے بدلے انہیں بھی ایسا ہی صلہ عنایت فرمائے اور حضرت مولانا محمد قاسم شاہ صاحب راشدی ﷾ کو بھی جزائے خیر دے جنہوں نے ہمارے ساتھ اس قدر تعاون فرمایا، آمین۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انٹرویو پینل محمد یوسف شیخ، حافظ محمد نعیم

پیر محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کے بارے میں

صاحبزادہ پیر سید محمد قاسم شاہ صاحب راشدی الحسینی حفظہ اللہ پیر آف جھنڈا سندھ

کا

اہم انٹرویو

زیر نظر انٹرویو حضرت العلام سیّد محمد قاسم شاہ صاحب حفظہ اللہ سے ان کی کراچی آمد پر ۲۴ جولائی بروز بدھ ۲۰۰۲ء کو مکتبہ عثمانیہ نزد جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن گرومندر میں کیا گیا۔ شاہ صاحب نے اپنے انٹرویو میں محدث العصر حضرت العلام پیر سیّد محبّ اللہ شاہ صاحب راشدی صاحب العلم السادس پیر آف جھنڈا کی حیات کے مختلف گوشوں کو پہلی بار منظر عام کیا اور ساتھ ساتھ اپنے مختصر حالات زندگی اور خاندانی واقعات اور تنازعات پر کھل کر اظہار خیال کیا جس میں سے بعض باتیں آف دی ریکارڈ ہیں، وہ ہم نے علیحدہ کردی ہیں، شاہ صاحب حفظہ اللہ سے انٹرویو کے دوران ہم نے یہ بات محسوس کی کہ وہ لگی لپٹی بات کرنے کی بجائے واضح اور صاف بات کرنے کے عادی ہیں۔ اللہ ربّ العزت ان کی عمر اور علم میں اضافہ فرمائے اور خانوادہ راشدیہ کے اس چشم و چراغ کو اپنے اسلاف کا حقیقی جانشین بنائے، آمین۔

انٹرویو کے دوران شاہ صاحب حفظہ اللہ کے صاحبزادے احسان اللہ، محمد انور اور بھانجے محمد بقا بھی موجود تھے جو موقعہ بہ موقعہ رہنمائی فرماتے رہے۔ (حافظ نعیم)

سوال: سائیں سب سے پہلے یہ بتائیں آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: میں ۷ جمادی الاوّل ۱۳۷۸ھ بمطابق ۱۹ نومبر ۱۹۵۸ء کو اپنے موجودہ گاؤں درگاہ شریف پیر جھنڈو گوٹھ سیّد محمد یٰسین شاہ تحصیل ہالا ضلع حیدرآباد میں پیدا ہوا۔

سوال: دینی تعلیم کے مراحل کہاں طے کیے اور اساتذہ کون کون تھے؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: ابتدائی تعلیم اپنے آبائی مدرسہ دار الرشاد درگاہ شریف میں مولانا دوست محمد لکھمیر نواب شاہی صاحب "مولانا گل محمد لوہار صاحب، مولانا حمزہ جمالی صاحب، مولانا اللہ بخش تینو صاحب اور والد صاحب رحمہ اللہ سے آخری کلاسوں میں فیض یاب ہو کر سند فراغت حاصل کی۔

سوال: دار الرشاد کے علاوہ اور کہیں بھی تعلیم حاصل کی؟

جواب: جی ہاں! کراچی میں بھی دو سال تک پڑھتا رہا۔

سوال: کس مدرسہ میں اور کن اساتذہ سے؟

جواب: جامعہ ابی بکر الاسلامیہ گلشن اقبال میں، یہاں پر جن شیوخ سے کسب فیض کیا ان میں حضرت مولانا عبدلغفار اعوان صاحب، مولانا خلیل الرحمٰن لکھوی صاحب، مولانا عبدالجواد المصری صاحب اور ایک سوڈانی استاد تھے جن کا نام میرے ذہن سے نکل گیا۔

سوال: عصری تعلیم کہاں تک حاصل کی؟

جواب: ابتدائی تعلیم پرائمری تک اپنے گاؤں میں میٹرک نیوسعید آباد سے کیا اور سندھ یونیورسٹی سے اسلامیات میں ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی۔

سوال: تعلیم مکمل کرنے کے بعد کیا مصروفیات رہیں اور موجودہ مصروفیات کیا ہیں؟

جواب: فراغت کے بعد والد صاحب رحمہ اللہ کے حکم پر اپنے ہی مدرسہ میں درس وتدریس کی ذمہ داری سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ انتظامی امور کی نگرانی، کتب خانہ کی دیکھ بھال اور والد صاحب رحمہ اللہ کے دیگر کاموں میں جن میں بالخصوص تصنیفی کام سرفہرست ہے ہاتھ بٹاتا رہا جس کا سلسلہ یوں تھا کہ والد صاحب رحمہ اللہ مجھے اور ایک استاد کو بتاتے جاتے اور ہم لکھتے رہتے۔ یہ بات آخری دور کی ہے کیونکہ آخری دس پندرہ سال میں کمزوری بہت بڑھ گئی تھی اس لیے وہ ہم سے املا کراتے رہتے اور اس کی دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ مجھے اس کام کی رغبت دیتے تاکہ مجھے بھی شوق پیدا ہو اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا احسان ہے کہ آج میں جو کچھ بھی ہوں ان ہی کی مرہونِ منت ہوں، باقی رہی موجودہ مصروفیات تو وہ آپ کے سامنے ہے۔

سوال: مثلاً پھر بھی؟

جواب: یہی کام ہیں جن کا تذکرہ پہلے کیا ہے مگر اب فرق اتنا ہے کہ اُس دور میں لاپروائی بھی کر جاتے تھے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سوچ کر کہ والد صاحب رحمہ اللہ ہیں لیکن اب مکمل طور پر مدرسہ، کتب خانہ اور دیگر دینی امور کی ذمہ داری میرے اوپر آ چکی ہے، اس لیے زیادہ تر وقت انہیں کاموں میں مگن رہتا ہوں اور کوشش یہ ہی کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے اپنے بزرگوں کے نیک مشن کو جاری وساری رکھوں تا کہ کل قیامت کے دن اُن کے آگے شرمندگی نہ ہو۔

سوال: اپنی تبلیغی و تصنیفی سرگرمیوں کے بارے میں کچھ بتائیں؟

جواب: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق سے کچھ نہ کچھ تصنیفی وتبلیغی کام ہو ہی رہا ہے مگر چونکہ فرصت کے لمحات زیادہ میسر نہیں ہوتے اس لیے باہر زیادہ نہیں جاتا لیکن پھر بھی اگر کوئی بلاتا ہے تو حاضر ضرور ہوتا ہوں، تصنیفی کام کا بھی یہ ہی سلسلہ ہے اب تک صرف دو کتابیں لکھی ہیں جو سندھی زبان میں مطبوعہ ہیں ایک ”شیعن جو آئینو“ اور دوسری ”الطريقة المثلى في تحقيق أن عد الاذكار بالسبحة هل هو من المباجاة أم هو من البدع السفلى“ اس کے علاوہ والد صاحب رحمہ اللہ کی ہر کتاب کوئی ترتیب دے رہا ہوں اور کچھ کتابوں کو جو سندھی میں تھیں اردو میں منتقل کرنے کا کام جاری ہے اس وقت تفسیر سورۃ مریم لگی ہوئی ہے اس کے دواڑھائی سو صفحات کو اردو تحریر کا جامہ پہنا چکا ہوں باقی کچھ باقی ہیں، اسی طرح والد صاحب رحمہ اللہ کی خود نوشت سوانح حیات ہے اُس پر کام ہو رہا ہے اور دیگر کتابیں۔

سوال: کیا آپ کا تصنیفی کام کم ہونے کی یہی وجہ ہے؟

جواب: عین ممکن ہو؟

سوال: آگے کچھ تحقیقی کام کرنے کا ارادہ ہے؟

جواب: بالکل ان شاء اللہ جیسے ہی ان کاموں سے نمٹتا ہوں پھر اپنے والد محترم رحمہ اللہ اور چچا محترم رحمہ اللہ کی طرح حدیث شریف وفن اسماء الرجال کے حوالے سے کام شروع کروں گا تا کہ اپنے اسلاف کی نسبت کا حق دار بن سکوں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ وہ مجھے ان کا عملی جانشین بنا دے، آمین۔

سوال: شادی کب ہوئی؟

جواب: (مسکراتے ہوئے) اب یہ تو یاد نہیں۔

سوال: اچھا بچے کتنے ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: پانچ بچے ہیں چار لڑکے اور ایک لڑکی۔ بڑا لڑکا احسان اللہ شاہ (ثانی) ہے جو کراچی میں جامعہ ابی بکر الاسلامیہ گلشن اقبال میں زیر تعلیم ہے اس سے چھوٹا حافظ محمد انور ہے یہ بھی جامعہ میں ہی پڑھتا ہے اور تیسرا فضل اللہ شاہ (سوم) ہے اس نے اس سال وارالرشاد سے ہی حفظ کیا ہے اور مصلیٰ سنا رہا ہے اس سے چھوٹا محمد ابراہیم ہے ناظرہ قرآن پڑھ رہا ہے اور سب سے چھوٹی لڑکی ہے جس کا نام فاطمہ ہے۔

سوال: حج اور عمرہ کیا ہے؟

جواب: جی ہاں! اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق سے ایک مرتبہ والد صاحب رحمہ اللہ کے ہمراہ حج بیت اللہ اور دو مرتبہ الگ سے عمرہ کرنے کی سعادت حاصل کر چکا ہوں۔

سوال: سائیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ انٹرویو آپ سے زیادہ محدث العصر پیر سائیں سیّد محب اللہ شاہ صاحب راشدی رحمہ اللہ کے متعلق ہے اس لیے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے حالاتِ زندگی کی بابت کچھ گفتگو ہو جائے؟

جواب: جی بالکل! آپ والد صاحب رحمہ اللہ کے حوالے سے جو کچھ پوچھنا چاہتے ہیں بلا خوف وجھجک معلوم کریں میں ان شاء اللہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو گواہ بنا کر اور اس مالک الموت کے سامنے جواب دہی کا احساس رکھتے ہوئے صحیح معلومات فراہم کرنے کی کوشش کروں گا۔

سوال: خاندانی پس منظر کے حوالے سے کچھ بتائیں؟

جواب: ہمارا خاندان سندھ و بیرونِ سندھ میں راشدی خانوادہ کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ اس کی دو مشہور شاخیں ہیں ایک تو ہم یعنی صاحب العلم پیر آف جھنڈا اور دوسری شاخ پیر پگاڑا کی ہے، دراصل ہمارے بزرگوں میں سے ایک بزرگ سیّد علی مکی رحمہ اللہ حاکم وقت کے حکم سے اعلائے کلمۃ الحق کی سربلندی کے لیے سامرہ سے ہجرت کر کے سندھ میں تشریف لائے اور سیّد منان (موجود نام سیہون) ضلع دادو میں سکونت پذیر ہوئے، اور یہیں پر وفات پائی ان بزرگ کی کافی اولاد تھی جس میں ہمارے جد امجد سیّد صدر الدین عرف شاہ صدر بھی تھے۔ شاہ صدر اپنے وقت کے مشہور اولیاء اللہ تھے ان سے ہمارا سلسلہ نسب سیّد راشد شاہ رحمہ اللہ تک پہنچتا ہے، سیّد محمد راشد شاہ مرحوم سے پہلے ہمارا خاندان کیاری سادات کے نام سے مشہور تھا لیکن سیّد محمد راشد شاہ کی وفات کے بعد ہمارا خاندان دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ سیّد صبغت اللہ شاہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راشدی کی اولاد ان کی نسبت سے پیر پگاڑا کہلائی اور ہم اپنے موسس اعلیٰ سیّد محمد یٰسین شاہ راشدی کی وجہ سے پیر آف جھنڈا اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

سوال: سائیں جیسا کہ آپ نے ابھی بیان کیا کہ ہمارے جد امجد سیّد علی محمد رحمہ اللہ سامرہ سے ہجرت کر کے یہاں آئے جبکہ پیر پگاڑا کے خاندان کے ایک مشہور شخص جن کی اپنی علمی حیثیت بھی مسلمہ ہے میرا اشاہ جناب حسام الدین راشدی مرحوم کی طرف ہے ان کے حوالے سے یہ بات مشہور ہے کہ راشدی خانوادہ ذات کے عربی نہیں بلکہ عجمی ہیں اور یہ بات جو منقول ہے کہ سیّد علی مکی سامرہ سے ہجرت کر کے یہاں آئے غلط ہے کیونکہ ہم تو قدیم سندھ کے باشندے ہیں اور اروڑ ہمارا مسکن ہے، اس حوالے سے آپ کچھ عرض کریں کہ اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب: یہ بات تو میں نے پہلی مرتبہ آپ کے منہ سے سنی ہے ورنہ ایسی کوئی بات میرے علم میں تو نہیں آئی اور نہ ہی ہمارے بڑوں نے ایسی کوئی بات کبھی بیان کی واللہ اعلم۔ باقی جہاں تک بات ہے حسام الدین راشدی صاحب کی تو میں اس کی نفی کروں گا کیونکہ ہمارے پاس پورا شجرہ نسب موجود ہے جو شخص بھی دیکھنا چاہے دیکھ سکتا ہے اس میں سیّد محمد راشد شاہ سے لے کر سیّد علی مکی تک جو بزرگ گزرے ہیں ان سب کے نام مذکور ہیں اسی طرح سیّد علی مکی سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ تک جس قدر واسطے ہیں اُن کا بھی بیان ہے اس چیز کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص اس حقیقت کا انکار کرے تو ہمارے پاس تو اس چیز کا کوئی علاج نہیں۔

سوال: سائیں ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ جناب حسام الدین صاحب کی بات کا ماخذ میر علی شیر قانع ٹھٹھوی صاحب کی وہ روایت ہو جو انہوں نے اپنی کتاب ''تحفۃ الکرام'' میں سیّد علی مکی کے حالاتِ زندگی بیان کرتے ہوئے لکھی ہے کہ سیّد علی مکی جس بادشاہ کے خلاف جہاد کرنے آئے تھے بالآخر وہ بادشاہ ان کے کردار کی وجہ سے اپنے مذہب سے تائب ہو کر مسلمان ہوگیا اور اُس نے اپنی لڑکی کی شادی سیّد علی مکی سے کردی جن کے بطن سے چار لڑکے پیدا ہوئے جس میں آپ کے جد امجد سیّد صدر الدین عرف شاہ صدر کے والد محترم سیّد محمد بھی تھے، کیونکہ وہ بادشاہ سندھ کے مشہور شہر اروڑ اور برہمن آباد کا تھا۔ شاید اس وجہ سے راشدی صاحب یہ بات کہتے ہوں؟

جواب: چلئے ایک منٹ کے لیے حسام الدین راشدی صاحب کی بات سے اتفاق کر لیتے ہیں مگر بات پھر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی وہیں آ کر رکے گی کیونکہ اس میں یہ بات بھی ہے کہ سیّد علی مکی صاحب سامرہ سے یہاں آئے اور یہاں پر ہی ان کی شادی بادشاہ کی لڑکی سے ہوئی اب اگر وہ ایک پیراگراف کو تو مانتے ہیں اور دوسرے سے انکار کریں تو اس پر بات کرنا ہی فضول ہے اب خود سچائی وحقیقت کا اندازہ لگالیں اور ویسے بھی اولاد باپ کے خاندان سے چلتی ہے نا کہ ماں کے اگر کسی کو شوق ہے کہ وہ اپنا خاندانی سلسلہ نسب ماں کے خاندان سے چلانا چاہتا ہے تو ضرور چلائے ہمیں اس سے کیا لینا دینا لیکن کوئی یہ بات ہمارے خاندان کے بارے میں کہے تو میں اُس کی نفی کرتا ہوں۔

سوال : سیّد فضل اللہ شاہ شہید جھنڈے والے دوم کی شہادت کے بارے میں جو یہ بات منقول ہے کہ انہیں پیر پگاڑا کے حروں نے شہید کیا اس کا کیا پس منظر ہے؟

جواب : اصل میں جو اس سلسلے میں روایت ہے وہ ہماری خاندانی ہے ہماری دادی محترمہ بیان کیا کرتی تھیں اور میں نے خود انہی سے سنی کہ پیر پگاڑا سیّد حزب اللہ شاہ جو اُس وقت سجادہ نشین تھے اُن کے خاندان میں کسی کی شادی تھی چونکہ خاندان تو ایک ہی تھا اس لیے سیّد فضل اللہ شاہ شہید جھنڈے والے دوم بھی رشتہ داری کی وجہ سے شادی میں شریک ہوئے جب دولہا بن چکا تو رسم کے طور پر لوگوں نے نوٹ یا سکے نچھاور کرنے شروع کیے جو عام دستور ہے۔ آج بھی بہت سے خاندانوں میں یہ سلسلہ جاری ہے یعنی دولہا کے بھائی یا قریبی عزیز اس طرح سے کرتے ہیں اب چونکہ وہ ہمارے قریبی عزیز تھے اس لیے سیّد فضل اللہ شاہ نے بھی نوٹ نچھاور کرنے شروع کر دیئے اور ان کے ساتھ سیّد حزب اللہ بھی یہ عمل کرتے رہے لیکن بالآخر سیّد حزب اللہ شاہ کے پاس پیسے ختم ہوگئے یا اور کوئی بات ہوئی وہ رک گئے اور سیّد فضل اللہ شاہ سکے لوٹاتے رہے۔ بس یہ ہی بات حروں سے جو پیر سیّد حزب اللہ شاہ پیر پگاڑا کے مرید تھے برداشت نہیں ہوئی اور طیش میں آ کر سیّد فضل اللہ شاہ کو شہید کر دیا۔

سوال: تو کیا اس واقعہ کے بعد آپ کے اور پیر پگاڑا کے خاندان کے تعلقات میں کوئی خرابی تو نہیں ہوئی جیسا عموماً ہوتا ہے خاندانی دشمنی؟

جواب : نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی اور نہ ہی آج ہے کیونکہ ہمارے جو بڑے تھے انہوں نے سیّد حزب اللہ شاہ اور ان کے مریدوں کو معاف کر دیا تھا اور یہ معاملہ رفع دفع کر دیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: مگر اس کیس میں سیّد حزب اللہ شاہ راشدی اور ان کے مریدین قانونی چکر میں تو پھنس گئے تھے اور عدالت میں بھی کیس چلتا رہا اُس کا کیا ہوا؟

جواب: یہ بات صحیح ہے کہ یہ لوگ قانونی پھندے میں آ گئے تھے اور کچھ گرفتاریاں بھی عمل میں آئی تھیں جس کی وجہ سے یہ لوگ کافی پریشان تھے اس لیے ہمارے جو بڑے تھے سیّد رشید الدین شاہ راشدی جھنڈا والے سوم جو سیّد فضل اللہ شاہ شہید کے چھوٹے بھائی تھے انہوں نے خاندان کی بدنامی کے باعث قاتلوں کو معاف کر دیا اور یہ لوگ آزاد ہو گئے، اس طرح سے یہ کیس ختم ہوا۔

سوال: ابھی کس نوعیت کے تعلقات ہیں؟

جواب: میں نے بتایا نا اچھے ہیں وہ ہماری غمی خوشی میں شریک ہوتے ہیں اور ہم ان کی باقی رشتہ داریاں قائم نہیں کیں جیسے آپس میں شادی بیاہ وغیرہ۔

سوال: سائیں یہ بتائیں کہ سیّد محمد راشد شاہ کو روضہ والا پیر کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ بیان کیا جاتا ہے اور اپنے بزرگوں سے بھی یہی سنا ہے کہ سیّد محمد راشد شاہ کے بچپن کا ایک واقعہ ہے کہ جب آپ کی پیدائش ہوئی اور پہلا رمضان المبارک آیا تو انہوں نے دن میں اپنی والدہ کا دودھ پینا چھوڑ دیا اس وجہ سے لوگ انہیں روزہ دھنی یا روزہ والا پیر کرتے تھے۔ لیکن یہ جو ہے روضہ والا یعنی مقبرے والا پیر کہتے ہیں اس بارے میں تو ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں اس کا جواب تو وہ ہی لوگ دے سکتے ہیں جو انہیں اس نام سے پکارتے ہیں ہم تو صرف اتنا لوگوں کو بتا سکتے ہیں جو بات وہ فرماتے تھے سیّد محمد راشد شاہ اپنی ملفوظات میں اپنے مریدین کو فرماتے ہیں اگر قبروں پر روضہ (مقبرہ) بنانا جائز ہوتا تو ہم اپنے والد سیّد محمد بقا شاہ لکیاری شہید کا مقبرہ بناتے لیکن اسلام نے اس چیز کی نفی کی ہے اس لیے ہم یہ کام نہیں کرتے۔ اب آپ خود فیصلہ کریں جو لوگ انہیں مقبرے یا روضہ والا پیر کہتے ہیں اور ان بزرگوں کی قبروں پر مزارات بنا کر میلے لگاتے، شرک وبدعات کا پرچار کر کے ان کی تعلیمات سے انحراف کرتے ہیں وہ ان کے محبّ ہیں یا اور کچھ۔

سوال: اب جب بات ہو ہی رہی ہے تو لگے ہاتھوں ایک اور مسئلہ کی تحقیق کرنا چاہتا ہوں کہ اصل حقیقت کیا ہے میں نے سنا ہے پہلے سیّد محمد راشد شاہ مرحوم کو پرانی درگاہ گوٹھ رحیم ڈنہ لکھوڑہ میں دفن کیا تھا لیکن کچھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرصہ بعد ان کے پوتے سیّد علی گوہر شاہ بن سید صبغت اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ نے دریا کی طغیانی کو محسوس کرتے ہوئے ان کے جسد خاکی کوئی موجودہ درگاہ میں منتقل کر دیا تھا، کیا یہ سچ ہے؟

جواب: بات تو آپ نے صحیح سنی ہے اور یوں ہی ہوا تھا لیکن جہاں تک بات ہے سیّد محمد راشد شاہ رحمہ اللہ کے جسد خاکی کی اس میں کچھ گڑ بڑ ہے میرے والد صاحب رحمہ اللہ بتایا کرتے تھے کہ جب سیّد محمد راشد شاہ کی قبر کو کھولا گیا تو اس میں سے کچھ بھی نہیں ملا یعنی ایک ہڈی بھی نہیں صرف وہاں کی مٹی لے کر نئی درگاہ میں دفنا دی گئی اور اُس کے اوپر مزار تعمیر کر دیا گیا اور لوگوں میں یہ بات مشہور کر دی کہ پیر صاحب یہاں مدفون ہیں۔ یہ بات میں نے اپنے والد صاحب رحمہ اللہ سے سنی اور انہوں نے اپنے بڑوں سے باقی اس سلسلے میں اور کچھ معلومات نہیں۔ واللہ اعلم

سوال: آپ کے دادا (سیّد احسان اللہ شاہ) اور ان کے بھائیوں میں جو خاندانی تنازعات چلے ان کا کیا پس منظر ہے؟

جواب: سوال تو آپ کا چھوٹا ہے لیکن جواب بڑا طویل ہے۔ اس لیے بے مقصد بحث ومباحثے میں الجھنے کے بجائے مختصر لفظوں میں حقیقت حال واضح بیان کرنے کی کوشش کروں گا اصل میں ہمارے خاندان میں جھنڈے والے پیر کو یہ اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنی زندگی میں اپنا جانشین نامزد کر سکتا ہے اور اگر بالفرض وہ ایسا نہیں کرتا تو پیر جھنڈو کی جو جماعت ہے اُسے یہ اختیارات حاصل ہوتے ہیں کہ وہ اپنا خلیفہ خود چن لے ان دونوں طریقوں کی مثال موجود ہے جیسا کہ جب سیّد فضل اللہ شاہ جھنڈے والے (دوم) کو حروں نے شہید کر دیا تو جماعت نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے چھوٹے بھائی سیّد رشید الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی دستار بندی کی جائے اور ان کو اُن کی مسند پر بٹھایا جائے تو ایسا ہی ہوا کہ کیونکہ سیّد فضل اللہ شاہ شہید نے اپنا کوئی جانشین نہیں بنایا تھا اس لیے جماعت نے یہ فیصلہ کیا لیکن جب سیّد رشید الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ نے آخری دنوں میں اپنا جانشین اپنے بیٹے سیّد ابو تراب رشد اللہ راشدی کو بنا دیا تو لوگوں نے اس چیز کو بھی قبول کیا اور سیّد رشد اللہ اپنے والد محترم کی وفات کے بعد پیر جھنڈا کی خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اس سلسلے میں ایک اور بات ہے وہ بھی بتاتا چلوں تاکہ آپ کو سمجھنے میں آسانی ہو بالفرض سیّد رشید الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کو لے لیتے ہیں ان کے چار بیٹے تھے اب اگر وہ اپنی زندگی میں اپنا جانشین نامزد نہیں کرتے تو جماعت ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے چاروں فرزندوں میں سے اُس صاحبزادہ کو اپنا پیر مانتے جو دو طرح سے سیّد ہوں یعنی وہ خود سیّد ہوں اور جو اُس کے نکاح میں لڑکی آئی ہے وہ بھی سیّد ہو اگر اس چیز میں بھی سب برابر ہیں تو علم وفضل کی بنیاد پر فیصلہ کیا جاتا ہے۔

سوال: سائیں معذرت کے ساتھ ایک سوال کرنا چاہتا ہوں جب یہ ہی سلسلہ تھا تو سیّد فضل اللہ شاہ شہید رحمہ اللہ کے بعد ان کے فرزند گرامی کو کیوں پیر جھنڈا کی خلافت کا حق دار نہیں سمجھا گیا چھوٹے بھائی کو کیوں ترجیح دی؟

جواب: سوال تو آپ کا بڑا معقول ہے لیکن بات یہ ہے کہ سیّد فضل اللہ شاہ بن سیّد یٰسین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی صرف ایک لڑکی تھی جس کی وجہ سے یہ سارا معاملہ ہوا اور جب بات آ گئی ہے تو بتاتا چلوں کہ سیّد رشید الدین شاہ راشدی مرحوم سے بھی بڑے بھائی تھے لیکن چونکہ تقویٰ و پرہیزگاری اور علم وفضل میں وہ ان سے کچھ کم تھے اس لیے جماعت نے ان کے ہوتے ہوئے سیّد رشید الدین رحمہ اللہ کو ترجیح دی اور ان کو اس منصب اہل جانا جس کا اُن کے بڑے بھائیوں نے بھی برا نہیں منایا تو عرض کر رہا تھا سیّد ابوتراب رشد اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کا ان کی وفات کے بعد ہی ہمارے دادا اور اُن کے بھائیوں میں جانشینی کی بابت جھگڑا شروع ہوا اور ہمارے دادا وہاں سے ہجرت کر کے یہاں آ گئے اور اس کے بعد پیر جھنڈا کی مسند دو جگہوں میں تقسیم ہو گئی کچھ لوگ ہمارے دادا سیّد احسان اللہ شاہ رحمہ اللہ کو پیر جھنڈا پنجم ماننے لگے اور کچھ ان کے بھائی سیّد ضیاء الدین شاہ راشدی مرحوم کو بس یہ کہانی ہے۔

سوال: تو اصل میں صاحب العلم الخامس (پیر جھنڈا پنجم) تھے کون آپ کے دادا یا اُن کے بھائی؟

جواب: میں نے بتایا نا ہماری جماعت میں باقاعدہ کوئی ایک خاص طریقہ رائج نہیں ہے بلکہ مختلف طور طریقے ہیں جن کی بنیاد پر جھنڈے والے پیر کا انتخاب ہوتا رہا ہے لیکن کبھی بھی کسی دور میں اتنے جھگڑے نہیں ہوتے جتنا کہ ہمارے دادا محترم رحمہ اللہ کے دور میں ہوئے میں کچھ باتیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں اور پھر خود فیصلہ کرلیں کہ صاحب العلم الخامس تھا کون۔ ہمارے جو دادا محترم تھے جب وہ پیدا ہوئے تو ان کے والد سیّد رشد اللہ راشدی رحمہ اللہ نے ان کی پیدائش کی خوشی میں چند اشعار کہے جو فارسی میں ہیں اور اب تک ہمارے پاس موجود ہیں اُس میں یہ بات مذکور ہے کہ اس گدی کا اصل وارث آ گیا اور میں اپنی پگ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے سر پر رکھتا ہوں یعنی ان اشعار میں انہوں نے اپنی جانشینی کا مسئلہ حل فرما دیا لیکن وہ لوگ اس کو مانتے ہی نہیں اور انکار کرتے رہے جبکہ ہماری جماعت کے جو بڑے بزرگ تھے انہوں نے بھی سیّد ضیاء الدین شاہ اور ان کے دوسرے بھائیوں کو بہت سمجھایا لیکن وہ اپنی بات پر بضد رہے جبکہ آپ دوسری صورت سے بھی دیکھئے تو ہمارے ہی دادا اس چیز کے حق دار تھے کیونکہ وہ دو طرف سے سیّد تھے اور ان کے بھائی ایک طرف سے۔

سوال: تو کیا اُن کے پاس کوئی دلیل بھی تھی؟

جواب: نہیں کچھ بھی نہیں صرف اس بنیاد پر یہ بات کہتے تھے کہ چونکہ وہ ہمارے دادا سے بڑے تھے اس لیے وہ اس منصب کے اہل تھے باقی کچھ بھی نہیں۔

سوال: سنا ہے کہ کوٹ کچہری تک یہ معاملہ گیا؟

جواب: بالکل ہمارے دادا محترم رحمہ اللہ کے جو بھائی تھے انہوں نے عدالت میں کیس دائر کر دیا تھا لیکن چونکہ ہمارے دادا محترم رحمہ اللہ انگریزوں کے قانون کے مخالف تھے اور ان کی عدالت کے نظام کو نہیں مانتے تھے اس لیے انہوں نے پیر جھنڈو کوٹ سیّد فضل اللہ شاہ شہید سے ہجرت کر کے ایک دوسرے گاؤں کی بنیاد رکھی جس کو درگاہ شریف کا نام دیا گیا جس میں ہم آج رہائش پذیر ہیں ہمارے دادا سید احسان اللہ شاہ رحمہ اللہ اس گاؤں میں تقریباً ڈیڑھ برس زندہ رہے اور اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ اس عرصہ میں سے چھ ماہ کا عرصہ تو انہوں نے بیماری کی حالت میں گزارا باقی ایک سال تو وہ جگہ بنانے اور مسجد ومدرسہ کی عمارت بنانے میں مصروف رہے اس قلیل عرصہ میں بھی موجودہ مسجد کا پہلا طبقہ خود ہی بنوایا اور اپنی حالت یہ تھی کہ رہنے کے لیے بھی پوری جگہ نہیں تھی۔

سوال: میرا پوچھنے کا مقصد یہ تھا عدالت نے کیا فیصلہ سنایا؟

جواب: بھائی میرے میں یہ ہی عرض کر رہا ہوں کہ ہمارے دادا انگریزوں کو اور ان کے قانون کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے تو ان کے ہاں یعنی عدالت میں جانا اور اپنا موقف پیش کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لا محالہ جب وہ عدالت میں حاضر ہی نہیں ہوئے تو ظاہری بات ہے جج نے یک طرفہ دلائل سننے کے بعد ان کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا مزا تو تب آتا جب ہمارے دادا بھی اگر بالفرض اپنا موقف پیش کرتے اور وہ جج

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں جانب کے دلائل سننے کے بعد اُن کا موازنہ کرتا اور پھر کوئی حکم یا فیصلہ سناتا تو وہ شاید قابل قبول ہوتا لیکن جب ایسا ہوا ہی نہیں تو پھر یک طرفہ فیصلے کی کیا حیثیت ہوتی ہے اُس سے ہم سب لوگ باخوبی واقف ہیں۔

سوال: اچھا یہ جو درگاہ شریف کی زمین ہے وہ سیّد احسان اللہ شاہ رحمہ اللہ کو ترکہ میں ملی تھی یا انہوں نے بعد میں خریدی تھی؟

جواب: ہمارے دادا سیّد احسان اللہ شاہ رحمہ اللہ کو اُن کے والد صاحب (سیّد رشد اللہ شاہ) کی طرف سے کچھ بھی جائداد نہیں ملی ما سوائے چند کتابوں کے۔ کیونکہ اختلافات اس قدر وسیع ہوگئے تھے اُن کے بھائیوں نے سب مال پر قبضہ کرلیا تھا اور ہمارے دادا نے خالی ہاتھ ہجرت کی اور بعد میں چونکہ ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور نہ ہی اس عرصہ میں انہوں نے اپنے بھائیوں سے کچھ مانگا اور نہ ہمارے دادا کی وفات کے بعد میرے والد رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں کوئی کوشش کی اور باقی درگاہ شریف کی زمین کی جو آپ بات کررہے ہیں اسے ہمارے دادا نے نواب پیر بخش تالپور سے قیمتاً خریدی تھی لیکن چونکہ اُس وقت اُن کے پاس اتنے پیسے نہیں اس لیے انہوں نے قسطوں میں رقم دینے کا وعدہ کیا اور ایک دو اقساط بھی ادا کی لیکن ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور انتقال کرگئے اس کے بعد میرے والد صاحب رحمہ اللہ نے بقایا تمام قسطیں بھری اور پھر یہ زمین میرے والد رحمہ اللہ کے نام پر ہوئی۔

سوال: اس جگہ کا نام درگاہ شریف پہلے سے ہی تھا یا سیّد احسان اللہ شاہ رحمہ اللہ کی ہجرت کرنے کے بعد پڑا اور اگر بعد میں رکھا تو درگاہ شریف کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب: پہلے تو یہ زمین گنجان علاقہ تھا کوئی آبادی نہیں تھی اسے سب سے پہلے ہمارے دادا محترم نے آباد کیا اور جو یہ نام ہے (درگاہ شریف) بعد میں پڑا اصل میں ہوا یوں کہ جب ہمارے دادا نے پیر جھنڈو سے ہجرت کی اور یہاں آئے تو انہوں نے اپنے مریدین کو سب سے پہلے یہ حکم دیا کہ اس علاقہ میں سب سے پہلے ایک درگاہ (مسجد) تعمیر کی جائے کیونکہ جب رسول اکرم ﷺ مکہ سے مدینہ ہجرت کرگئے تو آپ نے سب سے پہلے درگاہ (مسجد) بنائی اور اُس کے بعد پھر کچھ اور کام کیا اور ہم بھی اپنے نبی ﷺ کی اتباع میں یہی کریں گے۔ ہمارے دادا چونکہ سنت رسول ﷺ کے شیدائی وفدائی تھے اور معمولی معمولی بات میں بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنت کا خاص خیال رکھا کرتے تھے اس لیے لوگ انہیں پیر سائیں سنت والے کہتے تھے آپ کے ارشاد کے عین مطابق پہلے پہل مسجد تعمیر ہوئی پھر مدرسہ اور آخر میں رہائش کے لیے گھر بس۔ اُس دن سے لوگ اس جگہ کو درگاہ شریف کے نام سے پکارنے لگے اور آج تک یہی سلسلہ قائم ہے۔

سوال: حضرت سیّد پیر محب اللہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: میرے والد صاحب رحمہ اللہ کی پیدائش پیر جھنڈو گاؤں میں ہوئی جو ہمارے اس گاؤں درگاہ شریف سے جنوب کی طرف دو فرلانگ کے فاصلہ پر قومی شاہراہ پر واقع ہے۔ آپ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ اتوار کی رات پوہ پھٹنے سے قبل پیدا ہوئے یہ تاریخ عیسوی سن کے اعتبار سے ۲/اکتوبر ۱۹۲۱ء بنتی ہے۔

سوال: دینی تعلیم کہاں حاصل کی اور اساتذہ کون کون تھے؟

جواب: اس سوال کا جواب والد صاحب رحمہ اللہ کی خودنوشت سوانح حیات میں قدرے تفصیل سے ہے وہ میں آپ کو دے دوں گا اُسے چھاپ دینا ان شاء اللہ تمام معلومات والد صاحب رحمہ اللہ کی زبانی معلوم ہو جائیں گی کیونکہ آپ نے بڑی تفصیل سے اس بارے میں لکھا ہے۔

سوال: حضرت پیر صاحب نے دینی تعلیم اپنے والد صاحب رحمہ اللہ کے دور ہی میں حاصل کر لی تھی یا بعد میں؟

جواب: والد صاحب رحمہ اللہ نے اپنے والد معظم علیہ الرحمۃ کی زندگی ہی میں عربی علم کا کافی حصہ حاصل کر چکے تھے لیکن فارغ التحصیل نہیں ہوئے تھے بعد میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے تعلیم کو جاری رکھا اور پھر سند فراغت حاصل کی کیونکہ جس وقت ہمارے دادا محترم رحمہ اللہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پیارے ہوئے اُس وقت والد محترم رحمہ اللہ کی عمر مبارک ۱۵ یا ۱۶ برس تھی۔

سوال: حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت کے بارے میں کچھ بتائیں؟

جواب: آج مجھ میں جو کچھ بھی لیاقت ہے وہ سب ان ہی کی مرہون منت اور ان کی وجہ سے ہے ان کی محنت اور دعا کی وجہ سے حقیقت یہ ہے کہ جنہوں نے ان سے محبت کی وہ آج بھی ان کی یاد میں روتے ہیں اُن کی شخصیت میں کوئی بناوٹ دھوکہ فریب دل آزاری جذبہ انتقام جھوٹ ہٹ دھرمی نہ تھی۔ نہ وہ کسی کی عیب جوئی کرتے تھے بلکہ ہمیشہ محبت الٰہی میں سرشار اور مگن رہتے ہر ایک کے کام آنے والے تکبر اور غرور سے پاک بات کرنے میں میٹھا پن اور خاموش طبع کوئی بات کرتے تو جواب دیتے ورنہ اکثر خاموش رہا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ان کی خاموشی اور دیکھنے کا انداز بھی ایسی تبلیغ تھی کہ والد بڑے بڑے علماء کو تقاریر بھی اس کے سامنے ہیچ ہیں لوگ آپ کو دیکھ دیکھ کر سبق حاصل کرتے اور سیکھتے تھے۔ اگر میں یہ کہوں کہ وہ اسوۂ رسول ﷺ کا پورا نمونہ تھے تو اس میں کوئی دروغ گوئی نہ ہوگی نماز پڑھنے کا ایسا انداز ایسی عاجزی سے ادا کرتے ایک ایک رکن کو واللہ وہ عاجزی مجھے کسی میں نظر نہیں آتی چلنے میں جلدی جلدی چلنے والے میں آپ کو ان کی کون کون سی ادا بتاؤں بس یوں سمجھ لیجیے کہ اُن کی ہر ادا سوۂ حسنہ تھی ملنے کا ایسا انداز کہ جب تک وہ ملنے والا خود الگ نہ ہو وہ الگ نہ ہوتے اور ہر ملنے والا یہی سمجھتا کہ یہ سب سے زیادہ مجھ ہی سے محبت رکھتے ہیں یعنی وہ ہر دلعزیز شخصیت تھے آپ کی صورت وسیرت سلف صالحین کے طریقہ پر تھی آج وہ ہم میں نہیں ہیں لیکن جب ان کی صورت مبارک کا تصور ذہن میں ابھرتا ہے تو دل بے اختیار رونے لگتا ہے وہ میرے تو والد ماجد تھے لیکن دوسرے بھی آپ کو یہی گواہی دیں گے وہ تھے ہی ایسے انسان ملنے کا انداز ایسا تھا کہ جو ایک دفعہ ملے بار بار ملنے کی تمنا کرے آپ کے متعلق تو یہ مثال مشہور تھی کہ اگر کوئی آدمی نہ سمجھے تو اسے سیّد محبّ اللہ شاہ رحمہ اللہ کے پاس بھیج دیا جائے وہ سمجھ جائے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قسم اگر کوئی مجھے بیت اللہ شریف میں قسم دے کر پوچھے تو میں یہی کہوں گا کہ واللہ میں نے ان جیسا عالم با عمل عابد زاہد صابر شاکر ثقہ کہیں نہیں دیکھا آپ ایک بحر تھے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ سے آپ کو ایک خاص لگاؤ تھا مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب نے آپ کو محبّ العلم والعلماء کا خطاب دیا اور واقعی آپ محبّ العلم والعلماء تھے اور پہلے ہی آپ کا نام محبّ اللہ تھا اور واقعتاً اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے آپ کو بے انتہا محبت تھی اور آپ کی ذاتِ مبارک والذین امنوا اشد حبا للہ کا نمونہ تھی آپ کی مہر مبارک (اسٹیمپ) پر بھی یہی آیت مبارکہ لکھی ہوئی تھی مولانا غلام قادر ٹیڑھی فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے محبّ اللہ شاہ صاحب کو جن باتوں سے نوازا تھا وہ سب چیزیں ایک وقت میں کسی کو نہیں دیں۔ آپ عالم بھی تھے حافظ القرآن بھی باعمل بھی صالح وزاہد بھی والحمد للہ اور سیّد اہل بیت بھی پیر اور ایک گدی کے سجادہ نشین بھی، آپ ایک نہایت حلیم الطبع نرم دل ہر دلعزیز ہر بات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا چاہنے والے انسان تھے۔ آپ کے چہرہ مبارک پر کوئی بناوٹ نہ ہوتی تھی بڑے چھوٹے ہر ایک سے آپ خوش اخلاقی سے بات کرتے چہرہ پر ایک معصومیت کا نور تھا جو نظر آتا تھا اور ہر چھوٹی بڑی سنت کے شیدائی تھے۔ کوشش یہی کرتے تھے کہ کسی بھی معاملہ میں سنت سے الگ نہ ہوں ہر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاملہ میں سنت پر عمل ہو حقیقت یہ ہے کہ میں اگر ان کی تعریف بیان کروں تو بھی نہیں کر سکتا صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ سلف صالحین میں جو ولی اللہ گزرے ہیں ان میں سے ایک ولی اللہ کو ان آنکھوں نے دیکھا۔

سوال: حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی روزہ مرہ کی زندگی کے معمولات کیا تھے؟

جواب: فجر کی نماز سے کچھ دیر پہلے بیدار ہوتے اور باجماعت نماز ادا کرتے نماز فجر کے بعد آپ درس قرآن دیتے تھے اس کے لیے آپ کم از کم پندرہ تفاسیر کا مطالعہ کرتے تھے اس کے بعد مسجد ہی میں ذکر واذکار کرتے پھر نماز اشراق ادا کرتے اس کے بعد گھر تشریف لاتے اور قرآنِ مجید کی دیکھ کر تلاوت فرماتے اس کے بعد ناشتہ سے فارغ ہو کر کتب خانہ میں آجاتے اور ظہر تک کتابوں کا مطالعہ فرماتے اور کچھ لکھنا ہوتا تو لکھتے بھی اس کے ساتھ لوگوں کے مسائل وغیرہ سنتے ظہر کے بعد گھر میں آرام فرماتے اور عصر کی نماز کے بعد وہی مطالعہ فرماتے یہ سلسلہ مغرب تک جاری رہتا مغرب کے بعد ذکر واذکار فرماتے اور گھر پر آجاتے کھانا کھاتے اگر کوئی مہمان آیا ہوا ہوتا تو واپس کتب خانہ میں آجاتے اور اس کے ساتھ گفتگو فرماتے ورنہ گھر کے صحن ہی میں بیٹھے مطالعہ فرماتے۔ عشاء کی نماز کے بعد فوراً آرام فرماتے اور بلاناغہ رات کو تہجد پڑھتے تقریباً دو گھنٹے تک تہجد کی نماز واذکار پڑھتے اور ہر نماز کے بعد مقررہ اذکار کرتے تھے ہر روز سورۃ البقرۃ سورۃ آلِ عمران سورۃ الم سجدہ سورۃ یٰسین سورۃ الملک اور جن سورتوں کے شروع میں تسبیح کے الفاظ آتے ہیں یعنی سبحان یا یسبح یا سبح کے الفاظ آتے ہیں ان کی تلاوت فرماتے اور دیکھ کر تلاوت کرنا وہ الگ تھا وہ روزانہ قرآن مجید کا ساتواں حصہ تلاوت فرماتے تھے۔

سوال: حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے آخری لمحات میں آپ ان کے ساتھ تھے یا اور کہیں؟

جواب: والد صاحب رحمہ اللہ نے جس بیماری میں وفات پائی اس میں جب بھی آپ کو تکلیف ہوتی آپ مجھے بلاتے اور فرماتے تم بیٹھو میں تمہاری گود میں بیٹھوں گا اور جب تک تکلیف ہوتی آپ میری گود میں بیٹھے رہتے مجھے اچھی طرح یاد ہے جب آخری بار آپ کو تکلیف ہو رہی تھی تو آپ گاڑی میں بھی میرے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور سارا راستہ قرآنِ مجید پڑھتے رہے اور اسپتال میں بھی میری گود میں بیٹھے رہے اور آخری وقت تک قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے رہے اور بالآخر میری گود ہی میں ان کی روح پرواز کر گئی اور میں اس کو اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ آپ نے میری گود میں وفات پائی جس طرح اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود کو خوش نصیب سمجھتی تھیں کہ آپ ﷺ نے ان کی گود مبارک میں وفات پائی۔

سوال: آپ نے وفات کس دن اور کب پائی؟

جواب: والد صاحب رحمہ اللہ نے جمعۃ المبارک کو صبح کے وقت مجھے بلایا اور فرمایا کہ بیٹا اب کے بعد مجھے چھوڑ کر کہیں نہ جانا اور پھر ہفتہ کی شب ۱۹ شعبان ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۱ جنوری ۱۹۹۵ء کو رات چار بجے آپ نے دیوان مشتاق اسپتال حیدر آباد میں وفات پائی ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ یہ جس تکلیف سے گزر رہے تھے اس میں تو کسی کو بھی ہوش نہیں رہتا لیکن یہ ان کی قوت ارادی ہے اور اللہ والے بزرگ تھے جو ابھی یعنی آخری وقت تک پورے ہوش وحواس میں رہے۔ نماز جنازہ ہمارے چچا محترم سیّد بدیع الدین شاہ رحمہ اللہ نے پڑھائی اور ہمارے دادا محترم سیّد احسان اللہ شاہ رحمہ اللہ کے ساتھ آبائی قبرستان درگاہ شریف پیر جھنڈہ میں دفن کیا گیا۔

سوال: سنا ہے کہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد آپ کی حالت غیر ہوگئی تھی؟

جواب: بالکل والد ماجد رحمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وفات اتنا بڑا سانحہ تھا کہ ہر طرف اندھیرا نظر آتا اور کیوں نہ ایسا ہوتا جب کہ وہ مجھے ساری دنیا سے زیادہ عزیز تھے مجھے جتنی ان سے محبت تھی اور ہے اتنی اور کسی سے نہیں اور میں بھی ان کو اتنا ہی پیارا تھا تقریباً ایک سال تک تو میں کوئی کتاب نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ جو بھی کتاب مطالعہ کے لیے اٹھاتا اس پر والد صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تعلیقات موجود ہوتی جس کو دیکھنے کی مجھ میں طاقت نہ تھی اور میں فوراً کتاب بند کر دیتا۔

سوال: بحیثیت باپ آپ نے ان کو کیسا پایا کیونکہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے جو لوگ دوسروں کے لیے درد دل رکھتے ہیں وہ اپنوں کے ساتھ اس انداز سے پیش نہیں آتے؟

جواب: دوسروں کی بات تو چھوڑیے میں اُپنے والد ماجد رحمہ اللہ کی بات کرتا ہوں وہ بزرگ اور ولی اللہ تو تھے ہی لیکن واللہ میں نے ان جیسا باپ اور دوست بھی کسی اور کو نہیں دیکھا جو ان میں شفقت اور محبت تھی آج بھی یاد آتی ہے تو بے اختیار رونا آجاتا ہے (واقعہ بیان کرتے ہوئے دل بھر آیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے) کسی بات پر ناراض ہونے کی وجہ سے کبھی نہ ڈانٹتے بلکہ ہم ان کے چہرے مبارک پر ناراضگی کے اثرات دیکھ کر سمجھ جاتے کہ آپ ناراض ہیں اور ہم ان سے معافی مانگتے آپ میرے والد ماجد بھی تھے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوست ومحبوب بھی مرشد ورہنما بھی اور آئیڈیل بھی تھے۔

سوال: حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کو کن کن زبانوں پر عبور حاصل تھا؟

جواب: سندھی زبان چونکہ ان کی مادری زبان تھی اس لیے زیادہ تر اسی زبان میں گفتگو فرماتے اور اُس کے متعلق کچھ بیان کرنا ضروری بھی نہیں کیونکہ اہل زبان کا اپنی بولی سے جو رشتہ ہوتا ہے وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے اس کے علاوہ عربی اردو فارسی اور انگلش زبان پر عبور حاصل تھا جس کی شاید آپ کی عربی اور اردو کی کتابیں ہیں اور جہاں تک تعلق ہے فارسی اور انگلش کا تو چونکہ اب فارسی زبان کا اتنا رواج نہیں رہا اس لیے اس زبان میں والد صاحب رحمہ اللہ کی کوئی کتاب نہیں مگر انگلش میں تقاریر وغیرہ بھی کرتے اور اپنی روز مرہ کی ڈائری بھی انگلش میں لکھتے تھے۔

سوال: حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی علمی گہرائی وتحریری اسلوب کے اور تصانیف کے حوالے سے کچھ بتائیں؟

جواب: آپ ایک اعلیٰ مرتبہ کے مصنف بھی تھے آپ کی تصانیف میں طرز استدلال محدثانہ وطرز تحریر میں سلف صالحین کا نمونہ نظر آئے گا کسی پر بے جا تنقید نہ فرماتے تھے اور بحث برائے بحث بھی نہ کرتے تھے اگر کسی مسئلہ میں محسوس کرتے کہ اس میں حق پر نہیں تو والد فوراً رجوع کر لیتے اور اس میں کچھ بھی عار محسوس نہ کرتے ہمارے استاد مولانا دوست محمد لکھمیر نواب شاہی صاحب حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیّد پیر بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر محبّ اللہ شاہ صاحب کسی کتاب یا حدیث پر کوئی نوٹ لکھ لیں تو ہمیں اس کو ردّ کرنے کی جرأت نہیں اور میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ علم اور عمل دونوں میں بحر تھے ہم نے ان کو سمجھا ہی نہیں کہ وہ کیا تھے آپ کو علم الرجال علم الحدیث علم النحو والصرف علم المعانی والبیان والبدیع علم التاریخ علم المنطق علم الجغرافیہ علم التفسیر علم العدد علم اللغۃ علم الفقہ وغیرہ ہم پر مہارت تامہ حاصل تھی اگر یہ کہوں کہ وہ ان علوم میں اپنے دور کے ایک امام تھے اور ان کا کوئی ثانی نہ تھا تو مبالغہ آرائی نہ ہوگی۔ کچھ عرصہ قبل بی بی سی لندن سے اس بات پر تبصرہ ہوا تھا کہ دنیا میں پہلے نمبر پر عالم دین کون ہے تو انہوں نے علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا نام لیا تھا لیکن میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ان کو میرے والد ماجد سیّد محبّ اللہ شاہ رحمہ اللہ کا علم ہوتا (کیونکہ وہ باہر کی دنیا میں اتنے معروف نہیں تھے) تو وہ آپ کو پہلے نمبر پر رکھتے اور علامہ البانی رحمہ اللہ کو دوسرے نمبر پر۔ بہر حال یہ باتیں ایسی ہیں کہ ان کی تصانیف کو دیکھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر یا کتابوں پر جا بجا ان کی تعلیقات کو دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اُن کا علم کتنا دقیق تھا اور مجھے چھوڑے آپ ان علمائے کرام سے کہ جنہوں نے آپ سے بالمشافہ یا خط وکتابت کے ذریعے استفادہ کیا مثلاً مولانا ارشاد الحق اثری ﷾ وہی آپ کو بتا سکتے ہیں کہ آپ علم میں کیا تھے اور میری بات کہاں تک صحیح ہے آپ کی مختلف کتابوں پر تعلیقات کے علاوہ ۷۰ کے قریب تصانیف ہیں جس میں ۲۴ سندھی میں ۲۵ اردو میں اور ۱۹ عربی میں لکھی ہوئی ہیں ان کتب میں زیادہ تر غیر مطبوعہ ہیں۔

سوال: کتب خانہ کے بارے میں بتائیں؟

جواب: لائبریری کی بنیاد اصل میں ہمارے جد امجد سیّد رشد اللہ شاہ راشدی ﷫ نے رکھی انہوں نے مختلف مقامات سے زر کثیر خرچ کر کے اسلامی علوم وفنون کی نادر ونایاب مخطوطات کا بیش بہاں ذخیرہ جمع کیا جس کی بدولت کتب خانہ عالمگیر شہرت کا حامل بن گیا تھا دور دراز سے بڑے بڑے علماء اور شائقین علم وادب استفادہ کے لیے تشریف لاتے جن میں مولانا عبید اللہ سندھی صاحب، مولانا دین محمد وفائی صاحب، مولانا محمود الحسن صاحب، مولانا اشرف علی تھانوی صاحب، مولانا حسین احمد مدنی اور دیگر لوگ شامل ہیں ہمارے جد امجد کی وفات کے بعد کتب خانہ دو حصوں میں تقسیم ہوا کچھ کتابیں ہمارے دادا محترم سیّد احسان اللہ شاہ راشدی ﷫ کو ملیں اور زیادہ تر کتابیں ہمارے دادا کے بھائی سیّد ضیاء الدین شاہ صاحب ﷫ کی ملکیت میں رہیں ہمارے دادا محترم کا کتب خانہ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے بڑھتا اور کتب میں متواتر اضافہ ہوتا رہا لیکن سیّد ضیاء الدین شاہ راشدی ﷫ کا کتب خانہ ان کے فرزند سیّد وہب اللہ شاہ صاحب نے کراچی نیشنل میوزیم کو فروخت کر دیا۔

سوال: سنا ہے کہ حضرت پیر صاحب ﷫ نے سیّد وہب اللہ شاہ صاحب سے کتب خانہ خریدنے کے لیے بات چیت کی تھی لیکن انہوں نے انکار کر دیا تھا؟

جواب: بالکل! حضرت والد صاحب ﷫ نے سیّد وہب اللہ شاہ صاحب سے بات کی تھی کہ اگر آپ کتب خانہ فروخت کرنا چاہتے ہیں تو کسی اور کے بجائے مجھے بیچ دیں میں خریدنے کے لیے تیار ہوں۔ وہب اللہ شاہ صاحب نے غالباً ایک یا دو لاکھ روپے مانگے تھے لیکن چوں کہ اس وقت ہمارے پاس اتنے پیسے موجود نہیں تھے اس لیے والد صاحب ﷫ نے ان سے دو قسطوں میں رقم ادا کرنے کی بات کی لیکن وہ نہیں مانے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کتب خانہ فروخت کر دیا۔

سوال: مخطوطات کی تعداد کہاں زیادہ ہے آپ کے پاس یا اُن کے ہاں؟

جواب: میں نے پہلے ہی عرض کیا کتابیں زیادہ ان کے پاس رہیں اس لیے مخطوطات بھی زیادہ ان ہی کے پاس تھے۔ تقریباً ۸۱۰ کے قریب ہمارے پاس اس وقت ۴۰۰ کے قریب نایاب و نادر مخطوطات ہیں جن میں بعض تو ایسے ہیں شاید ہی پاکستان میں کہیں اور ہوں۔

سوال: آپ کا کتب خانہ شروع سے اسی جگہ پر قائم ہے یا جگہیں بدلتی رہی ہیں؟

جواب: جب ہمارے دادا محترم رحمہ اللہ یہاں پر آئے تو انہوں نے موجودہ مسجد بنائی اس کے پہلے پورشن کو کتب خانہ کے طور پر استعمال کرتے رہے اور دوسرے کو مسجد کے طور پر ان کی وفات کے کافی عرصہ بعد کتابوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر والد صاحب رحمہ اللہ نے موجودہ جگہ پر کتب خانہ کے لیے الگ سے عمارت بنوائی جب سے اب تک کتب خانہ اس عمارت میں قائم ہے۔ ہاں البتہ آگے کا کچھ حصہ ہم نے ان کی وفات کے بعد بنوایا۔

سوال: آپ کا کتب خانہ کسی دور میں تقسیم بھی ہوا؟

جواب: نہیں کسی دور میں بھی نہیں۔

سوال: ہم نے تو سنا ہے کہ جب حضرت سیّد بدیع الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ نے درگاہ شریف سے نقل مکانی کی تو حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے انہیں کتب خانہ قائم کرنے کے لیے کتابیں تقسیم کی تھیں؟

جواب: آپ نے صحیح سنا ہے لیکن بات کچھ ایسی ہے کہ جب چچا محترم رحمہ اللہ یہاں سے نیو سعید آباد گئے تو والد محترم رحمہ اللہ نے صرف چند کتابیں دی تھیں باقی چچا محترم نے خود جمع کی ہیں ہاں اتنا ضرور ہوا کہ ہمارے کتب خانہ سے مخطوطات کی فوٹو کاپی حاصل کی باقی تقسیم یا بٹوارا نہیں ہوا اور سچی بات یہ ہے کہ انہوں نے کبھی بھی اس حوالے سے والد محترم سے کوئی بات نہیں کی اور نہ ہی کبھی کسی کے آگے کتابیں تقسیم کرنے کی بات کی۔

سوال: مکتبۃ العالیۃ العلمیہ میں ٹوٹل کتابوں کی تعداد کتنی ہے؟

جواب: ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ کتابوں کی فہرست تیار ہو رہی ہے۔ جیسے ہی فائنل ہوگی پھر کچھ کہا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جا سکتا ہے۔

سوال: ابھی کتب خانہ کس کی ملکیت میں ہے؟

جواب: والد صاحب رحمہ اللہ نے اپنی زندگی ہی میں لائبریری مجسٹریٹ کے سامنے قانونی طور کارروائی کے بعد میرے نام پر وقف کر چکے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ میرے بعد کتب خانہ قاسم شاہ کا ہوگا اور اس میں کسی کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ آپ کی وفات کے بعد سے کتب خانہ میری زیر نگرانی میں ہے اور قانونی طور پر میں ہی اس کا حق دار ہوں۔

سوال: حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے حج اور عمرہ کیا تھا؟

جواب: والد صاحب رحمہ اللہ چار مرتبہ حرمین شریفین گئے تین بار حج ادا کیا اور ایک مرتبہ عمرہ۔

سوال: سنا ہے کہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے اپنا جانشین (یعنی پیر جھنڈا) آپ کو نامزد کیا تھا لیکن آپ نے یہ پگ اپنے بڑے بھائی سیّد یٰسین شاہ صاحب کو دے دی کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: اسے چھوڑیے اور کوئی بات پوچھیے۔

سوال: مگر یہ بات بھی تو اہم ہے کیونکہ اکثر اہل علم کا یہ خیال ہے کہ آپ کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے؟

جواب: نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے نہ تو میرے والد صاحب رحمہ اللہ نے اور نہ ہی میرے بڑے بھائی صاحب نے کوئی ناانصافی کی ہے ویسے یہ بات صحیح ہے کہ والد صاحب نے مجھے ہی اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور اپنی وصیت میں بھی یہ ہی لکھا تھا کہ میرے بعد میری پگ قاسم شاہ کو دے دی جائے لیکن میں نے ہی اپنی مرضی سے یہ پگ اپنے بڑے بھائی صاحب کو دے دی اس میں نہ تو ان کی کوئی چاہت تھی اور نہ ہی والد صاحب رحمہ اللہ کی کوئی بے انصافی جب مالک خود اپنی چیز کسی کو دے رہا ہے تو کسی اور کو اس کو مورد الزام ٹھہرانے کی کوئی ضرورت نہیں اور ویسے بھی علماء کی وراثت یہ گدی اور جانشینی نہیں ہوتی بلکہ علم ہوتا ہے یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا مجھ ناچیز پر احسان ہے کہ اُس نے یہ میراث میرے حصہ میں دی کیونکہ العلماء ورثۃ الانبیاء کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اس سے بڑھ کر میرے لیے اور کیا اعزاز ہوسکتا ہے۔ باقی یہ خاندانی جانشینی تو عارضی ہے ہمیں تو دائمی جانشینی کی بابت سوچنا چاہیے اور یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ آج ہم میں جو یہ گروہ بندی فرقہ پرستی اقتدار کی لالچ اور کرسی کے لیے ایک دوسرے سے جو ہم دست وگریبان ہے اور آپس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اختلافات کا شکار ہیں یہ سب اس چیز کا ہی نتیجہ ہے کہ علمائے کرام نے اپنی حقیقی وراثت کو چھوڑ کر دنیا کے منصب کی فکر کرنا شروع کردی اگر علماء اپنے اصل منصب کو پہنچان لیں اور یہ دنیا کے عہدوں سے بے فکر ہو کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو ان کو منصب دیا ہے اُس کے مقام ومرتبہ کا اندازہ کر کے العلماء ورثۃ الانبیاء کے مشن پر لگ جائیں تو میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج جو ہم میں جماعتی تعصب تنظیمی جھگڑے ہیں وہ تمام کے تمام ختم ہوجائیں گے اور کسی کو کوئی شکایت بھی نہیں ہوگی۔ ہم سب ایک دیوار کے مانند ایک امیر کے ماتحت ہوجائیں گے۔ لیکن اس کے لیے شرط یہی ہے کہ علماء کو انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وارث بننا پڑے گا۔

سوال: حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی شادی اور اولاد کے بارے میں کچھ بتائیں؟

جواب: والد صاحب رحمہ اللہ نے دو شادیاں کی ایک تو اپنی پھوپھی کی لڑکی سے اور دوسری اپنے والد صاحب کے دوست کی لڑکی سے ہماری دونوں والدہ محترمہ حیات ہیں۔ پہلی بیوی سے تین لڑکے پیدا ہوئے جن میں دو انتقال کر گئے سیّد روح اللہ شاہ اور سیّد حمید الدین شاہ باقی ایک بیٹا حیات ہے پیر سیّد محمد یٰسین شاہ راشدی جو کہ ساتویں پیر جھنڈا ہیں ان کی تین شادیاں ہوئی ہیں ایک تو ہمارے چچا محترم سیّد پیر بدیع الدین شاہ رحمہ اللہ کی لڑکی سے اور دوسری جگہ پر ہمارے بھائی صاحب کے بیس بچے بچیاں ہیں جن میں لڑکے اور ۱۴ لڑکیاں حیات ہیں بیٹوں کے نام حمید الدین شاہ، رشید الدین شاہ، فرید الدین، روح اللہ، عزت اللہ، اور قدرت اللہ ہیں۔ باقی والد صاحب کی دوسری بیوی سے یعنی ہماری والد سے دو بیٹے اور ایک لڑکی ہے جن میں میرے بڑے بھائی پیر سیّد محمد راشد شاہ ان کی بھی دو شادیاں ہیں ایک تو ہمارے چچا محترم سیّد بدیع الدین شاہ رحمہ اللہ کی لڑکی سے اور ایک خاندان میں ان کے صرف دو بیٹے ہیں محمد عابد اور علی محمد باقی اپنے بارے میں تو پہلے ہی آپ کو بتا چکا ہوں ایک بہن ہے عابدہ ان کی شادی ڈاکٹر زمان شاہ سے ہوئی ہے یہ ہمارے رشتہ دار ہیں ان کے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں عبداللہ، محمد بقا، عبدالرحمٰن، محبّ اللہ، فرقان۔

سوال: اچھا آپ نے کتنی شادیاں کی ہیں اور کہاں کہاں؟

جواب: (مسکراتے ہوئے) بھائی میرے میری تو ایک ہی شادی ہوئی ہے اور اسی میں خوش ہوں شادی خاندان میں ہوئی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: سائیں آخری سوال کر کے اجازت چاہوں گا حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی کوئی نصیحت جو آپ کو فرمائی ہو؟

جواب: والد صاحب رحمہ اللہ کی ویسے تو ہر بات نصیحت ہی ہے لیکن ایک بات جو وہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے وہ آپ کو بتاتا ہوں آپ فرماتے تھے کہ بیٹے یہ نہ سمجھنا کہ ہم سیّد اور پیر ہیں پیر دوسرے لوگ ہیں ہم تو فقیر ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کا ماہنامہ "صراط المستقیم" کراچی کو ایک اہم انٹرویو

۱۹۹۴ء کے آخر میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ماہنامہ صراط مستقیم (جو کراچی سے شایع ہوتا تھا) کو ایک اہم انٹرویو دیا تھا جس میں شاہ صاحب سے سوالات کیے گئے تھے اگرچہ اکثر باتیں گزشتہ اوراق میں گزر گئی ہے لیکن کئی ایک اہم باتیں تھی جس کی وجہ سے اس انٹرویو کو افادہ عام کے لیے شایع کیا جارہا ہے۔ (الازھری)

سوال: آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: میں ۲۹ محرم ۱۳۴۰ھ بمطابق ۲ اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز اتوار رات دو بجے پیر جھنڈو نزد نیو سعید آباد کے قریب پیدا ہوا۔

سوال: آپ پیر آف جھنڈا کہلواتے ہیں اس کا کیا پس منظر ہے؟

جواب: ہمارے راشدی خاندان کے مورث اعلیٰ سید محمد راشد شاہ تھے۔ آگے چل کر ہمارا سلسلہ نسب حسین ابن علی تک جا پہنچتا ہے۔ پورا شجرہ نسب ہمارے پاس محفوظ ہے۔ سید محمد راشد شاہ کے دو بڑے بیٹے تھے۔ ایک سید محمد یاسین شاہ، دوسرے سید صبغت اللہ شاہ۔ افغانستان کے بادشاہ نے انھیں ایک جھنڈا دیا تھا۔ وفات سے قبل جھنڈا انھوں نے سید محمد یاسین شاہ کو دے دیا اور اپنی پگڑی سید صبغت اللہ شاہ کے حوالے کی۔ اس طرح سید صبغت اللہ شاہ اور ان کی اولاد پیر آف پگارو کہلائی اور سید محمد یاسین شاہ اور ان کی اولاد جن میں بھی شامل ہوں پیر آف جھنڈو کہلائی۔

سوال: راشدی خاندان اپنے مورث اعلیٰ سے اہلحدیث ہے؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: جی ہاں اس اعتبار سے اہلحدیث تھا کہ ہمارے خاندان میں کبھی سنت طریقہ معلوم ہونے کے بعد اس کی خلاف ورزی نہ کی جاتی۔ جب تک سنت طریقہ معلوم نہ ہوتا اس وقت تک مروجہ روایات جو حنفی علماء میں معروف ہوتیں یا جس پر اپنے اسلاف کو دیکھا اس پر عمل کرتے رہتے لیکن جونہی معلوم ہوتا کہ یہ روایت یا عمل مسنون طریقے کے خلاف ہے، اسی وقت رجوع فرما لیتے۔ ایسی کئی مثالیں موجود ہیں مثلاً خاندان کے مورث اعلیٰ سید محمد راسد شاہ کا یہ فتویٰ تھا کہ شہروں کی طرح گاؤں میں بھی جمعہ پڑھانا چاہیے حالانکہ اس وقت ملک کے طول وعرض میں بالخصوص سندھ میں حنفی علماء کا فتویٰ یہ تھا کہ گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہمارے پردادا سید رشید الدین شاہ کی ملفوظات میں یہ واقعہ تحریر ہے کہ ایک مرتبہ حرمین شریفین سے شہد کا ڈبہ آیا اس کو کھولا گیا تو اس میں مرا ہوا چوہا پایا گیا۔ اس وقت کی روایات کے مطابق اس کو آگ پر کھڑ ھایا گیا اور اس میں پانی ملا کر اس کو جماعت کے سامنے رکھ دیا گیا خود سید رشید الدین شاہ صاحب بھی ہاتھ میں پیالہ اٹھائے ہوئے تھے، ممکن ہے دو چار گھونٹ بھی لئے ہوں۔ اسی دوران ہمارے جد امجد سید رشد اللہ شاہ وہاں پہنچے اور وہاں یہ مسئلہ بیان کیا کہ یہ شہد پاک نہیں ہوسکتا کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ نبی مکرم ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت فرمایا کہا اگر ہمارے گھی میں چوہا پڑ جائے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر گھی جما ہوا ہو تو جس جگہ چوہا پڑا اس جگہ کے اردگرد والے گھی کو نکال کر باقی استعمال کرو اور اگر پگھلا ہوا ہو تو سارا بہا دیا جائے۔ اس لیے شہد بھی کیونکہ سیال ہے اس لیے پاک نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ یہ حدیث سن کر شہد کا پورا ڈبہ بہا دیا گیا۔

ہمارے جد امجد نے حدیث وعلوم اور دیگر اسلامی علوم پر کتب کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع کر کے ایک لائبریری قائم کی تھی۔ اس طرح حدیث کی معلومات میں اضافہ ہوا۔ انھوں نے اہلحدیث اور حنفیہ کے مابین معروف اختلافی مسائل سے متعلق تحقیق کی اور تقریباً سب میں حنفیہ سے اختلاف کیا اور حدیث پر عمل کیا۔ مثلاً منی کی طہارت، ہر قسم کے جرابوں پر مسح کا جواز، نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا، فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر، رفع الیدین کا مسنون ہونا، سجدے میں گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھنا، وتر مغرب کی نماز کی طرح نہ پڑھنا بلکہ یا تو بلا بیٹھے تینوں رکعت پڑھنا یا پھر دو رکعت پر بیٹھ کر سلام پھیرنا اور پھر تیسری رکعت علیحدہ پڑھنا، گاؤں میں جمعہ پڑھنا، نکاح میں شہادت و ولایت کا شرط ہونا، تکرار جماعت ثانیہ وغیرہ اور دوسرے مسائل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں انھوں نے حنفیہ سے اختلاف کیا ہے اور مذکورہ مسائل میں سے اکثر پر ان کی کتب و رسائل بھی عربی، اردو، فارسی اور سندھی میں موجود ہیں۔ میرے علم میں صرف دو ایسے مسئلے ہیں جس میں انھوں نے حنفیہ کی موافقت کی ہے مثلاً خون بہنے سے وضو کا ٹوٹ جانا وغیرہ لیکن وہاں بھی انھوں نے حدیث سے استدلال کیا اگرچہ وہ کوئی ٹھوس استدلال نہیں تاہم اس بات کا ثبوت ہے کہ انھوں نے حنفیہ کے کسی مسئلے کو محض تقلیداً تسلیم نہیں فرمایا۔

میرے والد محترم سید احسان اللہ شاہ تو سنت کے اتباع میں اس قدر آگے بڑھے گوئے تھے کہ وہ پیر سائیں سنت والے کے نام سے معروف ہوگئے انھیں سنت سے بڑی محبت تھی جب یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ عمل سنت رسول ﷺ ہے تو جب تک اس پر عمل نہ کر لیتے اس وقت تک انھیں اطمینان حاصل نہ ہوتا۔ والد صاحب کی تیسری شادی ہمارے سامنے ہوئی تھی جب تیسری شادی کے لیے پیر سید محبوب شاہ کے ہاں رشتہ بھیجا گیا وہ حنفیت کی طرف مائل تھے، والد صاحب سے کہنے لگے کہ اگر تم رفع الیدین کرنا چھوڑ دو تو میں اپنی دختر آپ کو دینے کے لیے تیار ہوں۔ جواب میں والد ماجد نے فرمایا کہ میں ایک عورت کی خاطر رسول اللہ ﷺ کی سنت کو ترک نہیں کرسکتا۔ ایک کیا ہزار عورتیں بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت پر قربان کرسکتا ہوں یہ کہہ کر وہ واپس آ گئے۔

سوال: آپ نے ابتدائی تعلیم کہاں حاصل کی؟

جواب: میں نے جس ماحول میں میں آنکھ کھولی وہ بڑا اسلامی ماحول تھا۔ ہمارے تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر بھی خاص توجہ دی جاتی تھی۔ پورے خاندان کی ماؤں کا یہ حال تھا کہ وہ چھوٹے بچوں کو لا الہ الا اللہ کی میٹھی آواز سنا کر سلایا کرتی تھیں اس طرح بچے ابتداء سے ہی افضل الذکر لا الہ الا اللہ کی آواز سے مانوس ہو جایا کرتے تھے۔ والد صاحب بچوں پر کڑی نظر رکھتے تھے حتیٰ کہ کوئی بھی غیر شرعی اور نازیبا حرکت کرنے کی جرأت نہ رکھتا تھا۔ اگر کسی کی شلوار ٹخنوں سے نیچے دیکھتے تو بڑا غصے ہوتے اور فرماتے اس ٹخنوں سے اوپر کرو ورنہ میں اسے کاٹ دوں گا۔ انھیں انگریزی کی طرز بود و باش، وضع وقطع لباس میں مشابہت ہرگز برداشت نہ کرتے۔

تعلیم کے معاملے میں ہمارے ہاں یہ دستور یہ تھا کہ بچہ جب پڑھنے کے لائق ہوتا تو سب سے پہلے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظرہ قرآن کی تعلیم دی جاتی میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ میں نے ابتدائی تعلیم اور بعد کی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسے میں ہی حاصل کی جو ہمارے والد کی زیرنگرانی چل رہا تھا۔

سوال: آپ کے اساتذہ میں کون کون شامل تھا؟

جواب: میں نے اپنے والد صاحب سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ حدیث کے علوم میں بالخصوص فن رجال میں انھیں خاص مہارت حاصل تھی۔ مولانا ثنا اللہ امرتسریؒ نے والد محترم کے بارے میں کہا تھا کہ آج اگر کوئی فن رجال کا امام ہے تو وہ احسان اللہ راشدی ہیں۔

میرے پہلے استاد حافظ امین محمد تھے جن سے میں نے قرآن ناظرہ پڑھا۔ مولانا ولی محمد صاحب اور مولانا محمد اسماعیل افغان وغیرہ سے فارسی کی کئی کتابیں پڑھیں۔ شیخ فرید الدین عطار بھی کچھ عرصے میں میرے استاد رہے۔ دو برس تک فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ اسی دوران اردو زبان کی بعض کتب خود مطالعہ کیں پھر نوبت عربی زبان تک پہنچی جو اصل مقصود تھا۔ عربی زبان میں میرے پہلے استاد مولانا ولی محمد صاحب تھے۔ ان کے علاوہ مولانا قطب الدین ہالیجوی مولانا عبد الوہاب، مولانا حمید الدین، محمد اکرم سندھی، مولانا محمد یوسف، مولانا نور محمد، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا محمد مدنی، مولانا محمد خلیل احمد، مولانا محمد سلیم، مولانا محمود احمد، مولانا بہاؤ الدین، مولانا عبد الحق بہاولپوری، مولانا ابوسعید شریف الدین دہلوی کے علاوہ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ سے بھی اکتساب فیض کیا۔ انھوں نے مجھے سند و اجازت بھی عنایت فرمائی۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ میرے اٹھارہ میں سے چودہ اساتذہ مسلکاً حنفی تھے۔ لیکن میں الحمد للہ ایک دن کیا ایک لمحے کے لیے بھی حنفی نہ بن سکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ میں نے جس ماحول میں آنکھیں کھولی تھیں وہاں زندگی کے ہر معاملے میں کتاب و سنت سے ہی رہنمائی حاصل کی جاتی تھی۔

سوال: موجودہ دور کے دینی تعلیمی اداروں اور طالب علموں کے بارے میں آپ کے کیا تاثرات ہیں؟

جواب: پہلے مدارس میں طلبہ کو اچھا علم ملتا تھا۔ اچھا کھانا نہیں لیکن آج اکثر مدارس میں قیام و طعام کا اعلیٰ انتظام ہوتا ہے اور بہت سی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔ ایسی سہولتیں ہمارے زمانے کے طلبہ کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہوتی تھیں۔ لیکن وہ علم اب نہیں ملتا جو ہمارے زمانے کے طلبہ کو میسر تھا۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔ طلبہ میں تن آسانی آ گئی ہے حصول علم کا کوئی شوق نہیں رہا۔ آج کے طالب علم سے ماضی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے طلباء کے مقابلے میں حصول علم کے لیے عشر عشیر جدوجہد بھی متوقع نہیں۔ معیار تعلیم افسوس ناک حد تک گر چکا ہے۔ منتظمین اس شغل کو اس لیے جاری رکھے ہوئے ہیں کہ اسلاف کے قائم کردہ دینی علوم کے یہ سرچشمے بند نہ ہونے پائیں۔ وگرنہ ان اداروں سے ایسے علماء بہت کم نکلتے ہیں جو ماضی کے علماء کے ہم پلہ ہوسکتے ہیں۔

سوال: آپ نے عصری تعلیم کہاں تک حاصل کی؟

جواب: والد صاحب مجھے عصری تعلیم دلوانے کی متمنی بھی تھے اور کہا کرتے تھے کہ دینی تعلیم کے بعد محبّ اللہ کو انگریزی تعلیم بھی دلوائیں گے۔ زندگی میں ان کی یہ آرزو پوری نہ ہوسکی کیونکہ جب ان کا انتقال ہوا اس وقت میری عمر سولہ سترہ سال تھی اور میں دینی علوم حاصل کر رہا تھا۔ دینی تعلیم سے فراغت کے بعد میں نے عصری تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ میٹرک، ایف اے، بی اے کے بعد سندھ یونیورسٹی سے (M.A. Religion) مذہب میں ایم اے کیا۔ پہلے سال چار پرچے دیے جن میں مذہب کی تاریخ، مذاہب کا تقابل، مذہب کی نفسیات اور اسلام شامل تھے۔ فائنل ایئر میں مذہبی اخلاق، مذہبی عمرانیات، مذہب کا فلسفہ اور اسلام کے پرچے دیے اس وقت تمام کے تمام پرچے انگریزی میں دینے ہوتے تھے میں نے بھی انگلش میں ہی یہ پرچے دیے۔

یونیورسٹی میں ہمارے شعبے کے ہیڈ ڈاکٹر ہالیپوتہ تھے۔ تیاری کے سلسلے میں شاہ ولی اللہؒ کے فلسفے پر انگریزی میں لکھی ہوئی ان کی کتاب کا گہرا مطالعہ کیا یہ کتاب لکھنے پر انھیں پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی تھی۔ خود ڈاکٹر ہالیپوتہ کہا کرتے تھے کہ میری کتاب کو محب اللہ شاہ راشدی نے مجھ سے زیادہ سمجھا ہے۔ یہ اللہ کا خاص فضل تھا کہ مجھے نصابی کتب کی عبارات بھی حفظ ہوجایا کرتی تھیں۔

سوال: کیا عصری تعلیم کا معیار بھی پہلے سے کم ہوا ہے؟

جواب: بالکل عصری تعلیم کا معیار تو خطرناک حد تک پست ہو چکا ہے۔ بی اے اور ایم اے کی ڈگریاں حاصل کرنے والے علمی اعتبار سے کورے ہی نظر آتے ہیں۔ ہمارے دور کا میٹریکولیشن امتحان بھی بڑی اہمیت رکھتا تھا اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہمارے دور کا میٹرک پاس شخص آج کے بی اے پاس سے زیادہ قابل ہوتا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: آپ کی لائبریری سندھ کی معروف لائبریریوں میں سے ہے اس کے پس منظر سمیت اس سے متعلقہ کچھ تفصیلات بتائیں؟

جواب: کتابیں جمع کرنا ہمارا خاندانی شوق ہے جو مجھے اور چھوٹے بھائی بدیع الدین شاہ راشدی صاحب کو بھی وراثت میں ملا ہے۔ ہمارے دادا محترم سید رشد اللہ راشدی نے جیسا کہ میں نے پہلے بتایا کہ کافی کتابیں جمع کی تھیں، ان کے بعد ہر آنے والے نے ان کتابوں میں اضافہ کیا اس وقت ہماری لائبریری میں چالیس پچاس ہزار کے لگ بھگ کتابیں ہیں۔ اس میں بعض کتابوں کے نادر نسخے اور بعض نایاب کتابیں بھی ہیں۔ مثلاً امام بیہقی رحمہ اللہ کی شعب الایمان اب اگرچہ یہ چھپ چکی ہے لیکن ہمارے پاس اس کا ایک ہزار سال پرانا نسخہ ہے۔ والد صاحب شام، مصر، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ اور ہندوستان کے مختلف شہروں سے کثیر رقم صرف کر کے کتابیں منگواتے تھے۔ اس وقت چھپائی اتنی نہیں تھی اور کتابوں کے چند ایک ہی نسخے ہوا کرتے تھے چنانچہ والد صاحب ماہر کاتبوں سے لکھوا کر نسخے حاصل کر لیتے مثلاً مولانا قطب الدین ہالیجوی کو بھیج کر نظام نواب عثمان علی خان کی خاص لائبریری سے بہت سی کتب نقل کروائیں۔ آپ وہاں کے دائرۃ المعارف کے رکن تھے اور اس کے تحت جو کتابیں چھپتیں وہ آپ کو بھی بھیجی جاتیں۔ لندن کی بڑی لائبریری کے لائبریرین ڈاکٹر کرنکو کی وساطت سے بعض کتابیں حاصل کیں۔ جرمنی کی ایک لائبریری سے ''صحیح ابن خزیمہ'' اور بعض تفاسیر کی کتب حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن فوٹو کاپی یا کتابت کا کوئی انتظام نہ ہوسکا۔

میں بیرون ملک جہاں بھی گیا وہاں سے کچھ اور لایا نہ لایا کتابیں ضرور لایا۔ کتابیں جمع کرنے کا شوق مجھے جنون کی حد تک ہے۔ میرے ایک ماموں لاڑکانہ کے ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ ان کا بھی اچھا خاصہ بڑا کتب خانہ تھا ان کی وفات کے بعد کیونکہ ان کی اولاد میں علم دین نہ رہا اس لیے وہ کتب خانہ فروخت کرنے کے لیے تیار ہوگئے۔ چنانچہ میں نے ان سے پورا کتب خانہ خرید لیا۔ اسی طرح عراق کے ایک فاضل عبدالمجید سلفی صاحب جو کتاب بھی وہاں شائع ہوتی از راہ نوازش ارسال کر دیتے ہیں۔

سوال: کسی دور میں آپ کی لائبریری کو نقصان بھی پہنچا؟

جواب: جب ہم اپنا آبائی گاؤں پیر جھنڈو سے ہجرت کر کے اپنے موجودہ گاؤں (درگاہ شریف) آباد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے منتقلی میں کچھ کتابیں ضائع ہوئیں اور نئی جگہ پر ابتداء میں دیمک نے کافی کتابوں کو نقصان پہنچایا۔ پھر ہم نے دیمک سے بچاؤ کا انتظام کیا اس کے بعد اللہ کے فضل سے کوئی کتاب دیمک کی وجہ سے ضائع نہیں ہوئی۔ کچھ کتابیں چوری بھی ہوئی ہیں۔ یہ ہمارے لیے عجیب مسئلہ ہے کہ اگر کسی کو اپنی لائبریری سے استفادے کی اجازت نہیں دیتے تب بھی ہمارا ضمیر ملامت کرتا ہے اور اگر اجازت دیتے ہیں تو چوری کے واقعات پیش آتے ہیں۔

سوال: کسی کتاب کے ضائع ہونے یا چوری ہونے کا آپ کو بہت دکھ ہوتا ہوگا؟

جواب: آپ یقین کریں کہ اگر کوئی کتاب گم ہوجائے یا چوری ہوجائے تو مجھے اتنا صدمہ اور اتنا حزن و ملال لاحق ہوتا ہے کہ گویا میرا کوئی عزیز فوت ہوگیا ہے۔

سوال: آپ کی یہ لائبریری صرف آپ کے خاندان کے لیے ہی ہے یا اور لوگ بھی اس سے استفادہ کرسکتے ہیں؟

جواب: بیرون ملک اور پاکستان کے طول وعرض سے بہت سے علماء وفضلاء آکر اس لائبریری سے استفادہ کرتے رہے ہیں ہم نے کتاب وسنت کی اشاعت وفروغ کی نیت سے اور وین کی خدمت کے جذبے کے تحت آنے والوں کو سہولتیں فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بہت سے فضلاء کو بہت سی کتابیں فوٹو اسٹیٹ کرکے بھیج چکے ہیں۔

سوال: آپ نے اپنی لائبریری سے کتنی کتابوں کا مطالعہ کیا ہوگا؟

جواب: بس مطالعہ ایک طرح سے میری غذا بنا ہوا ہے۔ درس وتدریس اور دیگر لازمی امور سے جتنا وقت بچتا ہے اس میں مطالعہ ہی کرتا ہوں کسی بھی بیماری سے خوفزدہ رہتا ہوں کیونکہ بیماری میں مطالعہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔

سوال: کس نوعیت کی کتابیں زیادہ دلچسپی سے پڑھتے ہیں؟

جواب: حدیث اور فن رجال سے متعلقہ کتابیں زیادہ دلچسپی سے پڑھتا ہوں شاید یہ رجحان بھی والد صاحب سے وراثت میں مجھے ملا ہے۔

میں صبح کا درس دیتا ہوں اس کے لیے خاص طور پر تفسیر کی پندرہ کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں آج کل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھارہواں پارہ چل رہا ہے۔ سطحی سا درس نہیں دیتا بلکہ ہر آیت سے متعلقہ جتنے بھی احکام و مسائل ہیں سب بیان کرتا ہوں۔ ایک آیت پر کئی کئی دن بھی لگ جاتے ہیں۔

سوال: بیرون ملک آپ کا کہاں کہاں جانا ہوا؟

جواب: انگلینڈ کے لندن، برمنگھم، مانچسٹر اور آکسفورڈ سمیت چھ شہروں میں مختلف پروگرامز میں شرکت کر چکا ہوں۔ اس کے علاوہ ترکی گیا، ہندوستان گیا اور سعودی عرب تو کئی بار جا چکا ہوں۔

سوال: شعر و شاعری سے کوئی دلچسپی ہے؟

جواب: شاعری سے متعلقہ علوم پڑھ چکا ہوں خود بھی تھوڑی بہت طبع آزمائی کی ہے۔

سوال: کس زبان میں شاعری کی؟

جواب: ابتداء میں عربی کی تھی وہ سب ضائع ہوگئی۔ زیادہ تر سندھی شاعری کی۔ مختلف نظمیں سندھی رسالوں میں چھپتی رہی ہیں۔

سوال: شاہ عبداللطیف بھٹائی کا علاقہ آپ کے ساتھ ہی ہے آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ان کی شاعری اصلاحی تھی یا انھوں نے گمراہی پھیلائی ہے؟

جواب: ان کی اکثر شاعری اصلاحی ہے۔ بعض اشعار ایسے ہیں کہ اگر ان کا صحیح مفہوم لینا چاہیں تو لیا جاسکتا ہے۔ میرے خیال میں اس بات کے قوی امکانات پائے جاتے ہیں کہ ان سے منسوب بہت سی شاعری ان کی نہیں ہے۔ بہت سی غیر اصلاحی اور شرکیہ شاعری سازش کے تحت ان سے منسوب کی گئی ہے۔

بعض شواہد ایسے موجود ہیں جن کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ نہ صرف مواحد بلکہ اہلحدیث تھے وہ اس طرح کے مولانا مخدوم محمد معین الدین جو ٹھٹھہ کے رہنے والے تھے شاہ عبداللطیف بھٹائی کے گہرے دوست تھے۔ انھوں نے اپنی کتاب میں حنفیوں کا رد کیا ہے اور اہلحدیث مسلک بیان کرتے ہوئے حدیث کو اوّلیت دی ہے۔ انہی مولانا مخدوم محمد معین الدین نے مرنے سے پہلے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ شاہ عبد اللطیف پڑھائیں۔ وفات کے بعد لوگ پریشان ہوئے کہ شاہ عبداللطیف کو کہاں سے لائیں کیونکہ وہ ٹھٹھہ میں نہیں رہتے تھے۔ اللہ کی قدرت اتفاق سے شاہ صاحب وہاں آ نکلے۔ لوگوں نے بتایا کہ مولانا نے وصیت کی ہے کہ جنازہ آپ پڑھائیں۔ نماز جنازہ پڑھانے کے بعد شاہ عبداللطیف بھٹائی نے کہا کہ اب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرا یہاں آنے کا کوئی جواز باقی نہ رہا یعنی دونوں کا اتنا گہرا تعلق تھا، ہمارے آباؤ اجداد سے جو روایات ملتی ہیں اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہرحال وہ نیک اور مواحد آدمی تھے۔

سوال: کہتے ہیں کہ تنبورہ شاہ صاحب کی ایجاد ہے اور یہ ایک موسیقی کا آلہ ہے جو کوئی نیک آدمی استعمال نہیں کرتا؟

جواب: شاعری ان سے منسوب کی جاسکتی ہے تو ایجاد منسوب کرنا مشکل ہے۔ جو جس مزاج کا تھا اپنے جیسا بنانے کی کوشش کی۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کے بارے میں کیسی کہانیاں گھڑی گئی ہیں۔ خود نبی مکرم ﷺ تک بہت سی من گھڑت باتیں منسوب کردی گئی تھیں۔

سوال: اندرون سندھ کتنی تعداد میں اہلحدیث موجود ہیں؟

جواب: تعداد تو حوصلہ افزا ہے لیکن معیار تو ہمیں لمحہ فکریہ فراہم کرتا ہے۔ اب پہلے جیسی بات تو نہیں جب اہلحدیث آٹے میں نمک کے برابر ہوتے تھے۔ ہر ضلع میں اہلحدیث مساجد موجود ہیں لیکن معیار یہ ہے کہ ایک اہلحدیث صاحب سے میں نے پوچھا کہ کیا آپ کا بیٹا بھی اہلحدیث ہے، بولے ہاں جی کٹر اہلحدیث ہے۔ میں نے کہا تمہارا بیٹا نماز تو پڑھتا نہیں۔ بولے ہاں نماز تو نہیں پڑھتا لیکن ہے پکا اہلحدیث، اب بتایئے کیا کہیں، میں نے سوچا کہ اللہ کسی کو اتنا پکا اہلحدیث نہ بنائے۔

سوال: یہ غیر متنازعہ بات ہے کہ انتشار و افتراق اہلحدیث جماعت کا بڑا مسئلہ ہے۔ اس کے حل کا کوئی طریقہ ہے؟

جواب: جس طرح اس مسئلے کی موجودگی غیر متنازعہ ہے اسی طرح اس کا یہ حل بھی غیر متنازعہ ہے کہ جب تک جماعت کے کرتا دھرتا خود غرضی، انانیت اور ہٹ دھرمی کو خیر باد نہیں کہہ دیں گے اور تقویٰ کے ساتھ معاملات نہیں کریں اس وقت تک یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔

سوال: کیا آپ اہلحدیث اتحاد سے ناامید ہوچکے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے امید رکھنی چاہیے اور ناامید نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی میں ناامید ہوں لیکن اپنی ضعیفی کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ اس کے لیے عملی طور پر کچھ کروں۔

سوال: کبھی سیاست میں بھی حصہ لیا؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: اصل میں ملکی سیاست میرے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتی اس لیے اس میں زیادہ سرگرمی کے ساتھ حصہ نہ لے سکا۔ میں نہ سیاست اور دین کی تفریح کا قائل ہوں اور نہ ہی دین و مذہب کو پرائیویٹ معاملہ سمجھتا ہوں لیکن ہماری سیاست جس ڈگر پر چل پڑی ہے۔اس کی وجہ سے میرا دل کھٹا ہو گیا ہے۔

ایوب خان نے جب بی ڈی سسٹم شروع کیا تھا تو اس وقت میں بھی یونین کونسل کے لیے امیدوار بنا تھا اور کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ پھر کونسل کے چیئرمین کے انتخاب میں بھی کامیاب رہا اور پورے پریڈ کے لیے یونین کونسل کا چیئرمین بن گیا۔ تاہم اس کام نے مجھے زیادہ اپیل نہ کیا اور پھر میں کبھی عملی سیاست میں نہ آیا۔

سوال: تحریک پاکستان کے لیے آپ کے خاندان کی کیا خدمات ہیں؟

جواب: انگریز کے خلاف تحریک خلافت میں ہمارے خاندان نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا یہاں تک کہ ہمارے دادا سید رشد اللہ شاہ صاحب کو لوگ پیر صاحب خلافت والے کہنے لگے۔ دادا مرحوم تحریک خلافت سندھ کے صدر بھی چنے گئے۔ ہمارے خاندان میں انگریزوں کے خلاف شدید نفرت تھی۔ وضع قطع اور رہن سہن کے طور طریقوں میں انگریزی کی مشابہت تک ناقابل برداشت تھی۔ ہمارے والد انگریز کے طور طریقے اپنانے والوں کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ والد صاحب جماتیوں کے ساتھ حیدرآباد ریلوے اسٹیشن پر ٹرین کے منتظر تھے۔ انگریزی لباس میں ایک داڑھی منڈے صاحب آئے اور والد صاحب سے مصافحہ کیا والد صاحب نے بیٹھے بیٹھے ہی ہاتھ آگے بڑھادی۔ جماتیوں میں سے کسی نے کہا کہ پیر سائیں یہ سید غلام مرتضیٰ شاہ جی ایم سید ہیں۔ اس کا مطلب تھا کہ یہ سید ہیں اس لیے ان کے ساتھ عزت سے ملا جائے۔ والد صاحب نے منہ پر ہی کہا مجھے کیا پتہ کیا یہ سید ہیں یا ہندوؤں کی کسی ماڈرن فیملی کے رکن وضع قطع میں تو کوئی اسلامی نمونہ پیش نہیں کر رہے۔ جی ایم سید بولے سائیں کیا کریں انگریز افسروں سے ملنا پڑتا ہے ان سے کام ہوتے ہیں اگر ہم ان کے سامنے اسلامی نمونہ پیش کریں تو وہ عزت نہیں ملتی۔ والد صاحب نے جواب میں فرمایا کہ میری ظاہری وضع قطع آپ کے سامنے ہے۔ ہم دونوں کلیکٹر کے پاس چلتے ہیں دیکھتے ہیں وہ کس کو پہلے ملاقات کے لیے بلاتا ہے مجھ کو یا آپ کو۔ جی ایم سید لاجواب ہو گئے۔ والد صاحب نے فرمایا عزت تو اللہ اور رسول ﷺ کے اتباع میں ہے نہ کہ غیروں کے رنگ ڈھنگ اختیار کرنے میں۔ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح ہمارا خاندان اپنے دائرہ کار میں انگریز کے خلاف رائے عامہ ہموار کرتا رہا۔ انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کی ہر تحریک کے ساتھ تعاون کرتے رہے۔

سوال: پاکستان بن گیا۔ انگریز کے دور میں اور آج کے دور میں کیا فرق محسوس کرتے ہیں؟

جواب: مسلمانوں نے انگریز سے آزادی کیا حاصل کی گویا اسلام ہی کے اوامر ونواہی اسلامی غیرت، اسلامی تہذیب وتمدن ہی سے چھٹی لے لی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ المناک حقیقت کوئی اور نہیں ہوسکتی کہ ہم جس نظام زندگی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے طویل عرصے انگریز کے ساتھ برسر پیکار رہے تھے اس کے جانے کے بعد اسی نظام زندگی کو مزید کمزوریوں اور اپنی نا اہلی کے ساتھ اپنے پر مسلط کرلیا۔

انگریز دور میں مسلمانوں کی دینی غیرت وحمیت قابل دید تھی۔ ایک ہندو بنیے نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو مسلمان سراپا احتجاج بن گئے۔ حیدرآباد شہر کا ایک نوجوان عبدالقیوم پٹھان جس کی نئی شادی ہوئی تھی اسے پتہ چلا کہ کسی ہندو نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے اور عدالت میں اس پر مقدمہ چل رہا ہے۔ وہ پیشی والے دن کورٹ پہنچا کورٹ کا احاطہ مسلمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا سب فیصلے کے منتظر تھے۔ گستاخ رسول ﷺ کا مرتکب پولیس والے کے درمیان کھڑا ہوا تھا یہ نوجوان بڑی برق رفتاری سے مجرم کے قریب پہنچا اور تیز دھار چھرا اس کے پیٹ میں گھونپ دیا آنتیں باہر نکالی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کی سزا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ وہ خود گرفتار ہوگیا اور اسے شہید کردیا گیا۔

انگریز دور میں مسلمانوں کی غیرت وحمیت کا یہ عالم تھا اور آج یہ حال ہوچکا ہے کہ اسلامی مملکت پاکستان میں ایک دشمن اسلام (جی ایم سید جیسا نے دیکھا) کے نام سے ایک کتاب لکھتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات رسول اللہ ﷺ قرآن اور اسلام پر ہندو بنیے سے کہیں زیادہ سنگین حملے کرتا ہے اور ایسی گستاخیاں کرتا ہے جو شاید اس ہندو کے خواب میں بھی نہ ہوں۔ یہ کتاب اس اسلامی مملکت میں دھڑا دھڑ چھپتی بھی رہی ہیں لیکن آج کسی مسلمان کی غیرت جوش نہیں مارتی کسی کا خون نہیں کھولتا حتیٰ کہ کسی کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔ ایسا کیوں ہے؟ کیا اس وجہ سے کہ وہ ہندو بنیا تھا اور یہ دشمن اسلام اپنا تعلق اسلام سے ہی ظاہر کرتا ہے اور اپنے آپ کو سید کہتے ہوئے بھی نہیں شرماتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افسوس آج مسلمانوں کے سوچنے کے پیمانے بدل چکے ہیں اور اس وقت مسلمانوں کے سوچنے کا انداز جس گھناؤنی سطح تک پہنچ چکا ہے۔ اس کے منفی نتائج نکلنا فطری عمل ہوگا جس کا صرف تصور ہی ہمارے لیے سوہان روح ہے۔ حالت یہ ہے کہ میں نے بعض مولوی صاحبان کو یہ کہتے سنا ہے کہ جی ایم سید بدعقیدہ صحیح بدکردار صحیح لیکن سندھیوں کے حق میں اچھا ہے کہتا سچ ہے۔

ہندو کی کتاب پر انگریز حکومت نے مسلمانوں کے احتجاج اور تقاضے کے پیش نظر پابندی عائد کردی تھی لیکن آج ہمارے ملک کی نام نہاد اسلامی حکومت کو دشمن اسلام جی ایم سید کی کتاب کو ضبط کرنے کی توفیق بھی نہیں ہوتی۔

سوال: آج بدعنوانیاں بھی انگریز دور سے زیادہ ہیں؟

جواب: انگریز دور میں کم از کم جائز کام کے لیے رشوت دینا نہیں پڑتی۔ بڑے انگریز افسروں کا کوئی ایسا واقعہ مجھے یاد نہیں جو میں نے سنا ہو کہ انھوں نے کسی سے رشوت لی ہے البتہ چھوٹے افسر اور کلرکس جو زیادہ تر مقامی ہوتے تھے۔ وہ اس قسم کا لین دین کرتے تھے۔ لیکن وہ بھی اس طرح تنگ کرکے اور زبردستی نہیں لیتے تھے جس طرح آج جائز کام کے لیے بھی رشوت دینے پر مجبور کردیا جاتا ہے۔ اب تو افسران کا حل یہ ہے کہ جب تک مٹھی گرم نہ کردی جائے سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتے۔ ہمارے معاشرے میں کرپشن خون کی طرح سرایت کرچکی ہے لیکن وہی مولانا حالی والی بات ہے کہ مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں اور جتنا بھی اسلامی احکامات کی خلاف ورزی کرلیں لیکن رہیں گے مسلمان کے مسلمان

نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

سوال: سنا ہے یہاں اندرون سندھ لڑکیوں کی قرآن سے شادی کرنے کا رواج ہے؟

جواب: یہ رواج پہلے بہت زیادہ تھا اب ہے مگر بہت کم۔ بہت سے جاگیردار اور گدی نشین اپنے تئیں اپنا ہم پلہ رشتہ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے قرآن کے ساتھ نعوذ باللہ بیٹی کا نکاح کردیتے ہیں۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ بیٹیاں بڑھاپے کی دہلیز پر پہنچ جاتی ہیں ان کے سفید بال نمودار ہوجاتے ہیں لیکن ان کی شادی نہیں ہوتی اور پھر وہ بغیر شادی کے ہی داعی اجل کو لبیک کہہ دیتی ہیں۔ بسا اوقات اس کے نتائج بڑے خطرناک اور بدنامی والے نکلتے ہیں۔ کچھ لوگ اس ڈر سے کہ اگر بیٹی کی شادی کی تو جائیداد تقسیم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے گی یہی طرز عمل اپناتے ہیں جو شرعاً اخلاقاً اور قانوناً کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

ہمارے خاندان میں پہلے یہ رسم تھی کہ اگر عورت بیوہ ہو جائے تو اس کی دوسری شادی نہیں کی جاتی تھی۔ خواہ وہ جوان ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن ہمارے دادا پردادا نے اس رسم کے خلاف جہاد کیا اور آج ہمارے ہاں یہ رسم ختم ہو چکی ہے۔

سوال: اندرون سندھ تعلیمی پسماندگی کی کیا وجوہات ہیں؟ دینی و عصری دونوں طرح کی تعلیم حاصل کرنے کا رجحان بہت کم ہے؟

جواب: جی ہاں! یہ حقیقت ہے کہ سندھ تعلیمی اعتبار سے پسماندہ صوبہ ہے۔ حیرت کی بات ہے سندھ باب الاسلام کے لقب کا حامل ہے۔ برصغیر میں اسلام اسی دروازے سے داخل ہوا لیکن یہاں دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق مفقود ہوتا جا رہا ہے۔ سندھ میں تعلیم کے فروغ کے راستے میں وڈیرے، جاگیردار اور گدی نشین بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ انھیں معلوم ہے کہ اگر لوگ تعلیم حاصل کر گئے ان کی چودھراہٹ اور ان کی پیری مریدی نہیں چل سکے گی۔ اس لیے وہ تعلیم کے فروغ میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔ اب اسکول تقریباً ہر گاؤں میں حکومت قائم کیے ہوئے ہیں۔ لیکن ان اسکولوں کا حال یہ ہے کہ جاگیرداروں کی کی اوطاقیں بنی ہوئی ہیں اور اس میں متعین ٹیچرز بچوں کو تعلیم دینے کے بجائے وڈیروں کی ٹانگیں دباتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اگر کوئی ٹیچر فرض شناسی کا مظاہرہ کرے تو یہ جاگیردار اس کا تبادلہ کرا دیتے ہیں۔

سوال: اس مسئلے کا حل کیا ہے؟

جواب: حل یہی ہے کہ مقامی با اثر افراد تعلیمی اداروں کی باقاعدہ سرپرستی کریں اسکول کھولنا حکومت کی ذمہ داری ہے اور وہ اپنی ذمہ داری کسی قدر پوری کر رہے ہیں لیکن اگر مقامی با اثر افراد تعاون نہ کریں، ان اداروں کے انتظام و انصرام میں معاونت نہ کریں تو یہ ادارے کس صورت اپنے مقاصد پورے نہیں کر سکتے۔

سوال: آپ نے کسی دور میں اپنے گاؤں میں اورینٹل کالج بھی قائم کیا تھا؟

جواب: جی ہاں ہمارے بعض کرم فرماؤں نے ہمیں مشورہ دیا کہ مدرسہ دارالرشاد کے ساتھ ایک حصہ کالج کے لیے بھی وقف کیا جائے تاکہ جو لوگ خالص دینی تعلیم کے لیے مدارس میں نہیں آتے وہ عصری تعلیم کے لیے یہاں آئیں اور مدرسے کے ماحول سے بھی مانوس ہوں۔ ویسے بھی اس دور میں پورے سندھ میں چند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک کالج تھے جو انتہائی ناکافی تھے بہت سے طلبہ داخلوں سے محروم ہوجایا کرتے تھے۔ جب ہم نے کالج قائم کیا تو سندھ کے دور دراز علاقوں سے طلبہ یہاں آئے حتیٰ کہ سکھر اور حیدر آباد سے بھی طلبہ ہمارے کالج کے ذریعے امتحان فارم سندھ یونیورسٹی میں جمع کراتے تھے۔ امتحانات سندھ یونیورسٹی کے زیر اہتمام ہی منعقد ہوا کرتے تھے۔ اس کالج کا پرنسپل میں خود ہی تھا۔ آٹھ برس تک اورینٹل کالج کام کرتا رہا اس دوران ذوالفقار علی بھٹو کا دور آیا جنھوں نے تعلیمی اداروں اور کارخانوں کو قومی تحویل میں لینا شروع کر دیا تھا۔ ہمیں معلوم تھا کہ قومیانے کے بعد کالج کا کیا حشر ہوگا چنانچہ ہم نے پہلے ہی اسے بند کر دیا بعض مجبوریاں بھی تھیں جس کی وجہ سے ہم نے یہ فیصلہ کیا۔

سوال: آپ اپنی زندگی میں کس شخصیت سے بہت متاثر ہوئے؟

جواب: میں اپنے والد کی شخصیت سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔ لیکن متاثر ہونے کی ہرگز یہ وجہ نہیں وہ میرے باپ تھے۔ بلکہ ان کے علم و عمل کی وجہ سے متاثر ہوں۔ میں حلف اٹھا کر یہ بات کہہ سکتا ہوں میں نے اپنے والد سید احسان اللہ شاہؒ جیسا خوف اللہ رکھنے والا شخص نہیں دیکھا۔ انھوں نے پورے گھرانے کو اسلامی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ میں اگرچہ بہت کم ان کے علم و عمل سے استفادہ کر سکا کیونکہ جس وقت ان کا انتقال ہوا اس وقت میری عمر سولہ سترہ برس تھی لیکن ان کی پدری شفقت اور پر اخلاص تربیت کے نہ مٹنے والے اثرات اب بھی میں اپنے اندر محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

سوال: دعوت و تبلیغ کے کام کو مزید مؤثر بنانے کے لیے آپ کے پاس کیا تجاویز ہیں؟

جواب: اسوہ رسول ﷺ کو اپنانے کی دعوت بھی اسوہ رسول ﷺ کے مطابق دینی چاہیے۔ دین میں کہیں بھی تشدد یا زبردستی نہیں ہے۔ آج فتویٰ بازی اتنی عام ہوچکی کہ بڑی حیرانگی ہوتی ہے۔ ایک صاحب حیدر آباد میں ہوتے تھے اب انتقال کر گئے ہیں ان کا نام نہیں لوں گا کہتے تھے کہ حیدر آباد کے پورے ضلع میں صرف سات مسلمان ہیں۔ تمام اہلحدیث بھی ان کی نظر میں مسلمان نہیں تھے۔

جو لوگ دعوت و تبلیغ کے کام میں حکمت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں وہ بجائے دین کے فروغ میں معاون بننے کے رکاوٹ بن جاتے ہیں اور اپنے طرز عمل سے لوگوں کو اپنی دعوت سے دور کر دیتے ہیں۔ ایک مبلغ کے لیے صابر ہونا از ضروری ہے۔ جن کا پیمانہ صبر بہت جلد لبریز ہوکر چھلکنے لگے وہ بھی کوئی اچھے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبلغ اور داعی ثابت نہیں ہوتے۔ یہ تجربے کی بات ہے اور تاریخی شواہد بھی موجود ہیں جو لوگ دعوت حق کی مخالفت میں بڑے شدید ہوتے ہیں ان کی اصلاح سے مایوس ہونے کے بجائے اگر مستقل مزاجی سے ان پر کام کیا جائے اور وہ حق تسلیم کرلیں تو پھر وہ دعوت حق کی حمایت میں بھی اسی قدر محنت اور جدوجہد کرتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جو دعوت حق کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کی غرض سے ہاتھ میں تلوار لے کر نکلے تھے اور نعوذ باللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جب اسلام قبول کیا تو دعوت حق کے فروغ کے لیے اپنا سب کچھ قربان کردیا۔ یقیناً بعض لوگ ضدی اور ہٹ دھرم بھی ہوتے ہیں لیکن سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا درست نہیں۔

سوال: صراط مستقیم کے توسط سے اہلحدیث عوام کو کوئی پیغام دیجیے؟

جواب: میرا یہی پیغام ہے کہ کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنا چاہیے۔ کتاب وسنت سے روگردانی کرکے ہم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ کامیابی کی شرط ان کنتم مؤمنین (اگر تم مومن ہو) اور مومنین قرآن و سنت سے روگردانی نہیں کرتے۔

❋❋❋❋

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعزیتی پیغامات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احمد شاکر ☆

آہ! مولانا سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ

علم وعمل اور نیکی وتقویٰ کا آفتاب غروب ہوگیا

گزشتہ ہفتہ کی اندوہناک حضرت مولانا سید محبّ اللہ شاہ صاحب راشدی پیر آف جھنڈا رحمہ اللہ کا سانحہ ارتحال تھا۔ جیسا کہ احباب جانتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مخدوم ومحترم حضرت مولانا سید بدیع الدین شاہ راشدی حفظہ اللہ کے برادر بزرگ تھے۔ حضرت سید صاحب رحمہ اللہ بہت وسیع المطالعہ اور وسیع القلب صاحب علم شخصیت تھے۔ دنیائے علم میں کتب خانہ پیر آف جھنڈا کا نام بہت محترم ہے۔ کتب حدیث کے نادر قلمی نسخے اس کا امتیاز ہے۔ تقریباً آج سے ۲۰۔۲۵ سال قبل دنیائے اسلام کے معروف محقق ڈاکٹر حمید اللہ حفظہ اللہ پیرس سے پیر آف جھنڈا کا کتب خانہ دیکھنے تشریف لائے تھے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی علومِ حدیث خصوصاً اسماء الرجال پر بہت گہری نظر تھی اور مزاج میں تواضع اس قدر تھی کہ ہر صاحب علم اور صاحب ذوق سے رابطہ رکھتے تھے۔ ہم عصر علماء سے وہ خط وکتابت ہمیشہ جاری رکھتے، فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون کے مطابق بعض ایسے اصحاب علم سے بھی استفادہ کو وہ عار نہیں سمجھتے تھے جو ان کے شاگردوں کی طرح ہوتے تھے۔

بہت کم احباب کو علم ہوگا کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ سے کئی سال اصرار کے بعد سند اجازت حدیث حاصل کی تھی جو مولانا رحمہ اللہ نے ان کو دستی لکھ کر دی تھی۔ اس تعلق کے بعد حضرت مولانا رحمہ اللہ سے ان کا تعلق سوا ہوگیا تھا۔ بلکہ اس نسبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی اولاد واحفاد سے خصوصی اعتماد وشفقت کا تعلق رکھتے تھے۔

ہفت روزہ الاعتصام کا وہ بالالتزام مطالعہ فرماتے اور اپنی نگارشات کی اشاعت کے لیے بھی وہ الاعتصام ہی کو ترجیح دیتے تھے۔ صدر ادارہ مولانا فضل الرحمٰن حفظہ اللہ سے بھی محبت فرماتے اور ایسے ہی کارکنان

☆ مدیر ہفت روزہ الاعتصام، لاہور۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادارہ خصوصاً برادرم حافظ صلاح الدین یوسف سے ان کا مسلسل علمی رابطہ رہتا تھا۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا جماعت کی کسی تنظیم سے باقاعدہ تعلق تو نہیں تھا لیکن ۶۲ء میں لاہور میں منعقدہ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کی کانفرنس کی کرسی صدارت کو انہوں نے رونق بخشی تھی۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تین حقیقی بھائیوں میں سے سب سے بڑے تھے۔ سید بدیع الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ان سے بہت گہرا اور قلبی تعلق تھا۔ کسی مجلس میں اکٹھے ہوتے تو دونوں بھائیوں کا باہمی احترام و محبت کا سلوک دیدنی ہوتا تھا۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے تین صاحبزادے ہیں۔ سیّد یٰسین شاہ، سید راشد شاہ اور سید قاسم شاہ، خاندانی روایات کے مطابق سید یٰسین شاہ کی دستار بندی کردی گئی ہے جب کہ کتب خانہ اور مدرسہ کی ذمہ داری سید قاسم شاہ کے سپرد کردی گئی ہے۔

سید قاسم شاہ بفضلہٖ تعالیٰ درسِ نظامی سے فارغ ہیں اور مدرسہ دار الرشاد (پیر آف جھنڈا) میں مدرس ہیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس مسند رشد و ہدایت کا فیض جاری رکھے اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اور ان کے آباء واجداد کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ محمد اسحاق شاہد صاحب ☆

زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے

میں ناچیز ایک عظیم ہستی حضرت مولانا الحاج الحافظ پیر محب اللہ شاہ راشدیؒ ونور اللہ مرقدہ پر کیا لکھ سکتا ہوں۔ لیکن ان کے علم حدیث اور اسماء الرجال اور علمی تحقیق کی وجہ سے میں نے ان کی تین بار زیارت کی اور ان کا دیدار نصیب ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا تقویٰ اور ان کا زہد اور ان کا اخلاق اور ان کی محبت سے ملنساری ایسی پائی کہ میں ان کا دل جان سے فریفتہ ہو گیا۔ ان کی سادگی کو دیکھ کر عقل حیران ہوتی تھی کہ یہ اللہ کا نیک بندہ جو کہ علم کا پہاڑ ہے اور اس کی سادگی کا یہ عالم ہے۔

مولانا محب اللہ شاہ راشدی ﷫ پیر سید فضل اللہ شاہ المعروف سید احسان اللہ شاہ کے صاحبزادے تھے اور ان شاہ صاحب کے دادا پیر سید رشد اللہ شاہ صاحب تھے جو کہ سید میاں نذیر حسین کے شاگرد تھے۔

مجھ ناچیز کو اس وجہ سے بھی شاہ صاحب سے بے حد اُنسیت تھی اور تعلق ہوا کہ آپ کے دادا سید میاں نذیر حسین کے شاگرد تھے کیونکہ میں شاگرد ہوں حضرت مولانا الحاج الحافظ مولانا عبدالستارؒ کا اور وہ اپنے والد حضرت مولانا الحاج الحافظ عبدالوہاب محدث دہلوی کے شاگرد تھے اور مولانا عبدالوہاب صاحب مولانا سید میاں نذیر حسینؒ کے شاگرد تھے۔ علم کے واسطے قدرتی طور پر علماء کا ایک دوسرے سے محبت کا ہونا ایک فطری امر ہے۔ میں نے آپ کی تصانیف کا مطالعہ کیا تو پتا چلا کہ آپ اپنے زمانے کے بہترین عالم دین تھے اور ان کی تحریری اور تقریری طور پر سندھ میں بڑی خدمات ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول منظور فرمائے اور اس کے بدلہ ان کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم کو ان کے جیسا غلام باعمل بنا کر ان کے نقش قدم پر چلائے اور کسی طرح ہم کو اپنی رحمت کے طفیل جنت میں داخل فرمادے اور جہنم سے بچالے۔ ان کے لئے دل سے دعا ہے:

"اللهم اغفر له وارحمه واعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار اللهم ارفع درجته في المهديين و وسع مدخله بر حمتك يا ارحم الراحمين"

☆ مدرس جامعہ ستاریہ کراچی، معروف خطیب، و ناظم مبلغین جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب پروفیسر مولا بخش محمدی ڈگری کالج مٹھی

سید محب اللہ شاہ راشدیؒ کی یاد میں

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کرگیا

بظاہر تو یہ ایک عام سی خبر تھی کہ وادیٔ مہران سرزمین باب الاسلام کی درخشندہ، علمی، ادبی شخصیت حضرت علامہ سید محب اللہ راشدیؒ اس جہانِ فانی کوالوداع کہہ کر عالم جاودانی کوسدھار گئے......مگر میں اس ہوشربا المناک سانحہ پر کیا لکھوں؟ کس طرح اس داستان غم کو سپرد قلم کروں؟

ویسے تو اس جہان رنگ و بو میں مرنا جینا ازل سے مقدر ہے۔لیکن بعض موتیں ایسی بھی ہوتی ہیں، جن پر زبان بند، آنکھوں کے آنسو خشک اور دل کی دھڑکنیں تک ماند پڑجاتی ہیں......یہی ماجرا سید راشدی مرحوم کی جدائی کا ہے۔ان کے داغِ مفارقت کوایام بیت چکے ہیں، مگر نادان دل ہے کہ مانتا ہی نہیں! ہر وقت اُن کا متبسم پر رونق اور نورانی چہرہ نظروں کے سامنے رہتا ہے اوران کی ذات سے وابستہ واقعات ولمحات ایک ایک کرکے صفحہ ذہن پر اجاگر ہونے لگتے ہیں۔

۲۹ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ بمطابق ۲ اکتوبر ۱۹۲۱ء اتوار کی شب بمقام پیر جھنڈا، نیوسعید آباد میں جنم لینے والا علم وعمل کا یہ آفتاب ۲۱ جنوری ۱۹۹۵ء (۱۹ شعبان المعظم، ۱۴۱۵ھ) ہفتہ کی شب دیوانِ مشتاق حیدرآباد میں حرکت قلب بند ہونے کے باعث عمرعزیز کی ۷۶ بہاریں دیکھ کر ہم سے جدا ہوگیا......اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

داغِ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بی خموش ہے

علامہ سید محب اللہ شاہ راشدی کی وفات سے عالم اسلام ایک فقید المثال، علمی، ادبی اور ماضی کی یادگار شخصیت سے محروم ہوگیا اور ایک نہ پر ہونے والا شگاف پیدا ہوگیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے یہ المناک اطلاع برادرم وعزیزم محمد یونس دوسانی صاحب اور پروفیسر محمد صاحب نے فون پر دی تو یوں محسوس ہوا کہ میں اندر سے ریزہ ریزہ ہوکر بکھر چکا ہوں، دل کی دنیا تاریک ہوکر رہ گئی...... تاہم اسی وقت دور افتادہ علاقہ نوکوٹ تھرپارکر سے اپنی محبوب شخصیت سے آخری دیدار اور سفر آخرت سے قبل ان کے لیے دعائے خیر میں شرکت کی خاطر روانہ ہوگیا...... پورا سفر جس اذیت میں گزرا وہ ناقابل بیان ہے، اسلام کے عظیم سکالر، محدث، مفسر، مقرر، مناظر کی وفات سے مرحوم کے چھوٹے بھائی سید بدیع الدین شاہ صاحب راشدی کی اس پیرانہ سالی میں طویل بیماری کے بعد انتہائی نقاہت کے عالم میں کیا حالت ہوگی؟ اور آپ کے تین مخلص صاحبزادوں، جو حسن اتفاق سے میرے کلاس فیلو اور بچپن کے ساتھی رہے ہیں، کی بے قراری کا تصور کرنے کے ساتھ ساتھ خود اپنے بارے میں بھی یہ سوچتا تھا کہ اب کس کے پاس جاتے ہو، اب تو محبتیں بانٹنے والے ڈھونڈنے سے بھی نہ ملیں گے ؎

وہ جو بیچتے تھے دوائے دردِ دل
وہ دوکان اپنی بڑھا گئے

اب کون بچا ہے جو مجھے اپنے ساتھ بچے کی طرح انگلی سے پکڑ کر اپنے قریب بٹھالیا کرتا اور راز و نیاز کی، علم وادب کی باتیں کیا کرتا تھا ؎

ہمارے بعد کہاں یہ وفا کے افسانے
کوئی کہاں سے ہمارا جواب لائے گا؟

ایک حسرت تھی، ایک تمنا تھی کہ ان کے جنازہ کو کندھا دے کر دعائے مغفرت میں شمولیت کی سعادت حاصل کروں، مگر وائے ناکامی، میرے پہنچنے سے قبل ہی آپ ہمیشہ کے لیے لحد میں محوِ آرام ہو چکے تھے ؎

لحد میں جا سوئے یا الٰہی انیس و غمخوار کیسے کیسے
کہ جب بھی یاد آگئے تو پہروں نیندیں الٹ گئیں

ایک مہربان نے بتایا کہ جب ان کی نماز جنازہ ادا کی جارہی تھی تو بڑے رقت آمیز مناظر دیکھنے میں آئے...... جب جنازہ اٹھا تو لاتعداد غمگساروں نے اشکبار آنکھوں سے محبت وعقیدت کے پھول نچھاور کیے...... اس وقت یہ اندازہ ہوا کہ ربِ کعبہ کے فرمانبردار بندوں اور سید الکونین ﷺ کی سنت سے والہانہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگاؤ رکھنے والوں کی خلق خدا میں محبت و پذیرائی کس قدر مثالی ہوا کرتی ہے۔

علامہ سید محب اللہ شاہ راشدی ایک عہد ہی نہیں، عہد ساز تھے...... ایک عظیم شخصیت ہی نہیں، شخصیت ساز تھے...... آپ نے خواب غفلت میں خفتہ انسانوں کو جگا کر انھیں ان کے مقصد حیات سے روشناس کرایا...... آوازۂ حق اس شان سے بلند کیا کہ کسی سے نہ دبے، نہ کسی کے سامنے جھکے...... ان کے ہاں نہ غصہ تھا نہ اشتعال، دعوتِ توحید و سنت بلاخوف لومۃ لائم ایک طویل عرصہ تک جاری رکھی...... آپ سچائیاں اور خلوص بانٹنے والے انسان تھے...... تحریر میں یکتا، تقریر میں اعلیٰ، لیاقت میں منفرد، ذہانت میں اولیٰ...... ایک شاداب اور باغ و بہار شخصیت، علم و عمل کی فروزاں شمع، کھلا ہوا خوشبو دار پھول۔ خالق کائنات نے آپ کو یہ سب کمالات اور صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں جو نابغہ روزگار شخصیت کے لیے ضروری ہوتی ہیں...... بلاشبہ ان کے اٹھ جانے سے ایک عہد کا اختتام ہوگیا۔

مرحوم مختلف علوم و فنون پر گہری نظر رکھتے تھے...... تفسیر، حدیث، علوم حدیث، فن رجال، ادب عالیہ، منطق و فلسفہ اور معقولات و منقولات میں سند کا درجہ رکھتے تھے...... علوم شرقیہ، عربی، فارسی، اردو، سندھی پر کامل دسترس رکھتے تھے، انگریزی پر بھی مکمل عبور حاصل تھا اور بڑے بڑے امتحانات نمایاں پوزیشنوں سے پاس کر چکے تھے...... درمیانہ قد، سرخ و سفید رنگت، خوش پوش، سفید داڑھی، آنکھوں میں خلوص و محبت کی لازوال چمک، چہرے پر عزم و ہمت کی داستان، ہاتھ میں عصا رکھتے تھے...... اس خلوص اور محبت سے بغل گیر ہوتے کہ ایسی محبت اور کہاں؟ انتہائی متین طبع کے حامل تھے اور دینی حمیت و غیرت میں تو منفرد حیثیت رکھتے تھے۔

آپ نے دعوت و عزیمت کی پرخار وادیوں میں قدم رکھنے سے قبل اپنے آپ کو علومِ جدید و قدیم سے آراستہ کیا...... یہی سبب ہے کہ زبان میں روانی، خیالات و افکار میں پختگی، جذبات میں بہاؤ، آواز میں تمکنت اور لہجہ میں اعتماد ایسی خصوصیات کے حامل تھے، جن کی بناء پر عوام و خواص آپ کے گرویدہ بن چکے تھے...... سخن وری، سخن شناسی اور بذلہ سنجی میں بھی کسی سے کم نہ تھے...... آپ نے بحیثیت مدرس کئی علمی چراغ روشن کیے، علم و ادب کی روشنی بانٹی، قلم کے ذریعے کفر والحاد، شرک و بدعت کا ڈٹ کر مردانہ وار مقابلہ کیا اور تحقیق کی جولان گاہ میں انفرادی مقام حاصل کیا...... عربی، اردو، فارسی اور سندھی میں لاتعداد فاضلانہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمی مضامین کے علاوہ اپنے پیچھے ساٹھ سے زائد تصانیف یادگار چھوڑی ہیں، جن میں صحیح بخاری کی عربی شرح بھی شامل ہے۔

آپ کی باتوں میں مٹھاس تھی، گفتگو سنجیدگی، مقصدیت اور علمی نکات سے پُر ہوتی تھی...... کم بولنے، زیادہ سننے اور گہرے غور وفکر کے عادی تھے۔

مجھ ایسے علمی کوتاہ قد شاگرد پر پیر آف جھنڈا کے مدرسہ دارالرشاد میں جون ۱۹۷۷ء کے بعد برائے تحصیل علم طویل اقامت کے دوران آپ کی بے پناہ نوازشات اور محبتیں یاد آتی ہیں، تو دل بھر آتا ہے...... میں ان کا یہ احسان کیسے فراموش کرسکتا ہوں کہ دیگر اساتذہ کے موجود ہوتے ہوئے بھی اور اپنے عدیم الفرصت ہونے کے باوجود اس ناچیز کو دورۂ حدیث کے سلسلہ میں حدیث، ادب عالیہ اور علم العقائد کی اہم کتب بنفس نفیس نمازِ عصر سے مغرب تک مکتبہ عالیہ علمیہ میں بڑی باقاعدگی سے پڑھانے کا اعزاز بخشا اور اس کے بعد جلسہ دستار بندی کے موقع پر پروفیسر یامین محمدی صاحب، مولانا عبدالخالق قدوسی صاحبؒ اور پروفیسر ظفر اللہ خاں صاحب وغیرہم کی موجودگی میں اپنے دست مبارک سے دستار بندی کی رسم ادا کی۔ جسے اپنے لیے سعادت جان کر ابھی تک محفوظ رکھے ہوئے ہوں۔ آپ کی صحبت نے مجھے بہت کچھ عطا کیا، لیکن دنیاداری کے جھمگھٹوں میں بری طرح پھنس کر کہیں کا نہ رہا، اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرمائے!

جمعیت اہل حدیث کی گزشتہ سالانہ سیرت کانفرنس کے موقع پر آپ سے آخری ملاقات ہوئی تو آپ نہ جانے کیوں اداس سے نظر آرہے تھے، جاتے وقت سینے سے لگا کر محبت بھرے لہجہ میں فرمایا، ''نہ معلوم کیوں آپ ہمارے ہاں ایک رات بھی نہیں ٹھہرتے، آپ سے باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے!'' کسے معلوم تھا کہ آپ سے یہ میری آخری ملاقات ثابت ہوگی، شاید یہ ایک خاموش احتجاج تھا ؎

تیرے پیمانہ میں گردش نہیں باقی ساقی
اور تیری بزم سے اب کوئی اُٹھا چاہتا ہے

قحط الرجال کے اس دور میں، جب کہ مدارس و مساجد اور دینی اداروں کا وجود خطرات کی زد میں ہے، شاید ایسی نابغہ روزگار شخصیتیں مشکل سے پیدا ہوں۔ بقولِ فیض ؎

اپنے بے خواب کواڑوں کو مقفل کرلو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب یہاں کوئی نہیں، کوئی نہیں آئے گا

سیّد صاحب مرحوم کی اس خاکسار سے محبت وشفقت خاندانی محبت سے کسی طرح کم نہ تھی اور جسے آپ نے آخر دم تک نبھایا کہ پچیس برس میں ایک بار بھی فرق نہ آنے دیا۔ اس دوران جب تک آپ کا مکتوب موصول نہ ہوتا، میرا دل بے قرار رہتا۔ شاید ان کی بھی یہی کیفیت ہوتی ہوگی، جبھی تو اکثر یاد فرمالیا کرتے تھے، چنانچہ آپ کے یہ مکتوب میرے لیے ایک قیمتی سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جماعتی احباب سے بھی مسلسل روابط رکھتے تھے۔ لیکن اب تو ؏

ویران ہے میکدہ مینا و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے، روٹھ گئے دن بہار کے

آپ کی جدائی ایک تو جماعتی اور ملی المیہ ہے، تاہم مجھ ایسوں کے لیے یہ سانحہ ذاتی نوعیت کا بھی ہے...... ایک مخلص رفیق، چاہنے والا استاد، لغزشوں پر تنبیہ کرنے والا مہربان اور مفید مشوروں سے نوازنے والا محسن اس دنیا سے اٹھ گیا تو اب شاید ہی زندگی کی جولانگاہ میں کوئی ہماری راہنمائی کرے گا۔ سچ ہے ؏

یہ فیضان نظر بخشا گیا ہے اہل مکتب کو
کہ خذف ریزوں سے کرلیتے ہیں لعل و گہر پیدا

آپ علمی اعتبار سے ایک وسیع الذہن، وسیع القلب اور وسیع المشرب انسان تھے۔ آپ کی گفتگو یا تحریر میں کسی کی دل شکنی کا پہلو کبھی نہ نکلتا...... تاہم اظہارِ حق کے سلسلہ میں اس خاکساری اور تواضع کے پیکر کی آنکھ بڑوں بڑوں کے سامنے کسی ایک موقع پر بھی جھکنے نہ پائی۔

سید صاحب کا ذاتی کتب خانہ برصغیر میں کسی تعارف کا محتاج نہیں، جس میں جدید وقدیم مخطوطات اور مطبوعہ کتب کا عظیم ذخیرہ موجود ہے، اور جہاں دنیائے اسلام کی نامور شخصیات تشریف لاکر استفادہ کرتی ہیں۔

آپ نے بتاریخ ۳۔۴۔۵ نومبر ۱۹۶۷ء مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کی منعقدہ سالانہ کانفرنس بمقام موچی دروازہ لاہور میں کرسی صدارت کو رونق بخشتے ہوئے ''ہمارے معاشرے کا بگاڑ اور اس کے اسباب'' کے موضوع پر جو بصیرت افروز تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا، اس سے آپ کے علم وفضل اور فن خطابت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آپ کی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے (یہ خطبہ بعد میں ہفت روزہ الاعتصام میں شائع ہوا تھا) آپ کے تقویٰ اور علم و عرفان کے متعلق الاعتصام (مجریہ ۲۰ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ) ہی میں ایک مشہور شخصیت مولانا زبیر علی بن مجدد زئی صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا تھا، جس میں انھوں نے مرحوم کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ آہ ہماری پرانی علمی و ادبی شمعیں ایک ایک کر کے گل ہو رہی ہیں، تاہم جو باقی بچی ہیں وہ بھی غنیمت ہیں۔ ورنہ ؎

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

سید صاحب مرحوم کی دینی و علمی خدمات پر لکھنا کچھ آسان کام نہیں، یہ چند الفاظ بھی سید محمد قاسم شاہ صاحب سے کیے گئے وعدہ کی بناء پر سپردِ قلم کیے ہیں، زندگی رہی تو ان شاء اللہ کسی اور موقع پر تفصیلی گفتگو ہوگی۔ اب اس دعاء کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں کہ اللہ ربّ العزت مرحوم کو اپنی بے پناہ نوازشوں، رحمتوں اور مغفرتوں سے سرفراز فرمائے اور ان کے تینوں صاحبزادوں سیّد یاسین شاہ، سید راشد شاہ اور سید محمد قاسم شاہ کو ان کا مشن سنبھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللهم اغفرلهٗ وارحمه وعافهٖ واعف عنه وادخله الجنة الفردوس۔ أمين

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سندھی
مضامین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ لطف الله پنهور

منهنجو مرشد محترم

سنڌ جي سرزمين تي الله تعالي هميشه اهڙين هستين کي پيدا ڪيو آهي جن نہ صرف سنڌ بلڪ دنيا ۾ علم ۽ عرفان جا ڏيئا جلايا. جن جا ڪتاب اڄ بہ عالم اسلام جي مڪتبن جي زينت بڻيل آهن. ۽ اهي عالم جيڪي سنڌ کان ٻاهر هليا ويا تہ بہ سنڌ سان نسبت قائم رکندي پنهنجي نالن سان (السنڌي) لکندا رهيا. اهڙي طرح ڪئي علمي گهراڻن جون شخصيتون سنڌ ۾ وارد ٿيون تہ انهن هميشہ لاءِ سنڌ کي پنهنجو وطن بڻائي ڇڏيو. اهڙن خاندانن مان هڪ راشدي خاندان پڻ آهي جنهن سنڌ ۾ وڏيون علمي خدمتون انجام ڏنيون آهن. جن مان هڪ منهنجو مرشد محترم جناب سيدمحب الله شاهہ رحہ هڪ آهي. جن پنهنجي زندگيءَ علم جي حصول ۽ ان کي عام ڪرڻ ۾ صرف ڪئي پاڻ انتهائي سادهہ مرڪندڙ پروقار چهري وارا ۽ خاموش طبع هئا. اهل حديث مڪتبہ فڪر سان تعلق جي باوجود انتهائي معتدل ۽ محتاط هوندا هئا. فروعي، علمي ۽ مسلڪي اختلاف کي ڪڏهن بہ افتراق مخالفت ۽ نزاع جو ذريعو نہ بڻايائون. بلڪ جيڪو ان ۾ سختي ۽ شدت اختيار ڪندو هئو انکي بہ منع ڪندا هئا. ۽ انهن کي دلائل سان قائل ڪرڻ جي ڪوشش ڪندا هئا. اهوئي سبب آهي جو سندن اولاد تي بہ اثر آهي. جو انهن ۾ بہ امت جي اجتماعي نظام جي سوچ غالب آهي خاص ڪري سندن فرزندارجمند جناب پير قاسم شاهہ صاحب ان ۾ تمام اڳيرا آهن. جناب محب الله شاهہ صاحب جي علم سان محبت ۽ دلچسپيءَ جو اندازو سندن لائبريري مان لڳائي سگهجي ٿو. جتي پري کان پانڌيڙا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اچي علم جي اڃ وسائيندا آهن اهڙي طرح سندن جلايل علم جي جوت سندن فرزند پڻ جلايو ويٺا آهن جيڪا هڪ مدرسي ۽ وڏي مسجد جي صورت ۾ قائم آهي.

شاهه صاحب جن منصوره جي مدرسي کي به وڏي قدرجي نگاه سان ڏسندا هئا ۽ محترم مولاناجان محمد پنهور ۽ محترم غلام سرور پنهور صاحب سان سندن خاص تعلق هوندو هيو. الله تعالي کان دعا آهي ته الله سائين سنڌن اولاد کي سنڌن علم جو حقيقي وارث بڻائي ۽ انهيءَ کي صدقه جاريه بڻائي ۽ امت مسلمه جي اتحاد ۽ اتفاق جو ذريعو بڻائي.

والسلام عليڪم ورحمته الله

حافظ لطف الله پنهور

رڪن مرڪزي وصوبائي مجلس شوري جماعت اسلامي پاڪستان

سابق امير ضلع مٽياري منصوره سنڌ.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منصور ويراڳي

قطعہ تاريخ وفات حسرت آيات

علامہ مولانا سيدمحب الله شاهہ راشدي رحمتہ الله عليہ جي ياد ۾

هن دل منصور جو هڪ محب هو محبوب هو
محب هو الله جو منصور لئہ مرغوب هو.
دين جو هو درد مند، دلدار دانشور دلير
جذبہ اسلام جو جاذب نظر مجذوب هو
عالم وفاضل اديب و شاعر شيرين بيان،
خلق جي ڪئين خلعتن ۽ خصلتن ۾ خوب هو،
آستانہ پير جهنڊي جو ڇهون پڳدار پاڻ،
منصب عجز ونيازي تي مگر منصوب هو.
هو مبلغ دين جو پر حڪمت وحسنات سان،
جوش جذبي ۾ جلالي، هوش ۾ محجوب هو.
عشق مرسل پي بڪيو تقرير ۾ تحرير ۾،
هن جي فڪر پر اثر ۾ هڪ عجب اسلوب هو.
فلم، فوٽو ۽ فحاشي سان بغاوت سريسر،
بدعتي جو فعل هرڪو محب وٽ معيوب هو.
الفت ونفرت هئي بس واسطي الله جي،
يار لئہ يوسف مگر اغيار لئہ يعقوب هو،
مانوارو "راشدي" محسن سندم وسري نٿو.
طالبان حق جي حلقي ۾ سدا مطلوب هو.
سي رهاڻيون روح پرور موڪلاڻيون محب جون،
جان ڪي جهورين ويتر من اڳئي مضروب هو.
صاحب ايمان "جاني حافظ قرآن هو."
۽ حديث مصطفيٰ سان دم قدم منسوب هو.
سال رحلت عيسوي لئہ دل ڪئي دل سان تلاش.
ڪردعا "محبوب من راشدي مغفور آهہ،
سيا دعا: "منصور" جي مشڪل ڪشا منظور ڪر
هن چيو: "۽ غم نہ ايڏو ويسرا منصور ڪر."

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو حمزه عبدالحميد المري +

يکي از شخصيات باب اسلام

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام علي سيدالمرسلين وامام النبين وعلي آلہ و اهل بيتہ واصحابہ اجمعين ومن تبعهم باحسان الي يوم الدين. آمين

هون تہ سنڌ ۾ انهيءَ جي وڏقابل ۾ چوٽيءَ جي هستين جي تفصيل لکڻ لاءِ هڪ وڏي جماعت ۾ طويل وقت ۾ گنج سارو پنو کپي. پر سنڌ جو جائزه وٺڻ کان پوءِ ماڻهو حيران ٿئي ٿو تہ رب سائين انهيءَ خطي کي عجيب وغريب تحفن ۾ نعمتن سان نوازيو آهي اڃان انهن تي زماني جو پردوپيل آهي جيڪڏهن ڪجهہ ڪم ٿيو بہ آهي تہ هو مڪمل نہ آهي اڃان ڪيترا پهلو آهن جيڪي لڪيا ويا آهن انهن کي ظاهر ڪرڻ جي ضرورت آهي جيڪو مؤرخن تي قرض بہ آهي ۾ فرض بہ چو تہ هو هن علائقي جا رهاڪو آهن ۾ مڪمل معلومات بہ رکن ٿا جيڪڏهن هو سڀ گڏ ٿي هن ڪم کي ڪندا تہ سٺو ٿيندو. انهيءَ مختصر تمهيد کان بعد اول اصل مقصد تي اچون ٿا اهو هو آهي سنڌ جو هڪ علمي ۾ معاون مجاهد خاندان مان حضرت سيدپير محب الله شاهہ صاحب العلم. نہ آئون ڪو اخبار جو لکاري آهيان ۾ نہ ڪو ڪالم نويس مجلہ بحرالعلوم جي خاص نمبر جي اشاعت جي لاءِ چند اکر لکي رهيو آهيان پر صالحين جي ياد ڪرڻ وارن مان شامل ٿيڻ لاءِ ايان چند سطرون تحرير ڪري رهيو آهيان بقول شاعر: **احب الصالحين ولست منهم لعل الله يرزقني صلاحا.** چو تہ آئون بہ سائين جن جي مدرسي دارالرشاد ۾ پنج سال مدرس رهيو آهيان انهي دوران سائين جي ٽئي فرزند محمد يسين عرف ڏاڏا سائين محمد راشد ۾ محمد قاسم مون سان گڏ علم

+ سابق استاد مدرسہ دارالرشاد پيرجهنڊو نيوسعيدآباد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل ڪندا رهيا آهن ۽ هن ڪان علاوه پيا طلباء مولابخش محمدي، مولابخش الحداد ۽ عبدالله وغيره زير تعليم رهيا آهن آئون سائين جن وٽ پڊعيدن مان آيو هيس، جو ته هڪ ڳوٺ ۾ امامت ڪندو ۽ پڊعيدن شهر جي مسجد ۾ جمعو پڙهائيندوهيس، ڪنهن به طريقي سان سائين جن ڪي منهنجو پتو لڳو ته انهن پنهنجي مدرسي ۾ تدريس لاءِ گهرايو. ته مون قبول ڪري ڪم شروع ڪري ڏنو. هن ڪان پوءِ ڪيترائي دفعا علمي مجلسن ۽ مذاڪرات جو سلسلو شروع ٿيو جن مان گهڻا ڏينهن لڳي ويندا هئا بعض دفعا ته بحث وڏو ڊگهو ٿو ويندو هو. ڪيڏي مهل اسناد جو بحث هوندو تان ڪيڏي مهل حديث جي متن ۽ ڪڏهن علل الحديث تي بحث ٿيندو. بهرحال انهن کي علم جي حصول جو شوق وڏو هو افاده ۽ استفاده ۽ بعض صفتن ۾ سائين جن بعض علماء ڪان ممتاز هو جيڪي هي آهن.

1_ هڪ مسئلي جي تمام پهلوئن تي غور ڪندو هو ته ڪو به پهلو ناقص نه رهي.

2_ پاڻ کان ننڍي عمر جي علماء ڪان استفادو ۽ مشورو ڪرڻ کي عيب نه سمجهندو هو. مثلا هڪ دفعي پڦي/ يا ناني جي وراثت جي باري هڪ فتوىٰ آيو جنهن ۾ انهن مذڪر جي حصي جو انڪار ڪيو هو. سائين جن اها فتوىٰ ۽ ان ماٺهو کي مدرسي ۾ مون وٽ موڪليو. مون انهن ماڻهن کي ڪجهه ڏينهن بعد اچڻ جو چيو. عصر ڪان بعد ڪتب خانه ۾ ملاقات ٿي فتوىٰ جو ذڪر هليو ته چوڻ لڳا ادا توهان انهي جو حل تلاش ڪيو مون کي ان باري ۾ علم نه آهي، ۽ ڪو مشورو ڏيان ٿو. ۽ وري مون کان راڻي پڇيائين ته جواب ڏنم سائين حق ته هي آهي جو هن کي وراثت جو حصو ملڻ کپي بهرحال تلاش ڪرڻ سان حضرت عمر رضه جو فتوو ملي ويو ته هي وارث ٿيندا جن جا حواله امام ابوبكر ابن ابي شيبه جو ڪتاب المصنف في الاحاديث والاثار ۾ موجود آهي سائين جن کي خبر ٿي ته ڏاڍا خوش ٿيا ۽ مبارڪ باد ڏنائين. ساڳي وقت ڪتاب المصنف اڃان ڇپي نه هئي.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3_ سائين جن جي طبيعت وڏي ٿڌي هئي عجلت نالي جو ڪا بہ شيءِ انهن ۾ ڪو نہ هئي ائين معلوم ٿيندو هو تہ عجلتِ هتان ڪان پنهنجا ٽپڙ ڪٽي وئي آهي.

4_ دين کي سمجهڻ لاءِ وقت جي ڪا بہ پابندي نہ هئي مقصد صرف اهو هو تہ مسئلا سمجهڻ وقت سڀ پهلو سمجهہ ۾ اچي وڃن.

5_ سائين جن ۾ تکڙ ۽ تيزي بلڪل نہ هئي.

6_ سائين جن ۾ ڪنهن بہ قسم جو وڏپڻ تڪبر ۽ فخر وغرور بلڪل نہ هو بلڪ هو سڌو سادو انسان هو نہ علم جي وڏائي جو اظهار ۽ نہ سيد هجڻ جي ناطي ڪو بہ فخر ۽ غرور، بلڪ هر صاحب علم سان عاجزي سان ملندا هئا پاڪر پائي انهن جو استقبال ڪندا هئا آئون ڪتب خاني ۾ ويندوهيس تہ هو بيهي ملندو هو ڪڏهن هو مدرسي ۾ اچي مون سان خيرخيرت پڇندو هئا ۽ حال حوال ڪندا هئا. انهن کي ڪتابن جي حاصل ڪرڻ ۽ مطالعي جو وڏو شوق وراثت ۾ مليو هو. هڪ دفعي چيائون تہ ادا هنن ڪتابن جي هڪ مفصل فهرست تيار ڪئي وڃي تہ ڪيترو چڱو ٿئي. پر انهي ڪم لاءِ ڪو بہ تيار نہ ٿو ٿئي جيڪڏهن ڪو ماڻهو تيار ٿئي ٿو تہ انهيءَ کي موضوع ڪتاب جو پتو ٿي نہ آهي تنهن ڪري اهڙن ڪان فهرست لکرائڻ فضول آهي ۽ توهان مان هي توقع ڪندو آهيان تہ هي ڪم توهان ڪري ڇڏيو تہ آئون هي ڪم هڪ علمي خدمت سمجهي مڪمل ڪري ڏنو سائين جن وڏو خوش ٿيو ۽ دعا ڏنائين مدرسي کي ڇڏڻ بعد بہ خط ۽ ڪتابت ٿيندي رهي پاڻ سائين جا خط مون وٽ محفوظ آهن.

سائين جن جون علمي خدمتون بہ ڪافي آهن جي ڪڏهن ڪو جماعت، ادارو انهن جي تصانيف وغيره شائع ڪري تہ ناشر جي ثواب سان گڏ سائين جن جي علمي خدمات جو معترف بہ هوندو هو. منهنجي هوندي هو صحيح بخاري جو حاشيو لکي رهيو هو ۽ انهي سان گڏ صدين جي ترتيب سان ثقہ راوين جو جمع ڪرڻ جو ڪم ڪري رهيو هو هڪ رسالو تحصيل العلاة نالي تحرير ڪيو هو جنهن جاڳهٽا شروع جا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصا منهنجي هٿ جا لکيل آهي. انهي طريقي سان سائين جن جا فتاوي بہ جمع ڪري ڇپائي ڇڏجن جيڪا ذمہ داري تہ سائين جن جي فرزند محمد قاسم راشدي جي آهي جيڪو علم جو وارث ٿيو آهي سائين جن جي سنڌي ڪتابن جو اردو ترجمو ۽ عربي جا سنڌي ۽ اردو ۾ ترجمو ڪرائي ڇپايا وڃن. تعاون جي اپيل ڪرڻ تي سائين جا مريد ضرور لبيڪ چوندا.

جماعت مجاهدين سان تعلق:

هڪ اهڙو اعزاز هن خاندان کي مليو آهي جنهن ۾ ڪو ٻيو شريڪ نہ آهي هو مجاهدين جو امداد ۽ انهن جي خدمت آهي جيڪا سيد احمد شهيد جو قافلو هتان ايندو ويندو هو ۽ ڪجهہ عرصو هتي قيام بہ ڪندو هو. سائين جن جو وڏو بزرگ روضي ڌڻي سڀ ڪجهہ ڪندو هو جنهن کي انگريزن ڏوکي سان گرفتار ڪري ڦاسي ڏني هئي. پر سائين جن شهادت پائي قافلي جهاد کي قوت ڏئي ويا تنهن ڪري پاڪستان قائم ٿيڻ جو رستو پڌرو ٿيو. انهي کان سوا سائين جن کي حصول علم جو شوق ۽ ڪتابون جمع ڪرڻ جو ذوق تان وراثت ۾ مليو. تنهن لاءِ بلڪل ڪنجوسي نہ ڪندا هئا. ۽ جيڪي علماءِ ۽ ٻيا ماڻهو ڪتب خانو ڏسڻ ۽ تحقيق ڪرڻ لاءِ ايندا هئا. انهن جي خدمت ۽ تعاون ڪندا هئا. البتہ مخطوطات جي باري وڏو محتاط رهندو هو اعتبار واري ماڻهو کي عنايت ڪندوهو نا واقف کي ان جو فوٽو ڪڍڻ بہ نہ ڏيندو هو. ڪيترن قلمي ڪتابن جون فوٽو ڪاپي ڪرائي انهن مان اتحاف المهره لابن مدينہ يونيورسٽي لاءِ روانو ڪيائون.

سائين جن جو اخلاص، عاجزي ۽ همدردي جي هڪڙي مثال تي هي گزارشات ختم ڪندس، هڪڙي رات ٽين وڳي مدرسي ۾ منهنجو در کڙڪايائون ٻاهر آيس تہ سائين جن درتي بيٺا هئا پڇڪيائين تہ توهان مطالعو ڪري رهيا آهيو؟ جواب ڏنم سائين هائو چيائون (هٿ ٻڌي) ادا ايترا وزن اعصاب تي نہ رکيو اڄ اعصاب جوان ۽ مضبوط آهن بعد ۾ توهان هڪڙو صفحو بہ نہ پڙهي سگهندا، پاڪر پاتائون ۽ پنهنجي گهر هليا ويا.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احمد شيخ

پير سائين جون ڪجھ يادون ڪجھ ڳالهيون

الحمدلله رب العالمين امابعد:

اڄ 29 ڊسمبر 2010 تي اوچتو منهنجي محترم سائين قاسم شاھ صاحب فون تي حضرت پير سائين محب الله شاھ رحہ جي سوانح حيات لکڻ جي خوشخبري ٻڌائي ۽ مونکي بہ بزرگ جي 11_12 سال مسلسل رفاقت ۾ سندن زندگي جي نشيب وفراز بابت خيالات ظاهر ڪرڻ جي دعوت ڏنائون. منهنجي ذهن ۾ 1951ع کان 1962ع تائين مسلسل رفاقت وارو عرصو ۽ ان بعد سندن وفات تائين وارو عرصو منهنجي سامهون اچي ويو.

الحمدلله! بزرگن وٽ منهنجو درجو متبنيٰ وارو هيو. 1_ منهنجو والد محترم سيد محب الله شاھ رحہ جي هر سال دعوت ڪندوهو. انهي وقت ۾ موٽر ڪار وغيره ڪو نہ هونديون هيون، گهوڙن ۽ اٺن تي سفر ڪرڻو پوندو هو. اسان کي ياد آهي تہ چوٽيارين جي سفر لاءِ سائين جن مهينوڪن پهرين تياري ڪندا هئا. بهرحال پير سائين جن والد جي دعوت تي ملدسي پهتا واپسيءَ ۾ بزرگ والد کي فرمايو تہ حاجي عثمان هي ڇوڪرو اسان کي ڏي تہ هن کي مدرسي ۾ قرآن وحديث جي تعليم ڏياريون، والد صاحب منهنجو هٿ بزرگ جي هٿ ۾ ڏنو 1951ع ۾ مدرسي ۾ داخل ٿيس 1959ع ۾ مونکي دستار فضيلت سان نوازيو ويو. انهي پڙهائي واري عرصي ۾ حضرت پيرسائين جن جي زندگيءَ جي حالات کان بخوبي آگاھ رهندو هيس ۽ ان عرصي ۾ سندس زندگي جون عجيب ڪراماتي ڳالهيون ٻڌندوهوس ۽ ڪافي ڳالهيون منهنجي روبروٿيون. انشاءالله هن چئن ڳالهين لکڻ تي اڪتفا ڪندس.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1_ مونکي پوري طرح ياد آهي تہ مولانا تميزالدين (سنڌ اسيمبلي جو پهريون اسپيڪر) پير جهنڊي ڪتب خانو ڏسڻ آيو ۽ سائين جن هن کي ڪتب خانہ جا ڪافي ڪتاب ڏيکاريا. آئون ان وقت پارهوس پر ڏاڍو خوش هوس.

2_ 1958ع ۾ آئون ڪجهہ دوستن سان گڏ مولانا عبدالله رحہ درخواستي جن وٽ دوره تفسير قرآن پڙهڻ ويس، واٽ تي پنوعاقل لٿاسون. حضرت حمادالله رحہ جن جي زيارت لاءِ هاليجون شريف پهتاسون خيال هو تہ هڪ يا ڏينهن رهنداسون پر سنڌن محبت ۾ 6 ڏينهن رهي پياسون واپسيءَ ۾ حضرت مولانا عبدالستاررحہ (بائيجي شريف) سان ملاقات ٿي ۽ خوب ملاقات ٿي. حضرت مولانا عبدالستار رحہ ٻڌايو تہ هڪ ڏينهن مغرب نماز کان ٿورو پهرين محب الله شاهہ هاليجي شريف پهتو. حضرت حمادالله کي ٻڌايو تہ محب الله شاهہ اچي رهيو آهي، حمادالله صاحب ٻن ماڻهن جي سهاري مسجد کان ٻاهر محب الله شاهہ جو استقبال ڪيو. مغرب ۽ عشاءَ نماز ٻنهي گڏ پڙهي. عشاءَ نماز بعد ٻئي بزرگ مسجد کان ٻاهر هڪ ڪکائين جهوپڙي ۾ وڃي ويٺا بتي جي ڏيمي روشنيءَ ۾ ٻئي بزرگ سڄي رات پاڻ ۾ راز ونياز جون ڳالهيون ڪندا رهيا. جڏهن فجر جي نماز لاءِ مسجد ۾ آيا تہ اسان عجب ۾ پئجي وياسون تہ الله جو شان تہ ڏسو تہ ٻنهين بزرگن جي چهرن تي ڪهڙي نہ نورانيت آهي. صبح جو نيرن ڪري حضرت محب الله شاهہ کي حمادالله صاحب مسجد کان ٻاهر ڇڏڻ آيو.

3_ سنڌن علمي ذوق آخري وقت تائين تمام گهڻو رهيو. مونکي ياد آهي تہ حضرت استاد مولانا غلام قادر رحہ جي درس ۾ اچي ويهندا هئا. سنڌن مدرسي ۾ ڪافي سالن کان ڪو شاگرد فارغ تحصيل نہ ٿيو هو. حضرت سيد مولانا غلام قادر رحہ جي علمي شهرت سبب مدرسو عربي طالبن سان ڀرجي ويو. اسين 10 شاگرد دوره حديث ۾ پهتاسون، مدرسي جي اڳيان هڪ وڏو ٿلهو ۽ وڏو پپر جو وڻ هو، استاد غلام قادر رحہ صبح جو ٿلهي تي شام جو پپرهيٺان (گرمين ۾) پڙهائيندو هو. حضرت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محب الله شاهہ رحہ پنهنجي جو اچي ويهندا هئا ۽ حضرت استاد کان ڪافي سوال ۽ جواب ڪندا هئا

الحمدلله! آئون مدرسي ۾ پہ اڍائي سال بحيثيت مهتمم رهيس ۽ ڪتب خانہ جو انچارج بہ رهيس ان وقت ڪتب خانو مسجد جي اندرئين حصي ۾ هو. مونکي ڪتابن سان ڏاڍي محبت هئي، حضرت پير سائين جن ڪڏهن ڪڏهن بنگلي ۾ ڪتاب گهرائيندا هئا تہ ڪڏهن وري پاڻ ڪافي پيرا ڪتب خانہ ۾ ايندا هئا ۽ ڪتابن آڻڻ لاءِ چوندا هئا.

آئون الماڙين مان ڪتاب ڪيندي ۽ ڪٽندي ٿڪجي پوندو هيس ۽ حضرت پير سائين جن وٽ ايترا ڪتاب گڏ ٿي ويندا هئا جو جڏهن تہ پير سائين جن ڪتابن جي ڍير ۾ لڪي ويا آهن اهو ڪتابن ڏسڻ جو عرصو ڪڏهن ڪڏهن تہ 16_17 ڪلاڪ تائين هلندو رهندو هو ۽ رات جو 12 _11 وڳي تائين ڪتاب ڏٺاويندا هئا، پاڻ مونکي ٻڌايائون تہ ادا احمد ڪتب خانہ جو اهڙو ڪو ڪتاب آهي جيڪو منهنجي نگاهہ مان نہ گذريو هجي.

5_ مونکي پورو ياد آهي تہ بزرگن کي هڪ قلمي ڪتاب جي خبر پئي تہ ماتلي ۾ ڪنهن ماڻهو وٽ تمام پراڻو قلمي نسخو آهي، بزرگن ڪافي ڪوشش ڪئي ۽ انهي وقت اهو ڪتاب 200 روپين ۾ حاصل ڪيائون(انهي وقت ۾ بہ سئو تمام گهڻا هئا)مون بزرگن کي چيو تہ: قبلا ايترا پئسا هن ڪتاب لاءِ ڀريا آهن ڇو؟ پاڻ فرمايائون تہ هن ڪتاب جي مصنف قطب شمالي ۽ قطب جنوبي ۾ نماز پنج وقت ادا ڪرڻ بابت تحقيق ڪئي آهي ۽ هي ناياب نسخو آهي قطب جنوبي ۽ قطب شمالي ۾ 6 مهينا رات ۽ 6 مهينا ڏينهن هوندو آهي.

6_ 1961ع ۾ پير احسان الله شاهہ اورنٽيل ڪاليج طرفان 3 شاگرد مولوي عالم جي امتحان جي تياري ڪري رهيا هئا. انهن مان هڪ آئون بہ هوس، حضرت پير سائين

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن اسان جي رهبري ڪندا هئا. تاريخ اقوام عالم جي دنيا جي جغرافي اسان جا سبجيڪٽ هئا. اسان محب الله شاهه رحہ کي تاريخ ۽ جغرافيہ جو وڏو عالم ڏٺو. مولوي عالم جو امتحان سنيٽرگول بلڊنگ جي سامهون لاڪاليج ۾ هو. پير سائين جن اسان کي وٽي آيا ۽ ڪجهہ سمجهاڻيون ڏنائون ۽ واپس ٿيا. 5_6 منٽ ۾ وري واپس آيا. فرمايائون تہ مونکي شڪ آهي تہ متان سنڌ يا انڊيا جي نقشي ڪڍڻ جو سوال اچي پوءِ پاڻ سائين جن فٽ پٽي سان ليڪا ڪيندا رهيا ۽ انهن ليڪن ۾ نقشا تيار ٿي ويا. الله جو شان تہ پرچي ۾ سنڌ جي نقشو ڪڍڻ لازمي سوال هو.

7_ سندن علمي زندگي بي مثال هئي هر وقت قرآن ڪريم جو ورد زبان تي جاري رهندو هو. تقريبن هر نماز بعد وظائف پڙهندا هئا. ۽ راتيون الله پاڪ آڏو رڪوع ۽ سجدي ۾ گذرنديون هيون.

علم تصوف سان خاص شغف هو مونکي وظائف ڏيندا هئا ۽ الله جي مهرباني سان اڄ تائين اهي وظائف جاري آهن. مونکي جيڪڏهن ڪا تڪليف ٿيندي هئي تہ سائين جن کي دعا لاءِ خط لکندو هوس يا حاضر خدمت ٿي عرض ڪندوهوس. سندن دعا بعد منهنجا مسائل حل ٿي ويندا هئا. مون تي سندن خاص ڪرم نوازيون هيون تعبير خواب جا وڏا عالم هئا. علم الرجال جا امام هئا. تفسير ۽ حديث جا امام هئا. سندن علمي حيثيت اهل علم وٽ مجيل هئي حرمين شريفين عمره لاءِ ويندا هئا تہ حرم شريف جي پيش امام سان گڏ افطاري ڪندا هئا ۽ سڄو ڏينهن حرم جي ڪتب خاني ۾ ۽ عبادت ۾ گذرندو هو. اهي ڳالهيون مونکي مڪي جي دوستن ٻڌايون. اڄ بہ مڪہ ۾ شيخ محب الله جي نالي سان ياد ڪيا وڃن ٿا.

8_ مدرسي جي معاملات ۾ ڪڏنهن دخل اندازي نہ ڪيائون مدرسي جو مهتمم حساب بابت بزرگن آڏو جوابده هوندو هو. مدرسي جي شاگردن سان خاص الفت ۽ محبت هوندي هئي. مونکي ياد آهي تہ اسين شاگرد گرمي ۾ مسجد ۾ سمهندا هئا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سون، اسان کي جن ڏاڍو پريشان ڪندا هئا، اسان سان گڏ هڪ طالب عبدالله ڪنڌڪوٽ به مسجد جي ڏکڻ ۽ اولهه طرف واري دروٽ سمهندو هو، هن کي جن سمهڻ ڪونه ڏيندا هئا. هي مجبور ٿي بزرگن وٽ جنن جي دانهن ڪئي ويو، بزرگ ڪجهه مسڪرايو ۽ ڪجهه پڙهياڻون ۽ فرماياڻون ته انشاءالله هن بعد ڪنهن کي به جن پريشان نه ڪندا. واقعي مون ڏٺو ته بعد ۾ 6_7 سال آئون رهيس پر جنن ڪنهن کي به پريشان نه ڪيو.

9_ مونکي پوري طرح ياد آهي ته آئون ننڍڙو هيس دريا چاڙهه ڪيو، بيلي مان نانگ بلائون سوئر هرڻ وغيره نڪري ٻاهر آيا، حاجي الهداد راهو مرحوم ۽ حاجي ڪريم ڏنو راهو مرحوم بزرگ وٽ آيا پاڻي بچابندتان اچي لڳو آهي اوهان هلو دعا ڪيو من رب رحم ڪري، بزرگ بچابند تي پهچڻ شرط هڪ سر جو ٽڪرو ويڙهي ۽ دريا ۾ اڇلاياڻون، اسان ڏٺو ته درياءَ ۾ انهي ڪرڪان مٿي نه وڌيو بلڪ لهڻ شروع ٿيو.

10_ سندن رحلت ڪان به مهينا ڪن پهرين بزرگن جي زيارت لاءِ درگاهه تي ويس جمعي نماز بعد پوري جماعت سان گڏ ماني ڪاڌاڻون، ماٺهون ته هليا ويا، عصر نماز بعد آئون ۽ سائين محب الله شاهه صاحب بنگلي ۾ اچي ويٺاسون ڪجهه ڏکن سکن جون ڳالهيون ٿيون، مون واپس وڃڻ جي اجازت گهري ته پاڻ سائين منهنجو هٿ وٺي سندن پيٽ جي پاسي تي رکيو ۽ فرماياڻون ته ادا ڊاڪٽر چون ٿا ته ڪجهه به ڪونهي ۽ ايڪسري ۾ به ڪجهه ڪونه ٿو اچي پر مونکي ڏاڍو سور آهي، سندن تڪليف تي مونکي اکين مان ڳوڙها وهي آيا، پاڻ پاڪر پائي فرماياڻون ته ادا احمد مونکي دعا ڪيو ته شل رب منهنجو خاتموبالخير ڪري، انهي جملي ته مونکي ڏاڍي تڪليف ٿي ته مون چيو ته قبلا آئون ۽ اوهان لاءِ دعا پاڻ فرماياڻون ته احمد **فوق كل ذي علم عليم**

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاڻ کي ايترو گهٽو نہ سمجهہ جي مون بزرگ کي چيو تہ اوهان جو اهو جملو مون لاءِ باعث فخر آهي.

محب الله شاهہ رحہ جهڙا الله جا نيڪ ٻانهان صدين بعد پيدا ٿيندا آهن. مون سان تہ سندن خاص محبت هئي،

هڪ ڀيري آئون ناراض ٿي ڳوٺ هليو ويس حالانڪي غلطي بہ منهنجي هئي، پير محب الله شاهہ رحہ بنفس نفيس پاڻ ملدسي آيا ۽ مونکي زبردستي جيپ ۾ وهاري ۽ درگاہ تي وٺي آيا. الحمدلله مون سان ڪجهہ راز جون ڳالهيون بہ ڪندا هئا ۽ ٻہ ٽي وقت بزرگ تي اهڙا ڏکيا جو مونکي گهرائي ۽ اهي ڏکيون ڳالهيون ٻڌائيندا هئا ۽ ٻہ ڀيرا مون منهنجي مرشد جي اڪين مان ڳوڙها ڪرندي بہ ڏٺا.

سائين قاسم شاهہ سان سندن تمام گهڻي دلچسبي ۽ محبت هئي قاسم شاهہ بابت مونکي درگاهہ تي گهرائي ڪجهہ مشورا بہ ڪيائون.

الحمدلله قاسم شاهہ کي بہ پنهنجي محترم والد صاحب سان اڄ ڏينهن تائين ڏاڍي محبت آهي. سائين قاسم شاهہ محب الله شاهہ جي بلڪل ڪاپي آهي، سيرت ۾ صورت ۾ ڪافي مماثلت آهي. اسين سائين قاسم شاهہ کي ڏسي تہ محب الله شاهہ رحہ جو سڪون راهيندا آهيون. منهنجي دعا آهي تہ اسان جي ننڍڙي سائين قاسم شاهہ کي رب پاڪ شل هر قدم ۽ هر ديني ۽ دنيوي مرحلي ۾ رهبري ۽ رهنمائي فرمائي آمين.

افقرالي الله احمد عفي الله

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنڌيڪار: محمد سليمان جمالي +

علامہ سيد محب الله شاھ راشدي
جي زندگي جو آخري يادگار انٽرويو

زير نظر انٽرويو شاھ صاحب جي وفات کان ڇھہ مهينا اڳ ۾ سنڌن ڳوٺ پير جهنڊو ۾ جماعت جي فاضل محمد عامر نجيب صاحب ورتو جيڪو ماهوار صراط مستقيم ڪراچي پنهنجي مارچ 1995ع جي شماري ۾ شايع ڪيو جنهن جو سنڌي ترجمو اسان پنهنجي قارئين جي خدمت ۾ پيش ڪيون ٿا.

سوال: اوهان ڪڏهن ۽ ڪٿي پيدا ٿيا؟

جواب: مان 29محرم 1340ھ بمطابق 10 اڪٽوبر 1921ع بروز آچر جو ہي وڳي پير جي ڳوٺ نيو سعيدآباد ويجهو پيدا ٿيس.

سوال: اوهان پير آف جهنڊو ڇورايو ٿا ان جو پس منظر ڇا آهي؟

جواب: اسان جي راشد خاندان جو مورث اعليٰ سيدمحمد راشد شاھ آهي اڳتي هلي اسان جو نسب نامو سيدحسن رضي الله عنہ سان ملي ٿو جيڪو پورو شجر و اسان وٽ موجود آهي. سيدمحمد راشد شاھ جا ہـ وڏا پٽ هئا. هڪ ياسين شاھ ٻيو سيدصبغت الله شاھ. افغانستان جي بادشاھ انهن کي هڪ جهنڊو ڏنو هو. وفات کان اڳ انهن جهنڊو سيد محمد ياسين شاھ کي ڏنو ۽ پڳ سيد صبغت الله شاھ جي حوالي ڪئي. اهڙي طرح سيد صبغت الله شاھ ۽ ان جي اولاد پير پڳارو جي نالي سان ۽ سيد محمد ياسين شاھ ۽ ان جي اولاد جنهن ۾ مان بہ شامل آهيان. پير جهنڊو جي نالي سان مشهور ٿياسين.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: ڇا راشدي خاندان پنهنجي مورث اعليٰ کان وٺي اهلحديث آهي؟

جواب: جي ها_ان اعتبار سان اسان جو خاندان اهلحديث هو جو اسان جي خاندان ۾ ڪڏهن بہ سنت جي مخالفت نہ ڪئي وٺي جيستائين سنت جي خبر نہ هوندي هئي ايستائين فقہ حنفي جيڪو مروج هو ان تي پنهنجي اسلاف جي طريقي تي عامل هو پر جيئن ئي معلوم ٿيندو هو تہ سندن ڪو فعل حديث شريف جي خلاف آهي تہ جلدي رجوع ڪندو هو. اهڙي ڪيئي مثال موجود آهن. جيئن اسان جي خاندان جي مورث اعليٰ سيد محمد راشد شاهہ جي فتويٰ هئي تہ شهرن وانگر ڳوٺن ۾ بہ جمعي جي نماز پڙهڻ جائز آهي جڏهن تہ ملڪ جي پس گردائي ۾ بلخصوص سنڌ ۾ حنفي علماء جي فتويٰ هئي تہ ڳوٺن ۾ جمعي جي نماز پڙهڻ جائز نہ آهي. اهڙي طرح اسان جي پڙڏاڏي سيد رشدالدين شاهہ جي ملفوظات ۾ آهي تہ هڪ دفعي حرمين شريفين مان ماڪي جو هڪ ڍڳو آندو ويو جڏهن ان کي کوليو ويو تہ ان مان مئل ڪئو نڪتو ان وقت جي روايت مطابق ان کي ٻاهر تي ڪاڙي پاٽي ملائي جماعت کي پيش ڪيو ويو. سيد رشد الدين شاهہ بہ ان مان پنهنجو حصو ممڪن آهي تہ بہ ٿي ڏک پريا بہ هجن ان دوران اسان جو جد امجد سيد رشد الله شاهہ اتي ويو ۽ فتويٰ ڏني تہ هي ماڪي پاڪ نٿي ٿي سگهي. ڇو جو حديث ۾ اچي ٿو تہ نبي صلي الله عليہ وسلم جن کان اصحابين سڳورن پڇيو تہ سائين جي اسان جي گهر ۾ ڪو ڪوئو ڪري پوي ان جي متعلق ڇا حڪم آهي؟ پاڻ سڳورن ﷺ جن فرمايو جي اهو گهہ جميل آهي تہ ان نجاست واري جڳهہ کان ڏي باقي استعمال ڪجي پر جي پگهريل آهي تہ سڄو گهہ هاري ڇڏجي. ۽ ائين اها حديث شريف ٻڌهي اها سڄي ماڪي هاري وٺي اسان جي جد امجد حديثؒ ۽ علوم حديث ۽ ٻين فنن تي ڪتابن جو هڪ وڏو ذخيرو جمع ڪري

+ مدرس جامعہ تعليم القرآن والسنہ نواب شاهہ سنڌ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هڪ لائبريري جي بنياد رکي هئي. اهڙي طرح حديث شريف جي معلومات ۾ اضافو ٿيو ۽ انهن اهل حديث ۽ حنفين جي وچ ۾ اختلافي مسئلن جي تحقيق ڪئي ۽ تقريبن هر مسئلي تي احناف سان اختلاف ڪيو ۽ حديث شريف تي عمل ڪيو. مثال طورا مني جي طهارت، هر قسم جي جورابن تي مسح جو جواز، نماز ۾ سيني تي هٿ ٻڌڻ ، فاتحہ خلف الامام، آمين بالجهر، رفع اليدين، سجدي ۾ گوڏن کان پهرين هٿ رکڻ، وتر مغرب وانگر نہ پڙهڻ بلڪ يا تہ بغير ويهڻ جي ٽئي رکعتون پڙهڻ يا ٻہ رکعتون پڙهي سلام ورائي ٽين رکعت الڳ پڙهڻ، ڳوٺ ۾ جمعي جي نماز پڙهڻ ، نڪاح ۾ شهادت ۽ ولايت جو شرط هئڻ، ٻي نماز جو تڪرار وغيره.

ان کان علاوه ٻين مسئلن تي بہ احناف سان اختلاف ڪيو آهي انهن مسئلن تي تہ سندن عربي، اردو فارسي ۽ سنڌي ۾ ڪتاب مقالا موجود آهن. منهنجي خيال مطابق صرف ٻن مسئلن تي انهن احناف جي موافقت ڪئي آهي مثال طورا رت وهڻ سان وضو جو ٽٽي پوڻ. پر اتي بہ انهن هڪ حديث شريف مان استدلال ڪيو آهي جڏهن تہ سندن استدلال قوي نہ هيو. جڏهن تہ اهو ان ڳالهہ جو ثبوت آهي تہ انهن احناف سان ڪنهن مسئلي تي بہ تقليد موافقت نہ ڪئي. منهنجا والد محترم سنت جا ايتري قدر شيدائي هئا جو سائين سنت ڌڻي جي نالي سان مشهور ٿيا.

ڪين سنت سان جنون جي حد تائين محبت هئي جڏهن ڪنهن سنت جي خبر پوندي هئي جيستائين ان تي عمل نہ ڪندا هئا ڪين اطمينان نہ ايندو هيو.

والد صاحب جي ٽين شادي اسان جي سامهون ٿي هئي. سندن ٽي شادي لاءِ جڏهن سيد محبوب شاهہ راشدي ڏانهن رشتي جو پيغام موڪليو ويو جيڪو فقہ حنفي ڏانهن لاڙو رکندو هو ۽ بابا سائين جي سامهون شرط رکيو تہ جي اوهان رفع اليدين ڪرڻ ڇڏي ڏيو تہ مان توهان سان رشتو ڪرڻ لاءِ تيار آهيان تنهن تي بابا سائين ڪين جواب ڏنو تہ مان هڪ عورت خاطر نبي صلي الله عليہ وسلم جن جي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنت نہ ٿو ڇڏي سگهان. هڪ تہ ڇا اهڙيون هزارين عورتون مان نبي صلي الله عليہ وسلم جن جي سنت تي قربان ڪري ڇڏيان. ۽ اٿين بابا سائين واپس موٽي آيو.

سوال: اوهان ابتدائي تعليم ڪٿان حاصل ڪئي؟

جواب: مون جنهن ماحول ۾ اک کولي اهو وڏو ديني ماحول هو پوري خاندان جون عورتون پنهنجي ٻچن جي ڪنن تي لاالہ الاالله: جي لوري ڏينديون هيون اٿين ٻار ننڍپڻ ۾ ئي لاالہ الاالله: جي افضل الذڪر ڪان واقف ٿي ويندا هئا.

والد صاحب ٻارن تي سخت نظر رکندا هئا تنهن ڪري ڪو بہ ٻار ڪو غير شرعي ۽ نازيبا حرڪت ڪرڻ جي جرات نہ ڪندو هو جي ڪنهن جي شلوار پيڏين ڪان هيٺ هوندي هئي تہ پاڻ ڪاوڙ ۾ اچي ويندا هئا تہ پنهنجي شلوار مٿي ڪر نہ تہ مان ڪٽي ڇڏيندس. ڪين انگريزي لباس ۽ وضع قطع ڪان سخت نفرت هئي، تعليم جي حوالي سان اسان وٽ اهو دستور هوندو هو جو جڏهن ٻار پڙهڻ جي لائق ٿيندو هو تہ سڀ ڪان پهرين ان کي ناظره قرآن مجيد پڙهڻ لاءِ ڇڏيو ويندو هو.

لهذا مون سان بہ اٿين ٿيو ۽ مون شروعاتي تعليم پنهنجي مدرسي ۾ حاصل ڪئي جيڪو منهنجي والد صاحب جي نگراني ۾ هلندو هو.

سوال: اوهان ڪنهن ڪنهن استادن ڪان تعليم حاصل ڪئي؟

جواب: مون پنهنجي والد محترم ڪان گهڻو ڪجهہ حاصل ڪيو. فن حديث ۽ بالخصوص فن رجال ۾ ڪين وڏي مهارت هئي، مولانا ثناءُ الله امرتسري والد محترم جي لاءِ چيو هو تہ اڄ جي فن رجال جو ڪو امام آهي تہ اهو سيد احسان الله شاهہ راشدي آهي.

منهنجو پهريون استاد حافظ محمد امين اسماعيل افغاني آهيُ جن ڪان فارسي جا ڪيترائي ڪتاب پڙهيا ٻن سالن تائين فارسي جي تعليم حاصل ڪئي ۽ ان دوران اردو جا ڪئي ڪتاب خود مطالعو ڪيا.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۽ جڏهن عربي جو وارو آيو جيڪو اصل مقصد هو عربي ۾ منهنجو پهريون استاد مولانا ولي محمد صاحب هو ۽ ان کان علاوه مولانا قطب الدين هاليجوي، مولانا عبدالوهاب، مولانا حميد الدين اڪرم سنڌي، مولانا محمد يوسف، مولانا نور محمد عبيدالله سنڌي، مولانا محمد مدني، مولانا بهاءُ الدين، مولانا عبدالحق بهاولپوري، مولانا ابوسعيد شرف الدين دهلوي کان علاوه مولانا عطاءالله حنيف کان بہ اڪتساب فيض ورتو، جنهن مونکي سند واجازت بہ عنايت ڪئي.

دلچسپ ڳالهہ اها آهي جو منهنجا ارڙنهن استاد مسلک حنفي هئا پر مان الحمدلله هڪ گهڙي لاءِ بہ حنفي نہ رهيس. ان جو بنيادي سبب اهو آهي جو مون جنهن ماحول ۾ اک کولي اتي زندگيءَ جي هر معاملي جي قرآن سنت مان رهنمائي ورتي ويندي هئي.

سوال: موجوده دور جي ديني ادارن ۽ طالب علمن جي باري ۾ اوهان جو تاثر ڇا آهي؟

جواب: پهرين مدرسن ۾ طالب علمن کي سٺو علم ملندو هو، سٺو ڪاڏو نہ اڄ ڪلهہ مدرسن ۾ اعليٰ انتظام ۽ گهڻو سهولتون ڏنيون وڃن ٿيون. جيڪي اسان جي دور ۾ نہ هيون پر اهو علم اڄ بہ نہ ٿو ملي جيڪو اسان جي دور ۾ ملندو هو ان جا ڪيترائي سبب آهن اڄڪلهہ جي طالب علمن کي حصول علم جو اهو شوق نہ رهيو آهي.

اڄ جي طالب علمن جو ماضي جي مقابلي ۾ ذري برابر نہ جستجو ۽ ذوق وشوق نہ رهيو آهي. معيار تعليم تمام پوئتي پئجي چڪو آهي منتظمين ان لاءِ ادارا هلائي رهيا آهن تہ جيئن اسلاف جو صدقو جاري رهي نہ تہ اڄ انهن ادارن مان اهڙا عالم سڳورا تمام گهٽ نڪرن ٿا جيڪي ماضي جو مقابلو ڪري سگهن.

سوال: اوهان دنياوي تعليم ڪيتري حاصل ڪئي؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: بابا سائين جي اها بہ خواهش هئي ۽ چوندا رهندا هيا تہ محب الله کي ديني تعليم کان بعد انگريزي تعليم بہ ڏياريندس پر زندگي ساٿ وفا نہ ڪئي ڇو جو سندن وفات وقت مان صرف سورنهن سترنهن سالن جو هئس ۽ ديني تعليم حاصل ڪري رهيو هئس. ۽ ائين ديني تعيلم بعد عصري تعليم حاصل ڪرڻ شروع ڪئي، ميٽرڪ ايف اي، بي اي کان پوءِ سنڌ يونيورسٽي مان (ايم اي ريليجن) ايم اي مذهب تي ڪئي. پهرين سال ۾ چار پيپر ڏنا جن ۾ مذهب جي تاريخ، مذاهب جي مذهب جي نفسيات ۽ اسلام شامل هئا. فائنل ايئر ۾ مذهبي اخلاق، مذهبي عمرانيات، مذهب جو فلسفو ۽ اسلام اپيپر شامل هئا. جيڪي سڀ انگريزي ۾ ڏيڻا پوندا هئا جيڪي مون بہ انگلش ۾ ڏنا.

يونيورسٽي ۾ اسان جي شعبي جو هيڊ ڊاڪٽر هاليپوٽہ هو تياري جي سلسلي ۾ مون ان جي شاهہ ولي الله جي فلسفي تي انگريزي ۾ ليلو ڪتاب جو مطالعو ڪيو جنهن تي کين پي ايچ ڊي جي ڊگري ملي هئي. پاڻ ڊاڪٽر هاليپوٽہ چوندو هو تہ منهن جي ڪتاب کي محب الله مون کان بہ وڌيڪ سمجهيو آهي. اهو الله جو فضل آهي جو مون کي نصابي ڪتاب زباني حفظ ٿي ويندا هئا.

سوال: ڇا عصري تعليم جومعيار بہ پهريان کان گهٽ ٿي چڪو آهي؟

جواب: جي ها، عصري تعليم جو معيار تہ خطرناڪ حد تائين پوئتي پئجي چڪو آهي، بي اي ۽ ايم اي جون ڊگريون حاصل ڪندڙ بلڪل ڪورا نظر اچي رهيا آهن، اسان جي دور ۾ ميٽرڪ جو امتحان بہ وڏي اهميت رکندو هو ۽ ائين چوڻ بہ غلط نہ هوندو جو اسان جي دور جو ميٽرڪ پاس شخص اڄ جي بي اي پاس کان وڌيڪ قابل هوندو.

سوال: اوهان جي لائبريري سنڌ جي معروف لائبريرين مان هڪ آهي ان جي پس منظر سان ان جي بابت ڪجهہ وضاحت ڪريو؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: ڪتابون گڏ ڪرڻ اسان جو خانداني ورثو آهي. جيڪو مون کي ۽ منهنجي نندي ڀاءُ سيد بديع الدين شاھ کي وراثت ۾ مليو آهي.

اسان جو مورث اعليٰ سيدمحمد راشد شاھ راشدي جيئن آئون ٻڌايون آيس تہ ڪافي ڪتاب جمع ڪيا هئا ۽ ان کان پوءِ هر اچڻ واري انهن ۾ اضافو ڪيو. هن وقت اسان جي لائبريري ۾ چاليھ پنجاھ هزار ڪتاب موجود آهن. مثال طورا امام بيهقي جو شعب الايمان جيڪو هاڻي تہ ڇپجي چڪو آهي پر اسان وٽ ان جو هڪ هزار سال پراڻو نسخو آهي. والد صاحب شام مصر مدينہ منوره مڪہ معظمہ ۽ هندوستان مان وڏي رقم خرچ ڪري ڪتابون گهرائيندا هئا.

ان وقت ڇپائي ايتري قدر عام نہ هئي ڪتابن جا چند محدود نسخا هوندا هئا جيڪو والد صاحب ماهر ڪاتبن کان لکرائي حاصل ڪندا هئا. مثلا مولانا قطب الدين هاليجوي کي موڪلي مولانا نظام نواب عثمان خان جي خاص لائبريري مان ڪتابن جي فوٽو ڪاپي ڪرائي ۽ پاڻ اتي جي دائره المعارف جا رڪن هئا. جنهن تحت جيڪو ڪتاب ڇپندو هو ان جي ڪاپي ڪين موڪلي ويندي هئي ۽ ائين لنڊن جي وڏي لائبريري جي لائبرين ڊاڪٽر ڪرنڪو جي واسطي سان بہ ڪجھ ڪتاب حاصل ڪيا.

جرمني جي هڪ لائبريري مان صحيح ابن خزيمہ ۽ ڪجھ تفسيرن جي فوٽو ڪاپي حاصل ڪرڻ جي ڪوشش ڪئي پر فوٽو ڪاپي يا ڪتابت جو ڪو انتظام نہ ٿي سگهيو ۽ مان جڏهن بہ ٻاهرين ملڪ ويس اتان ٻيو ڪجھ آندو يا نہ آندو پر ڪتاب ضرور آندا. ڪتابون گڏ ڪرڻ جو شوق مون کي جنون جي حد تائين آهي. منهنجو هڪ مامو لاڙڪاڻي جي ويجهو هڪ ڳوٺ ۾ رهندو هو جنهن جو بہ هڪ ڪتب خانو هو ان جي وفات کان پوءِ ان جي اولاد ۾ ديني علم نہ رهيو هو. هو ڪتب خانو فروخت ڪرڻ لاءِ تيار ٿي ويا ۽ ائين مون انهن کان پورو ڪتب خانو خريد ڪيو.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اهڙي طرح عراق جو هڪ فاضل دوست عبدالحميد سلفي صاحب جيڪو ڪتاب اتي شايع ٿيندو هو ازراه نوازش موڪليندو رهندو هو.

سوال: ڇا ڪنهن دور ۾ اوهان جي لائبريري کي ڪو نقصان به پهتو؟

جواب: جڏهن اسان پنهنجي آبائي ڳوٺ پير جهنڊو کان موجوده ڳوٺ منتقل ٿياسين تنهن دوران ڪتاب ضايع ٿي ويا. شروع ۾ ڪتابن کي ڪجهه اڌوهي به نقصان پهچايو پوءِ اسان ان جي بچاءُ جو بندوبست ڪيو ان کان پوءِ الحمدلله ڪو ڪتاب اڌوهي جي ورنه چڙهيو. ڪجهه ڪتابون چوري به ٿيون اهو اسان لاءِ عجيب معاملو آهي جي ڪنهن کي لائبريري مان استفادي جي اجازت نه ٿا ڏيون ته اسان کي اسان جو ضمير ملامت ڪري ٿو ۽ جي اجازت ڏيون ٿا ته چوري جا واقعا پيش اچن ٿا.

سوال: ڪنهن ڪتاب جي ضايع ٿيڻ يا گم ٿيڻ جي صورت ۾ اوهان کي ڪيتري قدر افسوس ٿئي ٿو؟

جواب: اوهان يقين ڪيو ڪنهن ڪتاب جو چوري ٿيڻ يا گم ٿيڻ تي مون کي ايتري قدر ڏک ۽ افسوس ٿئي ٿو ڄڻ منهنجو ڪو مائٽ فوت ٿي ويو هجي.

سوال: اوهان جي لائبريري اوهان جي خاندان لاءِ خاص آهي يا عوام به ان مان استفادو ڪري سگهي ٿو؟

جواب: ٻاهرين ملڪ ۽ پاڪستان جي دور دراز علائقن مان ماڻهو اچي هن لائبريري مان استفادو ڪن ٿا اسان ڪتاب وسنت جي نشرواشاعت ۽ ان جي فروغ جي نيت سان دين جي خدمت جي جذبي تحت هر اچڻ واري کي سهولت فراهم ڪرڻ جي ڪوشش ڪريون ٿا ۽ اڪثر اهل علم کي اڪثر ڪتاب فوٽو ڪاپي ڪري موڪلي چڪا آهيون.

سوال: اوهان پنهنجي لائبريري مان ڪيترن ڪتابن جو مطالعو ڪيو هوندو؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: مطالعو منهنجي روحاني غذا آهي درس و تدريس ۽ پين ضروري ڪمن کان جيترو وقت بچي ٿو اهو مان مطالعو ڪندو آهيان. اڪثر بيماري کان ڊڄندو رهندو آهيان ڇو جو بيماري ۾ مطالعو ڪرڻ مشڪل ٿي پوندو آهي.

سوال: اوهان ڪهڙي قسم جا ڪتاب دلچسپي سان پڙهندا آهيو؟

جواب: حديث ۽ فن اسماءُ الرجال جي متعلق ڪتاب وڏيڪ دلچسپي سان پڙهندو آهيان شايد اهو رجحان بہ والد صاحب طرفان ورثي ۾ مليو آهي. مان هر روز صبح جو درس ڏيندو آهيان، ان لاءِ پندرنهن تفسيرن جو مطالعو ڪندو آهيان. اڄڪلهہ اناويهون سيپارو هلي رهيو آهي، مان سطحي طور درس نہ ڏيندو آهيان بلڪ هر آيت جي تفصيلي تفسير ڪندو آهيان ڪڏهن ڪڏهن هڪ آيت جي تفسير ۾ بہ ڪيترائي ڏينهن لڳي ويندا آهن.

سوال: ٻاهرين ملڪ ڪٿي ڪٿي وڃڻ ٿيو؟

جواب: انگلينڊ جي لنڊن، برمنگهم ۽ مانچسٽر ۽ آڪسفورڊ سميت ڇهن شهرن ۾ درس جا پروگرام ڪري چڪو آهيان ان کان سواءِ ترڪي هندوستان ۽ سعودي عرب تہ ڪيترائي دفعي وڃي چڪو آهيان.

سوال: ڇا اوهان کي شعر و شاعري سان ڪا دلچسپي آهي؟

جواب: شاعري متعلق علوم پڙهي چڪو آهيان ٿوري گهڻي طبع آزمائي بہ ڪئي آهي.

سوال: شاعري ڪنهن زبان ۾ ڪئي؟

جواب: شروعات ۾ عربي ۾ ڪئي جيڪا سڄي ضايع ٿي وئي گهڻو ڪري سنڌي ۾ ڪئي جيڪا مختلف سنڌي رسالن ۾ ڇپبندي رهي.

سوال: شاهہ عبداللطيف ڀٽائي جو علائقو اوهان جي ويجهو آهي ان متعلق اوهان ڇا ٿا سمجهو تہ ان جي شاعري اصلاحي آهي يا گمراهي ڦيلائي ٿي؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: ان جي اڪثر شاعري اصلاحي آهي بعض اشعار اهڙا آهن انهن جو بہ صحيح مفهوم ورتو وڃي تہ وٺي سگهجي ٿو منهنجي خيال مطابق ان ڳالھ جا قوي امڪان آهن تہ ان ڏانهن منسوب ڪافي شعر ان جا نہ آهن ڪافي غير اصلاحي شرڪيہ شاعري ان ڏانهن منسوب ڪئي وئي آهي. ڪجھ شواهد اهڙا بہ آهن جن جي بنياد تي اهو چئي سگهجي ٿو تہ هو نہ صرف موحد هو پر اهلحديث هو.

جيئن مولانا معين الدين ٺٽوي جيڪو ٺٽي جو رهاڪو هو شاھ عبداللطيف ڀٽائي جو گهرو دوست هو، ان اڪثر مسئلن ۾ حنفين جو رد ڪيو ۽ حديث کي اوليت ڏني.

ان پنهنجي مرڻ کان پهرين وصيت ڪئي تہ سندن جنازو شاھ عبداللطيف ڀٽائي پڙهائي. وفات کان پوءِ ماڻهو پريشان ٿي ويا تہ هو شاھ عبداللطيف ڀٽائي کي ڪيئن وٺي اچن ڇو جو شاھ صاحب ٺٽي ۾ نہ رهندو هو. اتفاقا شاھ صاحب! اچانڪ اتي اچي نڪتو ماڻهن کين پورو ماجرو بيان ڪري ٻڌايو تي پاڻ جنازو پڙهايائون ۽ فرمايائون تہ هاڻي منهنجو هتي اچڻ جو ڪو جواز باقي نہ رهيو. يعني ٻنهي جي ايتري قدر گهري رفاقت هئي. اسان جي آباءُ اجداد کان جيڪي روايتون ملن ٿيون مان اهو معلوم ٿئي ٿو تہ هو نيڪ ديندار ۽ موحد ماڻهو هو.

سوال: چيو ويندو آهي تہ تنبورو شاھ صاحب جو ايجاد آهي ۽ اهو هڪ موسيقي جو آلو آهي جيڪو ڪو ديندار ماڻهو تہ استعمال نٿو ڪري؟

جواب: جڏهن شاعري ان ڏانهن منسوب ٿي سگهي ٿي تہ ايجاد منسوب ڪرڻ ڪهڙو مشڪل آهي جيڪو جنهن مزاج جو هو ان هن کي پاڻ جهڙو پيش ڪرڻ جي ڪوشش ڪئي. توهان غور ڪريو تہ شيخ عبدالقادر جيلاني ڏانهن ڪهڙيون ڪهڙيون ڪهاڻيون گهڙيون ويون آهن. خود نبي صلي الله عليہ وسلم جن ڏانهن ڪافي منت گهڙت ڳالهيون منسوب ڪيون ويون آهن.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: اندرون سنڌ ۾اهل حديث ڪيتري تعداد ۾ موجود آهن؟

جواب: تعداد تہ حوصلہ افزا آهي پر معيار اسان لاءِ لمحہ فڪريہ آهي هاڻي اڳ وانگر نہ آهي جڏهن اهلحديث اٽي ۾ لوڻ برابر هئا. هر ضلعي ۾ اهلحديث مسجد موجود آهي. پر معيار هو آهي جو مون هڪ اهل حديث دوست کان پڇيو تہ ڇا تنهنجو پٽ بہ اهل حديث آهي؟ تہ جواب ڏنو جي ها سائين منهنجو پٽ ڪٽر اهل حديث آهي مون چيو تنهنجو پٽ نماز تہ نٿو پڙهي چيائين ها سائين نماز نہ ٿو پڙهي، پر آهي اهلحديث. هاڻي ٻڌايو؟ مون چيو الله اهڙو پڪو اهل حديث نہ ڪنهن کي نہ ڪري.

سوال: هي غير منتازعہ ڳالهہ آهي تہ انتشار و افتراق جماعت اهل حديث جو تمام وڏو مسئلو آهي ڇا ان جو ڪو حل آهي؟

جواب: الله تعالي کان اميد رکڻ گهرجي نا اميد نہ ٿيڻ گهرجي ۽ نہ ٿي مان نا اميد آهيان پر پنهنجي ضعيفي سبب ان قابل نہ آهيان تہ ان لاءِ ڪجهہ ڪيان.

سوال: ڇا اوهان ڪڏهن سياست ۾ حصو ورتو آهي؟

جواب: اصل ۾ ملڪي سياست منهنجي مزاج سان موافقت نہ ٿي رکي ان لاءِ ان ۾ ڪنهن خاص سرگرمي تائين حصو نہ ورتو مان نہ سياست ۽ دين جي تفريق جو قائل آهيان ۽ نہ ٿي دين ۽ مذهب کي ڪو پرائيويٽ معاملو سمجهان ٿو پر اسان جي سياست جنهن رستي تي هلي رهي آهي ان کي منهنجي دل ڪڏهن ٿي چڪي آهي. ايوب خان جڏهن بہ ڊي سسٽم شروع ڪيو هو ان وقت مان يونين ڪائونسل جي لاءِ اميدوار مقرر ٿيو هئس ۽ الحمدلله ڪامياب بي ٿي ويس ۽ پوءِ يونين ڪائونسل جي چيئرمين جي انتخاب لاءِ ڪامياب رهيس ۽ پوءِ پريہ لاءِ يونين ڪائونسل جو چيئرمين مقرر ٿيس.

پر ان ڪم مون کي گهڻو اپيل نہ ڪيو ۽ پوءِ مان ڪڏهن بہ عملي سياست ۾ نہ آيس.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: تحريڪ پاڪستان لاءِ اوهان جي خاندان جو ڪهڙيون خدمتون آهن؟

جواب: انگريز خلاف تحريڪ خلافت لاءِ اسان جي خاندان تمام وڏو حصو ورتو ايستائين جو اسان جي ڏاڏي سيد رشد شاهه صاحب ڪي ماڻهو پير صاحب خلافت وارا چوڻ لڳا. ڏاڏا مرحوم تحريڪ خلافت سنڌ جا صدر به چونڊيا ويا اسان جي خاندان ۾ انگريزن خلاف شديد نفرت هئي وضع قطع ۾ رهڻي ڪهڻي تائين انگريزن جي مشابهت ناقابل برداشت هئي. اسان جا والد محترم انگريزي طريقي اپنائڻ واري کي سخت ناپسند ڪندا هئا.

هڪ دفعي والد صاحب جماعتي سائين سان حيدرآباد ريلوي اسٽيشن تي ٽرين جو انتظار ڪري رهيا هئا. ان دوران هڪ ڏاڙي ڪوڙيل همراه والد صاحب سان ملڻ آيو ته والد صاحب ويٺي ويٺي به اڱريون اڱيان وڌائي مصافحو ڪيو جماعتي سائين مان ڪنهن عرض ڪيو ته سائين هي سيدغلام مرتضيٰ شاهه جي ايم سيد آهن. ان جو مطلب هو ته جو سيد آهن ان لاءِ احترام مان اٿي عزت سان ملڻ گهرجي. والد صاحب ڪاوڙ ۾ اچي ويو ۽ چيو ته مون کي ڪهڙي خبر ته هي ڪو سيد آهي يا هندن جي ڪنهن ماڊرن فيملي جو رڪن وضع قطع ۾ ته ڪو به اسلامي طريقو نه آهي. تنهن تي جي ايم سيد چيو سائين ڇا ڪيون؟

انگريز آفيسرن سان ملڻو ٿو پوي انهن ۾ ڪم ڪار پون ٿا جي اسان اسلامي طريقو اختيار ڪيون ٿا ته اها عزت نه ٿي ملي. والد صاحب جواب ڏنو ته منهنجي وضع قطع اوهان جي سامهون آهي پاڻ ٻئي ڪليڪٽر وٽ هلون ٿا ڏسون ته هو پهرين ملاقات لاءِ ڪنهن سان ملي ٿو مون سان ويا اوهان سان. تنهن تي جي ايم سيد لا جواب ٿي ويو ۽ والد محترم صاحب فرمايو ته عزت الله ۾ ان جي رسول ﷺ جي پيروي ۾ آهي نه ڪي غيرن جي رنگ ڍنگ اختيار ڪرڻ ۾ اهڙي طرح اسان جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاندان پنهنجي وس آهر انگريزن جي خلاف تحريڪ هلائيندو رهيو ۽ انگريزن جي خلاف مسلمانن جي هر تحريڪ ۾ حصو ورتو.

سوال: پاڪستان ٺهي ويو؟ اوهان انگريزن جي دور ۾ ۽ اڄ جي دور ۾ ڪهڙو فرق محسوس ڪيو ٿا؟

جواب: انگريزن کان آزادي حاصل ڪئي ڇڻ ته اسلام جي اوامرونواهي اسلامي غيرت ۽ اسلامي تهذيب وتمدن تي عمل جي آزادي حاصل ڪئي. مان سمجهان ٿو ته ان کان وڌيڪ المناڪ حقيقت ڪا نه آهي ته جنهن نظام زندگيءَ کان ڇوٽڪارو حاصل ڪرڻ لاءِ وڏي عرصي تائين انگريزن سان وڙهندا رهياسين ان جي وڃڻ بعد ان نظام کي وڌيڪ ڪمزورين سان پاڻ تي مسلط ڪري ڇڏيو آهي.

انگريزن جي دور ۾ مسلمانن جي حميت و غيرت ڏسڻ لائق هئي هڪ هندو نبي صلي الله عليه وسلم جن جي شان اقدس ۾ گستاخي جي حرڪت ڪئي. حيدرآباد جو هڪ نوجوان عبدالقيوم پٺاڻ جنهن اجان نئين نئين شادي ڪئي هئي ان کي خبر پئي ته هڪ هندو نبي صہ جن جي شان ۾ گستاخي ڪئي ۽ ان تي ڪورٽ ۾ ڪيس هلي رهيو آهي ته اهو پيشي واري ڏينهن ڪورٽ ويو. مجرم پوليس جي سخت پهري ۾ ڪٽهڙي ۾ پيش ڪيو ويو. هزارين مسلمان فيصلي جي انتظار ۾ هئا ان دوران اهو نوجوان برق رفتاري سان مجرم ڏانهن وڌيو ۽ ان پيٽ ۾ خنجر وهائي ڪيڏي ۽ نعرو هينو ته نبي صلي الله عليه وسلم جن جي گستاخ جي سزا ان کان سواءِ بي ڇا ٿي ٿي سگهي.

انگريز دور ۾ مسلمانن جي ديني غيرت جو اهو حال هوندو هو ۽ اڄ جي دور ۾ اسلامي مملڪت ۾ هڪ اسلام دشمن جي ايم سيد هڪ ڪتاب لکيو. (جيئن ڏٺو آهي مون) ان ۾ الله تعالي جي ذات نبي صہ ۽ اسلام تي ايترا حملا ڪيا جيڪي ڪنهن هندو خواب ۾ به نه ڏٺا هوندا هي ڪتاب اسلامي مملڪت ۾ وڏي تعداد ۾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڏڍا ڏڙ ڇپجي پيو ڪنهن مسلمان جي رت ۾ جوش نہ آيو نہ ڪنهن جي ڪن تي ڪا جون رينگي نہ ڪنهن جي ايماني غيرت جاڳي. ائين ڇا جي لاءِ آهي جو هو هندو هو ۽ هي پنهنجو پاڻ کي مسلمان پيش ڪري ٿو ۽ پنهنجي پاڻ کي سيد سڏرائيندي بہ نہ ٿو شرمائي.

افسوس اڄ مسلمانن جي سوچڻ جو پيمانو بدلجي چڪو آهي. ان وقت مسلمانن جي سوچ بلندي تي پهتل هئي جنهن جي منفي نتيجو نڪرڻ فطري عمل هوندو جنهن جو تصور اسان لاءِ سوئان روح آهي.

حالت اها آهي جو مون ڪجهہ مولوي حضرات کي چوندي ٻڌو تہ جي ايم سيد بدعقيدو ۽ بدڪردارئي صحيح پر سنڌين جي حق ڳالهائي تہ ٿو.

هندو جي ڪتاب تي انگريز حڪومت مسلمانن جي احتجاج ۽ تقاضي ـ جي پيش نظر پابندي هٽي ڇڏي هئي پر اڄ جي اسان نام نهاد اسلامي حڪومت کي اسلام دشمن جي ايم سيد جي ڪتاب تي پابندي هٽڻ جي توفيق نہ ٿي.

سوال: اڄ بدعنوانيون بہ انگريز جي دور کان وڌيڪ آهن؟

جواب: انگريز جي دور ۾ گهٽ ۾ گهٽ جائز ڪم لاءِ رشوت نہ ڏنٽي پوندي هئي وڏين انگريز آفيسرن جو واقعو مون کي ياد نہ آهي هنن ڪا رشوت ورتي هجي، البتہ ننڍا آفيسر ڪلرڪ وغيره جيڪي مقامي ماڻهو هوندا هئا سي اهڙي ڏي وٺ ڪندا هئا پر اهي بہ ائين زبردستي تنگ ڪري نہ وٺندا هئا جهڙي طرح اڄ جي جائز ڪم لاءِ بہ رشوت ڏيڻ لاءِ تنگ ڪيو وڃي ٿو. اڄڪلهہ تہ آفيسرن جو بہ اهو حال آهي جو جيستائين مٺ گرم نہ ڪجي سڌي منهن سان ڳالهائين بہ نہ ٿا. اسان جي ملڪ ۾ ڪرپشن رت وانگر داخل ٿي چڪو آهي. پر اهو ٿي مولانا حالي جي قول وانگر (مگر مومنون پي ڪشاده هين راهين) ۽ جيتري قدر اسلام جي مخالفت ڪن. آهن پوءِ بہ مسلمان (نہ اسلام بگڙي نہ ايمان جائي)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال: ٻڌو آهي تہ هتي اندرون سنڌ ۾ ڇوڪرين جو قرآن سان شادي ڪرڻ جو رواج آهي؟

جواب: اهو رواج پهرين گهڻو هو هاڻي ايترو نہ آهي. گهڻو سردار ۽ گدي نشين پنهنجي جوڙ جي رشتي نہ ملڻ تي معاذ الله قرآن مجيد سان پنهنجين نياڻين جو نڪاح ڪندا هئا افسوس ناڪ ڳالهہ اها آهي جو نياڻيون وڏي عمر کي پهچي وڃن ٿيون سندن مٿي ۾ اڇا وار پئجي ويندا آهن ۽ اهي ائين ئي دنيا مان هليون وڃن ٿيون.

ڪجهہ ماڻهو تہ ان خوف کان پنهنجين نياڻين جي شادي نہ ٿا ڪرائين تہ سندن جائيداد تقسيم ٿي نہ وڃي. جيڪو شرعا قانون ۽ ڪنهن بہ طرح جائز نہ آهي.

اسان جي خاندان ۾ پهرين اهو رواج هو تہ عورت بيوه ٿي وڃي تہ ان جي ٻي شادي نہ ڪرائي ويندي هئي پوءِ ڀلي اها جوان ڇو نہ هجي.

پر اسان جي پڙڏاڏي ڏاڏي ان رواج خلاف جهاد ڪيو ۽ ائين اڄ اهو رواج اسان جي برادري مان ختم ٿي چڪو آهي.

سوال: اندروني سنڌ ۾ تعليمي خستہ حالي جي وجهہ ڇا آهي؟ ديني ۽ عصري تعليم ٻنهي جي حصول جو رجحان تمام گهٽ آهي؟

جواب: جي ها حقيقت آهي تہ سنڌ تعليمي اعتبار کان پوئتي پيل صوبو آهي. حيرت جي ڳالهہ آهي تہ سنڌ باب الاسلام آهي برصغير ۾ سنڌ اتان داخل ٿيو. پر هتي ديني تعليم حاصل ڪرڻ جو شوق ختم ٿي چڪو آهي سنڌ ۾ تعليم جي راه ۾ جاگيردار وڏاير ۽ گدي نشين تمام وڏي رڪاوٽ بڻيل آهن انهن کي خبر آهي تہ جي سنڌي عوام تمام تعليم حاصل ڪئي تہ هنن جي سرداري ۽ پيري مريدي ختم ٿي ويندي ان لاءِ اهي تعليم جي راهہ ۾ رڪاوٽ بڻيل آهن هن وقت سنڌ ۾ اڪثر سرڪاري اسڪول وڏيرن جا اوطاق بڻيل آهن ۽ انهن جا استاد ٻارن کي پڙهائڻ بجاءِ انهن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وڏيرن جي خدمت ۾ مصروف آهن. جي ڪو استاد پنهنجي فرض شناسي جو مظاهرو ڪري ٿو ته اهو جلدي تبديل ڪرايو وڃي ٿو.

سوال: ان مسئلي جو حل ڇا آهي؟

جواب: حل اهو آهي ته مقامي ماڻهو پنهنجو ڪردار ادا ڪن ۽ تعليمي ادارن جي سرپرستي ڪن اسڪولن ڪولڻ حڪومت جو ڪم آهي جيڪو ڪنهن حد تائين حڪومت ڪري رهي آهي. پر جي مقامي ماڻهو انهن سرپرستي ۽ خيال نه رکندا ته اهي ادارا پنهنجي مقصد ۾ ڪڏهن به ڪامياب نه ٿي سگهندا.

سوال: اوهان پنهنجي مدرسي سان گڏ اورنٽيل ڪالج قائم ڪيو هو؟

جواب: جي ها. اسان جي بعض دوستن اسان کي مشورو ڏنو هو ته جامعه دارالرشاد سان گڏ هڪ حصو ڪاليج لاءِ به وقف ڪيو وڃي ته جيئن اهي ماڻهو اهي ماڻهو جيڪي مدرسي ۾ نه ٿا اچن اهي عصري تعليم لاءِ مدرسي ۾ اچن ۽ انهن کي مدرسي جي ماحول سان به محبت پيدا ٿئي. هو نئين به سنڌ ۾ ڪاليج تمام گهٽ هئا ۽ ڪيترائي شاگرد داخلائن کان محروم رهجي ويندا هئا. پوءِ جڏهن اسان ڪاليج قائم ڪيو ته پري پري جا شاگرد هتي اچڻ لڳا جتي سکر ۽ حيدرآباد جا شاگرد به هن ڪاليج جي واسطي سان سنڌ يونيورسٽي ۾ پنهنجو فارم جمع ڪرائيندا هئا. جڏهن ته امتحان سنڌ يونيورسٽي جي تحت ٿي ورتا ويندا هئا ان ڪاليج جو پرنسپل مان خود هئس. اٺن سالن تائين اهو ڪاليج ڪم ڪندو رهيو ان دوران ذوالفقار علي ڀٽو جو دور آيو جنهن اچڻ سان تعليمي ادارن ۽ ڪارخانن کي قومي تحويل ۾ وٺڻ شروع ڪيو. جيتوڻيڪ اسان کي خبر هئي ته هاڻي اڳتي ڪاليج سان ڪهڙو حشر ٿيندو تنهن ڪري اسان ان کي پهرين ئي بند ڪري ڇڏيو جنهن جا ڪجهه ٻيا سبب به هئا.

سوال: اوهان پنهنجي زندگيءَ ۾ ڪنهن شخصيت کان گهڻو متاثر ٿيا آهيو؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: مان پنهنجي والد صاحب کان تمام گهڻو متاثر ٿيو آهيان ان جو اهو سبب هرگز نہ آهي تہ هو منهنجو پيءُ آهي بلڪ مان هن جي علم ۽ عمل جي ڪري ان کان متاثر ٿيو آهيان مان حلفن چوان ٿو تہ مون سيد احسان الله شاهہ جهڙو ماڻهو تقويٰ ۽ پرهيزگاري ۾ نہ ڏٺو ان سڄي گهر کي اسلامي طرز تي گامزن ڪيو آهي.

مون سندن علم و عمل کان تمام گهڻ حاصل ڪيو آهي ڇو جو جڏهن ان جي وفات ٿي ان وقت مان تمام ننڍي عمر جو هئس پر ان جي شفقت ۽ پر اخلاص تربيت جو اثر اڄ بہ مان پاڻ تي محسوس ڪيان ٿو.

سوال: دعوت ۽ تبليغ جي ڪم کي وڌيڪ سٺو ڪرڻ لاءِ اوهان وٽ ڪهڙي تجويز آهي؟

جواب: اسوه رسول الله صلي الله عليہ وسلم جي دعوت بہ اسوه رسول مطابق ڏيڻ گهرجي. دين ۾ ڪٿي بہ تشدد ۽ زبردستي نہ آهي. اڄڪلهہ فتويٰ بازي تمام گهڻي ٿي چڪي آهي هڪ دوست مان ان جو نالو نہ ڪٺندس چوندو سيئي اهل احديث بہ ان جي نظر ۾ مسلمان نہ آهن.

جيڪي ماڻهو دين جي دعوت ۾ حڪمت کان ڪم نہ ٿا وٺن اهي بجاءِ دين جي فروغ جي ان جي رستي ۾ رڪاوٽ جو سبب بڻجن ٿا ۽ پنهنجي طرز عمل کان ماڻهن کي پنهنجي دعوت کان متنفر ڪري ڇڏين ٿا. هر هڪ گروپ ان مسلمين تي پنهنجو قبضو جمائي ٿو ۽ اهو هڪ حصو بہ اهل اسلام مان حق تي رهندو. اهو ئي جنتي هوندو تہ ان گروه ۾ شموليت اختيار ڪرڻ کان سواءِ ان جي نالي سان چنبڙي وڃڻ خلاف فطرت آهي. نبي صہ جن جي فرمان مطابق اهو هڪڙو گروه هوندو تہ لازما ان جو ڪو نالو بہ هوندو. جنهن مان ان جي سڃاڻ ٿي.

حق اهو آهي تہ اهو جماعت اصل مسلمين صرف ۽ صرف اهل حديث آهي ان مسئلي تي شڪ نہ ڪرڻ گهرجي ۽ اهو نالو ئي اختيار ڪرڻ گهرجي.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شيخ عبدالقادر جيلاني رحہ چوي ٿو تہ:

اهو گروہ ئي اهل سنت آهي.

• هڪ مبلغ لاءِ صابر هئڻ نهايتي ضروري آهي جيڪو شخص پنهنجي ڪاوڙ تي ڪنٽرول نہ ٿو ڪري سگهي اهو ڪڏهن بہ دعوتي ميدان ۾ ڪامياب نہ ٿو ٿي سگهي.

هي هڪ تجربي جي ڳالهہ آهي ۽ تاريخ گواہ آهي تہ ماڻهو دعوت حق جي مخالفت ۾ تمام سخت آهن. بجاءِ انهن جي اصلاح جي مايوس ٿيڻ جي انهن جي مستقل مزاجي تي ڪم ڪجي ۽ ائين جي اهي حق تسليم ڪري وٺن تہ دعوتي ميدان ۾ وڌيڪ متحرڪ ٿي ڪم ڪن ٿا. سيدنا عمر فاروق رضہ جيڪو دعوت حق ڪي ختم ڪرڻ لاءِ ننگي تلوار کڻي نڪتو هو جڏهن اسلام قبول ڪيائين تہ اسلام لاءِ پنهنجو سڀ ڪجهہ قربان ڪري ڇڏيائين يقينن ڪجهہ ماڻهو ضدي ۽ هٺ ڌرمي بہ آهن پر سيئي ڪي سان هڪ جهڙو پيش اچڻ بہ صحيح نہ آهي.

سوال: صراط مستقيم جي واسطي سان اهل حديث عوام ڪي ڪو پيغام ڏيندا؟

جواب: منهنجو پيغام اهو آهي تہ ڪتاب ۽ سنت ڪي مضبوطي سان پڪڙ جي ڪتاب و سنت کان ڪاميابي لاءِ شرط ان ڪنتم مومنين آهي ۽ مومن قرآن و سنت ڪي پٺ نہ ٿو ڏئي.

ماخوذ (ماهناما صراط مستقيم ڪراچي)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنڌيڪار: محمد خان محمدي ملڪاڻي شريف

احوال حياتي

سوال:1 سائين جن جي پيدائش ڪٿي ۽ ڪهڙي سال ۾ ٿي ۽ اوهان جي والد معظم جن جي علمي ۽ بابرڪت زندگيءَ ڪان بہ واقف فرمائيندا؟

جواب: منهنجي پيدائش اسان جي آبائي ڳوٺ پيرجهنڊو (1) ۾ ٿي هئي، جيڪو هن ڳوٺ ڪان (جنهن ۾ هن وقت اسين رهون ٿا) ڏکڻ طرف ٻن فرلانگن جي مفاصلي تي قومي شاهراه تي آباد آهي، اسين اصل اتي رهندا هئا سون بعد ۾ ان ڳوٺ مان لڏي اچي هت ويناسون (2) ڳوٺ ڇڏڻ جو سبب هي هو تہ اسان جي والد ماجد (سيد فضل الله شاه عرف احسان الله شاه راشدي) رحمتہ الله عليہ جن ۽ اسان جي چاچن (3) (پير سائين ضياالدين شاه راشدي رحہ وغيره) جن جا پاڻ ۾ اختلاف ٿي پيا، اهو اختلاف وڌندو ويو ان اختلاف کي نبيرڻ لاءِ ان جو فيصلو براٽي ڪانونسل ويو ۽

_اسان جو جماعتي ساٿي پروفيسر مولابخش محمدي صاحب هڪ معروف اديب مضمون نگار (ليکڪ) آهن جن جا مضمون تقريبن اڪثر رسالن ۾ ڇپيندا رهندا آهن. اللهم زدفزد پروفيسر مولابخش محمدي صاحب کي محب الله شاه رحہ صاحب کان تمام گهڻي محبت هئي ۽ شاه صاحب رحہ پاڻ کي پٽ سمجهندا هئا ۽ موصوف فراغت بہ شاه صاحب جي مدرسي مان حاصل ڪئي. پروفيسر صاحب شاه صاحب کان ذاتي زندگي بابت 10 سوال ڪيا هئا. جن جو جواب شاه صاحب تفصيل سان ڏنو هيو. جيڪي وڏن علمي نڪتن تي مشتمل آهن. ان ڳالهہ کي ڏسندي جناب مولانا محمدخان محمدي صاحب جيڪي سنڌي جا وڏا اديب آهن ۽ شخصيت تي لکڻ سندس پسنديدا مشغلو آهي، انهيءَ مضمون کي جديد سنڌي ۾ پڙهندڙ پاڻرن لاءِ پيش ڪيو آهي ۽ انهيءَ مضمون کي محمدخان محمدي صاحب حاشيو لڳائي وڌيڪ خوبصورت بڻائي ڇڏيو آهي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتان فيصلو اسان جي چاچن جي حق ۾ ڏنو ويو (4) اهو فيصلو ڪيئن ڏنو ويو ۽ انگريز حڪومت اسان جي چاچن جي حق ۾ اهو فيصلو ڪيئن ڏنو سو هڪ ڏکو بيان آهي جنهن جي تفصيل جي هتي گنجائش نہ آهي. آئون (راقم الحروف سيدمحب الله شاهہ الحسيني الراشدي) 29 محرم الحرام آچر رات پرهہ ڦٽيءَ کان اڳ 1340 سن هجري ۾ ڄائو هئس اها تاريخ عيسوي سن جي اعتبار سان 2آڪٽوبر 1921ع آهي. الحمدللہ_ الله تبارڪ وتعاليٰ جي فضل وڪرم سان اسان جي پوري خاندان جو طريقو ڪتاب وسنت تي عمل جو رهيو آهي اسان جي (خاندان) جو مورث اعليٰ حضرت پير سائين محمد راشد شاهہ رحمتہ الله عليہ (5) (جنهن ڏانهن راشدي خاندان منسوب آهي) کان وٺي هيستائين اهو ئي نمونو ۽ طريقو رهيو آهي البتہ اها ڳالهہ ضرورهئي جو انهن کي جيتري قدر ڪتاب وسنت جي وڌيڪ معلومات ۽ ڄاڻ ٿيندي وئي اوترو ان جي مطابق پاڻ کي ان مطابق عمل ڪرايائون ۽ حق جي رستي جي معلوم ڪرڻ کان بعد بنا پس وپيشي جي پنهنجي اڳوڻي حقيقت (موقف) کي ترڪ ڪري حق وارو رستو اختيار ڪندا هئا. ان جا مثال اسان جي خاندان جي هر فرد بابت ڪيترائي آهن. ليڪن طوالت جي سبب في الحال هتي ذڪر ڪرڻ جو ڪو خاص سبب نہ آهي ۽ اها علمي زندگي تڏهن پنهنجي عروج کي پهتي جڏهن اسان جي جدامجد (6) رحمتہ الله جو دور آيو جن هي مدرسو (**مدرسہ دارالرشاد**) بہ قائم ڪيو (7) ۽ هڪ لاجواب ڪتبخانو(8) جو بہ پايو رکيو. ڪتبخاني ۾ اهي اهي قيمتي ۽ ناياب ڪتاب آڻي رکيائون جيڪي پوري دنيا خاص ڪري برصغير پاڪ و هند ۾ مشڪل سان دستياب هئا. خيراهو دور تہ برابر عروج جو هو ليڪن اسان جي ڏاڏي (پير سائين سيد رشد الله شاهہ رحہ) جي وفات وقت آئون صرف ڏهن مهينن جو هئس. تنهنڪري مون پاڻ کي مشاهدي طور تي اسان جي ڏاڏي متعلق ڪا بہ معلومات نہ آهي. البتہ جيڪي ڪتاب لکي ڇڏي ويا آهن انهن مان پتو پوي ٿو تہ ڪين الله تعاليٰ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڪيڏو نہ وڏو ۽ وسيع علم عطا فرمايو هو ۽ سندن ڪتاب وسنت سان ڪيڏو نہ شغف هو. تقريبا هر ان مسئلي تي جو حديث جي برخلاف حنفي علماءَ ۾ رائج هو ان جي رد طور ڪتاب لکيو اٿن مثلا سيني تي هٿ ٻڌڻ، جمع نماز جو شهرن ۽ واهڻ (ڳوٺن) ۾ حق هجڻ، بغير ولي جي اجازت جي نڪاح ناجائز هجڻ ۽ ٻيا بہ ڪيترائي مسئلا آهن ۽ بدعتين جي برخلاف علم غيب جي رد ۾ هڪ ضخيم سنڌي (زبان) ۾ ڪتاب لکيو اٿن ۽ وحدة الوجود جو عقيدو رکڻ وارن جي رد ۾ ڪيترائي ڪتاب آهن ان کانسواءِ ٻيا بہ ڪيترائي مسئلا حديثن مان ثابت ڪيا اٿن، ڪي ڪتاب فن رجال تي بہ لکيا اٿن بهرحال سندن علمي ڪارنامن جو پتو اسين سندن لکيل ان تصنيفات (9) مان معلوم ڪري سگهون ٿا تاهم اڄ بہ ڪيترائي سندن صحبتي موجود آهن جن کي سندن انهن ڳالهين جي پوري ڄاڻ آهي ان کان پوءِ اسان جي والد ماجد جو زمانو آيو (10) ۽ ان دور ۾ اگرچہ اسان جي چاچن سان ڪن مسئلن ۾ اختلاف ۽ جهڳڙا هئا اسان جي والد ماجد رحمہ الله تي مقدما دائر ٿيا، ۽ پوءِ اسان لڏي هتي اچي وينا سون (هتي اچڻ کان) تقريبا ڏيڍ سال بعد (1358هـ1938ع ۾) پاڻ هن دنيا مان رحلت ڪيائون ۽ ان وقت منهنجي عمر پندرهن يا سورهن سال هوندي تاهم ان بي اطميناني، مقدمن، تڪرارن ۽ جهڳڙن جي باوجود هنن اکين جيڪي ڏٺو سو جيڪڏهن ڪو شخص مسجدالحرام جي رڪنن ۽ مقام ابراهيم جي وچ ۾ بيهاري قسم ڏئي مون کان پڇي تہ جيڪر اهو چوان تہ هنن اکين اهڙو مڙس خواهہ تقويٰ جي اعتبار سان خواهہ ڪتاب وسنت سان شغف رکڻ جي حيثيت سان ڪو بہ ڪونہ ڏٺو آهي ۽ ڪٿي بہ نہ تان جو حرمين شريفين ۾ بہ نہ. جيڪڏهن سندن زندگي متعلق تفيصل سان ويهي لکجي تہ هڪ مستقل ڪتاب تيار ٿي وڃي ليڪن نہ ايترو وقت آهي نہ هت اها گنجائش. انهيءَ ڪري هت آئون صرف سندن چند واقعات يا معمولات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قلمبند ڪريان ٿو جن مان ٿي توهان سندن علمي زندگيءَ بابت بخوبي اندازو لڳائي سگهو ٿا.

(الف) حديث ۽ ان جي علوم وفنون خصوصا فن رجال متعلق ڪين ايڏو شوق هو جوان وقت تاريخ بعداد خطيب بغداديءَ (متوفي 463هه) واري جيڪا اجان ڇپي به نه هئي اها لنڊن مان (ان جو فوٽو اسٽيٽ ڪرائي) گهرايائون جنهن تي ان وقت چوڏهه سو روپيه خرچ ٿيا هئا ان دور ۾ ان وقت جي حساب سان هڪ روپيه جي ڇا قدر و قيمت هئي؟ جنهن جي اوهان کي خبر هوندي اهو ڪتاب جنهن تي ايترو خرچ ڪري گهرايائون، بعد ۾ جڏهن اهو چوڏهن جلدن ۾ ڇپيو ته ان وقت ان جي قيمت صرف اٺاويهه روپيه هئي، ان مان اندازو لڳايو ته انهيءَ ڪتاب جي شوق ڪين ڪيترو خرچ ڪرايو. اهڙي طرح دمشق مان تاريخ اصبهان (امام ابونعيم اصبهاني متوفي 430هه) جو به فوٽو اسٽيٽ وناٽي جيڪا ٻن جلدن ۾ هئي اها به گهرايائون ۽ اهي ٻئي ڪتاب فوٽو اسٽيٽ خواهه ڇپيل صورت ۾ اسان جي ڪتب خاني ۾ اڄ به موجود آهن ان کان علاوه مصر ۽ شام ملڪن ۾ ڪيترائي ليکڪ هوندا هئا جيڪي سندن پاران معقول اجرت ۽ وظيفي تي ڪيترائي قيمتي ۽ اڻ لڀ حديث ۽ فن رجال جا ڪتاب مصر ۽ شام وغيره جي ڪتب خانن مان نقل ڪري پيا اماڻيندا هئا، ۽ اهڙي طرح ڪافي مخطوطات جو ذخيرو اسان جي ڪتب خاني ۾ جمع ٿي ويو هو ۽ ڪن هنڌن تي وري پنهنجا خاص ڪاتب يا ماڻهو موڪليندا هئا مثلا اسان جو استاد مولوي محمد اسماعيل پناڻ مرحوم (11) کي حيدرآباد دکن(12) موڪلي اتان ڪان ڪتاب نقل ڪرايائون، ان ڪانپورءِ اسان جو دوست ۽ محسن قاضي لعل محمد جو سندن خاص صحبتي ۽ سفر و حضر جو ساٿي جيڪو عالم ۽ طبيب به هو ان کي مختلف لائبريرين ۽ ڪتب خانن ڏانهن اماڻي حديث ۽ فن حديث جا قيمتي ۽ اڻ لڀ ڪتاب نقل ڪرايائون اسان ڏٺو ته اسان جي والد معظم کي جيڪڏهن ڪو شوق آهي ته اهو صرف ڪتابن جو ٿي آهي انهيءَ کان سواءِ ٻيو ڪو به شوق ۽ ذوق نه هو. اهوئي سبب آهي جو ڪين الله سائين رجال جي فن ۾ اهو ادراڪ ۽ مهارت عطا فرمائي هئي جو جڏهن حضرت مولان ثناء الله امر تسري صاحب مرحوم......(13) اسان جي والد ماجد رحمة الله عليه سان ملڻ لاءِ آيو هو ۽ ساڻس علمي گفتگو پڻ ڪيائين ۽ جڏهن واپس ويو ته چوندو هو ته هن وقت جيڪڏهن ڪو حديث ۽ فن رجال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو امام آهي تہ پير احسان الله شاھ راشدي آهي يعني اسان جو والد رحمتہ الله ان طرح اسان جي والد صاحب بہ كتابن جو كافي ذخيرو جمع كيو. حيدرآباد دكن وارن المستدرك للحاكم (ابوعبدالله محمدبن عبدالله نيساپوري متوفي451ھ) شايع كيائون. شايع كرڻ وقت انهن كي مختلف هنڌن تان مستدرك حاكم جا قلمي نسخا مليا هئا جن مان هك نسخو اسان جي (والد صاحب جي) كتب خاني مان بہ مليو هو. حيدرآباد دكن وارن پنهنجي مطبوع كتاب (نسخي) ۾ اها تصريح كئي آهي تہ اسان كي جيكي بہ قلمي نسخا مليا آهن انهن سڀني مان پير احسان الله شاھ راشديءَ وارو نسخو زياده صحيح آهي. ..(صـ14) اهڙيءَ طرح جڏهن سنن كبري للبيهقي حيدرآباددكن وارن شايع كريو تہ ان جو بہ هك قلمي نسخو انهن كي اسان جي كتب خاني مان مليو جنهن جو بہ انهن اظهار پنهنجي مطبوع كتاب ۾ كيو آهي .....(صـ15) ان كان پوءِ حيدرآباد دكن وارا جيستائين اسان جو والد معظم رحہ جن زنده هئا ۽ جڏهن بہ كو كتاب كهڙي بہ فن جو هجي شايع كندا هئا تہ ان جو هك مطبوع نسخي جي كاپي ضرور اسان جي والد صاحب كي موكليندا هئا.

خانپور پنجاب ۾ هك (ديني) جلسو هو جنهن ۾ خاص طور كين شركت لاءِ دعوت ملي هئي. ۽ پاڻ خانپور ويا آئون بہ ساڻس گڏ هئس اتي جيكا پاڻ تقرير كيائون اها اسان وٽ لكيل صورت ۾ موجود آهي جيكا جلسي ۾ شريك سڀني سامعين كي ڏاڍي پسند آئي. سندن هك كتاب بنام "**المقالة المحبوبة في الدعا بعد صلوة المكتوبة**"جيكو عربي ۽ اردو ۾ گڏيل لكيل آهي جيكو قلمي صورت ۾ آهي. اجا تائين ڇپيل كونهي (16) هك رسالو بنام "**في تقبيل ايدي الكرام**" لكيو هئائون مگر افسوس جو اهو رسالو اسان جي غفلت سبب ضايع ٿي ويو. اهڙي طرح حديث جي مشهور كتاب سنن ابن ماجہ جي شرح بہ لكڻ شروع كئي هئائون جنهن جا چند باب لكيائون پر مسلسل بيمار رهڻ، خانداني تنازعن ۽ بي اطمينانيءَ سبب اها شرح پوري نہ كري سگهيا. پاڻ جيكا شرح كئي هئي ساهك بهترين جامع مدلل ۽ تحقيق واري هئي، مون بہ اها شرح ڏٺي هئي ليكن افسوس تہ هينئر اهي اوراق هٿ كو نہ ٿا اچن گم ٿي چكا آهن

(ب)__ اسان جي مدرسي (دارالرشاد) ۾ مدرسين يا استاد طور پڙهائيندڙن جي متعلق اهو قيد ياشرط نہ هو تہ مدرس صرف اهل حديث هجي بلك هن مدرسي ۾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سندن زماني ۾ (جيئن تہ اسان مشاهدو ڪيو تہ) اهل حديث خواه حنفي مسلڪ مدرس پڙهائيندا هئا، ۽ ايندا بہ رهندا هئا، ليڪن ان جي باوجود سندن طريقو هوندو هو تہ عصر (وچين) نماز پڙهڻ کان پوءِ پاڻ هميشہ مسجد ۾ ئي ويهي رهندا هئا، (مغرب جي نماز تائين) پوءِ اتي هاسيڪار ڪو ديني مسئلو يا بحث ڇيڙي پوءِ ان مسئلي متعلق انهن مدرسين ۽ علمائن سان ڳالهہ ٻولهہ ڪندا هئا ۽ بحث مباحثي ۾ حصو وٺندا هئا. ان جو نتيجو اهو نڪرندو هو جو حنفي مسلڪ وارا مدرس يا استاد اهل حديث بڻجي پوندا هئا. ان کان علاوه مدرسي جا طالب علم بہ سندن صحبت ۽ گفتگو ۾ اچي ويهندا هئا. سندن صحبت جو اثر بہ اهي قبول ڪري وٺندا هئا ان دور جو هڪ واقعو مون کي ياد آهي تہ اسان جي مدرسي ۾ هڪ بنگالي شاگرد سميرالدين نالي پڙهندو هو ان تي"مرگهيءَ" جو اثر بہ هو جنهن جي اسان جي والد ماجد رحمۃ الله عليہ سان صحبت هئي ان صحبت جو اهو اثر ٿيو تہ ان شاگرد رفع اليدين شروع ڪري ڏني ڪجهہ وقت بعد ان شاگرد وري رفع اليدين ڪرڻ ڇڏي ڏني، ڪجهہ وقت کان پوءِ شايد ظهر جي نماز بعد اسان جي والد عليہ الرحمۃ طالب سميرالدين ڏي منهن ڪري چيو:

تہ سميرالدين!

توهان نماز ۾ رفع اليدين ڪرڻ جو ڇڏي ڏنوَ؟

جواب ۾ سميرالدين چيو تہ سائين مولوي حميدالدين چوي ٿو تہ اهو اسان جي امام ابوحنيفہ رحہ (متوفي 150هہ) جو مذهب ڪونهي اسان جي والد صاحب فرمايس تہ قيامت جي ڏينهن توکان رسول الله صلي الله عليہ وسلم جن جي پيرويءَ بابت پڇاڻيندي يا امام ابوحنيفہ رحہ جي مذهب بابت.؟

جڏهن آخرت ۾ بہ اسان کان الله جي رسول الله صلي الله عليہ وسلم جي اتباع بابت پڇاڻيندي تہ اسان کي اتباع بہ سندن ئي ڪرڻي آهي نہ ڪي ڪنهن ٻئي جي خواهہ اهو امام ابوحنيفہ هجي يا شافعي يا ڪو ٻيو.

ان طرح ان شاگرد کي وري سنت جي اتباع ڏي وراڻڻ جي ڪوشش ڪياڻون ان واقعي دوران آئون موجود هئس، اسان پڻ مان جيڪڏهن ڪو ان طرح جي سنت(يا ٻي ڪنهن بہ سنت) ۾ ڪا ڪوتاهي ڪندو هو تہ فورن ان کي تنبيهہ ڪندا هئا ۽ ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڪان سخت پڇاڻو ٿيندو هو تہ ڇو فلاڻي سنت ڇڏي اٿئي؟ هڪ ڀيري سانجهي جي نماز فرض پڙهڻ ڪان پوءِ جماعت ڏانهن منهن ڪري پاڻ فرمايائون ان وقت مسجد شريف ۾ ڳوٺ جا ماڻهو، مدرسہ جا استاد ۽ شاگرد سڀئي موجود هئا، تہ هن نماز جون بعد واريون سنتون پاڻ سڳورن صلي الله عليہ وسلم جن پنهنجي گهر وڃي پڙهيون آهن. (صـ17) توهان اهو خيال نتا ڪريو تنهنڪري گهرن وارا گهرن ۾ وڃي پڙهن ۽ اوطاقتن وارا پنهنجن اوطاقن ۾ ۽ اهري طرح جيڪو جتي رهندڙ هجي. (عارضي طورئي صحيح جيئن ٻاهران آيل مدرسي جا استاد مدرسي ۾ پنهنجي ڪمرن ۾ اتي وڃي پڙهن. اهڙي تاڪيد سان امر (حڪم) فرمايائون جنهن ڪري سڀئي ماڻهو مولوين سوڌا مسجد مان ٻاهر نڪرڻ لڳا ۽ وڃي پنهنجي جاين ۽ ڪمرن ۾ (مغرب نماز جون بعد واريون سنتون) پڙهيائون ٻي ڀيري وري ڪين نماز ۾ سهو (ڀل ٿي) پئي (شايد اها نماز بہ مغرب جي هئي) نماز بعد جماعتين ٻڌايو تہ اوهان ڪي نماز ۾ سهو ٿي آهي. پاڻ اها ڪمي پوري ڪري پوءِ آخر ۾ بہ سجدا سهو جا ڏنائون ۽ سلام ورائي پوءِ اٿي روانا ٿيا تہ حنفي مولوين ۾ ڇوُ ٻول پئجي ويو تہ هي سجدا سهو جا جيڪي ڪلام (ڳالهائڻ) ڪان بعد ۾ ڏنا ويا آهن. لهذا اها نماز پڇي پئي. پاڻ انهن مولوين جي ڳالهہ ڪي ڪا اهميت نہ ڏنائون. تان جو سنڌن صحبتي ۽ سفر و حضر جو رفيق قاضي لعل محمد جيڪو ساڻس مسجد مان نڪرڻ وقت گڏ هو ۽ مسجد جي پر سان پاڻيءَ جو تلاءِ هو ان تائين پهچندي ڪين چوندو آيو تہ قبلا! توهان نماز ڪان بعد ڳالهايو هو ۽ اها وري نماز ڪيئن ٿي؟ پاڻ ان ڪي سمجهايائون تہ رسول صلي الله عليہ وسلم جن ڪان بہ صحيح طريقي (صحيح حديثن مان) ثابت آهي تہ پاڻ سڳورن سلام ورائڻ ۽ ڪلام ڪرڻ ڪان پوءِ بہ رهيل نماز وري پوري ڪري آخر ۾ سجدا سهو جا ڏنائون ۽ نماز ڪي نئين سر ڪو نہ دهرايائون ۽ پاڻ (دليل طور) ذواليدين واري واقعي ڏي اشارو ڪيائون (صـ18) تنهن تي قاضي صاحب خاموش ٿي ويو. قاضي لعل محمد صاحب جن مولوي ۽ عالم هجڻ سان گڏ هڪ بهترين طبيب بہ آهن هن وقت سعيدآباد شهر ۾ سندس هڪ بهترين مطب بہ آهي ۽ پاڻ وڏي ڄمار جا پيرسن آهن. اسان جي والد مرحوم سان سفر وحضر ۾ گهڻو ڪري گڏ هوندا هئا ۽ سندن لائبريريءَ جي حفاظت وانتظام بہ سندس هٿ هيٺ هوندو هو هڪ دفعي والد مرحوم سان سفر ۾ گڏ هئاسون دوران سفر قاضي صاحب عربي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادب جو ڪتاب علم الادب ۽ صرف جو ڪتاب مراح الارواح جا چند سبق مون کي پڙهايائون. پاڻ تمام گهڻو پوڙهائي ۽ خوش مزاج هوندا هئا مولوي محمد اسماعيل پتاڻ مرحوم ۽ قاضي صاحب جي پاڻ ۾ ڪافي دوستي هوندي هئي.

ان سجده سهو بابت جيڪي قاضي صاحب چيو اها ان زماني جي ڳالهه آهي جڏهن پاڻ حنفي هئا بعد ۾ قاضي صاحب پڪو اهل حديث ۽ سنت جو متبع بڻجي ويو اسان جي والد مرحوم جون ڳالهيون ڪري روئڻ هارڪو ٿي ويندو آهي. پاڻ ڳالهه ڪندو آهي ته هڪ دفعي آئون اسان جي والد پير سائين احسان الله شاهه راشديءَ سان گڏ هڪ گهوڙي تي ٻيلهه سندن پٺيان سوار هئس پاڻ ان وقت شايد ڳوٺ تي آيا پوءِ پاڻ فرمايائون ته قاضي صاحب! ماٺهو اسان جي نالي الائجي ڇا ڇا ٿا چون ۽ اسان کي ڇا ٿا سمجهن ته پير پنهنجن وڏن جي طريقي کان ڦري ويو آهي؟ جلاڪ اصل ڳالهه هيئن آهي ته اسان کي انهيءَ منزل ۽ ان حال تي صرف رسول الله صلي الله عليه وسلم جن جي سنت سان عشق ۽ محبت رسايو آهي.(اهي يا ان جهڙا ٻيا الفاظ هئا.)

قاضي لعل محمد صاحب + جن جا اجان به اسان سان نهايت سٺا تعلقات آهن. ٿوري وقت لاءِ ادا سائين (19،20) کي ڏسي رڪوع کان بعد هٿ ٻڌندو هو بعد ۾ مون واري ڪتاب التحقيق الجليل جي مطالعي بعد يا ان کان ٿورو اڳ وري پاڻ هٿ جوڙي ڇڏيائين ۽ منهنجي لکيل ڪتاب کي پسند ڪيائين ۽ ان تي پسنديدگيءَ جو اظهار به ڪيائين. البته ايترو چيائين ته هن ڪتاب مان عوام کي گهٽ فائدو ٿيندو جو هن ۾ علمي اصطلاحات ۽ فن تدليس وغيره آهن جيڪي ڳالهيون انهن جي سمجهه کان مٿي آهن. انهيءَ ڪري محض مسئلي جي وضاحت جي لاءِ ڪو ڪتاب مختصر عام فهم لکجي ها ته چڱو آهي الحمدالله جو اها ڪسر اسان جي محترم ۽ مخلص دوست حضرت مولانا الله بخش ٽونيه صاحب (21) جن پوري ڪري ڇڏي آهي ۽ ان مسئلي متعلق هڪ ننڍڙو رسالو مون واري ڪتاب مان خلاصه طور تصنيف ڪري ڇپائي ڇڏيو آهي. **فجزاه الله احسن الجزاءَ.**

هڪ دفعي اسان جي والد ماجد رحہ جن خاص مون کي فرمايو ته تون اڄ ۽ نماز پڙها ۽ مون سندن ارشاد جي تڪميل ڪئي ۽ نماز پڙهائي پاڻ ۽ ٻين جماعتن منهنجي اقتداءِ ۾ نماز ادا ڪئي جنهن تي بروهي ۽ لاسين (لس ٻيلي جا) شاگرد وڃي جدا پنهنجي الڳ نماز پڙهڻ لڳا هن ڪري جو نا بالغ کي امام بنايو ويو آهي ۽

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نابالغ تي نماز فرض ڪونهي لهذا اهو نا بالغ متنفل ٿيو سو فرض پڙهندڙ جي نماز نفل پڙهندڙ جي پٺيان ڪا نہ ٿيندي تنهنڪري هنن نماز وجي جدا پڙهيائون جڏهن ڪين اها خبر پئي تہ پاڻ انهن شاگردن کي گهرائي پڇيائون تہ توهان چو جماعت سان نماز ڪا نہ پڙهي؟ هنن مٿيون مذڪوره عذر پيش ڪيو جنهن تي پاڻ انهن کي رسول صلي الله عليہ وسلم جن جي زماني جو هڪ واقعو (حديث) ٻڌايائون تہ سندن زماني ۾ هڪ ننڍو صحابي وڏن (ماڻهن) کي امامت ڪرائيندو هو. (22) جيڪڏهن ننڍن جي امامت درست نہ هجي ها تہ پاڻ سڳورن صلي الله عليہ وسلم ان جن بہ اصحابہ ڪرام جي ان فعل کي بحال نہ رکن ها ۽ اٿين ڪرڻ کان منع فرمائين ها. اها پاڻ سڳورن جي تقريري سنت ٿي علاوه ازين حضرت معاذ بن جبل رضي الله عنہ سندن پٺيان عشاء جي نماز پڙهي پوء وڃي پنهنجي قوم (پاڙي) جي مسجد ۾ اها ساڳي نماز عشاء پڙهائيندو هو. ۽ روايتن ۾ صراحت آيل آهي تہ جناب حضرت معاذ رضي الله عنہ جي فرض نماز اهائي هوندي هئي جيڪا سندن پٺيان پڙهندو هو مطلب تہ ٻي مسجد ۾ وڃي جيڪا نماز پڙهائيندو هو ساسندس نفل هوندي هئي. هن واقعي ۽ حديث مان معلوم ٿيو تہ مفترض(مقتدي) جي متنفل (امام) جي پٺيان اقتدا ڪرڻ جائز ۽ درست آهي پر انهن صحيح حديثن مان دليل ڏيڻ جي باوجود اهي شاگر قائل (مطمئن) نہ ٿيا ۽ الٽو بحث مباحثو. اجايو اعتراض بي سود قيل و قال ۽ بحث کي طول ڏيندا رهيا ۽ ڪاوڙ جي پيا ڪي تہ مدرسو ڇڏي هليا ويا. والد مرحوم صاحب انهن جي ڪا بہ پرواه ڪانہ ڪيائون.

حق گوئي جي اها حالت هئي جوهڪ پيرو سيدغلام مرتضي شاهہ (جي ايم سيد) (23) اسان جي والد عليہ الرحمتہ جن کي هن حال ۾ حيدرآباد جي ريلوي اسٽيشن تي مليو جو پاڻ فرنگي لباس ملبوس ۽ ڪلين شو هئا. (ان وقت سيد صاحب جو ديندار ماڻهن ۽ عالمن سڳورن سان اٿي ويٺي ۽ صحبتون هونديو هيون نمازن ۽ روزن ڏانهن پڻ توجہ هئس الله تي ايمان ۽ اسلام جون ڳالهيون ڪندو هو. مگر افسوس جو آخر ۾ الحاد طرف راغب ٿي ويو. اسلام دشمنيء ۾ چوٽ چڙهي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ويو ۽ اسلام خلاف ڪتاب به لکيائين) والد مرحوم سيدغلام مرتضيٰ کي ائين ڪو ديوان سمجهي ڪٺي هٿ ڏنائون ڪنهن ٻڌايو ته اهو شاهه صاحب غلام مرتضيٰ شاهه آهن تنهن تي پاڻ فرمايائون ته اسان کي ڪهڙي خبر ته هي شاهه آهي اسان سمجهو ته ڪو ديوان ياڪوهندو عامل آهي سيدن واري ڪا به نشاني منجهس آهي ڪا نه پوءِ اسين ڪٿين سڃاڻون. لباس انگريزن وارو ۽ ڏاڙهي مڃون ڇٽ باقي اسان کي ڪيئن پتو پوي، شاهه صاحب جواب ڏنو ته قبله سائين! ڇا ڪجي آفيسرن ڪامورن ۾ ڪم ٿا پون پوءِ جي سندن نمونو نٿا اختيار ڪريون ته اسان کي عزت نٿي ملي ۽ اسان جي ڳالهه به نٿا ٻڌن تنهن تي پاڻ جواب ڏنائون شاهه صاحب! هاڻ تون آهين جديد لباس ۾ ملبوس ۽ آئون پنهنجي (فقيراڻي) اسلامي ۽ سنڌي لباس ۾ آهيان منهنجي شلوار پيڏين کان به ڪافي مٿي آهي ۽ تون ڏاڙهي مڇن کان بي نياز انگريزن جي نموني تي آهين مون کي ڏاڙهي به بفضل خدا سنت مطابق آهي ۽ مڇون به سنت مطابق (ڪتريل) آهن هاڻي اچ ته گڏجي ٿا هلون ڪليڪٽر يا ٻي ڪنهن آفيسر سان ملڻ لاءِ پوءِ ڏسون ٿا ته ڪنهن کي تو آفيسر اڳ ۾ گهرائي يا ڪنهن جي تو عزت گهٽي ڪري. جنهن تي شاهه صاحب ڪافي لڄي ٿيو ۽ چيائين ته سائين توهان جي عزت برابر وڌيڪ ٿيندي ۽ الله تعاليٰ به اوهان کي عزت ڏني آهي، اهو واقعو ۽ نقل ڪ ٻئي ماڻهو جيڪو سندن صحبتي ۽ جماعتي هو ان به ٻڌايو آهي، **والله بالصواب.**

اهڙي طرح فقير بخش يا فقير محمد ڪاڇي پار واري مانجهند طرف حضرت والد صاحب رحہ جي دعوت ڪئي پاڻ اتي سندس جاءِ تي هليا جڏهن اتي پهتا ڏٺائون ته ديوارن تي تصويرون ٽنگيل آهن پاڻ فرمايائون ته اسين اندر نه هلنداسون ۽ نه وري دعوت وٺنداسون جيسين انهن سڀني تصويرن کي ان جاءِ (يا اوطاق) مان هٽايو نٿو وڃي. دعوت ڏيندڙ شخص سندن صحبتي يا جماعت جو ماڻهو نه هو. پر محض پير سائين بابا سائين جن جي دينداري ۽ اهميت سبب سندن دعوت جهلي هٿائين پروپچاري اندر وڃي سڀ تصويرون لاهي ڦٽيون ڪيون. پوءِ پاڻ سندس جاءِ ۾ آيا ۽ دعوت به قبول ڪيائون ان سفر دوران به ڪئين ديني ۽ علمي ڳالهيون نڪتيون مثلا هڪ ماڻهو آيو جيڪو شايد سيد هو جنهن چيو ته سائين دل صاف هجي ته پوءِ ڏاڙهي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغيره رکڻ جي کهڙي ضرورت آهي جيئن اسان جي دل بلڪل صاف آهي باقي جي ڏاڙهي تا ڪوڙايون ته ان ۾ ڇا نقصان آهي؟ پاڻ ان کي اهو جواب ڏنائون ته ميان ! آهي ٿي تنهنجي دل خراب ۽ غير صاف ورنه جي تنهنجي دل صاف هجي ها ته ضرور تنهنجي منهن ۾ پاڻ سڳورن صلي الله عليه وسلم جي سنت سونهاري شريف ۽ سندن حڪم جو ظهور هجي ها.

جو ته جنهن جي دل صاف هوندي اهو ضرور سندن سنت ۽ قول وفعل جي پيروي ڪندو. پوءِ تو ۾ جڏهن سندن حڪم جو اتباع ڪونهي ۽ سندن پيروي ۽ متابعت ڪان ڪورو آهين. ان جي سڌي سنئين معنيٰ ۽ مطلب اهو ٿي آهي ته آهي ٿي تنهنجي دل خراب ۽ اڻ صاف! سيد سڳورو لاجواب ٿي ويو ۽ چيائين ته سائين تو مون کي سچ ۽ کرو چيو آهي ور نه ٻين ته گهڻن کي مون اهڙن سوالن جوابن سان لاجواب ڪري خاموش ڪرائي ڇڏيو ٿي، اهو نقل به سندن هڪ جماعتي ٻڌايو هو غالبا حاجي عبدالله ميمڻ پار وارو هو. جنهن اها ڳالهه مون کي پاڻ ٻڌائي. والله اعلم

بهرحال سنت جي اتباع سندن رڳ رڳ ۾ پريل هئي جيڪا ڳالهه به ڪين معلوم ٿيندي هئي ته هي سنت آهي يا اهو ڪم پاڻ ڪريم صلي الله عليه وسلم جن ڪڏهن ڪيو اٿن ته اسان جي والد مرحوم رحه جن جي اها ڪوشش هوندي هئي ته ڪنهن به طرح ان سنت تي عمل ڪري ڇڏجي پوءِ ڪٿي هڪ دفعو ٿي صحيح. دنيا جي تقريبا هر وڏي عالم جي ساڻن واقفيت ۽ ڄاڻ سڃاڻ هوندي هئي مڪه مڪرمه ۽ مدينه منوره جي علمائن لاءِ ۽ خود شاهه سلطان ابن سعود مرحوم (24) سان به سندن خط وڪتابت هوندي هئي هڪ دفعي اسان وٽ مدينه منوره جو هڪ عالم ۽ ڪتب خاني جو محافظ شيخ ابراهيم حمدي به آيو هو ۽ اهو اسان وٽ به ٽي ڏينهن رهيو هو جنهن اسان جي والد مرحوم سان ڪافي مسئلن تي علمي گفتگو، ڪتابن متعلق ڳالهاياٿين ۽ ڪافي مجلسون ڪيائين. پوءِ جڏهن آئون بابا سائين جن جي وفات بعد پهريون پيروحج تي ويس ته اهو مون سان مدينه منوره ۾ خاص اچي مليو ۽ ڏاڍي عزت ڏنائين ۽ سٺي اخلاق سان پيش آيو. ۽ پنهنجو ڪتب خانو ڏيکارڻ لاءِ مون کي پنهنجي گهر وٺي ويو، سندس هڪ عظيم الشان ۽ بهترين ڪتب خانو هو جيڪو مون کي هڪ هڪ ڪتاب ڪري ڏيکاريائين اهو ساروڪتب خانو قلمي ڪتابن جو هڪ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وڏو پندار هو. هن دفعي ويا سون تہ شيخ ابراهيم حمدي وفات ڪري چڪو هو. **انا لله وانااليہ راجعون.**

اسان باباسائين مرحوم جن جي حياتي ۾ ڏٺو سون تہ هتي علماء ۽ فقهاء جي هر وقت آمدورفت رهندي هئي پر هرڪو سندن اخلاق، علم دوستي، تقويٰ ۽ للهيت جو مداح هوندو هو. ڪيس هر دم اهو خيال هو تہ انهن ڪيسن ۾ مقدمن مان خير سان آجا ٿي خصوصي طور محض ديني تبليغ لاءِ پوري سنڌ جو دورو ڪبو (انشاء الله) مگر افسوس! جو مقدمات ختم ٿيڻ کانپوءِ ڏيڍ سال جو عرصو ٿي ڪين مس مليو هو. ان عرصي مان بہ اڌ سال بيماري بي اطميناني ۽ بي خوشائيءَ ۾ گذاريائون باقي سال کن گهرجون جايون، ڪوٺ، مسجد ۽ مدرسو نهرائڻ، جي نذر ٿي ويو ان قليل عرصي ۾ بہ موجوده مسجد جو پهريون طبقو پاڻ ٺي نهرائي پورو ڪرايائون جڏهن تہ مدرسي جو بنياد بہ پاڻ ٺي رکرايو هئائون. سندن حالت اها هئي جو ڪين رهڻ لاءِ پوري جاءِ بہ ڪا نہ هئي جو تہ تازو هتي لڏي آيا هئاسون پر مسجد شريف جيڪا عارضي طور ڪکائين ناهي وٺي هئي جنهن ۾ اهي ساڳيا مدرس ۽ طلباءِ پنهنجي تعليمي مشغلہ جاري رکيو آيا. گويا اها لڏپلاڻ، افراتفري بي اطميناني ۽ پريشاني بہ ان مشغلہ کي جاري رکڻ کان مانع نہ بڻي ۽ جيڪو باهران ايندو هو تہ نهايت عجب ۾ پئجي ويندو هو تہ ڇا سندن حالت اٿن جو اهڙي عالم ۾ بہ علمي مشغلہ ۽ ڪرت بندنہ آهي، بلڪ اهوئي رنگ ڍنگ اٿن ۽ اهي ٺي علمي مجلسون، رهاڻيون، ديني تعليم، ڪتاب و سنت جو درس تدريس جاري آهي، **فرحمہ الله رحمة واسعة.**

ڪڏهن ڪڏهن پاڻ خود مدرسي اچي روبرو اسان کان ۽ ٻين شاگردن کان جيڪي پڙهيو هو اهو پڇندا هئا ۽ سبق ٻڌندا هئا. بعض اوقات خميس جي ڏينهن شام جو مدرسہ ۾ ايندا هئا ۽ طلبائن جون تقريرون ٻڌندا هئا جيڪي ان ڏينهن مختلف موضوعن تي تقريرون ڪندا هئا، ۽ جيڪڏهن ڪنهن شاگرد جي تقرير پسند آئي تہ ان کي انعام واڪرام بہ ڏيندا هئا، اسان کي سندن چوڻ هو تہ استادن جي ڪا بہ شڪايت اسان وٽ نہ آڻيو. جيڪڏهن ڪو ٻار ٻاراڻي خيال سبب ٺو رو پڙهڻ کان نٽائيندو هو تہ اهو سندن سخت عتاب هيٺ ايندو هو. ۽ بعض مرتبہ سندن هٿان هلڪي ڦلڪي سزا بہ کائيندو هو بس اهو نہ پڇو تہ اهو زمانو ڪهڙو هو ۽ علم جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شوق ڪيترو هو؟ افسوس جو اڄ ان شوق جو عشر عشير بہ ڪو نہ ٿو ڏسجي. فانالله واناالیہ راجعون .

حق جو ڪلمو هر هڪ کي چٽي ڏينداهئا پوءِ ڪٿي اڳيان ڪيڏو بہ وڏو ماڻهو چو نہ هجي ان کي چٽي ڏيندا هئا. هڪ دفعو ياد ٿو اچي تہ اهو زمانو هو جو اجان ڪيس پٽي هليا. ڪليڪٽر صاحب ۽ ڪي ٻيا آفيسر بابا سائين وٽ آيا جن مان ڪي تہ شايد سيد بہ هئا. آئون بہ موجود هئس انهن مجهان هڪ آفيسر چيو تہ سائين سڀ سيد (يا ان جي موافق ڪو ٻيو لفظ چيائين) اچي توهان سان گڏيا آهيون يا توهان وٽ ڪٺا ٿيا آهيون تہ پاڻ فرمايائون تہ سيد بہ ڪجهہ وار تہ رکن. يعني سندن ڏاڙهيون ٺي ڪوڙيل سو پير سائين مرحوم رحہ جو مطلب اهو هو تہ سيد تہ اوهان آهيو پر وار معنيٰ ڏاڙهي ڪو نہ ٿا رکو. پوءِ اهو اوهان جو سيد هجڻ الله وٽ ڪهڙي ڪم ايندو. تنهن تي اهي شرمنده ٿي چپ ٿي ويا. هت صرف انهن چند ڳالهين واقعات تي اڪتفا ڪجي ٿو.

ڃ- پير سائين بابا مرحوم جن کي سنت سان ايڏو شوق هو جو ان جي مقابلي ۾ دنيا جي ٻي ڪابہ شيءِ محبوب نہ هوندي هئي سندن ڪيترن ٺي واقعن مان آئون صرف هڪ واقعو لکان ٿو ان مان توهان اندازو لڳائي سگهندؤ تہ اتباع سنت جو جذبو الله تعاليٰ منجهن ڪيڏو نہ رکيو هو. اسان جي والد مرحوم جن ٽين شادي جي خيال سان پنهنجي چاچي مرحوم محبوب شاهہ صاحب راشدي (25)جن وٽ ويا. تہ ڪين پنهنجي نياڻيءَ جو سڱ ڏني، پر پير سائين محبوب شاهہ مرحوم اسان جي والد رحہ جن کي چيو تہ توهان نماز ۾ رفع اليدين ڪريو ٿا ان جو اسان جي خاندان ۾ رواج ٺي نہ هو. اهو نئون طريقو توهان ڪيو آهي ان ڪري اهو فعل ترڪ ڪريو تہ آئون سڱ توهان کي ڏيان جي نہ تہ آئون پنهنجي نياڻيءَ جو سڱ نہ ڏيندس.

قارئين! گهڙي کن لاءِ توهان سوچيو تہ جي اسان جو والد مرحوم صرف وقتي ڪم ڪيڻ خاطر ڪٿي ٿوري وقت لاءِ ايئن ڪري ها تہ بہ ممڪن هو. شايد ڪن دوستن اها صلاح بہ ڏني هجي تہ ڪم ڪيڻ خاطر ڪٿي ٿوري وقت لاءِ ائين ڪجي تہ (ڪو حرج نہ آهي) ليڪن اسان جي والد رحمتہ الله عليہ اهو جواب ڏنو تہ زال خاطر الله جي رسول صلي الله عليہ وسلم جن جي سنت کي ترڪ نہ ڪندس ۽ پاڻ پنهنجي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاچي کي جواب ڏئي هليا آيا مگر الله تعاليٰ جي قدرت جو اسان جي والد رحہ جن الله جي رسول الله صلي الله عليہ وسلم جن جي سنت جي مقابلي ۾ سڳ ڇڏي ڏنو تہ الله سائين وري ايئن ڪيو جو پير صاحب محبوب شاھ کي دل ۾ خيال وڌائين ۽ پاڻ ئي ساڳيو سڳ ڏيڻ تي راضي ٿي ويا. ۽ پاڻ پنهنجي چاچا جي گهران ٽين شادي ڪيائون، ان هڪ ٿي واقعي مان توهان اندازو لڳائي سگهو ٿا تہ ڪيس سنت سان ڪيتري محبت ۽ عقيدت هوندي هئي اهوئي سبب آهي جو سندن وفات بعد سندن صحبتي، جماعت وارن ۽ مريدن ڪين "پير سائين سنت واري" جي لقب سان ياد ڪندا آهن. في الحال سندن علمي ۽ عملي زندگيءَ متعلق انهن واقعن تي اڪتفاء ڪجي ٿو.

سوال:2_ ابتدائي تعليم ۽ اختتام تعليم کان پوءِ مذهبي ۽ سياسي ڏينهن ۾ اوهان پنهنجي خدمات کان آگاھ فرمائيندا.؟

جواب: آئون جناب حضرت والد ماجد رحہ جن جي زندگيءَ ۾ ئي عربي تعليم جو ڪافي حصو حاصل ڪري چڪو هئس، پر اڃان تڪميل نہ ڪئي هئم. انهيءَ ڪري سندن وفات (13 آڪٽوبر 1938ع) بعد بہ مون الله تعاليٰ جي فضل وڪرم سان پنهنجي تعليم کي جاري رکيو. ۽ نيٺ وڃي تحصيل ڪئي، ۽ طالب علميءَ واري زماني جو اختتام ٿيو. پڙهائيءَ واري زماني ۾ سياسي ۽ خارجي معاملات ۾ بهرو وٺڻ بہ خارج از بحث هو. لهذا ان زماني ۾ دنيا جي سياست ۽ سياسي معاملات سان ڪو بہ واسطو ۽ سروڪار نہ هو. البتہ والد صاحب رحہ جن جو سنت رسول الله صلي الله عليہ وسلم طرف ميلان ۽ گهرو ماحول جو بہ ان طرف جهڪاءُ ۽ ساري خاندان جو ڪتاب وسنت طرف رغبت انهن سيني ڳالهين فطرتن ۽ طبعي طور ننڍپڻ کان ئي حديث طرف جهڪاءُ ۽ شوق پيدا ڪري ڇڏيو هو. انهيءَ ڪري ان زماني ۾ يعني شاگردي واري دور ۾ ننڍا ننڍا رسالا عربي ۾ لکڻ شروع ڪيا هئا مثلا. فاتحہ خلف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الامام (16) (نماز ۾ سيني تي هٿ ٻڌڻ) جهڙن اهم موضوعن تي هڪ ڪتاب لکيو هو. جنهن جي خطبه مسنونه يا ان جي شروعات جي باري ۾ حضرت والد رحه جن اصلاح ۽ ان طرف رهنمائي فرمائي هئي. افسوس جو اهو ڪتاب ضايع ٿي ويو آهي. اهڙي طرح اهي شاگرد جيڪي ڪلاس ۾ گڏ هئا ۽ اهي دوره حديث ۾ شريڪ هئا جيڪي مسلڪا حنفي مقلد هوندا هئا. انهن سان مسلسل بحث مباحثو ڪري انهن کي حديث شريف طرف مائل ڪرڻ جي ڪوشش ڪندو هئس. جنهن جو نتيجو اهو نڪرندو هو ته انهن ڪلاسين مان ڪي ته پنهنجا خيال، امامن ۽ استادن جي راءِ کي ڇڏي ڪري حديث شريف ڏي اچي ويا ۽ اهي عامل بالحديث بڻجي ويا. دوره حديث ۾ پڙهندڙ ڪلاسين مان ان ڪان پوءِ وري مون کي ڪو به نه مليو آهي. جو انهن ڪان معلوم ڪريان ته انهن تي ڇا گذريو ۽ اهي ڪيئن آهن؟. والله اعلم.

مون کي پڙهائڻ وارا اڪثر حنفي مذهب ۽ خيال وارا استاد مليا ليڪن ان طرح طبيعت اصل ڪا نه وئي. بلڪ دلي ۽ طبعي ميلان ڪتاب وسنت طرف ٿي رهيو. **ذالک فضل الله يؤتيه من يشاءُ.**

بهر ڪيف اهو زمانو ته خواب وانگر گذري ويو. ديني تعليم جو اختتام تڏهن ٿيو جڏهن اسان جو والد محترم جن وفات ڪري چڪا هئا. ليڪن اهو زمانو ٻاراڻيءَ وارو زمانو هو. اهڙو جذبو ۽ خيال به ڪو نه هو جو انهن ڏينهن ۾ ڪو ڪم ڪار ڪجي ها. تنهن هوندي به علم حاصل ڪرڻ جو شوق حد ڪان وڌيڪ هو. الله تعاليٰ جي فضل وڪرم سان بلڪل لاشعوري طور تي دلي شوق ۽ چاهه سان علم حاصل ڪندو ويس. ان دوران اهو شوق جاڳيو ته نحو ۾ مهارت حاصل ڪجي. لهذا نحو متعلق جيڪي به ڪتاب اسان جي خانداني لائبريري ۾ موجود هئا اهي سيئي ڪتاب پڙهي ويس جيڪي عام طور تي مدرسن ۾ ڪو نه ٿا پڙهايا وڃن. ليڪن شوق ٿي مون کي اهي ڪتاب پڙهايا وري عربي ادب جو شوق جاڳيو ته ان ۾ به

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڪيترائي ڪتاب استادن وٽ پڙهي ويس، حالانڪ ان وقت منهنجي اڳيان ڪوبہ واضح نصب العين هوئي ڪون ليڪن اهو شوق ڪتان آيو سو ان جو جواب ڏيڻ ڪان آئون قاصر آهيان تعليم مڪمل ڪرڻ ڪان پوءِ بہ عملي طور سياست ۾ ان طرح حصو ڪو نہ ورتو آهي جيئن عام طور سياست ۾ ورتو وڃي ٿو.

يعني نہ ڪنهن سياسي پارٽي ۾ شامل رهيس ۽ نہ وري انهن سان وابستہ رهيس، نہ اقتدار ۾ اچڻ يا ڪنهن وزارت حاصل ڪرڻ يا پاور هٿ ڪرڻ خاطر ڪا جدوجهد ڪيم. البتہ وقتي سر مذهبي نقتہ نگاهہ سان انهن ملڪي ۽ سياسي جماعتن سان گڏ جي مشترڪ فائدي حاصل ڪرڻ جي ڪوشش ڪندو رهيو آهيان، مثلا ختم نبوت جي سلسلي ۾ تقريبن اوڻيهہ ويهہ سال اڳ هڪ جماعت سان گڏ تعاون ڪرڻ لاءِ انهن جي جلسن ۽ پروگرامن ۾ شريڪ ٿيس ۽ تقريرون ڪيم. سياست ۾ منهنجي شرڪت هڪ ہي وجهہ ڪان بہ ٿي يعنيٖ دوستن جي چوڻ سان ننڍي چونڊ بي ڊي جي اليڪشن ۾ حصو ورتم ۽ اليڪشن ۾ چونڊ جي ڪامياب ٿيس. آخر چيئرمين بہ ٿيس. گذريل انتخابات ۾ ڪن دوستن وري مون کي قومي اسيمبليءَ جي سيٽ تي اٿڻ گهريو ٿي، ۽ ڪيترا جماعتي دوست ۽ احباب بہ مونکي بار بار اصرار ڪري رهيا هئا. ميان فضل حق صاحب (ناظر اعليٰ مرڪزي جمعيت اهل حديث پاڪستان) (26) خاص طور انهيءَ سيٽ تي اليڪشن وڙهڻ لاءِ مون وٽ آيو هو. ليڪن الله تعاليٰ مهرباني ڪئي. دوستن، احبابن ۽ جماعتي ساٿين کي معذرت پيش ڪيم. آئون ان گورک ڌنڌي ۾ نہ آيس ۽ جلد آزاد ٿي ويس، پوءِ جي واقعاتن اهو ثابت ڪري ڏيکاريو تہ منهنجو اليڪشن نہ وڙهڻ ۽ سياست ڏانهن نہ اچڻ واقعي اهو ٺي فيصلو درست هو. بالفرض جيڪڏهن آئون عملي طور سياست ۾ داخل ٿيان ها تہ تمام گهڻو تڪليف هيٺ اچي وڃان ها. هونئن بہ اسان ڪن مخلص دوستن کي انگريزن جي دور حڪومت ڪان وٺي سندن اسيمبلي جي انتخابات لاءِ انهن کي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڪامياب ڪرڻ خاطر ڪوشش ڪندا آيا آهيون ۽ انهن دوستن ۽ سائين سان گڏجي پنهنجي جماعت وارن ۽ ٻين وٽ به ووٽن لاءِ ويندا هئاسون ۽(18) سياسي تعاون گهڻو ڪري انهن لاءِ هوندو هو جن کي واقعي ملڪ و ملت لاءِ مفيد ۽ ڪارآمد تصور ڪيو ويندو هو. ۽ اهي واقعي قوم ۽ ملڪ لاءِ مخلص ۽ خيرخواهه هئا. مثال طور حاجي علي احمد مري (مرحوم)حقيقت اهاآهي تہ قدرت ئي مون کي انهن ڳالهين کان پري رکيو. ۽ اول کان ئي دل ان طرف مائل نہ هئي، ڇو تہ انهن معاملن ۾ ديني ۽ ملي خدمتن جي بجاءِ گهڻو ڪري ان سان نفس ۾ اقتدار حاصل ڪرڻ ۽ وڏي ليکجڻ واري خواهش هوندي آهي، ڪو بہ ماڻهو پاڻ کي هن لاءِ ڪو نہ ٿو چونڊرائي تہ اهو دين جي خدمت يا ملڪ و قوم جي خدمت ڪندو. بلڪ هن لاءِ اليڪشن ۾ بيهي ٿو تہ ڪامياب ٿي، مير، پير يا مخدوم ٿئي ملڪ ۾ هن جو اقتدار هجي ۽ هر جڳهہ هن جو حڪم هلي، ان سوچ ۽ نتيجي خاطر نہ ڪہ ملڪ ۾ ڇا پيو ٿئي؟ جنهن جي هر ڪنهن کي پوري خبر آهي، پاڪستان ۽ ڀارت ٻنهي ملڪن جي جنگين ۾ اسان پنهنجي پهچ ۽ توفيق مطابق ڪافي ڀرو ورتو. نہ صرف اسان بلڪ اسان جي گهر وارن پنهنجا زيور بہ ڏئي ڇڏيائون. ۽ جماعت وارن کي الله جي راهہ ۾ خرچ ڪرڻ لاءِ رغبت بہ ڏياريسون، انهن کان مجاهدن،حرن ۽ پاڪ فوج جي جوانن ۽ جنگ ۾ متاثر ٿيندڙ عام ماڻهن لاءِ تعاون جمع ڪيو سين اهي سڀ ڪم اسان الله تعاليٰ جي رضا ۽ جهاد في سبيل الله سمجهي ڪياسين، چاني طرح تيار ٿياسون اسان پاڻ ۽ پنهنجي پوري جماعت وارن طرفان ڊپٽي ڪمشنر مختيار ۽ حدجي عملدار وغيره کي چيو سون تہ اسان کي بہ موقعو ڏنو وڃي. اسين پوري جماعت سان جنگ جي محاذن تي وڃي دشمن سان وڙهون جنهن لاءِ اسان مڪمل طرح تيار آهيون، ليڪن عملي طرح اسان کي ان جو موقعو نہ ڏنو ويو. هن ٻي جنگ ۾ بہ ڀرپور حصو ورتو سون. حد جا عملدار مون کان جيپ وٺڻ لاءِ آيا اگرچہ مون کي ان جي اشد ضرورت هئي، ليڪن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پنهنجي ضرورت کي مؤخر ڪري انهن کي اهميت ڏني ۽ الله جي رضا خاطر جهاد ۾ مجاهدن لاءِ اها جيپ انهن عملدارن جي حوالي ڪري ڇڏي، بعد ۾ خود اهي اها جيپ واپس ڪري ويا.

اهي واقعات صرف تحديثن لکي رهيو آهيان فخر ۽ وڏائي طور نه هن جنگ دوران اسان ۾ اڳين جنگ وارو جوش ۽ هيجان ڪو نه هو بلڪ ان جي نسبت ٿڌائي هئي ڇو ته ان وقت جي ملڪي حڪومت، عوام ۽ خواص جي بدڪرداري، مفادپرستي، عياش پرستي ۽ الله سبحان وتعاليٰ جي احڪامن ۽ قوانين جي کلم کلا نافرمانيءَ سبب دل انهن کان بيزار ٿي چڪي هئي، ۽ اهو ظاهر هو ته انهن ۾ خوف خدا ۽ للهيت نه رهي آهي، تنهن ڪري اسان ۾ تبديلي آئي پوءِ اسان جدوجهد ڪري ڇا ڪريون؟ اڳين جنگ جو نتيجو ڏٺو سون ته الله تعاليٰ اسان کي شاندار فتح عطا ڪئي جنهن مان سبق وٺي اسان الله تعاليٰ جو شڪر بجا آڻيون، سنڌن حڪم مطابق پنهنجي زندگيءَ کي گذاريون ۽ دين اسلام جي قوانين کي اسان پنهنجي پاڻ تي **قولاو فعلاً، عملاً، اعتقاداً** نافذ ڪريون ها بلڪ ان جي بجاءِ اسان مزيد الله تعاليٰ جون نافرمانيون ڪرڻ شروع ڪري ڏنيون سين. اسان جا حڪمران ۽ عام رعايا غلط رستي تي هلڻ شروع ڪيو، فحاشي ۽ بي حيائي وڌي وئي. لهذا اها حقيقت هئي ته پهرين جنگ جي نسبت هن جنگ ۾ اسين بلڪل ٿڌا هئاسون ۽ دل ڪٽو ٿي چڪو هو. پنهنجي پاڻ کي ڇوڻ لڳاسون ته آخرڪار اهي قربانيون، جدوجهد ۽ ڪمڪار ڪنهن لاءِ ڪريون تنهن هوندي به الله تعاليٰ چاڻي ٿو ته پنهنجي وس ۾ همت آهر جنگ ۾ اسان کان جيڪي پهچي سگهيو سو ڪيوسون. انهن سڀني ڳالهين جي باوجود دلي تمنا اها هئي ته الله تعاليٰ پاڪستان کي فتح نصيب ڪري. ليڪن خالي تمنائون ڪارگر ڪو نه ٿينديون آهن. مالڪ ڪريم کي شل باجهه پوي ۽ اسان جي حال تي رحم ڪري. انگريزن کي ملڪ مان ڪڍڻ جي تحريڪ ۾ اسان جي وڏن ڀرپور ڀرو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورتوهو اسان کي ان وقت ڪابہ سمجهہ نہ هئي بلڪل ننڍا هئاسون ۽ اها تحريڪ گهٽو اڳ شروع ٿي چڪي هئي، اسان جڏهن ٿوري گهڻي سمجهہ لائق ٿياسون تہ ان وقت اها تحريڪ پنهنجي عروج تي هئي ۽ قرار داد پاڪستان بہ منظور ٿي چڪو هئو بلڪ تحريڪ آزاديء پاڪستان لاء مسلمان عملي قدم کڻي چڪا هئا. ملڪي سطح تي مسلم ليگ هڪ طاقتور جماعت طور اڀري چڪي هئي، البتہ اسان جي ڏاڏي (حضرت پير سائين سيدرشد الله شاهہ راشدي) عليہ الرحمتہ جن خلافت تحريڪ ۾ ڀرپور ۽ زبردست حصو ورتو هو. انگريز دشمني ۾ ان جي مخالفت ۾ تہ پاڻ تمام گهڻون اڳتي وڌي چڪا هئا. اڄ بہ ڪي سندن صحبتي موجود آهن جيڪي ان دور جون ڳالهيون ۽ واقعات بيان ڪن ٿا. اهو ئي سبب آهي تہ اسان جي ڏاڏا ماجد رحہ جن کي اڄ بہ "پير سائين خلافت وارو" جي لقب سان ياد ڪيو وڃي ٿو. اٿون عقيدي ۽ عمل طور اهل حديث مسلڪ سان وابستہ آهيان، جيڪڏهن ڪو مشترڪ عملي مفاد هوندو آهي يا ڪو اهڙو مسئلو ۽ معاملو هوندو آهي جو ان ۾ ٻين مسلڪ وارن ۽ جماعت وارن يا پارٽين سان گڏجي ڪم ڪرڻ مفيد هوندو آهي تہ انهن سان گڏجي ڪم ڪرڻ ۾ عار محسوس نہ ڪندو آهيان. اسان جي والد ماجد رحہ جن جي وفات بعد ڪن وجوهات ۽ سببن جي ڪري مدرسي کي نقصان پهچائڻ جون سازشون ڪيون ويون، جن جي ڪري مدرسي کي ڪافي نقصان رسيو (جيڪي هت لکڻ مناسب نہ آهي) . هي ديني ادارو ڪيترن ئي لاهن چاڙهن مان گذريو آهي تاهم الله تعالیٰ جي فضل وڪرم ۽ ان جي توفيق سان اسان هن اداري کي بند ٿيڻ نہ ڏنوسون ۽ پنهنجي وس آهر هن کي تا حال جاري رکيو پيا اچون. ڪجهہ وقت اڳ اسان پنهنجي هن مدرسي ۾ هر قسم جا استاد مقرر ڪندا هئاسون ان کي صرف اهل حديث مذهب (مسلڪ) جي استادن سان مقيد نہ بنايو هو. پر بعد ۾ اهوئي مناسب نظر آيو تہ مدرسي لاء جيڪي بہ استاد مقرر ڪيا وڃن انهن جو اهل حديث هجڻ ضروري آهي.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنهن کان پوءِ اسان پنهنجي مدرسي لاءِ مدرس ۽ استاد صرف اهل حديث ئي رکندا اچون پيا.

فالحمدلله علي ذالڪ.

صبح جي نماز بعد قرآن حڪيم جو درس ڏيندو آهيان جنهن جي لاءِ آئون خاص طور مختلف تفيسرن جو مطالعو ڪندو آهيان اهو درس سطحي قسم جو نه هوندو آهي بلڪ هر هڪ احباب مسائل ۽ فتوي وغيره پڇڻ لاءِ سوالات لکن ٿا. انهن ڪي جواب ۽ فتوي وغيره لکي ڏيڻ ۾ ڪافي وقت صرف ٿيو وڃي. جماعت المسلمين جو امير جناب مسعود احمد صاحب بي ايس (27)سي بي علمي ۽ تحقيقي استفسار ڪنهن حديث جي حوالي ۽ تحقيق ۽ خاص ڪري ڪنهن راوي جي معلومات متعلق سوالات وغيره لکندو رهندو آهي جنهن جي سوالن جي جواب ڏيڻ ۾ به ڪافي وقت صرف ٿيو وڃي ايترو وقت ۽ تاثر نٿو ملي جو ڪو اهم ۽ علمي ڪم ڪجي. حديث شريف سان شغف ۽ چاهه ورثي ۾ مليل آهي. حديث جي ڪيترن ئي فنن مان خاص ڪري فن رجال سان بي پناهه شغف ۽ ان سان بي انتها نسبت ۽ تعلق آهي انهيءَ ڪري جڏهن به حرمين شريفين جي زيارت لاءِ ويس ته واپسي وقت اتان جيڪي به ڪتاب آندم انهن مان گهڻا ڪتاب فن رجال سان تعلق وارا آندم ڪتاب جمع ڪرڻ جو شوق مون ڪي به پنهنجي وڏن جيئان تمام گهڻو آهي. انهن ڪي گڏ ڪرڻ ۽ جمع ڪرڻ لاءِ گهڻو ڪجهه خرچ ڪيو اٿم ۽ اجان به ڪري رهيو آهيان. وسائل ۽ آمدني محدود هجڻ ڪري ڪتابن جو جيترو شوق ۽ چاهه آهي اوترو پورو نٿو ٿئي ۽ نه وري اسان جي ملڪ جي صاحب ثروت ۽ امير طبقي ڪي هن طرف ڪا توجهه آهي جو ان سلسلي ۾ ڪا فراخ دلي ڏيکارين ۽ مالي سهڪار ڪن ته جئين دين جو ذخيرو قرآن و حديث متعلق ڪتابن جو هڪ وڏو مجموعو لائبريري جي صورت ۾ هڪ هنڌ ڪما حق ڪٺو ڪري سگهجي. اسان جي جماعت ٿوري ۽ غريب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آهي ايتري مالدار ۽ پيسي واري نہ آهي تاهم اها پنهنجي پهچ ۽ وقت سر تعاون ڪري ٿي پر انهن تي هيا به گهڻا بار آهن. مدرسي جو سارو بار، دعوت وتبليغ جو بار ۽ هيا به گهڻائي بار آهن. انهيءَ ڪري وڏيڪ مناسب نظر نٿو اچي جو انهن تي وڏيڪ بار وجهجي.

هن دفعي جڏهن حرمين شريفين جي زيارت لاءِ ويا سون تہ اتي ڪيترائي نوان ڪتاب نظر آيا جيڪي نهايت ئي اهم ۽ قابل قدر هئا. انهن جي مون کي ضرورت بہ هئي ۽ هن وقت بہ آهي. بلڪ ڪي ڪتاب تہ اهڙا بہ هئا جن جي سالن کان مون کي تلاش هئي. اهي اتي دستياب هئا، انهن جي قيمت معلوم ڪرڻ کان پوءِ اندازو لڳايم تہ اهي ڪتاب پاڪستان کان هتي تمام سستاءِ مناسب اگهہ تي آهن. پر افسوس جو ايتري رقم نہ هٿ ڪري اهي وٺي نہ سگهيس. سفر جي رفيقن مان ڪن ماڻهن کي چيم تہ مون کي ڪتاب خريد ڪرڻا آهن جنهن ڪري ڪجهہ پيسن جي ضرورت آهي اوهان مون کي اهي اوڌر طور ڏيو وطن واپس هلي اهي اوهان کي جلد ادا ڪري ڏيندس. ليڪن ايئن نہ ٿي سگهيو ۽ ان طرح اها حسرت رهجي وئي ۽ اهي مطلوب ڪتاب خريد ڪري نہ سگهيس. فالي الله المشتڪيٰ جماعت جا سيئي مذهبي رسالا ۽ اخبارون گهڻو ڪري مون وٽ ايندا يا ايندين آهن. جيڪي سيئي ڏسندو ۽ پڙهندو آهيان. هن وقت مون کي ٻن ڪمن طرف گهڻي توجهہ ۽ خيال آهي هڪ تہ مدرسي تي توجهہ ڏيان پيو جيئن هي مدرسو ڪامياب ٿئي ۽ ڪتاب ۽ سنت جي اشاعت جو ڪم بدرجہ اتم ٿئي ۽ ٻيو آهي پنهنجي خانداني ميراث يعني ڪتب خاني جي توسيع ۽ ترقي ۽ ان لاءِ ڪتاب گڏ ڪرڻ الله تعاليٰ کان ئي سوال آهي تہ اهو منهنجا ٻئي مقصد پورا ڪرڻ جي مون کي همت ڏئي ۽ پنهنجو خصوصي فضل وڪرم فرمائي. اللهم آمين!

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انهن کان علاوه اهي کر جيکي توهان کان مخفي نہ آهن. جن کي بيان ڪرڻ ۽ لکڻ جي ضرورت نہ آهي.

سوال:3_ اوهان پنهنجي زندگيءَ ۾ ڪهڙن ڪتابن ۽ مصنفن کان متاثر ٿيا؟

جواب: آئون پنهنجي تعليمي، تدريسي ۽ مطالعاتي زندگيءَ ۾ مختلف علوم وفنون جي مختلف ڪتابن ۽ مصنفن کان متاثر ٿيو آهيان. قرآن حڪيم جي تفسيرن مان آئون سيد قطب شهيد جي تفسير "تفسير ظلال القرآن مان بہ ڪافي استفادو ڪندو آهيان ۽ هن تفسير کان خاص طرح متاثر آهيان. ڪجهہ ٿورو گهڻو مولانا مودودي جي تفسير "تفهيم القرآن" مان بہ استفادو ڪيو اٿم. حديث جي علم ۾ وري "صحيح بخاري" ۽ ان جي مصنف شهيد امام بخاري رحہ جهڙو ڪو بہ مٽ نظر نٿو اچي امام بخاري ۽ سندس ڪتاب صحيح بخاري کان ڪافي متاثر آهيان باقي حديث جي شروحات ۽ حديث جي بين علوم وفنون سيني ۾ مثال طور اصول حديث فن رجال وغيره لاءِ مون کي حافظ ابن حجر رحہ جا ڪتاب نهايت مفيد ۽ معلوماتي نظر آيا. سندس ڪتاب "فتح الباري" نهايت جامع، نافع ۽ عاليشان ڪتاب آهي. انهيءَ ڪتاب کي جيڪڏهن حديث ۽ شروحات حديث ۾ دائرة المعارف چئجي تہ ان چوڻ ۾ ڪو بہ مبالغو نہ آهي. اسان جي مڪتبہ ۾ حافظ ابن حجر رحہ جن جا پيا بہ ڪيترائي ڪتاب موجود آهن جن مان ڪي قلمي تہ ڪي مطبوع صورت ۾ آهن حافظ صاحب جا سيئي ڪتاب سندن بحر علمي ۽ فقاهت تي دلالت ڪن ٿا. جنهن ڪري آئون حافظ ابن حجر کان گهڻو متاثر آهيان.

اهڙيءَ طرح معارف ۽ نڪات جي بيان ۾ حافظ ابن تيميہ ۽ حافظ ابن قيم رحہ جن جا ڪتاب نهايت مفيد ۽ ڪار آمد آهن. امام ابن تيميہ جو ڪتاب "منهاج السنة" شيعن ۽ قدرين جي خلاف هڪ بهترين ۽ جامع ڪتاب آهي.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسان جو والد ماجد رحمه الله عليه به امام ابن تيميه کان ڪافي متاثر هو ۽ ان جي ڪتابن سان خاص دلچسپي هئي، پاڻ اهي ڪتاب پنهنجي مڪتب ۾ گڏ ڪيائين. خاص شوق ۽ چاهه سان امام ابن تيميه ۽ امام ابن قيم جي ڪتابن جو مطالعو ڪندو هو. هنن ٻنهي بزرگن جا ڪافي ڪتاب آهن جن ۾ وڏو علم معارف ۽ نڪات سمايل آهي، امام ابن تيميه علم، تقويٰ ۽ تدوين وغيره ۾ اعليٰ مقام رکي ٿو. ان کان سواءِ هن دور جي علمائن مان گهڻو ڪري آئون مولانا ثناءالله امرتسري رحمة الله جن جي شخصيت ۽ سندن تصنيفات مان متاثر ٿيو آهيان. مولانا مرحوم کي الله تعاليٰ قاديانين، عيسائين، آرين، نيچرين، ملحدن ۽ بدعتي قسم جي ماڻهن سان ڪامياب مناظره ۽ مباحثه ڪرڻ جي جيڪا قوت عطا ڪئي هئي اها ٻي ڪنهن ۾ مشڪل سان نظر اچي ٿي بلڪ آهي ئي ڪا نه. انهيءَ ڪري سندس مڪمل ڪتاب ۽ تصنيفات انتهائي مفيد ۽ معلوماتي آهن. پڙهڻ وارو جيسين مولانا صاحب جي ڪتاب کي پورو پڙهي ختم نٿو ڪري تيسين ان کي فرحت نه ايندي.

ان طرح مولانا آزاد مرحوم جي قلم کي داد ڏيڻ کان سواءِ رهي نٿو سگهجي، مولانا آزاد مرحوم واقعي ابوالڪلام هو. سندس تفسير "ترجمان القرآن" ۾ ڪيترين ئي ڳالهين نهايت مفيد ۽ اعليٰ درجي جون آهن. جنهن جي مطالعي مان وڏا معارف ۽ نڪات حاصل ٿين ٿا. اگرچه مولانا جي ڪن تفسيري ڳالهين سان اسان کي اتفاق نه آهي. تاهم بحيثيت مجموعي مولانا آزاد جي ڪتابن کي مطالعو ڪرڻ وارو ڪائن متاثر ٿيڻ کان سواءِ رهي نٿو سگهي. افسوس جو مولانا جي مڪمل تصنيفات پوري منظر عام تي اچي نه سگهي تان جو ترجمان القرآن به مڪمل نه ٿي سگهيو. "البيان" ۽ مقدمة التفسير" نه معلوم ڪهڙي ڪنڊ ۾ مدفون ٿي ويا. جن جو تا حال ڪو به ڏس پتو نه آهي. حالانڪ سندس تفسير ترجمان القرآن جي مطالعي مان معلوم ٿئي پيو ته اهي ٻئي ڪتاب مڪمل ٿي منظر عام تي اچن ها ته دنيا ۾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هڪ تهلڪو برپا ٿي ويجي ها. انهن جي مطالعہ مان جيڪي علمي نڪات قرآن حديث جا معارف ۽ فوائد ملن ها اهي نهايت قابل قدر ۽ املهہ ماڻڪ هجن ها. مگر افسوس جو اهي ٻئي ڪتاب الاتجي ڪيڏانهن ويا. بهرحال الله عليم و حڪيم آهي ان ۾ بہ سندس ڪا حڪمت پوشيده هوندي.

اڄ ڪلهہ جي پڙهيل لکيل ديني ۽ دنياوي تعليم جي لحاظ کان جناب مولانا مسعود احمد صاحب جن بہ هڪ قابل قدر هستي آهن پاڻ حديث ۽ فن حديث خاص طور رجال متعلق خصوصي شغف رکن ٿا ان متعلق معلومات ۽ ڄاڻ حاصل ڪرڻ جي لاءِ سوالات وغيره جي صورت ۾ خطن ذريعي رهنمائي وٺندا رهندا آهن جنهن ڪري اسان جا پاڻ ۾ سٺا تعلقات آهن. الله تعاليٰ ڪين پنهنجي صحيح مقصد ۾ ڪامياب ڪري.

هن سوال جي جواب ۾ ڪنهن قدر اختصار کان ڪم ورتو اٿم جو تہ طوالت جي خاص ضرورت محسوس نٿو ڪريان انهن ڳالهين ۽ واقعن مان توهان منهنجي ذوق و شوق ۽ دلچسپيءَ جو انداز وڪري سگهوٿا تہ آئون ڪهڙن ڪهڙن مصنفن ۽ ڪتابن کان متاثر ٿيان ٿو.

سوال-:4 علمي ۽ ادبي لحاظ کان ڪهڙا رسالا ۽ جريدا اوهان کي پسند آهن؟

جواب: افسوس جو سنڌي ٻوليءَ ۾ هن وقت ڪو بہ اهڙو رسالو، اخبار يا مجلو ڪو نہ ٿو نڪري جو علمي و ادبي نقطہ نگاهہ سان منهنجي سمجهہ ۾ معياري هجي. البتہ اردو ۾ ان قسم جو مواد ڪافي آهي. هن وقت ملڪ ۾ جماعت طرفان ۽ ٻين طرفان اهڙا گهڻئي جرائد ۽ مجلات آهن جيڪي علمي وادبي نقطہ نظر سان نهايت ئي اعليٰ درجي جا آهن ۽ جيڪي پنهنجو معيار برقرار رکيو اچن.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مون کي جيڪي رسالا پسند آهن انهن مان ماهنامہ "محدث" لاهور، ماهنامہ "ترجمان الحديث" لاهور، هفت روزه "الاعتصام" لاهور، هفت روزه "اهل حديث" هفت روزه "تنظيم اهل حديث" لاهور ۽ پندرهن روزه "صحيفہ اهل حديث" ڪراچي آهن.

جن کي آئون پڙهندو آهيان انهن رسالن جا مضامين معياري ۽ تحقيقي هوندا آهن. انهن کان علاوه ملڪي ۽ سياسي معاملن کان آگاهي لاءِ اخبار جسارت ۽ چٽان بہ ڏسندو آهيان انهن جا مضامين، اداريہ ۽ آرٽيڪل وغيره بهترين هوندا آهن. مولانا مودودي جو رسالو ترجمان القرآن بہ ڪنهن حد تائين مفيد آهي. ان طرح اخبار ۾ خاص ڪري قاديانين جي رد ۾ بهترين مضامين ايندا آهن. اهي سيئي رسالا، جرائد ۽ اخبارات وغيره مون کي پسند آهن. انهن کان علاوه ملڪ ۾ شايع ٿيندڙ بيا بہ ڪافي رسالا، جرائد ۽ اخبارات وغيره بہ آهن. جيڪي بهترين ۽ معياري هوندا پر اهي منهنجي مطالعي مان ڪو نہ گذريا آهن. تنهنڪري انهن جي متعلق ڪنهن بہ قسم جي راءِ ڏيئي نٿو سگهان.

سوال:5 ـ اوهان پنهنجي تعليمي دور جي استادن ۽ درسگاهن جي خصوصيات وغيره کي بيان ڪندا ۽ نيز حاليہ نصاب تعليم تي بہ روشني وجهندا؟

جواب: مون پنهنجي مڪمل ديني تعليم پنهنجي خانداني مدرسي ۾ حاصل ڪئي آهي باقي ڪنهن مدرسي ۾ چاهي سنڌ اندر هجي يا سنڌ کان ٻاهر وڃي ڪو نہ پڙهيو آهيان انهيءَ ڪري ٻين درسگاهن جي ممتاز خصوصيات جي بيان کان معذور آهيان. البتہ پنهنجي مدرسي جي ماحول ۽ خصوصيات متعلق ٻڌائي سگهان ٿو. جو تہ تعليم ۾ جيڪي ڪجهہ پرايو اثر اهو انهيءَ مدرسي مان ئي پرايو آهي. هن اداري جو ماحول ۽ تعليمي معيار شروع کان ئي اهڙو رکيل هو جو طالب علم ۾ پڙهڻ واري کي از خود علم پڙهڻ جو ذوق و شوق پيدا ٿيو ٿي. استاد قابل ۽ محنتي رکيا ويندا هئا.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جيڪي پنهنجي محنت ۽ قابليت جي ڪري ملڪن ۾ مشهور هئا. شاگردن جو تعداد سئو پن ڪان گهٽ نہ هوندو هو.

شاگردن ۾ علم حاصل ڪرڻ جو شوق ۽ جذبو مثالي هوندو هو. اسان جي دور ۾ مدرسي جي لاءِ ڪاٺيون وغيره شاگرد پاڻ وڃي جهنگ يا ٻيلي مان پنهنجن هٿن سان ڪندا هئا انهن ڪاٺين مان مدرسي ۾ ماني وغيره پچندي هئي. ماني بہ ڪا خاص نہ هوندي هئي بس دال ماني هوندي هئي. اتفاقا ڪو وڏو ڏينهن يا موقعو هوندو هو تہ گوشت يا ڪاٻي شيءِ ميسر ٿي تہ خير ورنہ اهائي دال ماني هوندي هئي. ڪافي سالن ڪان پوءِ اها تبديلي آئي جو هڪ جمع تي چانورن ۾ پلاءُ پت تہ ٻي جمع تي مٺو پت ٿيندو هو. گويا ڪہ هفتي ۾ اهين ڏينهن ايترو ڦير ٿيندو هو. انهن جي نظر ۾ اهي ڳالهيون ڇڻ ڪجهہ بہ نہ آهن. پر ان جي مقابلي ۾ اڄ جي شاگردن کي هر ڪا سهولت مدرسي وارن طرفان ميسر آهي شاگردن تي ڪو بہ ڪم نہ آهي ماني وغيره بہ تمام سٺي ملي رهي اٿن ويٺي پاٺاري ڪائي رهيا آهن تنهن جي باوجود علم جو شوق ذرو بہ نہ آهي ۽ نہ وري اهو تعليمي معيار وڃي باقي رهيو آهي.

بهرحال عرض ٿي ڪيم تہ انهن مشقتن ۽ جدوجهد جي زندگيءَ جي باوجود ان دور جي شاگردن ۾ علم جو شوق نهايت ئي قابل رشڪ هو. توهان جي معلومات خاطر اهو عرض ٿو ڪجي تہ سنڌ جو هي پهريون مدرسو آهي جنهن کي اسان جي جدامجد عليہ الرحمتہ جن قائم ڪيو. شاگرد انهيءَ مدرسي مان پڙهي پوءِ وڃي پنهنجي علائقن ۾ ٻين هنڌن تي مدرسو کوليائون. مثال طور نيڙهي وغيره جا مدرسا گوياڪ قيام پاڪستان کان اڳ يا پوءِ سنڌ ۾ جيڪي بہ مدرسہ قائم ٿيا انهن جا بانيڪار بالواسطہ يا بلا واسطہ هن ئي مدرسي جا فيض يا فتہ فارغ التحصيل ۽ شاگرد هئا. وذالڪ فضل من الله عظيم.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسي ۾ پڙهائيندڙ استاد جيڪي بہ هوندا هئا اهي سڀ ئي نهايت ماهر، محنتي ۽ تعليم جي فرض کي ادا ڪرڻ ۾ نهايت مستعد ۽ همہ وقت پنهنجي ذميواري ۽ فرض ادا ڪرڻ ۾ مشغول و مصروف هوندا هئا. سنڌ ۽ سنڌ کان ٻاهر چوٽي جا عالم سڳورا گهرائي جن کي هن مدرسي ۾ بطور معلم رکيو ويندو هو. مدرسي جي قانونن ۽ قاعدي جي پابندي ڪرڻ هر هڪ شاگرد ۽ استاد تي لازمي هوندي هئي. شاگرد پنهنجن استادن جو حد کان گهڻو ادب واحترام ڪندا هئا، بلڪ اسانجي دور ۾ استادن جو ڊپ ۽ خوف بہ تمام گهڻو انهن کي هوندو هو. ان دور جو هڪ واقعو عرض رکان ٿو. مدرسي جي استادن مان هڪ استاد حافظ امين محمد جيڪو ذات جو متو هو اهو قرآن مجيد حفظ ۽ ناظره جو استاد هو. حافظ امين محمد اسان جي والد ماجد عليہ الرحمتہ جو بہ قرآن ڪريم حفظ و ناظره لاءِ اهوئي استاد هو. پاڻ نهايت نيڪ، پارسا ۽ صالح انسان هو. حافظ امين محمد جي وفات تي مون پنهنجي والد ماجد کي غمزده ۽ ڏکويل پاتو پاڻ تمام گهڻا ان جي موت وقت رنا ۽ افسوس ڪيائون ۽ سندس پيشاني تي چمي بہ ڏنائون. بهرحال حافظ صاحب تمام بهترين ۽ قابل قدر هستي هئا وٽس قرآن ڪريم پڙهڻ وارا سون جي تعداد ۾ هوندا هئا.

هي واقعو انهن ڏينهن جو آهي جڏهن آئون بہ وٽن قرآن مجيد ناظره پڙهندو هئس (ياد رهي تہ قرآن مجيد حفظ مون گهڻو پوءِ ڪيو) هڪ ڏينهن هڪ شاگرد عبدالغفور ذات جو راهو کي چيم تہ "مون کي پاڻي پيار" جنهن استاد حافظ امين محمد جو پيالو کڻي کوهہ تان تازو پاڻي آڻڻ لاءِ ويو کوهہ تي نار هلي رهيو هو. جيئن ئي نار جي ڪينگري مان پاڻي پرڻ لڳو تہ سندس هٿ مان پيالو ڇڏائجي وڃي کوهہ ۾ ڪريو، ويچارو پريشان ٿيو ۽ استاد جو ايترو خوف مٿس غالب آيو تہ مٿان حافظ صاحب ڪاوڙ ڪري، تنهن ڪري تارو نہ هجڻ جي باوجود کوهہ ۾ لهي ويو ۽

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجي پيالو ڪڍي آيو. ڪوهه ۾ لهڻ ڪري سندس ڪپڙا پسي ويا هئس. جڏهن واپس مدرسي ۾ آيو تہ ڪپڙا پسيل ڏسي استاد حافظ امين محمد سبب پڇياڻين تڏهن ڏڪندي سارو واقعو بيان ڪيائين. حيرت جو مقام آهي تہ استاد جو ڏپ ڪيڏو هو جو عبدالغفور راهو اڻ تارو هجڻ جي باوجود ڪوهه ۾ لهي وجي پيالو ڪڍي آيو. اڄ ڪلهہ استاد ڪي ڪا بہ اهميت ڪا نہ ٿي ڏني وڃي ۽ نہ وري سندن دل ۾ ڪو ان جو ادب واحترام يا وقعت ئي باقي رهي آهي. بهر حال ان دور ۾ استادن جو ڏپ ۽ ادب واحترام سيني شاگردن کي تمام گهڻو هوندو هو ۽ استادن جي عزت بہ ڪئي ويندي هئي، ان هوندي بہ علم جو شوق ۽ چاهہ عام هو ۽ ڪماحقہ پرايو ويندو هو.

اڄ جڏهن تہ اها ڳالهہ ئي نہ رهي آهي تہ پوءِ جيڪو علم پرائڻ پيا اهو بہ پڌرو پيو آهي، شال الله تعاليٰ سيني تي ٻاجهہ ڪري ۽ سيني کي هدايت ڏي. شاگردن جي تفريح جو بہ خيال رکيو ويندو هو. مثال طور عصر نماز کان پوءِ ڪينهوڙي يا ونجهہ وٽي رانديون ٿينديون هيون ۽ ڪڏهن ڪڏهن مارڪ واهہ (جيڪو هن وقت نون واهن ۽ بيراجن نڪرڻ ڪري ڦٽي ويو آهي) ۾ وهنجڻ ۽ ترڻ وغيره لاءِ مدرسي جا استاد ۽ سيئي شاگرد ويندا هئا. اتي ترڻ جو مقابلو وغيره وهنجڻ ۽ ڪپڙا وغيره ڌوئڻ ٿيندو هو. اڄ بہ جڏهن زندگي جون اهي بهارون ۽ تفريحون ياد ٿيون اچن تہ دل کي اها سرور واري ڪيفيت ياد اچيو وڃي. وري اهي خوشيون ۽ رونقون نہ ملي سگهيون آهن. ڪاش زندگيءَ جا اهي ڏينهن ۽ زمانو موٽي اچي...! رات جو هر روز مغرب جي نماز کان پوءِ عشاءَ جي نماز تائين سبقن جي دهرائي ۽ مطالعو جو تاڪيد هوندو هو. شاگرد پنهنجي مطالعي ۾ مشغول هوندا هئا ان وقت اڃان بجلي نہ آئي هئي اهو مطالعو تيل جي بتين (لالٽين) ۽ ڏيئن جي روشني تي ڪيو ويندو هو.

مدرسي جي طرفان شاگردن جي سنڌي تعليم لاءِ بہ هڪ خانگي ماستر محمد قاسم نالي رکيل هو . جيڪو شام جي وقت شاگردن کي سنڌي لازمي پڙهائيندو هو.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد قاسم وٽ آئون بہ سنڌي پڙهيو آهيان. اهو منهنجو سنڌي ۾ استاد هو. پاڻ اجان بہ غالبا زنده آهن. ان جي ڇڏي وڃڻ کان پوءِ هڪ ٻيو ماستر عبدالڪريم نالي رکيو هو. هي نوشهري فيروز جو هو. عبدالڪريم سنڌي کان علاوه حساب ۽ جاگرافي وغيره بہ پڙهائيندو هو. اسان جي ڏاڏي (پيرسائين رشد الله شاهہ راشدي رحہ) جي وقت ۾ انگريزي زبان سيکارڻ لاءِ هڪ ماستر مقرر ڪيو ويو هو اهو ٿورو وقت رهيو پوءِ ڇڏي ويو. ليڪن اسان جي سانپر ۾ ڪو بہ انگريزي سيکارڻ وارو ماستر ڪو نہ هو. البتہ والد ماجد عليہ الرحمتہ جن کي منهنجي باري ۾ گهڻو ئي خيال هو تہ هن کي انگريزي پڙهائڻ جي لاءِ هڪ الگ ماستر رکجي مگر افسوس سندن حياتي بقا نہ ڪئي ۽ سندن حياتيءَ ۾ اي بي سي A B C اکرن تائين منهنجي معلومات رهي.سندن وفات بعد ذاتي خيال ۽ ڪوشش جي ڪري الحمدلله انگريزي زبان ۾ ٿوري وقت ۾ ڪافي مهارت حاصل ڪري ورتم. بعد ۾ خيال آيو تہ هن علم ۾ وڌيڪ محنت ڪري ڊگري حاصل ڪريان. اهڙي طرح الله تعاليٰ جي مهرباني ۽ توفيق سان مون ايم. اي جي ڊگري بہ حاصل ڪئي. (1) خير اها ضمني ڳالهہ هئي، مطلب تہ ڪنهن حد تائين دنياوي تعليم جو بہ هن مدرسي ۾ انتظام هو. دوران تعليم طلباء ۾ مهارت ۽ لياقت پيدا ڪرڻ لاءِ انهن جي هر قسم ۾ تربيت ڪئي ويندي هئي، مثال طور تقريرو تحرير جي تربيت ڏني ويندي هئي. انهيءَ تربيت جو نتيجو اهو هو تہ اسان عربيءَ ۾ مضمون نويسي ڪندا هئا سون.

بهرحال مختصر هن درگاهہ متعلق هي عرض ڪرڻ ئي ڪافي ٿيندو تہ مدرسي جو ماحول ئي علمي پڙهائيءَ وارو هو. جنهن جي ڪري طالب علم ۾ هاسيڪار شوق پيندا ٿيندو هو تہ اهو محنت ڪري، شوق سان پڙهيءَ اڳتي وڌي، شاگردن جو هڪٻئي کان وڌڻ ۽ گوئي کڻڻ جو شوق وڌ کان وڌ هوندو هو.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استادن جي اهم خصوصيات متعلق هي گذارش آهي تہ اسان جا استاد ڪيترائي هئا. پر هتي آئون چند اساتذه ڪرام جو تذڪرو ۽ انهن جون خصوصيات بيان ڪريان ٿو.

(1) حافظ امين محمد صاحب:

پاڻ ذات جو متو هو جنهن جو ذڪر پويان بيان ڪري آيو آهيان. حافظ صاحب مدرسي ۾ حفظ ۽ ناظره قرآن مجيد پڙهائيندو هو هر وقت وٽس شاگردن جو وڏو تعداد هوندو هو. سندس پڙهائڻ جو طريقو نرالو هو ۽ برڪت بہ هئي جو سندس حياتيءَ ۾ وٽائنس ڪيترن ئي شاگردن حفظ مڪمل ڪيو جڏهن تہ حافظ امين محمد جي وفات بعد اها برڪت ئي ختم ٿي وئي، گذريل سال هڪ طالب علم هتان اسان وٽان قرآن شريف حفظ مڪمل ڪيائين پر ان مان بہ چوڏهن پندرهن سيپارا اڳم شايد سندس ڳوٺان ياد ڪري آيو هو ۽ باقي هت اچي ياد ڪيائين ۽ حفظ مڪمل ڪيائين

(2) ماستر محمد قاسم صاحب

پاڻ سنڌي جا ماستر هئا، وڏا ماهر ۽ قابل هئا. شاگردن تي تمام گهڻي محنت ڪندو هو. پڙهائڻ جو وسيع تجربو هئن. سندن ئي محنت ۽ قابليت سان اسان ٿوري ئي عرصي ۾ لکڻ ۽ پڙهڻ سکي ويا سون. پاڻ شاگردن جي لکائي ۽ صورتخطيءَ تي خاص توجهہ ڏيندا هئا. اسان جي سنڌي جي تعليم ٻن سالن ۾ ختم ٿي وئي. ان وقت سنڌي جا چار درجا پڙهايا ويندا هئا. جنهن کي سنڌي فائنل چئبو هو. استاد محمد قاسم جن جي خاص توجهہ ۽ محنت جي باوجود منهنجي خوشخطي موچاري ٿي نہ سگهي ان جو شايد اهو ئي سبب آهي تہ اسان جي خاندان مان ڪنهن جا بہ اکر ۽ خط سٺو نہ آهي. منهنجو خط بہ موچارو نہ آهي بس گذاري لائق آهي. شام جي وقت طالبن کي ڪوڙا ياد ڪرايا ويندا هئا. هڪ شاگرد چوندو ويندو هو مثال طور ايڪ ڏون ڏون تہ پويان سيئي اهي لفظ اچاريندا هئا. ان طرح پهرين ٻکي جو پوءِ ٽکي جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڪوڙو ياد ڪرايو ويندو هو. ماستر محمد قاسم صاحب نهايت محنتي ديندار ۽ مخلص هو.

(3) مولوي ولي محمد ڪيريو مرحوم صاحب

پاڻ هن ئي مدرسي مان پڙهي عالم وفاضل ٿيا ۽ ڪيس اتي ئي مدرس ڪري رکيو ويو مولوي صاحب ابتدائي ڪلاسن جي شاگردن کي پڙهائيند هو. عربي گرامر خاص ڪري صرف ونحو ۾ وڏو ڄاڻو هو. اهڙيءَ طرح فارسيءَ جا ڪتاب به پاڻ ئي پڙهائيندو هو.

(4) مولوي محمد اسماعيل صاحب مرحوم پٺاڻ.

مولوي صاحب به اسان جو استاد هو. ڪافي علوم وفنون ۾ ڪين وڏي مهارت هئي، خاص ڪري علوم عاليه صرف ونحو ۾ وڏي ڄاڻ ۽ تجربو هوندو هئس. صرف ونحو جا وڏا ۽ ڏکيا ڪتاب اڪثر ڪري پاڻ ئي پڙهائيندو هو. جيڪي وڏي محنت ۽ ڪاميابيءَ سان پڙهائيندو هو. سيئي علوم وفنون گوياڪ ڪيس ازبر هئس. عربي ادب ۾ به سٺي ڄاڻ ۽ مهارت هئس. سندس پڙهائڻ جو انداز نرالو ۽ وڻندڙ هوندو هو. پاڻ جيڪو به ڪتاب يا سبق پڙهائيندا هئا ته پهريان شاگردن کي زباني ان ڪتاب ياسبق جو خلاصو يا مفهوم تقرير ڪري سمجهائي ويندوهو. ان طرح ذهين نشين ڪري هڪ هڪ لفظ ڪري عام فهم ۾ سمجهائيندو هو. ان طرح طالب علم اهو ڪتاب يا سبق آسانيءَ سان سمجهي ويندا هئا. مولوي محمد اسماعيل ذات جو سنڌي پٺاڻ هو. اسان جي ڳوٺ ۾ ئي رهندو هو. سندس حافظو اعلي درجي جو هئس. قرآن ڪريم جو به حافظ هو منجهس اها ڳالهه هئي جوپاڻ طبيعتن ۽ مزاجن سخت هوندا هئا.

ڪو به طالب سبق پڪو نه ڪندو هو يا گسائيندو هو يا ڪا ناشائسته حرڪت ڪندو هو ته ڪيس سخت سزا ڏيندو هو. مولوي صاحب ڪان اسان به خوب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرايو سون، خصوصا صرف ونحو ۽ ٻين علوم وفنون ۾ اسان کي چڱي ڳس لاٿي ويـو. مولوي صاحب کي اسان جي والد صاحب جن پنهنجي زماني کان ئي مدرسي جـو انتظام حوالي ڪري ڇڏيو هو. ليڪن ڪافي عرصي بعد ڪن سببن ڪري مدرسو ڇڏي ويو ۽ وڃي سعيدآباد شهر ۾ رهيو. مدرسو ڇڏي وڃڻ ڪانپوءِ بہ تعلقات اسان سان ساڳيائي رکيو آيو. آخر سعيد آباد ۾ ئي 1952ع ۾ وفات ڪيائين. مولوي محمد اسماعيل صاحب جن جو اسان جي والد ماجد صاحب سان ننڍپڻ کان ئي دوستي ۽ تعلق هئس جو گڏ پڙهيا هئا ۽ هڪ ئي سال دستار بندي ڪري سند فراغت حاصل ڪيائون. اسان جي والد جي وفات تائين هميشہ ساڻس گڏ رهيو. ڪڏهن بہ جدا ڪـو نہ ٿيا. مولوي محمد اسماعيل پناڻ سخت طبيعت هجڻ جي باوجود خوش طبيعت ۽ پر مذاق بہ هوندا هئا. دوران تدريس جيڪڏهن ڪو شاگرد عربي عبارت پڙهڻ ۾ غلطي ڪندو هو تہ ان کي خوش طبعي انداز ۾ تنبيهہ ڪندو هو مثال طور شاگرد عربي عبارت پڙهڻ ۾ مضاف اليہ تي يا حرف جاري جي مجرور تي زير نہ پڙهيائين تہ ان طالب کي چوندو هو تہ هاڻ شايد مضاف ۽ حرف جاره ويچارا ايترا ڪمزور ٿي ويا آهن جو اهي پنهنجي معمول تي عمل ڪرڻ کان بہ قاصر ٿي ويا آهن ان طرح اهو طالب تمام گهڻو محظوظ بہ ٿيندو هو تہ گڏوگڏ پنهنجي غلطيءَ جي اصلاح بہ ڪري وٺندو هو. اهڙيءَ طرح دوران سبق ان قسم جا بيشمار لطيفا ۽ خوش طبعي ٿيندي رهندي هئي. سندس خط نهايت سنو ۽ عاليشان هوندو هو. ڪيترو بہ تڪڙ ۾ لکي پر سندس اکر ۽ خوشخطي تمام سٺي ۽ معياري هوندي هئي. ٿوري گهڻي انگريزيءَ زبان کان بہ واقف هو. دوران گفتگو ڪيترائي جملا انگريزيءَ جا ڳالهائي ويندو هو.

مولوي صاحب مذهبي رواداري جاقائل هئا. نماز متعلق جيڪي بہ سنتون (رفع اليدين، آمين بالجهر وغيره) حديثن ۾ بيان ٿيل آهن انهن سڀني کي مڃيندو هو. ليڪن سندن خيال موجب تہ ماڻهن ۾ اهي سنتون متعارف نہ آهن لهذا انهن جي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامهون انهن تي عمل ڪرڻ سان فتنو ۽ فساد ٿي پوندو. تنهنڪري انهن سنتن کي مستحب سمجهندي انهن تي عمل کي ترڪ ڪرڻ بهتر آهي. (اهو سنڌس خيال ۽ نظريو هو، جيڪي صحيح نه هو.) مگر بابا سائين رحه جن انهن سڀني ڳالهين جي باوجود ڪنهن جي به پرواهه نه ڪندي سنت تي عمل ڪرڻ کي ترجيح ڏيندو هو ۽ سنتن جو پابند هوندو هو. جنهن جي ڪري والد صاحب جن پنهنجن مريدن ۽ تمام ماڻهن ۾ "سنت ڏٽي" جي نالي ساڻ مشهورو معروف هئا.

مولوي محمد اسماعيل پناڻ صاحب مدرسي جو مهتمر هئڻ ڪري ڪڏهن ڪڏهن شاگردن جو امتحان وغيره وٺندو هو. انهن کان ديني مسئلو يا معلومات وغيره اهڙي انداز ۾ پڇندو هو جو مسئلي جي جواب جي بلڪل ابتڙ پڇندي شاگرد جي ذهانت ۽ حافظي کي پرکيندو هو. مثال طور چوندو هو ته نماز ۾ پلين دنياوي ڪلام ۽ گفتگو وغيره ڪجي ان سان نماز ۾ ڪا خرابي نه ايندي ان طرح سوال هوندو هو ليڪن ڳالهه ڪرڻ جو ۽ پڇڻ جو انداز اهڙو هوندو هو جڻ ته مسئلي جو جواب ڏيئي رهيا هجن، طالب علم ۾ جيڪڏهن علمي لياقت يا معلومات وغيره هوندي ته اهو نفي ۾ جواب ڏيندو هو ۽ چوندو هو ته صحيح مسئلو هن طرح آهي.

(5) مولوي محمد اڪرم انصاري هالائي: (28)

اهو مولوي صاحب عربي گرامر جي تمام علوم وفنون ۾ ڪافي مهارت وغيره رکندو هو. صرف جو مشهور ڪتاب "ارشادالصرف" جيڪو فارسي ۾ آهي جنهن ۾ سنڌس حاشيو آهي اهو شايع ٿيو آهي مولوي صاحب به هن مدرسي ۾ پڙهائيندو هو. وٽس فارسي جا ڪجهه سبق پڙهيا اٿر. ان کان وڌيڪ ڪو نه پڙهيو آهيان. ڪجهه عرصي بعد اسان جي مدرسي کي ڇڏي ويو ۽ وڃي هالا شهر ۾ رهيو ۽ اتي مدرسو هلايائين. ڪڏهن ڪڏهن اسان جي والد ماجد رحه سان ملڻ لاءِ ايندا هئا. والد صاحب سان تعلق ۽ صحبت جي ڪري آخر ۾ اهل حديث مسلڪ ڏي مائل ٿي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ويا هئا. پاڻ هالا شهر ۾ وفات ڪيائون. هت انهن مدرسن جا نالا لکي رهيو آهيان جن جي مون کي سانپر آهي يا مون اهي ڏٺا هئا.

(6) مولوي نور محمد صاحب

پاڻ پنجاب جي شهر سرگودها جو رهاڪو هو. هن کي خاص ڪري معقولات (منطق وغيره) تي ڪافي دسترس ۽ عبور هو. جنهن به فن جو ڪتاب وغيره پڑهائيندو هوته ان ۾ به معقولات جا نڪات پيش ڪندو هو. ڇڻ ته هن جو تعلق ئي معقولات سان هو. اسان جي مدرسي ۾ ڪجهه وقت پڑهايائين پوءِ ڇڏي پنجاب هليو ويو وري اسان جي والد ماجد عليہ الرحمته جي آخري عمر ۾ دوباره پڑهائڻ آيو ۽ سندس وفات تائين پڑهائيندو رهيو. بابا سائين جن جي وفات وقت هت ئي هو. ان بعد اسان وٽ ئي رهيو. تان جو هڪ سال رمضان المبارڪ جي موڪل تي پنجاب ويو ته وري واپس نه آيو. سال 1962ع ۾ دعوت وتبليغ جي هڪ هفتي جي دوري لاءِ پنجاب وڃڻ ٿيو جنهن ۾ پنجاب جي ڪافي شهرن ۾ جلسا ۽ تقريرون وغيره ٿيون. مثال طور لائل پوره (موجوده فيصل آباد) سرگودها، راولپنڊي، مري وغيره ان سفر ۾ مولوي محمد امير بخش صاحب جنهن اسان جي سرگودها ۾ دعوت ڪئي، جنهن ڳالهه ڪئي ته اجان مولوي نور محمد صاحب جن حيات آهن. پر مون کي کو نه مليو ۽ بعد جي به خبر نه آهي ، حيات آهي يا وفات ڪري ويا. مون به وٽن چند ڪتاب پڑهيا هئا جهڙوڪ نسائي شريف، توضيح وتلويح، منطق ۽ شرح جا مي وغيره. پر سندس رنگ ڍنگ هر جاءِ تي اهو ئي هوندو هو جو شروع ۾ بيان ڪري آيو آهيان. فني اصطلاحات برزبان ياد هئس. جنهن ڪري طالبن کي ڪائنس اسباق پڑهڻ ۾ ڪافي فائدو۽ معلومات حاصل ٿيندي هئي.

(7) مولوي قطب الدين هاليجوي صاحب: (29)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اهو مولوي صاحب پنوعاقل جي نزديڪ هاليجي نالي ڳوٺ ۾ سڪونت پذير آهي. جتي مولوي حماد الله مرحوم (متوفي 1962ع) رهندو هو. مولوي صاحب به اسان جي مدرسي مان ئي علم جي تحصيل ڪيائين اتي ئي ڪيس مدرس ڪري رکيو ويو ڪجهه وقت پڙهايائين. پوءِ ڇڏي ويو. وري دوباره مدرس ٿي آيو ۽ سال به پڙهايائين پوءِ پنهنجي ڳوٺ هاليجي ۾ وڃي رهيو ۽ اتي پڙهائيندو رهيو. گهوٽڪي ۾ به پڙهايائين، ان طرح نيڙهي ۾ به ڪجهه وقت مدرس هو. مون وٽس فارسيءَ جا ڪتاب جهڙوڪ گلستان بوستان وغيره پڙهيا هئا. سندس اها خصوصيت هوندي هئي ته طالب علمن تي هي لازم هوندو هو ته اهي ايندڙ سبق لازمي مطالعو ڪري اچن نه ته سبق ٿي نه پڙهائيندو هو. تان ته شاگردن ۾ ان طرح مطالعه ڪرڻ جي عادت ٿئي. عربي ادب ۾ گهڻ مهارت هئي جڏهن ته منقولاءِ ۽ معقولات ڏي سندس رجحان زياده هو. والد ماجد عليہ الرحمۃ جن جي وفات بعد وري دوباره اسان وٽ پڙهائڻ لاءِ آيو. مون پنهنجي تعليم جي تڪميل وٽن ئي ڪئي بلڪ منهنجي دستاربندي به سندن ئي هٿان ٿي هئي. بعد ۾ هتان ڇڏي وڃي نيڙي جي مدرسي ۾ پڙهائڻ لڳو ۽ آخر ۾ پنهنجي ڳوٺ ۾ ئي رهيو. چند سال اڳ ساڻس ملاقات ٿي. وري خبر نه آهي ته زنده آهي يا گذاري ويو.

(8) مولوي حميدالدين صاحب

هي مولوي پنجاب جو رهاڪو هو. اسان جي والد ماجد عليہ الرحمۃ جي دور ۾ مدرسي ۾ پڙهائيندو هو. ڪيس عربي ادب ۾ تمام وڏي دسترس ۽ مهارت هئس. مون وٽس نحو ۾ "هدايۃ النحو ترڪيب سان صرف ۾" علم الصيغہ" ڪتاب پڙهيا هئا. ۽ عربي ادب ۾ ڪتاب اطواق الذهب للزمخشري جا ڪتاب پڙهيا هئا. جنهن مان ئي سندن عربي ادب ۾ قابليت نمايان هئي. هتي جي آب هوا ۽ موسم راس نه اچڻ جي ڪري گهڻو بيمار رهڻ لڳا جنهن ڪري اسان وٽان ڇڏي ويو. اهڙي قابل ۽

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماهر استاد کان صحيح طرح استفادو نہ ڪري سگهيس. مون کي ڏاڍو شوق هو تہ وٽس عربيءَ ادب جا وڏا ۽ اهم ڪتاب پڙهجن ۽ عربي ادب ۾ مهارت حاصل ڪجي.اهو ڪتاب (اطواق الذهب) سندس ٺي چوڻ تي گهرايو هو. پاڻ مشورو ڏنائون تہ اهو ڪتاب گهرايو ۽ وٽس پڙهڻ شروع ڪيم مون سان گڏ هڪ مولوي عبدالحليم نالي واڍو بہ انهيءَ ڪتاب کي پڙهڻ ۾ شريڪ هوندو هو. منهنجي چوڻ تي مولوي عبدالحليم مولوي صاحب جا نڪتا قلمبند ڪندو ويندو هو. مگر افسوس جو سلسلو قائم رهي نہ سگهيو. پوءِ اهو ڪتاب وري مولوي محمد اسماعيل پناڻ وٽ پورو ڪيم. مولوي عبدالحميد صاحب حنفيت ۾ بلڪل راسخ هو. اشارة سندس ٿورو ذڪر مٿي والد صاحب عليہ الرحمتہ جي زندگيءَ جي ذڪر ۾ عرض ڪري آيو آهيان. مشهور ڪوئيٽا وارو زلزلو (30) جڏهن آيو هو تہ مولوي صاحب اسان وٽ مدرس هو. ۽ پاڻ اڃان جوان هو تقريبن ٽيهہ پنجٽيهہ ورهين جو مس هوندو. وچڻ ڪان پوءِ سندن ڪا بہ خبر نہ آهي تہ حال حيات آهن يا نہ؟

(9) مولوي محمد مدني سنڌي صاحب:

هي مولوي صاحب اصل غير مسلم هندوگهراڻي ۾ ڄائو هو ڳوٺ جي سنڌي اسڪول ۾ هڪ مسلمان استاد وٽ سنڌي فائنل پڙهي پوري ڪيائين. سندس استاد جي خوش اخلاقيءَ جومٿس اهڙو تہ اثر ٿيو جو پاڻ اسلام ڏانهن راغب ٿيا ۽ اسلام قبول ڪيائون. وٽس قرآن شريف بہ پڙهي ورتائين. عمرڪوٽ جي حاجين سان جيڪي بمبيءَ رستي حج تي وڃي رهيا هٿا انهن سان گڏجي عربستان پهتا. مديني ۾ رهي عربيءَ جي تعليم وٺڻ شروع ڪيائون. بعد ۾ پنهنجي تعليم مڪي جي شيخ الاسلام جي زير نگرانيءَ ۾ حاصل ڪيائون. مديني ۾ رهڻ ڪري ڪيس مدني چوندا آهن. حرمين شريفين ۾ اتي سندس ملاقات مولانا عبيدالله سنڌيءَ سان ٿي، مولانا سنڌي انهن ڏينهن ۾ انگريزن جي ڪاري قانون جي ڪري جلاوطنيءَ جي زندگي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گذاري رهيو هو. ان طرح مولوي محمد مدني به سندس صحبت ۾ اثرهيٺ رهيو ۽ وٽس شاهه ولي الله مرحوم دهلوي جي ڪتابن ۾ فلسفه جي تعليم ورتائين، موصوف کي حرمين شريفين ۾ رهڻ ۽ اتي تعيلم وٺڻ ڪري عربيءَ ۾ ڪافي مهارت هئس، جنهن ڪري عربي روانگيءَ سان ڳالهائي ويندو هو ۽ تقرير وغيره به ڪري سگهندو هو. حرمين کان واپسي وقت ڪراچي ۾ رهيو ۽ اجان تائين اتي ئي رهي پيو، پڙهائڻ لاءِ گهرايو اهو سندن حيات جو آخري سال هو. هيءُ اڌائي سال اسان جي والد صاحب سان گڏ سندن مدرسي ۾ رهيو، ان وقت مولوي محمد هتي پنهنجن ٻارن سميت رهندو هو.

عربي ادب جا چند ڪتاب جهڙوڪ مقامات حريري مڪمل ۽ مجان الادب جا چار جلد وٽن ئي پڙهيم، عربي ۾ ڪين سئي ڄاڻ هئي ۽ ڪيس قرآن ڪريم جي فن قرات جو علم به هو. ان سان گڏ شاعريءَ جو علم (**علم العروض والڪافيته**) به ڄاڻندو هو. ان وقت مون کي به اچي شوق جاڳيو ته اهو علم ۽ فن به حاصل ڪريان پر اسان جو والد محترم جن غالباً "والشعرآء يتبعهم الغاون" موجب ان علم کي حاصل ڪرڻ جي برخلاف هئا. پوءِ مون ڪين عرض ڪيو ته هن علم جا هڪ يا ٻه ڪتاب فن طور پڙهڻ سان ڪو شاعر ڪونه ٻڻجي ويندس، ان ڪان سواءِ انهيءَ علم يا فن جي هن ڪري به ضرورت آهي جو نحو جي فني ڪتابن ۾ ڪي جايون اهڙيون اچن ٿيون (جيڪي ڪافيه ۽ شرح جامي پڙهندڙن ڪان مخفي نه آهن) جن کي سمجهڻ لاءِ هن فن کي پڙهڻ ۽ سکڻ ڪان سواءِ ڪماحقه سمجهي به ڪو نه سگهبيون، تنهن ڪري مون کي اجازت ڏيو ته آئون مولوي محمد مدني صاحب وٽ ان فن جوڪو ڪتاب پڙهان، تنهن تي بابا سائين جن مون کي اجازت مرحمت فرمائي. پوءِ مون ٿوري ئي وقت ۾ ڪتاب "محيط الدائرة في علم العروض والڪافيته" پڙهي ورتو، جنهن سان ضرورت آهر هن فن مان به ڪافي واقفيت ٿي ويئي، ۽ نحوجا اهي مقام نهايت چڱيءَ طرح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجهي ويس. وڏيڪ ايترو واقفيت ۾ چاڻ پيداڻي پئي جو ٽيهن جي قريب بندن جو هڪ عربي شعرن جو هڪ قصيدو بہ ٺاهي وڌو جنهن جا بہ ٽي شعر هت درج ڪجن ٿا.

1_ياعاشق الدينا تبصر انها
مثل اليلامع في ملاع تلمع.
2_فالمنهمك فيها وان يک مترفا
لاشک في عال الغداء قد يملع.
3_فاقنع بها يا صاحب الزاد اليسير
ولا تبکن في کل واد تشرع
4_وعن الطماع مضار بلک فاقلع ولا
تک واقعا فيها تعزو ترفع

اهڙيءَ طرح اڳيان بہ شعر آهن ان وقت اسان جو والد ماجد گهڻو بيمار ۽ ناخوش هئا ۽ حيدرآباد ۾ سندن علاج ٿي رهيو هو. اها سندس پڇاڙي واري بيماري هئي. اهو قصيدو قاضي مولوي فتح الرسول نظاماڻي ڏنو قاضي صاحب هن وقت ٽنڊو قيصر ۾ رهي ٿو ۽ هڪ عربي ٽيچر آهي، سندس والد مرحوم قاضي فتح محمد نظاماڻي بہ پنهنجي دور جو وڏو عالم هو. موصوف اسان جي ڏاڏي مرحوم پيرسائين رشدالله شاهہ جن جو استاد هو. پاڻ بهترين ڪاتب ۽ ناقل هئا، مولوي فتح محمد صاحب جن اسان جي ڏاڏي مرحوم جي لاءِ مختلف علائقن ۾ لائبريرين مان حديث وغيره جا ڪتاب نقل ڪرايائين، مستدرڪ حاڪم جو اهو صحيح نسخو جنهن جو ذڪر اڳ ڪري آيو آهيان اهو نسخو بہ قاضي فتح محمد نظاماڻي جو لکيل ۽ نقل ڪيل آهي، پاڻ اسان جي ڏاڏي جا خاص ڪاتب مقرر ٿيل هئا، جن جي لاءِ مولوي صاحب حديث ۽ ان سان تعلق رکندڙ فنون جا تمام گهڻا ڪتاب نقل ڪيا آهن. اهي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسان جي مڪتبہ (لائبريري) ۾ موجود آهن سندس فرزند اسان جي والد صاحب جو تہ خاص محبتي هو. اسان سان بہ ڪافي دوستي ۽ تعلق آهي، قاضي فتح الرسول صاحب پنهنجي والد جي طريقي کي زنده ڪندي مون کي چند ڪتاب نقل ڪري ڏنا آهن. الله تبارڪ و تعاليٰ کيس جزائي خير ڏي.

بهرحال ڳالهہ تي ڪير اهي منهنجا اشعار يا قصيدو قاضي صاحب ڏٺا ڏاڍا پسند آيس ۽ مون کان لکائي ورتائين، بعد ۾ پاڻ اهو قصيدو اسان جي والد محترم کي پڌايائين، چيائين تہ فلاڻي ڏاڍا سٺا عربيءَ ۾ شعر چيا آهن، جنهن تي پاڻ ڏاڍا خوش ٿيا ۽ پنهنجي رضا جو اظهار فرمايائون، اهو فن مون مولوي محمد مدني کان حاصل ڪيم، والدصاحب يوناني فلسفہ پڙهڻ جي بہ برخلاف هئا. مگر مولوي محمد مدني ۽ مولوي محمد نور جن والد صاحب کي راضي ڪري ٿورو ڪجهہ ڄاڻ حاصل ڪرڻ خاطر اجازت ورتائون، ان طرح يوناني فلسفہ ۾ ڪتاب "الهدينہ للسعديہ" جو ڳچ حصو مولوي محمد مدني صاحب وٽ پڙهي ويس، سندن وفات بعد وري ڪتاب ديوبندي مولوي خليل وٽ پڙهيم (مولوي خليل جو تذڪرو بعد ۾ ايندو) پر منهنجي دل يوناني فلسلفہ سان اصل ڪا نہ ڄمي مولوي مدني صاحب جي علم ميراث جي مسائل تي بہ ڪافي عبور حاصل هو. دوران تدريس اسان کي ميراث جا مسئلا سمجهاڻ ۽ حل ڪراڻ لاءِ هڪ رسالو املاءِڪرايائين جيڪو ڪافي وقت مون وٽ محفوظ هو هن وقت اهو مڪتبہ ۾ ملي نہ پيو الائجي ڪيڏانهن ويو. سراجي وغيره پڻ وٽس ئي پڙهيم، فقہ حنفي جو اهم ۽ چوٽي جو ڪتاب الهدايہ بہ مولوي محمد مدني وٽ پڙهيو هئم، ان طرح حديث ۾ موطا امام مالڪ بہ وٽس ئي پڙهي پورو ڪيم. ان کان سواءِ ترمذي شريف ۽ ابوداؤد بہ مولوي صاحب وٽ پڙهڻ جو شوق هو پر ان جو موقعو ميسر نہ آيو. سندن وفات جي ڪافي عرصي بعد مون مولوي شرف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدين دهلوي (اهل حديث) وٽ طب ۾ ڪتاب قانونچه طب پڙهيم ۽ ڪتاب نفسي پڙهڻ جو به خيال هو پر پڙهي نه سگهيس.

بهرحال فن پوري طرح حاصل نه ڪري سگهيس. مولوي مدني صاحب خوش طبع انسان هو. قرآن مجيد جو سنڌي زبان ۾ ترجمو ڪيائين ان ترجمي لاءِ پاڻ مون ڪان صلاح مشورو ڪندو هو. خاص ڪري سنڌي الفاظن بابت بسا اوقات پاڻ منهنجي مشوري کي اهميت ڏيئي پنهنجي لکيل جي اصلاح ڪندا هئا. والد سائين جي وفات بعد هڪ دفعي پاڻ اهو قرآن مجيد ۾ سنڌي ترجمي وارو پنهنجو پورو مسودو مون ڏي تصحيح ۽ نظر ثاني لاءِ ڏياري موڪليائون. اهو سندن تواضع ۽ انڪساري هئي، حالانڪ پاڻ منهنجا استاد ۽ مربي هئا. علم فن قرات آئون مولوي محمد مدني وٽ حاصل ڪري نه سگهيس. ڪافي عرصي بعد مدرسي جي هڪ استاد قاري عزيزالله اترادي ڪان سکيم. اهي سيئي الله سبحانه و تعاليٰ جا مون ناچيز تي عظيم احسان ۽ تورا آهن ورنه آئون ڇا ۽ اهي علم وفنون ڇا؟

مولوي محمد مدني صاحب جون ڪيتريون ئي خوش طبعيءَ جون ڳالهيون ذهن ۾ اچي رهيون آهن ليڪن هت صرف هڪ واقعو نقل ٿوڪريان. اسان وٽ هڪ شخص نالي فقيرمحمد اسحاق ڪيريو رهندو هو. جيڪو حضرت والد ماجد رحه جو ڪم ڪار وغيره ڪندو هو. يعني ان جو خاص خادم هو. پر ان مرحوم جي عادت هوندي هئي جو هر ڪنهن سان ڪنهن نه ڪنهن ڳالهه تي اٽڪيو پيو هوندو هو ۽ پيو جهڳڙو ڪندو هو. اها وري ڪن انسانن جي عادت هوندي آهي ۽ اهي پنهنجي انهيءَ عادت جي ڪري مجبور هوندا آهن. بهرحال هڪ دفعي اهو فقير(اسحاق ڪيريو) ڪنهن ڳالهه تان مولوي مدني صاحب سان اچي اٽڪيو مولوي صاحب چيس ته اسحاق فقيرا ڏس هن ڳوٺ ۾ ڪم از ڪم ڇاليهه پنجاهه گهر آهن. هاڻي تون به وارو ٻڌي ڏينهن مقرر ڪري ڇڏ. ته هڪ ڏينهن فلاڻي سان وڙهڻو آهي ٻي ڏينهن ٻي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سان ان طرح پنھنجا ڏينھن مقرر ڪري ڇڏ. جڏھن منھنجو وارو اچي تہ ان ڏينھن خاص مون سان اچي وڙھجين ہي ڪنھن سان بہ نہ ۽ اچي پنھنجي عادت پوري ڪجان. مهرباني ڪري هڪ ئي ڏينھن ۾ سيني سان نہ وڙھہ ۽ هر روز مون سان بہ نہ اچي وڙهہ بلڪ وارو مقرر ڪري ڇڏ. بس اها ڳالهہ ان ويچاري فقير تي تہ اهڙي منطبق ۽ ٺهڪي آئي جو اهو چپ ٿي ويو. پوءِ ڪيترائي ڏينھن مولوي صاحب جي اها ڳالهہ زبان زد عام رهي. مولوي محمد مدني اسان وٽ بہ اڍائي سال رهيو. مون ڪي ڪافي ڪجهہ پڙهايائين ۽ ڪافي علم فنون جي سکيا ڏيئي ويو.

الله تعاليٰ کيس جزاء خير ڏي. مولوي صاحب جن ڪيترائي ڪتاب لکيا آهن جهڙوڪ علم ميراث متعلق اردو ۽ سنڌي ۾ الڳ الڳ ڪتاب لکيائين نحو ۽ صرف تي بہ هڪ ڪتاب لکيو آهي ۽ قرآن مجيد جو سنڌي ترجمو پڻ ڪيائين. پاڻ هن وقت بہ پيرسنيءَ جي باوجود مخصوص شاگردن کي گهر ۾ پڙهائيندا آهن. گهٽ ڪري عربي ادب متعلق ڪتاب ئي پڙهائي ٿو. سندس نياٽي مولوي غلام مصطفيٰ قاسمي (شاهہ ولي الله اڪيڊمي صدر حيدرآباد) جن جي عقد ۾ آهي. اسان وٽان ڇڏي وڃڻ کان پوءِ بہ مولوي صاحب ڪڏهن ڪڏهن اسان جي ڳوٺ گهمڻ ايندا آهن. هينئر بہ ٻہ ٽي سال ٿيا آهن جو وري سندن اچڻ نہ ٿيو آهي. ان دور جي طالب علميءَ وارو زمانو ٿو ياد اچي تہ اهڙو ٿو لطف اچي جو ٻائنجي تہ وري ڪتاب کڻي طالب علم ٿي شاگردي شروع ڪجي. ليڪن اڄ اهي مدرس(پڙهائڻ وارا) ۽ اهي پڙهڻ وارا طالب علم ڪٿي آهن ۽ اهو علمي پر لطف ۽ پر مذاق ماحول ڪٿي آهي. ڪڏهن ڪڏهن استاد صاحب جن کي عرض ڪندا هئاسون تہ اڄ ڪتاب جو درس عربيءَ ۾ ڏيو تہ پوءِ پاڻ اهو سبق مڪمل عربيءَ ۾ سمجهائيندا هئا. تقرير ڪري آخر ۾ چوندا هئا تہ فهمتم؟ ڪاش ان وقت ۽ دور جا سيئي واقعات ۽ ڳالهيون انهيءَ وقت قلمبند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڪجن ها تہ ڪافي تاريخي ۽ علمي مواد جمع ٿي وڃي هامگر ماشاءالله ڪان ومالم يشالايڪون.

اهي ڳالهيون بہ توهان جي پڇڻ تي ياد اچي ويون آهن ورنہ مون سمجهيو ٿي تہ ٻن ٽن سوالن جي استفسار جو جواب ڏئي سگهندس پر هاڻ تو محسوس ڪريان تہ هر سوال جو جواب هڪ مستقل "ڪتاب" ۽ "تذڪرو" بڻجي سگهن ٿا. چند ڏينهن ٿيا جو تازو مون کي اسان جي دوست ۽ مدرسي جي استاد مولوي دوست محمد جن جي عيادت ڪرڻ لاءِ ڪراچي وڃڻ ٿيو. جڏهن اتي پهتس تہ خبر پئي مولوي محمد مدني صاحب جن جو گهر بہ اتي ئي آهي، خيال آيو تہ ساڻس ملاقات ڪجي، مگر منهنجي وڃڻ کان اڳ ئي مولوي صاحب جن کي منهنجي آمد جي خبر ملي چڪي هئي ۽ پاڻ مون ناچيز سان ملڻ لاءِ هلي آيو. سندن پير سني ۽ ڪمزوريءَ جي ڪري اها حالت هئي جو ماڻهوءَ جي سهاري سان مس ٿي هلي سگهيا. تنهن جي باوجود پاڻ مون لاءِ تڪليف ڪري هلي آيا. حالانڪ آئون تہ سندس ادنيٰ شاگرد هئس، وجڻ تہ مون کي ڪيندو هو چيائين تہ توهان کي ڏسي ڏاڍي خوشي ٿي آهي، دل چاهيون ٿي تہ اوهان جي ڳوٺ اچان ها پر ڏسو ٿا تہ ماڻهوءَ جي سهاري کان سواءِ هلڻ چلڻ مشڪل آهي، ڪانئس دريافت ڪرڻ تي معلوم ٿيو تہ هن وقت درس وتدريس جو ڪم ڪو نہ ٿا ڪن، پر ان هوندي بہ ڪتابن جو مطالعو ۽ تصنيف و تاليف جو ڪم اڃان بہ جاري رکيو اٿن، اسان سان ٿورو وقت مجلس ڪيائون ڳڏجي ماني بہ ڪاڌي سون ۽ پوءِ موڪلائي هليا ويا.

(10) مولوي خليل احمد صاحب:

هي مولوي صاحب والد صاحب جن جي وفات کان گهٽو پوءِ اسان جي مدرسي ۾ پڙهائڻ آيو هو. مون وٽس معقولات ۾ ميبذي، عربي ادب ۾ سبع معلقات ۽ فن مناظره ۾ رشيديہ پڙهيا هئا. ان کان علاوه صحيح بخاريءَ جو ڪجهہ حصو، منطق ۾

محكم دلائل سے مزين متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مكتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلم العلوم، اصول فقہ ۾ مسلم الثبوت علامہ محب الله بهاريءَ وارو ۽ ٻيا ڪتاب بہ پڙهيا هئا. مولوي صاحب کي فن مناظره سان خاص دلچسپي هوندي هئي. شاگردن کي بہ اهو فن مناظره جا اصول ۽ قاعدا ۽ دلائل وغيره جي تربيت ڪندا هئا. خاص ڪري بدعتين، شيعن قاديانين ۽ نيچرين وغيره جي دلائل جو رد قد بيان ڪندا هئا. ان طرح شاگردن کي مناظره ڪرڻ جي مشق ڪرائيندو هو. انهن فرقن جي رد ۾ ستاسنا دليل وغيره لکرائيندو هو ۽ ڪڏهن پاڻ اهي دليل عربي ۾ لکي ڏيندو هو. جيئن شيعن جي رد ۾ مون کي سوره نور جي آيت: (**وعدالله الذين امنوا منكم وعملوا الصالحات يستخلفنهم في الارض**.) ان آيت جي متعلق ان جو تفسير ۽ تشريح وغيره عربي ۾ لکي ڏنائين، افسوس جو اها هن وقت گم ٿي وئي آهي. مولوي صاحب ان وقت پڪو حنفي ۽ مقلد هو. اسان کي ڇڏي پوءِ مدرسي مدينة العلوم پيندبو شريف ۾ وڃي رهيا. آخر ۾ جماعت اسلامي ڏي مائل ٿي ويا هئا. مولانا مودوديءَ جا خيالات ۽ فڪر مٿس غالب رهيا. بعد ۾ وري غلام احمد پرويز جي تصنيفات جي مطالعہ ڪرڻ جي ڪري پرويزيت ۽ نيچريت طرف مائل ٿي ويو. جنهن جو اسان کي ڪافي افسوس آهي، پنهنجي انهيءَ فڪر ۽ ميدان کي کلي طرح ظاهر ڪو نہ ڪندو هو. پر سندس ڪن ڳالهين ۽ طرز عمل مان معلوم ٿي ويندو هو جو تہ اها لڪڻ جهڙي ڳالهہ نہ آهي. هن وقت مولوي خليل احمد صاحب سکر شهر ۾ هڪ تعليمي ادارو قائم ڪيو آهي جنهن جا پاڻ منتظم اعليٰ بہ آهن تہ پڙهائن بہ ٿا، هن اسڪول جو هڪ جدا پنهنجو الڳ نصاب تعليم ٺاهيو ۽ مرتب ڪيو هئائين. سوشلزم جي خلاف تقريرون ڪرڻ ۽ ديني وتبليغي پروگرامن ۾ شريڪ ٿيڻ لاءِ سکر وڃڻ ٿيو تہ اتي ملاقات ٿي هئي سندس اداري جي نصاب جي ڪاپي مون کي بہ ڏنائين، ۽ چيائين تہ هن متعلق پنهنجي راءِ ۽ خيال مون ڏي لکي موڪليندا، آئون ڳوٺ واپس اچي پنهنجي راءِ جيڪي ڪجهہ ان ۾ اضافو ۽ ترميم وغيره ڪرڻي هئي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اهي سپ ٺي لکي مولوي صاحب ڏانهن موڪليون هئم، وري ڪابہ خبر نہ آهي تہ ڇاٿيو ۽ ان ڪان پوءِ مولوي صاحب وري مون کي نہ مليو آهي. والله اعلم.

مولوي خليل احمد کان پوءِ وري مولوي قطب الدين هاليجوي اسان جي مدرسي ۾ پڙهائڻ آيو، (جنهن جو ذڪر اڳ ۾ ڪري آيو آهيان) جنهن وٽ مون نجوم مفصل زمخشري، ڪي ادب جا ڪتاب ۽ بخاري وغيره پڙهي آخر سندس ٿي هٿ تي منهنجي دستار بندي ٿي. ان موقع تي ڳوٺ ۾ هڪ ديني جلسو بہ رکرايو هئوسون، جنهن ۾ پرپاسي مان ڪافي جماعت گڏ ٿي هئي، اهو ياد نہ اٿم تہ ان جلسي ۾ ٻيا ڪهڙا عالم شريڪ ٿيا هئا. بهرحال ان طرح منهنجي ديني ۽ عربي علم جو طالب علميءَ وارو دور پورو ٿيو. انهيءَ تفصيل مان اوهان اهو محسوس ڪيو هوندو تہ منهنجا استاد گهڻو ڪري حنفي ۽ مقلد هئا. ليڪن اهو الله سبحان و تعاليٰ جو احسان ۽ فضل ٿو سمجهان جو حنفي استاد هجڻ جي باوجود آئون حنفيت کان متاثر نہ ٿيس. ۽ نہ وري ان طرف ڪو ذهن، خيال يا لاڙو ٿيو. بلڪ منهنجو دلي رجحان ۽ طبيعت ڪتاب وسنت طرف ٿي مائل رهي. طبيعت شروع کان ئي تقليد شخصي کان متنفر رهي. غالبن ان ۾ الله سبحان وتعاليٰ جي فضل عظيم جو دخل آهي جو مون کي مرشد اهڙو ڏنائين جنهن کي سنت سان تعلق ۽ محبت عشق جي درجي تي پهتل هئي. بس اهو سندن ئي صحبت، فيض ۽ تربيت جو اثر آهي جو شروع کان ئي طبيعت کي قرار ۽ سڪون ڪتاب و سنت جي علوم مان ئي نصيب ٿيو. انهيءَ ڪري اسان جي رڳ رڳ ۾ وار وار کين دعائون ڪن ٿا تہ شال الله تبارڪ وتعاليٰ کين اعليٰ درجات عطا فرمائي، پنهنجي رحمت جي بارش مٿن وسائي ۽ جنت الفردوس ۾ اعليٰ مقام عطاءَ فرمائي، رسول الله ﷺ جن جو کين جنت ۾ صحبتي بنائي ۽ انهيءَ جي رفاقت نصيب ڪري اللهم آمين.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مون اگرچہ معقولات وغيره پڙهي آهي ۽ اهو فن بہ حاصل ڪيم ليڪن انهن فنن مان ڪنهن بہ فن سان دلي لڳاءُ ۽ قلب کي اطمينان ۽ شرح صدر نصيب نہ ٿيو بلڪ قلب کي اطمينان، انشراح صدر کي راحت ۽ ذهن کي آرام ۽ قرار صرف ڪتاب وسنت جي علوم مان ئي ملي سگهيو. حضرت شاهہ ولي الله محدث دهلوي رحمتہ الله عليہ جن پنهنجي هڪ شعر ۾ ڪهڙي نہ سچي حقيقت ظاهر فرمائي آهي، **فلله اجره**

علم ڪہ ماخوذ از مشكوة نبي است والله ڪسي سيرابي ازان تشنہ لب است

واقعي ٻين علوم وفنون مان تشنگي يا پياس اصل لهي نٿي سگهي، اسان جي دل ودماغ ۽ روح و ذهن جي وپياس صرف ڪتاب وسنت جا علوم ۽ معارف ئي لاهي سگهن ٿا، ۽ اهي ئي اهي علوم آهن جيڪي مشڪوة نبوي کان ماخوذ آهن. امام ذمخشري تفيسر ڪبير نالي هڪ ضخيم تفسير ڪبير جي لاءِ هڪ حيقيت حال کان واقف جو قول آهي تہ "امام رازي جي تفسير ۾ ٻيو سڀ ڪجهہ آهي ليڪن منجهس تفسير نالي ڪاشي نہ آهي" ۽ بلڪل حقيقت آهي، پر افسوس جو اسان جي ڪن عالمن سڳورن ۽ مفسرن قرآن ڪريم کي بہ انساني عقل سان حل ڪرڻ گهريو حالانڪ ساهر ڪنهن کي خبر آهي. چہ نسبت خاڪ را باعالم پاڪائي؟

انساني عقل پنهنجا مسئلا حل ڪرڻ کان بہ قاصر آهي، سو ڪتاب الله جا نڪات يا ان جي مسائل کي ڇا حل ڪري سگهندو، اک کي بہ جيسين سج جي روشني حاصل نہ هوندي تيسين ڪوبہ ڪم ڪري نہ سگهندي اگرچہ اهو ڪيترو بہ تيز نظر ڇو نہ هجي. اهڙي طرح ئي اندر جي اک آهي ان کي بہ جيسين باطني روشني (يعني وحي الاهي) نصيب نہ ٿيندي تيسين ڪو بہ صحيح ڪم نہ ڪري سگهندو. پوءِ جيڪو وحي الاهي کان اڳيرو ٿي محض عقل سان ويهي مسئلا حل ڪرڻ جي ڪوشش ڪندو تہ اهو نہ صرف ڀٽڪندو رهندو بلڪ ڪا بہ ڳالهہ صحيح نہ ڪري سگهندو. بس ان لاءِ ائين سمجهو جيئن ڪو شخص بناروشني جي سخت اونداهيءَ ۾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هتو راڙيون ڏيئي رهيو هجي. ظاهر آهي ته اهو شخص وچي کنهن کنڌيءَ تي هٿ رکندو يا کنهن ذهر آلود بلا يا جيت تي هٿ رکندو جنهن جو نتيجو ڇا نڪرندو ان جي لکڻ جي ڪا ضرورت نه آهي، اوهان پاڻ سمجهو ٿا. اهڙيءَ طرح هڪ معقولات جي ماهر جنهن پنهنجي عمر عزيز جو وڏو حصو انهيءَ تيهه جي ميدان ۾ ٺوڪرون ۽ ٿاپا کائڻ بعد آخر ۾ اهو چوڻ تي مجبور ٿيو ته "معلوم شد که هيچ معلوم نه شد" يعني هتي ايتري ساري جدوجهد محنت ۽ ڪوشش کان پوءِ به جيڪي ڪجهه معلوم ٿيو آهي اهو هي آهي ته ڪجهه به معلوم نه ٿيو مطلب ته رڳو اونداهي ۾ ٽڪر هنيا اٿم باقي حاصل ڪجهه به نه ٿيو آهي، ان طرح هڪ ٻئي معقولي پنهنجي ساري عمر معقولات فن ۽ علم سکڻ جي گورک ڌنڌي ۾ وڃائڻ بعد آخر ۾ اهو چيائين ته "آئون هن شهر جي پوڙهن ماڻهن جي عقيدي تي مري رهيو آهيان" امام غزالي رحمته الله عليه جي تذڪري ۾ بيان ٿيل آهي ته ان پڇاڙي عمر ۾ پنهنجي ڇاتي تي امام بخاريءَ جو ڪتاب "صحيح بخاري" رکي چيو ته هن کان اڳ مون جيڪو ڪجهه پڙهيو، سکيو يا لکيو اٿم انهن سڀني کان رجوع ڪريان ٿو، ۽ منهنجو ايمان ۽ عقيدو اهو آهي جيڪو هن ڪتاب ۾ بيان ٿيل آهي عبرت جو مقام آهي ته امام غزالي جهڙي عالم ۽ ڏاهي ماڻهو به جيڪو انهن سڀني علوم وفنون (فلسفه، منطق، مقعولات وغيره) ۾ امامت جي مرتبه تي فائز هئا، ۽ پوري دنيا ۾ سندس علم ۽ عقل جي هاڪ هئي جنهن ڪي به آخري عمر ۾ هي اقرار ڪرڻو پيو ته اهي سڀئي علوم وفنون انساني رهنمائي لاءِ ڪنهن به ڪم اچي نٿا سگهن بلڪ فضول ۽ بيڪار آهن، انهن مان سڌو رستو حاصل نٿو ٿي سگهي، نيٺ ڦري گهري وري به ڪتاب وسنت ڏانهن اچڻ ڪانسواءِ ٻي ڪا به واهه نه آهي پوءِ ڇو نه شروع ۾ ئي ان قيمتي ۽ املهه شيءَ کي حاصل ڪجي ۽ ان کي ڇنبڙي پٺجي ٻي طرف وڃي ڌڪا ۽ ٿاپا کائڻ مان ڇا حاصل ٿيندو؟ پر افسوس هن ڳالهه جو آهي ته اسان جا اڪثر ديني مدرسا ۽

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ديني ادارا جن جي هي دعوي هوندي آهي ۽ انهن جي منهج ۾ منشور ۾ اهو شامل هوندو آهي تہ اسان جو اصل مقصد قرآن وسنت جي تعليم کي عام ڪرڻ ۽ ان کي ترويج ڏيڻ ۽ اشاعت آهي. ليڪن اهي علوم وفنون جهڙوڪ صرف، نحو، اصول، منطق ۽ فلسفہ وغيره محض قرآن وسنت کي صحيح سمجهڻ ۽ انهن تائين پهچڻ جا ذريعا سمجهي انهن کي پڙهايون ٿا. مطلب تہ اصل مقصود ڪتاب و سنت جو علم آهي پر اهي ٻيا علوم وفنون صرف قرآن وسنت تائين پهچڻ ۽ رسائي حاصل ڪرڻ جا ذريعا ۽ وسائل آهن، مگر ان هوندي بہ عملا ٿيندو هن طرح آهي تہ انهن ذريعن ۽ وسائلن تي طالب علمن جا ڏهہ ٻارهن سال لڳيو وڃن بلڪ ان کان بہ وڌيڪ ۽ جڏهن طالب علم جو ڪتاب سنت کي سمجهڻ ۽ ان تائين پهچڻ جو وقت آيو تہ پوءِ هڪ ٻي سال ۾ حديث جا سيئي ڪتاب بہ پورا ڪرايا وڃن ٿا تہ تفسير بہ هڪ ٻي سال ۾ ختم ڪرائي وڃي ٿي. ياللعجب و ضيعة الادب.

تفسير ۾ صرف تفسير جلالين ۽ بيضاويءَ جو ٿورو حصو پڙهايو ٿو وڃي جنهن جي پڙهڻ سان طالب علم کي ڪا بہ لياقت ۽ درڪ حاصل ڪو نہ ٿي ٿئي، سوچو تہ جيڪڏهن ڪو ماڻهو پنهنجي ڪنهن مطلوب يا مقصود کي حاصل ڪرڻ ۽ ان تائين پهچڻ جو خواهش مند آهي پر ان تائين پهچڻ لاءِ ذريعا ۽ وسيلا مطلوب آهن انهن تي ڪافي وقت لڳائي ٿو پر جڏهن ايترا ڪشالا ڪاٽي ان مقصود يا گوهر وٽ وڃي مس پهتو. ۽ ان کي صرف منهن ڏيکاري واپس ٿئي تہ هر ڪو هن کي بي عقل ۽ ديوانو سمجهندو ۽ چوندو تہ جنهن لاءِ ايڏيون تڪليفون برداشت ڪيئي ۽ ڪشالا ڪاٽيئي ان وٽ ترسئين بہ ڪو نہ باقي جيڪي ذريعا ۽ وسيلا ان تائين پهچڻ جا هئا انهن ۾ ڏينهن جا ڏينهن لڳائي ۽ ترسئين بہ سهي، گويا تنهنجو اصل مقصد اهو نہ هو جنهن کي حاصل ڪرڻ لاءِ تو اهي جتن ڪيئي بلڪ اهي ذريعا ۽

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسيلائي تنهنجا مقصود اصلي هئا. ڇا اها حقيقت نہ آهي، اڄ ڪلهہ مدرسن ۾ ايئن ٿي ٿي رهيو آهي.

اهل مدارس ڪي طلباء تي اصل محنت ۽ توجہ ان دور ۾ ڪرڻ گهرجي جڏهن اهي طالب قرآن وحديث ڪي سمجهڻ ۽ پروڙڻ تائين پهچن پوءِ انهن ڪي قرآن و حديث صحيح ۽ تحقيق سان سمجهائڻ لاءِ پنهنجو تائم ۽ وقت ڏين نہ ڪي خارجي علوم وفنون تي طالبن جو وقت ضايع ڪن، انهن علوم وفنون جي تعليم وتدريس ايتري ڪجي جو انهن ذريعي اصل مقصود تائين رسائي حاصل ڪجي پوءِ پوري توجهہ ۽ محنت اصلي مقصود تي صرف ڪجي، اهوئي سبب آهي جو انهن خارجي علوم وفنون تي پوري توجهہ ۽ محنت ڪرڻ جي باوجود انهن جا ماهر قرآن حڪيم جي صحيح علم، تفسير وتشريح ڪان عاجز هوندا آهن. ۽ حديث مان مسائل ومعارف جي استنباط جو منجهن ملڪو ۽ لياقت نہ هوندي اٿن بلڪ حديث جي صحيح مفهوم ۽ پڙهڻ ڪان بہ عاري هوندا آهن. جيڪڏهن منڪرين حديث ۽ نيچرين مان ڪو حديث تي اعتراض ۽ نقد وغيره ڪري تہ اهي ان ڪي جواب بہ نہ ڏيئي سگهندا آهن، پوءِ انهن علوم وفنون تي ايتري محنت، توجهہ ۽ عمر وڃائڻ جي ڪهڙي ضرورت آهي ۽ ان مان ڇا حاصل ٿيو؟ معقولات، فلسفہ يوناني ۽ منطق تي ايترو وقت صرف ڪرڻ سراسر طلباءِ تي زيادتي ۽ ظلم آهي ۽ ان جو ڪو بہ فائدو وغيره نہ آهي، ڇو تہ اهي علوم وفنون (يوناني فلسفہ وغيره) دنيا جي ڪنهن بہ مسئلہ جو حل نہ آهن. باقي انهن ۾ علوم الطبعيۃ مابعد الطبيعات ۽ الاهيات وغيره متعلق جيڪي بحث اچن ٿا اهي اڪثر ڪري غلط آهن، الاهيات ۽ مابعد الطبيعيات جي بحث ۽ مسائل ۾ جيڪي انهن فلسفين ۽ معقولين ٿاپا ڪاڏا ۽ هٿوراڙيون هنيون اٿن اهي انهيءَ علم ڪان واقفيت رکندڙن ڪان مخفي نہ آهن. اهي بحث ۽ انهن جا دلائل وغيره پڙهندڙ ڪي منجهايو ڇڏين ۽ ڪا بہ صحيح رهنمائي ڪو نہ ٿا ڪن بلڪ هڪ سادي ۽ قلب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سليم انسان کي انتهائي عميق حيرت جي کڏ ۾ ڪيرايو ڇڏين ٿا اهو ڏسڻو وائسڻو انسان آخر ۾ بلڪل بيڪار ۽ ڪم عقل بڻجيو وڃي، ڇو ته اهي بحث و مسائل ۽ انهن جا دلائل محض اٽڪل ۽ تخميني بنياد تي مشتمل هوندا آهن انهن جو ڪو به ٺوس دليل وٽن ڪونهي.

قرآن و حديث جي رهنمائي حاصل ڪرڻ جي بجاءِ محض پنهنجي عقل ۽ قياس جي زور ۽ پروسي تي انهن مسائلن کي جيڪي غيب جي پردي ۾ آهي تن کي حل ڪرڻ جي ناممڪن ڪوشش ڪن ٿا، پوءِ ٻڌايو ته انهن مسئلن ۾ بحث جو ڇا نتيجو نڪرندو ۽ ان جو ڇا حال هوندو؟ انڌيري رات ۾ تير ۽ نشاني بازي ڪرڻ جي مترادف آهي. مطلب ته انهن فلسفين ۽ معقولين علم الاهيان ۽ مابعدالطبيعيات جهڙن مسئلن ۾ هنن اهڙا ته ٿاپا ڪاڏا اٿن جو سندن ڪا به ڪل سڌ نه رهي اٿن.

علوم طبعيه متعلق جيڪي به قياس آرايون ڪيون اٿن تن کي اڄڪلهه جي فلاسفرن ۽ جديد نظريات جي حاملن بلڪل باطل بنائي ڇڏيو آهي، اهي نظريا ۽ عقيدا (علوم طبعيه) سراسر بيڪار ثابت ٿي پيا آهن. لهذا انهن مدي خارج علوم وفنون تي هن وقت شاگردن جي عمر عزيز وڃائڻ سراسر فضول ۽ بيڪار هجڻ سان گڏوگڏ انهن معصومن تي ظلم عظيم به آهي، آخر جيڪي علوم وفنون انسان جي دنياوي مسئلن کي حل ڪرڻ ۾ ڪنهن به قسم جي رهنمائي نه ڪن ۽ نه وري ديني و روحاني معاملات ۾ ڪم اچن انهن جي پڙهڻ ۽ پڙهائڻ جو ڪهڙو فائدو؟

اهڙي بي مقصد ۽ بي مصرف شيءِ ۾ طلباءَ کي مصروف رکڻ جو مطلب پيو ته سمجهه ۾ ڪو نه ٿو اچي ۽ نه وري ڪاٻي توجيهه نظر ۾ اچي ٿي صرف اهو چئي سگهجي ٿو ته ويچارن اهل مدارس جي بانيڪارن ۽ اراڪين کي ٻي ڪا به وندر ۽ مصروفيت ڪانهي هنن کي پنهنجي دماغي گهوڙن ڊوڙائڻ لاءِ ٻيو ڪو ميدان هٿ ڪو نه آيو تنهنڪري انهن بيڪار، فضول ۽ مدي خارج علوم وفنون (يوناني فلسفو ۽

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معقولات وغيره) ۾ پيا پنهنجا ذهني گهوڙا ڊوڙائن. شال الله تعاليٰ مٿن رحم ڪري ۽ هنن کي هدايت نصيب فرمائي، درحقيقت قديم يوناني فلسفو وغيره بلڪل بيڪار بنجي ويو آهي. اگر بالفرض جيڪڏهن ڪنهن زماني ۾ انهن علوم وفنون جو مقصد ۽ فائدو هو به سهي ته ان جو هن وقت ۽ هن جديد دور ۾ ڪجهه به فائدو نه آهي، تنهن ڪري انهن علومن تي پنهنجو وقت ضايع ڪرڻ جي بجاءِ اهي پنهنجو وقت ۽ محنت قرآن و حديث کي سمجهڻ، انهن ۾ درڪ ۽ لياقت پيدا ڪرڻ تي خرچ ڪن ۽ طلباء تي انهن ٻن شين ۾ خصوصي توجهه ۽ محنت ڪن. جنهن سان اسان جي دنيا ۽ آخرت، مادي ۽ روحاني زندگي به سڌري ويندي هر معاملي ۽ مسئلي ۾ صحيح رهنمائي به حاصل ٿيندي، هر ذهني ڪوفت ۽ دماغي الجهن کان به نجات ملي ويندي ۽ انهيءَ حيرت ۽ اضطرابي ڪيفيت مان ڇوٽڪارو حاصل ٿي ويندو. جنهن ۾ انهن فلاسفرن ۽ معقولين بي گناهه ۽ اٻوجهه سادن سودن انسانن کي گمراهه ڪري ڇڏيو آهي. ڪاش جيڪر اسان کي اهو صحيح رستو ۽ گس نظر اچي پر ڇا ڪجي انڌي تقليد انهن کي ڇڏڻ لاءِ تيار ٿي نه آهي. بلڪ انهن کي مجبور ٿي ڪري ته سيئي انهيءَ لڪير جا فقير بڻجي انهيءَ واٽ تي هلندا رهو. جنهن تي اڳ وارا ماڻهو هلندا رهيا. خواهه ان جو مقصد هجي يا نه؟

معاف ڪجو! آئون اصل سوال جي جواب کان هٽي ويو آهيان ٻي ڳالهه ۽ مضمون ڏي هليو ويس سمجهان ٿو ته اهو به فائدي کان خالي نه هوندو. بهرحال مٿين مذڪوره استادن کان علاوه به منهنجا ٻيا انيڪ استاد آهن جن وٽ هڪ يا ٻه سبق پڙهيم ۽ انهن وٽ سکڻ جو ٿورو ٽائم مليو تنهنڪري انهن استادن جي ڪا خاص ڳالهه. ڪو خاص واقعو يا ڪا امتيازي خصوصيت ياد نه آهي جو آئون لکان. انهيءَ ڪري انهن متعلق وڌيڪ لکڻ يا بيان ڪرڻ کان پهلو تهي ڪندي اهو عرض ڪريان ٿو ته ان طرح منهنجي طالب علميءَ وارو دور پورو ٿيو.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلله الحمد علي ذالك والله اعلم

سوال_ 6: موجوده زماني ۾ عالم اسلام لاءِ جن جديد مسئلن ۽ حادثن سان مقابلو آهي انهن جي دفاع لاءِ نوجوان نسل کي کهڙن پراڻن ۽ نون مصنفن ۽ ليکڪن جي تصانيف ڪار آمد ۽ مفيد آهي؟

جواب:_ اڳوڻن عالمن ۽ مشاهيرن اڪثر پنهنجا سڀ ڪتاب عربي زبان ۾ لکيا آهن لهذا انهن مان استفادو ڪرڻ لاءِ نئين نسل ۽ نوجوانن کي پهريان تہ عربي علم ڪان ڪماحقہ واقف ڪرڻو پوندو تان تہ اهي انهن ڪتابن ۽ لکڻين مان براهہ راست فائدو حاصل ڪري سگهن يا ڪا اهڙي انجمن ۽ جمعيت هجي جيڪا انهن ڪتابن جا صحيح ترجما ڪري ۽ انهن کي عام فهم ٻڌائي جو نئون نسل ان مان مستفيد ۽ مستفيض ٿي سگهي. اها صورت ٿوري مشڪل آهي، هيٺ قديم علماء ۽ مشائخن جي ڪن ڪتابن ۽ تصانيف جو ذڪر ڪجي ٿو جيڪي هن وقت ۾ بہ اهڙائي قيمتي ۽ مفيد آهن جهڙا سندن زمانہ تصنيف وقت هئا. انهن علمائن ۽ مشائخن ۾ امام ابن تيميہ رحمتہ الله عليہ جو نالو سر فهرست سمجهڻ گهرجي. تنهن ڪان بعد سندن ئي شاگرد رشيد امام ابن القيم رحمتہ الله عليہ جن جا ڪتاب انتهائي مفيد ۽ ڪارگر آهن. امام ابن تيميہ جا ڪيئي ڪتاب آهن جن مان ڪجهہ تفسير ۽ اصول تفسير متعلق آهن. ۽ ٻيا اڪثر ڪتاب باطل مذاهب مثلا، يهود، نصاريٰ ۽ شيعت وغيره جي رد ۾ لکيل آهن، سندن سڀني ڪتابن ۾ علم ۽ نڪات وغيره جو بحر بيڪنار سمايل آهي امام صاحب جي ڪتابن مان چند جا نالا لکجن ٿا، مثال طور منهاج السنة، الصارم المسلول علي شاتم الرسول، ڪتاب الردعلي المنطق، الفرقان بين اولياءِ الشيطان واولياءِ الرحمان، الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح وغيره. ٻيا بہ ڪئين ڪتاب ورسائل آهن. بس انهن ڪتابن ۽ رسالن مان ڪو استفادو حاصل ڪرڻ وارو هجي جن ۾ ڍڪو علم ئي علم آهي.

www.KitaboSunnat.com

اهڙيءَ طرح امام ابن حزم ظاهري رحمتہ الله جو ڪتاب الفصل في الملل والنحل بہ هڪ بهترين ۽ سٺو ڪتاب آهي، جنهن ۾ امام موصوف اسلام تي ڪيل اعتراض وغيره جو رد ۽ منجهس اسلام جو بهترين ۽ سهڻي انداز ۾ دفاع ڪيو آهي، جيڪو قابل ديد ۽ تعريف آهي. شاه ولي الله عليہ الرحمتہ جن کي بہ متقدمين علمائن ۽ مشائخن جي لسٽ ۾ شامل سمجهڻ گهرجي، شاه صاحب مرحوم جي جملہ تصانيف بہ ان سلسلي ۾ نهايت مفيد ۽ ڪارآمد آهي، اڄ ڪلهہ جي فتنن، حادثن ۽ مسئلن جي حل لاءِ سندس تحريرات وغيره مان ڪافي ۽ وافي مفيد معلومات حاصل ٿئي ٿي، پر شرط اهو آهي تہ سندس تصانيف کي اهو شخص مطالعو ڪري جنهن کي قرآن مجيد سان خصوصي لڳاءُ ۽ رسول الله صلي الله عليہ وسلم جن جي حديثن ۽ سنت سان اها نسبت ۽ عقيدت هجي جيڪا خود هنن ڪتابن جي مؤلف حضرت شاه صاحب عليہ الرحمتہ جن کي حاصل هئي، ۽ پوءِ اهوئي ماڻهو حضرت شاه صاحب جن جي صحيح فڪر کي سمجهي سگهندو. اڄڪلهہ جيڪي حضرات يا ادارا شاه ولي الله جي افڪار، فلسفہ ۽ حڪمت وغيره جي ترجماني جي عنوان هيٺ جيڪي ڪجهہ جدوجهد ڪري رهيا آهن، يا مضامين ۽ ڪتاب ورسائل شايع ڪري رهيا آهن، انهن حضرت شاه صاحب مرحوم جي فلسفہ ۽ فڪر کي صحيح طور تي سمجهيو ۽ سڃاتو ئي ڪونہ اٿن اهي سندن فڪر جي صحيح ترجماني ڪو نہ ٿا ڪن. البتہ انهن جي انهن ڪارنامن ۽ جدوجهد جي نتيجي ۾ حضرت شاه صاحب مرحوم جن بيگناه ۽ بلاوجهہ بدنام ٿي رهيو آهي. (گستاخي معاف!) انهن جي بيان ڪيل فلسفہ ۽ فڪر ۾ شاه ولي الله جي فلسفہ ۽ فڪر ۾ زمين ۽ آسمان جو فرق آهي، جنهن مان ملحدن ۽ ڪتاب وسنت جي تعليمات ۽ روشنيءَ کان روگرداني ڪندڙن کي پنهنجي تائيد ۽ دليل لاءِ مواد هٿ اچي رهيو آهي. اهي حضرات گهڻ علم ۽ اڻ ڄاڻائيءَ جي ڪري حضرت شاه صاحب رحمتہ الله

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عليہ جي افڪار ۽ تعليمات کي ماڈرن ثابت ڪرڻ لاءِ انهيءَ حدتائين وڌيو وڃي ٿو جو شاهہ صاحب مرحوم جي اصل تعليمات ۽ افڪار جو روح ئي نڪريو وڃي. مطلب تہ روشنيءَ ۽ محبت جو حق ادا ڪرڻ جي بجاءِ ان جي تعليمات سان دشمنن وارو پهہ ادا ڪري رهيا آهن. **اللهم اهدنا الىٰ سواءِ الطريق.**

حقيقت ۾ اڄڪلهہ جي مسائلن ۽ الجهنن کي منهن ڏيڻ ۽ انهن کي حل ڪرڻ ۽ اسلام جي تعليمات جي ڪماحقہ مدافعت لاءِ موجوده دور واري رنگ ۾ صحيح ۽ درست معنيٰ ۾ علماءِ حق جي تصنيفات ۽ تاليفات ئي ڪار آمد ۽ مفيد آهي ۽ الله تعاليٰ جي فضل وڪرم سان اهڙن عالمن ۽ مشائخن جي دنيا ۾ ڪمي ڪا نہ آهي، اگرچہ علماءِ سوءِ جي ڪثرت آهي تاهم الله تعاليٰ پنهنجي فضل ۽ مهرباني سان هن امت مسلمہ ۾ هر دور ۾ هڪ جماعت حق واري هميشہ اهڙي قائم رکي آهي، جا هميشہ هر دور ۾ هر جڳهہ حق (قرآن وحديث) جي حمايت ڪندي آئي آهي. اسلام جي دشمنن ۽ مخالفن جي اعتراضن ۽ جملن جو جواب ڏيڻ ۽ دفاع ڪرڻ کي پنهنجو فرض سمجهي مقدر پر پنهنجي فرض ۽ ذميواريءَ کي بجا آڻيندي رهي آهي. هت هن دور جي عالمن ۽ مشائخن مان چند عالمن ۽ سندن تصنيفات جو ذڪر ڪرڻ مناسب سمجهان ٿو.

1ـ مرحوم سيد رشيد رضا مصري: جن جي تفسير "المنار" ۽ سندس ٻيون سڀئي تصنيفات ۽ تاليفات تمام ڪار آمد ۽ مفيد آهن. 2ـمرحوم سيدقطب شهيد رحہ:جن جي تفسير "في ظلال القرآن" راقم الحروف وٽ موجوده ۽ قديم تفاسيرن مان هڪ بهترين ۽ لاجواب تفسير نظر آئي. سندس مطالعہ مان قرآن حڪيم جي مطالب ۽ صحيح مقصد تي ڪافي ڄاڻ ۽ معلومات حاصل ٿئي ٿي. اسلام جي تعليمات، حقائق ۽ ان جي مدافعت کي تمام تفصيل سان بيان ڪيو ويو آهي. ان سان گڏ اڄڪلهہ جي جديد ۽ ماڈرن دور جي پڙهيل لکيل ماڻهن جي اعتراضات ۽ منجهيل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل جو حل ۽ جوابات بہ منجهس نهايت سلجهيل انداز ۾ دل سان لڳندڙ اسلوب ۾ بيان ڪيا ويا آهن. هن تفسير جي مطالعہ ڪرڻ دوران بعض مقامات تي بي اختيار تحسين و آفرين جا الفاظ زبان مان نڪريو وڃن ٿا. قرآن مجيد جي صحيح فڪر ۽ ان جي تعليمات ڪي مختصر الفاظن ۾ جملن ۾ اسلاف جي طرز عمل مطابق هر هنڌ ۽ هر جڳهہ مصنف مرحوم اسلام جي حقانيت ۽ ان جي صحيح رهنمائي و ترجماني ڪي بهترين نموني ثابت ڪيو آهي، نہ رڳو سندس اهو تفسير پر سندس جملہ تصانيف ۽ تاليفات بهترين ۽ ڪارآمد آهن. تنهنڪري جنهن بہ شخص ڪي اسلام جي حقيقي روح ۽ فڪر مان واقفيت ۽ ڄاڻ حاصل ڪرڻ جو شوق آهي تہ ان ڪي گهرجي تہ اهو سيدقطب شهيد جي ڪتابن ۾خاص ڪري سندس تفسير "في ظلال القرآن" جو مطالعو ڪري، سيد قطب شهيد رحہ جي جملہ تصنيف عربي زبان ۾ آهي.

3_ مولانا ابوالڪلام آزاد رحمۃ الله عليہ:

مولانا آزاد جي جملہ تصنيفات ۽ سندس هر تحريرات بہ اردو دان طبقہ ۽ نوجوان نسل لاءِ نهايت ڪارآمد ۽ مفيد آهن. مولانا آزاد اسلامي تعليمات ۽ ان جي صحيح فڪر ڪي جديد اندازواسلوب ۾ پيش ڪرڻ ۾ ڪنهن حد تائين ڪامياب ويو آهي. سندن ڪن ڳالهين ۽ نظرين ۾ اسين ساڻس اتفاق ڪون ٿا ڪريون. تاهم ڪنهن عالم يا ماڻهوءَ جي ڪاميابي يا ناڪاميابيءَ ڪي هن طرح تپاسبو آهي تہ ڇا اهو اڪثر مقامات ۽ ڳالهين ۾ صحيح ويو آهي يا نہ؟ جي اهو اڪثر مقامات ۾ صحيح صحيح ڳالهہ ڪري ويو آهي تہ اهو يقينن ڪامياب ۽ درست آهي ڇو تہ ڪلي اصابت صحيح هجڻ ان ذات پاڪ جو شان آهي، جنهن جي باري ۾ قرآن حڪيم فرمائي ٿو تہ "لايضل ربي ولاينسي" ۽ "ما ڪان ربلك نسيا" يا اها هستي آهي جنهن ڪي پنهنجي وحيءَ سان نواز يائين (صلي الله عليہ وسلم) باقي جيڪي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڳالهيون آهن تن مان چار صحيح ۽ چار غلط. افسوس جو مولانا آزاد رحہ جن جو تفسير (ترجمان القرآن) مڪمل ٿي نہ سگهيو، جيڪو لکيائين يا دستياب آهي اهو بہ غنيمت آهي، سندس ڪي ڪتاب تحرير ٿيا اهي هن وقت ناپيد ۽ گم آهن، مثال طور ڪتاب "البيان" اهو تحرير ڪيائين اهو ڪو نہ ٿو ملي ۽ ان طرح مقدمتہ التفسير بہ ناپيد آهي. ڪاش تہ اهي دستياب ٿين ها تہ قرآن حڪيم جا ڪئين اهي مطالب ۽ مفاهم جيڪي اڄ سمجهڻ مشڪل ٿي پيا آهن اهي طالب حق ۽ قرآن ڪي صحيح پڙهڻ ۽ سمجهڻ وارن لاءِ نسبتا آسان ٿي پون ها. بهرحال جيڪا الله تعاليٰ جي مرضي مولانا آزاد مرحوم جي گهٽو ڪري سيني ڪتابن ۽ تحريرات ۾ علم، حڪمت ۽ نڪات جو هڪ بحر بيڪنار سمايل آهي پيو تہ ٿهيو پر سندس مڪاتيب ۽ خطن جي مجموعن تي مشتمل ڪتاب مثلا. غبارخاطر ۽ خيال خاطر وغيره پڙهجن ٿا تہ بہ ماڻهو حيرت ۾ پئجو وڃي ٿو. بس الله تعاليٰ جي مٿس خصوصي شفقت و عنايت هئي جو ڪيس الله تعاليٰ تحرير وتقرير تي ڪافي دسترس ۽ ملڪو عطا فرمايو هو. تنهن ڪري برصغير ۾ سندن لقب ئي ابو الڪلام پئجي ويو.

4_ مولانا ابوالاعلي مودودي رحہ:

هن بزرگ بہ ان سلسلي ۾ خاصو چڱو ڪم ڪيو آهي، سندس تصنيفات ۽ تاليفات (جاپوري دنيا ۾ مشهور ۽ دستياب آهي) ۾ سندس محنت ۽ اخلاص واضح آهي. جيڪڏهن ڪو شخص بي انصافي يا تعصب ڪان ڪم وٺي ۽ محض هن ڪري تہ مولانا مودودي اهل حديث مسلڪ سان وابستہ ڪو نہ آهي يا پنهنجي پاڻ ڪي اهل حديث ڪو نہ ٿو سڏرائي تنهنڪري سندس ڪتابن ۽ تصنيفات ڪي پڙهڻ، مطالعو ڪرڻ ۽ ان مان فائدو وٺڻ نہ گهرجي تہ اها سندس انتها درجي جي تنگ دلي ۽ تنگ ظرفي ٿيندي، عربي ۾ چوڻي آهي تہ "**الحكمة ضالة المومن**" ۽ "خذماصفا ودع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماڪذ" انهيءَ اصول آڌار هن ڳالهہ کي بہ عيب ڪونهي تہ اسين سندس تصنيفات ۽ تحريرات مان فائدو وٺون. اسان کي مسلڪي اختلاف جي ڪري سندس صحيح ۽ درست ڳالهہ وٺڻ ۽ قبول ڪرڻ ۾ ڪنهن بہ قسم جو عار نہ ڪرڻ گهرجي. منصف مزاج، درست ۽ صحيح دماغ ۽ سوچ رکڻ وارا ماڻهو ڪڏهن بہ ايئن ڪو نہ ڪندا آهن بلڪ اهي هميشہ هر ڪنهن جي چڱي ۽ درست ڳالهہ وٺندا ۽ قبول ڪندا آهن. در حقيقت جي انصاف کان ڪم وٺجي تہ مولانا مودودي رحہ جي ڪتابن ۽ تحريرات ۾ بہ ڪافي مفيد معلومات آهي. ۽ جديد جملن ۽ اعتراضن جي مدافعت ۽ جوابات کي جديد انداز ۽ رنگ ۾ پيش ڪرڻ سندس تصنيفات ۽ تاليفات جي نمايان خصوصيات آهي. هڪ غيرجانبدار ۽ غيرمتعصب انسان سندس ڪتابن مان وڏا فائدا حاصل ڪري سگهي ٿو. سندس ڪتابن مان گهڻا ڪتاب اردو زبان ۾ نهايت مفيد ۽ معلومات وارا آهن. اگرچہ مولانا مودودي جي ڪن ڳالهين ۽ اصولن سان اسان کي اختلاف آهي، تاهم نوجوان نسل جي اصلاح ۽ تربيت لاءِ سندس ڪتاب نهايت مفيد ۽ ڪار آمد آهن.

5_ حضرت مولانا ثنا الله امرتسري مرحوم:

مرحوم ومغفور جي جملہ تصنيفات بہ بهترين آهي. هلندڙ موضوع ۾ ڪافي ممدومعاون ثابت ٿئي ٿي. مولانا ثناء الله امرتسري مرحوم کي الله تعاليٰ طرفان اسلام جي دفاع ۽ ان جي مخالف تمام فرقن ۽ گروهن سان ڪامياب مناظره ڪرڻ ۽ کين تحريرن خواه تقريرن هر ميدان ۾ انهن کي شڪست ڏيڻ ۽ خاموش ڪرائڻ جو ملڪو وڏي پائي طور عطا ٿيل هو. هڪ ئي وقت ۾ شيعن، عيسائين، قاديانين، چڪڙالوين، منڪرين حديث، ۽ آريہ سماج وغيره مذهب وارن سان مناظره ۽ مقابلا ڪندو هو ۽ الله تعاليٰ جي وفضل وڪرم سان هر موقعي تي ڪامياب ٿيندو آيو ۽

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سندس مدمقابل شڪست سان دوچار ٿيندا آيا. **وذالك فضل الله يوتيه من يشاءُ.**
حضرت مولانا ثناءالله امرتسري رحہ جن سان منهنجي ملاقات 1947ع کان اڳ امرتسر ۾ ٿي هئي، تمام گهڻي عزت ۽ احترام ڏنائين. مولانا مرحوم تمام گهڻو مهمان نواز، ظريف ۽ خوش مزاج، بلند اخلاق ۽ اعليٰ مقام تي فائز هو.

بهرڪيف سندس تصانيف بہ انهيءَ سلسلي ۾ ڪافي و شافي ڪوشش آهي، سندس تحرير ۾ جا بجا چٽڪلا ۽ لطيفا پکڙيا پيا آهن. جيڪي ڪتاب کي چار چنڊ لڳايو ڇڏين، ڪتاب جو مطالعو ڪندڙ ان مان ڏاڍو خط ۽ لطف حاصل ڪري ٿو. تاهم سندن تصنيفات ۾ جديد رنگ ۽ نواڻ جي آميزش جي باوجود انهن ۾ گهڻي حدتائين قديم معقولات ۽ منطق وغيره جون اصطلاحون ڪم آنديون ويون آهن، پراڻا ماڻهو يا اسان جي دور جا ماڻهو اهڙو رنگ زياده پسند ٿا ڪن جو فل اپٽوڊيٽ هجي. بهرحال مولانا مرحوم جي خدمات ۽ تصانيف کي اڄڪلهہ جي جديد عالمن ۽ انهن جي جديد تصانيف ۾ شامل ڪري سگهجي ٿو.

6_ آخر ۾ هڪ اهڙي مصنف جو ذڪر ڪريان ٿو جيڪو پهريان يهودي (مذهب وارو) هو. بعد ۾ مٿس الله تعاليٰ جي طرفان مهرباني ٿي ۽ پاڻ اسلام جي دولت سان مشرف ٿيا. جنهن جا سيئي ڪتاب انگريزيءَ ۾ آهن. (هن وقت انهن جا اردو سميت مختلف ٻولين ۾ ترجما بہ ٿي چڪا آهن، انهن مان هڪ ڪتاب جو نالو: Islam at the crss hoods .. يعني اسلام جي چوراهي تي، جنهن ۾ پنهنجي اسلام قبول ڪرڻ جو قصو تفصيل سان لکيو اٿس.

يعني مڪي ڏي رستو: ٽيون ڪتاب:"Road to Macca ان کان علاوه هڪ ٻيو ڪتاب: the principal of state aed government" يعني اسلام ۾ حڪومت ۽ رياست جا اصول ۽ قائدا. هن مصنف ۾ بہ اسلام جي صحيح ترجماني ڪرڻ ۾ ڪافي محنت ڪئي آهي، سندس اهي ڪتاب نهايت قابل ديد آهن. آخر ۾ ايترو عرض ڪريان ٿو تہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مٿين مصنفن ۽ سندن تصانيف جي ذڪر ۽ بيان مان اهو اندازو لڳائڻ صحيح نه ٿيندو ته مون انهن جي هر هڪ ڳالهه، عقيدي ۽ نظريي سان اتفاق ڪيو آهي بلڪ سندن ڪي ڳالهيون اسان جي نظر ۾ صحيح نه آهن، مگر اصل ڳالهه اها آهي ته سندن خطا ۽ غلطيون زياده آهن يا اصابت زياده، تنهن ڪان علاوه خذماصفا ودع ماڪدر جي اصول تي عمل پيرا ٿي پوءِ انهن جي ڪتابن ۽ تحريرات مان استفادو ڪجي.

جيئن ته توهان هڪ سوال لکيو هو جنهن جو مون ڪي پنهنجي راءِ سان جواب ڏيڻو هو. انهيءَ ڪري جيڪي عالم مشائخ ۽ سندن لکيون منهنجي نظر ۾ بهترين هئا انهن جو ذڪر ڪيم، ممڪن آهي ته ڪنهن کي منهنجي انهيءَ ڳالهه سان اتفاق نه هجي، **وماابريءُ نفسي ان النفس لامارة بالسوءِ (سوره يوسف)**

سوال: 7_ علمي، فڪري ۽ ديني محاذ تي انڪار حديث، مغربيت، عقليت، قاديانيت ۽ عيسائيت وغيره جي احتساب لاءِ متلاشيان حق لاءِ ڪهڙا ڪتاب ڪارگر آهن؟

جواب:_ هن سوال متعلق سوال 6_ جي جواب ۾ ضمنا عرض ڪري چڪو آهيان مزيد هن سوال جي جواب ۾ عرض ڪجي ٿو ته عربي ۾ مذڪور ڳالهين لاءِ امام ابن تيميه جا ڪتاب مثلا الجواب الصحيح يا امام ابن القيم جا ڪتاب مثلا هداية الحياري ۽ ابن حزم جا ڪتاب مثلا المفصل في الملل والنحل ۽ اڄ ڪلهه جي عالمن مان علامه احسان الهي ظهير (ايڊيٽر ماهوار ترجمان الحديث لاهور) جو قاديانيت جي اصليت ظاهر ڪرڻ لاءِ سندس عربي ڪتاب "القاديانية" به اهم آهن. علامه ظهير جو اهو ڪتاب انگريزي، اردو ۽ ٻين ٻولين ۾ به ترجمو ٿي چڪو آهي. باقي قاديانيت جي موضوع تي اردو زبان ۾ حضرت مولانا ثناءالله امرتسري مرحوم جي تصنيفات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نهايت ڪار آمد آهي. حق جي متلاشيءَ لاءِ هي ضروري آهي تہ وٽس حضرت مولانا ثناءَ الله مرحوم جا سيئي ڪتاب هجڻ ضروري آهن. اهڙيءَ طرح هڪ نمبر ۾ مولانا محمد ابراهيم مير سيالڪوٽي مرحوم جا ڪتاب بہ انهيءَ موضوع تي بي حد مفيد ۽ ڪار آمد آهن. خاص طور تي سندن ڪتاب "سمادة القرآن" جيڪو ٻن حصن ۾ آهي قاديانيت جي رد ۾ هڪ بهترين ڪتاب آهي، قابل ديد ۽ مطالعہ لائق آهي. مولانا سيالڪوٽي مرحوم جا ٻيا بہ چند ڪتاب ۽ رسالا قاديانين جي رد ۾ آهن، جيڪي بي حد مفيد آهن. باقي مغربيت ۽ انهن جي افڪار جي تنقيدي تجزي لاءِ اهي ٽي ڪتاب موزون ۽ قابل مطالعہ آهن جن جو تفصيلي ذڪر سوال: 6_ جي جواب ۾ ڪري آيو آهيان. انڪار حديث جي مدافعت ۽ رد لاءِ مولانا سيد مسعود احمد صاحب زيد مجده بہ چڱو ڪم ڪيو آهي ۽ ڪري رهيو آهي. الله تعاليٰ ڪيس اڃا بہ وڌيڪ توفيق عطا فرمائي.

عربي زبان ۾ ڪي ڪتاب ۽ رسالا آهن جن ۾ انهن سيني حديثن جي طرفان دفاع ۽ ڪامياب جوابات مهيا ڪن ٿا. انهن ڪتابن ۾ منڪرين حديث ۽ نيچرين جيڪي اعتراض ڪن ٿا انهن جا جواب آهن انهن ڪتابن ۽ رسالن مان ڪافي تعداد ۾ اسان وٽ موجود آهن. ليڪن مولانا سيد مسعود احمد جو انداز ۽ ڍنگ نرالو آهي، سندس محنت ۽ ڪوشش اڄ ڪلهہ جي دور جي اعتبار سان نهايت ڪامياب آهي. عام طرح ٻيا بہ ڪيترائي علماءَ اهل حديث انهيءَ ڏس ۾ ڪم ڪري رهيا آهن. هن دور ۾ اسلام ۽ قرآن و حديث تي جيڪي اعتراضات وغيره ڪيا وڃن ٿا انهن جو بهترين رد ۽ جوابات ڏنا اٿن ۽ اسلام ۽ حديث جي مدافعت جو ڪم ڪندا رهن پيا.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عالم اسلام کي پيش آيل چيلنجن ۽ مسائل جا جواب بالصواب ڏيڻ ۾ هر ممڪن ڪوشش ڪري رهيا آهن. ۽ پنهنجي وس آهر ديني خدمت ڪري رهيا آهن. ليڪن چونڪ سندن ايترين مستقل تصنيفون ڪو نہ آهن تنهن ڪري انهن جو تفصيلي ذڪر ڪو نہ ٿو ڪريان. حنفي خصوصا ديوبندي مڪتب فڪر جي عالمن ۽ اڪابرين ۾ وري حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوي رحمتہ الله عليہ جن جا ڪتاب عيسائيت ۽ آريہ سماج جي رد ۾ بهترين ۽ ڪار آمد آهن. يا سندن اهي علمي مناظرا جيڪي پاڻ مختلف مذاهب جي ماڻهن سان ڪياءُون جيڪي قلمند ڪيا ويا آهن اهي بلاشبہ نهايت مفيد ۽ ڪار آمد آهن. جن مان ڪن ڪتابن جو هت ذڪر ڪجي ٿو.

1_ انتصار الاسلام

2_قبلہ نما

3_ تقرير دلپذير.

4_ جواب ترڪي بترڪي.

5_ تصفيتہ العقائد

6_ مباحثہ شاهجهان پور وغيره اهي سيئي ڪتاب اسان وٽ موجود آهن. جيڪي مطالعا بہ ڪيل آهن. حضرت مولانا ثناءالله امرتسري مرحوم بہ پنهنجي مشهور "تفيسر ثنائي" ۾ بہ جابجا انهن افڪار جو تنقيدي تجزيو ڪيو آهي. ۽ اسلام جي مخالفن جي اعتراضن جو ڪافي حدتائين وافي وشافي جواب ڏنو آهي. انڪار حديث جي رد ۾ مولانا مودودي جا بہ چند ڪتاب لکيل آهن. مثال طور: سنت ڪي آئيني حيثيت وغيره. هن سلسلي ۾ ڪامياب ڪوشش آهي ۽ قاديانيت جي رد ۾ بہ مولانا صاحب جو هڪ ننڍڙو رسالو لکيل آهي.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انهن اڪابرن، مشائخن ۽ عالمن جي ڪتابن ۽ تصنيفات کان علاوه ٻيا بہ ڪئي ڪتاب آهن، پر انهن چند ڪتابن جي ذڪر تي اڪتفاء ڪجي ٿو.

سوال:8_ امت مسلمہ خاص طور اهل حديث جي انتشار ۽ اختلاف ۽ فتوي بازيءَ جو ڇا سبب ۽ ڪارڻ آهي، ۽ ان اختلاف ۽ انتشارجهڙي موذي فتني کان بچڻ جو ڪهڙو حل ۽ رستو آهي؟

جواب:_ اصل ڳالهہ هي آهي تہ هن وقت امت مسلمہ جي اڪثريت صحيح معنيٰ ۾ اسلام جي پيروڪار نہ رهي آهي. اهڙيءَ طرح اهل حديث جماعت ۾ بہ ڪيترائي اهڙا ماڻهو آهن جيڪي صرف انهيءَ لقب (اهل حديث) تائين ئي پنهنجو پاڻ کي محدود رکيو اچن پيا گويا آدمشماريءَ جي اعتبار سان تہ مسلمان ڪروڙن جي تعداد کي وڃي لڳا آهن. ليڪن جيڪڏهن انهن جو ويهي احتساب ۽ جائزو ڪبو يا اسلام جي مقرر ڪيل ڪسوٽيءَ تي پرکڻ جي ڪوشش ڪجي تہ ڪروڙ تہ پري هزارن جي تعداد ۾ بہ مشڪل لڀندا. اسان جو دين اسلام اسان جي اتحاد، اتفاق، محبت، باهمي الفت، همدري، خيرخواهي ۽ هڪٻئي جي ڀلائي ۽ بهبودي ۾ اسان جو ڪفيل ۽ ضامن هو ۽ ان جو عملا دنيا مشاهدو ڪيو تہ جيسين امت مسلمہ اسلام جي سنهري اصولن ۽ قاعدن جي ڪماحقہ پيروي ڪئي ۽ ڪتاب وسنت جا متبع رهيا تہ سندن ڈاڪ هئي ۽ مسلمان ترقي و عروج جي چوٽي تي فائز ٿي چڪا هئا ان وقت سيني جي هڪ ڳالهہ هئي ڪويہ ٻئي جو بدخواهہ ڪو نہ هو، جنهن جو قرآن بہ شاهد آهي، تہ اشداء علي الڪفار رحماء بينهم" ويؤثرن علي انفسهم ولو ڪان بهم خصاصتہ" اذلتہ علي المومنين اعزة علي الڪافرين" جا مصداق هئا. مگر جڏهن اهي پنهنجي مرڪز کان هٽي ويا. اسلامي تعليمات لاءِ سندن دلين ۾ اهو جوش ۽ جذبو باقي نہ رهيو، ڪتاب وسنت کان جڏهن عملا پوئتي پئجي ويا. تہ لامحال ان جو نتيجو بہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نڪتو. يعنيٰ اهي آهستي آهستي صحيح رستي کان هٽندا ويا. اڄ هڪ ڳالهه ته صبحاڻي ٿي، ۽ پرين ٽئين ان طرح اسلام جو ڪافي حصو عملاً متروڪ ٿي ويو ۽ اسلام جي تعليمات ۽ اصول کان هٽڻ جي ڪري لازما ۽ منطقي نتيجي طور تي غير اسلامي ۽ ملحدانه افڪار ڪم ڪرڻ لڳا. ان طرح امت مسلمه انهن لاءِ دين ۽ غير اسلامي نظريات وافڪار جو شڪار ٿيندي وئي صحيح رهنمائي نه هئڻ سبب هر هڪ فرد خودسر ۽ خودپسند بڻجي ويو. ايثار ۽ قرباني جو مادو گهٽجي ويو ۽ ان جڳهه تي خود غرض ۽ مطلب پرستي جاءِ وٺندي وئي، خدمت خلق جو جذبو موڪلائي ويو ۽ خود مخدوم بڻجي پين مٿان حڪومت هلائڻ جو شوق ڇائجي ويو. اقتدار جي شوق جو نشو ايترو غالب آيو جو هر هڪ طاقت ۾ آيل فرد ۽ پاور کي قبضي ۾ ڪندڙ شخص "انا ولا غيري" جو نعرو هڻڻ لڳو، امير يا صدر بڻجڻ وارو ماڻهو سمجهڻ لڳو آخر نتيجتن اقتدار حاصل ڪرڻ لاءِ رسه ڪشي شروع ٿي، ڇو ته صحيح نيت هئي ڪانه انهيءَ اونهي کڏ ۾ ڪرڻ کان مانع ٿي کهڙي ڳالهه ۽ شيءَ ٿي سگهي ها. اها حالت مجموعي طور امت مسلمه جي عرض رکي اٿم.

جنهن مان توهان امت جي فساد جا ڪارڻ ۽ جزاءَ تلاش ڪري سگهو ٿا.

مثال طورا

1_ اسلام جي تعليمات ۽ اصول کان انحرافي.

2_ خود غرضي

3_ قرباني يا ايثار جو فقدان

4_ اقتدار ماڻڻ جو شوق ۽ نشو

5_ خادم بڻجڻ جي بدران مخدوم ٿيڻ جو خبط.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اهي ڳالهيون وڏيون ۽ عام جاري ٿيون جنهن مان انهن ۾ بي اتفاقي، بدخواهي، خودپسندي، فتويٰ بازي، وڏ ماڻهپي وڏي وڻ ٿي ويون. هاڻ انهن کي آسانيءَ سان مٽائي به نٿو سگهجي، خالص اسلامي جهادي تحريڪ آڻي پوءِ انهن کي پاڙهان ڪيجي ته ٻي ڳالهه آهي ورنه اهي بيماريون ايئن ختم نه ٿينديون. انهيءَ جهادي تحريڪ کي هلائيندڙ به اهو ماڻهو هجي جيڪو پاڻ به اسلامي تعليمات جي رنگ ۾ رنگيل هجي، ڪفر، شرڪ ۽ بدعت کان سخت متنفر هجي، ڪتاب وسنت ٿي سندس رهنما هجي، ۽ جذبه جهاد سان اهڙو ته سرشار هجي جو ان کان سواءِ ڪيس ٻي ڪا به ڳالهه ٿي نه وڻي. مگر اهڙي شخصيت جي دستياب ٿيڻ جا اجهان ته اسان صرف خواب ٿي ڏسي سگهون ٿا. باقي عملا خبر نه آهي ته قدرت کي اسان عيب وارن لاءِ ڇا منظور ڪيو آهي.

اللهم اغفرلنا وار حمنا.

بس اهل حديث جماعت کي خاص طرح ان ڳالهه تي قياس ڪريو اڄ ڪلهه للاهيت نه رهي آهي ۽ اقتدار ۽ امارت جي بک وڏي وڌي آهي ۽ سڀ ڪو چاهي ٿو ته وڏو آئون ٿيان. يا گهٽ ۾ گهٽ وڏو عهدو ۽ وڏي پوسٽ تي ته ضرور فائز هجان. يعني امير، صدر يا وزارت عظميٰ يا ناظر اعليٰ جي عهدي تي ضرور پهچان، انهن عهدن ۽ منصبن کان گهٽ تي قناعت ڪرڻ گوياڪ اسين سکيائي نه آهيون. حالانڪ اسلام جي تعليمات موجب عهدي يا منصب جي طالب يا خواهش مند کي قطعاً ڪو به عهدو يا منصب ڏيڻ جائز نه آهي. جيئن حديثن مبارڪن ۾ اهو بيان تفصيل سان آيل آهي، ان مان سمجهي سگهون ٿا، ته آخر اقتدار حاصل ڪرڻ لاءِ رسه ڪشي شروع ٿيندي يا نه؟ ۽ پوءِ ان جو جيڪو نتيجو نڪرندو اهو به توهان ڄاڻو ٿا. اسان ۾ خود پسنديءَ جو مرض ايترو ته وڌي ويو آهي جو اُن ۾ عام ماڻهو ته ڇا پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماڪرام بہ مبتلا ٿي ويا آهن. جيڪڏهن ڪنهن عالم يا مولوي صاحب جي ڪنهن لکيل مضمون يا تحرير تي اگر عالمانہ ۽ نيڪ نيتيءَ سان تنقيديا تبصرو ڪجي ٿو تہ بجاءِ هن ڳالهہ جي جو ان تنقيد يا تبصري جو حقيقت پسند نہ جائزو وٺن الٽو يڪدم اهي ناراض ٿيو وڃن ۽ آپي کان ٻاهر نڪريو وڃن، اهو ٿا چون تہ اسان جي مضمون يا ڪتاب تي تبصرو ۽ تنقيد ڪرڻ جي فلاڻي عالم يا ماڻهو کي ڪيئن جرات ٿي آهي؟ جنهن جو مثال قوم عاد وانگر آهي جيڪي پنهنجي باري ۾ ان غلط فهميءَ ۾ مبتلا آهن تہ بس اسان جو ڪتاب يا تحرير حرف آخر يا وحي الاهي مثل آهي جيڪو هر گز غلط ٿي نٿو سگهي.

لهذا جنهن بہ شخص بدقسمتيءَ سان متن قلم کنيو آهي تہ اهو ٿي قابل گردن زني ٿيو آهي. بس پوءِ ويچاري مٿان بي جا، غلط ۽ بيهوده الزامات جي پرمار شروع ٿيو وڃي. نيتجي ۾ پوءِ اهو ويچارو پنهنجي تحرير تان ئي هٽ ڪنيو وڃي اگرچہ ڪيس يقيني طرح اهو معلوم هوندو آهي تہ آئون صحيح ۽ حق تي آهيان. بس اهي ئي ڳالهيون آهن جنهن جي نتيجي ۾ اها فتويٰ بازي، هڪٻئي جي گلاوغيبت، اتهام بازي، رشنام طرازي ۽ بيهوده بڪواس ملڪ ڀر ۾ هلندي رهي ٿي، انتشار ۽ بدتميزيءَ جو هڪ طوفان برپا ٿي وڃي ٿو. جنهن جي وهڪري ۾ هر هڪ عالم ۽ عام ماڻهو ڪک پن وانگر ترڻ وڃي ۽ پوءِ اهڙي همہ گير باهہ ۾ سڪن سان گڏ ساوا بہ سڙيو ۽ نيست ونابود ٿيو وڃن، ڇا ان بابت اجهان بہ وڌيڪ تفصيل جي ضرورت آهي؟ عقلمند لاءِ اشارو ئي ڪافي آهي.

خلاصہ ڪلام تہ موجوده اختلاف ۽ انتشار جا سبب هي آهن.

1_ صحيح اسلامي تعليمات ۽ ان جي ٻڌايل واٽ کان هٽي وڃڻ.

2_ اخلاص ۽ بي لوث خدمت جي جذبي کان دلين جو خالي هجڻ،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3_ اقتدار حاصل ڪرڻ جو شوق،

4_ خود غرضي ۽ خود پسندي،

ايثار و قرباني جو همہ گير فقدان. اميد تہ توهان لاءِ اهي نصيحتون ۽ هدايتون ڪافي وشافي ٿينديون. باقي انهيءَ اختلاف، انتشار ۽ خلفشار مان آزاد ٿيڻ لاءِ رستو بلڪل صاف آهي مٿين ڳالهين جي ابتڙ جيڪي حقائق آهن انهن تي عمل پيرا ٿجي تہ سڀ معاملا صحيح ۽ ٺيڪ ٺاڪ ٿي ويندا، يعني

1_ اسلام جي تعليمات ۽ ان جي اصولن جي صحيح پيروي ۽ ڪتاب وسنت مان صحيح رهنمائي حاصل ڪرڻ.

2_ اقتدار ۽ وزارت حاصل ڪرڻ جي بدران خدمت خلق جو جذبو هميشہ دامن گير هجي.

3_ خود غرضي ۽ خودپسندي جي جاءِ تي هر هڪ شخص پنهنجو پاڻ کي ڪجهہ بہ نہ سمجهي بلڪ پاڻ نيچ، حقير، خطاڪار، غلطي ۽ ويسر جو گهر ۽ منبع سمجهي پنهنجي مطلب ۽ گهرج حاصل ڪرڻ جي بجاءِ ٻئي جو ڀلو چاهجي ۽ تواضع وانڪسار جهڙين خوبين سان پنهنجو پاڻ کي سينگار جي.

4_ هر ڳالهہ ۽ هر معاملي ۾ اخلاص کي مدنظر رکجي ۽ نيت بلڪل خالص ۽ الله جي ڪارڻ هجي تاڪہ خدمت بنا ڪنهن اجوري يا معاوضي ومطلب حاصل ڪرڻ خاطر هجي، بلڪي محض الله خاطر هجي.

5_ جنهن بہ جاءِ يا جڳهہ تي اهو نظر اچي يا ظاهر هجي تہ هن جڳهہ يا مقام تي اگرچہ منهنجو ڪم نٿو ٿئي يا منهنجي مفاد ۽ ضرورت کي ضرب ٿي لڳي پر ان مان ٻئي جو ڀلو ٿئي ٿو ۽ ڪنهن مسلمان ڀاءُ جي ڪا ضرورت پوري ٿي رهي آهي تہ ان کي اهميت ڏي ۽ قدر ايثار کان ڪم وٺڻ گهرجي ۽ پنهنجي مفاد ۽ ضرورت کي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرباني ڪري. ان طرح انهن اصولن تي ڪار بند ٿجي. پوءِ ڏسجو ته ان جا واقعي بهتر نتيجا بر آمد ٿين ٿا يا نه؟ هي نسخو بالڪل تير بهدف ۽ سوفيصد ڪامياب آهي. ليڪن تجربو شرط آهي ڪو عمل ڪرڻ وارو هجي، فهل من مدڪر.

سوال:_ 9 نوجوان طبقه جي ڪم (گهٽ) نظري، اسلام کان بيزاري ۽ اخلاقي انحطاطيءَ جا ڪهڙا سبب آهن ۽ انهن جي اصلاح و تربيت لاءِ ڇا ڪرڻ گهرجي؟

جواب:_ هن سوال جي جواب ۾ ٿورو تفصيلي بيان جي ضرورت آهي. اسان جي نئين نسل جي اخلاقي تنزلي ۽ انحاطيءَ جا راقم الحروف جي نظر ۾ مک ٻه سبب ۽ ڪارڻ آهن.

1_ موجوده تعليمي نظام ۽ سرشتو 2_جنسيت ۽ مرض.

2_ هي ٻيو سبب نه صرف نوجوان طبقي يا نئين نسل جي بي راهه رويءَ جو اهم ڪارڻ آهي پر مجموعي حيثيت سان اهو سبب ساري قوم جي ٻيڙي کي غرق ڪري رهيو آهي. جنهن جو تفصيل آئنده صفحات ۾ ملاحضه فرمائيندا.. جيتري قدرموجوده تعليمي نظام ۽ سسٽم جو تعلق آهي جنهن جي لاءِ بنا خوف وخطره جي چئي سگهجي ٿو ته اهو سرشتو ۽ نظام اسان جي اسلامي روح لاءِ زهر قاتل، اسان جي ملي خصوصيات وامتيازات لاءِ ڪالرا ۽ جذام وغيره جهڙين مهلڪ بيمارين کان وڌيڪ تباهه ڪن ۽ اسان جي قومي تقاضائن جي يڪسر مخالف آهي. حقيقت ۾ اهو تعليمي نظام انگريزن محض پنهنجي ذهني غلامن جي کيپ تيار ڪرڻ لاءِ اسان جي ملڪ ۾ رائج ۽ مسلط ڪيو ۽ ڪاليجن ۽ يونيورسٽين کي اهڙن ذهني غلامن ۽ مغرب پرستن جي تيار ڪرڻ لاءِ ڪارخانا يا ملون بنائي ڇڏيائون، مرحوم اڪبر اله آبادي ڪهڙو نه سچ چيو آهي ته.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يــــون قتـــــل ســــــي ٻچــــــون كـــــــ وه بدنـــــــام نــــــــ هوتــــــــا.
افســــــوس كــــــ فرعـــــون كــــــو كـــــالج كـــــــي نـــــــ ســــــوجهي.
مطلب تہ فرعون کي هميشہ ۽ سدائين لاءِ بني اسرائيل قوم کي غلام بڻائي رکڻ لاءِ رٿ اهاڙتياڻين تہ بني اسرائيلين جا ٻار پٽ کهائيندو هو ۽ نياڻيون ڇڏي ڏيندو هو. حالانک فرعون کي جيکڏهن خبر هجي ها تہ سندس اهو مقصد ڪاليج ڪولڻ سان ئي بوجہ اتم پورو ٿي ويندو تہ جيکر ٻارن کي قتل ڪرڻ ۽ انهن کي کهائڻ جهڙي بدناميءَ جو ٽڪو پنهنجي پاڻ تي نہ لڳائي ها. ڇو تہ نانگ بہ مري ۽ لٺ بہ نہ ڀڄي تہ باقي ڇا گهرجي. مگر چالاک انگريز قوم اها سوچي سمجهي اسڪيم ڪئي جنهن مان ميٽ ۾ قوم جي قوم کي يڪ قلم ذهني غلام بنائي ڪٽي رکيس ۽ ربع صدي گذرڻ جي باوجود پاڪستان ملڪ جا رهواسي اڃا ان ئي ليول ۽ ڊگر تي بيٺا آهن جنهن تي 1947ع کان اڳ بيٺل هئا. مغربيت سندن امنگ ۽ معراج آهي جيڪا قوم جي رڳ و ريشہ ۾ پيوست ٿي چڪي آهي، جنهن ۾ ننهن کان چوٽي تائين انهيءَ رنگ ۾ رنگيل آهن. جنهن ۾ چالاک ۽ فريبي انگريز هنن کي هڪ پيرو ڏنگي ويا آهن. تهذيب وتمدن اهو ئي آهي، ثقافت وڪلچر بہ ساڳيو، صورت وسيرت ۾ بہ ڪو تفاوت ڪونهي، قانون ودستور العمل بہ انگريزن وارو ئي آهي. اٿڻي ويهڻي، رهڻي ڪهڻي سڀ ڪجهہ ۾ مغربي اقوام جو ئي پورو پورو عڪس آهي. پنهنجي هر هڪ شيءَ جي متعلق اهي احساس ڪمتريءَ ۾ مبتلا آهن. انگريزيت ئي انهن جي لاءِ روشني آهي.

ڪتاب وسنت جا اٽل اصول وٽن قطعي ناقابل عمل آهن، بلڪ اهي دقيانوسيت جا يادگار آهن. بلڪ ڪي تہ انهن کي بربريت ۽ وحشي دور جا يادگار ٺا قرار ڏين. **معاذ الله ثم معاذ الله. اللهم اغفرلنا وارحمنا.**

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعليم جنهن نموني تي ڏني وڃي ٿي ان مان اسان جي نئين نسل جا شاگرد ۽ مستقبل جون ذمہ واريون کڻڻ وارا نونهال صرف ائڪٽر، ڊراماٽسٽ (ڊرامن ۽ فلمن جا هيرا) گويا ۽ ناچو، فريبي ۽ دغاباز، رشتيدارن، (ميٽن مائٽن) عزيزن ۽ دوستن سان بي وفائي ڪرڻ وارا يا سندن عزتن ۽ لڄن تي هٿ ڪڻڻ وارا، ڪوڙي محبت جا دعويدار، قوم ۽ ملڪ جا ڦورو ۽ ڌاڙيل، بداخلاق ۽ مادرن ليلا مجنون بڻجي انهن فيڪٽرين مان ٻاهر نڪرن ٿا. توهان خود سوچيو تہ اهڙي ماحول مان جيڪا نئين ٽيپ (پوڪ) يانوجوان نسل تيار ٿي نڪرندي اها ڪهڙن قدرن جي حامل هوندي. رڳو ناچو گويا، (فنڪار) بدڪردار ۽ ڦورو ٿي هوندا نہ ڪي اهي محمد بن قاسم، خالد بن وليد رضہ يا محمود غزنوي رحہ جهڙن عظيم خصلتن جهڙا مجاهد ۽ قوم ۽ ملڪ جا سچا خادم، مذهب ۽ دين تي عمل ڪرڻ وارا ۽ ان جو صحيح حق ۽ دفاع ڪرڻ وارا پيدا ٿيندا؟

انهي سوال جو جواب بلڪل ظاهر ۽ واضع آهي. هن وقت اسان جي قوم ڪي سچن ۽ بي لوث ڪردارن جي حاملين مجاهدن جي ضرورت آهي. ملڪ وملت لاءِ بي لوث خادمن جو ڪيپ آهي. حالانڪ تاريخ شاهد آهي ۽ قوم جي عروج ۽ زوال جا اسباب ڊنڪي جي چوٽ سان اعلان ڪندا رهيا آهن تہ ڪڏهن بہ ڪنهن فنڪار يا ناچوءَ ڪو ملڪ فتح نہ ڪيو آهي، ۽ نہ اهي ڪڏهن پنهنجي قوم ۽ ملڪ جي صحيح نگهباني ۽ مدافعت ڪري سگهيا آهن. اهڙا ماڻهو سراسر بزدل، ڪم همت، عزم جي پختگيءَ کان عاري، حوصلي ۽ اولوالعزميءَ کان يڪ قلم محروم، حالانڪ اهي خوبيون ۽ خصلتون انهن ماڻهن ۾ هونديون آهن جيڪي پنهنجي ملڪ وقوم جي تحفظ ۽ بچاءُ لاءِ سر ڌڙ جي بازي لڳائڻ ۾ ڪابہ ڪسر نہ ڇڏيندا آهن. ڀلا جيڪي ماڻهو طبلي (ڊول) جي ٿاپ تي ڪلها هڻندا ۽ ڊانسون ڪندا گهمن ٿا، يا پازيب جي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جهنڪار تي بلڪل مست ۽ بي خود ٿيو وڃن، صبح ۽ شام، رات ۽ ڏينهن شراب ۽ ڪباب ۾ مست هجن اهڙن ماڻهن کي تلوار جي چمڪاٽ جو تاب جهلڻ ۽ برداشت ڪرڻ جي سگهه ڪٿان ايندي انهن کي حيانۀ ڏارينڊز ائٽم يا هائيڊروجن بمن جي رڳو نڪاۀ ٻڌڻ جي بہ طاقت ڪا نہ اٿن. اهڙن خوفناڪ شين جو صرف تصور ئي انهن جي حواس کي مختل ذهن، دماغ کي معطل ۽ سوچ ۽ فڪر کي مقفل بنائڻ لاءِ ڪافي آهي. ڇہ جا ٺيڪ اهي اٿي انهن هيبتناڪ هنگامن کي مردانہ وار ٿي منهن ڏين اهي عام حالتن ۾ حضور صلي الله عليہ وسلم جي زماني ۾ جنگين جون حالتون ٻڌن ٿا يا سينيما جي پردي جي پويان جو ڪجهہ ڏسن ٿا ان جي نقل ائين ڪندا آهن. جو ڄڻ تہ اهي وڏا بهادر ۽ جرنيل هجن. قوم ۽ ملڪ تي جڏهن ڪو نازڪ دور يا موقعو ايندو آهي يا ڪا ڏکي گهڙي ايندي آهي تہ اهي حڪمران وغيره پنهنجي پوري فيملي سميت ملڪ کان ٻاهر هليا ويندا آهن. ۽ جڏهن ملڪ ۾ ڪا جنگي حالت پيدا ٿيو پوي، بہ گولا وسي رهيا هجن يا اسٽين گنن جي ٺوڪار لڳي پئي هجي تہ اهي ميدان جنگ مان ايئن غائب ٿي ويندا آهن جيئن گڏهہ جي مٿي تا سڱ غائب هوندا آهن. ويچارن لاءِ اهو منظر حيانۀ ڦاڙ هوندو آهي. مطلب تہ جن تفريحن يا جن لغويات ۾ اسان جا نوجوان ۽ قوم جا معمار مبتلا ۽ غرق آهن، انهن کين بلڪل ناڪاره بڻائي ڇڏيو آهي، ۽ منجهن همت ۽ حوصلي جو نالو ۽ نشان بہ ڪونہ اٿن. ڪاليجن ۽ يونيورسٽين ۾ اڪثر ڪري الأ ماشاءَ الله استاد، ٽيچر، پروفيسرز، ليڪچرار ۽ مربي وغيره اهي هوندا آهن جيڪي اسلامي تعليمات ۽ ان جي زرين اصولن کان سراسر ناواقف ۽ ڦريل هوندا آهن. جنهن ۾ اهي شاگرد ۽ شاگردياڻين جي معصومن ۽ ڪچن ذهنن ۽ فڪرن ۽ دماغن کي الحاد، بي ديني ۽ زنديقيت جي زهر سان پريندا رهندا آهن. منجهن تعليم وتربيت جو رنگ وڍنگ اهڙو هوندو آهي جنهن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جي نتيجي ۾ اڪثر شاگرد اتان جڏهن پڙهي نڪرندا آهن ته اهي اسلامي تعليمات ۽ ان جي فڪر کان اڻ واقف ۽ بلڪل مخالف ٿي نڪرندا آهن. وري جڏهن اهي اعليٰ تعليم جي لاءِ ملڪ کان ٻاهر مغربي ۽ يورپين ملڪن ڏانهن مزيد تعليم حاصل ڪرڻ ۽ نام نهاد ترقي لاءِ وڃن ٿا ته منجهن رهي سهي ڪسر پوري ٿيو وڃي. ڇو ته اتي جن استادن ۽ پروفيسرن کان (جيڪي مستشرقين ذهنيت جا حامل هوندا آهن) اهي تعليم حاصل ڪندا آهن اهي ته اسلام ۽ اسلامي تعليمات جا پڪا دشمن ۽ منڪر هوندا آهن. اهي جيڪي انهن شاگردن ۽ شاگرديائڻين کي جيڪي پٽيون پڙهائيندا آهن تن کي هر هڪ ماڻهو باشعور سمجهي ۽ ڄاڻي ٿو. بهرحال هڪ ته ڪاليجز ۽ يونيورسٽيز جو وايو منڊل ۽ الحادانه وري انهن مان گهڻن ادارن ۾ مخلوط تعليمي ماحول، پوءِ توهان خود سوچيو ته هڪ پاسي ٻاهه ٻري رهي هجي ۽ وري ان جي ڀر سان پيٽرول جو ڊرم آڻي رکجي ته ڇا ٿيندو؟.

ڇا انهيءَ معقول مثال کي اجان به وضاحت جي ضرورت آهي؟

پيو وري انهن ادارن ۾ ڊرامن وغيره جي تربيت ۽ سکيا ڏني ويندي ۽ عملي طور اهي پيش ڪري ڏيکاريا ويندا آهن جن ۾ شاگرد ۽ شاگرديائڻيون پارٽ ڪڻندا آهن. جنهن جو نتيجو ڇا ٿيندو سو به واضح آهي، جنهن ۾ ثقافتي شو، راڳ ۽ سرور جون محفلون جن ۾ نوجوان شاگرد ۽ شاگرديائڻيون حصو وٺن، جنهن سان ڏسندڙن جي دل تي ڇا اثر پوندو. اهو ناقابل بيان آهي، ان کي معلوم ڪرڻ لاءِ ڪو سمجهو ماڻهو ۽ ڇڪا سيندڙ ذهن وجي خود ڇڪاسي، ان بعد جيڪا تعليم ڏني ويندي آهي سا به سراسر دنياوي نقطه نظر تي مبني آهي، جنهن جو دين، آخرت، روحاني ۽ اخلاقي پهلوئن سان ان جو ڪوبه تعلق نه آهي. هنن جو زاويه نگاهه صرف ۽ صرف ماديات تائين ئي محدود هوندو آهي، هنن ادارن مان پڙهي ۽ ڪامياب ٿي نڪرندڙ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاگرد دنيا ميڙڻ، ٺڳي ۽ فريب ڪرڻ، شراب ۽ ڪباب جو رسيا ۽ صرف عيش ۽ عشرت ۾ محو رهڻ جائي طريقا چاڻيندا آهن. ۽ انهن فنن ۾ ڪين وڏي مهارت حاصل هوندي آهي. هوڏانهن ايم.اي يا ايم.سي تي نڪتو ۽ هيڏانهن دغا بازي ۽ فريبي ۾ به ماسٽر ٿي نڪتو (الاماشاءَالله)

يعني انهن جي اصل ڊگري ۽ ڊپلوما ته صرف هن ڳالهه جي آهي ته اهو دنيا سازي ۽ جعل سازي ۾ ڪيترو ڪامياب ۽ ماهر آهي.

سوال پيدا ٿئي ٿو ته انگريز انهيءَ تعليمي سرشتي کي رائج ڪرڻ ۾ ڪيئن ڪامياب ويو. جنهن جو جواب ظاهر آهي ته حڪومت پنهنجي قبضي ۾ ڪرڻ کان پوءِ انهن حڪومت ۾ عهد ۽ منصب ڏيڻ لاءِ اهوئي حربو استعمال ڪيائون يعني جيڪو ماڻهو سندن زبان ۽ ثقافت جو ماهر ۽ ڄاڻو هوندو تنهن لاءِ حڪومت ۾ نوڪري ۽ ملازمت ڪرڻ جا دروازا کليل هوندا ۽ پوءِ اهو ڪليڪٽر، ڪمشنر، گورنر ۽ وٽيس جيڪي ٿي سگهي ٿو. اهي لالچون ڪي گهٽ اهميت جون حامل ڪو نه هيون اهي وڏا وڏا عهدا ۽ منصب ڏسي گهڻن ماڻهن جي منهن ۾ پاڻي پرجي آيو. انهن ڪٽي اڪيون پوري پنهنجي پاڻ کي انهيءَ گندي تالاب ۾ اڇلايو ۽ جيئن جيئن خاندانن جا خاندان انهيءَ گندي تالاب ۾ گهڙندا ويا تيئن تيئن سندن شخصيت، خانداني اثر ۽ ڪردار به ان ۾ مدغم ٿيندو ويو. اهڙيءَ طرح ان قسمن جي عهدن، منصبن ۽ لالچن جي ڪري آئنده لاءِ انگريزن جا جاءِ نشين تيار ٿي ويا. گوياڪ اسان جي لاءِ ڇڻ ته انگريز ويو ٿي ڪو نه. انگريزن جو اهو سرشتو مسلم قوم جي هستي ۽ وجود کي مٽائڻ لاءِ بظاهر هٿيار هو جنهن جو نالو هنن تعليم رکيو. ظاهر آهي ته تعليم جي ڪير مخالفت ڪندو. اگرچه جيڪي حقيقت بين ۽ رمزشناس هئا اهي ان وقت چالاڪ ۽ مڪار انگريز جي سازشن کي سمجهي ويا مگر اهي ٿورا هئا. مثال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشهور آهي تہ "نقار خانہ مين طوطي کي آواز کون سنتا هي" انهن کي دقيانوسي، تهذيب و تمدن جا دشمن ۽ نئين روشنيءَ (جيڪا حقيقت ۾ ظلمت هئي) جا مخالف ۽ رجعت پسند قرار ڏنائون جنهن ڪري دنيا وارن ۽ نوجوان نسل انهن جي انهيءَ انتباهت کي ڪا بہ اهميت نہ ڏني، سندن نصيحت ۽ خيرخواهيءَ جي آواز کي خرافات ۽ فضوليات جو پلندہ تصور ڪيائون، ان طرح قوم جي هنن خيرخواهن جي حق جو آواز صدا بہ صحرا ثابت ٿيو. پيو تہ انگريزن جيڪي نام نهاد تعليم جا ادارا قائم ڪيا انهن ۾ جيڪيُ رنگينيون ۽ دلفريبيون هيون انهن کان اسان جا قديم مدرسا ۽ تعليمي ادارا خالي هئا. انسان ظاهري ڏيک ويک ۽ ڀڙڪيلي رنگ ورنگ تي موهجي پوندو آهي. تنهن ڪري انگريزن جيُ تعليمي ادارن جون رنگينيون سادهہ لوهہ انسانن کي ڪشش ڪرڻ ۾ سوفيصد ڪامياب ويون. جنهن ڪري انهن ماڻهن جو چاهہ ۽ شوق ان طرح وڌي ويو.

هونئن بہ هڪ عربي مثال مشهور آهي تہ "ڪل جديد لذيذ". هر نئين شيءَ لذيذ ۽ وڻندڙ هوندي آهي. اگرچہ اڳين شين جي مقابلي ۾ اها نئين شيءَ ڪٿي بلڪل گهٽيا ۽ حقير ڇو نہ هجي.

جيڪڏهن ڪو شخص هر وقت ڀوڳ پلاءُ کائيندو رهي ۽ هڪ ڏينهن ان جي اڳيان دال اچي وڃي تہ اهو ڀوڳ پلاءُ کي ڇڏي دال مان ئي لذت محسوس ڪندو. انهيءَ ڪري جڏهن هن ملڪ وارن اها نئين شي ڏني تہ اها انهن کي نئين شي ڏسڻ ۾ آئي، جاذب نظر، دلڪش ، دلفريب، بي خودڪندڙ ۽ رنگينين سان پرهئي تہ اهي ان ڏانهن ائين ئي لاشعوري طور تي ڇڪجي ويا جئين لوهہ مقناطيسيءَ ڏانهن ڇڪجي ويندو آهي. بس هڪ دفعو ڦاسڻ بعد انهن جي ذهنن جا بند اهڙا تہ هئا جو آسانيءَ سان ان جي ور وڪڙ مان نجات حاصل ڪري نہ سگهن ها. بهرحال اهو تعليمي سرشتو اسان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جي نسل کي، _ بي دينيءَ جي تعليم ٿو ڏي، _ انهن کي دنيا جي ٿي رنگينين ۾ مگن رهڻ جي رهنمائي ٿو ڪري. _انهن کي ماده پرست بنائي ٿو._ انهن کي فيشن ايبل بڻجڻ جو سبق سيکاري ٿو. _ اهوئي سبب آهي جو انهن ادارن جا شاگرد فيشن نڪتو تہ يڪدم اهو اختيار ڪري وٺندا، چاهي اهو اخلاقي حدن کان ڪيترو بہ ڪريل چو نہ هجي. مگر ان کي اختيار ضرور ڪندا، ۽ آخر ۾ اهو انهن کي هميشہ لاءِ انگريزن جو ذهني غلام بنائي ڇڏي ٿو.

هيو سبب قوم و ملت جي تنزل ۽ انحطاط جو جنسيت جو مرض آهي، هي مرض ايڏو تہ مهلڪ ۽ هاڃيڪار آهي جو ان جي هلاڪت جي حدود کي ماپڻ لاءِ اڄان تائين ڪو بہ آلات يا اوزار ايجاد ٿي ڪونہ ٿيو آهي، رسول الله صلي الله عليہ وسلم جن فرمايو آهي تہ "مون کي پنهنجي امت جي مردن تي سڀ کان وڌيڪ ضرورت ۽ نقصان جو ڊپ صرف عورتن کان ٿي آهي". (اها حديث صحيح آهي) بس جيڪڏهن اڄ ڪلهہ جي دنيا جو تجزيو ڪٽي ڪجي تہ اهو نظر ايندو تہ هر ڳالهہ، سوچ، معاملي، خيالات، فڪر، ارادي، نيت، رٿ، صورت سيرت،دل ۽ دماغ ذهن مطلب تہ زندگيءَ جي هر شعبي تي عورت ٿي ڇانيل آهي.

يعني زندگيءَ جو ڪوبہ ڪم صرف انهيءَ نقطہ نظر سان ڪيو ٿو وڃي تہ اهو ڪم جنس لطيف کي ڪيترو قدر ڏانهس راغب و مائل ڪري سگهي ٿو. گوياڪہ اڄ ڪلهہ جي نسل جو نصب العين ۽ مطمع نظر صرف ۽ صرف جنس لطيف ٿي آهي، جيڪا ڳالهہ يا عمل انهيءَ زوايہ نگاهہ کان منحرف آهي اها ٻڌڻ يا رڳو سوچڻ ۽ ويچارڻ جي بہ همت ڪونهي، آئون اوهان جي اڳيان هيٺ مثال پيش ڪريان ٿو، ليڪن اهي جيڪي خود منهنجي مشاهده ۾ آيل آهن، آئون صرف ٻڌل ۽ ٻڌل ڳالهہ تي اڪتفاءَ ڪو نہ ٿو ڪريان، ڏاڙهي جو تي ڪوڙائي وڃي. صرف انهيءَ ڪري جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اها جنس لطيف جي طبع نازڪ تي ناگوار آهي. ٽيڊي لباس، بوٽ سوٽ ۽ هيپي رنگ وڍنگ جو رواج ڇو وڌندو پيو وڃي؟ صرف انهيءَ ڪري جو اهو وضع وقطع صنف نازڪ کي پاڻ ڏانهن متوجهه ڪرڻ لاءِ موثر حربو آهي. اوطاقن ۾ وڃبو ته انهن جون ديوارن واهيات ۽ بي پرده عورتن جي خوبصورت تصويرن سان مزين نظر اينديون. ڪو به دڪان، مارڪيٽ ، وڏي شاپ ۽ تجارتي مرڪز ۽ سينٽر ان وقت تائين ڪامياب ۽ تجارتي مرڪز نٿو بڻجي سگهي جيسين انهيءَ ۾ انهن اداڪارائن ۽ فلمي ايڪٽرن جا خوبصورت فوٽو يا قدآدم مجسما تنگيل نه هجن.

دارالباس يا ڪلاٿ مارڪيٽ مان ڪپڙو خريد ڪرڻ وڃبو ته انهن ۾ به جنس لطيف (عورتن) جا مجسما ٺهيا رکيا پيا هوندا ۽ انهن مجسمن ۾ عورتن جانمايان خدوخال ۽ سيني جو اڀار وغيره پوري طرح نمايان ۽ عيان هوندا آهن. انهن کي مختلف ڪپڙن جي لباس جو نمونو يا ڊزائن وغيره پهريل هوندا آهن. بندرگاهن ۽ هوائي بندرن وغيره تي جيڪڏهن انهي صنف نازڪ جي اچڻ وڃڻ کي بند ڪجي ته جيڪر اتي ڪا پهر به نه هجي. مارڪيٽن ۽ بازارن جي رونق انهيءَ جنس جي ئي دم وخم سان قائم آهي. تفريح جي جاين جا اهم عناصر اهي ئي زهر شڪن جنسون آهن. ميلن ملاڪڙن، قبرن قبن ۽ زيارت گاهن کي ڏسبو تڏهن به انهن جي رونق جو باعث عورت ذات ئي نظر ايندي. هتان ڪان جيڪڏهن عورت ذات جو وجود هٽايو وڃي ته انهن مقامن تي خاڪ پئي اڏامندي نظر ايندي. سينماگهرن ۾ فلم اهائي ڪامياب ويندي آهي جنهن ۾ عشق ومحبت جي چاشني پوري عروج تي هجي ۽ منجهس اهي سيئي شهواني جذبات اڀارڻ وارا ناچ گانا هجن ۽ ان ۾ چوما چاٽي جي ڀرمار هجي. جيڪڏهن بالفرض ڪا فلم محض تعليمي نقط نگاهه موجب تيار ڪئي وئي ته پروڊيوسر کي فائدو ته ٺهيو پر موڙو به حاصل ڪو نه ٿيندو. ڪرڪيٽ وغيره

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جي راند ۾ به اهو نظر ايندو آهي ته پنهنجي رانديگريءَ واري فن سان جنس لطيف کي پاڻ ڏي مائل ڪجي. دنيا جون ڪيتريون ئي وڏيون اهڙيون هوٽلون آهن جن ۾ رهندڙ جي سروس لاءِ عورتون هونديون آهن. ڪيترين هوٽلن ۾ ته ڪيبريٽ (Cabaret) به آهن جن ۾ ڪئين بي حيائي جا ڪم ۽ ڪرتب ڏيکاريا ويندا آهن بلڪ صفا اگهاڙو ناچ به ڏيکاريو وڃي ٿو. ڇا بداخلاقي ۽ بي حيائي جي هن کان وڌيڪ به ڪاحد آهي؟ ڪيترن ئي آفيسرن ۽ وڏن ماڻهن جون پرائيويٽ سيڪريٽريز به عورتون آهن. ڪيترين آفيسن ۾ به خاص طرح ڪراچي ۾ بين اهڙن وڏن شهرن جي وڏين وڏين بيئڪن ۾ به گهٽي ياڳي عورتون ملازمت ڪري رهيون آهن. اسانجي اسيمبلين جون ڪاروائيون تڏهن ئي موثر هونديون بلڪ انهن جا اجلاس تڏهن ئي هلي سگهندا جڏهن انهن جي اجلاسن ۾ رونق ۽ زينت بخشڻ لاءِ ميمبر عورتون موجود هجن پراڻي زماني ۾ ته ڊپٽي اسپيڪر به ڪا عورت هوندي هئي ۽ پوءِ خود اسپيڪرجي منظور نظر بڻجڻ لاءِ انکي ڇا نه ڪرڻو پوندو هوندو. سو به اندازو لڳائي ڇڏيو هينئر خبر نه آهي ته اجا به حالت اها آهي يا نه پر بهرحال ميمبر عورتن جي موجودگي لازمي آهي. جيڪڏهن ڪو اچي جهاز جي سواري ڪري ٿو ته هوائي جهاز جي دروازي وٽ سندس استقبال لاءِ هڪ يا ٻه ايئرهوسٽون دلفريب مسڪراهٽ سان موجود هونديون آهن ۽ پوءِ جيسين وڃي انسان لهي تيسين اهي ئي سندس خدمت جا فرائض بجاآڻن ٿيون گهڻا عياش طبقي جا ماڻهو هاسيڪار انهن رنگينن مان لطف اندوز ٿيڻ لاءِ بار بار هوائي جهاز جي سواري ڪن ٿا. ۽ جيڪڏهن ڪو زياده متول ماڻهو آهي ته پنهنجي ملڪيت ۽ حيثيت جي نمائش سان انهن هوائي خادمائن مان ڪنهن کي پاڻ ڏي راغب ڪري ان سان ناجائز تعلق پيدا ڪري وٺي ٿو انهن جو اصلي مقصد آهي پنهنجي ڪاروبار کي فروغ ڏيڻ ۽ پنهنجي گراڪن ۾ اضافو ڪرڻ آهي گويا عورت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کي پنهنجي ڪمائي جو آلہ ڪار بنايو ويو آهي ۽ هو پنهنجي جهالت ۽ بي وقوفائي ۽ احمقائي سبب ايئين سمجهي رهي آهي تہ اها ترقي جو معراج تي رسي وئي آهي ۽ ان طرح پنهنجي انمول عصمت جي هيري کي پنهنجن ئي هٿن سان پاش پاش ڪري رهي آهي. مطلب اهو تہ اهي مزا ۽ لطف اندوزي جا اسباب جي ماٺهو ڏسندا تہ لامحالہ انهي ئي سواري ڏي گهڻو مائل (راغب) ٿيندا ۽ ڪراياڙا ڀري بہ ان ۾ سفر ڪندا ۽ ان طرح انهن سوارين جي مالڪن ۽ ڪمپنين جون پنج ئي اڱريون گهہ ۾ (اگرچہ سرڪٽي دوزخ جي ڪناهي ۾ پوي) هوائي جهازن ۾ هڪڙا تہ اهي ماڻهو سفر ڪن ٿا جيڪي بي دين آهن ۽ دنيادار آهن انهن کي دين، مذهب، عصمت ۽ اخلاق سان ڪو واسطو ڪو نہ آهي مگر ڪي تہ اهي بہ سفر ڪن ٿا جيڪي ديندار آهن ۽ پاڻ کي ڪوشش ڪري اخلاقي پابندين سان ٻڌل رکن ٿا ۽ بي حيائي جي ڪمن کان پنهنجي وس آهر اجتناب ۽ پرهيز ڪن ٿا مگر خدارا اهو سوچوتہ هوائي جهاز ۾ ويهڻ بعد مشروب وماڪول اهي ئي هوائي مضيفات (خادمائون) آڻن ٿيون ۽ بالڪل جيئن ڪا محرم هجي اجنبي جي جسم سان پنهنجي جسم کي مس ڪنديون رهن ٿيون. ۽ ڪو بہ حجاب يا بي غيرتي کان اجتناب اصل ڪو نہ ٿيون ڪن پلا ان صورت ۾ ڪهڙو بہ زاهد شب بيدار ۽ بااخلاق ديندار هجي، مگر سندس دل ۾ ڪهڙا جذم ايندڙ هوندا پوء ڪٽي ڪوشش بہ ڪري ۽ اکين کي بہ بند ڪري مگر از ڪم قبيل محالات اکين يعني ذهن کي اجنبيات ڏي نظر ڪرڻ کان پنهنجي پاڻ کي بچائڻ جي ناممڪن ڪٽي بالفرض نہ بہ هجي مگر ازحد مشڪل ضرور آهي اهڙي طرح ڌارين ملڪن لاء مٽا سٽا (فارين ايڪسچينج) لاءِ مسافرن کي ملڪ جي بينڪن ۾ وڃڻو ٿو پوي اتي بہ انهي جنس لطيف جي اها پرمار آهي جو الامان والحفيظ ۽ ناممڪن آهي ڪهڙو بہ پاڪ دامن هجي، جو پنهنجي پاڻ کي انهن کي ڏسڻ کان بچائي سگهي سوچوتہ قرآن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حڪيم تہ فرمائي ٿو "قل للمؤمنين يغضوامن الابصارهم" پر هن حالت ۾ ان امر جي تعميل ڪئن ٿئي؟ هڪ ديندار ماڻهو ڪٿي پري ملڪ ڏي سفر ڪرڻ کان پرهيز ڪري اگرچہ اهو بہ تقريبن ناممڪن آهي جو تہ تبليغ ديني لاءِ بين ممالڪ ڏي وڃڻو ٿي پوي ٿو پر تاهم جي اهو فرض ڪٿي ڪجي تہ بين ملڪن ڏي وڃڻ جي ضرورت ڪا نہ آهي مگر حج جي سفر لاءِ تہ لامحالہ انهن بينڪن جا چڪر ڪاٽڻا ٿا پون، پوءِ ٻڌايو تہ ڇا ڪجي؟

آئون حج وارو سفر ڪري آيو آهيان مونکي خبر آهي تہ ڪيتري مشڪلات آهي ۽ انهن معاملن ۾ ڇا ڪرڻو ٿو پوي ۽ انهن ۾ ڇا ٿو وهي ۽ واپري انگريزن جي وقت ۾ بہ اهڙي جٽ ڪانہ هئي ۽ هيڙيون ڳالهيون خاص ڪري حج جهڙي مقدس سفر لاءِ هرگز پيش ڪو نہ ايندييون هنيون مگر هينئر پاڪستان ٺهڻ بعد خود مسلمانن جي ٿي دنيا بدلجي وئي آهي ۽ ڪو بہ ڪم جيتوڻيڪ الله سبحان و تعاليٰ جو فرض ٿي هجي پر ان جي بجاءِ آوري لاءِ بہ جيسين انهن خرافات ۽ بيهودگين سان چار اکيون نہ ڪري تيسين انهي ڪم جي تڪميل تہ الگ رهي پر ان جي آغاز جو تصور بہ مشڪل آهي، جي وڃو اسپتالن ۾ تہ اتي بہ بيمارن جي تيمارداري ڪرڻ ۽ سنڌن ٽهل ٽڪور ڪرڻ لاءِ نرسون ٿي موجود آهن ڇا بيمارن جي خدمت لاءِ مرد مهيا ٿي نٿي سگهيا؟ بيشڪ ٿي سگهيائي مگر ان جو ڪهڙو علاج ڪجهہ تہ مرد ذات مٿان عورت بري طرح سوار ٿي چڪي آهي، غالبا 1963ع جي ڳالهہ آهي جو منهنجي اکين جي تاري جي سفيدي تي گوشت چڙهندو ويو ٿي ٻيا علاج ڪيا ويا مگر لٿو نہ پر وڌندو ويو.

مجبورن مونکي آپريشن ڪرائڻي پئي، انهي ڪري ڄام شوري جي سول اسپتال ۾ داخل ٿيس اتي 21-22 ڏينهن هئس ۽ ان عرصہ جي دوران مون اهو تجربو

www.KitaboSunnat.com

ڪيو ۽ ان نتيجي تي پهتس تہ جنهن مرض جي خاطر مريض اسپتال ۾ داخل ٿيو آهي ان مان تہ خبر چڙهي يا نہ چڙهي پر پنهنجي دل کي هڪ اهڙو مرض ۽ روڳ لڳائي ٻاهر نڪرندو جو شايد عمر پرتائين رهي مگر جنهن کي الله سائين بچائي ۽ محفوظ رکي، ڪي نرسون تہ وري عيسائي هونديون آهن پوءِ جي مريض جاهل آهي يا ايمان ۾ ڪمزور آهي تہ اهي چالاڪ ۽ پر فريب نرسون مٺين مٺين ڳالهين ۽ دلڪش ناز وادا جي انداز ۾ مريض جي دل ۾ اهڙي تہ عيسائيت جي انجيڪشن لڳايو ڇڏين جو اتان نڪرڻ سان گڏ اهو همراه پنهنجو ايمان بہ اتي اچلي پوءِ نڪرندو آهي مريض اڪيلو هوندو آهي ڏينهن جو رات جو اهي زهريليون نانگيڻون ونس ايندون رهن ٿيون ۽ ڪيس بعض دفعا زور بہ ڏينديون، ساڻس کلي مرڪي ڳالهائينديون ۽ پوءِ جيڪي يار شاطر ۽ زنده دل مريض آهي اهي مذاق جي رنگ ۾ سپ چٽي ڏيندا آهن ۽ هو بہ کلي کٽي ماٺ ڪنديون آهن مجال جي کٽي رکو کٽي منهن ۾ ورپوين، مريضن کي جيڪي عزيز واحباب هڪ واري پڇڻ اچن ٿا تہ "ايک بار ديکها هي دوسري بار ديکهني کي خواهش هي". جو هي وظيفو پڙهندا رهن ٿا.

اڄو تہ ڪاليجن ۽ يونيورسٽين جو بہ واءِ سواءِ لهون هو نڻن تہ مونکي يونيورسٽي ۽ ڪاليجن جي ڏسڻ اتفاق ڪئين مرتبا ٿيو آهي مگر اير اي جي پهرين سال ۾ چند ڏينهن باقاعده ڪلاس بہ اٽيند ڪيا هئا تنهنجي ڪري هيٺ جيڪي ڪجھ لکان ٿو ان جو اڪثر حصو منهنجي ئي مشاهدي جو نتيجو آهي اهو تہ اڳ ئي عرض ڪري آيو آهيان تہ اڪثر ڪاليجز ۽ تقريبن سڀني يونيورسٽين ۾ مخلوط تعليم جو سسٽم آهي ۽ ظاهر آهي تہ ٻاهر ۽ پيٽرول هڪ هاءِ تي گڏ ٻا تہ ڇا ٿيندو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سو معمولي سمجھ ٻوجھ رکڻ وارو بہ ڄاڻي ٿو. مزيد هتي بيان ڪجي ٿو يونيورسٽن ۾ جيڪي طالبات اچن ٿيون اهي اول تہ پنهنجي پاڻ ۾ دلڪشي دل آويزي پيدا ڪرڻ ۾ ڪابہ ڪسر نہ ڇڏينديون آهن منهن تي ميڪ اپ چپن تي لپ اسٽڪ. ڀڙڪيلو لباس ۽ اهڙي ڊريس جنهن مان بدن جاخد وخال پوري طرح نمايا رهن ڪي برقع پوش يونيورسٽي جي احاطي ڪان ٻاهر تہ ڪٽي! والله اعلم ڪهڙي سبب ڪري برقع ڀهريل هونديون آهن، پر جيئن ئي ڪلاس ۾ اندر آيون تہ بس برقع لاهي پوري طرح کولي ويهنديون آهن. بلڪ انهن سان خوش طبعي ۽ مذاق ڪرڻ ۾ بہ ڪين ڪاهچڪ محسوس ڪانہ ٿيندي آهي اجا ڪو شاگرد لچارو هوندو اهو ٻيو بي حجابي سان گفتگو ڪرڻ ڪان ڪيٻائيندو مگر شاگرديائين سڳورين ڪي ڪو بہ حجاب نہ هوندو آهي بلڪ از خود اهڙي لچاري شاگرد کي لفٽ ڏين ۽ بي حيابناڻ ۾ اهڙو رول اداڪن ٿيون جو فلمي ائڪٽر ۽ ائڪٽريون بہ ٻلي گهر وجي ويهن. جيڪڏهن ڪو شاگرد وٽدن يا ڪوليڪچرر جو تازو شاگردي جو دور پورو ڪري ليڪچررجي عهدي ڪي رسيو آهي ۽ اهو سهڻو نوجوان آهي تہ اهي بي حيائي جون پتليون خود ئي جرات ڪري ڪيس کو گل پيش ڪنديون يا سندس ڪوٽ ڪالر ۾ پاڻ ئي لڳائينديون آهن ۽ انهي خيال ڪان بلڪل بي نياز هونديون آهن تہ اسانجي ان طرز عمل مان ڇو هو ڇا سمجھندو. يعني انهن ڳالهين سان انهن ڪي واسطو ئي نہ آهي تہ اڳلو ڇا خيال ڪندو گويا اهي انهي نظريہ جون آهن تہ هن ۽ اهڙي ماحول ۾ جيڪو بہ اچي ٿو اهو ضرور اهڙوئي هوندو چاهي انهن جو گمان سراسر غلط هجي ٿورو پروفيسرن ۽ شاگردن جي پوزيشن بہ ملاحظ ڪريو. پروفيسر صاحب تقريبن وچ ۾ ويٺل هوندو ۽ اهي تعليم تدريس جون توهين ڪندڙ شاگرديائيون سندس چوڌاري حلقہ وانگر وهنديون آهن يعني پورو دائرو تہ نہ هوندو آهي مگر نصف دائري جي شڪل ۾ اهو منظر سامهون ايندو يعني جيڪڏهن انهي منظر ڪي الفاظن ۾ بيان يا ڪاغذ تي قلمبند ڪجي تہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هيئنڻ ڇنڇي تہ وچ ۾ حضرت ڪرشن صاحب (پروفيسر يا ليڪچرر) ويٺو آهي ۽ سندس چوگرد نصف دائري جي شڪل ۾ گوپيون براجمان آهن. پلاجيڪي پروفيسر هن طرح دنيا ۾ ٿي دفناوي حورن جي جهڳٽ ۾ ويٺا هجن ۽ انهن کي پيو چا ياد هوندو. اهڙا ڪرشن پنهنجن انهن گوپين کي ڇاپڙهائيندا هوندا سو ان جي بيان کان قلم بہ ڪيپائي پيو. مونکي ياد آهي تہ ڪلاس ۾ مون صرف هڪ اهڙي شاگردياڻي ڏٺي هئي جيڪا ڪلاس ۾ برقعو پهري وهندي هئي، باقي پيو سڀ خير. پروفيسرن ۾ تعليم ڏيندڙ جو هڪ پيو پهلو بہ نهايت افسوس ناڪ ۽ انتهائي نفرت انگيز آهي، ائين ڪرڻ بہ ضروري آهي هو پروفيسرن ۾ پڙهائيندڙن جي جنس لطيف نوازي ان حد پهتل آهي، جو امتحان ۾ بہ انهن کي جاوبيجا فائده پهچائڻ ۾ ڪا بہ ڪسر نٿا ڇڏين جيڪڏهن ڪو مرد شاگرد ڪنهن امتحان ۾ وهي ٿو ۽ بدقسمتي سان انهيءَ ساڳي امتحان ۾ ساٿس ڪا شاگردياڻي بہ شريڪ آهي تہ بس سمجهو تہ ويچاري شاگرد جي قسمت ڦٽل آهي ڇو تہ اهي پروفيسر صاحبان انهي ٿي شاگردياڻي کي امتيازي مارڪن سان نوازيندا اعليٰ کان اعليٰ ڊويزن فرسٽ يا ڪم از ڪم سيڪنڊ ڊويزن ڏيڻ جي ڪوشش ڪندا. جيتوڻيڪ هو شاگرد ڪيترو بہ محنتي هجي يا هوشيار ۽ ذهين ڇو نہ هجي هر امتحان ۾ ان کان ممتاز ۽ نمايان پوزيشن ڇو نہ حاصل رهي هجي، پر هن جاءِ تي ضرور هن کي پيو درجو ملندو ڇو تہ فرسٽ تہ هڪ شاگردياڻي حاصل ڪري ويندي. بدقسمتي سان سيڪنڊ ۾ بہ ڪا ٻي شاگردياڻي هوندي تہ هن کان اهو بہ درجو ويو محض انهي ڪري ڇو تہ سندس مقابلي ۾ مصنف نازڪ هئي ۽ پروفيسرن شايد اهو قسم کڻي ڇڏيو آهي تہ صنف نازڪ جي نوازش ۾ هي سڀ ڪجهہ ڪندا ڇاهي ان ۾ انصاف جو خون ڪرڻو پوي تہ اهو بہ ڪبو ڪنهن ذهين ۽ ممتاز شاگرد کي ڪرائڻ جي ضرورت پوي تہ ائين بہ ڪبو پر بهر صورت صنف لطيف کي ضروري نواز بو. ڪيس سندس اصول ۾ مت ٿي هي آهي تہ ليڊي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرست. اهو اهي ته اڄوڪي دنيا ۾ صحيح جو ته پلاجنس ڪثيف جنس لطيف جو مقابلو ڪري سگهندي، مرد ويچاري ۾ اها وڏي خامي آهي جو منجهس ڪثافت آهي پوءِ پلا ڪثافت لطافت جو مقابلو ڪيئن ڪري حالانڪ حقيقت شناس ته هيئن چوندا آهن ته.

لطافت هي ڪثافت جلوه پيدا ڪر نهين سڪتي، چمن زنگار هي آئينه باد بيهاري ڪا.

پر حقيقت ۽ صداقت جي ته اڄ ڪو تلاش ڪرڻ وارو به مشڪل سان ٿو ملي هت هڪ واقعو ذڪر ٿو ڪريان اسان سان ايم اي ۾ به شاگردياڻيون هيون ۽ اسان سان هڪ شاگرد اهڙو به هو جو اسان واري شعبه ۾ "(رليجن ۾) ايم_اي ڪرڻ کان اڳ به ٻن شعبن ۾ ايم_ اي ڪري چڪو هو گويا اهو اڳ ئي ڊبل ايم_ اي هو ۽ هاڻ ٽيون مرتبو ٽين شعبي ۾ ايم_اي ڪري رهيو هو ان سان گڏ ايل_ ايل_ بي به هو ان مان توهان اندازو لڳائي سگهو ٿا ته ڪيس پرچن تحرير ڪرڻ ۾ ڇا مهارت هوندي جو ته ٻه دفعا اڳ به ان امتحان جو تجربو ٿيل هو ۽ اهي به شاگرديائيون پهريون ئي دفعا ايم_ اي ڪري رهيون هيون. آئون به پهرين مرتبه ايم_ اي ڪري رهيو هئس، مگر مونکي پنهنجو ته ڪو به خيال ڪو نه ٿيو جو ته مون ايتري تياري به ڪانه ڪئي هئي خاص ڪري پهرين سال ۾ ان جو تفصيل هي آهي ته مون ايم _ اي جي پريوئس ۾ داخلا ورتي ۽ پوي ٿورا ڏينهن ڪلاس اٽينڊ ڪيم پر ٻين گوناگون مصروفين سبب امتحان جي تياري ڪري ڪونه سگهيس سو خيال ڪيم ته هن سال امتحان ۾ ئي ڪو نه ٿو ويهان مگر جڏهن امتحان ۾ ويهڻ لاءِ فارم ڀرڻ جي تاريخ آئي ته دوستن اچي ٻڌايو ته امتحان ۾ ضرور ويهه سال نه وڃاءِ مون چيو ته انهي امتحان جي رينج وسيع آهي ۽ مون تياري بلڪل ڪان ڪئي آهي تنهنڪري مون کي ڇڏيو پر اصل نه ڇڏيائون. بس لاچار ٿي ڪري امتحان کان هڪ هفتو ئي تياري ڪيم چار پرچا لکتا هئا.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1_ هسٽري آف رليجن _ .... يعني مذهب جي تاريخ

2_ ڪمپئريٽو اف رليجن....................مذهبن جي پاڻ ۾ ڀيٽ يا تقابل

3_ سائڪاراڪي آف رليجن..............مذهب جي نفسيات

4_ اسلام.................

اهي چارئي پرچا انگريزي ۾ لکڻا هئا. انهن پرچن مان ٿي توهان اندازو لڳائي سگهندو تہ مونکي ڇا تياري ڪرڻي هئي ۽ وقت وري ٿورو، مگر احباب جي اصرار تي بسم الله ڪندي تياري شروع ڪيم الله جو فضل شامل حال رهيو ۽ امتحان ۾ وڃي وينس خير نتيجو اهو نڪتو جو الله جي اهڙي مهرباني ٿي جو هڪ هفتي جي محنت بہ ڪامياب ٿي وئي پر ڊويزن ڪا بہ ڪا نہ ملي سمجهو تہ پاس مارڪون مليون وري ايم_ اي فائنل جو وارو آيو ان ۾ مونکي گهڻي محنت ڪرڻي پئي، ان ۾ بہ چار پرچا لکڻا هئا ۽ مزيد واءِ واءِ (يعني زباني) ورل يا ياد ٻڌائڻو پوندو آهي اهي چار پرچا هي آهن.

1_يجس ايٿڪس ....يعني مذهبي اخلاقيات

2_ سوشالاجي آف رليجن ....يعني مذهبي عمرانيات

3_فلاسفي آف رليجن...................يعني مذهبي فلسفہ

4_ اسلام ....

يعني ٻنهين امتحانن پريوئس ۽ فائنل ۾ هڪ پرچو مشترڪ هو يعني اسلام متلق لکڻو هو ۽ پنجين فائل ۾ واءِ واءِ ووسي يا ورل. ۽ هن آخري امتحان ۾ اڃا مزيد محنت مونکي انهي ڪري ڪرڻي پئي جو ايم_اي ۾ ڊويزن ڏيندا آهن ٻنهين سالن جي مارڪن کي جمع ڪري ۽ جنهن ايم اي ۾ ڪم از ڪم سيڪينڊ ڊويزن بہ هٿ نہ ڪئي اهو ڄڻ هڪ معني ۾ فيل ٿيو هوڏانهن آئون ذڪر ڪري آيو آهيان تہ پر پوئس ۾ دير سان تياري ڪرڻ سبب مس پاس مارڪون مليو هاڻ خيال ڪيو تہ فائنل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۾ مونکي ڇا ڪرڻو هو جو پاس مارڪن ڪان مٿي چڙهي، ٿرڊ ڊويزن ڪان لنگهي ڪر
ازڪر سيڪنڊ ڊويزن تائين پهچان معاملي جي سڪينيت هر سمجهه واري ماڻهو کي
بخوبي معلوم ٿيندي مگر الله سائين مهرباني ڪئي مون به وني محنت ڪئي جو
ڊاڪٽر هاليپوٽه صاحب جي ڪتاب جون ڪيترين عبارتون (انگريزي ۾) بالڪل بر
زباني ياد ڪري ڇڏيم اهو ڪتاب ڊاڪٽر صاحب شاهه ولي الله جي فلسفه ۾ لکيو
آهي ۽ ڪتاب ٻن حصن ۾ آهي ۽ انهي ڪتاب تي ٿي ڪيس پيو ايڇ ڊي جي ڊگري
ملي هئي بهرحال انهي ڪتاب جون ڪيتريون ئي عبارتون يادڪيم ۽ ٻين به ڪيترن
ڪتابن جون عبارتون حفظ ڪري ڇڏيم ۽ امتحان ۾ ويٺس آخر الله تعاليٰ جو فضل
ٿيو امتحان جي رزلٽ آئوٽ ٿي ۽ سيڪنڊ ڊويزن ملي مارڪو ڏٺم ته پوريون فرسٽ
ڪلاس جون مارڪون مليون هيون جيڪي پرپوٽس جي پاس مارڪن سان گڏ
سيڪنڊڊويزن تائين پهتيون، رڳو واه واه ۾ به 90 مارڪون مليون هيون (فذلك
فضل الله يوتيه من يشاء) بعد ۾ ڊاڪٽر صاحب هاليپوٽو چوندو هو ته منهنجو
ڪتاب مون ڪان به وڌيڪ توهان کي ياد آهي ۽ توهان ان کي چڱي طرح سمجهيو
آهي، ايترو آهي ته انهي امتحان ۾ عربي علم به مونکي ڪافي فائدو پهچايو ته
اصل ڳالهه هي عرض ڪري رهيو هئس ته آئون هڪ ته پهريون دفع ٿي امتحان ۾
ويٺو هيس ان ڪان اڳ. جو تجربو مونکي حاصل ڪو نه هو ۽ ٻيو وري پرپوٽس ۾
تياري مڪمل نه ڪرڻ جي ڪري مارڪون به گهٽ مليون انهي ڪري جي مونکي
سيڪنڊ ڊويزن ملي ته اها به وڏي غنيمت آهي ۽ آئون فائدي ۾ رهيس، نه گهاٽي ۾،
پر افسوس هن ڳالهه جو ٿيو ۽ آهي ته اهو شاگرد جو ڊبل ايم اي آهي ۽ ايل ايل
بي به آهي، ان کي به فرسٽ ڊويزن نه ملي سگهي، بلڪ اهو به اسان سان گڏ
سيڪنڊڊويزن ئي حاصل ڪري سگهيو ۽ ٻن شاگرديائين مان هڪ کي فرسٽ ڪلاس
فرسٽ جي ڊگري ملي ۽ ٻئي کي سيڪنڊ ڪلاس مليو، پر ان ۾ به اها ٻيو نمبر رهي،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يعني سيڪنڊ ڪلاس ۾ سيڪنڊ جي پوزيشن رهي معني ڊبل ايم ـ اي ٻيو نمبر به حاصل ڪري نہ سگهيو ۽ ڇوڪريون ڪيس مات ڏئي ويون. ڀلا حسن جي هٿن ۾ مارڪن ڏيڻ جو قلم آهي اهي انهن عاجز ادائن جي زلفن جا اسير ۽ انهن جي زلفن تي دل جان گهوريندڙ اهي انهن کي هيٺين پوزيشن ڪيئن ڏين، اهي هرحال ۾ ويچاري جنس ڪثيف لاءِ ئي رهنديون حالانڪ اهو امتحان انهن ڇوڪرين جو پهريون ئي هو ۽ عربي علم علوم تي دسترسي نهايت ضروري هئي مگر اسان جي محنتن انصاف جو خون ڪري هڪ کي پهريون نمبر فسٽ ڪلاس ۾ ۽ ٻي کي ٻيو نمبر ڏئي ڇڏيو باقي مرد شاگرد صرف اکيون ٻٽي ڏسندا ئي رهيا. ڇاهي اخلاق جي اعتبار سان حد کان وڌيڪ پستي جو مظاهرو نہ آهي؟ اهڙا ٻڌل ٻيا به ڪيترا واقعات آهن ليڪن هت صرف ان جو ذڪر ڪيو ويو آهي جو اسان مٿان گذريو مگر حالات اها آهي تہ،

هـــم آه بـــه كرتيـــن هيـــن تـــو هـــو جـــاتي هيـــن بدنـــام،
وه قتـــل بهـــي كرتيـــن هيـــن تـــو چرچـــا نهيـــن هوتـــا.

اسان جو مثال آهي تہ!

ڪاتي ڪري گدري تي تہ به گدرو مٺو جي گدرو ڪري ڪاتي تي تہ بہ گدرو مٺو بس هتي بہ مٺي تہ بہ مات. **فالي الله سبحانہ وتعالي المشنڪي!** منهنجي دوست عبدالوحيد صديقي جو مولوي فاضل وغيره جي امتحانات ۾ مون سان دورو هو ۽ اهو بہ ايم ـ اي ۾ هو ان مونکي بہ چشم ديده واقعات ٻڌايا جي هت لکڻ نامناسب نہ ٿيندا. 1ـ هڪ ڏينهن اوچتو ئي اچتو شور ٿي ويو معلوم ٿيو تہ ٻہ شاگرد هڪ ٻئي تي چاڪن سان اپائي ويا آهن ۽ ٻيا وچ ۾ پيا ۽ في الحال تہ انهن کي ڇڏائي وڌائون. پر پڇاڪرڻ تي معلوم ٿيو تہ ان ڪشمڪش جو باعث صرف هي هو جو هڪ ڇوڪري تي ٻہ شاگرد عاشق هئا ۽ ان ڇوڪري هڪڙي کي ڪجهہ لفٽ ڏني ۽ ٻي ڏي ڪو لاڙو نہ ڪيائين انهي ڪري اهو ناڪام عاشق انهيءَ ڳالهہ تي ڪاوڙ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۾ پنهنجي مدمقابل ڪامياب عاشق تي چاڪو سان وار ڪرڻ جو ارادو ڪيو پر بين وچ پئي انهن کي ڇڏائي وڌو اسان جي دوست ڳالهه ڪئي ته ڪجهه شاگرد جيڪي منهنجا واقف سڃاڻون هئا انهن ايم اي لاءِ داخلا وٺڻ جو خيال ڪيو انهن جو ارادو هو ته (رليجن) جي ڊپارٽمينٽ ۾ داخلا وٺون يا اسلامڪ ڪلچر جي ڊپارٽمينٽ ۾ ۽ اهي ٻئي ڊپارٽمينٽ ڪافي وقت کان داخلا لاءِ کليل هئا مگر انهي حضراتن آخري تاريخن تي اچي اسلامڪ ڪلچر ۾ داخلا ورتي تڏهن مون کان ئي پڇيو ته ميان اسلام ڪلچر ۾ داخلا ته ڪافي وقت کان کليل هئي اوهان ڪافي دير ڪئي، آخري تاريخ تي اچي ان ۾ داخلا ورتي آهي. ان جو ڇا سبب آهي ته جواب ڏنائون ته هيترو وقت اسان پيي ڏٺو ته ٻن شعبن مان ڪهڙي شعبه ۾ ڇوڪريون گهڻيون آهن ۽ هاڻ معلوم ٿي ويو آهي ته انهي ئي شعبه ۾ ڇوڪريون گهڻيون آهن انهي ڪري اسان به ان ۾ داخلا ورتي آهي. خدارا سوچيو ته! هي شاگرد يونيورسٽين ۾ داخل ڇو ٿا ٿين؟ سندن مقصد ڇا آهي؟ ۽ انهن ادارن ۾ تعليم جي بهاني اچي ڪهڙا رول ٿا ادا ڪن ۽ نتيجا ڇا ٿا نڪرن. مگر شاگرد پروفيسر عوام خواص بلڪ ساري قوم جي قوم ان خطرناڪ ناٽڪ جو ڪو به نوٽس ڪانه وٺي ڇا انهن کي تعليمي ادارن ڪوٺڻ تعليم جي اهانت نه آهي؟ ڇا انهن کي فحاشي ۽ بي حيائي بي غيرتي ۽ بدڪاري جي سکيا جا اڏا سڏن زياده موزو نه آهن؟ منهنجا عزيز دوستا! سچ پڇين ته اندر سچو ڪاڏو پيو آهي حالت اها آهي ته: تنم هر داغ داغ پمنبر ڪجا نهم. انهن ئي ادارن جي ڪيترن ئي شاگرد ۽ شاگرديائيون ان گندي ماحول ۾ ملوث ٿي پنهنجي ساري خاندان جي ئي عزت خاڪ ۾ ملايو ڇڏين مگر افسوس ته ڪو عبرت وٺڻ وارو ڪو نه آهي هاڻ سوچو ته ڇالاءِ انگريز تعليم کي غير ضرور نالي ۾ ويڙهي ساري قوم جي قوم کي ڇا پياريو آهي ان طرح اها قوم جو سڀ کان وڌيڪ پنهنجي عزتن جو خيال رکندي هئي ۽ قوم جي ڌيئرن جي عصمت ۽ غيرت جي آبدار موتين جي حفاظت لاءِ پنهنجي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جان کي قربان ڪرڻ لاءِ تيار هوندي هئي اها ساڳئي قوم اڄ پنهنجي هٿن سان پنهنجي لڄن جي حاج لهرائي رهي آهي، الله اڪبر! جڏهن حجاج جهڙي سفاڪ ۽ خونخوار جي ڪن تي رڳو سنڌ ۾ ٻن ٽن مسلمان عورتن جي قيد ٿيڻ جي خبر پئي ته ٻڌائين ته انهن عورتن اهڙي نازڪ وقت ۾ حجاج کي مدد لاءِ سڏڪيو آهي ته اهو سفاڪ ۽ خوني ماڻهو فورن اٿي بيٺو ۽ لبيڪا چئي هڪدم خليفه کان اجازت وٺي پنهنجي ڀائٽي محمد بن قاسم رحہ کي هن ملڪ ڏانهن روانو ڪيائين جنهن اچي هي ملڪ فتح ڪيو يا اهو وقت اچي ويو آهي جو قوم جا نونهال خود ئي قوم جي نياڻن جي عصمت دري ڪندا رهن ٿا، چاتوهان کي ڪراچي جي هاڪس بي واري واقعي جي يادگيري لهي وئي آهي اتي چند شرابي نوجوان شاگردن اتي آيل شاگرديائي سان نشه جي حالت ۾ ڇا ڪيو سوانتهائي دردناڪ داستان آهي انهن کي زوري مجبور ڪري اگهاڙو ڪيو ويو پوءِ انهي حالت ۾ انهن کي نچڻ تي مجبور ڪيو ويو آخر ۾ سندس عصمت انمول هيري کي انهن ورتو اٿي جو اتي پاش پاش ڪري ڇڏيو. مگر ڇا ان جي لاءِ ڪنهن غيرت واري يا قوم کا تحريڪ هلائي يا باعزت ۽ باغيرت ماڻهن پنهنجي اولاد کي انهن بي حيائي جي تعليم ڏيندڙ ادارن ڏي موڪلڻ بند ڪيو؟ هرگز نه جڏهن بداخلاقي هن منزل تي پهچي ته اها قطعي لاعلاج آهي ۽ ڪنهن قوم کي ذهني غلام تڏهن ئي بنائي سگهبو جڏهن ان کي بداخلاقي ۽ بد ڪرداري ۾ مبتلا ڪري ڇڏجي، بس ان مان توهان سمجهي سگهو ٿا ته چالاڪ انگريز پنهنجي دماغ مان سوچي اهارث ڪيڏي ۽ ان کي عملي جامو پهرايو جو ساري قوم جي قوم کي بغير ڇڏي ذبح ڪري وڌائين ۽ انهن کي هميشه هميشه لاءِ پنهنجو ذهني غلام بنائي ڇڏيائين، الله جو قسم اهي ماڻهو جيڪي پنهنجي اولاد پٽ يا ڌيئرون انهن ادارن ۾ موڪلي رهيا آهن اهي انهن جو هر طرح سان ستياناس ڪن ٿا اهي هرگز الله جي غضب کان نه بچي سگهندا ۽ آخرت جي سخت مواخذه ۽ شديد پڪڙ کان ڪڏهن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۽ مضبوط رهي نہ سگهندا بلڪ اهي آخرت ۾ نهايت عذاب ۽ سخت بري حساب سان دوچار ٿيندا. اللهم احفظنا!

آخر ۾ اچو تہ ٿورو سنڌ جي انهن خانقاهن ۽ مقابر درگاهن جي بہ سار لهون جن کي دنيا تقدس جو رنگ ڏنو آهي پنهنجي ملڪ ۾ اهڙا ڪيئن مقام آهن پٽ شاهہ، قلندرشهباز، سيوڻ شريف جو مقبرہ، ملتان جي درگاهہ، علي هجويري رحہ جي لاهور ۾ مزار جهانگير جو مقبرہ وغيرہ وغيرہ انهن سڀني مقام تي ميلا تا لڳن ۽ خلق جا انبهہ گڏ ٿين تا جن ۾ زالون مرد پار ۽ پوڙها سڀئي هوندا آهن، بلڪ انهن مقبرن تي ڪي بدمعاش لوفر، رات جو گهمڻ جي بهاني پنهنجي ماهيڙين کي وٺي اچي اتي ڪارو منهن ڪندا آهن جيئن تہ جهانگير جي مقبرہ متلق تازو مونکي هڪ دوست مولوي لاهور ۾ ٻڌايو پٽ شاهہ جي اها حالت آهي تہ خاص خاص ميلن ڪان علوہ جمع جي رات تي مجمع ۽ ميڙ ٿئي ٿو ۽ هرروز بدڪاريون ۽ اتي مرادون پوريون ٿينديون آهن ۽ هر لوفر ۽ بدڪار جون اتي مرادون، پوريون ٿينديون آهن، بي غيرت ۽ ديوس مرد پنهنجي زالن، نياڻين، ڀينرن يا ڀاڃاين کي وٺي اچي اتي لاهندا آهن ۽ انهن بدڪاري ۽ مڪريلن عورتن جا اتي آيلن بدمعاشن سان پروگرام سيٽ ٿيل هوندا آهن ۽ ان طرح شاهہ جي مقبري تي جمع جي رات عاشق ۽ مشعوق جو بہ ميلو ٿي وڃي ٿو، خود اهڙا لوفر پاڻ ٿي مڃيندا آهن تہ ادا اسين اتي اچون رڳو رنن لاءِ ٿا، ڀيو شاہ سان اسان جو ڇا؟ جي بالفرض اتي جا گادي نشين ۽ مجاور تجربہ خاطر اهو آرڊر ڪن اڄ کان پوءِ هتي زال ذات نہ اچي ۽ پوءِ ڏسن تہ هڪ مرد بہ اتي پير ڌري ٿو؟ يعني ڪو بہ اتي ڪو نہ ايندو ۽ اتي سڄ پٽي واڪاڪندي ۽ انهن مجاورن ۽ دغاباز پيرن جي دڪانداري بند ٿي ويندي ۽ سندن نذر نيازن کي پنجو اچي ويندو پلا پوءِ انهي قصہ کي بند ڪئين ڪن، اهڙي طرح سيوهڻ ۾ بہ مجاورن جا باقائدہ روم ۽ حجرا ٺهيل آهن ۽ لوفر بدمعاشن کان ڳريون ڳريون فيسون وٺيون پوءِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انهن کي اتي آيل عورتن مان چونڊي حيسنائون سپلائي ڪندا آهن يعني ٺلهن لفظن ۾ اهي درگاهون يا مقبره چڪلا بڻجي چڪا آهن مجاورن اهڙا ڪوڙا نقل بہ ٺاهي رکيا آهن ۽ ان طرح پنهنجي ڪاروبار کي خوب فروغ ڏيندا رهن ٿا. چوندا آهن تہ هڪ ماڻهو شاهہ جي قبي ۾ وڃي ڪارو منهن ڪيو پوءِ مجاور ڏسڻ تي ڪيس لت هٿين جي ههڙا ٿڦرا تون هت بزرگ سائين جي قبي ۾ هي ڪم ڪري رهيو آهين. ايتري ۾ مجاور جي تنگ سڪي پئي شاهہ چيس تہ انڌان آئون ڪو انڌان ٿو ڏسان گويا شاهہ صاحب خود پيو اهي ڪم ڪرائي، ڏسو ان طرح اهي خود انهن بزرگ هستين جي بہ عزت خاڪ ۾ ملائي رهيا آهن ۽ سندن عزت واري نام نشان کي داغدار ڪري رهيا آهن ان قصي مان نتيجو ڇا نڪرندو؟ اهو تہ مڙس ٿي اتي اهي ڪم ڪريو ڇو تہ اتي ڪو بہ پڇڻ وارو ڪو نہ آهي جيڪڏهن ڪو ڪچندو تہ اهو پاڻ مصيبت ۾ پوندو لهذا اتي بزرگ جي مقبري ۽ قبي ۾ زنا جهڙي انتهائي سنگين جرم ڪرڻ لاءِ آزادي جو لائسن مليو ٿو وڃي، رنون مردن کي چوڻ تہ اسان شاهہ کي هيترا جمعا باسيا آهن سوچيا بہ ٿي پوي آئون وينديس، مجو مرد بہ رن جي پٺيان ائين ايندو جهڙو خادم يا نوڪر هجي الله جي فرمان (الرجال قوامون علي النساء) جي بلڪل ابتڙ پاڙي جو تنون بڻجي ايئين پٺيان پيو ايندو ۽ رن اڳيان ايئين ٻانهن لوڏيندي ويندي جيئن ڪو وڏو قلعو سر ڪرڻ لاءِ ٿي وڃي بس مرد انکي مقبره تائين پهچائي پوءِ وڃي ڪٿي ڪنڊپاسي تي بي فڪر ٿي آرام ڪندو رن پلي پئي سڄي رات عيش عشرت ڪري، انهيءَ ٿي بدڪاري ۽ رنن خاطر ڪيئن ماڻهو ڏٺا وسٽا شرڪ ۾ گرفتار ٿيو وڃن، ۽ دين ايمان تان هٿ ڌوئيو ڇڏين. هنن واقعات تي نظر وجهندو تہ توهان کي بخوبي معلوم ٿيندو تہ الله سبحان الله وتعالیٰ جو سورت نور ۾ فرمايو آهي تہ (الزاني لاينكح الازانيتہ ومشركتہ والزانيتہ لاينكحها الازان او مشرك وحرم ذلك علي المؤمنين) (النور) بخوبي مطلب ڇا آهي ۽ ان حڪم جي ڪهڙي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حڪمت آهي دراصل جيڪي زنا جهڙي بدڪاري ۾ گرفتار هوندا آهن ۽ رنن جارسيا هوندا آهن اهي صورت پرست ٿي پوندا آهن ۽ رنن جا پوڄاري ٿي پوندا آهن يعني هڪ زاني غالبا ۽ اڪثر ڪري مشرڪ ٿئي ٿو ۽ مشرڪ سان مشرڪن جوئي جوڙ ٺهندو آهي، ايمان واري لاءِ نه مناسب آهي ۽ نه اهو جائز آهي ته اهڙي عورت سان پنهنجو پالن اٽڪائي ۽ وري اهڙن مقامات ومقابر وغيره وغيره تي سرور وارا راڳ ٿيندا آهن ۽ سرور وارو راڳ عورت خواه مرد لاءِ ايئين آهي جيئن نانگ لاءِ مند يا مرلي اهو ئي سبب آهي جو سرور واري راڳ کي ڪن حقيقت شناس بزرگن زنا جو فتون سڏيو آهي ۽ آئون الله جو قسم کڻي ٿو چوان ته اهڙي قسم جو راڳ چڱي ڀلي ۽ هوش وحواس بجاءِ رکندڙ انسان کي به اهڙو مدهوش ڪري ٿو ڇڏي ۽ بهيمي جزبات کي اياري جو شراب ام الخبائث به اهڙي حالت انسان جي مشڪل سان ڪندو هوندو آزموده خاطر ڪنهن عورت کي مائل ڪرڻو هجي ته انهي جي اڳيان اهو ئي ڪامياب (شيطان جو ايجاد ڪيل) نسخه استعمال ڪري ۽ اها عورت نانگ وانگر ہرمان به نڪري ٻاهر اچي ويندي، پوءِ اڻ خوف ٿي کڻي ڳچي مان وٺيس. شاه جي مقبري تي ته شاه جي ئي نالي راڳ جون وڏيون محفلون ٿين ٿيون. مقصد صرف جنسيت جي بک جي ديوکي ڊاڻو آهي ٻيو ڪجهه به نه آهي افسوس ته اسان جي فوج ۽ ملڪ وملت جي رکوالن تي به اها بلا سايه فگن آهي فوجي ڀائرن کي به جيسين ڪانورجهان يا ڪاپي رنگين طبع جي ڳائڻي نه وندرائي تسين اهي تيغ وتفنگ هلائڻ ڪان عاجز هوندا آهن جنهن قوم جي افران کي جهاد لاءِ تيار ڪرڻ قرآن حڪيم جون آيتون اڪسير جو ڪم ڏينديون هيون ۽ هرموڙي هرمعاملي ۾ اسلام جي رهنمائي سندن مشعل راه هئي ۽ الله سبحان و تعاليٰ وجل.. سائين جو مٺو نالو روح جي راحت دل ۽ دماغ جي غذا ۽ تلوارن جي سائي ۾ سندس مؤمنن کي قوت بخشيندڙ هو انهن لاءِ اڄ نورجهان جهڙين ڇائيل عورتن جو آواز طبلي جي ٿاپ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرندي جو ساز فلمي گانن جي فحش بيان ۽ جسم جي انگ انگ کي نچندي لوڏڻ وارين ڪافر اداڪارن ۽ ڊانسرن جي لوڏن ۽ منحوس ڪرتبن مان ئي راحت ٿي اچي. بس جيئن ئي سندس ڪن تي. (ساڏي ٽول سپاهيان تون رب ديان رکهان) جو آواز پئي ته اهي ائين بنجي پوندا گويا امرت دهار جي بارش شروع ٿي ويئي. افسوس ته هڪ پاسي بم ۽ گولا وسي رهيا آهن ملڪ وملت تي نازڪ گهڙي ڪڙي آهي دشمن اسان کي تباه ڪرڻ لاءِ ڪمرڪسي بيٺو آهي هوڏانهن وري نورجهان ريڊيو کان اعلان ٿي ڪري ته آئون وري به پنهنجي قومي پائرن جي مدد لاءِ اچي ويئي آهيان الاٿجي اسانجو مغز ڪيڏانهن ويو آهي. آخر نورجهان جنگ و جدل ۾ بمن و ٽينڪن جي مقابلي اسان جي ڪهڙي خدمت ڪري سگهي ٿي؟ وري حاڪمن ۽ حڪومت تي قابض ماڻهن جو حال ڏسو ته نورجهان کي ملڪ ترنم جو خطاب ڏنائون ۽ ڪيس فوجين جي خدمت بجا آڻڻ لاءِ ڪي تغما ۽ انعام واڪرام مليا. **ياللعجب جب اوضعفت الادب** سوچيو ته جيڪي ساز ۽ سرور راڳ ۽ روپ تي مٽوڏوٽيندا هجن اهي ملڪ جو ڇا ڪندا ڇا آئون سچ ڪو نه ٿو چوان آئون هن سوال جي جواب ۾ تمام گهڻو مٿي چڙهي ويو آهيان. خلاصه هي ته مذڪوره مثالن ۾ روز مره جي واقعن تي نظر وجهندؤ ته توهان کي معلوم ٿيندو ته انسان جي زندگيءَ جو اهو ڪو به شعبو ڪونهي جنهن جي افق تي عورت نه ڇانيل هجي ۽ هر جاءِ تي عورت جي ان طرح ڇانيو رهڻ جو لازمي ۽ ناگزير نتيجه اهوئي نڪرندو ته زنا جي ڪثرت سان ٿيندو اهو ئي حال اسان جي ملڪ ۽ معاشري جو ٿي ويو آهي اهو ئي سبب آهي جو سوسائٽي جي هڪ هڪ شاخ هڪ هڪ شعبه تي عورت ڇانيل آهي ۽ نتيجو ته زنا به ايتري قدر عام آهي جو ان جا انگ اکر مهيا ڪرڻ به مشڪل آهن هر افق تي زنا ۽ بدڪاري جو سايو آهي بس هاڻ سوچو ته جنهن ملڪ جي افق تي هن طرح زنا جهڙي بدڪاري سايو وجهندڙ هجن انهي خطي جي قوم اخلاقي طرح ڪهڙي ڪڏ ۾ ڪريل هوندي

www.KitaboSunnat.com

ذاتي الله تعاليٰ جو چا غضب هوندو ۽ ان قوم جي تباهي ۽ بربادي ۾ باقي ڪهڙي ڳالھ جي ڪثر هوندي بس هن راقم الحروف جي نظر ۾ اسان جي نوجوانن جي تنزل ۽ اخلاقي انحطاط جا اهي به سبب آهن باقي ان جو علاج ولوالعزم ۽ همت واري مستقل مزاج ۽ حوصلي مند قوم لاءِ بالڪل آسان آهي پر افسوس ته اهي ٿي خوبيون اڄ اسان ۾ نا پيدا آهن. بهرحال موجوده تعليمي نظام کي اوورهال ڪري بلڪل نيئن سر مرتب نه ڪيو ويندو ۽ منجهس قومي وملي روحاني معنوي تقاضائن جي پورائي نه ڪئي ويندي ۽ انهي گندي ۽ بگڙيل ماحول کي جيسين يڪ سرنه بدلايو ويندو جنس لطيف کي ان ماحول کان سراسر الگ نه ڪيو ويندو مغربي نقالي کي ٽي طلاقون ڏيئي سراسر اسلامي بودوباش اختيار نه ڪئي ويندي ۽ انهن سيني شعبه حيات جي افق تان صف نازڪ کي پري نه هڪيو ويندو ۽ شاگردن ۾ اسلامي روح نه ڦوڪيو ويندو الحاد ۽ زنديقيت جي بجاءِ اهڙي تعليم نه ڏني ويندي جا انسان کي بلند اخلاق سان سينگاري ۽ ان کي هڪ ديندار خدا ترس خيرخوه ۽ ملڪ وملت جو سچو وفادار خادم بنائي مطلب ته جيسين مذڪور سڀ ڳالهيون برو ڪار نه آڻبون ايستائين ان صورت حال جي اصلاح رڳو مشڪل نه بلڪ ناممڪن آهي خلاصه ڪلام هي ته ڪنهن به قوم خاص طور امت مسلم جي ترقي ۽ عروج لاءِ اهم ضروري آهي ته اها اخلاقي اعتبار سان هر طرح بلند هجڻ کپي ورنه بي اخلاقي فرد ۽ قوم لاءِ سم قاتل آهي ۽ زنا کان وڌيڪ ڪاپي بداخلاقي تصور به نه ٿي ٿي سگھي. جيڪا قوم انهي بداخلاقي ۾ گرفتار ٿي ٿئي اهو سمجهو ته تباهي ڏي تمام تيزرفتاري سان وڃي رهي آهي جيڪڏهن ترت تلافي ۽ تدارڪ جو خيال نه ڪيو ويندو ته سندس مڪمل تباهي هڪ حتمي ۽ قطعي طي شده امرٿجي پوي ٿو اهو هن ڪري ته قوم جي ترقي لاءِ حوصلي مند اولوالعزم باهمت هجڻ ۽ مجاهدانه روح ضروري آهي. هن روڳ جا راڳي هنن سيني ڳڻن کان محروم هوندا آهن حوصلي مند هئڻ جي بدران

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اهي بزدل ٿين ٿا. اولوالعزمي ۽ همت جي جاءِ تي منهن پست همتي. احساس ڪمتري هوندي آهي مجاهدانہ روح جو تلفظ تہ سندن ڊڪشنري ۾ ئي ڪونہ هوندو آهي بلڪ ان جي بجاءِ طبع جا عياش فيشن جا دلداده عشق و محبت جهڙي بيڪار ڪرتوتن جا ڪوڏلا سست ۽ ڪنهن بہ محنت جي ڪم کان مفرور انتهائي درجي جا ڊرپوڪ ڏورو ڊيڄاريندڙ ڪو معاملو سامهون ايندو آهي تہ سندن هياءُ ڪاچي ويندو آهي. لالچي چاپلوس مطلب لاءِ گڏهہ کي بہ پيرين پوڻ وارا ويٺي ويٺي ڪائڻ وارا هر چڙهندڙ سج جا پوڄاري جيڪا طاقت آئي يا جو بہ ايندو تہ ان کي سلامي ۽ اهڙي پاليسي اختيار ڪرڻ وارا جو چڻ اصل کان ئي سندن يار هوا. انهي ڪري حد کان وڌيڪ ڏوهي هوندا آهن. عزت نفس ۽ خود اعتمادي جهڙن جو هرن ڪيُ وڃائي پنهنجو پاڻ کي ڪٺ پتلي بنائي ڇڏيندا آهن انهيءَ ڪري هزاري حڪومتون بدلجڻ مگر هنن جو ٺهرايل اصول ساڳيون هوندو آهي. هي ماڻهو ان جا اڄي بوٽ چميندا ۽ ان کي اهو تاثر ڏيندا تہ اسين تنهنجا وفادار غلام آهيون تنهنجي مخالفت جو اسان وٽ نالو نشان بہ نہ آهي ۽ ان طرح ماٺ ميٺ ۾ پنهنجي عياشن ۾ وقت عزيز گذاريندا بلڪ ضايع ڪندا رهندا آهن پر وري جيڪو بيو ان جاءِ تي آيو تہ وري ان جا حليف وري ٿيو آيو تہ ان جا بہ زر خريد ڪيل غلام مطلب تہ حڪومت رهي يا وڃي صدر يا حاڪم ڪير بہ ٿئي مگر هنن لاءِ ڇڻ ڪا بہ تبديلي نہ آئي آهي ۽ ڪا بہ لڪا نہ وڃهندا آهن اهو نمونو آهي تہ وڏي بيغرتي ذلت جو آهي مگر ڇا ڪجي جو پنهنجي رسوائي جو احساس ٿي ڪين ڪو نہ ٿيندو آهي انهن جو اهو حس جيڪو ذلت ۽ عزت کي سمجهي ۽ انهن ۾ امتياز ڪري سو بالڪل ختم ٿي ويندو آهي. پوءِ جيئن ڪنهن ماڻهو جو عضوو (سن) ڪيرو يا رت جو دورو نہ ٿيندو هجي تہ ان کي عضوي ۾ ڇاهي سٺي هٿون يا وڊيوس هنگر ڪيس خبر نہ پوندي ان طرح هي بہ انهن حقيقتن کان يڪسر بي حس ۽ بي خبر هوندا آهن جنهن کي پهچي عزت جو خيال هوندو اهو جنهن وقت بہ محسوس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڪندو تہ ڪنهنجي عزت خطري ۾ اهي تہ فورا اپو ٿي ويندو ۽ مدافعت لاءِ تيار هوندو مگر مدافعت لاءِ آمادگي سواءِ مجاهدانہ روح حوصلمندي ۽ خود اعتمادي جي ٿيڻ ناممڪن آهي. انهي ڪري چوندا آهن تہ بداخلاقي جا مريض انهن خوبين کي سڃاڻين بہ ڪو نہ جهاد جي تہ لفظ ڪان بہ کين ڪپڪپي وٺي ويندي آهي. تنهنڪري اهي پنهنجي عزت جي برخلاف مدافعمت لاءِ اٿن بہ ڪيئين لامحال انهن ٿي برين صفتن تي قناعت ڪندا پنهنجي عياشي فحاشي جي جان بچائڻ ۾ ئي کين عافيت نظر ايندي آهي. بس اهو آهي تنزل جو تهہ ۽ انحطاط جي ڪڏ انحطاط جي ہي ڪابہ معنيٰ نہ آهي هن سوال جي جواب ۾ مون ڏيکھ تمام گهٽي ڪٿي آهي، پر جا ڪجي جو منهنجي خيال موجب هن سوال جي جواب لاءِ هيترو تفصيل ضروري هو. ٿي سگهي ٿو تہ ڪو مون سان ان باري ۾ متفق نہ هجي ليڪن انصاف سان ڪو غور ڪندو ۽ تحقيقي نظر سان ان ساري بيان جو جائزو وٺندو جيڪو گذشتہ صفحات ۾ ذڪر ڪري آيو آهيان تہ ان شاءَ الله تعاليٰ ڪلي طرح تہ نہ ان جي اڪثر حصي سان ضرور اتفاق راءِ ڪندو ۽ مون بہ گهڻون ڪري اهي ڳالهيون لکيون آهن جيڪي منهنجي پنهنجي مشاهدي ۾ آهن ۽ ٻيو ڪو بہ خود مشاهدو ڪري انهن بابت تحقيق ڪري سگهي ٿو ۽ جن سندن اکين تي تعصب يا مغربيت جي انڌي تقليد جو چشمو چڙهيل نہ هوندو تہ منهنجي بيان جي حرف بحرف تصديق توثيق ڪندو. باقي توهان جو هڪ سوال رهيل آهي ان جو جواب عرض ڪجي ٿو.

سوال:10_ اوهان جي ڪتب خاني ۾ ڪيترا ۽ ڪهڙن موضوعن تي ڪتاب آهن؟

جواب_ اسان جي ڪتب خاني ۾ ڏهہ ٻارهن هزار ڪتاب ٿيندا اهي عربي، فارسي، سنڌي ۽ انگريزي ۾ ٿورا ڪي ٻين زبانن ۾ بہ آهن. عربي زبان ۾ ڪتاب گهڻا آهن عربي زبان ۾ تقريبن هر فن جا ڪتاب ملي سگهندا اجمالي طرح ڪي هيٺين موضوعن ۾ ورهائي سگهجي ٿو.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1_ دينيات_ تاريخ و جعرافيہ_ سياسيات_ صفت و حرفت_ طب و جرحت_ دين (مذهب رعمومي معنيٰ ۾)_ اقتصاديات متعلق_ شعرو سخن_ حڪايات وافسڪانجات_ فلسفہ فن ۾ وجديد اهي موضوع لهي ليکي تحرير ڪيا اٿم انهن مان هر هڪ تي ڪتاب بفضلہ تعاليٰ آهن پوءِ ڪنهن ۾ ٿورا ڪنهن ۾ گهڻا هان وري جي انهن موضوعن ڪي تحليل ڪجي تہ صورت حال هن طرح ٿيندي تہ مثال طور دينيات جي ذمري ۾ صرف_ نحو_ ادب_ معاني وبيان_ وبديع ڪنهن حدتائين منطق_ ڪجھ تاريخ_ متعلق بعلم التاريخ قرآن حڪيم جو تفسير_ اصول تفسير_ يا متعلق بعلم التفسير_ حديث _اصول حديث يا متعلق بعلم الحديث فقہ_ اصول فقہ علم الفرائض اسرارشريف صدق اسلام اسلام جي مخالفن ڪيائين آرين، قاديانين، شعين، نيچرين، پرويزين ۽ ملحدن مقابلہ ۾ انهن تي رد سان مقالم ۽ ساڻس مباحثہ ۾ مٿن رد. جيڪي مسلمانن جا بہ فرقہ لڪيا ٿا جن مثال طور حنفي وغيره ۾ انهن تي رد فن عقائد ڪلام عربي لغت جا ڪتاب_ ڪتاب فن سيرت و مناقب_ گويا اهي سڀ دينيات جي موضوع هيٺ ڏينل آهن اهڙي طرح انهن موضوعن جي وري سڀ ڊويزن هن طرح ٿيندي _ حديث_ شروع حديث_ بغداءِ_ علل الحديث_ تخريج الاحاديث_ اطراف حديث_ موضوعات_ متعلق بعلم الحديث_ اصول حديث_ فن رجال _ ڪجھ تاريخ جا ڪتاب وغيره وغيره اجا انهيءَ ننڍن تقسيم ڪي وري بہ تقسيم ڪريو تہ معاملہ هن طرح ٿيندو مثال طور: معتلق بعلم الحديث۾_ غريب الحديث_ ناسخ منسوخ_ تاويل مختلف الحديث_ تضعيفات الحديث_ جامع البيان وغيره بس اها هڪ جهلڪ پيش ڪئي اٿم ان مان توهان انهن موضوعن جي رسات جو اندازو ڪري سگهو ٿا تہ اجا بہ مون ڪي جديد سائنس ۾ ڪتاب رکڻ جو بہ خيال هو ۽ آهي موجوده موضوعن ۾ اجا مزيد گهڻن ڪتابن جو شامل ڪرڻ جي ضرورت آهي، ليڪن ڇا ڪجي جو انهن جي حصول جي لاءِ جيڪي ذرائع ۽ وسائل مطلوب آهن اهي مون ڪي حاصل نہ آهن انهيءَ ڪري بي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصاب آرزو ۾ دل جي چاهت جي باوجود اجا ڪاميابي حاصل نہ ٿي آهي. الله تعاليٰ ۾ اميد آهي تہ اهي منهنجون ضرورتون پوريون ڪندو. اللهم آمين.

آخر ۾ توهان دريافت ڪيو آهي تہ "ٻڌڻ ۾ آيو آهي تہ آئون ڪو عربي ۾ ڪتاب تصنيف ڪري رهيو آهيان" سوان لاءِ گذارش هي آهي تہ هت مون ڪي حديث جي فن رجال سان عشق جي حدتائين شوق ۽ ذوق آهي سوڪافي وقت اڳ اهو خيال ڪيم تہ حافظ ابن حجر جي تهذيب التهذيب علاوه ٻيا جيڪي ثقہ ۽ معتمدو مستندرجال آهن انهن کي هڪ هنڌ گڏ ڪجي تہ اهو ڪم شروع ڪيم ڪافي عرصو ڇڏي ڏنم ڪجھ وقت کان تہ اهو خيال ٿيو آهي تہ قرون سبعہ يعني ستين صدين هجري جي ثقات رجال کي هڪ هنڌ جمع ڪجي يعني اهي خواهہ تهذيب التهذيب ۾ آيل هجن يا نہ بهرحال انهن ستن صدين جي پڪن ۽ ثقن راوين جمع ڪيا اٿم پر اجا ڪم تمام گهٽو پيو آهي ۽ اهو ڪم ڪيڏو نہ وڏو آهي ۽ ان لاءِ ڪيڏي سعي وجهد جي ضرورت آهي ۽ ان لاءِ جن ڪتابن جي مڪمل منڍ کان وٺي آخرتائين ورق گرداني ۽ مطالعہ جي ضرورت آهي ۽ جنهن تدقيق وتحقيق، احتياط پيش بندي جي ضرورت آهي اهو هر ان ماڻهو کي مخفي نہ هوندو جنهن کي هن فن سان ڪجھ مس يا الحاق هوندو منهنجو ارادو اهو آهي انهيءَ ڪري ڪي ڪتاب ڏسي ڇڏيا اٿم ڏنلن ڪتابن مان جمع ڪيل راوي هڪ هنڌ جمع ڪندو وڃان ڪتاب ڏسان پيو ۽ ڏسڻان تمام گهٽا پيا آهن مگر وقت اصل ڪو نہ ٿو ملي ڪئين مصروفيتون ۽ گوناگون مشغولتون وري احباب وغيره جي سوالات جا جوابات تفسير قرآن حڪيم يا ان جي درس لاءِ تفسيرن جو مطالع اهي سڀ ڳالهيون ايترو وقت ٿي نہ ليو ڏين جو صرف ان طرف متوجه ٿي ويهي ڪم ڪجي، بهر صورت الله سائين پوري ڪندو توهان دعا ڪريو تہ الله سائين اها منهنجي آرزو پوري ڪري ڪتاب تہ ڪئين لکڻ تي شوق پيو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٿي پر سوال وري بہ وقت جو آڏو ٿو اچي وقت ڪونهي چا ڪجي. هت توهان جي سوالات جا جوابات ختم ٿيا.

وآخر دعونا ان الحمدلله رب العالمين وصلي الله علي خيرخلقہ سيدنا وحبيبنا وشفيعنا ومرشدنا وهادينا ومامنامحمد النبي الامي نبي الرحمت وعلي آلہ واصحابہ وبارڪ وسلم تسليما ڪثيرا ڪثيرا.

والسلام

وانا احقرالعباد محب الله شاھ عفي الله 10 جمادالثاني 1393_ يوم الخميس

حاشيو مضمون احوال حياتي جو

محمد خان محمدي _ملڪاڻي

1_ڳوٺ پير جهندو تعلقي هالاجي شهر نيوسعيد آباد کان ڏيڍ ڪلوميٽر کن اتر طرف نيشنل هاءِ وي تي واقع آهي ڳوٺ پيرجهنڊي جي باري ۾ ڊاڪٽر سيدصالح محمد شاھ "ڪلام رشد الله" ۾ لکي ٿو تہ هي ڳوٺ (اصل ۾) هالا وارن مخدومن جي جماعت ابڙيجا قوم وارن جو ڳوٺ هو. جڏهن سيدمحمدراشد شاھ رحمتہ الله (جن کي پير سائين روضي ڌڻي پڻ چئبو آهي) جن وفات 233؟ ڪئي وفات بعد سندن وڏن فرزندن سيد صبغت الله شاھ رحہ (متوفي 1246ھ) ۽ سيد محمد ياسين شاھ رحہ (متوفي 1275ھ) جن پاڻ ۾ ڪجھ رنجيده ٿي پيا ان ڪري سيدمحمد ياسين شاھ کي هجرت ڪرڻي پئي پاڻ پيرسائين پاڳاري جي ڳوٺ مان هجرت ڪري اچي فريدآباد ويٺا. اتان لڏئو پيو ۽ اچي باقراڻي لڳ ٺلاھ جي ڳوٺ ۾ ويٺا. سندن مزار شريف بہ ٺلاھ ۾ آهي ٺلاھ ۾ سندن پيو پاءُ پير محمد شاھ عرف پير نالي مٺو پڻ ساڻن گڏ هو. منشا ايزديءَ کين اتي بہ ويهڻ نہ ڏنو ۽ پوءِ پاڻ اتان عيال سميت روانا ٿيا ۽ موجوده ڳوٺ "پيرجهندو" ۾ اچي سڪونيت اختيار ڪياءُن. انهيءَ وقت موجوده ڳوٺ الياس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابڙيجا تعلقو هالا ۾ رهندڙ ماڻهو مال ۽ پوکن جي سانگي جداجدا جاين تي پڌ ٺڌيو ويٺا هئا اهو ڳوٺ بہ انهن پڊن مان هڪ پڊ هو. سيدياسين ۽ سندن پاڻ علم ۽ ڪمال وارا بزرگ هئا ڳوٺ جي ماڻهن سندن ڪرامتون ۽ پلايون ڏسي ڪين ڳوٺ خالي ڪري ڏنو ۽ پوءِ انهن اتان اٿي وڃي نئون ڳوٺ ٻڌائون جو الياس ابڙيجا جي نالي سان سڃاڻ ۾ آيو ۽ اڄ تائين پير جهنڊي کان اوڀر طرف ڪجهہ فرلانگ جي مفاصلي تي آباد آهي. (ڪلام رشد الله شاهہ- ڊاڪٽر سيدصالح محمد شاهہ صفحو_7_8 ۽ رسالو ماهوار ڪينجهر_حيدرآباد منهنجو ڳوٺ نمبر_سيپٽمبر 202)

انهيءَ ڪتاب جي ساڳئي صفحي تي حاشيہ ۾ لکيل آهي تہ "پير سيد ضياءالدين شاهہ پنجون نمبر جهنڊي وارن کان ڪنهن پڇيو تہ هن ڳوٺ کي پير جهنڊو چو تو چيو وڃي ۽ اهو جهنڊو ڇا جو آهي جو اوهان سفر وقت کڻو ٿا؟ پاڻ جواب ۾ ورايائون تہ صحيح لفظ "ڳوٺ پير سائين جهنڊي وارو" آهي ليڪن ماڻهو اٿاٿائيءَ سبب ڳوٺ جهنڊو ٿا چون ۽ اهو غلط نالو هيئن پيو معلوم ڪرائي تہ ڪنهن پير جو نالو جهنڊو هو ۽ ان تي نالي سان شايد ڳوٺ ٻڌل آهي. وڌيڪ عرض ڪيائون تہ اهو جهنڊو اسان جي وڏن کي وقت جي حاڪم کان جهاد لاءِ مليو هو. سيدمحمد راشد شاهہ جن جي وفات بعد پڳ سيد صبغت الله شاهہ کي ملي ۽ جهنڊو اسان جي وڏن کي مليو ان ڪري هنن کي پير پاڳارا ۽ اسان جي وڏن کي پير جهنڊي وارا چيو ويندو آهي اسان کي وڏن جي وصيت ڪيل آهي تہ اوهان امام مهديءَ جي فوج آهيو جهنڊي وارن مان جنهن پير جي وقت ۾ امام مهدي پيدا ٿئي تہ اهو جماعت سميت جهنڊو امام صاحب کي ڏيئي ۽ پاڻ سندس سپاهي ٿجي وڃي. (ص7) ڳوٺ پير جهنڊو هن وقت جديد سهولتن سان اڳتي وڌي رهيو آهي.

(2) سال 1356هہ ۾ پير سائين احسان الله شاهہ راشدي رحہ جن پنهنجي آبائي ڳوٺ مان هجرت ڪري پير جهنڊي کان اتر طرف هڪ ڪلو ميٽر تي هڪ نئون ڳوٺ درگاهہ شريف پير جهنڊه نالي آباد ڪيائون (سخن اعجاز ڪلام سيدمحي الدين شاهہ المعروف اعجاز شاهہ راشدي، صہ19)

(3) حضرت پير رشد الله شاهہ جن جداجدا وقتن تي ڪل پنج شاديون ڪيون هيون جن مان جملي ست پٽ ۽ چار نياڻيون ٿين پٽن جا نالاهن ريت آهن. 1_ سيدپير ضياءالدين شاهہ رحہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(متوفي 1346هه) 2_ سيدپير محمد امام شاهه رحه(متوفي 1356هه) 3_ سيد فضل الله شاهه عرف احسان الله شاهه "سنت ڏني" رحه (متوفي 1358هه) 4_ سيد پير مهدي شاهه رحه(متوفي 1384هه) 5_ سيد رشيدالدين شاهه عرف نورالدين شاهه رحه (متوفي 1400هه) 6_ سيدپيرمحمد شاهه عرف سرور الدين شاهه (متوفي 1404هه) (ڪلام رشد الله شاهه_ سيد صالح محمد شاهه صفحه:46 ۽ سخن اعجاز_ ڪلام سيد محي الدين شاهه راشدي صفحه17_ ۽ راشدي خاندان جو شجرو_ سيد فيض الدين شاهه راشد_66)

(4) پير سائين رشد الله راشدي "خلافت ڏني" چوٿين پڳدار جهنڊي واري جن جي وفات (1340هه_1922ع) کان پوءِ پڳ تان تڪرار ٿي پيو ان تڪرار کي نبيرڻ لاءِ 1922ع کان 1937ع تائين برطانيه حڪومت وٽ لنڊن ۾ ان جو ڪيس هليو ان تڪرار جي فيصلي اچڻ کان پوءِ جهنڊي واري راشدي خاندان جي پڳ ٻن حصن ۾ ورهائجي وئي يعني سيد ضياء الدين شاهه راشدي ۽ سيد احسان الله شاهه راشدي وچ ۾.(سخن اعجاز_ ص 19)

(5) حضرت پير سائين محمد راشد شاهه "روضي ڌڻي" صاحب جن پهرين رمضان المبارڪ 1170هه بمطابق 1757ع ۾ سيد محمد بقا شاهه شهيد جن جي گهر ۾ پيدا ٿيا.ابتدائي تعليم پنهنجي والد ماجد وٽ حاصل ڪيائون ان کان پوءِ ظاهري تعليم وقت جي محدث ۽ فقيهه الحاج فقير الله علوي شڪار پوري رحمته الله عليه (متوفي 1195هه) وٽ حاصل ڪيائين پير صاحب جي اهڙي يڪتا عالم وٽ تعليم سندن ذاتي استعداد ۽ لياقت کي اڀارڻ ۾ وڏي مددگار ثابت ٿي سندس هڪ ٻيو استاد مخدوم يار محمد ڪوٽڙي ڪبير وارو پڻ چيو وڃي ٿو ۽ آخري فراغت لاڙڪاڻي جي آريجا ڳوٺ جي عالم مخدوم محمد وٽ ڪيائين. هي بزرگ استاذالڪل جي لقب سان مشهور آهي. (سنڌ جا اسلامي درسگاهه. ڊاڪٽر محمد جمن ٽالپر _ص_ 336، الرحيم مشاهير سنڌ نمبر جولاءِ 1988ع _ص 23) ديني علوم جي تڪميل کان پوءِ خانداني خدمتن کي جاري رکندي سيد محمد راشد رحمته الله عليه "روضي ڌڻي" جن ان وقت جي مروجه شريڪ ۽ بدعت جي رسمن کي ختم ڪرڻ لاءِ انٿڪ ڪوششون سندن ذاتي ڪوشش ۽ تبليغ سان مئل سنتون نئين سرجيئريون ۽ نروار ٿيڻ شروع ٿيون. سندن ئي ايام ڪاريءَ ۾ مغرب نماز بعد فرض کان اڳ ٻه رڪعتون پڙهڻ واري سنت جو رواج پيو. جيڪا پاڻ سڳورن صلي الله عليه وسلم کان قولاخواه فعلا حديث شريف مان ثابت آهي. ان قسم جي ديني خدمتن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۽ تبليغي ڪاوشن جي خبر سندن ملفوظات مان ملي ٿي جيڪا سندن خليفي خاص محمود نظامائي رحہ (متوفي1852ع) جن گڏ ڪئي آهي جيڪا ڪتابي شڪل ۾ مطبوع آهي. (تذڪره علماء اهل حديث_ پروفيسر ميان محمد يوسف سجاد_ص_160، رموز راشديہ _ص_13، ۽ مقدمہ بديع التفاسير ڇاپو ٻيو_ص_11) سيد محمد راشد شاھ رحمتہ الله عليہ شعبان 1233ھ ۾ وفات ڪئي.

(6) پير سائين رشد الله شاھ راشدي "پير جهنڊو ڇوٿون" المعروف "پيرسائين شريعت وارو" رحمتہ الله عليہ پاڻ 1280ھ ۾ ڳوٺ پير جهنڊو ضلع حيدرآباد ۾ پير سائين سيدرشيدالدين شاھ راشدي جي گهر تولد ٿيا. سندس ابتدائي تعليم وتربيت خانداني رواج موجب گهر ۾ خالص علمي ۽ ديني ماحول ۾ ٿي پاڻ مشهور عالم دين قاضي عبدالغني ڪڍهري رحہ ((متوفي 1249ھ) علامہ قاضي فتح محمد نظامائي رحہ ۽ مولانا عبيدالله سنڌي رحہ جهڙن لائق عالمن کان تعليم حاصل ڪيائون. پاڻ حديث جي سند امام شوڪاني رحہ ((متوفي 1250ھ) جي شاگرد رشيد شيخ حسين بن محسن الانصاري رحہ يمني (متوفي 1327 ھ) ۽ شيخ الڪل ميان نذير حسين محدث دهلوي رحہ (متوفي 1902ع کان سند امتياز حاصل ڪيائون. ديني علوم جي تڪميل کان پوءِ پاڻ پنهنجي پوري زندگي اسلام لاءِ وقف ڪري ڇڏيائون سندن علمي ۽ ادبي خدمت جو دائرو نهايت وسيع آهي، انهن خدمات مان پنهنجي آبائي ڳوٺ پير جهنڊو ۾ مدرسيہ دارالرشاد جو قيام (1909ع ۾)سندن ٻيو اهم ڪارنامون مدرسي سان گڏ هڪ عاليشان ڪتب خانو بہ قائم ڪيائون جنهن ۾ ساري دنيا خصوصاً عرب وهند کان نهايت اهم علمي ۽ ناياب ڪتاب گڏڪيائون. جڏهن پاڻ 1323ھ ۾ حج تي ويا تہ مڪہ ۽ مديني جي اهم ۽ تاريخي ڪتب خانن مان حديث ۽ فن حديث جا قيمتي ۽ اڻ لڀ ڪتاب ڪاتبن کان نقل ڪرايائون، اهڙيءَ طرح بمبي ۽ حيدرآباد دکن ڏانهن پنهنجا خاص ڪاتب موڪلي مختلف موضوعن جا مشهور، نادر وناياب ڪتاب خريد ڪيائون ۽ ٻيا نقل ڪرايائون. اهڙيءَ طرح سنڌ جي قديم ڪتب خانہ مخدوم محمد هاشم ٺٽوي رحہ (متوفي 1174ھ) جا ڪتاب ۽ سيوهڻ جي قديم لائبريرين جا ڪتاب بہ آڻي جمع ڪيائون چند سالن ۾ پير جهنڊي جي هن ڪتب خاني ايتري شهرت ماڻي جو پري پري جي اسلامي ملڪن جا عالم ۽ دائرة المعارف حيدرآباد دکن وارا بہ هن علمي ۽ خانداني لائبريريءَ مان ڪئين ڪتاب نقل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڪرايائون ۽ ان مان خوب استفادو حاصل ڪيائون. (مضمون "پيرجهنڊو خاندان ڪي خدمات حديث/ عبدالعزيز نهڙيو ـ سہ ماهي فڪرونظر اسلام آباد شماره 4ـ اپريل جون 2007ـص 33)

علامہ سيد رشد الله شاه راشدي رحمتہ الله عيلہ تضيف و تاليف جا پڻ شهسوار هئا ڪين سنڌي، فارسي، اردو ۽ عربي زبان تي مڪمل عبور حاصل هو. سندن لکيل ڪتابن جا نالا هن ريت آهن.

1ـ علامہ مجدالدين فيروزآبادي(متوفي 817هـ) جي مشهور ڪتاب "سفرالسعادة" جو سنڌي زبان ۾ ترجمو "ثمر آخرت" جي نالي سان ڪيائون. 2ـ درج الدررفي وضع الايدي علي الصدر هي ڪتاب پاڻ مخدوم محمد هاشم ٺٽويءَ جي هڪ رسالي "دراهم الصدرفي وضع الايدي تحت السرة" جي رد ۾ لکيائون. 3ـ القري لمصلي الجمعتہ في المدن والقري 4ـ التنفيدالمعقول ويلقب هدر آخرالظهر. 5ـ عين المتانتہ في تحقيق تڪرارالجماعتہ/الشمس اللامعتہ في ڪراهتہ الجماعتہ الثانيتہ. 6ـ وتر نماز جي ٽن رڪعتن ۾ ٻن رڪعتن کان بعد قعده نہ ڪرڻ هي رسالو عربي زبان ۾ آهي. 7ـ رفع الريب في مسئلتہ علم الغيب. 8ـ ڪشف الاستار عن رجال معاني آلا ثار وتلخيص معاني الاخيار. 9ـ الفارقتہ بين اهل الله وبين المارقتہ. 10ـ تجريد بخاريءَ جو سنڌي ۾ ترجمو. 11ـ المعونتہ الصمديتہ في رد اوهام الاسديتہ. 12ـ العزيمتہ في الرد علي الضميتہ. 13ـ ڪشف الحقيقتہ عن احڪام العقيقتہ. 14ـ رفع الشڪوڪ عن حڪم المتروڪ. 15ـ فلق الاصباح في ان الشهادة مشروطتہ في النڪاح. 16ـ هديتہ القلاّمتہ بحڪم لبس القلانس. 17ـتفسير مفتاح رشدالله. 18ـ الاعجوبتہ الرضيتہ في اشراط النڪاح في الولايتہ. 19ـ التنفيد المعقول في رد تسويد المجهول. 20ـ الاسماء الحسني. 21ـ ڪشف الحق في تحرير المذ بوح فوق الحلق. 22ـ هدايت راه بشيخ هدايت الله شاه (فارسي) 23ـ چراغ شريعت و سراغ طريقت. 24ـ اللمعات. 25ـ نشاط الراغبين في تخريج احاديث صراط الطالبين. 26ـ شابيب العسجد في تخريج احاديث مڪاتيب مرشدنا الارشد. 27ـ فيض الودود اثر من فيض الوجود. 28ـ عبادالوجود مجموع تحريرات في الرد علي القائلين بوحدة الوجود. 29ـمجاهدمع مدعي مشاهده وڪاشفہ وهم مدعي مڪاشفہ. 30ـ تحقيق حديث انا احمد بلا ميم. 31ـ الحڪم الاسفر في جواز لبس الثوب الاصفر. 32ـ جودة

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النظر في حكم لبسن الاحمر، 33_ القول المضبوط في حكم الحرير المخلوط، 34_التقرير المعلي في ان حديث افطرالحاجر والمحجوم منسوخ أم لا؟،
35_ العثور علي تحقيق عدم التعيين مدة الصلواة القبور، 36_ دفع الضنک عن مسئلة الضحک، 37_ الارشاد الي دار الرشاد، 38_حصن حصين سنڌ ۾ ترجمو، 39 _الاستفتاء 40_ الاعتناء في تحقيق نحو مسئلة الاستواء، 41_ الحكم التام في اثبات اسلام ابوي خير الانام، 42_ القول الامتن في حكم التتن الامتن، 43_ تقريرالسني في تحرير طهارة المني، 44_ الاجوبة المرضية عن الامسئلة الفرضية، 45_ جواب مسئلة اي نوع من العصا اخذها وكيف كانت عصي النبي صلي الله علي وسلم 46_تحقيق حديث فرق مابيننا وبين المشركين، 47_ عم پاره جو سنڌي زبان ۾ ترجمو ۽ تشريح، 48_ ارشادالمريدين وهداية المتقين، 49_الاعلام برواة الامام. هن ڪتاب ۾ مسندامام ابي حنيفه ۾ مذكور حديثن جي انهن راوين جو ذڪر آهي جن جو احوال ۽ ذكر تقريب التهذيب ۾ نه آهي، 50_ بياض رشدالله شاهه (عربي ۽ فارسي) 51_ كلام پير رشد الله (سنڌي) 52_ ملفوظات سيد رشد الله شاهه وغيرهم (مقدمه بديع التفاسير_پيش لفظ از پروفيسر محمد جمن كنبهر_19_20).

علامه سيد رشد الله شاهه خلافت تحريك ۾ به ڀرپور حصو ورتو، سال 1920ع جي فيبروري مهيني ۾ لاڙڪاڻي ۾ هڪ عظيم الشان خلافت تحريڪ ڪانفرنس ٿي هئي جنهن ۾ مولانا ابوالڪلام آزاد رحه (متوفي 1958ع) مولانا عبدالباري فرنگي رحه (متوفي 1926 ۽مولانا شوڪت علي رحه (متوفي 1938ع) جن شريڪ ٿيا هئا، ان ڪانفرنس جي صدارت پيرسائين سيد رشد الله شاهه راشدي جن ڪئي هئي، سندن صدارتي خطاب تاريخي ۽ دستاويزي حيثيت رکي ٿو ان تقرير جي ڪري ڪين پابند سلاسل به ڪيو ويو هو. پر اها اسيري به سندن ديني عزم ۽ ارادي ڪان نه هٽائي سگهي پاڻ پنهنجي موقف تي هميشه قائم رهيا، علامه سيد رشدالله شاهه راشدي جن 6_شعبان 1340 مطابق 23 اپريل 1923ع ۾ وفات ڪئي، (مقالو "علامه پير رشد الله شاهه راشدي" از ڊاڪٽر مدد علي قادري، سه ماهي مهراڻ. تحريڪ آزادي نمبر. شماره 2_3_ سال 1985ع)

(7) راشدي خاندان جو خاص شغل علم ۽ روحانيت سان رهيو آهي علامه پير سائين رشيد الدين شاهه راشدي بعت وارن بزرگن جن 1317هه ۾ وفات ڪئي سندن دور ۾ ڳوٺ پير جهنڊو ۾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقط حافظ سگورا پير سائين جن وٽ رهندا هئا ۽ پاڻ مسجد شريف ۾ ويهي طالبن کي قرآن پاڪ ياد ڪرائيندا هئا. ان وقت حفظ ۽ ناظره پڙهائڻ لاءِ ٻه وڏا استاد به رکيل هئا. هڪ حافظ محراب مرحوم بلوچ ۽ ٻيو حافظ امين محمد متوو ڪچي. علامه سيد رشد الله شاه راشدي جن کي خيال آيو ته ناظره ۽ حفظ قرآن جو درس پير سائين بيعت ڌڻي رحه جو شروع ڪرايل آهي جنهن مان سوين حافظ ۽ هزارين ناظره پڙهڻ وارا ڪامياب ٿي ويا آهن، ڇو نه ايئن ڪجي جو هڪ عربي مدرسو جاري ڪجي ۽ ديني شعور ماڻهن ۾ بيدار ڪجي. انهيءَ اراديءَ جو اظهار پاڻ مولانا عبيدالله سنڌيءَ سان ڪيائون، مولانا صاحب جن بخوشي مدرسه جو اهتمام ۽ ڪم قبول ڪيو. اهڙيءَ ريت سال 1319هـ/1901هـ جي رجب مهيني ۾ مدرسه دارالرشاد جو بنياد رکيو ويو هن مدرسه ۾ جيڪي پهريان استاد پڙهائڻ لاءِ مقرر ڪيا ويا اهي هي بزرگ هئا.

1_ مولانا عبيدالله سنڌي_2 مولانا نجم الدين دريالہ ضلع جهلم 3_ مولانا محمد صاحب احمداڻي استاد الڪل_ 4 مولانا عبدالله صاحب لغاري مرحوم (متوفي 1958ع) هن مدرسي ٿوري عرصي ۾ وڏي ترقي ڪئي مدرسي مان تمام گهڻي تعداد ۾ شاگرد فيض ياب ٿي نڪتا هن مدرسي جي شاگردن هڪ طرف سڄيءَ سنڌ ۾ خصوصا ۽ مڪران لس ٻيلي وغيره ڏانهن عموما تعليم عام ڪرڻ لاءِ مدرسه کوليائون.

(1)_ (مضمون "مدرسه دارالرشاد پيرجهنڊو" مولانا عبدالقاد لغاري. الرحيم حيدرآباد شمارو 1_2 سال 1965ع ۽ ڪلام رشد الله_ص_20-21.)

(8) پير جهنڊي خاندان جي تاريخي ڪتب خانہ لاءِ ڏسندا. مقالو جيڪو خاص شماره ۾ شامل اشاعت آهي.

(9) علامه سيد رشد الله شاه راشدي جي تصنيف ڪيل ڪتابن جي مڪمل فهرست حاشيه 6 صه ۾ گذري چڪي آهي.

(10) سيد احسان الله شاه راشدي "سنت ڌڻي" پير جهنڊو پنجون جن 27 رجب 1313هه ۾ ڄاوا، ابتدائي تعليم پنهنجي خانداني ديني درسگاه مدرسه دارالرشاد ۾ جيدعلمن کان حاصل ڪيائون جهڙوڪ مولانا عبيدالله سنڌي رحه، مولانا محمد مدني رحه (متوفي1978ع) مولانا احمد علي لاهوري رحه (متوفي1962ع) مولانا محمد اڪرم هالائي رحه(1958) مولانا الهه

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخش ۽ مولانا خدابخش جهڙن چوٽي جي عالمن وٽ پڙهيائون. ديني علوم کان فارغ ٿيڻ کان پوءِ ديني خدمتن کي نہ صرف جاري رکيائون بلڪ ان انقلابي تحريڪ ۾ جڻ تہ هڪ نئون روح ڦوڪيائون.عوام الناس جي عقيدي ۽ عمل جي اصلاح ۽ خانداني رسم و رواج ۽ بدعتن جو خاتمو قرآن و حديث جي روشني ۾ ڪيائون. راشدي خاندان جي ديني ۾ ملي خدمتن جي ڪري سندن حلقہ احباب جو حلقو نهايت وسيع هو. سنڌ توڙي هند ۾ سندن اهل علم سان صحبت ۽ رابطو هوندو هئن. مضبوط عقيدي ۽ خالص عمل جي ڪري ڪين ڏيهہ ۽ پرڏيهہ ۾ عزت ۽ احترام جي نگاهہ سان ڏٺو ويندو هو. سيد احسان الله شاهہ راشدي رحمۃ الله عليہ کي رسول الله صلي الله عليہ وسلم جن جي هر سنت ۽ فعل سان حد کان وڌيڪ قلبي لڳاءُ ۽ محبت هوندي هئي ان ڪري سندن حلقہ احباب کين "سنت ڏني" جي نالي سان ياد ڪندا هئا. (مقدمہ بديع التفاسير_ص 21) پير صاحب کي علوم عقليہ ونقليہ ۾ وڏي ڄاڻ هئي، تفسير ۽ علم تفسير ۾ وڏو درڪ حاصل هئن. حديث اصول حديث ۽ فن اسماء الرجال جا امام هئا. هڪ دفعي مولانا ثناء الله امرتسري رحہ (متوفيٰ 1948ع) جن وٽن آيو ۽ ٻہ ٽي ڏينهن قيام ڪيائين پنهنجي قيام جي دوران ۾ مرحوم پيرسائين جن سان رجال جي متعلق ڪافي گفتگو ڪيائين جڏهن مولانا صاحب واپس ويو تڏهن چيائين تہ هن وقت جيڪڏهن ڪو رجال جي فن جو امام آهي تہ اهو پيرسائين احسان الله شاهہ راشدي جن آهن.

(ماهنامہ شريعت سکر سوانح نمبر 1981ع ص414 ۽ علامہ سيدسليمان ندوي رحہ (متوفيٰ 1953ع) جن پير سائين احسان الله شاهہ راشدي جن جي متعلق لکن ٿا تہ مرحوم حديث ۽ فن رجال جا وڏا عالم هئا ۽ طريق سلف جا متبع ۽ عمل و علم ٻنهي ۾ ممتاز هئا.(يادرفتگان ص 186) الله تعاليٰ کيس تصيف وتاليف جو خصوصي ملڪو عطا فرمايوهئس. سندن تصيف ڪيل ڪتابن جا نالا هن ريت آهن.

1_مسلڪ الانصاف، هن ڪتاب ۾ پاڻ نماز ۾ امام جي پويان سوره فاتحہ پڙهڻ، نماز ۾ سيني تي هٿ ٻڌڻ ۽ وڏي آواز سان آمين چوڻ، جهڙن اهم موضوعن کي نهايت مدلل نموني ذڪر ڪيو اٿن. 2_ المقالۃ المحبوبۃ في الدعا بعد الصلوٰۃ المکتوبۃ. 3_ سائين احسان الله شاهہ راشدي پنهنجي آخر عمر ۾ حديث شريف جي مشهور ڪتاب سنن ابن ماجہ جي شرح لکڻ شروع ڪئي هئي جنهن جو نالو پاڻ خيمۃ الزجاجۃ في شرح ابن ماجۃ مگر ايتري فرصت نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملي جو ان کي مکمل ڪري سگھن ها. پاڻ بيمار ٿي پيا ۽ اهو اهم علمي ڪم اڌ ۾ ڇڏي ڏنائون. 4_ هڪڙي سنڌن مطبوعہ تقرير آهي جيڪا پاڻ خانپور پنجاب جي هڪ ديني جلسي ۾ صدارت طور ڪئي هئائون. (مهراڻ سوانح نمبر_ص_154)

علامہ سيد احسان الله شاهہ راشدي رحمتہ الله عليہ آخر عمر ۾ ڪافي عرصو بيمار رهڻ لڳا. پاڻ 15 شعبان 1358ھ/ 13 آڪٽوبر 1938ع ۾ وفات ڪيائون.

11_ عربي زبان ۾ وڏي ڄاڻ رکندڙ هو.

12_ هن دور ۾ ڪتابن جو وڏو مرڪز هو.

13_ مولانا ثناء الله امر تسري رحمتہ الله عليہ جن جي نالي کان ڪير واقف نہ آهن. عرب وعجم ۾ سنڌن نالو مشهور معروف آهي. پاڻ برصغير پاڪ وهند جي جامع صفات ۽ علمي شخصيت هئي. الله تعالي کيس انيڪ خوبين ۽ وصفن سان نوازيو هو. پاڻ دين اسلام جا سچا ۽ کرا داعي ۽ مجاهد بہ هئا تہ مفسر قرآن، مناظر اسلام، مصنف ۽ صحافي بہ هئا. سنڌن اسلامي ۽ ديني خدمات جو دائرو تمام وسيع آهي. مولانا ثناء الله امرتسري جو شمار ويهين صديءَ جي انهن عظيم انسانن، عالمن ۽ اڪابرين مان ٿئي ٿو جيڪي متعدد خوبين ۽ اوصافن جا حامل هئا. پاڻ ان دور ۾ شعور جي اک کوليائون جڏهن هي خطو (برصغير پاڪ وهند) انگريز جي غلاميءَ جي زنجيرن ۾ جڪڙيل هو. ۽ هتي ڪئين اسلام دشمن تحريڪون پيدا ٿي چڪيون هيون. پاڻ انهن سڀني تحريڪن خلاف سينو سُپر ٿي مقابلو ڪيائون. اسلام جي دفاع ۽ حفاظت لاءِ پنهنجون مڪمل صلاحيتون ۽ قوتون استعمال ڪيائين مولانا ثناءالله امرتسري رحمتہ الله عليہ جن جون 1867ع امرتسر شهر ۾ پيدا ٿيا. فارسي ۽ عربي جي ابتدائي تعليم مولانا غلام رسول ۽ مولانا احمد الله امرتسري رحہ (متوفي 1918ع) جن کان ورتائون. تنهن کان پوءِ پاڻ حديث شريف جي تعليم لاءِ استاد پنجاب حافظ عبدالمنان وزيرآبادي رحمتہ الله عليہ (متوفي 1961) جن وٽ پڙهڻ ويا حافظ صاحب وٽ حديث کان علاوہ مختلف علوم و فنون جا ڪتاب بہ پڙهيا. ان کان بعد دارالعلوم ديوبند(قيام 30 مئي 1866ع) پڙهڻ لاءِ ويا جتي پاڻ دارالعلوم جي صدر مدرس شيخ الهند مولانا محمودالحسن رحہ (متوفي1339ھ) جن کان حديث جا آخري ڪتاب پڙهيائين ۽ دارالعلوم جي ٻين استادن کان منطق، فلسفہ ۽ علم هيئت وغيره، جا خاص خاص ڪتاب پڙهيائين. انهن ڏينهن ۾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ فيض عام كانپور جي صدر مدرس مولانا احمد حسن كانپوري جن جي پوري هندوستان ۾ شهرت هئي، مولانا كانپوري صاحب علم عقليہ ونقليہ جي تدريس ۾ پنهنجو مثال پاڻ هئا. مولانا ثناءالله امرتسريءَ جي دل ۾ بہ خيال آيو تہ كانپور وڃي علم عقليہ ۽ فلسفہ جا وڏا ۽ اهم كتاب ان كان پڙهجن تنهنكري پاڻ ديوبند كان كانپور پڙهڻ ويا، مولانا احمد حسن كانپوري انهن ڏينهن ۾ منطق ۽ فلسفہ كان علاوه حديث جا بہ كتاب تازو پڙهائڻ شروع كيا هئا، مولانا كانپوري بريلوي عقيدي جا حامل هئا مگر طالب علمن لاءِ كنهن بہ قسم جي قيد پسند نہ كندا هئا. مولانا ثناءالله كي حديث شريف سان دلي لڳاءُ ۽ شغف هو تنهنكري پاڻ مولانا احمد حسن جي كلاس ۾ حديث جي سبقن ۾ باقاعدگيءَ سان شريك ٿيڻ لڳا، جڏهن 1892ع ۾ مدرسہ فيض عام كانپور جو ساليانو جلسو ٿيو جنهن ۾ ان وقت مدرسہ ۾ پڙهندڙن اٺ شاگردن جي استاد الكل مولانا لطف علي ڳڙهي رحہ (متوفي1335هہ) جي هٿان دستار بندي كرائي وئي انهن مان هك مولانا ثناءالله امرتسري جن بہ هئا، فراغت كان پوءِ پاڻ امرتسر اچي پنهنجي استاد مولانا احمد الله رحہ جي قائم كيل مدرسي تائيدالاسلام ۾ تدريس جي ابتدا كيائون هن مدرسي ۾ پاڻ 6 سال تائين پڙهائيندا رهيا ان كان پوءِ مدرسہ اسلاميہ ماليرِ كوٽلہ ۾ تدريسي خدمات سرانجام ڏنائون. 1900ع ۾ مدرسہ اسلاميہ كان عليحدگي اختيار كري واپس امرتسر آيا ۽ تصنيف وتاليف جو سلسلو شروع كيائون سن 1906ع ۾ پاڻ پنجاب يونيورسٽيءَ مان فاضل عربي جو امتحان امتيازي نمبرن ۾ پاس كيو، امرتسر اچڻ كان پوءِ مولانا ثناءالله صاحب پنهنجي مشهور اخبار "اهل حديث" جاري كيائون جنهن جو پهريون شمارو 23شعبان 1321هہ مطابق 13 نومبر 1903ع ۾ شايع ٿيو جيكو 44 سال تائين باقاعده شايع ٿيندو رهيو هن آخري شمارو 13 رمضان 1366هہ مطابق پهرين آگسٽ 1947ع ۾ ٿيو.

مولانا ثناءالله امرتسري جن 15 مارچ 1948ع سرگودها ۾ فوت ٿيا سندن تفيصلي حالات زندگيءَ لاءِ ڏسندا، سيرت ثنائي مصنف عبدالمجيدخادم سوهدروي. فتاوي ثنائيہ مرتب مولانا داؤد راز _نقوش ابوالوفاءَ مصنف مولانا ابو يحييٰ امام خان نوشهروي تذكره ابوالوفاءَ مرتب عبدالرشيد عراقي _حضرت مولانا ثناءالله امرتسر تحرير فضل الرحمن بن محمد، بزم ارجمندان مولانا محمد اسحاق ڀٽي وغيره.

محكم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مكتبہ

www.KitaboSunnat.com

(14) جنهن جو اعتراف المستدرک للحاکم جي ناشرين هنن الفاظن سان کيو آهي تہ "نسخة كاملة من مكتبہ السيدشاه احسان الله بن رشد الله السندهي المعروف بصاحب اللواء هي اصح النسخ واحسنها كتابة (المستدرک_ ص_611_جلد 4)

(15) اهڙيءَ طرح جڏهن دائرة المعارف حيدرآباد دکن وارن امام بيهقي رحمہ الله (متوفي 458هہ) جي السنن الکبريٰ شايع کيائون تہ ان جو اعتراف بہ هنن لفظن سان کيائون تہ" النسخة الاوليٰ لصاحب العلم والعرفان مولانا الحافظ سيدشاه ابي محب الله احسان الله بن رشد الله السندي المعروف بصاحب اللواء الخامس ادام الله بركاتہ العلميتہ والعرفانيتہ" (السنن الکبريٰ_ ص_467_جلد: 1).

(16) هي رسالو جيکو فرض نماز کان پوءِ اجتماعي طور هٿ کڻي دعا گهرڻ جي ثبوت متعلق آهي. پاڻ هي کتاب هڪ سوال جي جواب ۾ لکيو اٿن ۽ هن کتاب جو نالو "المقالتہ المحبوبة في الدعاءِ بعد الصلوٰة المكتوبة" آهي پير سائين جن هي رسالو 17 محرم 1347هہ لکيو هن وقت اهو رسالو شايع ٿي چڪو آهي جنهن جو ناشر مولوي محمد بن عبدالله الظاهري حفظ الله آهي. ۽ کتاب تي سال طبع لکيل نہ آهي.

(17) مسلم، صلوٰة المسافرين، باب جواز النافلتہ قائما وقاعدا، حديث، 730. ابوداؤد: 1251. ترمذي: 337_ابن خريمتہ 1199_ ابن حبان 227/6_ احمد 30/6. بيهقي471/3.

(18) بخاري، کتاب الصلوٰة باب تشبيک الاصابع في المسجد وغيره حديث: 482. مسلم حديث 573.ابوداؤد: حديث 1008_1012.ترمذي: حديث: 399_ نسائي: حديث: 20/3. ابن ماجہ: 1214. احمد:24/2. دارمي: 1496. ابن خزيمہ: 860. (18صہ) قاضي لعل محمد موصوف ذات جو راجڙ هو. سال 1889ع ڏاري ٽنڊو قيصر ۾ ڄائو. ابتدائي تعليم پنهنجي شهر مان حاصل ڪئي، تنهن کان پوءِ کجهہ وقت لاءِ دارالعلوم ديوبند بہ پڙهڻ ويو. سال 1921ع ۾ طبيہ ڪالج دهليءَ مان طب جي سند بہ حاصل ڪيائين. سندس همعصر عالمن مان مولانا عبدالله سنڌي، مولانا احمد علي لاهوري، مولانا دين محمد وفائي، مولوي محمد معاذ (معاذ دواخانو نوابشاه) وغيره هئا.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضي لعل محمد صاحب جن جو سعيد آباد شهر ۾ دواخانو بہ هوندو هو. پاڻ يارنهن سال مدينہ مسجد اهل حديث جا امام ۽ خطيب رهيا. قاضي صاحب جن جا پير احسان الله شاهہ راشديءَ سان سٺا قريبي تعلقات هوندا هئا. سندن سفر و حضر جا خاص رفيق هئا. پاڻ پير سائينءَ جن جي ڪتب خاني لاءِ انيڪ ڪتاب ۽ قلمي مسودي نقل ڪيا آهن جيڪي تاحال پيرسائين محب الله شاهہ راشديءَ جي ڪتب خاني ۾ موجود آهن. قاضي صاحب سال 1974_76ع ۾ وفات ڪئي.

(19) ادا سائين مان مراد سندن ننڍو ڀاءُ علامہ سيد بديع الدين شاهہ راشدي رحمتہ الله عليہ جن آهن. پاڻ ڳوٺ پير جهنڊو ۾ 18 ذولحج 1323هہ مطابق 10جولاءِ 1924ع تي پير احسان الله شاهہ جي گهر تولد ٿيا. ابتدائي تعليم پنهنجي خانداني مدرسہ دارالرشاد مان حاصل ڪيائون. جن استادن وٽ پڙهيا انهن مان حافظ محمدامين متور رحہ. مولانا ولي محمد ڪيريو رحہ. مولانا قطب الدين هاليجو رحہ. مولانا بهاؤالدين جلال آباد رحہ. مولانا محمد مدني رحہ. (متوفي 1978ع) مولانا عبدالله ڪڍهري رحہ. (متوفي 1964ع) مولانا محمد ڪڍهري رحہ. مولانا محمد خليل ۽ سندس برادر اڪبر علامہ سيدمحب الله شاهہ راشدي شامل آهن. ان ڪان علاوه پاڻ جن نامور عالمن سڳورن ڪان علم حديث جي اجازت ۽ سند حاصل ڪيائون جهڙوڪ مولانا عبدالحق بهاولپوري رحہ (متوفي 1970ع) مولانا ثناء الله امرتسري رحہ (متوفي 1947ع) مولانا ابوسعيد شرف الدين دهلوي رحہ (متوفي 1961ع) ۽ مولانا عبيدالله سنڌي رحہ (متوفي 1364هہ). علامہ بديع الدين شاهہ رحمتہ الله عليہ جن تعليم مڪمل ڪرڻ ڪان پوءِ درس وتدريس جو سلسلو مدرسہ ارالرشاد پير جهنڊو ڪان شروع ڪيائون ان سان گڏوگڏ پنهنجي خانداني ڪتب خاني مان ڀرپور فائدو وٺي پنهنجي مطالعاتي زندگيءَ ۽ لياقت ۾ خوب اضافو ڪيائون. پاڻ تقرير ۽ تحرير ذريعي سنڌ جي ڪنڊ ڪڙڇ ۾ شرڪ وبدعت ۾ ڦاٿل عوام کي توحيد وسنت جو پيغام پهچائڻ ۾ خوب حق ادا ڪيو. قرآن وحديث جي خالص دعوت ۽ تعليم کي عام ڪيائون. ان سلسلي ۾ پهچندڙ تڪيلفن ۽ مصيبتن کي صبر سان برداشت ڪندا رهيا. پاڻ 1995ع ۾ پنهنجي آبائي ڳوٺ پيرجهنڊو مان هجرت ڪري نيوسعيد آباد شهر جي ڀرسان پنهنجو الڳ ڳوٺ ساڳئي نالي (پير جهنڊو) نالي آباد ڪيو. هتي پاڻ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد سان گڏ مدرسہ محمديہ، ۽ مکتبہ راشديه" جو بنياد رکيائون. مدرسي ۾ آخري ڪلاس جي منتهي شاگردن کي صحيح بخاري، تفسيرابن ڪثير وغيره پڙاهيندا هئا، جنهن ڪري پوري ملڪ ۽ ٻاهر کان گهڻي تعداد ۾ شاگرد اچي فيض ياب ٿيڻ لڳا.

حج بيت الله جي متعدد موقعن تي بيت الله شريف ، مسجد نبوي ۽ مدينہ يونيورسٽي (قائم شده 1961ع) وغيره مقامات تي عربي ۽ اردو ۾ دروس ۽ خطابات جو سلسلو جاري رکيائون جن ۾ عوام سام گڏ وڏا وڏا عالم سڳورا ۽ شيوخ ڪرام بہ شريڪ ٿيندا هئا. سال 1975ع ۾ پنهنجي پوري فيملي سميت پاڻ مڪہ مڪرمہ ڏانهن هجرت ڪري ويا ان دوران پاڻ ٽي سال دارالحديث الخيريتہ (قائم شده 12 ربيع الاول 1352هه) مڪہ مڪرمہ ۽ المهدالحرم المڪي ۾ تدريس جون خدمتون سرانجام ڏنائون. جتي برصغير، عرب ۽ افريقي ملڪن جا هزارن جي تعداد ۾ عالم سڳورا ۽ طالب علم سندن دروسن ۽ محاضرات مان مستفيد ٿيا.

سال 1979ع ۾ پاڻ واپس وطن اچي درس وتدريس سان گڏوگڏ تقرير وتحرير جي ذريعي دعوت واصلاح ۾ مشغول رهيا، علامہ سيد بديع الدين شاهہ راشدي رحمتہ الله عليہ جن بہ پنهنجن وڏن جيئان نادر وناياب ۽ قيمتي ڪتابن تي مشتمل هڪ عظيم الشان لائبريري "المڪتبتہ المحمديتہ" جي نالي وڏي محنت ۽ عرق ريزيءَ سان قائم ڪيائون. جنهن ۾ تفسير، علوم تفسير، حديث، علوم حديث فن اسماء الرجال، تاريخ فقہ، مذاهب، منطق ۽ لغت کان علاوه ٻين علوم وفنون جا ڪتاب تقريبا ڏهہ هزار ڪن جمع ڪيائون. پاڻ مختلف موضوعن تي تقريبا ڏيڍ سئو جي قريب عربي، اردو ۽ سنڌي ۾ ڪتاب لکيا آهن. ان کان علاوه سنڌي زبان ۾ قرآن پاڪ جي هڪ جامع ۽ مفصل تفسير "بديع التفاسير" نالي بہ لکيائون. جنهن جا مقدمہ کان علاوه ڏهہ جلد شايع بہ ٿي چڪا آهن. اها تفسير تيرهن سپاري تائين لکي سگهيا هئا، تہ سندن زندگيءَ جي خاتمي جو ٽائم پورو ٿي چڪو هو. ۽ اها تفسير نامڪمل ۽ اڌوري رهي، پاڻ 8 جنوري 1996ع اڱاري ڏينهن ڪراچي ۾ داعي اجل کي لبيڪ چيائون.

(20) ان مان مراد علامہ سيد بديع الدين شاهہ راشدي رحمتہ الله عليہ جن جا رڪوع کان پوءِ جي قيام ۾ دوباره هٿن ٻڌڻ مسئلي متعلق لکيل ڪتاب آهن.

علامہ صاحب جن هن مسئلي متعلق ڪافي ڪتاب لکيا آهن. مثلا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1_ المقيق المقطوع في اثبات وضع اليمين علي الشمال بعد الركوع _(عربي ۾)

2_ هدية البديع الي اخيه الكريم الرفيع في ثبوت الوضع بعد الركوع من الحبيب الشفيع

3_ الجواب الوقيع عن التعقب المنيع

4 _ زيادة الخشوع بوضع اليدين في القيام بعد الركوع (عربي ۾)

5_ زيادة الخشوع بوضع الدين علي الشمال بعد الركوع، (اردو ۾)

6_ الدليل التام علي ان سنة المصلي الوضع كلما قام. هي رسالو پاڻ حافظ عبدالله روپڙي جي رسالي ارسال الدين جي جواب ۾ لکيو هو.

7_ الاعلام بجواب رفع الابهام وتائيدالدليل التام. هي رسالو بہ حافظ عبدالله روپڙي جي هڪ ٻيئي رسالي رفع الابهام جي جواب ۾ لکيل آهي.

8_ اسكات الجزوع في جواب رسالہ مابعد الركوع تائيہ اتمام الخشوع. رسالو جماعت غرباء اهل حديث طرفان شايع ڪيل رسالي مابعد الركوع جي جواب ۾ لکيو ويو.

9_ صحيح بخاري کي ايک حديث اور مسئلہ رفع اليدين في القيام بعد الركوع.

10_ "رکوع کان پوءِ هٿ ٻڌڻ" سنڌي ۾.

11_ القنوط والياس لاهل الارسال من نيل الاماني وحصول الامال.

12_ مصنف بهاولپوري کي جواب ۾ رکوع کي بعد هاتھ باندھنا.

13_ تواتر عملي يا حيلہ جدلي، هي رسالو جماعت المسلمين جي جواب ۾ آهي. قاضي لعل محمد صاحب جن پير سائين بديع الدين شاھ جا ان مسئلي متعلق ڪتاب پڙهي پهريان رکوع کان پوءِ هٿ ٻڌندا هئا. بعد ۾ ان مسئلي کي ڇڏي عام حالت مطابق نماز ۾ رکوع کان پوءِ هٿ ڇڏي ٻيهندا هئا.

(21) مولوي الهه بخش کنيت ابومحمد ذات تونيو. بن محمد خلن پاڻ يکم آکٽوبر 1927ع ۾ تعلقي قمبر ضلع لاڙڪاڻي جي مشهور ڳوٺ نوڙهي ٻجار خان ۾ پيدا ٿيا. سندن ڏاڏو ۽ پڙڏاڏو زراعت جي پيشي سان وابستہ هئا مولوي صاحب کي ننڍي هوندي کان علم حاصل ڪرڻ جو شوق هو. پاڻ ابتدائي تعليم پنهنجي آبائي ڳوٺ مان حاصل ڪيائون. تنهن کان پوءِ وڌيک پڙهڻ لاءِ مختلف ڳوٺن ۽ شهرن جي مختلف مدرسن ۾ ويا جهڙوک ڳوٺ ڏيرو يار خان، هني، حاجي رب رکيو لاکو، مدرسہ دارالهديٰ ٺيڙهي، مدرسہ اشاعت العلوم لاڙڪاڻو، مدرسہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشرفيہ شڪارپور وغيره، موصوف جن استادن ڪان تحصيل علم فرمايائون انهن مان چند هي بزرگ آهن مولوي قاسم چانڊيو، ماستر عبدالڪريم چانڊيو، مولوي الله بخش بروهي، مولوي ايوب، مولوي محب الله، مولوي تاج مڪسي، مولوي حبيب الله، مولوي تاج محمد شيخ، مولوي جان محمد وغيره ڪان استفادو ڪيائون، مولوي الهہ بخش ٽونيو صاحب جن بهترين مدرس ۽ اعليٰ پائي جا ڪامياب مناظر بہ هئا پاڻ مختلف فرقن جا مختلف علمائن سان مناظرا ۽ مباحثا ڪيائون. هر هڪ مناظر ۽ مباحثي ۾ الله تعاليٰ جي خاص مدد ۽ تائيد سان ڪامياب ويا ۽ مخالفن کي شڪست ڏنائون، انهن مناظرن مان چند مناظرا هي آهن.

1_ مناظرو ڳوٺ لونگ سومراني ۾ مولوي محمد فاضل ۽ مولوي خليل الله حنفي سان حنفي نماز ۽ محمدي نماز متعلق مناظرو ٿيو جنهن ۾ خاص نماز ۾ رفع اليدين جو موضوع سرفهرست رهيو.

2_ مناظرو ڳوٺ گراماٽي جنهن ۾ مولوي عبدالله چانڊيو سان فاتحہ خاني ۽ رفع اليدين جهڙن اهم موضوعن تي مناظرو ٿيو. جنهن ۾ الحمدلله مولوي الهہ بخش صاحب ڪامياب ويو ۽ مسلڪ اهل حديث کي فتح نصيب ٿي.

3_ مناظرو بمقام شهر قمبر علي ۾ مشهور حنفي عالم مولوي عبدالڪريم پير واري سان فاتحہ خلف الامام ۽ رفع اليدين جي موضوع تي ڪامياب مناظرو ٿيو (هن مناظري جي مڪمل روئيداد مولوي صاحب جي فرزند مولوي عبدالغني ٽونيو وٽ موجود آهي).

4_ مناظرو لاڙڪاڻي شهر جي هڪ ڳوٺ سانگي ۾ مولوي عبدالله جروار سان شيعت جي موضوع تي ڪامياب مناظرو ٿيو هن مناظري ۾ مولوي صاحب الله تعاليٰ جي فضل وڪرم سان ڪامياب ويو جنهن جي نتيجي ۾ الحمدلله ڪافي ماڻهو شيعت کي ترڪ ڪري مسلڪ حق کي قبول ڪيائون. انهيءَ مناظري ۾ مولوي عبدالله جروار بوڪلاهٽ ۾ پنهنجي واضح شڪست کي ڏسي قرآن پاڪ جي واضح ۽ صريح آيت ۽ نصوصن جو انڪار ڪيائين.

5_ لاڙڪاڻي شهر ۾ مولوي عطاءُ الله ۽ مولوي عبدالخالق حنفي سان مسئلا آمين بالجهر، رفع اليدين ۽ خلف الامام جهڙن اهم موضوعن تي هڪ سخت مناظرو ٿيو جنهن ۾ حنفي مولوي دوران مناظري ميدان ڇڏي هليو ويو. دوباره وري انهن ساڳي موضوعن تي مناظرو رکيو ويو جنهن ۾ حنفين طرفان مولوي محمد امين اوڪاڙوي کي آندو ويو. جنهن ۾ مولوي امين کي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شڪست ڏني. مولوي الهہ بخش ٽونيو صاحب کي علماءَ ۽ عوام ۾ انتهائي عزت ۽ احترام جو مقام حاصل هو. موصوف پنهنجن دوستن، احبابن ۽ مائٽن ۾ وفادار، قول جا سچا ۽ بلند اخلاق وارين خوبين ۽ خصلتن ۾ اعليٰ مقام تي فائز هئا. پاڻ جيد عالم دين ۽ فاضل هئا. سنڌجي جماعت سندن قدر ومنزلت کي نہ سڃاتو. بلڪ پاڻ کي انتهائي ستم ظريفيءَ سان طرح طرح جا ڏک ڏنائون. افسوس مولوي صاحب انهن ڏکن ۽ عزيتن کي برداشت ڪندي ڪندي آخر ڪار پنهنجي زندگيءَ جي آخري ايامن ۾ پاڻ جماعت المسلمين ڏانهن مائل ٿيو. بلڪ انهن سان منسلڪ ٿي ويو. مولوي صاحب چند ڪتاب بہ لکيا آهن سندن جملہ تصانيف جو تعداد 68 آهي انهن مان چند هي آهن. _ تفسير القرآن نامڪمل. تڪميل الخشوع بارسال اليدين في الصلوٰة بعد الرڪوع. مسائل مسلمات الشيعة. اختلاف الاحناف بالصحابة. ايذان الانعام في وجوب الفاتحة خلف الامام. هداية العلماء اهل العناد في مسئلہ الضاد. المسيح الموعودوالرجال. تحسين الڪلام بشرح بلوغ العلام. هدايتہ الثقلين باثبات رفع اليدين وغيره. (مولوي صاحب 29 شعبان 1402هہ تي وفات ڪئي. (منقول از صحيفہ اهل حديث ڪراچي _1 و _16 ذوالحجہ 1403هہ).

(22) حديث شريف ۾ سيدناعمروبن مسلم رضي الله عنہ جو پورو واقعو بيان ٿيل آهي تہ، پنهنجي قبيليءَ وارن مان سيني کان زياده قرآن پاڪ مون کي ياد هو. پوءِ انهن مون کي امام مقرر ڪيائون حالانڪ ان وقت منهنجي عمر ست سال هئي. (صحيح بخاري، ڪتاب المغازي، باب: 54، حديث: 4302، ابوداؤد:585، نسائي2/9، احمد:475/3 ۽ ابن خزيمہ: 1512)

(23) جي ايم سيد: سندس اصل نالو سيدغلام مرتضيٰ شاهہ هو. پاڻ 17 جنوري 1904ع تي سندس آبائي ڳوٺ سن شهر ضلع دادو ۾ پيدا ٿيو. سندس والد جو نالو سيد ميان محمد شاهہ هو. ابتدائي تعليم پنهنجي شهر جي هڪ اسڪول مان حاصل ڪئي. پرائمريءَ کان پوءِ قرآن مجيد عربي فارسي جي تعليم ڏانهن توجهہ ڏنائين. عربي ۽ فارسي ۾ سندس استاد ميان هاشم جن هئا. پاڻ انگريزي تعليم خانگي طور استاد حامد علي کان حاصل ڪئي ان کان علاوه استاد نارائڻ داس کان بہ انگريزي پڙهيائون. جي ايم سيد سنڌي، عربي فارسي ۽ انگريزيءَ جي تعليم خانگي طور پڙهي هئي 1919ع ۾ مشهور خوني حادثي جليانوالہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(گوجرانوالہ) پنجاب جي واقع ڪان پوءِ پاڻ سياسي زندگيءَ ۾ عملي طرح قدم رکيائون. 1920ع ۾ خلافت تحريڪ ۾ ڀرپور حصو ورتائون جيستائين اها تحريڪ قائم رهي پاڻ ان جا سرگرم ڪارڪن رهيا. سال 1922ع ۾ جي ايم سيد سنڌ جي پيرن ۽ سيدن سان گڏجي هڪ انجمن ناهي هن انجمن جو منشور ۽ مقصد خاص طرح سنڌ ۾ بري رسمن، عقيدت ۽ بدعت کي روڪڻو هو. پاڻ 1924ع ۾ ڊسٽرڪٽ لوڪل بورڊ ڪراچيءَ جو نائب صدر چونڊيو ويو. 1928ع کان 1936ع تائين ڪراچي سنڌ پرونشل ڪوآپريٽو سوسائٽيءَ جا ڊائريڪٽر رهيا. سال 1937ع ۾ موصوف سنڌ اسيمبليءَ جا رڪن منتخب ٿيا. سال 1925ع ۾ ڪانگريس ۾ شموليت اختيار ڪيائين. جي ايم سيد سنڌ جي بمبيءَ ڪان عليحدگيءَ جي تحريڪ ۾ ڀرپور حصو ورتو. جڏهن 1936ع ۾ سنڌ بمبيءَ کان آزاد ٿي تہ ان تحريڪ ۾ سندن اهم ڪردار رهيو هو. ان ڪان پوءِ 1938ع ۾ مسلم ليگ ۾ شامل ٿيا ۽ پوري صوبي سنڌ ۾ مسلم ليگ منظم ۽ فعال ڪيائون. مارچ 1940ع ۾ مسلم ليگ کي منظم ۽ فعال ڪيائون. مارچ 1940ع ۾ مسلم ليگ جي ساليانہ اجلاس لاهور جنهن ۾ "قرارداد پاڪستان" قرارداد منظور ٿي هئي ان اجلاس ۾ جي ايم سيد بہ شريڪ هو. اپريل 1942ع ۾ سرعبدالله هارون جي وفات ڪانپوءِ سائين جي ايم سيد کي مسلم ليگ صوبہ سنڌ جو صدر بنايو ويو. 46-1945ع ۾ اسيمبليءَ جي انتخابات جي موقع تي ٽڪيٽن جي تقسيم ۾ جي ايم سيد ۽ آل انڊيا مسلم ليگ جي پارليماني بورڊ جي وچ ۾ تنازع پيدا ٿي ويو جنهن جي نتيجي ۾ موصوف رد عمل جو اظهار ڪندي مسلم ليگ ڪان عليحدگيءَ اختيار ڪيائين. قيام پاڪستان ڪان پوءِ 1948ع ۾ خان عبدالغفار خان سان ملي هڪ الڳ پنهنجي سياسي جماعت "پيپلز پارٽي آف پنجاب" نالي قائم ڪئي جنهن جا پاڻ جنرل سيڪريٽري ٿيا. سال 1954ع ۾ جي ايم سيد ادبي بورڊ جو سربراهہ بہ مقرر ٿيو. 1966ع ۾ "بزم صوفياءِ سنڌ" جو بنياد رکيائون ان ڪان ٽي سال پوءِ "سنڌ متحده محاذ" ناهيائين جنهن جا پاڻ ڪئي سالن تائين صدر رهيا. سال 1972ع ۾ "جئي سنڌ تحريڪ" جي بنياد رکيائين جنهن جو اهم مقصد ۽ منشور "سنڌو ديش" جو نعرو ۽ قيام هو. جي ايم سيد کي پاڪستان جي مختلف حڪومتن ان جي سياسي سرگرمين کي ملڪ لاءِ نقصان ڪار سمجهندي ۽ ان جي نظرياتي اختلافن جي ڪري هڪ طويل عرصي تائين ان کي نظر بند رکيو ۽ بالاخر انهيءَ نظر بنديءَ دوران 25اپريل 1995ع ۾ جي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ايم سيد وفات ڪيائين. (منقول از ڪتاب" رهبران پاڪستان، مصنف سيد محمد رضي ابدالي:5-55.)

(24) شاهہ سلطان عبدالعزيز بن عبدالرحمن المعروف ابن سعود 29 ذي الحجہ 1297هہ رياض شهر ۾ پيدا ٿيو تعليم رياض مان ٿي حاصل ڪيائين، ديني ۽ دنياوي تعليم کان مالامال هو. شاهہ سلطان ابن سعود ذهانت، شجاعت دورانديشي ۽ اصلاح و تدين جهڙين خوبين ۾ اعليٰ مقام تي فائز هئا. ننڍي هوندي کان ئي قومن جي عروج زوال جو گهرو مطالعو ۽ مشاهدو ڪيائين پاڻ شروع کان ئي عزم وثبات ڪوهہ گران بنجي ظاهر ٿيا، طفوليت ۽ ڪم سنيءَ ۾ پاهر کان ايندڙ وفدن کان ڳالهہ ٻولهہ ۽ انهن سان معاملات ڪرڻ ۽ ان جو مختلف مهمن ۾ شرڪت ڪرڻ حيرت انگيز ڪردار ادا ڪيائين مملڪت سعودي عرب جو هي نوجوان اڳتي هلي حجاز ۾ هو وڏو انقلاب آنداڻين. هن نوجوان 20 سال جي عمر ۾ پنهنجي علائقي جي اهم شهر رياض کي 1900ع ۾ فتح ڪيائين، سال 1901ع کان 1907ع ٿوري ئي عرصي ۾ پوري نجد جي علائقي کي پنهنجي حڪومت ۾ شامل ڪيائين. 1908ع ۾ حڪومت ترڪيہ طرفان حسين بن علي کي مڪہ مڪرمہ جو شريف (گورنر) مقرر ڪيو ويو. شريف مڪہ مڪہ عربن جي پاڻ ۾ خانی جنگي ۽ ترڪي حڪومت جي ڪمزوريءَ کي ڏسي هڪ آزاد عرب حڪومت جو خواب ڏسڻ لڳو. ۽ انهن علائقن تي حملا ڪرڻ لڳو جن تي سلطان ابن سعود قبضو ڪيو هو. ۽ دست درازي ڪرڻ لڳو، ان وقت سلطان ابن سعود جن هن ڳالهہ کي غنيمت سمجهيائين تہ شريف مڪہ حسين بن علي سان صلح ڪري وٺي ۽ ان سان وڙهڻ في الحال مناسب نہ آهي، مڪہ خلاف جيڪا شورش ۽ بغاوت اٿي هئي ان کي بہ منهن ڏنائين. 1914ع ۾ پهرين جنگ عظيم شروع ٿي وئي هئي، تہ ترڪي حڪومت پنهنجي مصلحت هن ڳالهہ ۾ سمجهي تہ جن مقبوضہ علائقن تي هنن جي حڪومت آهي يا جتي هنن جي طرفان نمائندا مقرر ٿيل آهن انهن علائقن تان دستبردار ٿي ويا، ان موقع کي سلطان ابن مسعود غنيمت سمجهيائين پهرين احساءَ کي فتح ڪيائين ۽ ان کي پنهنجي سلطنت ۾ شامل ڪيائين، سال 1921ع ۾ حائل علائقي جو حاڪم قتل ٿيو ۽ انهيءَ سال ڪويت جو حاڪم ۽ والي سلطان سليم بہ انتقال ڪري ويو. انهن واقعن ۽ حادثن کان پوءِ نجد ۽ ان جي ملحقات علائقن جو سلطان ابن سعود کي حاڪم تسليم ڪيو ويو. هاڻي ان جي سامهون هڪ ئي پٽر هو اهو هو حجاز جو حاڪم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شريف حسين بن علي جنهن کي رستي کان هٽائڻ نهايت ئي ضروري هو. جيتوڻيڪ سلطان ابن سعود مرحوم و مغفور 1924ع ۾ حجاز تي حملو ڪيائين ۽ هڪ ئي سال ۾ حجاز جي علائقي کي فتح ڪيائين جنهن جي نتيجي ۾ شريف حسين جزيره قبرص ۾ پناهه وٺڻ تي مجبور ٿي ويو. ان طرح سلطان ابن سعود مرحوم ومغفور 24 سالن جي وڏي جدوجهد ۽ ڪوشش صبر استقامت کان پوءِ موجوده مملڪت سعوي عرب کي قائم ڪرڻ ۾ ڪامياب ويو. 29 سالن تائين پوري اطمينان ۽ ڪمال تدبر سان حڪومت ڪيائين بالاخر 29 نومبر 1953ع ۾ انتقال ڪيائين. (حوالو" فيصل اک روشن ستاره: تاليف مولانا ضياء الرحمن فاروقي. ص 146. ۽ صحفيه اهل حديث ڪراچي جو. "تقدس حرمين شريفين نمبر سال 1990ع.

(25) مرحوم محبوب شاهه صاحب راشدي ولد پير سائين سيدرشيد الدين شاهه راشدي بيعت وارا. پاڻ 1301هه ۾ ڳوٺ پير جهنڊو ۾ پيدا ٿيا. ابتدائي تعليم پنهنجي آبائي مدرسي مان حاصل ڪيائين. سيدمحبوب شاهه ڳوٺ پيرجهنڊو مان لڏي تعلقي ٽنڊو محمد خان ضلع حيدرآباد جي ڳوٺ باروچاڻي ۾ وڃي رهيو. پاڻ وڏا درويش صفت انسان هئا. سندن نالو لاڙپٽ ۾ تمام مشهور هو. اتي ڪافي ملڪيت ۽ زمين وغيره بہ هئي. مرحوم پير محبوب انگريزن خلاف تمام سخت هئا. ولائتي ڪپڙو وغيره نہ پائيندا هئا. همشہ هٿ جو اٽيل ڪپڙو پائيندا هئا. پاڻ خوش اخلاق ۽ خوش مزاج هوندا هئا. سندن ڪچهري ۾ ويٺل ماڻهن کي ڏاڍو لطف ايندو هو. سيد محبوب شاهه راشدي جن 1356هه ۾ وفات ڪئي. (راشدي خاندان جو شجرو. 28/27).

(26) ميان فضل حق صاحب. 1920ع جي لڳ ڀڳ ڳوٺ رعيہ ضلع امرتسر هندوستان ۾ پيدا ٿيو. دين دار گهراڻي جي رواه مطابق پهريان قرآن پاڪ پوءِ رواجي اردو جا چند ڪتاب پڙهيائين. ان کان پوءِ مولانا عبدالله صاحب (متوفي 1991ع) جي مدرسي ۾ پڙهڻ ويو. جنهن کان دينيات جا ڪجهہ ڪتاب پڙهيائين ميان فضل صاحب باقاعده مدرسي جي مڪمل تعليم حاصل نہ ڪئي هئي تاهم جيترو بہ پڙهيائين ان تي عمل ڪيائين. تعليم کان پوءِ پنهنجي والد ميان حسن صاحب سان گڏ ڪاروبار ۾ دلچسپي وٺڻ لڳو سندن اصل ڪاروبار مختلف ڪم ڪار جا نيڪا ڪٽڻ ۽ ان سان گڏ سرن جو پٺو بہ هو. ان دور برصغير گڏيل هندو ستان ۾ پرپور سياست ڪو زمانو هو. 1919ع ۾ جليانوالہ باغ ۾ هڪ جلسي ۾ گورنمنٽ انگريز طرفان

www.KitaboSunnat.com

گوليون هلائي هڪ وڏو قتل عام ڪيائون جنهن جي ڪري پوري ملڪ خاص ڪري پنجاب ۽ ان جي آس پاس جي علائقي ۾ پوري فضاتبديل ٿي وئي، جنهن سان سياسي لهر پيدائي وئي، ان سياسي لهر ميان صاحب اجـان نـنـڍو هـو تـہ بـہ حصـو ورتـائين. پنهنجي علائقي خاص ڪرامرتسر پنجاب جي سياست پنهنجي حالات، ماحول ۽ معلومات مطابق حصو ورتائين، ان سان گڏ تحريڪ آزادي پاڪستان ۾ بہ شامل رهيو. گڏيل هندوستان جي مسلمانن جي حقيقي نمائنده تنظيم آل انڊيا مسلم ليگ جيڪا جناب محمد علي جناح جي قيادت ۾ پاڪستان جي ڪوشش ۾ مصروف هئي. ميان فضل حق جدوجهد آزادي جي لاءِ مسلم ليگ ۾ شامل رهيو قيام پاڪستان کان پوءِ هجرت جو ڪٺن دور شروع ٿيو ميان صاحب بہ پنهنجي خاندان سميت هجرت ڪري حافظ آباد آيا، جتي زمين خريد ڪري ڪاشتڪاري شروع ڪيائين، ان کان علاوه جو هرآباد خوشاب ۽ شاهدره لاهور وغيره بہ زمين خريد ڪيائين. خوشاب ڪوئلي جي کاڻ ميان صاحب کي مالامال ڪري ڇڏيو.

ميان صاحب سياست سان گڏوگڏ خدمت ۽ رفاءِ عامہ جهڙن نيڪ ڪمن خصوصي شغف رکندو هو. انهيءَ سلسلي ۾ مختلف شهرن ۽ ڳوٺن ۾ مسجدون مدرسا ۽ اسپتالون تعمير ڪرايائين، اسڪولن کي خصوصي عطيات شاگردن ۽ شاگرديائين کي وظيفا ڏيندا هئا، ان کان علاوه نادار، غريب ۽ بيواهن جي مالي مدد بہ ڪندو هو. جماعتي خدمتن ۾ ميان صاحب اسلاف جيان وڌ کان وڌ حصو ورتائين مرڪزي جمعيت اهل حديث جي بانين مثلا حضرت مولانا داؤد غزنوي رحہ ۽ حضرت مولانا محمد اسماعيل سلفي مرحوم سان ميان صاحب جا قريبي تعلقات هئا. جماعت جلسن ۽ پروگرامن ۾ اهي بزرگ ميان صاحب کي پاڻ سان گڏ رکندا هئا. جڏهن ميان صاحب ڪاروباري سلسلي ۾ حافظ آباد کان لاهور منتقل ٿيا تہ ان وقت ميان صاحب کي انهن بزرگن جماعت جو خازن مقرر ڪيائون. مولانا سيد داؤد غزنوي رحمتہ الله عليہ جي وفات کان پوءِ جڏهن مولانا محمد اسماعيل سلفي رحہ جماعت جا امير مقرر ٿيا تہ ميان صاحب کي جماعت جو ناظم اعليٰ مقرر ڪيو ويو. ۽ پوءِ پاڻ مختلف دورن ۾ جماعتي انتخابات جي مرحلن گذرندي وفات تائين انهيءَ اعليٰ عهدي تي فائز رهيا، ٽيهہ سال پاڻ مرڪزي جميعت اهل حديث جا ناظم اعليٰ رهيا. ميان صاحب جي جماعت اهل حديث جي مرڪزي تعليم گاهہ جا معہ سلفيہ (قيام 1955ع) فيصل آباد جا 1961ع کان تادم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخرين صدر رهيا. سندن دور صدارت ۾ جامعہ سلفيہ تعليمي ۽ تعميراتي معاملن ۾ خوب ترقي ڪئي، ميان صاحب آخر زندگي تمام گهڻو بيمار رهيا تان جو 16 جنوري 1996ع بمطابق 20شعبان 1412ھ جمع جي ڏينهن متن دل جو شديد حملو ٿيو ۽ پاڻ هن فاني جهان مان لاڏاڻو ڪري ويا.

(ماخوذ ڪتاب: ميان فضل اور ان کي خدمت از محمد اسحاق ڀٽي، هفت روزه اهل حديث لاهور ميان فضل حق نمبر سال 1996ع هفت روزه زندگي لاهور ميان فضل ايڊيشن سال 1996ع).

(27) مولانا سيد مسعود احد صاحب 1915ع هندوستان ۾ پيدا ٿيا ۽ اتي ئي تعليم حاصل ڪيائين، 1932ع ۾ آگره يونيورسٽي مان بي ايس سي جو امتحان اعليٰ پوزيشن ۾ پاس ڪيائين. ان کان پوءِ معلميءَ جي پيشي کي اپنايائين قيام پاڪستان کان پوءِ هجرت ڪري ڪراچي ۾ اچي مقيم ٿيا. پاڪستان اچي سيڪريٽريٽ ۾ ملازمت اختيار ڪيائين. ان دوران موصوف خدمت دين جي لاءِ زياده وقت ڏيڻ لڳو. ريٽائرمنٽ کان اڳ ۾ ئي ملازمت کي خيرباد ڪيائين. جناب مولانا مسعود صاحب جنهن گهراڻي ۾ اک کوليائين اهو حنفي بريلوي مڪتبہ فڪر سان وابستہ هو. جتي صرف ديني مطالعي لاءِ فقہ حنفي جا ڪتاب ۽ بزرگن جا قصا ۽ واقعات تي مشتمل ڪتاب ئي هوندا هئا. ڪاليج واري دور ۾ ئي موصوف کي قرآن و حديث جي ڪتابن جو شوق پيدا ٿيو. الله تعاليٰ قسمت ۾ هدايت لکي هئي سانصيب ٿيس. قرآن مجيد ۽ صحيح بخاريءَ جي مطالعي سان آبائي مسلڪ کي خير باد چيائين. ان وقت موصوف جو ڪنهن بہ فرقي سان تعلق نہ هو. اهل حديث، مسلڪ جي چند افرادن سان ملاقات ۽ تعلق جي ڪري پاڻ مسلڪ اهل حديث اختيار ڪيائين. ۽ وڏي زور وشور سان قرآن وحديث ۽ مسلڪ اهل حديث جي تبليغ ۽ اشاعت شروع ڪيائين. ان دوران ان موصوف اها تلخ حقيقت محسوس ڪيائين تہ تمام مسلڪ ۽ فرقا بشمول اهل حديث جي اهي سيئي ڪنهن نہ ڪنهن طرح پنهنجن مذهبي اڳواڻن ۽ عالمن جي تقليد ۽ پنهنجن مخصوص مسلڪ جي پيروي ۾ اهي ڪنهن حد تائين صحيح حديثن جو انڪار ۽ رد ڪندا آهن. ۽ پنهنجن عقيدن تي قائم هوندا آهن. جنهن جي نتيجي ۾ مولانا مسعود احمد بي ايس سي صاحب اهل حديث مسلڪ کي ڇڏي هڪ الڳ پنهنجي جدا جماعت (تنظيم) "جماعت المسلمين" نالي قائم ڪيائين جنهن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کي پوءِ گورنمنٽ پاڪستان ڪان رجسٽرڊ ڪرايائين. جناب مسعود احمد صاحب جن انتهائي ديندار ۽ نيڪ انسان هئا. صبر و تحمل ۽ عزم و استقامت جا جبل هئا. زبردست قوت ارادي جا ملڪ هئا. پاڻ قرآن وحديث جا تمام وڏا ڄاڻو، عالم ۽ عامل هئا. احاديث جي تمام گهڻي ڄاڻ هئي، ڪا به حديث بغير حوالي جي نقل نـ ڪندا هئا. هر ڳالهه صحيح ۽ باحوالو نقل ڪندا هئا. احاديث جي صحت و سقم ۽ حديث جي راوين جي متعلق جرح و تعديل ۾ ڪيس تمام گهڻي دسترس ۽ ڄاڻ هئس. هر هڪ فتوي ۽ مسئلي جو جواب قرآن وحديث مان ڏيندا هئا. پنهنجي راءِ ۽ قياس سان ڪڏهن بـ فتوي نـ ڏنائون جناب مولانا مسعود احمد صاحب پنهنجي پوري زندگي خدمت دين جي لاءِ وقف ڪري ڇڏي هئي. موصوف ڪيئن ڪتابن ۽ رسالن جو مصنف هو سندس ڪل ڪتابن ۽ رسالن جو تعداد 130 جي قريب آهي جيڪي گهڻو ڪري سيئي شايع ٿيل آهن. سندن تصنيفات ۽ تاليفات جي اها خصوصيت آهي تـ انهن ۾ صرف صحيح ۽ مستند احاديث ۽ روايتن کي بيان ڪيو ويو آهي منجهن ڪا بـ ضعيف ۽ موضوع روايت بيان نـ ڪئي اٿن. جناب مولانا مسعود احمد صاحب 14 فيبروري 1997ع ڪراچي ۾ وفات ڪيائين. (ماهنامہ"المسلم" شمارو نمبر 11 صـ 26/25 ۽ افڪار وعقائد جماعت المسلمين: مرتب سيد وقار علي شاهہ.)

(28) مولانا محمد اڪرم ولد حاجي عبدالحق انصاري سن 1307هـ مطابق 1890ع لڳ هالا نوان ضلع حيدرآباد ۾ پيدا ٿيو. ابتدائي تعليم قرآن مجيد ناظره ۽ حفظ جي تعليم هالا ۾ خليفي ميان عبداللطيف ڪان ورتائين ان بعد عربي ۽ فارسيءَ جي تعليم پنهنجي وڏي ڀاءُ مفتي سعد الله وٽ خيرپور ۾ پڙهيائين. پوءِ اچي مدرسي دارالرشاد پير جهنڊو ۾ داخل ٿيو. جتي مولانا عبيدالله سنڌي جو مشوري تي پير جهنڊي جي مدرسي ۾ اچي درس و تدريس ڏيڻ لڳو. ان ڪان پوءِ سجاول جي مدرسي دارالفيوض هاشميہ ۽ پينڊي جي مدرسي مدينتہ العلوم ۾ پڻ پڙهايائين. ان ڪان پوءِ ڪجهہ وقت لاءِ ڏورو نارو ضلع عمر ڪوٽ ٿرپارڪر ۾ بـ دين جي خدمت ڪيائين. مولانا صاحب کي مطالعي ۽ لکڻ جو بـ شوق هوندو هو ۽ پاڻ عربي گرامر جي صرف جي هي ڪتاب "ارشادالصرف" فارسي تي هڪ بهترين حاشيو لکيو آهي جيڪو ارشادالصرف تي مطبوع آهي ان ڪان علاوه جمع جي خطيبن تي هڪ مجموعو (اڻ ڇپيل) پڻ تصنيف ڪيائين. مولانا محمد اڪرم هالائي صاحب 26 جولاءِ 1958ع تي وفات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڪيائين. (تحريڪ آزاديءَ ۾ سنڌ جي عالمن جو حصو مصنف ڊاڪٽر مظهرالدين سومرو: 387).

(29) مولوي قطب الدين هاليجوي، پاڻ 1904ع ۾ ڳوٺ هاليجوي شريف ترد پنو عاقل ضلع سکر ۾ ڄائو، سندن والد ماجد ملان عبدالرحيم نندي هوندي فوت ٿي چڪو هو. سندن والده ماجده جيڪا نيڪ خاتون هئي جنهن مولوي صاحب جي بهترين تربيت ڪيائين ۽ علم جي زيور سان سنگاريائين. مولوي صاحب کي ننڍي هوندي کان ئي پڙهڻ جو شوق هو. سڀ کان پهريان پاڻ جامعہ دارالهديٰ ٺيڙهي ۾ پڙهڻ ويا جتي مولوي قاضي حبيب الله وٽ صرف نحو، ادب ۽ منطق جا ڪتاب پڙهيائون، ان کان پوءِ پاڻ مولوي شمس الحق افغاني وٽ پڙهڻ لاءِ مدرسي تراب علي شاهہ ڳوٺ قمبرعلي خان ضلع لاڙڪاڻي آيا مولوي شمس الحق وٽ پاڻ ٿورو عرصو رهيا، جنهن کان پوءِ پاڻ مدرسي دارالرشاد پير جهنڊو پڙهڻ آيا. جتي مولوي محمد نور عيسيٰ خان ميانوالي پنجاب وٽ پنهنجي بقايا تعليم مراحل جي تڪميل مدرسي دارالرشاد پيرجهنڊو مان ڪيائين. مولوي صاحب قطب الدين پنهنجي تدريس عمل جي شروعات انهيءَ مدرسي مان ڪيائين، ڏهہ سال پاڻ هن مدردسي ۾ پڙهايائون، بعد ۾ پاڻ مدرسي دارالهديٰ ٺيڙهيءَ پڙهائڻ ويا، هن مدرسي ۾ چار سال پڙهايائون، ان دوران مولوي قطب الدين هاليجوي کي مزيد پڙهڻ جو شوق ٿيو. ۽ پاڻ برصغير جي مشهور قديمي ديني درسگاهہ دارالعلوم ديوبند ويا جتي پاڻ چوٽي جي عالمن ۽ استادن کان دوباره صحاح ستہ ۽ ٻين ڪتابن جو درس ورتائون، جهڙوڪ شيخ الهند مولانا حسين احمد مدني رحہ، شيخ الادب مولانا اعزاز علي رحہ، مولانا محمد ابراهيم بلياوي رحہ، مولانا مفتي محمد شفيع، مولوي محمد ادريس ڪانڌلوي ۽ مفسر قرآن علامہ شبير احمد عثمان رحہ وغيره هئا.

مولوي قطب الدين صاحب رحہ جن پنهنجي دور جو هڪ وڏو عالم ۽ فاضل هو، پاڻ صاحب طريقت بہ هئا ، سندس تذڪرو پيرسائين محب الله شاهہ صاحب رحہ جن پنهنجي خود نوشتہ ۽ هن انٽرويو ۾ تفصيل سان ڪيو آهي، مولوي صاحب درس تدريس کان علاوه تصنيف وتاليف جو بہ ڪم ڪيو اٿن سندن لکيل ڪتابن مان چند ڪتاب هي آهن. 1_ جواهر السنن شرح الجامع للترمذي عربي مطبوع، 2_ تعليقاعلي الصحيح البخاري عربي غير مطبوع، 3_ شرح الشمائل للترمذي عربي، 4_ المقدمتہ في اصول الحديث عربي، 5_ قفيري فوائد اردو، 7_ التقرير علي الصحيح للبخاري اردو وغيره هئا.

مولوي قطب الدين هاليجوي جن رمضان المبارڪ 1409 هجري ۾ وفات ڪئي.

(30) ڪوئيٽاوارو زلزلو سال 1935ع ۾ آيو هو جنهن سبب ڪوئيٽا ۾ وڏي تباهي آئي هئي، انهيءَ زلزلي تي مولوي حاجي احمد ملاح رحہ (متوفيٰ 1969ع) جن هڪ نظم چيو هو جيڪو سندس ڪتاب گلزار احمد ۾ موجود آهي

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور کی فخریہ پیشکش

راشدی خاندان
کی نادر و نایاب علمی و تحقیقی کتب پہلی بار منظر عام پر

۲۷ مقالات کا مجموعہ

مقالاتِ راشدیہ

سید محب اللہ شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ کے نادر کتب و رسائل کا مجموعہ

تقریظ سید قاسم شاہ راشدی تعارف پروفیسر مولا بخش محمدی

ترتیب و تخریج الشیخ افتخار احمد تاج الدین الازہری

جلد اول (طبع ہو چکی ہے)

0334 4229127-04237321865

(جلد دوم)

شیخ العرب والعجم محدث العصر الشیخ ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تخریج الشیخ افتخار احمد تاج الدین الازہری

کے نادر و نایاب مقالات

اہم مقالات:

۱۔ کیا خبر واحد عقائد میں حجت نہیں؟ ۲۔ رکوع کی رکعت
۳۔ کیا ضعیف حدیث فضائل اعمال میں قابل حجت ہے یا نہیں؟
۴۔ البرق السماوی علی سارق الدنیاوی
۵۔ الاجوبۃ الفاصلۃ الأسئلۃ العشرہ الکاملہ
۶۔ تحفہ نماز مغرب

۲۹ مقالات کا مجموعہ

مقالاتِ راشدیہ

(طبع ہو چکی ہے)

0334 4229127-04237321865

شیخ العرب والعجم فضیلۃ الشیخ ابو محمد بدیع الدین الراشدی رحمۃ اللہ کی احناف کے جواب میں لکھی گئی نادر کتب کا تاریخی مجموعہ

(جلد سوم)

۱۲ مقالات کا مجموعہ

ترتیب و تخریج الشیخ افتخار احمد تاج الدین الازہری

مقالاتِ راشدیہ (تحفۂ حنفیہ)

(زیر طبع)

اہم مقالات: ۱۔ القول فی تحریر تسوید المجهول ۲۔ نقد حدیث
۳۔ اظهار السر الخفی فی جواز قراءة خلف الامام للحنفی
۴۔ المبسوط المغبوط فی جواب المخطوط المهبوط ۵۔ ضرب الیدین علی منکر رفع یدین

نعمانی کتب خانہ (عنقریب طبع ہو رہی ہے) بہت جلد آپ کے ہاتھوں میں ہوگی انشاء اللہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور 0334 4229127-04237321865

NOMANI

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

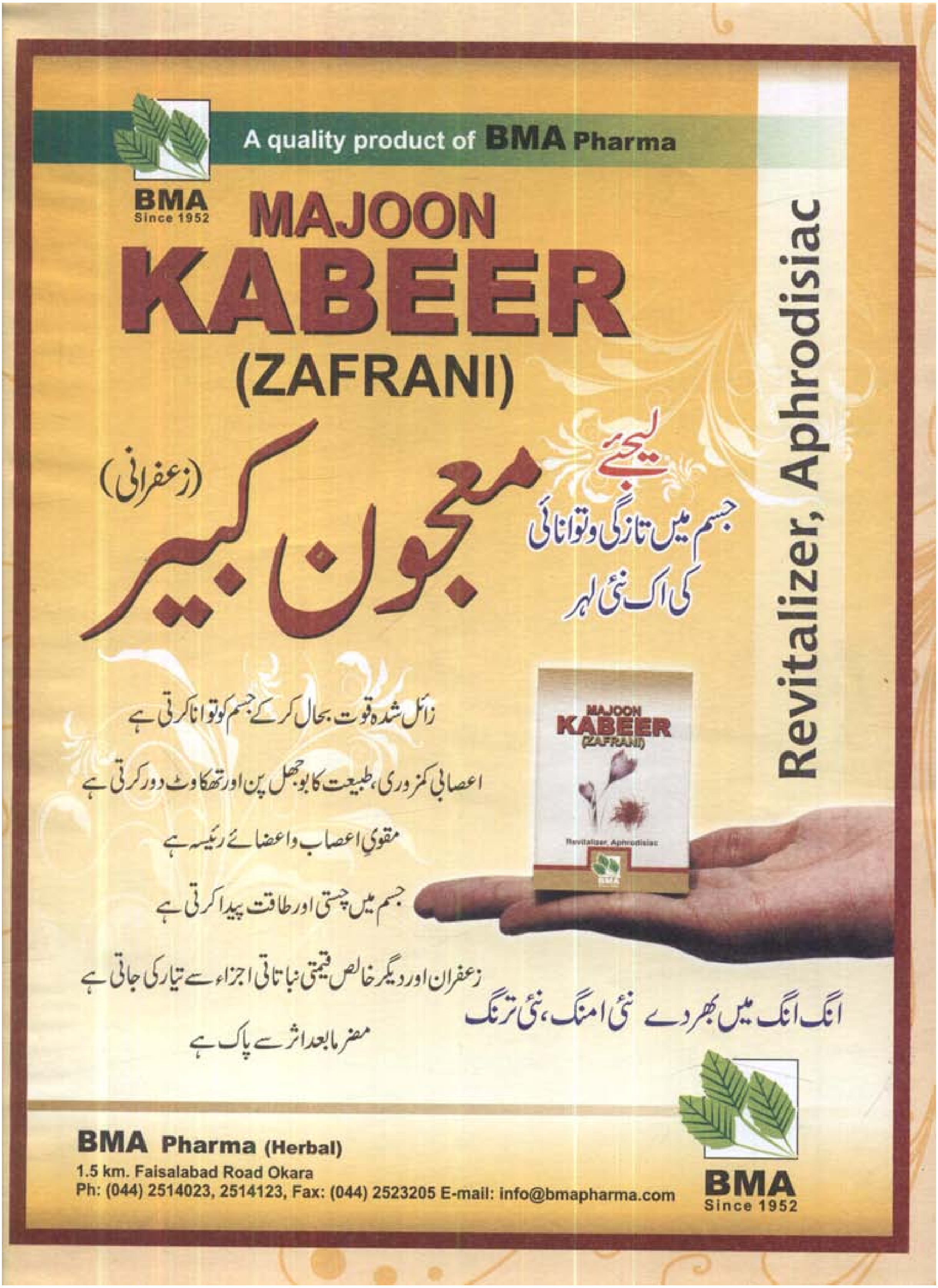

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطبوعاتِ نعمانیہ

ہر گھر کی ضرورت ۔ ہر لائبریری کی زینت

اسلامی تاریخ پر ایک مستند باحوالہ اور دستاویزی کتاب

تاریخِ اسلام

از
شاہ معین الدین احمد ندوی

جلد اول

جلد دوم

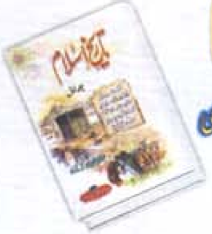

نبیوں کی بیویوں کا
ایمان افروز دلنشیں اور دلپذیر تذکرہ

نساء الانبیاء

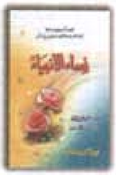

دعا کے تمام مسائل پر سب سے جامع کتاب

مؤلف
ابو عبد الرحمن جیلان بن خضر عروسی

مترجم
الشیخ حافظ مبشر حسین

ہر انسان کی زندگی میں کچھ لمحات اور واقعات ایسے در پیش ہوتے ہیں کہ وہ دنیاوی ذرائع اور وسائل کی کثرت کے باوجود اپنے آپ کو بے بس اور مجبور محض محسوس کرتا ہے۔ اس عالم بے ساختہ میں اس کے ہاتھ دعا کے لیے اٹھتے ہیں اور اس کی زبان پر چند دعائیہ کلمات ادا ہوتے ہیں۔ اس صورت حال میں اپنے سے کسی بالاتر ہستی کو پکارنا، دعا اور مناجات کے زمرے میں شامل ہے۔ دنیا کے ہر مذہب میں دعا کا یہ تصور موجود رہا ہے مگر اسلام نے دعا کی حقیقت کو مستقل عبادت کا درجہ عطا کیا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خود دعا ہی کو عبادت قرار دیا ہے۔ قرآن مجید از آغاز تا اختتام مستقل دعاؤں سے عبارت ہے۔ سورۂ فاتحہ سے بہتر آداب اور دعا کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ اور آخری دو سورتوں (معوذتین) سے بہتر استعاذہ اور مدد کے لیے کیا اذکار ہو سکتے ہیں۔ المختصر اسلام سے بہتر حقیقتِ دعا کو کسی دوسرے مذہب نے پیش نہیں کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کسی نے اس کے آداب وضوابط اور کلمات عطا نہیں فرمائے۔ مگر افسوس کہ آج علم کے بازار میں دعا کے نام پر ایسے مشرکانہ اور جہل آمیز کلمات ملتے ہیں جن کی ادائیگی سے پریشانیاں دور ہونے اور مصیبتیں ٹلنے کی بجائے ہمارے نامۂ اعمال کی سیاہی میں کچھ اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

اس کتاب کے مطالعے سے دعا اور اس سے متعلقہ مسائل، آداب، ضوابط اور قبولیت و عدم قبولیت، دعا کے تمام مسائل سمٹ آئے ہیں۔ گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ دعا کے ساتھ منسوب غیر شرعی تصورات جن میں توسل وغیرہ کو بہت گمراہ کن انداز میں پیش کیا جاتا ہے، ان کی علمی اور شرعی دلائل کے ساتھ تردید کی گئی ہے۔ مسنون دعا ایک بندۂ مومن کو عرش الٰہی کے قریب تر اور قبولیت و استجابت کے مقام پر فائز کر دیتی ہے اور دعاؤں کا غیر مسنون طریق اسے شرک و بدعت کے تحت الثریٰ میں گرا دیتا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کے مطالعے کے بعد ہمیں قبولیت دعا کا وہ خزانہ مل جائے گا جس سے زیادہ اس دنیا میں ہماری کوئی اور ضرورت نہیں ہے۔ آئیے اس کتاب کے مطالعے سے ہم استجابت کے خزانوں کو حاصل کریں اور ہر نوع کی پریشانیوں سے نجات حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ اس علمی اور تحقیقی کاوش کو عامۃ الناس میں مقبول بنائے (آمین)

پروفیسر عبدالجبار شاکر
بیت الحکمت، لاہور (یکم ربیع الاول ۱۴۳۲ھ)

الشیخ وحید عبد السلام بالی کی
جنات، شیاطین اور جادو کے موضوع پر لکھی مشہور زمانہ کتاب
"وقاية الإنسان من الجن والشيطان"
کا اردو ترجمہ

جنات اور جادو کا توڑ

(قرآن و سنت کی روشنی میں)

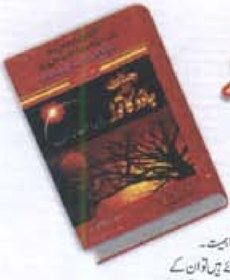

الحمد للہ اس مشہور ترین کتاب میں قرآن الکریم اور احادیث نبویؐ کے دلائل کے ساتھ درج ذیل امور (عنوانات) کو واضح کیا گیا ہے۔

باب اول: جنات حقیقت ہیں کوئی خیالی چیز نہیں۔ ایمان بالغیب کی اہمیت۔ جنات کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ اگر جنات آگ سے پیدا ہوئے ہیں تو ان کے کافروں کو آگ سے عذاب کیسے ہوگا؟ جنات کی اقسام، جنات کی رہائش، جنات کی غذا، جنات انسانوں سے ڈرتے ہیں؟ کیا جنات کی شادی ہوتی ہے اور ان سے اولاد ہوتی ہے؟ حیوانات شیطان کو دیکھتے ہیں؟ جنات کے لیے ذبح کرنا شرک ہے۔ گھر سے جنات کو کیسے نکالا جائے؟ کیا جنات لوگوں کو ایذا پہنچاتے ہیں؟

باب دوم: حقیقت مرگی اور اس کا علاج۔ جنات انسانوں میں کیسے داخل ہوتے ہیں اور کہاں ٹھہرتے ہیں؟ انسانی جسم میں جن کے داخلے کی علامات، جن کے داخلے کی اقسام، معالج کے اوصاف، علاج کی مرحلہ وار تفصیل۔ آپ غیر مسلم جن سے کیسے معاملات طے کریں؟ معالج کے لیے ضروری ہدایات، مرگی سے بچنے کے لیے چند نصیحتیں۔

باب سوم: جادو۔ جادو کی تعریف۔ جادو کی تعلیم و تعلم، جادو کی اقسام، جدائی ڈالنے والے جادو کی علامات، جادو کا علاج، (محبت کا جادو) کی علامات اور اسباب، جادو کی چار قسم، نظر بندی کا جادو اور اس کی علامات، نظر بندی کے جادو کا علاج، شادی میں رکاوٹ ڈالنے کا جادو اور اس کی علامات، جادو کی رکاوٹوں کا علاج اور اس کے متعلق اہم نکات، قرآنی معالج میں شرائط، جادو کے مقام کی تلاش۔

باب چہارم: یہ باب شیطان کے تعارف، شیطان کے جال اور انسانوں میں اس کے داخلے کے بارے میں ہے۔

باب پنجم: لوگوں کے دل فاسد کرنے کے لیے شیطان کے داخلی راستے کون سے ہیں؟

باب ششم: شیطان کے بچاؤ کی تدابیر۔ یہ آخری باب ان اذکار مسنونہ سے مزین ہے جن سے ہر مسلمان فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ یہ کتاب آپ کے شہر کے ہر اسلامی کتب خانے میں دستیاب ہے۔ صرف 130 روپے میں بذریعہ منی آرڈر درج ذیل ایڈریس سے منگوا کر گھر بیٹھے یہ کتاب پڑھیے۔

نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

0334-4229127-0423732186 5

E-Mail: nomania2000@hotmail.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ